فَقِيهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری

جدید اردو

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور

فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاوٰی عالمگیری اردو جدید

جلد چہارم

مترجم
مولانا سیّد امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل و عنوانات
مولانا ابو عبیداللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعالمین
ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب الشرکۃ
- کتاب الوقف
- کتاب البیوع

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب الشرکۃ

اس میں چھ ابواب ہیں

باب اوّل:

شرکت کی اقسام‘ ارکان‘ شرائط‘ احکام و متعلقات کے بیان میں

اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل:

انواع شرکت کے بیان میں

شرکت کی اقسام ☆

شرکت کی دو قسمیں ہیں اوّل شرکت ملک اور وہ یہ ہے کہ دو شخص مثلاً ایک چیز کے مالک ہو جائیں بدون اس کے کہ دونوں میں عقد شرکت[1] واقع ہوا ہے یہ تہذیب میں ہے دوم شرکت عقد اور وہ اس طرح ہے کہ مثلاً دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس امر میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کی یہ کنز الدقائق میں ہے۔ پھر شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں اوّل آنکہ شرکت جبر ہو دوم آنکہ شرکت اختیار ہو پس شرکت جبر یہ ہے کہ دو شخصوں کے دو مال بغیر اختیار مالکوں کے اس طرح خلط ہو جائیں کہ حقیقت دونوں میں تمیز ممکن نہ ہو بایں طور کہ ہر دو مال کی جنس واحد ہو پس اختلاط سے تمیز نہ ہو سکے یا تمیز ممکن تو ہو مگر بڑی کلفت و مشقت سے جیسے گیہوں اور جو مخلط ہو جائیں یا دونوں کسی ایک مال کے حصہ رسد وارث ہوں اور شرکت اختیار یہ ہے کہ دونوں کو ایک مال ہبہ کیا جائے یا دونوں ایک ہی مال کے باستیلاء مالک ہوں یا اپنے اختیار سے ہر دو اپنا اپنا مال باہم خلط کر دیں کذا فی الذخیرہ یا بطریق خرید کے یا بوجہ صدقہ کے دونوں ایک مال کے مالک ہوں کذا فی فتاویٰ قاضی خان یا دونوں کے واسطے ایک مال کی وصیت کی جائے پس دونوں اس وصیت کو قبول کر لیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور شرکت اختیار کا رکن ہر دو حصہ کا مجتمع ہوتا ہے اور حکم شرکت اختیار یہ ہے کہ مال مشترک میں جو زیادتی ہو وہ بھی شرکت پر باندازہ ملک ہوگی یعنی جتنی جس کی ملک ہے زیادتی میں بھی اس حساب سے ہر ایک کی شرکت ہوگی اور یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کو روا نہیں ہے کہ دوسرے کے حصہ میں تصرف کرے لا اس کے حکم سے اور دونوں میں سے ایک اپنے شریک کے حصہ میں مثل اجنبی کے ہے اور ہر ایک کے لیے اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا تمام صورتوں میں جائز ہے اور کسی اجنبی

---

[1] دونوں کی ملک ایک شے واحد میں بدوں ان کے عقد شرکت قرار دینے کے حاصل ہوگئی مثلاً زید مرا اور اس کی میراث میں ایک مکان ہے جو اس کے دو بیٹوں کے درمیان مشترک میراث ہو گیا ہے۔

کے ہاتھ فروخت کرنا بغیر اجازت شریک کے جائز ہے باستثناء صورت خلط واختلاط[1] کے یہ کافی میں ہے۔

شرکتِ عقود کی اقسام☆

شرکت عقود کی تین قسمیں ہیں ایک شرکت بالمال دوم شرکت بوجوہ وسوم شرکت باعمال اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں شرکت معاوضہ وشرکت عنان یہ ذخیرہ میں ہے اور شرکت عقد کا رکن ایجاب وقبول ہے اور یہ اس طرح ہے کہ ایک کہے کہ میں نے تجھے مشارک کیا چنیں و چناں میں اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا کذا فی الکافی اور اس پر گواہ کر لینا مندوب ہے[۱] یہ نہر الفائق میں ہے اور ان میں شرکتوں کے جواز کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت قرار دیا گیا ہے وہ قابلِ وکالت ہو کذا فی المحیط اور یہ شرط کہ نفع کی مقدار معلوم ہو پس اگر مجہول ہوگی تو شرکت فاسد ہوگی اور یہ شرط ہے کہ جز و نفع ایک ایسا جزو[۲] قرار دیا جائے جو تمام میں شائع ہو ایسا نہ ہو کہ معین ہو چنانچہ ایک مانند دس یا بیس یا سو وغیرہ (درہم دینار وغیرہ) کے معین کر دیا تو شرکت فاسد ہوگی یہ بدائع میں ہے اور شرکت عقد کا حکم یہ ہے کہ معقود علیہ اور جو اس معقود علیہ کے ذریعہ سے مستفاد ہوگا وہ سب دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

واضح ہو کہ شرکت بالمال اس طرح ہے کہ دو آدمی کس قدر اس مال کو ملا کر دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے اس میں باہم شرکت کر لی اس شرط پر کہ ہم دونوں اس سے ایک ساتھ یا جدا جدا خرید و فروخت کریں یا یہ شرط نہ بیان کریں مطلق چھوڑ دیں کہ ہم نے باہم اس میں شرکت کر لی۔ بشرط[۳] آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو اس میں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں کے درمیان ایسی ایسی شرط پر مشترک ہوگا یا دونوں میں سے ایک اس طرح کہے کہ ہاں کذا فی البدائع۔

فصل دوم :

اُن الفاظ کے بیان میں جن سے شرکت صحیح ہے اور جن سے نہیں صحیح ہوتی ہے

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے بغیر مال کے اس شرط سے شراکت کی کہ جو کچھ ہم دونوں آج کے روز خریدیں وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگا خواہ کسی صنف یا عمل کی خصوصیت بیان کر دی یا مطلق چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اور اسی طرح اگر بجائے آج کے روز کے اس مہینے میں بھی کیا تو روا ہے اور اسی طرح اگر شرکت کے واسطے کوئی وقت نہ بیان کیا بایں طور کہ ہم دونوں نے شرکت کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو بنا بر مذکورہ بالا جائز ہے لیکن جاننا چاہیے کہ بشر نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یہ جائز ہے اگر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف کہا اور سوائے طحاوی کے دیگر مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر دونوں نے لفظ شرکت کا نہ کہا لیکن ایسا لفظ کہا جس سے استعمال میں شرکت سمجھی جاتی ہے مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میں نے آج خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہے اور دوسرے نے اس کی موافقت کی مثلاً کہا کہ اچھا تو آیا شرکت ہوگی یا نہ ہوگی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اصل میں ذکر نہیں فرمایا اور ابو سلیمان نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جائز ہے اور اس قدر سے شرکت ثابت ہو جائے گی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر وہ دونوں لفظ خرید کو جانبین سے ذکر کرتے تو روا تھا اور شرکت ثابت ہوتی باعتبار ذکر حکم شرکت کے اگرچہ لفظ شرکت نہیں کہا پس یہاں بھی ثابت ہوگی اور یہی صحیح ہے اور یہ شرکت فقط خرید میں جائز ہوگی پس دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اُس کے حصہ میں سے کچھ فروخت کرے الا اُس کی

---

[۱] یعنی کچھ بھلائی سے خالی نہیں ہے ۱۲۔ [۲] مثلاً آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا نواں حصہ وغیرہ ۱۲۔ [۳] یہ شرط اوپر کی مطلق ومشروط دونوں کے ساتھ ہے ۱۲۔

(۱) جو صورت بوجہ خلط واختلاط کے ہوگی ۱۲۔

اجازت سے فروخت کر سکے گا۔ یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کوئی چیز میں نے خریدی پس وہ میرے تیرے درمیان ہے یا کہا وہ ہمارے درمیان ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہاں اچھا پس اگر اُس کی مراد یہ ہے کہ ہم دونوں بمعنی ہر دو شریک تجارت ہوں تو یہ شرکت ہوگی حتیٰ کہ بدون بیان جنس خرید کردہ شدہ یا نوع یا مقدار ثمن کے صحیح ہوگی جیسے صریح لفظ خرید فروخت کہنے میں ہوتا ہے اور اگر یہ مراد لی ہے کہ خرید کردہ شدہ بعینہٖ فاصۃً دونوں میں مشترک ہو اور اُس چیز میں دونوں مانند دو شریک تجات کے نہ ہوں بلکہ خریدی ہوئی چیز بعینہٖ دونوں میں مشترک ہو چنانچہ دونوں نے میراث پائی یا دونوں کو ہبہ کی گئی تو اس صورت میں وکالت ثابت ہوگی نہ شرکت پس اگر وکالت صحیح ہونے کی شرط پائی گئی تو وکالت صحیح ہوگی ورنہ نہیں اور وکالت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک وکالت خاصہ دوئم عامہ پس وکالت خاصہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ خرید کردہ شدہ چیز کی جنس بیان ہو اور اس کی نوع اور مقدار ثمن بیان ہو اور وکالت عامہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ موکل تمام رائے وکیل کے سپرد کر دے یا وقت یا مقدار ثمن یا جنس بیع بیان کر دے کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر دو شخصوں نے کہا کہ جو کچھ ہم دونوں نے خریدی وہ ہم دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے تو یہ جائز ہے اور نیز منتقی میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بروایت حسن بن زیاد مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو چیز میں نے اصناف تجارت سے خریدی اور میرے اور تیرے درمیان ہے پس اس کو دوسرے نے قبول کیا تو یہ جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ آج کے روز خریدی تو بھی یہی حکم ہے کہ جائز ہے اور جو چیز اُس نے اُس روز خریدی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی قال المترجم[۱] لفظ بینی و بینك علی الاطلاق بمعنی المشترك نصفا نصف ہوتا ہے اور مترجم نے میرے تیرے درمیان سے اسی معنی میں لیا ہے پس محفوظ رکھنا چاہیے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا اور کوئی وقت بیان نہ کیا تو بھی روا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے جس قدر آٹا خریدا وہ میرے اور تیرے درمیان ہے تو بھی روا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اس کے حصہ فروخت کرے بدون اُس کی اجازت کے اس واسطے کہ دونوں نے خریدنے میں شرکت کی ہے نہ فروخت کرنے میں ہاں اگر دوسرے سے اجازت لے کر فروخت کیا تو جائز ہے[(۱)]۔ یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے غلام خریدا تو وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو یہ فاسد ہی الا آنکہ نوع بیان کر دے مثلاً کہے کہ غلام خراسانی یا ہر ہو وغیرہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر کہا کہ میں نے جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بروایت بشیر بن الولید مذکور ہے کہ ایک نے کہا کہ میں نے آج کے روز جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو یہ جائز ہے اور اس طرح اگر ایک سال کا وقت بیان کیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت بیان نہ کیا لیکن خریدی چیز کی مقدار بیان کی مثلاً کہا کہ گیہوں سو من تک جس قدر خریدے وہ میرے و تیرے درمیان ہیں تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ جو چیز میں نے تیری جہت پر خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے حالانکہ جس طرف وہ گیا ہے اسی طرف نکل کر چل دیا کہ جو چیز میں نے بصرے میں خریدی تو یہ باطل ہے جب تک ثمن یا مبیع یا ایام بیان نہ کرے جائز نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ایک نے دوسرے کو حکم کیا کہ فلاں غلام معین میرے و اپنے درمیان مشترک خریدے پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اُس کو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو غلام مذکور دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[۱] قال المترجم یہ قید شاید موافق قول طحاوی و تضعیف روایت توقیت ہے ورنہ تامل ہے۱۲۔

(۱) یہ جواز بطور وکالت ہوگا نہ شرکت ۱۲۔

مجرد میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اُس نے اُس کو خریدنے کا حکم کیا تھا اُس وقت اُس نے اگر سکوت کیا ہاں نہ کہا اور نہ نہیں کہا یہاں تک کہ خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اُس کو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو اُس کا ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اُس کو فلاں یعنی حکم دہندہ کے واسطے خریدا پھر اس کو خرید کیا تو وہ حکم دہندہ کا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس کے خریدے کے وقت سکوت کیا پھر بعد خریدنے کے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اس کو فلاں کے واسطے خریدا ہے تو فلاں حکم دہندہ کے واسطے ہوگا بشرطیکہ غلام مذکور اس وقت صحیح و سالم ہو اور اگر غلام میں کوئی عیب پیدا ہو جائے یا مرنے کے بعد اُس نے ایسا کہا تو اس کا قول قبول نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ حکم دہندہ اس کی تصدیق کر لے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان یعنی مشترک خرید کر پس عمرو نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے چلا پھر بکر نے اُس سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اس نے کہا کہ اچھا پھر اس کو خرید کیا تو وہ زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا کذافی الخلاصہ اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بکر کی وکالت اُس نے بغیر حضور زید کے قبول کی ہو اور اگر زید کی حضوری میں قبول کی تو یہ غلام بکر و عمر کے درمیان نصفا نصف ہوگا کذافی المحیط اور اس درمیان میں (بدون آگاہی) عمرو کو شعیب ملا اور اُس نے بھی یہی کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پھر عمرو نے اس کو خریدا تو دیکھا جائے گا کہ اگر عمرو نے بغیر حضوری زید و بکر کے شعیب سے کہا کہ اچھا تو غلام مذکور زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا اور عمرو و شعیب کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر دونوں کی حضوری میں اچھا کہا تو غلام مذکور عمرو و شعیب کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو حکم دیا کہ ایک کپڑا جس کا وصف بیان کر دیا ہے بیس درہم کو میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی درہم نقد دوں گا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور یہ کپڑا دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور شرط مذکور باطل ہے یعنی ثمن عمرو ہی ادا کرے گا اور نیز منتقی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں کی باندی میرے و اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی اس کو فروخت کروں گا تو فرمایا کہ شرط فاسد ہے اور شرکت جائز ہے اور فرمایا کہ شرکت میں ہر شرط فاسد کا یہی حکم ہے یعنی شرکت جائز ہوگی اور شرط باطل و بے کار ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ بدین شرط کہ ہم اُس کو فروخت کریں تو یہ جائز ہے اور باندی مذکورہ دونوں میں مشترک ہوگی کہ دونوں اپنی تجارت میں اس کو فروخت کریں گے یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کی ☆

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دونوں میں سے جس نے اس غلام کو خریدا تو دوسرا یعنی اس میں اُس کا شریک ہوا یا دوسرا اُس کا اس میں شریک ہے تو یہ جائز ہے پس دونوں میں سے جو اُس کو خریدے گا نصف اپنے واسطے اور اس میں دوسرے کے واسطے خریدنے والا اچھا ہوگا پس جب کہ دوسرا اس پر قبضہ کرے گا تو وہ مثل دونوں کے قبضہ کے ہوگا حتیٰ کہ اگر اتفاق سے وہ غلام مر گیا تو دونوں کا مال گیا اور اگر دونوں نے اس کو ساتھ ہی خریدا یا مالک نے اس میں سے نصف پہلے[1] خریدا پھر دوسرے نے باقی نصف خریدا تو بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر اس صورت میں دونوں میں سے ایک نے اگرچہ بغیر حکم دوسرے کے پورا ثمن ادا کر دیا تو نصف ثمن دوسرے سے واپس لے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے اس کی بیع میں وکالت حاصل کی پھر ایک نے اس کو کسی کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ اس کا فقط نصف ہے تو وہ حصہ شریک کا بعوض نصف ثمن کے فروخت کرنے والا ہوگا اور اگر فروخت کیا یہ غلام الا نصفہ یعنی باستثناء نصف غلام کے تو جو کچھ ثمن حاصل ہوا ہے وہ پورا ثمن اور نصف غلام نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے

[1] اس صورت میں اس نصف میں دونوں مساوی شریک ہوں گے ۱۲۔

دونوں میں مساوی مشترک ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ بیع خاصۃً حصہ بائع کی طرف راجع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک نے دوسرے ایک شخص سے جس کی ملک میں کچھ نہیں ہے یوں کہا کہ آ اور میرے پاس دس ہزار درہم ہیں پس ان کو میری اور اپنی شرکت مساوی میں لے تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور نفع اور نقصان دونوں پر ہوگا یہ محیط میں ہے ایک نے ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر دوسرے نے اس غلام میں شرکت کی درخواست کی پس مشتری نے اس کو اس غلام میں شریک کر لیا تو شریک کو نصف غلام بعوض نصف ثمن مذکور کے یعنی جتنے کو خریدا ہے ملے گا اس بنا پر کہ مطلق شرکت مساوات کو چاہتی ہے الاّ آنکہ اُس کے برخلاف بیان کر کے ظاہر کر دے والبتہ شرکت موافق بیان ہوگی۔ یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو شریک (یعنی مطلقاً) لیا تو وہ چیز ان تینوں میں مساوی تین تہائی مشترک ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے ایک غلام خرید کر کے اس پر قبضہ کر لیا پھر عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اس میں اپنا شریک کر لے پھر خالد اس کو ملا اور اُس نے بھی یہی درخواست کی اور زید نے منظور کر لیا پس اگر خالد کو عمرو کی مشارکت کا علم ہو تو خالد کے واسطے چہارم غلام ہوگا اور چہارم زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور اگر یہ علم نہ ہو تو عمرو کے واسطے نصف اور خالد کے واسطے نصف ہوگا اور زید درمیان سے خارج ہو جائے گا کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر ایک غلام خریدا پس عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے پس مشتری نے اُس کو شریک کیا، پھر نصف غلام مذکور کسی اور نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو عمرو کو نصف باقی ملے گا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے نصف غلام خرید کر کے قبضہ حاصل کیا پھر عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے حالانکہ عمرو جانتا ہے کہ اس نے کل غلام خریدا ہے پس زید نے اس کو شریک کر لیا تو عمرو کو پورا نصف جس کو زید نے خریدا ہے ملے گا اور اگر عمرو جانتا ہو کہ زید نے نصف ہی خریدا ہے تو اُس کو نصف کا نصف ملے گا یہ محیط میں ہے قال المترجم یہ مسئلہ نوادر سے معلوم ہوتا ہے اور اگر وجہ منظور ہے تو آگے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے حیث قال اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی پس دوسرے نے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے پس اس کو شریک کر لیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہے پس اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لینے سے پہلے ایسا کیا تو شرکت صحیح نہ ہوگی اور اگر بعد قبضہ کے شریک کیا اور شریک کو سپرد نہ کیا یہاں تک کہ مشتری کے قبضہ میں تلف ہوگئی تو شریک پر ثمن لازم نہ آئے گا اور جاننا چاہیے کہ خواستگار شرکت کی درخواست کے بعد جب مشتری نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے اس میں شریک کیا تو ضروری ہے کہ پھر خواستگار شرکت قبول کرے اس واسطے کہ میں نے تجھے شریک کیا یہ لفظ ایجاب بیع ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر مشتری نے نصف پر قبضہ کیا اور نصف پر قبضہ نہیں کیا ہے پھر کسی اور کو اس میں نصف کا شریک کیا اور یہ شرکت شائع مقبوضہ وغیر مقبوضہ دونوں میں واقع ہوئی تو مقبوضہ میں صحیح ہے اور شریک کو اختیار ہوگا چاہے لے چاہے نہ لے کیونکہ اس کے حق میں صفقہ[1] متفرق ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی کے گھر میں گیہوں ہوں اور وہ مدعی ہو کہ یہ سب میرے ہیں پھر دوسرے کو اُس کے نصف کا شریک کر لیا اور شریک نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ اُس میں سے نصف جل گئے تو شریک کو اختیار ہے چاہے باقی نصف کو لے یا شرکت کو ترک کر دے اور اگر بیع کر دیئے ہوں تو ایسی صورتوں میں بیع میں بھی یہی حکم ہے اور کوئی شخص اس میں سے نصف گیہوں کا مستحق ثابت ہوا تو بیع و شرکت دونوں میں یہاں مختلف حکم ہوگا چنانچہ اگر بیع واقع ہوئی ہو تو بیع مذکور باقی نصف پر رہے گی اور شریک کرنے کی صورت میں باقی نصف میں دونوں شریک رہیں گے مگر شریک ہونے والوں کو اختیار حاصل ہوگا۔ یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر زید و عمرو نے ایک غلام مساوی نصف نصف

---

[1] یعنی یکبارگی قابض ہونا نہیں پایا گیا ۱۲۔

خرید اپھر دونوں نے خالد کو اس میں شریک کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے آگے پیچھے اُس کو علیحدہ علیحدہ شریک کیا تو خالد کو اس میں سے نصف اور ان دونوں کو چہارم چہارم ملے گا کذافی محیط السرخسی اور اگر دونوں نے اس کو ساتھ ہی شریک کیا بایں طور کہ اکٹھا دونوں نے اُس سے کہا کہ ہم دونوں نے تجھ کو اس غلام میں شریک کیا تو استحسانا خالد کو اس میں سے ایک تہائی ملے گا کذافی المحیط اور اگر دونوں مشتریوں میں سے ایک نے اس کو اپنے حصہ اور دوسرے کے حصہ میں شریک کیا پھر دوسرے نے اس کی اجازت دے دی تو خالد کو نصف ملے گا اور دونوں مشتریوں کو باقی نصف یعنی چہارم چہارم ملے گا کذافی محیط السرخسی اور اگر دوسرے شریک نے اجازت نہ دی تو خالد کو شریک کرنے والوں کے حصہ کا نصف یعنی چہارم غلام ملے گا کذافی المحیط اور اگر ایک مشتری نے دوسرے مشتری کی اجازت سے خالد کو شریک کیا ہو تو غلام مذکور ان سب کے درمیان تین تہائی ہوگا کذافی المبسوط اور اگر خالد نے درخواست کی کہ تو مجھے اس غلام میں اپنے ساتھ اور اپنے شریک کے ساتھ شریک کر لے پس اُس نے ایسا کیا تو دیکھا جائے گا کہ گرشریک نے اجازت دے دی تو خالد کو تہائی غلام ملے گا اور اگر اجازت نہ دی تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دونوں مشتریوں میں سے ایک نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے نصف میں شریک کیا تو ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اس صورت میں شریک کرنے والا اس کو اپنے پورے حصہ کا شریک کر دینے والا ہوگا بمنزلہ اس قول کے کہ میں نے تجھے اُس کے نصف کا شریک کیا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مشتری ایک ہی ہوتا اور وہ کسی شخص سے کہتا کہ میں نے تجھے اس کے نصف میں شریک کیا تو شریک ہونے والوں کو نصف غلام ملتا جیسے اس قول میں کہ میں نے تجھے اس کے نصف کا شریک کر لیا بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ میں شریک کیا تو اس لفظ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنے پورے حصہ کا دے دینے اور مالک کر دینے والا اقرار دیا جائے اس واسطے کہ اس نے بجائے اپنے حصہ کا کہنے کے اپنے حصہ میں کہا ہے اور اگر وہ یوں کہتا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ کا اپنے ساتھ شریک کر لیا تو باطل ہوتا پس اس واسطے شریک ہونے والے کو اس شریک کرنے والے کے حصہ کا نصف ملے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر زید نے ایک غلام ہزار درہم کو خرید کر کے اس پر قبضہ کر لیا پھر عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا مگر عمرو نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو یہ غلام عمرو و خالد کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اگر مشتری سے ایک نے کہا کہ تو مجھے اس میں شریک کر لے پس اُس نے شریک کیا مگر خواست گار نے یہ نہ کہا کہ میں نے قبول کیا یہاں تک کہ مشتری نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا پھر دونوں نے قبول کیا تو اوّل خواست گار کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور دوسرے شخص کے واسطے جس کو ثانیا شریک کیا ہے نصف غلام ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے ایک سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دوسرے سے اسی طرح کہا پھر تیسرے سے یوں ہی کہا اور ان میں سے کسی نے قبول نہیں کیا ہے پس اگر ایک نے قبول کیا تو غلام مذکور مشتری اور اس قبول کرنے والے کے درمیان ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تم سب کو اس میں شریک کیا پھر ان میں سے ایک نے قبول کیا تو اس کو چہارم ملے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس دس دینار ہیں پس مجھے تو سونا دے کہ میں سب کا کوئی سلعہ[1] مشترک خریدوں اور کوئی مقدار معین نہ کی پس دوسرے نے اس کو پانچ دینار دیئے اور اس نے پندرہ دیناروں کا کوئی سلعہ خرید کیا تو یہ ان میں تین تہائی مشترک ہوگا گویا اس نے کہا کہ پندرہ دینار کا ایک سلعہ شرکت میں خریدوں گا اور اس طرح کہنے کی صورت میں تین تہائی ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہوگا اور لفظ شرکت محتمل شرکت املاک ہے پھر فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ مانگنے والے نے جنس سلعہ

---

[1] جیسے ہمارے عرف میں سودا سلف بولتے ہیں ۱۲۔

مثل گیہوں وغیرہ کے معین کر دی ہو اور اگر معین نہ کی ہو تو پورا سلعہ مشتری کا ہوگا اور مشتری پر پانچ دینار اس شخص کے جس نے دیئے ہیں ادا کرنے واجب ہوں گے اس وجہ سے کہ توکیل صحیح نہیں ہوئی اس واسطے کہ جنس مجہول ہے یہ قنیہ میں ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ غلام خرید کر اور مجھے اس میں شریک کر پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر اس کو خرید کیا تو وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ استحسان ہے یہ محیط میں ہے قال المترجم اور قیاس یہ ہے کہ مشتری کا ہو کیونکہ شریک کر لینا بعد خرید کے ہوگا وجہ استحسان العرف وھو ابطاہر ایک شخص نے ایک گائے بعوض دس دینار کے خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں نے تجھے اس میں بعوض قدر دو دینار کے شریک کیا اور اس نے قبول کیا تو اس کو پانچواں حصہ گائے کا ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پچاس دینار کو ایک قالین فروخت کی پھر بائع نے اُس سے کہا کہ میں اس میں تیرا شریک ہوں گا پس مشتری نے کہا کہ ہاں پھر اتنی ہی بات پر دونوں خاموش ہوئے پھر بائع اس میں سے خربوزے لایا کرتا تھا اور مشتری ان کو بازار میں بیچا کرتا تھا یہاں تک کہ تمام خربوزے ہو چکے تو بائع کی محنت رائیگاں ہے وہ مشتری کا شریک[1] نہ ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے۔

اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر ☆

ایک نے گیہوں خریدے اور ان کی پسوائی ایک درہم دیا پھر اس کی پکوائی ایک درہم دیا پھر اس میں ایک شخص کو شریک کر لیا تو شریک ہونے والا گیہوں کا نصف ثمن اور مشتری کا نصف خرچہ دے گا اور اسی طرح اگر روئی لی اور اس کی کتائی اور کپڑے بنائی میں خرچ کیا یا تل لیے اور ان کے پروانے میں خرچ کیا تو ایسی صورتوں میں یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے بذات خود پیسا و پکایا اور کاتا اور بنا ہوا اور اس کی کچھ اجرت نہ دی ہو اور باقی مسئلہ بحال واقع ہوا تو شریک ہونے والے پر نصف ثمن کے سوائے اس کے کام کے مقابلہ میں اور کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو میں نے آج کے روز خرید او وہ میرے اور تیرے درمیان ہے پس اس نے کہا کہ ہاں اچھا پھر اس سے کسی شخص نے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اس نے کہا کہ اچھا پھر یہ غلام خریدا تو اس میں سے نصف اس دوسرے کا ہوگا جس نے خریدنے کا حکم دیا ہے اور باقی نصف مشتری اور اوّل کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر۔ پس اس نے کہا کہ اچھا پھر اُس نے دوسرے سے کہا کہ جو آج میں نے خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہوگا اور اس نے قبول کیا پھر اس نے غلام مذکور خریدا تو اس میں سے نصف حکم دہندہ اوّل کا ہوگا اور باقی نصف میں مشتری اور دیگر نصفا نصف کے شریک ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل سوم :

جو چیز راس المال ہو سکتی ہے اور جو نہیں ہو سکتی ہے اس کے بیان میں

واضح ہو کہ جب شرکت بالمال ہو تو خواہ شرکت بطریق معاوضہ ہو یا بطریق عنان ہو تو جب ہی جائز ہوگی کہ جب راس المال ایسے ثمنوں میں سے ہو جو مبادلہ کے عقدوں میں متعین نہیں ہوتے ہیں جیسے درہم و دینار وغیرہ اور اگر ایسے ہوں جو متعین ہوتے ہیں جیسے عروض[(1)] وحیوان وغیرہ تو ان سے شرکت نہیں صحیح ہے خواہ دونوں کا راس المال یہی ہو یا فقط ایک کا ہو یہ محیط میں ہے اور شرکت کے عقد

---

[1] اوّل سے نہیں ہوا ہو ۱۲۔

(1) سامان و اسباب ۱۲۔

کے وقت یا خرید کے وقت اس کا حاضر و سامنے موجود ہونا شرط ہے یہ خزانۃ المفتین وفتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پس اگر ہزار درہم ایک شخص کو دیے اور کہا کہ ان کے مثل یعنی برابر تو اپنے نکال کر ان سب سے خرید و فروخت کر پس اُس نے نکالے تو شرکت صحیح ہوگی۔ یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر مال غائب ہو یا قرضہ ہو تو ہر دو حال میں ایسے مال سے شرکت صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور وقت عقد کے مقدار راس المال سے آگاہی ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے۔ یہ بدائع میں ہے اور ہر دو مال کا سپرد کرنا شرط نہیں ہے اور نیز دونوں کا خلط کرنا بھی شرط نہیں ہے۔ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک کے پاس ہزار درہم اور دوسرے کے پاس سو دینار ہوں یا ایک کے دودھیا اور دوسرے کے سیاہ درہم ہوں پس دونوں نے شرکت کر لی تو یہ شرکت جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور سونے و چاندی کے پتر یعنی بغیر سکہ زدہ ظاہر الروایہ کے موافق مثل عروض کے ہیں یعنی شرکت مالی کا راس المال نہیں ہو سکتے ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ آپس میں ان پتروں سے معاملہ کرتے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں یہ تہذیب میں ہے اور اگر سونے چاندی کی ڈھالی ہوئی چیز مثل زیور وغیرہ کے ہو یعنی بغیر سکہ زدہ ہو تو وہ جملہ روایات کے موافق بمنزلہ عروض کے ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور رہے پس اگر ایسے پیسے ہیں جن کا چلن جاتا رہا ہے تو ان سے شرکت و مضاربت نہیں جائز ہے اس واسطے کہ یہ عروض ہیں اور اگر چلن باقی ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت کے موافق اس میں بھی وہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے پیسوں کے شرکت جائز ہے کذا فی البدائع اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ والمضمرات اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چلن دار پیسوں سے عقد و شراکت سب اماموں کے قول کے موافق جائز ہے۔ کافی میں ہے۔

قال المترجم ہمارے دیار میں اسی پر فتویٰ دیا جائے فلیتامل اور رہی شرکت کیلی و وزنی چیزوں سے سو جب ایک جنس کی ہوں تو خلط کرنے سے پہلے اور جب دو جنس مختلف کی ہوں تو قبل خلط کے اور بعد خلط کے بالاتفاق نہیں جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر شرکت کر لی تو فاسد ہوگی اور ہر ایک کو اپنی اپنی متاع ملے گی اور اس کا نفع اسی کو اور اُس کا نقصان اسی پر ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک ہی جنس کی ہوں اور دونوں نے خلط کر کے شرکت کی تو شرکت عقد فاسد ہے اور شرکت ملک ثابت ہے اور جو کچھ دونوں کو نفع ہو وہ دونوں کا ہوگا اور جو گھٹی ہو وہ دونوں پر ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر جنس مختلف ہونے کی صورت میں جب دونوں نے اس مخلوط کو فروخت[1] کر دیا تو اُس کا ثمن ان دونوں کے درمیان بقدر قیمت متاع ہر ایک کے جو خلط کرنے کے روز بلحاظ متاع مخلوط کے تھی مشترک ہوگا کذا فی المبسوط اور ائمہ مشائخ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ یوں کہا جائے کہ بیع کرنے کے روز متاع مخلوط کے لحاظ مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں کی متاع میں سے ایک کی متاع ایسی ہو کہ خلط سے اس میں بہتری آجاتی ہے یعنی بلحاظ مخلوط اُس کی قیمت لگانے میں بڑھتی ہے اور بغیر خلط کے اتنی نہیں پہنچتی ہے تو ثمن بانٹنے کے روز اس کی متاع غیر مخلوطہ کے انداز سے جو قیمت ہوتی ہو اُس کے حساب سے شریک کیا جائے گا یہ محیط و فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں نے کوئی متاع ایک من گیہوں و ایک من جو کے عوض خریدی پس ایک نے گیہوں ناپ دیے اور دوسرے نے اپنے جو ناپ دیے پھر دونوں نے اس متاع کو درہموں کے عوض فروخت کیا تو اس ثمن کو جس روز تقسیم کرتے ہیں اس روز جو قیمت ایک من گیہوں و ایک من جو کی ہو اس حساب سے شریک کیے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] مثلاً جو و گیہوں ملا کر بیچی کر دی ۱۲۔

مسئلہ: اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو؟

جس حصہ پر منافع شرط کیا ہے اُس کے واسطے ہر ایک کے راس المال کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو وقت شرکت کے تھی اور مشتری کی ملک واقع ہونے کے واسطے دونوں کے راس المال کی وقت شرکت والی قیمت معتبر ہوگی اور دونوں کے حصہ میں یا ایک کے حصہ میں نفع ظاہر ہونے کے واسطے وقت تقسیم والی قیمت معتبر ہوگی اس واسطے کہ جب تک راس المال[1] نہ ظاہر ہوگا تب تک نفع نہیں ظاہر ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور عروض میں ہر ایسے مال میں جو تعیین سے متعین ہو جاتا ہے عقد شرکت جائز ہونے کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال کے عوض فروخت کر ڈالے حتیٰ کہ ہر ایک کے مال میں ہر ایک کا نصف نصف ہوگا پس دونوں میں شرکت ملک حاصل ہو جائے گی پھر اس کے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں پس بلا خلاف عقد شرکت جائز ہو جائے گا کذا فی البدائع اور اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو۔ مثلاً ایک کے عروض کی قیمت سو درہم اور دوسرے کے عروض کی چار سو درہم ہوں تو چاہیے کہ کم قیمت والا اپنے عروض کے چار پانچویں حصہ بعوض دوسرے کے عروض کے پانچویں حصہ کے فروخت کرے پس پوری متاع پانچ حصہ ہو کر دونوں میں مشترک ہوگی کہ کم والے کا ایک پانچواں حصہ اور دوسرے کے چار پانچویں حصہ ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

اسی طرح اگر ایک کے پاس عروض اور دوسرے کے پاس درہم ہوں تو چاہیے کہ عروض والا اپنے نصف عروض کو دوسرے نصف درہموں کے عوض فروخت کر دے اور باہمی قبضہ کرنے کے بعد پھر عقد شرکت قرار دیں چاہیں شرکت معاوضہ چاہیں شرکت عنان یہ محیط میں ہے اور منتقی میں ہشام کی روایت سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اس میں شرکت معاوضہ یا شرکت عنان قرار دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس اناج ہے ایک جنس کا یا گیہوں ہیں پس دونوں نے خلط کر کے شرکت قرار دی حالانکہ ایک کے گیہوں کھرے اور دوسرے کے کھوٹے ہیں تو شرکت جائز ہے اور ثمن دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا اس واسطے کہ ہر گاہ انہوں نے خلط کر دیا بدیں قرارداد کہ یہ ہم دونوں میں مشترک ہے تو اس شرط کے لحاظ سے یہ مشابہ بیع کے ہو گیا اور دوسرے مقام پر اسی کتاب میں صریح بیان کیا کہ ثمن دونوں کے درمیان فروخت کرنے کے روز کی قیمت کھرے و کھوٹے کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور قول ثانی جو اس کتاب منتقی میں صریح مذکور ہے بنظر اصول الحق ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

باب دوم:

مفاوضہ کے بیان میں

اس میں آٹھ فصلیں ہیں

فصل اول:

مفاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان میں

پس شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو شخص باہم شرکت کریں کہ دونوں اپنے مال میں و تصرف میں و دین میں مساوی ہوں اور جیسے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے ویسے ہی ہر ایک دوسرے کی طرف سے ہر عہدہ کا جو اس کو خریدی چیز میں لازم آیا ہے کفیل ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ پس مفاوضہ دو آزادوں بالغوں کے درمیان کہ دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذی ہوں جائز ہوگا کذا فی الہدایہ اور ذمیوں

---

[1] کیونکہ اگر راس المال سے کمی ہو تو گھٹی ہوئی نہ نفع ۱۲۔

میں ہم ملت ہونا ضروری نہیں ہے خواہ دونوں ہم ملت ہوں یا ایک کتابی مثلاً نصرانی یا یہودی ہو اور دوسرا مجوسی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور آزاد و مملوک کے درمیان و طفل و بالغ کے درمیان نہیں جائز ہے کذا فی النافع اور حر (آزاد) و مکاتب کے درمیان نہیں جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور نیز مجنون و عاقل کے درمیان نہیں جائز ہے۔ یہ عینی شرح کنز میں ہے اور درمیان دو غلاموں یا دو لڑکوں یا دو مکاتبوں کسی کے درمیان نہیں صحیح ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر آزاد مسلمان نے کسی مرتد مرد یا مرتدہ عورت سے یا کسی ذمی سے مفاوضہ کیا تو مفاوضہ نہیں صحیح ہے پھر اگر مرتد کے دارالحرب میں جا ملنے کا حکم دیئے جانے سے پہلے مرتد مسلمان[1] ہو گیا تو مفاوضہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شرکت مفاوضہ کی صورت ☆

شرکت مفاوضہ کی صورت جیسے مبسوط صدر الاسلام میں مذکور ہے یہ ہے کہ دو شخص شرکت کریں اور کہیں کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ ہر قلیل و کثیر میں اس شرط پر کی کہ ہم یک جا اور متفرق خرید و فروخت نقد یا اُدھار کریں اور ہر ایک ہم میں سے اپنی رائے سے کام کرے بدیں شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو نفع روزی کرے وہ درمیان مساوی مشترک ہوگا اور گھٹی مال پر ہوگی یہ مضمرات میں ہے اور اُس کے واسطے چند شرائط ہیں چنانچہ محیط میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ مفاوضہ پر تنصیص ہو یعنی مفاوضہ کھلا ظاہر ہو خواہ لفظاً یا معناً چنانچہ مضمرات میں ہے کہ اگر مفاوضہ کے معنی جاننے والے نے عقد مفاوضہ بغیر بیان لفظ مفاوضہ قرار دیا اس طرح کہ معنی مفاوضت کے پورے پورے آ گئے تو عقد مفاوضہ صحیح ہوگا۔ اور یہ شرط ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کفالت کی اہلیت رکھتا ہو بایں طور جو کہ دونوں آزاد عاقل بالغ دین میں متفق ہوں یہ ذخیرہ میں ہے اور یہ شرط ہے کہ شریک عامہ عموم تجارت میں ہو یہ محیط میں ہے اور یہ شرط ہے کہ اگر راس المال جنس واحد و نوع واحد سے ہو تو مقدار کی راہ سے مساوی ہو اور اگر دو جنس مختلف سے مثل درہم و دینار کے یا جنس واحد ہو مگر نوع میں مختلف ہو جیسے دراہم کسور (شکستہ) و دراہم صحاح (ثابت) تو مساوات مقدار کے ساتھ قیمت میں برابر ہونا بھی شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

یہ شرط ہے کہ دونوں میں سے کسی کے واسطے سوائے راس المال کے جس پر عقد قرار دیا ہے کچھ اور ایسا مال جس پر عقد مفاوضہ جائز ہو سکتا ہے ابتداءً یا انتہاءً نہ ہو کذا فی المحیط پس اگر ہر دو مال وقت شرکت کے مساوی ہوں حتیٰ کہ مفاوضہ صحیح ہوا پھر دونوں میں سے ایک مال میں قبل اس کے کہ دونوں خرید کریں زیادتی ہوگی مثلاً قبل خرید کے ہر دو نقد میں سے ایک کی قیمت نرخ بدلنے سے بڑھ گئی تو مفاوضہ ٹوٹ گیا اور شرکت عنان ہو گئی اور اسی طرح اگر ایک سے خرید کی اور ہنوز دوسرے سے خرید نہیں کی ہے کہ اس میں زیادتی ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں مالوں سے خرید ہونے کے بعد زیادتی ہوئی تو مفاوضہ اپنے مال پر رہے گا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک کی ملک میں ایسا مال زیادہ ہے جس پر عقد مفاوضہ نہیں صحیح ہے جیسے عروض و عقار و مکانات تو مفاوضہ جائز ہے اور اسی طرح اگر کسی کی ملک میں مال غائب[2] زائد ہو تو بھی معاوضہ میں فساد نہیں ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کی ودیعت نقد کسی کے پاس رکھی ہو تو مفاوضہ صحیح نہ ہوگا اور اگر ایک کا قرضہ نقد کسی پر ہو تو جب تک اُس کو وصول نہ کر لے تب تک مفاوضہ صحیح رہے گا پھر جب قبضہ کر لیا تو مفاوضہ فاسد ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی۔ اور اسی طرح تصرف میں بھی مساوات شرط ہے پس اگر دونوں میں سے ایک شریک ایسے تصرف کا مالک ہے جس کا دوسرا مالک نہیں ہے تو مساوات جاتی رہے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

---

[1] قولہ مرتد مسلمان ہو گیا قیل وکذا الذی اذا اسلم اقول ہذا وہم وقیاس مع الفارق فتدبر ۱۲۔ [2] قولہ مال غائب مثلاً قرضہ ہو یا کسی مقام پر گاڑ کر بھول گیا ہو تو مانند اس کے فافہم ۱۲۔

فصل دوم :

احکام معاوضہ کے بیان میں

ہر دو متفاوضین یعنی دو شریک مفاوضہ میں سے ہر ایک جو چیز خریدے گا وہ شرکت پر ہوگی سوائے اپنے اہل و عیال کے طعام و لباس کے یا اپنے لباس کے یا روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سالن وغیرہ کے اور یہ[1] استحسان ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اسی طرح متعہ و نفقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح رہنے کے واسطے اجارہ پر لینا اور حاجت ذاتی مثل حج وغیرہ کے لیے سواری کرایہ پر لینا بھی ایسا ہی ہے یہ تبیین میں ہے۔ پس اہل و عیال کے واسطے اناج و کپڑا وغیرہ مذکورۂ بالا چیزیں خریدنے و لینے سے مخصوص مشتری کی ہوں گی اور باوجود اس کے بھی اُس کا شریک اس کی طرف سے کفیل ہوگا حتیٰ کہ جو کچھ اُس نے اناج و کپڑا وغیرہ اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے واسطے خریدا ہے اُس کے بائع کو اختیار ہوگا کہ اُس کے شریک دیگر سے ثمان کا مطالبہ کرے پھر اگر شریک نے اُس کی طرف سے بائع کو ثمن دے دیا تو کچھ ادا کیا ہے وہ مشتری سے واپس لے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مشتری نے ادا کیا تو اُس کا شریک اُس سے اُس کا نصف ثمن واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مفاوض کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر اجازت شریک کے وطی یا خدمت کے واسطے کوئی باندی خریدے اور اگر خریدی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے وطی کرے اور اُس کے شریک کو یہ بھی اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ باندی دونوں کی شرکت میں آئی ہے پس کسی ایک کی نہ ہوگی بلکہ دونوں میں مشترک ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر شریک کی اجازت سے کوئی باندی واسطے وطی کے خریدی تو یہ خاصۃً اسی کی ہوگی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور صاحبین کے نزدیک شریک اُس سے اُس کا نصف ثمن واپس لے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ نہیں لے گا یہ جامع صغیر میں بیان کر دیا ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر مفاوض نے اپنے شریک کی اجازت سے وطی کے واسطے کوئی باندی خریدی اور اُس سے استیلاد[2] کیا پھر کسی نے اپنا اس باندی پر استحقاق ثابت کیا تو وطی کرنے والے پر اُس کا عقر واجب ہوگا اور مستحق مذکور اس عقر کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ میراث پائی یا سلطان کی طرف سے کسی نے کچھ جائزہ پایا یا ہبہ پایا یا کسی نے صدقہ دیا تو یہ خاص اسی کا ہوگا اور دوسرا اس میں اُس کا شریک نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے ہدیہ دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مستودع نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنے سے پہلے میں اس کو کھا گیا ہوں تو اُس کی ضمان خاص اسی پر لازم ہوگی ☆

اگر ہر دو شریک میں سے ایک کی ملک کسی چیز میں ایسے سبب سے ثابت ہوئی جو شرکت سے پہلے واقع ہو چکا ہے تو دوسرا اس میں شریک نہ ہوگا مثلاً کوئی غلام بائع کے واسطے خیار شرط کر کے خریدا ہے پھر مشتری نے کسی شخص کے ساتھ شرکت مفاوضہ[3] کر لی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو اُس کے شریک کے واسطے اس غلام میں شرکت ثابت نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور جو مال ودیعت کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس رکھا ہو وہ دونوں کے پاس ودیعت قرار پائے گا چنانچہ اگر ودیعت رکھنے والے نے بدون بیان کے انتقال کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا پس اگر زندہ شریک نے بیان کیا کہ جس شریک نے رکھی تھی اُس کے پاس قبل موت کے ضائع ہوگئی تھی تو اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی ہاں اگر ودیعت رکھنے والا ابھی زندہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر

[1] ورنہ قیاساً یہ بھی شرکت پر ہونا چاہیے ۱۲۔ [2] باندی مملوکہ کو ام ولد بنانا ۱۲۔ [3] شرکت کے بیان میں اس کی توضیح مفصل مذکور ہوئی اس مقام پر دیکھو ۱۲۔

مستودع[1] نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنے سے پہلے میں اس کو کھا گیا ہوں تو اُس کی ضمان خاص اسی پر لازم ہو گی لیکن اگر اُس نے اپنے قول پر گواہ قائم کر دیے تو ضمان ان دونوں پر[ا] ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ہر دو شریک میں سے ایک کے پاس مال مضاربت ہو جس سے اُس نے نفع کمایا ہے یا مال ودیعت ہو کہ خلاف[۲] اُس کے مالک مذکور کو اپنے کام میں لا کر نفع اُٹھایا ہے تو منافع ان دونوں کا ہو گا کذا فی المبسوط قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ واللہ اعلم۔

فصل سوم:

اُن امور کے بیان میں جو دونوں میں سے ہر ایک متفاوض پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آتے ہیں

اگر دو متفاوض میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے جس کی گواہی اُس کے حق میں جائز ہو سکتی ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو اس مال کے واسطے دوسرا شریک بھی ماخوذ ہو گا اور حق والے کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے یا دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر دو متفاوضین میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں روا نہیں ہے کچھ مال کا اقرار کیا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا ماں یا اُن کے مانند کسی کے واسطے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار اس کے شریک کے حق میں روانہ ہو گا حتیٰ کہ اُس کا شریک اس مال کے واسطے ماخوذ نہیں ہو سکتا ہے یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہ اظہر ہے کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر اپنی بیوی کے واسطے جو اس کی طرف سے طلاق بائنہ کی عدت میں ہے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شریک نے نکاح فاسد کر کے عورت سے دخول کیا اور اُس کے واسطے مہر کا اقرار کیا تو اُس کے شریک پر لازم نہ ہو گا اور اگر کسی دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک شریک نے اپنی بیوی کی ماں کے واسطے یا اپنی بیوی کے ایسے فرزند کے واسطے جو اس کے سوائے دوسرے کے نطفہ سے ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہو گا بوجہ اس کے کہ اقرار اس کا اعتبار[۳] گواہی کے ساتھ ہے اور اگر شرکت مفاوضہ میں ایک شریک کوئی عورت ہے پس اُس نے اپنے شوہر کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو چونکہ اس عورت کی گواہی اپنے شوہر کے حق میں نہیں جائز ہے اس کا اقرار قرضہ بھی اس کے شریک مفاوض پر روانہ ہو گا اور ایسی عورت مفاوضہ کا اقرار اپنے شوہر کے والدین اور اپنے شوہر کے ایسے فرزند کے واسطے جو اس عورت کے سوائے اس کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہے اور عورت پر اور اس کے شریک پر دونوں پر جائز ہے چنانچہ ان لوگوں کی گواہی اس عورت کے حق میں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی شریک نے اپنی ام ولد کو آزاد کیا پھر اُس کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہو گا اگرچہ ام ولد مذکور اس اقرار کنندہ کی عدت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جو قرضہ کہ ان میں سے ایک شریک پر بوجہ تجارت کے مثل بیع و خرید اور اجارہ وغیرہ اس کے مانند مثل غصب و استہلاک[۴] و کفالت با کمال بحکم مکفول عنہ و اعادہ و رہن کے لازم آیا تو دوسرا اُس کا ضامن ہو گا اور اگر مفاوض نے بغیر حکم مکفول عنہ کے اُس کی

[ا] مال شریک میت پر زندہ پر ۱۲۔ [۲] مقتضائے امانت کے برخلاف اس سے تجارت کر کے نفع کمایا ۱۲۔ [۳] جس کی گواہی اس کے حق میں ادا نہیں ہے اس کے واسطے اقرار کرنا خاص اسی پر ہو گا شریک پر نہ ہو گا اور جس کی گواہی اس کے حق میں روا ہے اس کے واسطے اقرار دونوں پر ہو گا ۱۲۔ [۴] بمعنی ضائع و برباد کر دینے کے ہے ۱۲۔

(۱) ودیعت رکھنے والا ۱۲۔

طرف سے کفالت کر لی تو شریک اُس کے واسطے سب اماموں کے نزدیک ماخوذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور یہی حکم بیوع فاسدہ میں ہے یہ محیط میں ہے اور حق والے کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے اور چاہے دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ مال ضمان خاصتہً اُسی پر ہوگا جو اس تاوان کے فعل کا کرنے والا ہے حتیٰ کہ ایک دوسرے نے مال شرکت میں سے ادا کیا تو دوسرے سے نصف واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے بخلاف خرید فاسدہ کہ خرید فاسد کی صورت میں تاوان فقط مشتری ہی پر نہ رہے گا بلکہ دونوں پر ہوگا اور اگر ان میں سے ایک نے کفالت بالنفس کر لی تو بالاجماع اُس میں اس کا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک مفاوض نے کسی شخص کی طرف سے مہر یا ارش جنایت کی کفالت کر لی تو یہ بمنزلہ قرضہ کی کفالت کرنے کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے خریدی ہوئی باندی سے وطی کی پھر کسی نے اس باندی کا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو اختیار ہوگا کہ عقر کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ذمہ ایسا تاوان لاحق ہوا جو مشابہ ضمان تجارت نہیں ہے تو اس کے واسطے اُس کا شریک ماخوذ نہ کیا جائے گا جیسے جنایتوں کے جرمانہ اور نفقہ اور بدل خلع اور قصاص سے صلح کا مفاوضہ وغیرہ اور علیٰ ہذا اگر جنایت کنندہ شریک کے فعل سے دوسرے شریک نے انکار کیا تو ولی جنایت کو اختیار نہ ہوگا کہ شریک منکر سے قسم لے بخلاف اس کے اگر مدعی نے دونوں میں سے ایک پر بیع غلام کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اُس سے انکار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ مدعا علیہ سے قطعی قسم لے اور دوسرے شریک سے اس کے علم پر قسم لے اس واسطے کہ یہاں دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اگر مدعی کے دعویٰ کا اقرار کرے تو دونوں پر لازم آتا ہے بخلاف جنایت مذکورہ کے کہ اگر ایک اقرار کرے تو دوسرے پر لازم نہ آئے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح ہر عمل جو اعمال تجارت سے ہو اگر اس کا کسی مدعی نے ان میں سے ایک شریک پر دعویٰ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے اس پر قسم لی تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ دوسرے سے بھی قسم لے کذا فی المحیط پس اگر کسی نے اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا ان دونوں پر دعویٰ کیا تم مدعی کو پہنچتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قطعی قسم لے پھر دونوں میں سے جو شخص قسم سے انکار کرے گا تو دعویٰ مدعی دونوں پر لازم ہوگا اور اگر یہ دعویٰ اُس نے ان میں سے ایک پر کیا حالانکہ وہ غائب ہے تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اس کے علم پر قسم لے پس اگر اُس نے قسم کھا لی پھر غائب مذکور آ گیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قطعی قسم لے جیسے دونوں کے حاضر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے کہ مدعی علیہ سے قطعی قسم لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی شخص پر اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی نے اُس سے اس امر پر قسم لے لی پھر دوسرے مفاوض نے چاہا کہ اُس سے اسی امر پر قسم لے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے ایک مفاوض پر بوجہ کفالت کے مال کا دعویٰ کیا اور اس سے اس پر قسم لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعی کو پہنچتا ہے کہ اس کے شریک سے بھی اس پر قسم لے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو متفاوض میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی یا کسی کے ہاتھ قرض کوئی چیز فروخت کی یا اس کے واسطے کسی نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کر لی یا اس سے کسی نے غصب کیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اُس سے مطالبہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک متفاوض[1] نے ایک غلام اجارہ پر دیا تو دوسرے شریک متفاوض کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے اور مستاجر اس سے غلام سپرد کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر معارض نے اپنا میراث پایا ہوا غلام یا خاصتہً اپنی کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو اجرت کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مستاجر کو اُس سے غلام مذکور سپرد کرنے کا مطالبہ پہنچتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] شرکت مفاوضہ میں جو شریک ہو اس شخص کو کہتے ہیں ۱۲۔

اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کے واسطے اجارہ پر لیا ☆

اسی طرح اگر مفاوض نے اپنی ذاتی مخصوص کوئی چیز فروخت کی تو شریک کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مشتری اُس سے بیع سپرد کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو متفاوض علیحدہ ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام[1] کو شرکت میں مکاتب کیا تھا تو حق شریک میں اُس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی لیکن اپنے حق میں تصدیق کیا جائے گا اور شریک کے حق میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا فی الحال اُس نے عقد کتابت قرار دے دیا ہے پس اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس عقد کتابت کو رد کر دے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو متفاوض میں سے ایک نے اپنے آپ کو کسی شخص کو کوئی چیز حفاظت کرنے یا کپڑے سینے یا اور کسی کام کے واسطے اجارہ پر دی تو جو اُجرت ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اسی طرح جس مزدوری سے ایک نے کچھ کمایا تو اُجرت دونوں میں مشترک ہوگی سوائے اس کے کہ اگر ایک نے اپنے آپ کو کسی کی خدمت میں اجرت پر دیا تو اُجرت خاصۃً اُسی کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک مفاوض نے کوئی مزدور یا جانور اُجرت پر لیا تو اُجرت پر دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُجرت کے واسطے دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے لیکن اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کے واسطے اجارہ پر لیا ہے تو شریک جو کچھ ادا کرے گا اس کو حصہ رسد دوسرے سے واپس ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل چہارم:

جس سے مفاوضت باطل ہوتی ہے اور جس سے باطل نہیں ہوتی اُس کے بیان میں

اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک کو ایسا مال جس پر عقد شرکت مفارضہ جائز ہے بسبب میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کے حاصل ہوا اور اُس کے قبضہ میں آ گیا تو شرکت مفارضہ باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی کذا فی السراجیہ اور اگر وہ عروض کا وارث ہوا یا دیون کا وارث ہوا تو شرکت مفارضہ باطل نہ ہوگی جب تک کہ وہ ان پر قبضہ نہ پائے کذا فی محیط السرخسی قال المترجم اور عروض میں بعد قبضہ پانے کے بھی باطل[2] نہ ہوگی اور ہدایہ میں ہے کہ عقار کا بھی یہی حکم ہے یعنی ان کی میراث پانے سے مفاوضت باطل نہیں ہوتی ہے خواہ قبضہ پائے یا نہ پائے اور اگر دونوں نے دونوں مالوں میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی تو قیاساً شرکت مفارضہ باطل ہوگی مگر استحساناً نہیں باطل ہوگی۔ اور اگر بروز شرکت دونوں کا مال مساوی ہوتی کہ مفاوضت صحیح ہوگئی پھر قبل اس کے کہ دونوں کچھ خریدیں ایک مال میں زیادتی ہوگئی بایں طور کہ جن دو نقدوں پر عقد مفارضہ قرار دیا ہے ایک کے نقد میں قبل خرید کے از راہ قیمت یعنی نرخ بازار کے زیادتی ہوگئی تو مفاوضت ٹوٹ جائے گی قال المترجم مثلاً ہزار درہم ایک کے اور سو دینار دوسرے کے عقد کے مساوی تھے پھر سو دینار کے بارہ سو درہم ہو گئے بسبب زیادتی بھاؤ اشرفی کے قبل اس کے کہ اُس سے خرید واقع ہو تو مفاوضت ٹوٹ جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ہر دو مال میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی پھر دوسرے میں زیادتی ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی پھر خریدی ہوئی چیز از راہ قیمت کے بڑھ گئی تو قیاساً مفاوضت باطل ہو جائے گی مگر

---

[1] جو فی الحال دونوں میں مشترک مملوک ہے ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ ان کتابوں میں جو بوقت ترجمہ موجود ہیں اس طرح ہے کہ ولو استفاد احد المتفاوضین مما لا یجوز علیہ الشرکۃ بارث الخ اور یہ کاتبوں کی غلطی ہے اور صحیح وہی ہے جو میں نے ترجمہ میں لکھا فتامل ۱۲۔

استحساناً باطل نہ ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ اگر ہر دو مال سے خرید واقع ہونے کے بعد ایک میں زیادتی ہوگئی تو مفاوضت اپنے مال پر رہے گی اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مال سے خرید واقع ہوئی اور جس سے خرید واقع ہوئی ہے اس میں بعد وقوع خرید کے زیادتی ہو گئی تو مفاوضت نہ ٹوٹے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے کسی ایک نے ایک اجنبی ثالث سے کہا کہ مجھے ایک درہم ہبہ کر دے اس نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو مفاوضت باطل ہو جائے گی اگر چہ اُس کا شریک غائب ہو پس اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے اپنے شریک مفاوض کے غائب ہونے کی صورت میں مفاوضت کو توڑنا چاہا تو اُس کا یہی حیلہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنا ذاتی مخصوص غلام اجارہ پر دیا یا فروخت کر دیا تو جب تک اُجرت وصول نہ پائے یا ثمن پر قبضہ نہ پائے تب تک مفاوضت باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور جب ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے انکار کیا تو مفاوضت فسخ ہو جائے گی اور واجب ہے کہ یہی حکم تمام شرکتوں میں ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ جس سے شرکت عنان فاسد ہوئی ہے اُس سے شرکت مفارضہ بھی فاسد ہو جاتی ہے یہ بدائع میں ہے۔

فصل پنجم:

ہر دو متفاوضین میں سے ایک کے مال مفارضہ میں تصرف کرنے کے بیان میں

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ کیلی[1] یا وزنی چیز بعوض اس جنس کے جو اُس کے قبضہ میں ہے خرید کرے پس اگر اُسے اس جنس کے عوض خریدی تو جائز ہے یعنی شرکت پر ہوگی اور اگر ایسی جنس کے عوض خریدی جو اُس کے قبضہ میں نہیں ہے مثلاً درموں یا دیناروں کے عوض خریدی حالانکہ مال شرکت میں سے اُس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہیں تو خریدی ہوئی چیز خاصۃً اُسی مشتری کی ہوگی اور شرکت پر اُس کی خرید جائز نہ ہوگی اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ دونوں کے شرکتی تجارت کے غلام کو مکاتب کر دے اور نیز اختیار ہے کہ غلام کو تجارت کی یا ادائے کمائی کی اجازت دے یہ محیط میں ہے اور تجارتی باندی کا بیاہ کر دے اور غلام کا نکاح نہیں کر سکتا ہے اور نہ غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اپنے دونوں کی تجارت کے ایک غلام کو تجارت کی ایک باندی سے بیاہ دیا تو قیاساً جائز ہے اور استحساناً نہیں جائز ہے اور یہی ہمارے علماء کا قول ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ نقد و اُدھار جس طرح چاہے فروخت کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ قلیل یا کثیر ثمن کے عوض فروخت کرے لاًا اس قدر کمی سے نہیں فروخت کر سکتا ہے کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ فاحش نہیں اُٹھاتے ہیں یہ بدائع میں ہے اور اگر متفاوض نے شرکت مفاوضہ کی چیز ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دی جس کی گواہی اُس کے حق میں غیر مقبول ہوتی ہے تو بالا جماع یہ بیع شرکت مفاوضہ[2] پر نافذ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُدھار اناج خریدا تو اس کا ثمن ان دونوں پر ہوگا بخلاف شرکت عنان کے کہ اگر اُس کے ایک شریک نے ایسا کیا تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اناج کی بیع سلم قبول کی تو یہ دوسرے شریک پر بھی جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک نے اناج لینے کی بیع سلم میں درہم دیے تو یہ دونوں پر جائز ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے عینہ کر لیا تو بھی دونوں پر روا ہوگا اور عینہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی مال عین اس کی قیمت سے زیادہ داموں کو اُدھار بدیں غرض خریدا کہ اُس کو نقد اُس کی قیمت کے

---

[1] کیلی وہ جنس جس کی خرید و فروخت شرعاً بذریعہ پیمانہ کے ہے اگر چہ لوگوں نے اپنے طور پر اس کی فروخت بطور وزن کے کر لی ہو مثلاً غلہ کہ یہ کیلی ہے اور ہمارے دیار میں وزن کے ساتھ فروخت ہوتا ہے پس اس کا کچھ اعتبار نہیں اور وہ بدستور کیلی ہی شمار ہوگا اور وزنی وہ جنس جس کا حکم شرعاً خرید و فروخت باعتبار وزن کے ہے جیسے سونا و چاندی ۱۲۔ [2] روا ہے اور صحیح ہے ۱۲۔

برابر داموں کے فروخت کر کے سردست نقد مال حاصل کرے یہ مبسوط میں ہے۔

مفاوض کو ہدیہ دینے میں بھی کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی وفواکہ کا اختیار ہے☆

دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مفاوضت کا مال بعوض قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ میں بدون اجازت اپنے شریک کے رہن کر دے اس واسطے کہ رہن حکماً ادائے قرضہ ہے اور ادائے قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ مثل مہر وغیرہ ادا کرنے کا دونوں میں سے ہر ایک بدون اجازت اپنے شریک کے اختیار رکھتا ہے کذا فی محیط السرخسی پس اگر اُس کے شریک نے مرتہن سے مال مرہون واپس کر لینا چاہا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ پھر ایک قرضہ مذکور دونوں کی شرکت میں سے ہو تو راہن پر ضمان نہ ہوگی اور اگر خاصتہً راہن کا قرضہ ہو تو شریک اُس کے نصف کو راہن سے واپس لے گا اور اگر مال مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو مقدار زیادہ میں اس پر ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر مفاوض نے قرضہ مفاوضت میں اپنی خاص ذاتی متاع کو رہن کیا تو تبرع کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اپنے شریک سے نصف قرضہ واپس لے سکتا ہے اگرچہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر قرضہ تجارت کے عوض دونوں میں سے کسی نے رہن لیا تو جائز ہے کذا فی محیط السرخسی خواہ بیع کرنے والا یہی ہو جس نے رہن کیا ہے یا دوسرا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ رہن دینے یا رہن لینے کا اقرار کرے یعنی اُس کا اقرار صحیح اور دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر ایسا اقرار اپنے شریک کے مرنے کے بعد یا شرکت مفاوضت سے دونوں کے الگ ہو جانے کے بعد کیا تو اس کا اقرار شریک کے حق میں جائز نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور ہر مفاوض کو روا ہے کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اختیار ہے کہ حوالہ قبول کرے یہ بدائع میں ہے اور یہ اختیار ہے کہ مال مفاوضت میں سے ہدیہ بھیجے اور اس میں سے دعوت تیار کرے اور اس کی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے کہ کس قدر تک ہدیہ و دعوت میں صرف کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عرف راجع ہوگا اور وہی اس قدر ہے کہ جس کو تاجر لوگ عرف میں اسراف نہیں قرار دیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے اور دوسروں کو روا ہے کہ مفاوض سے ہدیہ قبول کریں اور اُس کا کھانا کھائیں اور اس سے مستعار لیں اگرچہ ان کی دانست میں اُس نے بغیر اجازت شریک کے ایسا کیا ہو اور جس نے کھایا یا جس کو اُس نے صدقہ دیا ہے اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مگر واضح رہے کہ معارض کو ہدیہ دینے میں بھی کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی وفواکہ[1] کا اختیار ہے اور سونے و چاندی کے ہدیہ دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مفاوض نے کسی کو کپڑا دیا یا جانور ہبہ کیا یا سونا چاندی و متاع و اناج ہبہ کیا تو اس کے شریک کے حصہ میں روا نہ ہوگا اور شریک کے حصہ میں جب ہی روا ہوگا کہ جب ہدیہ مثل فواکہ و گوشت و روٹی کے مانند چیزوں سے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ہر ایک مفاوض کو اختیار ہے کہ مال کے ساتھ بدون اجازت اپنے شریک کے سفر کرے اور یہی صحیح مذاہب امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر جس امام کے قول پر مسافرت مفاوض بطریق مذکور جائز ہے اگر اُس کے شریک نے اس کو اس کی اجازت دے دی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ منجملہ راس المال کے اپنے کرایہ دکھانے میں صرف کرے اس کو حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے پھر اگر اُس نے نفع کمایا تو یہ خرچہ اس نفع میں سے محسوب ہوگا ورنہ راس المال میں سے محسوب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور مفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت پر دے کذا فی البدائع اور یہ اصل کی روایت ہے اور یہی اصح ہے یہ نہر الفائق و ہدایہ میں ہے اور اسی طرح اس کو روا ہے کہ دوسرے مال کو مضاربت پر لے اور اس میں جو[2] نفع ہوگا وہ خاصتہً اُسی کا ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

---

[1] اس لفظ کا استعمال میوہ جات میں ہوتا ہے جیسے بادام کشمش پستہ و چرونجی وغیرہ ۱۲۔ [2] جو حصہ نفع اس کو ملے گا ۱۲۔

نیز ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو بضاعت پر دے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کچھ مال بضاعت پر دیا پھر ہر دو متفاوضین الگ ہو گئے پھر لینے والے نے بضاعت سے کوئی چیز خریدی پس اگر بضاعت لینے والے کو دونوں کا الگ ہو جانا معلوم ہے تو جو چیز اُس نے خریدی ہے وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی جس نے بضاعت دی ہے اور اگر اس کو دونوں کے جدا ہونے کا حال نہیں معلوم ہے پس اگر ثمن اس بضاعت قبول کرنے والے کو دے دیا ہے تو اُس کی خرید اس حکم دینے والے اور اُس کے شریک دونوں پر روا ہوگی اور اگر ثمن اُس کو نہیں دیا گیا ہے تو خاصۃً حکم دینے والے کے واسطے خریدنے والا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وہ شریک مر گیا جس نے بضاعت کے واسطے نہیں کہا ہے پھر بضاعت پر کام کر دینا قبول کرنے والے نے متاع خریدی تو وہ خاصۃً زندہ شریک کو لازم ہوگی پھر اگر مستبضع نے یعنی جس نے بضاعت پر کام کرنا قبول کیا ہے دیئے ہوئے مال سے ثمن ادا کر دیا ہو تو مفاوض میت کے وارثوں کو اختیار ہے چاہیں مستبضع سے ثمن کی ضمان لیں اور چاہیں مبضع یعنی بضاعت کا حکم دینے والے سے تاوان لیں پس اگر انہوں نے مستبضع سے تاوان لینا اختیار کیا تو وہ مبضع سے واپس لے گا اور چاہیں بائع سے اپنا ثمن بطریق ضمان وصول کر لیں پس اگر اُنہوں نے بائع سے ضمان لیا تو وہ مستبضع سے رجوع کرے گا پھر مستبضع اپنے مبضع سے رجوع کرے گا۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے ہزار درہم جو اس کے اور اُس کے شریک عنان کے ہیں برضامندی شریک عنان کے کسی کو بضاعت پر دیے تاکہ مستبضع ان دونوں کے واسطے کوئی متاع خریدے پھر ان تینوں میں سے ایک مر گیا پس اگر مبضع مر گیا پھر مستبضع نے متاع خریدی تو وہ متاع اس مشتری کی ہوگی اور وہ مال کا ضامن ہوگا جس میں سے نصف مال شریک عنان کا ہوگا اور نصف دوسرے مفاوض زندہ و وارثان مفاوض میت کے درمیان مشترک ہوگا اور اگر شریک عنان مر گیا پھر مستبضع نے کوئی متاع خریدی تو خریدی ہوئی چیز پوری انہیں دونوں متفاوضین کی ہوگی پھر شریک عنان میت کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اپنے حصہ کے واسطے ان متفاوضین سے رجوع کریں دونوں میں سے جس سے چاہیں اور چاہیں مستبضع سے رجوع کریں پھر مستبضع ان دونوں میں سے جس سے چاہے گا لے گا اور اگر وہ مفاوض مر گیا جس نے بضاعت نہیں قرار دی ہے پھر مستبضع نے متاع خریدی تو اس میں سے نصف شریک عنان کی ہوگی اور نصف دوسرے مفاوض زندہ کی جس نے حکم کیا ہے اور مفاوض زندہ مفاوض میت کے وارثوں کو ان کے حصہ کی ضمان دے گا اور وارثوں کو اختیار ہے کہ چاہیں مستبضع سے اپنے حصہ کی ضمان لیں پھر مستبضع اُس کو حکم دہندہ سے واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

پس اگر کسی سے شرکت عنان کر لی تو یہ شرکت اُس پر اور اُسکے شریک مفاوض دونوں پر جائز ہوگی ☆

متفاوضین میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرض دے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے لیکن اگر اُس کا شریک اس کو بتصریح اجازت قرض دینے کی دے دے تو دے سکتا ہے لیکن اگر اس قدر کہا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو اس میں قرض دینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اُس نے بغیر اجازت شریک کے قرض دیا تو اُس کی نصف کا ضامن ہوگا اور مفاوضت باطل نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس قرض دینے میں لوگوں کو خطرہ نہیں ہے ویسا قرض دینے کا اختیار ہونا[1] چاہیے یہ محیط میں ہے اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال شرکت میں سے بعض مال سے کسی دوسرے کے ساتھ شرکت عنان کر لے کذا فی المبسوط خواہ عقد مفاوضت میں دونوں نے شرط کی ہو کہ ہر ایک اپنی رائے سے کام کرے یا ایسی شرط نہ کی ہو کذا فی الذخیرہ۔ پس اگر کسی سے شرکت عنان کر لی تو یہ شرکت اُس پر اور اُس کے شریک مفاوض دونوں پر جائز ہوگی خواہ شریک کی اجازت سے اُس نے شرکت کی ہو یا بغیر اجازت کذا فی المحیط اور اگر اُس نے شرکت مفاوضہ کر لی اپنے شریک کی اجازت سے تو دونوں پر جائز ہوگی

---

[1] قرض مخصوص بقرض خطرناک ہے ۱۲۔

جیسے دونوں کسی ثالث سے شرکت مفاوضہ کر لیں تو روا ہے اور اگر بدوں اجازت شریک کے کی ہو تو مفاوضہ نہ ہو گی مگر شرکت عنان ہو گی اور جس سے شرکت کی ہے چاہے وہ اُس کا باپ یا بیٹا ہو یا کوئی اجنبی ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر متفاوضین میں سے ایک نے کسی سے بردوں کی تجارت میں شرکت عنان کر لی تو جائز ہے اور یہ شرکت جو رقیق خریدے گا اس میں سے نصف اس مشتری کی ہوں گے اور باقی نصف ان دونوں متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہوں گے اور اگر متفاوضین میں سے جس نے شرکت عنان نہیں کی ہے اُس نے کوئی غلام خریدا تو اس میں سے بھی نصف اُس کے شریک کا ہو گا اور باقی نصف ان دونوں متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہو گا یہ محیط میں ہے اور ہر مفاوض کو اختیار ہے کہ وکیل مقرر کرے کہ اس کو مال شرکت سے مال دے کر حکم کرے کہ اُس کو ہماری شرکت کی چیزوں میں سے کسی میں خرچ کرے پھر اگر دوسرے شریک نے اس کو وکالت سے خارج کیا تو خارج ہو جائے گا اگر خرید یا فروخت یا اجارہ کا وکیل ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر اُس نے اُس کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو میں نے قرضہ اُدھار فروخت کیا ہے وہ دام تقاضا کر کے وصول کر لائے تو دوسرے شریک کے خارج کرنے سے خارج نہ ہو گا۔ یہ محیط میں ہے اور مفاوض کو اختیار ہے کہ عاریت دے دے اور یہ استحسان ہے حتیٰ کہ اگر مفاوض نے مال مفاوضت سے کوئی جانور عاریت دیا اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہو گیا تو استحساناً اپنے شریک کے واسطے ضامن نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مفاوض نے اپنے دونوں کی شرکت کا جانور سواری مستعار دیا اور مستعیر اُس پر سوار ہو کر روانہ ہوا پس جانور مذکور تھک کر مر گیا پھر دونوں نے اس مقام میں اختلاف کیا[1] جہاں وہ سوار ہو کر گیا ہے پس دونوں میں سے جس کسی نے اس مقام تک کے لیے اس کے عاریت دینے کی تصدیق کی تو مستعیر اُس کے تاوان سے بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو امر کہ ہر دو شریک عنان میں سے ہر ایک کر سکتا ہے وہی ہر دو مفاوض میں سے ہر ایک کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل سوم:

متفاوضین میں سے ایک نے جو عقد کیا اور جو اُس کے عقد سے واجب ہوا اُس میں دوسرے کے تصرف کے بیان میں

اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کی فروخت کی ہوئی مبیع کبیع کا اقالہ[2] کر دیا تو وہ اقالہ دوسرے پر بھی جائز ہو گا اور اسی طرح اگر ایک نے دوسری کی بیع سلم قرار دی ہوئی کا اقالہ کر دیا تو یہ اقالہ دونوں پر جائز ہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے اپنی مشترک تجارت کی باندی کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی تو قبل تمام ثمن وصول پانے کے دونوں میں سے کسی کو جائز نہ ہو گا کہ اس کو مشتری سے ثمن سے کم داموں کے خرید لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز اُدھار فروخت کی پھر مر گیا تو دوسرے کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ مشتری سے اس کے واسطے مخاصمہ[(1)] کرے پھر اگر مشتری نے اُس کو نصف ثمن دے دیا تو اُس سے بری ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا یا مشتری کو بری کر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

---

[1] یعنی ایک نے کہا کہ مستعیر نے خلاف کیا یہاں تک کے واسطے عاریت نہیں لیا تھا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں یہیں تک کے واسطے لیا تھا ۱۲۔

[2] عقد بیع کے توڑنے کو کہتے ہیں یعنی باہمی معاملہ کو فسخ کرنا ۱۲۔

(1) یعنی کل کے واسطے ۱۲۔

اور اگر دوسرے نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا بری کر دیا تو اُس کے حصہ میں جائز ہوگا اور اُس کے شریک کے حصہ میں جس نے بیع قرار دی تھی بالاجماع جائز نہ ہوگا۔ کذا فی المحیط اور اگر متفاوضین سے ایک نے ایسے قرضہ میں جو دونوں کے واسطے کسی پر واجب ہوا ہے تاخیر دے دی تو بالاجماع دونوں حصوں میں تاخیر جائز ہوگی کذا فی الظہیر یہ خواہ یہ قرض اسی متفاوض کے فعل سے واجب ہوا جس نے تاخیر دے دی ہے یا دوسرے کے فعل سے یا دونوں کے فعل سے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں متفاوضین پر مال میعادی اُدھار ہو یعنی قرضہ ہو جس کے ادا کرنے کی مدت مقرر ہو پھر دونوں میں سے ایک نے اس میعاد کو ساقط کر دیا یعنی مدت باطل کر دی تو باطل ہو جائے گی اور مال فی الحال دونوں پر واجب الادا ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو میت پر بقدر اُس کے حصہ کے قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اور دوسرے کا اپنی میعاد پر رہے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کا متفاوضین پر مال ہو پس اُس نے ایک کو اس کے حصہ سے بری کر دیا تو دونوں متفاوضین پورے مال سے بری ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔

جس عقد کا متولی ایک ہی ہوا ہے اُس کے حقوق دونوں کی طرف راجع ہوں گے حتیٰ کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو جیسے بائع سے بیع سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی دوسرے شریک سے بھی تسلیم مبیع کا مطالبہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک نے جو بائع نہیں ہوا ہے مشتری سے ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری پر اس کو ثمن دینے کے واسطے اسی طرح جبر کیا جائے گا جیسے بائع کو دینے کے واسطے جبر کیا جاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو جیسے مشتری سے ثمن کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی اُس کے شریک سے مطالبہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ مبیع پر قبضہ کر لے جیسے مشتری کو اختیار ہے اور اگر مشتری نے اس مبیع میں کوئی عیب پایا تو اُس کے شریک کو واپس کر دینے کا اختیار ہے جیسے مشتری کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت کی کوئی چیز خریدی اور دوسرے نے اس میں عیب پایا تو دوسرے کو اس کے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو دونوں یعنی مشتری و دوسرے شریک دونوں کو اختیار ہے کہ بائع پر ثمن کے واسطے رجوع کریں یہ سراج وہاج میں ہے۔ جس نے ان دونوں میں سے ایک سے ان کی شرکتی تجارتی چیز کوئی خریدی اور اس میں عیب پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ بسبب عیب کے دونوں میں سے جس کو چاہے واپس کر دے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اُس نے عیب سے انکار کیا پس اگر بائع ہے تو اُس سے قطعی قسم لے سکتا ہے اور اگر دوسرا شریک ہے تو اُس سے علم پر قسم لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے عیب کا اقرار کر لیا تو اُس کا اقرار اُس پر اور اُس کے شریک پر دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر متفاوضین میں سے ہر ایک نے نصف نصف غلام[1] اپنے شرکتی تجارت کا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے مبیع میں عیب پایا تو مشتری و اختیار ہے کہ ہر ایک سے قسم لے اس طرح کہ جس نصف کو اُس نے فروخت کیا ہے اُس کی قطعی قسم اور جس کو اس کے شریک نے فروخت کیا ہے اس کی قسم ایک ہی قسم میں جمع کر کے اُس سے قسم لے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر ایک سے جو نصف اس نے فروخت کیا ہے اس کی قطعی قسم لے اور ہر ایک کے ذمہ سے باقی نصف کی علمی قسم ساقط ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے کوئی متاع شرکت مفاوضت میں سے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں شرکت سے جدا ہو گئے مگر مشتری کو معلوم نہ ہوا کہ دونوں جدا ہو گئے ہیں تو مشتری کو روا ہوگا کہ ثمن دونوں میں سے جس کو چاہے دے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر مشتری کو دونوں کے الگ ہو جانے کا حال معلوم تھا تو فقط اُسی کو دے جس نے اُس کے ساتھ بیع مقرر کی ہے اور اگر اس کے شریک کو دے گا تو بیع کرنے والے کے حصہ سے بری نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مبیع میں عیب پایا تو اُسی سے مخاصمہ[2] کر سکتا ہے جس نے اس کے ہاتھ فروخت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مشتری نے قبل دونوں کی جدائی کے بائع کے شریک کو بیع بسبب عیب کے

[1] ایک غلام میں سے نصف ایک نے اور باقی نصف دوسرے نے ۱۲۔ [2] اُس کو اختیار ہوگا کہ اس بارہ میں اُس سے مطالبہ کرے ۱۲۔

واپس کر دی اور مشتری کے واسطے ثمن کا حکم یا بسبب واپسی متعذر رہونے کے نقصان عیب کے پانے کا حکم ہو گیا پھر دونوں الگ ہوئے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام خریدا اور قبل اس کے کہ متفاوضین الگ ہوں مشتری نے سب ثمن ادا کر دیا پھر غلام مذکور استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو مشتری کو روا ہے کہ ثمن کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دو متفاوضین جدا ہو گئے تو قرضخواں کو اختیار ہے کہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہیں ماخوذ کریں اور دونوں میں سے کوئی شریک دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ اُس نے نصف سے زائد ادا نہ کیا ہو پس اگر زائد ادا کیا تو اُس زائد کو واپس لے سکتا ہے جامع صغیر میں ہے۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خواہ معین ہو یا غیر معین ہو اس قدر ثمن مسمیٰ کے عوض خریدے پھر دوسرے شریک نے وکیل کو ممانعت کر دی تو ممانعت جائز ہوگی پھر اگر اس کے بعد وکیل نے یہ باندی خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دوسرے نے اس کو منع نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے خریدی تو دونوں کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور ثمن کو دونوں میں سے جس سے چاہے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔

ساتویں فصل ☆

متفاوضین کے اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے شرکت متفاوضہ کی تھی اور عمرو نے انکار کیا اور مال اُسی منکر کے پاس ہے تو قسم کے ساتھ قول اُسی عمرو کا قبول ہوگا اور زید پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے یہ فتح القدیر میں ہے پھر اگر مدعی اپنے گواہ لایا جو اس کے دعویٰ پر گواہی دیتے ہیں تو اس میں چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ گواہوں نے بیان کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مفاوض ہے[1] اور مال جو عمرو کے پاس ہے ان دونوں کے درمیان کا ہے یعنی نصفا نصف دوئم آنکہ گواہی دی کہ یہ اس کا مفاوض ہے اور مال جو اس کے پاس ہے وہ ان دونوں کی شرکت کا ہے اور ان دونوں صورتوں میں مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور حکم دیا جائے گا کہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے سوئم آنکہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اُس کا مفاوض ہے اور مال اُس کے قبضہ میں ہے اور اس صورت میں دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائے گا خواہ گواہوں نے مجلس دعویٰ میں ایسی گواہی ادا کی ہو یا مجلس دعویٰ سے دونوں کے متفرق ہونے کے بعد ادا کی ہو اور چہارم یہ کہ اُنہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اُس کا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور اس صورت کی نسبت شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب میں بعد اس مسئلہ کے اُسی طرف اشارہ کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ان لوگوں نے اگر مجلس دعویٰ میں ایسی گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور مال دونوں کے درمیان مساوی ہونے کا حکم دیا جائے گا جب تک گواہ یوں گواہی نہ دیں کہ یہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے یا گواہی دیں کہ یہ دونوں کی شرکت کا ہے یا منکر اس امر کا اقرار کرے کہ امروز مال میرے پاس ہے یا گواہ لوگ اس منکر کے ایسے اقرار کی گواہی دیں یہ محیط میں ہے۔

پھر جب قاضی نے دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونے کا حکم دیا پھر جس کے پاس مال ہے اس نے اپنی مقبوضہ چیزوں

[1] مفاوض جس کے ساتھ شرکت مفاوضہ ہوا ہی کتاب الشرکتہ میں گذر چکا ۱۲۔

میں سے کسی چیز کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ کے از جانب[1] غیر مدعی ہے تو اس مسئلہ میں بھی چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اُس کا مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے یا یوں گواہی دی تھی کہ یہ اُس کا مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کی شرکت کا ہے تو ایسی دونوں صورتوں میں مدعی قابض کا دعویٰ مذکور مسموع نہ ہوگا اور گواہ[2] قبول نہ ہوں گے۔ دوئم آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہوں نے یوں گواہی دی تھی کہ یہ اُس کا مفاوض ہے اور مال اس مدعا علیہ کے پاس ہے یا یوں گواہی دی کہ یہ اس کا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو ان دونوں صورتوں میں مدعی قابض کا دعویٰ مذکور مسموع ہوگا اور گواہ قبول ہوں گے یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر قابض مال نے مقبوضہ چیزوں میں سے کسی چیز کا از جانب مدعی مفاوضت اپنی ملک میں آنے کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں(۱) اُس کا دعویٰ مسموع اور گواہ قبول ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا شریک بشرکت مفاوضت ہے اور عمرو نے اس کا اقرار کر لیا اور عمرو پر اُس کے مقبوضہ مال کی نسبت شرکت کا حکم دے دیا گیا پھر مدعا علیہ نے اپنے مقبوضہ مال میں سے کسی چیز کی نسبت اپنی ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ ہونے کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مال دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور دونوں مفاوضت کا اقرار کرتے ہوں پھر دونوں میں سے ایک نے اس مال سے کسی چیز کا اپنی مخصوص ملک کا بوجہ اپنے باپ کی میراث پا کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو قبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں متفاوضین میں سے ایک مر گیا اور مال باقی کے قبضہ میں ہے پھر وارثان میت نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور زندہ نے انکار کیا پھر انہوں نے گواہ قائم کیے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ ان کا باپ اس مدعا علیہ کے ساتھ شریک مفاوضت تھا تو مدعا علیہ کے مقبوضہ مال سے ان کے واسطے کچھ حکم نہ دیا جائے گا الا اس صورت میں کہ یہ لوگ گواہ پیش کریں جو یہ گواہی دیں کہ یہ مال مفاوضت ان کے مورث میت کی زندگی میں اُس کے پاس تھا یا یوں کہیں کہ یہ مال اُس شرکت کا ہے جو دونوں کے درمیان تھی تو ایسی صورت میں ان کے واسطے نصف مال مذکور کا حکم دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مدعا علیہ مذکور پر ایسا حکم ہو جانے کے بعد اُس نے گواہ پیش کیے کہ یہ اس کے باپ کی میراث سے اس کو ملا ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں اوّل آنکہ اگر گواہان وارثان میت نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال ان دونوں کی شرکت کا ہے تو گواہ مدعا علیہ مقبول نہ ہوں گے دوم اگر انہوں نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال اس مدعا علیہ کے پاس وقت شرکت کے تھا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مثل اوّل کے اُس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مال مذکور وارثوں کے قبضہ میں ہو اور اُنہوں نے شرکت سے انکار کیا پس مفاوض زندہ نے ان پر گواہ قائم کیے کہ مفاوضت تھی اور وارثوں نے گواہ دیے کہ ان کا باپ مرا اور یہ مال ان کے واسطے سوائے اس شرکت کے جو ان کے باپ و مدعی کے درمیان تھی اور چھوڑ گیا ہے تو وارثوں کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور شمس الائمہ نے تصحیح کی ہے کہ یہ بالاجماع سب اماموں کا قول ہے اور اگر وارثان میت نے کہا کہ ہمارا دادا مرا تھا اور یہ مال ہمارے باپ کے واسطے میراث چھوڑ گیا تھا اور اس پر گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول نہ ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر امتعہ و اسباب دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہوں پس اُس نے مفاوضت سے انکار کیا تو اس کے انکار سے شرکت مفاوضت ٹوٹ گئی اور دونوں جدا ہو گئے پھر جب مفاوضت پر گواہ قائم ہوں گے تو یہ انکار کرنے والا اس تمام مال کے نصف کا جو اُس کے

---

[1] یعنی ہبہ و صدقہ مدعی کی طرف سے نہیں بلکہ غیر کی طرف سے ہے ۱۲۔ [2] قولہ گواہ یعنی اس دعویٰ پر اگر گواہ لا دے تو بھی قبول نہ ہوں گے ۱۲۔

(۱) خواہ بطور ہبہ یا صدقہ، وغیرہ ۱۲۔

قبضہ میں ہے ضامن ہوگا اس واسطے کہ وہ امین تھا پس انکار کرنے سے ضامن ہو جائے گا اور اسی طرح اگر قابض مر گیا اور اُس کے بعد اس کے وارث نے اس طرح انکار کیا تو وہ بھی اس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر دونوں متفاوضین مرے اور ہر ایک نے اپنا اپنا وصی کر دیا ہے تو ہر ایک کے وصی کو اختیار ہوگا کہ جس خرید و فروخت کا انجام دینے والا خود اُس کا موصی ہوا ہے اُس کے مطالبہ کو پورا کرے پھر جب اُس نے سب وصول کر لیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور وارثوں پر بھی کچھ ضمان نہیں[1] ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ یہ سب مفاوضت کا اقرار کرتے ہوں جیسے خود موصی کی صورت میں ہے کہ اگر اس نے بذات خود سب وصول کیا اور وہ مفاوضت کا اقرار کرتا ہے تو اپنے شریک کے حصہ کی بابت امین ہوگا ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ دو متفاوضین میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ دوسرا جو میرے ساتھ شریک ہے ایک تہائی کا شریک ہے اور مدعا علیہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرے ساتھ ایک تہائی کا شریک ہے یعنی ہر ایک اپنے واسطے دو تہائی کا دعویٰ کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ دونوں مفاوضت کا اقرار کرتے ہیں تو تمام مال خواہ عقار ہو یا اور ہو سب بحکم مفاوضت ان دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا سوائے پہننے کے کپڑوں و اسباب خانہ داری و روزینہ کھانے پینے کی چیزوں و ایسی باندی کہ جس سے وطی کیا کرتا ہے یہ چیزیں خاصۃً اُسی کی ہوں گی جس کے قبضہ میں ہیں اور یہ استحسان ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شرکت سے جدائی کے بعد قبل تقسیم مال کے اس طرح اختلاف واقع ہوا ہو اور اگر دونوں متفرق نہ ہوئے لیکن دونوں میں سے ایک مر گیا پھر زندہ اور وارثوں نے مقدار شرکت میں اختلاف کیا تو بھی اس صورت میں ویسا ہی حکم ہے جیسا دونوں کے الگ ہونے کے بعد مقدار شرکت میں اختلاف کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی صورت میں حکم دیا جائے گا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفا نصف ہے ☆

اگر زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ میں اس کا شریک بشرکت مفاوضت ہوں اور جو مال اس کے قبضہ میں ہے وہ تین تہائی ہے اس طرح کہ اس میں سے دو تہائی میرا ہے اور ایک تہائی اُس کا ہے اور مدعا علیہ سرے سے مفاوضت سے منکر ہے پھر مدعی نے ایسے گواہ قائم کیے جنہوں نے ایسی ہی گواہی دی جیسے ہم نے مدعی کا دعویٰ بیان کیا ہے تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور استحساناً مفاوضت[2] پر قبول ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں شرکت نصفا نصف بیان کی اور جو گواہ پیش کیے اُنہوں نے تین تہائی[3] کی شرکت بیان کی تو ایسی گواہی نامقبول ہوگی۔ مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور بس پھر اُس کے گواہوں نے تین تہائی کی شرکت کی گواہی دی پھر مدعی نے کہا کہ شرکت یوں ہی تھی تو گواہی استحساناً قبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو متفاوضین شرکت سے الگ ہو گئے یعنی پھر دونوں میں سے ایک نے گواہ قائم کیے کہ کل مال اُس کے شریک کے قبضہ میں تھا اور فلاں شہر کے قاضی نے اُس کے شریک پر اس کا حکم دے دیا ہے اور ان گواہوں نے مال بیان کر دیا اور گواہی دی کہ قاضی مذکور نے اس مال کا دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونے کا حکم دیا ہے پھر دوسرے نے اُسی کے مثل بعینہ اسی قاضی کے حکم کے[4] یا دوسرے قاضی کے گواہ قائم کیے پس اگر ایک ہی قاضی کا دونوں نے حوالہ دیا اور ہر دو احکام قضا کی تاریخ معلوم ہو گئی تو اخیر حکم کو لیا جائے گا اور اگر نہ معلوم ہوئی یا حکم قضا اور قاضیوں کا ہے تو ہر ایک پر وہ حکم قضا لازم ہوگا جو اس پر نافذ کیا گیا ہے اس واسطے کہ ظاہر میں دونوں میں سے ہر ایک صحیح ہے پس ہر ایک مدعی دوسرے سے جو اس پر ہے حساب کر کے محسوب کر دے اور جو کچھ بڑھے وہ باہم ایک دوسرے سے لے لے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر ہر دو متفاوض مر گئے پھر جمیع

---

[1] فائدہ یہ ہے کہ اگر بعد وصول کے یہ مال تلف ہوا تو امانت میں گیا یہ نہیں ہے کہ ضمان واجب ہو جائے کیونکہ بدون انکار کے ضمان نہ ہوگی ۱۲۔ [2] حکم دیا جائے گا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفا نصف ہے نہ تین تہائی ۱۲۔ [3] خواہ یہ کہا کہ مدعی کی دو تہائی اور مدعا علیہ کی تہائی ہے یا برعکس ۱۲۔ [4] یعنی دعویٰ موافق اپنے اور والہ قاضی کا بعینہ اسی قاضی کا جس کا اول نے دیا ہے یا کسی دوسرے قاضی کا ۱۲۔

وارثوں نے جو کچھ دونوں نے چھوڑا تھا باہم تقسیم کر لیا پھر ان لوگوں نے مال کثیر پایا پھر ہر دو فریق میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے حصہ کا ہے تو بدون گواہوں کے اُن کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور دوسرے فریق پر قسم عائد ہوگی پھر اگر انہوں نے قسم کھالی تو مال مذکور دونوں میں نصفا نصف کیا جائے گا اور اگر مال مذکور انہی مدعیوں کے قبضہ میں ہو پس اگر اُنہوں نے براءت کے گواہ نہ کر لیے ہوں تو فریق دیگر سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ مال اس فریق کے حصہ تقسیم میں نہیں داخل ہوا ہے پس اگر اُنہوں نے یہ قسم کھالی تو یہ مال ان دونوں میں نصفا نصف کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مال مذکور ایک فریق کے قبضہ میں ہو پس اُنہوں نے کہا کہ یہ مال ہمارے باپ کا مفاوضت سے پہلے کا ہے اور فریق دیگر نے تکذیب کی تو مال مذکور دونوں فریقوں میں نصفا نصف ہوگا اگرچہ مال شرکت سے اپنا حق تمام وصول پانے کے اقرار براءت کے گواہ کر لیے ہوں اور اگر اُنہوں نے شرکت وغیرہ سب سے براءت کا اقرار کیا اور اُنہوں نے اُس کے گواہ کر لیے ہوں تو وہ خاصۃً انہیں کا ہوگا اور اگر مال مذکور ہر دو فریق کے سوائے کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو تو وہ ان دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا کسی فریق کے واسطے گواہ قائم ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر گواہوں نے دس برس سے مفاوضت کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کر لی تو مفاوضت دس برس سے اور اُس کے پہلے سے ثابت ہوگی حتیٰ کہ جو کچھ اُس کے قبضہ میں ہے دس برس سے یا پہلے سے سب کی نسبت دونوں میں نصفا نصف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے دس برس کی ابتداء سے مفاوضت شروع و اقرار پانے کی گواہی دی تو فقط دس برس سے مفاوضت کا حکم دیا جائے گا اور اُس سے پہلے سے مفاوضت کا حکم نہ دیا جائے گا پس جس مال کی نسبت پر یقینی معلوم ہو کہ یہ ان دونوں میں سے اسی کا قبل مفاوضت کا ہے وہ اسی کے ساتھ مختص ہوگا اور جس مال کی نسبت دونوں میں احتمال ہوں کہ قبل کا ہے یا مفاوضت کا ہے وہ مفاوضت[1] میں قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے دو شخصوں کو حکم دیا کہ تم دونوں ہم دونوں کے واسطے ایک غلام خرید و اور جنس غلام و اس کا ثمن بیان کر دیا پھر دونوں نے ایسا غلام خریدا اور حال یہ ہے کہ دونوں متفاوض شرکت سے جدا ہو گئے ہیں پس حکم دہندہ نے کہا کہ بعد جدا ہونے کے اُنہوں نے خریدا ہے پس یہ خاصۃً میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ دونوں نے اس کو قبل ہمارے جدا ہونے کے خریدا ہے پس ہم دونوں میں مشترک ہے تو قسم سے حکم دہندہ کا قول قبول ہوگا اور گواہ دوسرے کے قبول ہوں گے یعنی اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ دوسرے کے قبول ہوں گے اور واضح رہے کہ اگر ہر دو وکیل نے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شریک نے جو جدا ہو گئے ہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وکیلوں نے اس کو کب خریدا ہے تو وہ حکم دہندہ کے واسطے مخصوص ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر حکم دہندہ نے کہا کہ دونوں نے اس کو قبل جدا ہونے کے خریدا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد خریدا ہے تو قول دوسرے کا اور گواہ حکم دہندہ کے قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اپنی شرکت کا غلام آزاد کر دیا تو جیسے غیر مفاوض کا قول اس میں ویسے مفاوض کا قول ہوگا بعد میں اگر متفاوضین جدا ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں مکاتب کیا تھا تو اُس کی تصدیق کی جائے گی لیکن اُس کا اقرار اس کے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہے اور اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت اس کتابت کو رد کر دے لیکن اُس سے پہلے اُس کے علم پر قسم لی جائے گی اور یہ اختیار اُس کو اس وجہ سے ہے کہ اُس کی ذات سے ضرر دفع ہو اور اسی طرح اگر ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کر دیا ہے یعنی اس صورت میں بھی اس کا اقرار فقط اپنے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہوگا اور اس صورت میں دوسرے سے قسم لینے میں مشغول نہ ہونا[2]

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس میں اعتراض ہے اور چاہئے تھا کہ باہمی رضامندی، صلح پر مجبور نہ کئے جائیں لیکن اس میں کچھ حکم بھی نہ دیا جائے ۱۲۔ [2] اس واسطے کہ بیکار ہے ۱۲۔

چاہیے بخلاف صورت کتابت کے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر متفاوضین جدا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے سے ہر شرکت سے براءت کے گواہ کر دیے پھر ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کیا تھا پس نصف قیمت جو مجھ پر آئی وہ میں نے تجھ سے براءت کرالی پس دوسرے نے اس کے قول اعتاق میں تصدیق کی لیکن یہ کہا کہ میں نے اسی وقت غلام سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو قول اسی کا مقبول ہوگا جس نے آزاد نہیں کیا ہے مگر اس سے قسم لی جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ غلام سے نصف قیمت تاوان لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اگر شریک دیگر نے کہا کہ میں نے تجھ سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو آزاد کنندہ اس ضمان سے بسبب براءت واقع ہونے کے بری ہو گیا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے کچھ اختیار نہیں کیا تھا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ غلام سے ضمان لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اقرار کنندہ[1] نے گواہ قائم کیے کہ اس نے اس وقت اس مقر سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو گواہوں سے ثابت مثل معائنہ سے ثابت قرار دیا جائے گا پس مقر مذکور تاوان سے بری ہوگا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر شریک نے کہا کہ اس نے جدا ہونے کے بعد ہی آزاد کیا ہے حالت شرکت میں نہیں آزاد کیا ہے تو اس میں بھی قول اُسی کا قبول ہے پھر اگر آزاد کنندہ نے گواہ قائم کئے کہ اُس نے حالت شرکت میں آزاد کیا تھا اور اس شریک نے آزاد کنندہ سے نصف قیمت تاوان لینی اختیار کی تھی اور شریک نے گواہ دیے کہ اس نے بعد جدا ہونے کے آزاد کیا اور شریک نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تھی تو گواہ آزاد کنندہ کے مقبول ہوں گے اور آزاد کنندہ اور غلام دونوں نصف قیمت غلام سے بری ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ان دونوں متفاوضوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں ہزار درہم پر مکاتب کر دیا تھا اور یہ مال کتابت اس سے وصول پایا اور غلام مر گیا پس یہ براءت میں داخل ہو گیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اس کو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہیں کیا تھا اور اگر غلام مذکور مر گیا اور مال چھوڑ گیا پس اُس نے کہا کہ میں نے اُس کو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہے اور میں ہی اُس کا وارث ہوں اور دوسرے نے کہا کہ تو نے حالت مفاوضت میں مکاتب کیا پس ہم دونوں اُس کے وارث ہیں اور حال یہ ہے کہ مکاتب مذکور نے کچھ اور نہیں لیا تھا تو بھی قول[2] اسی کا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہیں کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مفاوضین میں سے ایک نے مال مفاوضت میں سے کچھ مال کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مستودع[3] نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے پھر اگر اُس شخص نے جس پر ایسا دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی ☆

پھر اگر اُس شخص نے جس پر ایسا دعویٰ کیا ہے اس امر سے انکار کیا تو وہ ودیعت کے امانت دار کے کہنے سے ایک دوسرے شریک کے واسطے اس کے حصہ کا ضامن نہ ہوگا لیکن اُس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا ہے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مر گیا پھر مستودع نے میت کو دے دینے کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر یہاں وارثان میت سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ ہمارے مورث نے یہ مال ودیعت وصول پایا ہے۔ اگر مستودع نے وارثان میت کو دینے کا دعویٰ کیا اور اُنہوں نے قسم کھالی کہ ہم نے نہیں وصول پایا ہے تو مستودع مذکور حصہ شریک زندہ[4] کا ضامن ہوگا جو شریک زندہ

---

[1] یعنی آزاد کنندہ ۱۲۔ [2] قولہ قول اسی کا الخ اور یہ حکم اس بناء پر ہے کہ مکاتب نے کچھ مال نہیں ادا کیا تھا اور اگر ادا کر چکا ہو تو جس نے مکاتب کیا اسی کا قول قبول ہوگا فافہم ۱۲۔ [3] مستودع جس کے پاس ودیعت ہے ۱۲۔ [4] نصف ودیعت کا ۱۲۔

وارثان میت کے درمیان مساوی مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مستودع نے کہا کہ جو مال مجھے اُس نے ودیعت دیا تھا وہ میں نے اس شریک کے مرنے کے بعد جس نے مجھے ودیعت نہیں دیا تھا واپس کر دیا ہے اور اس پر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا لیکن زندہ شریک کے ذمہ مال مذکور لازم ہونے کے واسطے اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی اگر شریک زندہ قسم کھالیں کہ میں نے اس مال کو وصول نہیں پایا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مودع مر گیا پھر جس کے پاس ودیعت تھی اُس نے کہا کہ میں نے اس میں سے نصف مال شریک زندہ کو اور نصف مال وارثان میت کو واپس دیا اور اُس پر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا پس اگر ہر دو فریق میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے نصف وصول پایا ہے تو دوسرا فریق اس میں شریک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں شریک زندہ ہوں پس مستودع نے کہا کہ میں نے مال ودیعت دونوں کو واپس دیا ہے پس ایک نے اُس کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مستودع بری ہوگا اور اس پر قسم بھی عائد نہ ہوگی اور اگر دونوں شریک جدا ہو گئے ہوں پھر مستودع نے کہا کہ میں نے اس کو واپس دیا جس نے میرے پاس ودیعت رکھا تھا تو وہ بری ہے اور اگر کہا کہ میں نے دوسرے کو واپس دیا ہے اور اُس نے تکذیب کی تو وہ اس نصف مال کا جو ودیعت ہے ضامن ہوگا پھر جو کچھ مودع نے وصول پایا ہے وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی تو مودع کو اختیار ہے چاہے اپنے شریک سے ضمان لے اور چاہے مستودع سے ضمان لے یہ مبسوط میں ہے۔

فصل پنجم :

متفاوضین پر ضمان واجب ہونے کے بیان میں

اگر متفاوضین میں سے ایک نے کوئی جانور سواری کی مقام معلوم تک جانے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس کا شریک اُس پر سوار ہو گیا اور جانور مذکور تھک کر مر گیا تو دونوں اُس کے ضامن ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے کوئی جانور اپنا مخصوص طعام لانے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس پر اُس کے شریک نے اپنا اُسی قدر طعام یا اُس سے ہلکا بوجھ لادا (اگر مر جائے) تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ سوار ہونے کے مسئلہ مذکورۂ بالا میں جب دونوں پر ضمان واجب ہوئی اور سوار ہونے والے نے مال شرکت میں سے یہ ضمان ادا کی پس آیا اُس کا شریک اُس کا نصف اُس سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں تو اُس میں دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ وہ دونوں کے کام کے واسطے سوار ہو کر گیا تھا اور اس صورت میں وہ واپس نہیں لے سکتا ہے دوئم آنکہ سوار ہونے والا صرف اپنے ذاتی کام کے واسطے سوار ہو کر گیا تھا تو جو شریک سوار نہیں ہوا تھا وہ اُس سے نصف مال ضمان واپس لے سکتا ہے اور جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مال ضمان وصول کر لے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر متفاوضین سے ایک نے کوئی جانور طی[1] کپڑوں کی گٹھڑی بار کرنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس کے شریک نے اتنے بوجھ کی دوسری گٹھڑی اُس پر لادی اور مستعار لینے والے نے کچھ نہیں لادا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا اور اگر شریک نے اُس پر پوستین و چادریں وغیرہ اور جنس کے کپڑے لادے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ جنس مختلف ہو گئی اور اس وجہ سے جانور کے حق میں ضرر متفاوت ہو گیا ہے پس اس صورت میں اگر مستعار لینے والا اس طرح مختلف الجنس و متفاوت الضرر بار کرتا تو ضامن ہوتا پس ایسا ہی اُس کا شریک بھی ضامن ہوگا پھر اس تاوان کو دیکھا جائے گا کہ اگر مال مذکور دونوں کی تجارت کا ہو تو لزوم تاوان دونوں پر ہوگا اور اگر مال مذکور لادنے والے کے پاس بضاعت ہو تو ضمان اگرچہ دونوں پر لازم ہوگی اس وجہ سے کہ لانے والا غاصب ہے اور دوسرا اُس کی طرف سے ضامن ہے لیکن جس شریک نے مال نہیں لادا ہے وہ دوسرے سے اُس کا نصف واپس لے گا اگر

---

[1] وہ جانور جس پر سامان وغیرہ لادا جاتا ہے جس کو ہمارے عرف میں لادو کہتے ہیں خواہ بیل ہو یا اونٹ یا گھوڑا ۱۲۔

یہ مال تاوان مال شرکت سے ادا کیا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے دس گون گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر دوسرے نے اُس پر دس گون جو لادے اور یہ مال ان دونوں کی شرکت کا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر دونوں کے درمیان شرکت عنان ہو اور دونوں میں سے ایک نے مستعار لیا تھا تو اس میں بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسے شرکت مفاوضت میں مذکور ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بخارا سے آگے نہ جانا پھر شریک مذکور آگے نکل گیا اور مال تلف ہوگیا تو وہ ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک مر گیا حالانکہ جو مال اُس کے پاس تھا اُس کا حال نہیں بیان کیا ہے تو وہ اپنے شریک کے واسطے اس کے حصہ کا ضامن نہ ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

باب سوم:

شرکت عنان کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل:

عنان کی تفسیر و شرائط واحکام کے بیان میں

شرکت عنان یہ ہے کہ دو آدمی ایک نوع تجارت مثل گیہوں یا اناج میں شرکت کریں یا عموم تجارات میں شرکت کریں مگر خاصۃ کفالت کا ذکر نہ کریں اور نہ مفاوضت کو ذکر کریں کہ جو متضمن معنی وکالت ہے تا کہ یہ شرکت تمام ایسے لوگوں کے درمیان جائز ہو جو تجارت کی اہلیت رکھتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور جائز ہے ایسی شرکت درمیان مردوں و عورتوں و بالغ و طفل ماذون و آزاد و غلام ماذون و مسلمان و کافر کے کذا فی فتاویٰ قاضی خان و فی التجرید اور یہ مکاتب کے تہذیب میں ہے اور اگر کفالت کو ذکر کیا اور باقی شروط مفاوضت کے پورے پورے پائے جاتے ہیں تو مفاوضت منعقد ہوگی اور اگر پورے نہ پائے جاتے ہوں تو چاہیے کہ شرکت عنان منعقد ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور شرکت عنان جائز ہونے کے شروط یہ ہیں کہ مال عین ہو حاضر ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو مگر مشارالیہ ہو اور اس حال میں مساوات ہونا شرط نہیں ہے اور نیز باوجود اس المال مساوی ہونے کے نفع میں ایک کے واسطے بہ نسبت دوسرے[1] کے زیادتی شرط کرنی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحریر کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے ہذا ما اشترک علیہ فلان و فلان یعنی وہ چیز ہے کہ[2] اشتراک کیا اس میں فلاں و فلاں نے کہ دونوں نے اشتراک کیا بتقوی اللہ تعالیٰ و ادا امانت پر[(1)] اور تحریر کرے کہ یہ سب مال ان دونوں کے قبضہ میں ہے کہ اس سے دونوں خریدیں و فروخت کریں گے ہر دو اکٹھا اور نیز علیحدہ علیحدہ اور ہر ایک دونوں میں سے اپنی رائے سے کام کرے گا اور نقد و اُدھار جیسا چاہے گا فروخت کرے گا پھر تحریر کرے کہ پس جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ان دونوں کے درمیان بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونوں میں مشترک ہوگا اور جو کچھ گھٹی یا تلف ہو وہ بھی دونوں پر اسی حساب سے ہو گی۔ اور اگر دونوں نے نفع و نقصان میں تفاوت شرط کیا ہو تو اسی طرح لکھیں جس طرح شرط کیا ہے اور آخر میں تحریر کر دے کہ دونوں نے اس قرارداد پر بروز فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں اشتراک کیا یہ فتح القدیر میں ہے اور حکم عنان یہ ہے کہ وہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک .

---

[1] مثلاً دو تہائی ایک کی اور ایک تہائی دوسرے کی ۱۲۔ [2] سامان و سرمایہ و پونجی بھی کہتے ہیں ۱۲۔

(۱) پھر ہر ایک کے راس المال کی مقدار بیان کر دے ۱۲۔

کی طرف سے عقد تجارت میں وکیل ہو جاتا ہے لیکن جو کچھ اس کے شریک کے عقد سے واجب ہوا ہے اس کے استعفاء کے واسطے اپنے شریک کی طرف سے وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور شرکت عنان میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل نہیں ہوتا ہے جب کہ کفالت کو بیان نہ کیا ہو تو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل دوم:

نفع ونقصان مال وگھٹی کی شرط کے بیان میں

اگر دونوں کی جانب سے مال شرکت عنان میں ہو اور کام کرنا ایک کے ذمہ ہو پس اگر دونوں نے نفع اپنے اپنے راس المال کی مقدار پر شرط کی تو جائز ہے اور اس کا نفع اسی کا اور نقصان اسی پر ہوگا اور اگر دونوں نے کام کرنے والے کے واسطے اُس کے راس المال کی مقدار سے زائد نفع شرط کیا تو شرط کے موافق جائز ہے اور کام کرنے والے کے پاس دینے والے کا مال بطور مضاربت ہوگا اور اگر دینے والے کو واسطے اس کے راس المال سے زیادہ نفع شرط کیا تو شرط نہیں صحیح ہے اور کام کرنے والے کے یا دینے والے کا مال بضاعت ہوگا اور ہر ایک کے واسطے اُس کے مال کا نفع ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر دونوں پر کام کرنے کی شرط کی گئی تو شرکت صحیح ہوگی اور اگر ایک کا راس المال قلیل اور دوسرے کا کثیر ہو اور نفع کی شرط یہ کی کہ دونوں میں مساوی ہو یا ایک کے واسطے کم اور دوسرے کے واسطے زیادہ حصہ ہو تو نفع دونوں میں موافق شرط کے ہوگا اور گھٹی ہمیشہ ہر ایک پر دونوں میں سے بقدر دونوں کے راس المال کے ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر باوجود شرط عمل دونوں کے ایک نے کام کیا اور دوسرے نے بلا عذر یا بعذر کام کیا تو مثل معا دونوں کے کام کرنے کے ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر پورا نفع دونوں نے ایک ہی کے واسطے شرط کیا تو یہ نہیں جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ دو شخصوں نے شرکت کی پس ایک ہزار درہم اور دوسرا ہزار درہم لایا اور یہ شرط قرار دی کہ نفع وگھٹی دونوں میں نصفا نصف ہو تو عقد جائز ہے اور شرط مذکور گھٹی کے حق میں باطل ہے پس اگر دونوں نے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف ہوگا اور اگر گھٹی اُٹھائی تو گھٹی دونوں میں سے ہر ایک پر بقدر راس المال کے ہوگی یعنی دو حصہ دو ہزار والے پر اور ایک حصہ ایک ہزار والے پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور شرکت عنان میں جائز ہے کہ ہر ایک اپنے کل مال میں سے تھوڑے مال پر قرار دے اور تھوڑے پر نہ قرار دے یہ عطابیہ میں ہے اور اگر مال شرکت یا دونوں میں سے ایک مال قبل اس کے کہ دونوں اس سے خرید کریں تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے اور ہر دو مال میں سے جو مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا وہ اپنے مالک کا مال گیا خواہ مالک کے ہاتھ میں تلف ہوا ہو یا دوسرے کے قبضہ میں سے ضائع ہو گیا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر ضمان نہ ہوگی ☆

اگر دونوں میں سے ہر ایک ہزار درہم لایا اور عقد شرکت عنان قرار دے کر دونوں مالکوں کو خلط کر دیا پھر اس مال مخلوط میں سے قبل خرید کے تلف ہوا تو جس قدر تلف ہوا ہے دونوں کا مال گیا اور جو باقی رہا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا لیکن اگر تلف شدہ میں سے یا باقی میں سے کچھ پہچانا جائے کہ وہ ان دونوں میں سے خاص اس کا ہے تو تلف شدہ میں سے یہ پہچانا ہوا اسی کا مال گیا اور باقی میں پہچانا ہوا اُسی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے مال سے خریدا اور دوسرے کا مال تلف ہو گیا تو جو کچھ خریدا ہے وہ دونوں میں دونوں کی باہمی شرط کے موافق مشترک ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگر چہ دونوں نے وقت عقد کے وکالت کی کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے تصریح نہ کی ہو یہ مضمرات میں ہے پھر جس نے خریدا ہے وہ دوسرے سے اس خریدی چیز کی ثمن سے جس قدر حصہ

اُس پر پڑتا ہے اُس سے واپس لے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس خریدی ہوئی چیز میں جو دونوں کی شرکت بیان کی گئی یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرکت عقد ہوگی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ ایک شریک کے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور قبل خرید واقع ہونے کے ایک مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور قبل خرید واقع ہونے کے ایک کا مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خرید کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے عقد شرکت میں وکالت کی تصریح کر دی ہو تو خریدی چیز دونوں میں بحکم وکالت مفردہ مشترک ہوگی اور خرید ہونے والا دوسرے سے اُس کا حصہ ثمن واپس لے گا اور اگر فقط عقد شرکت ہی بیان کیا ہو اور عقد شرکت میں وکالت کی تصریح نہ کی ہو تو خریدی چیز فقط مشتری کی ہوگی یہ تبیین میں ہے تو اور میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ہزار درہم اس شرط پر دیے کہ اُن سے کار تجارت کرے بدین شرط کہ نفع کام کرنے والے کا اور گھٹی بھی اُسی پر ہوگی پھر یہ درہم قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہو گئے تو عمرو اُس کا ضامن ہوگا اور اگر زید نے اُس سے کہا کہ ان سے کام کر بدین شرط کہ نفع ہم دونوں میں اور گھٹی ہم دونوں پر ہوگی پھر قبل اس کے کہ وہ ان درہموں سے کام کرے یہ درہم تلف ہو گئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو نصف مال مذکور کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر ضمان نہ ہوگی۔ اور اگر عمرو نے اُس سے کچھ خریدا مگر ہنوز ادا نہ کیا تھا کہ یہ مال تلف ہو گیا تو زید پر نصف مال کی ضمان اور عمرو پر (۱) نصف مال دیگر کی ضمان ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک کا راس المال درہم اور دوسرے کا راس المال دینار ہوں اور ان دیناروں کی قیمت ان درہموں کے برابر ہے پھر درہموں والے نے درہموں کے عوض ایک غلام خریدا اور دیناروں والے نے دیناروں کے عوض کوئی باندی خریدی اور ہر دو مال ادا کر دیئے گئے اور یہ خرید دو صفقوں (الگ الگ) میں واقع ہوئی پھر غلام و باندی ان دونوں کے قبضہ میں تلف ہو گئے تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک سے اپنا نصف راس المال واپس لے گا اور اگر دونوں نے دونوں مبیع کو ایک ہی صفقہ میں خریدا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دونوں میں سے کوئی اپنے شریک دیگر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دونوں نے درہموں کے عوض ایک متاع خریدی پھر اُس کے بعد دیناروں سے ایک متاع خریدی پھر دونوں نے ایک میں نفع کمایا اور دوسرے میں گھٹی کھائی تو خریدی چیز میں خرید کرنے کے روز جس قدر دونوں میں سے ہر ایک کی ملک تھی اسی قدر اُس کا نفع یا گھٹی ہر ایک کے حق میں ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہے۔ اگر دونوں نے عروض یا کیلی چیز سے شرکت کی پھر اُس سے کوئی چیز خریدی تو خریدی چیز میں سے ہر ایک کے واسطے بقدر قیمت اس کی متاع کے ہوگی پھر اگر دونوں نے خریدی چیز کو فروخت کر کے ثمن باہم تقسیم کر لینا چاہا پس اگر شرکت ایسی چیز سے واقع ہوئی جو مثلی نہیں ہے تو اس کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو خرید کے روز تھی[ا] اور اگر اُس کے واسطے مثل ہو یعنی کیلی یا وزنی یا عددی[۲] متقارب ہو تو اصل میں مذکور ہے کہ اس کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تقسیم کا قصد کرنے کے روز اُس کی قیمت ہے (۲) اور املاء میں مذکور ہے کہ خرید کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور قدوری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے چاہے نقد بیچے یا اُدھار بیچے اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کو اختیار ہے کہ چاہے ایسی چیز کے عوض فروخت کرے جو تعین کیا ہو اور خسیس کے عوض فروخت کرے یہ سراج وہاج میں ہے۔

ہر شریک عنان کو اختیار ہے کہ اُترائی کرا دے یا اُترائی قبول کرے اور چاہے اجارہ پر دے یہ تہذیب میں ہے اور یہ نہیں اختیار ہے کہ دوسرے اجنبی سے شرکت کر لے بشرطیکہ عنان میں صریح یہ شرط نہیں کر لی تھی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے

ا ایک ساتھ نہ جدا جدا ۱۲۔ ۲ مثل انڈے و اخروٹ وغیرہ ۱۲۔

(۱) یعنی بائع کے واسطے ۱۲۔ (۲) اگرچہ ان کے قبضہ میں نہیں ہے ۱۲۔

عمل کرے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی سے شرکت عنان[1] کر لی تو جو شریک سوم نے خریدا اُس میں سے نصف مشتری کا ہوگا اور باقی نصف ہر دو شریک اوّل کے درمیان مشترک ہوگا اور جو اُس کے اس شریک نے خریدا جس نے تیسرے سے شرکت عنان نہیں کی تھی وہ فقط اس کے اور اس کے شریک کے درمیان مشترک مساوی ہوگا اور شریک ثالث کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر دو شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی ثالث کے ساتھ اپنے شریک کی حضوری میں شرکت مفاوضہ کر لی تو مفاوضت صحیح ہوگی اور اوّل کے ساتھ اُس کی شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر بغیر حضوری (یعنی دانستگی میں) ثالث سے مفاوضت کر لی تو مفاوضت صحیح نہ ہوگی۔ یہ ظہیریہ میں ہے اور دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شرکت کے غلام کو مکاتب کر دے اور یہ بلا خلاف ہے (یعنی بالاتفاق ہے) کذا فی المحیط اور نہ غلام شرکت کو مال پر آزاد کر سکتا ہے خواہ عقد شرکت میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ قرار پائی ہو اور نیز یہ اختیار نہیں ہے کہ تجارتی شرکت کے غلام کا نکاح کر دے اور یہ بالا جماع ہے اور اسی طرح تجارتی باندی کا بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک تجارتی شرکتی باندی کی نسبت جو اس کے قبضہ میں ہے اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ملک ہے تو اُس کا اقرار اُس کے شریک کے حصہ میں درست نہ ہوگا اگرچہ دوسرے کی طرف سے اُس کو اجازت ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دونوں میں سے کوئی شخص شرکت کی کوئی چیز بعوض اس قرضہ کے جو اس پر آتا ہے رہن نہیں کر سکتا ہے لاّ شریک کی اجازت سے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے تجارتی شرکت کی کوئی چیز رہن کی تو جائز نہیں ہے اور مال مرہون کا ضامن ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان لیکن اگر موجب قرضہ کا عاقد یہی ہو یا شریک نے اس کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہو تو یہ حکم نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اسی طرح اگر قرضہ شرکت کے عوض قرض دار سے رہن لیا تو حصہ شریک کے حق میں نہیں جائز ہے لاّ اس صورت میں کہ موجب قرضہ اُسی کے عقد سے ہو یا متولی عقد نے اس کو اجازت دے دی ہو۔ پھر اگر مال مرہون اُس کے پاس تلف ہو گیا اور اُس کی قیمت اور قرضہ دونوں مساوی ہیں تو حصہ مرتہن یعنی نصف قرضہ ساقط ہو گیا اور دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے قرض دار سے اپنا حصہ یعنی نصف قرضہ لے لے پس قرض دار مذکور مرتہن سے رہن کی نصف قیمت لے لے گا اور چاہے شریک سے جو اُس نے وصول پایا ہے اس میں سے اپنا حصہ لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شریک عنان نے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر وہ بذات خود متولی عقد ہوا ہو یعنی جس عقد کی وجہ سے قرضہ واجب ہوا کہ جس کے عوض رہن دیا یا لیا ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر خود متولی عقد نہیں ہوا تھا تو اقرار جائز نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر ہر دو میں سے ایک شریک عنان نے بعد تناقض شرکت کے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر اس کے شریک نے تکذیب کی تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے تجارت کے واسطے مال قرض کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان و بدائع و محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق خلط مال کے ہو گئی ہو ☆

شرح قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ہر ایک نے اپنے شریک سے کہہ دیا کہ تو اس میں اپنی رائے سے کام کر تو دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہوگا کہ رہن دینا و لینا اور دوسرے کے مال سے اپنا مال بطریق شرکت ملا دینا وغیرہ جو امور کہ تجارت میں واقع ہوتے ہیں

---

[1] یعنی تقسیم ثمن میں ہر ایک اپنے مال شرکت کی قیمت کے حساب سے شریک کر کے حصہ بانٹ دیا جائے گا پس قیمت اس کی چیز کی کس روز کی شمار معتبر ہو گی ۱۲۔

عمل میں لائے اور رہا ہبہ وقرض دینا اور جو امور کہ اتلاف (تلف وضائع کرنا) مال و بلاعوض دوسرے کی ملک میں دے دینا ہوتے ہیں سو ایسے امور نہیں کرسکتا ہے لہٰذا اس صورت میں کہ شریک نے صریح اس کو اجازت دی اور صاف کہہ دیا ہو اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اگر شریک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال شرکت کو اپنے خاصتہ ذاتی مال میں مخلوط کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور شریک عنان اور بضاعت لینے والے اور جس کے پاس ودیعت ہو اور مضارب ان سب کو اختیار ہے کہ مال کے ساتھ سفر کریں اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق خلط مال کے ہوگئی ہو یعنی دونوں نے مال کو خلط کر دیا ہو تو وہ دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بدوں اجازت شریک کے سفر کرے پس اگر اُس نے اس مال کو لے کر سفر کیا اور وہ تلف ہو گیا پس اگر اس قدر ہو کہ اُس کے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اس کے واسطے بار برداری و خرچہ نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے مال کے ساتھ سفر کیا اور حال یہ ہے کہ اس کے شریک نے مال لے کر سفر کرنے کی اجازت دی ہو یا کہہ دیا ہے کہ اپنی رائے سے کام کرے یا بحالت شرکت مطلقہ ہونے کے موافق قول امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بنا بر روایت صحیح کے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جملہ مال میں سے راس المال سے اپنے کھانے و کرایہ و ضروری خرچہ میں صرف کرے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت کی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ استحسان ہے یہ بدائع میں ہے۔ پھر اگر اُس نے نفع اُٹھایا تو نفقہ مذکور نفع میں سے محسوب ہوگا اور اگر نفع نہ پایا تو نفقہ راس المال میں سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اتنی دور گیا کہ وہاں سے اپنے گھر آ کر شب گذاری کرسکتا تھا تو اُس کا نفقہ مال شرکت سے محسوب نہ ہوگا یہ تہذیب میں ہے۔

فصل سوم ☆

شریک عنان کا مال شرکت میں اور دوسرے شریک کے عقد میں اور جو شریک کے عقد سے واجب ہو اُس میں تصرف کرنے کے اور متصلات کے بیان میں

دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ کسی کو خرید یا فروخت یا اجارہ لینے کے واسطے وکیل کرے اور دوسرے کو اختیار ہے کہ اس وکیل کو وکالت سے خارج کر دے اور اگر ایک نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ جن کے ہاتھ اُس نے ادھار فروخت کیا ہے اُن سے دام تقاضا کر کے وصول کر لائے تو دوسرے کو ایسے وکیل کے خارج کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

بیع کے اقالہ (پھر جانے) کی ایک صورت ☆

دونوں میں سے عاقد کو یہ اختیار ہے کہ جو مبیع اُس نے خریدی اُس پر قبضہ کر لے یا جو بیچی ہے اُس کے دام وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کرے یہ بدائع میں ہے اور ماسوائے اس کے جو تصرفات ہیں ان میں ہر شریک عنان مثل ایک شریک مفاوضت کے ہے کہ جو تصرفات ہر دو شریک مفاوضت میں سے ایک کرسکتا ہے وہی ہر شریک عنان کرسکتا ہے یہ محیط میں ہے مگر واضح رہے کہ جو تصرف دونوں میں سے ہر ایک کرسکتا تھا جب اُس تصرف سے اُس کے شریک نے اس کو منع کر دیا پھر اُس نے کیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسی واسطے اگر شریک نے اس کو دمیاط (نام شہر) سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ دمیاط تک جا پھر اُس نے مال لے کر دمیاط سے تجاوز کیا اور مال تلف ہو گیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر شریک کو اُدھار بیچنے کی اجازت دینے

کے بعد پھر اس کو ادھار بیچنے سے منع کر دیا تو بھی حصہ[1] شریک کا ضامن ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے اس بیع کا اقالہ[2] کر لیا تو اقالہ کرنا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع فروخت کی پھر بسبب عیب کے اس کو واپس دی گئی اور اُس نے بغیر حکم قاضی کے قبول کر لی تو دونوں پر واپسی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر بسبب عیب کے اُس نے ثمن میں سے کچھ گھٹایا یا ثمن دینے میں تاخیر و مہلت دے دی تو بھی دونوں پر جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے بغیر علت یا بغیر ایسے امر کے جس سے خوف کرتا ہو ثمن میں سے گھٹا دیا تو اُس کے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں جائز نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح اگر مشتری کو ثمن ہبہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی متاع میں عیب کا اقرار کر لیا تو اُس پر دوسرے شریک دونوں پر جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر علی العموم شرکت عنان کے دو شریک ہوں پس ایک نے دوسرے کو دس من گیہوں کی تجارتی شرکت کی بیع مسلم میں روپے دے تو صحیح نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بعوض ثمن حال[3] کے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے ثمن کے واسطے تاجیل دے دی یعنی مہلت دے دی کہ فلاں وقت معلوم پر ادا کرے تو مہلت دینا دونوں حصوں میں سے کسی میں جائز نہ ہوگا لاَ اس صورت میں کہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہہ دیا ہو کہ جو تیری رائے میں آئے اُس پر کام کر اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تاجیل و مہلت دینے والے کے حصہ میں جائز ہوگا دوسرے کے حصہ میں جائز نہ ہوگا اور اگر اُس شخص نے جو متولی عقد بیع ہوا اپنی مشتری کو مہلت دے دی تو بالاجماع دونوں کے حصوں میں جائز ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ مذکورہ میں تاخیر جائز نہ ہوگی ☆

اگر دونوں نے مجتمع ہو کر کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری کو تاخیر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تاخیر جائز نہ ہوگی نہ اُس کے حصہ میں اور نہ اُس کے شریک کے حصہ میں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں ناجائز ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک ہی نے عقد قرار دیا پھر اسی عاقد نے تاخیر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کا تاخیر دینا دونوں حصوں میں جائز ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ اُس کا تاخیر دینا بالاجماع جائز ہوگا جس صورت میں تاخیر صحیح ہوتی ہے وہاں تاخیر دینے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے دونوں کی تجارت میں قرضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو پورا قرضہ اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا بشرطیکہ اُس نے بذات خود متولی عقد ہونے کا اقرار کیا ہو مثلاً یوں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے ایک غلام اتنے درموں کا خریدا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے اس طرح اقرار کیا کہ ہم دونوں نے ایسا کیا تو اُس کے ذمہ نصف قرضہ لازم ہوگا اور اگر اُس نے یوں اقرار کیا کہ میرے شریک نے موجب قرضہ کو منعقد کیا ہے مثلاً یوں کہا ہے کہ میرے شریک نے فلاں سے ہزار درہم کو غلام خریدا ہے تو تمام نسخہ ہائے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارا قرضہ ایک مہینہ کی میعاد پر اُدھار ہے تو اُس کا اقرار اُس کے حصہ میں بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک نے قرض دار کو بری کر دیا تو اُس کے حصہ میں بری کرنا بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں کی تجارت کی مشترکہ باندی کی نسبت جو اُن میں سے ایک کے قبضہ میں ہے قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہے تو اُس کے شریک کے

---

[1] اگر اُدھار فروخت کرے گا ۱۲۔ [2] توڑ دینا اور واپس کر دینا ۱۲۔ [3] یعنی جن داموں کا فی الحال ادا کرنا واجب ہے بخلاف ادھار کے ۱۲۔

حصہ میں اُس کا اقرار جائز نہ ہوگا اور اُس کے حصہ میں جائز ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے ہم دونوں کی تجارت کے واسطے فلاں سے ہزار درہم قرض لیے ہیں تو یہ مال خاصتہً اُسی کے ذمہ لازم ہوگا کذا فی المحیط لیکن اگر اُس نے گواہ قائم کیے اور ثابت ہوا تو قرض دینے والا اس اقرار کنندہ سے لے لے گا پھر اقرار کنندہ اپنے شریک سے بقدر حصہ لے لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے پر قرضہ لینے کا اختیار دے دیا تو خاصتہً اُسی پر لازم ہوگا حتیٰ کہ قرض دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے لے لے اور اُس کو شریک سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات و محیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس عقد کا متولی دونوں میں سے ایک ہوا ہے اُس کے حقوق اُسی عاقد کی طرف راجع ہوں گے حتیٰ کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ ثمن میں سے کچھ وصول کر لے اور اسی طرح ہر قرضہ جو کسی شخص پر اُن دونوں میں سے ایک کے عقد کرنے سے لازم آیا تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ اس کو وصول کر لے اور قرض دار کو بھی روا ہے کہ شریک دیگر کو دینے سے انکار کرے جیسے وکیل بیع سے خریدنے والے کا حکم ہے کہ ایسے خریدنے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر اس مدیون نے شریک کو یہ قرضہ دے دیا حالانکہ دونوں میں سے ایک دوسرے کا وکیل یا جس کو دیا ہے وہ دوسرے کی طرف سے وکیل نہیں ہے تو قرض دار مذکور جو جس کو دیا ہے اُس کے حصہ سے بری ہو جائے گا اور جس نے اُس کے ساتھ اُدھار عقد کیا تھا اُس کے حصہ سے بری نہ ہوگا اور یہ بحکم استحسان ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے شرکتی تجارت کی کوئی چیز خریدی پھر اس میں عیب پایا تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ اس کو بسبب عیب کے بائع کو واپس کر دے یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے تجارت کی کوئی چیز کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے شریک کو واپس دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو اُدھار معاملہ ایک نے کیا یا فروخت کیا ہے اُس میں دوسرا مخاصمہ[1] کرے بلکہ خصومت کرنے والا وہی ہوگا جس نے معاملہ کیا ہے اور نیز اگر نالش کی جائے تو اُسی پر ہوگی جس نے معاملہ کیا ہے اور جس نے معاملہ نہیں کیا ہے اُس پر اُس میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے اور اس معاملہ میں اس پر گواہ بھی نہ سنے جائیں گے اور نہ اس سے قسم لی جائے گی بلکہ وہ اور اجنبی اس میں یکساں ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے کوئی چیز اجارہ پر لی تو اجارہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے شریک سے اُجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر مستاجر نے مال شرکت سے اجرت ادا کی تو اُس کا شریک اُس سے اُس کا نصف[2] واپس لے گا بشرطیکہ اُس نے اپنی ذاتی حاجت کے واسطے اجارہ پر لی ہو اور اگر دونوں میں شرکت خاص کسی چیز میں شرکت ملک ہو تو دوسرا شریک اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اس طرح اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں ہے سے تو اُجرت خاصتہً اُسی کی ہوگی ☆

دو شخصوں نے کسی تجارت میں شرکت عنان قرار دی بدین شرط کہ ہم دونوں نقد و اُدھار خرید و فروخت کریں پھر دونوں میں سے ایک نے سوائے اُس چیز تجارت کے دوسری خریدی تو وہ خاصتہً اُسی کی ہوگی اور اگر اس نوع تجارت کی چیز ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کی بیع یا خرید خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو اُس کے شریک پر نافذ ہوگی لیکن اگر دونوں میں سے کسی نے کیلی یا وزنی یا نقد کے عوض اُدھار خریدی اور

---

[1] باہم خصومت و جھگڑا کرنا ۱۲۔ [2] اگر شرکت مساوی ہو ۱۲۔

حال یہ ہے کہ اس جنس کا مال شرکت اُس کے پاس موجود ہے تو اُس کی خریداری شرکت پر جائز ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اُس کی خرید اُس کی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر اُس کے پاس نقد میں درہم موجود ہیں اور اُس نے دیناروں سے اُدھار خریدی تو قیاساً وہ اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا مگر استحساناً شرکت پر خرید جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہے تو اُجرت دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر ایسے کام میں دیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے یا اپنا ذاتی غلام اجارہ پر دیا تو اُجرت خاصۃً اُسی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے مضاربت پر مال لیا تو نفع خاص اُسی کا ہوگا چنانچہ کتاب میں اسی طرح علی الاطلاق مذکور ہے مگر اس میں تفصیل ہے کہ اگر اُس نے مال مضاربت ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے تو نفع خاصۃً اُسی کا ہوگا اور اگر مال مضاربت کو ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہے آیا شریک کے غائب ہونے کی حالت میں مطلقاً لیا تو نفع دونوں کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے ان رقیقوں میں شریک کیا جن کو میں اس سال خریدوں گا پھر اُس نے اپنے کفارۂ ظہار یا اس کے مانند کے واسطے کوئی بردہ خریدنا چاہا اور وقت خرید کے گواہ کر لیے کہ میں اس کو اپنی ہی ذات کے واسطے خریدتا ہوں تو جائز نہ ہوگا اور شریک کے واسطے اُس کا نصف ہوگا اس صورت میں کہ شریک نے اس کے واسطے ایسی اجازت دے دی ہو اور اسی طرح اگر دوسرے سے طعام کی بابت کہا کہ جو میں خریدوں اس میں میں نے تجھے شریک کیا پھر اپنی ذات کے واسطے اناج خریدا تو اس میں بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور جو کچھ دونوں میں سے کسی کو دونوں کی شرکت کے علاوہ میں لاحق ہو وہ خاصۃً اُسی پر ہوگی اور علی ہذا اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے پر سوائے معاملہ شرکتی کے اور معاملہ میں گواہی دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور منتقی میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دو شخص بشرکت عنان شریک ہوں کہ ان کا راس المال مساوی ہو اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے پر دوسرے کی اجازت سے عمل کرتا ہو اور تنہا اُس کی خرید و فروخت اُس پر اور اس کے شریک پر جائز ہو پس ایسے دونوں شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ متاع فروخت کیا اور اس پر گواہ کر لئے تو بیع مذکور اس کے اور اس کے شریک کے حصہ سے ہوگی اور اسی طرح اگر اپنے شریک کا حصہ بیچا اور اس پر گواہ کیے تو بھی دونوں کے حصہ سے بیع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

جو مال شرکت دونوں میں سے ایک کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا تو اُس پر اُس کے شریک کے حصہ کی ضمان ہوگی اور جو مال اُس کے قبضہ میں تلف ہوا ہے اس میں قسم سے ہبہ کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی کی کوئی چیز غصب کر لی یا اُس کا مال تلف کر دیا تو اُس کے تاوان میں اُس کا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز بطریق بیع فاسد خریدی اور وہ اُس کے قبضہ میں تلف ہو گئی تو قیمت کا ضامن ہوگا مگر اپنے شریک سے بقدر اس کے حصہ کے واپس لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک مر گیا اور مال اُسی کے قبضہ میں تھا اور اُس نے بیان و اظہار نہیں کیا تو ضامن ہو گیا کہ اُس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک شریک عنان نے کسی سے کوئی جانور اپنا ذاتی اناج لادنے کے واسطے مستعار لیا تھا کہ اُس کے شریک نے اس جانور پر اپنا اناج مثل اس کے یا اُس سے ہلکا اناج لادا اور وہ مر گیا تو شریک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے تجارتی شرکت کا اناج لادنے کے واسطے کسی سے جانور مستعار لیا پھر اس جانور پر اُس کے شریک نے باہمی تجارت کا اناج مثل اس کے جتنے کو[1] مستعیر نے کہا ہے یا اس سے ہلکا لادا اور جانور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ

---

[1] کسی سے کچھ عاریت لینے والا ۱۲۔

مستعار لینے کی صورت میں جب عاریت کی منفعت مخصوص دونوں میں سے ایک ہی کی طرف راجع ہو تو عاریت مخصوص اسی سے قرار دی جائے گی جس نے مستعار لیا ہے اور جب عاریت کی منفعت دونوں کی طرف راجع ہو تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا معیر نے دونوں کو عاریت دی ہے یہ محیط میں ہے۔ ہر دو شریک عنان نے چند طرح کی متاع دونوں نے خریدیں پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرکت میں کام نہیں کروں گا اور غائب ہو گیا یعنی چلا گیا پھر دوسرے نے اس متاع کی تجارت کی تو جو کچھ جمع ہوا وہ سب اسی تجارت کنندہ کا ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باب چہارم:

شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان میں

شرکت وجوہ اُس کو کہتے ہیں کہ دو شخص باہم شرکت کر لیں حالانکہ دونوں کے پاس مال نہیں ہے لیکن لوگوں میں ان کی وجاہت ہے پس دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے شرکت کی بدین شرط کہ ہم دونوں اُدھار خریدیں اور نقد فروخت کریں اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ عزوجل ہم کو اس میں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں میں اس[1] شرط سے ہوگا یہ بدائع و مضمرات میں ہے اور یہ شرکت مذکورہ مفاوضت ہو گی بایں طور کہ دونوں کفالت کی اہلیت رکھتے ہوں اور جو چیز خریدی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک پر اُس کا نصف ثمن واجب ہوگا اور نفع میں دونوں مساوی مشترک ہوں گے خواہ دونوں مفاوضت کا لفظ ذکر کریں یا دونوں اس کے مقتضیات ذکر کریں پس ثمنوں و مبیعوں میں وکالت و کفالت تحقق ہو جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی گئی تو شرکت عنان ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر علی الاطلاق رکھی گئی یعنی مطلق شرکت تو بھی عنان ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایسے دونوں شریکوں سے شرکت عنان باوجود اشتراط تفاضل[2] کے ملک خرید کردہ میں جائز ہوگی اور چاہیے کہ ایسی شرکت میں دونوں نفع کو بقدر خرید کردہ چیز کی ملک مشروط کی شرط کر دیں یعنی جس قدر خرید کردہ میں ہر ایک کی ملک شرط ہے اس حساب سے نفع مشروط ہو حتیٰ کہ اگر خرید کردہ چیز میں ملک کی بیشی کے ساتھ مشروط کی اور نفع میں مساوات شرط کی یا اس کے برعکس کیا تو یہ شرط باطل ہوگی اور نفع دونوں میں اسی مقدار پر مشروط ہوگا جو انہوں نے خرید کردہ کی ملک میں شرط لگائی ہے یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے اپنے مالوں و وجوہ سے شرکت عنان قرار دی پھر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع خریدی پس جس شریک نے نہیں خریدی ہے اُس نے کہا کہ یہ متاع ہم دونوں کی شرکت کی ہے اور مشتری نے کہا کہ یہ میری ہی ہے اور میں نے اس کو اپنے مال سے اپنی ذات کے واسطے خریدا ہے پس اگر بعد شرکت واقع ہونے کے مشتری اپنی ذات کے واسطے خریدنے کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ دونوں کے درمیان شرکت پر ہوگی بشرطیکہ متاع مذکور دونوں کی تجارت کی جنس سے ہو اگر وہ قبل شرکت کے اپنے واسطے خریدنے کا مدعی ہو اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بلکہ تو نے بعد عقد شرکت واقع ہونے کے خریدی ہے تو دیکھا جائے کہ اگر تاریخ شرکت اور تاریخ خرید معلوم ہو اور تاریخ خرید قبل تاریخ شرکت کے ہو تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی شرکت کی نہیں ہے اور اگر تاریخ شرکت مقدم ہو تو وہ شرکت پر ہوگی اور اگر تاریخ خرید معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے کی خرید ہے اور تاریخ شرکت معلوم نہ ہوئی تو وہ مخصوص مشتری کی ہوگی اور اگر تاریخ شرکت معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے واقع ہوئی اور تاریخ خرید بالکل معلوم نہ ہوئی تو وہ شرکت پر ہوگی اور اگر شرکت و خرید دونوں میں سے کسی کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی شرکت کی نہیں

---

[1] یعنی کوئی خاص شرط بیان کر دی ہے ۱۲۔ [2] یعنی خریدی چیز میں مثلاً ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی مشروط ہو ۱۲۔

ہے اس واسطے کہ جب دونوں کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ دونوں معاً واقع ہوئی ہیں اور اگر دونوں معاً واقع ہوتیں تو خریدی چیز شرکت پر نہ ہوتی پس ایسا ہی یہاں ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے ایک متاع خریدی پس تجھ پر نصف ثمن واجب ہوا اور اُس کے شریک نے تکذیب کی پس اگر متاع مذکور قائم ہو تو قول مدعی کا مقبول ہوگا اور اگر موجود نہ رہی تو اُس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر اس کے شریک نے اقرار کیا کہ اس نے خریدی مگر قبضہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر اُس کے شریک سے اُس کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اس نے خریدی اور قبضہ کیا تو اُس کا قول قبول ہوگا مگر تلف ہو جانے پر اُس سے قسم لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے چاہا کہ شرکت مفاوضہ قرار دیں اور حال یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک کے پاس مکان و خادم یا عروض ہے اور دوسرے کے پاس کچھ نہیں ہے پس دونوں نے شرکت مفاوضہ اس طرح قرار دی کہ مفاوضت پر دونوں اپنے وجوہ سے کام کرتے تھے اور جو عروض کہ دونوں میں سے ایک کے واسطے ہیں اس کا اپنی شرکت میں کچھ بیان نہیں کیا تو شرکت جائز ہوگی اور شرکت مفاوضہ[1] ہوگی اور عروض مذکورہ مخصوص اپنے مالک کے ہوں گے اور یہ شرکت وجوہ ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک کے واسطے سونے کے پترے سکہ کے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور رہی شرکت اعمال تو جیسے دو درزی ہوں یا دو سونار ہوں یا ایک درزی اور دوسرا سونار ہو یا موچی ہو کہ دونوں بغیر مال کے شرکت کریں اس شرط پر کہ دونوں شریک لوگوں سے کام لیں گے پھر کمائی دونوں میں مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔

اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ کام قبول کرنے میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہوگا اور قبول اعمال کی توکیل جائز ہے خواہ وکیل اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہو یا نہ دے سکتا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ پھر یہ شرکت کبھی مفاوضت ہوتی اور کبھی عنان ہوتی ہے چنانچہ اگر شرکت میں لفظ مفاوضت کا یا معنی مفاوضت کے بیان کیے بایں طور کہ دو سناروں نے شرکت اس شرط سے کی کہ دونوں اعمال کو قبول کریں اور دونوں کے دونوں ان اعمال میں یکساں ضامن ہوں اور نفع اور گھٹی میں دونوں مساوی ہوں اور بسبب شرکت کے جو کچھ دونوں میں سے کسی پر لاحق (۱) ہو اُس کا دوسرا کفیل ہو تو یہ مفاوضت ہے اور اگر کام اور اجرت میں باہم کمی بیشی شرط کی بایں طور کہ دونوں نے کہا کہ اس ایک پر دو تہائی کام اور اس دوسرے پر ایک تہائی کام ہے اور اجرت اور گھٹی بھی دونوں پر اسی حساب سے ہے تو یہ شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر صریح لفظ عنان ذکر کر دیا تو بھی شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر شرکت کو مطلق رکھا تو بھی شرکت عنان ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر دونوں نے مفاوضت نہ کی لیکن مطلق شرکت قرار دی تو بعض احکام کے حق میں شرکت عنان رکھی جائے گی چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک نے صابون یا اشنان وغیرہ کہ جو تلف ہو چکے ہیں اُن کے ثمن کا اپنے اوپر اقرار کیا یا کسی اور کام نقلہ کے یا کسی مزدور کی مزدوری کا یا کرایہ مکان کا جس کی مدت گذر چکی ہے اقرار کیا تو وہ اپنے شریک کے حق میں تصدیق نہ کیا جائے گا لا بگواہی اور بدون گواہی کے خاصتاً اُسی پر لازم ہوگا اور بعض احکام میں مفاوضت، اعتبار کی جائے گی چنانچہ اگر کسی شخص نے ان میں سے ایک کو یا دونوں کو کوئی کام دیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کام کی اُجرت کا مطالبہ کرے اور اُس نے دونوں میں سے جس کو دے دی اُجرت سے بری ہو جائے گا اور دونوں میں سے جس پر کام کی ضمان واجب ہوئی اُس کو[2] اختیار ہوگا کہ دوسرے شریک سے اُس کا مطالبہ کرے پس یہ شرکت ان احکام کے حق میں استحساناً

---

[1] جس شرکت میں برابری ہو ۱۲۔ [2] صاحب حق کو ۱۲۔

(۱) ان پر بطریق تعیین ۱۲۔

مفاوضہ اعتبار کی گئی اگر چہ سوائے اس وجہ کے اور صورت میں ظاہر الروایۃ کے موافق مفاوضۃ نہیں اعتبار کی گئی ہے ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی وہ صورت جس میں اگر دونوں میں سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی ☆

اگر دونوں میں سے ایک کے ہاتھ سے کام میں چیز کو نقصان پہنچا تو اُس کا تاوان دونوں پر واجب ہوگا بدین طریق کہ صاحب عمل کو اختیار ہے کہ اس تمام ضمان کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہے اور ہر گاہ یہ شرکت عنان ہو تو اُس ضمان کے واسطے وہی ماخوذ ہوگا کہ جس نے سبب ضمان کیا ہے نہ اُس کا شریک بوجہ قضیہ[1] وکالت کے اور عدم کفالت کے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان ہو اور اگر حال تقبیل اعمال میں باہم نفع میں کمی بیشی شرط کر لی تو جائز ہے اگر دونوں میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ کام کرنے والا ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک شریک بیمار ہو گیا یا سفر کو گیا یا بے کار اوقات گذارے اور دوسرے نے کام کیا تو اُجرت دونوں میں مساوی ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کو کام لینے والے سے مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور وہ جس کو دے دے گا بری ہو جائے گا اگر چہ دونوں کی شرکت بمفاوضہ نہ ہو اور یہ استحسان ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح جو کام سفر کرنے والے نے کیا اس کی اجرت کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے جو کام قبول کیا ہے اس کا کرنا دونوں پر واجب ہے پس جب تنہا ایک نے یہ کام کر دیا تو دوسرے کے واسطے مددگار رہا یہ سراج وہاج میں ہے۔ باپ اور بیٹا ایک ہی صنعت کا کام انجام دیا کرتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کا مال نہیں ہے تو پوری کمائی باپ کی ہوگی جب کہ بیٹا اُس کے عیال میں سے ہو اس واسطے کہ بیٹا اُس کا معین ہوا آیا تو نہیں دیکھتا ہے اگر بیٹے نے درخت جمایا تو وہ باپ کا ہوتا ہے اور اسی طرح بیوی و مرد میں ہے کہ اگر دونوں کے پاس مال نہ تھا پھر دونوں کی کوشش و کام سے بہت مال جمع ہو گیا تو یہ شوہر کا ہوگا اور بیوی اُس کی معینہ ہوگی لیکن اگر عورت کا کام و کمائی علیحدہ ہو تو وہ اُسی کا ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور بیوی نے جس قدر شوہر کی روئی کاتی اور شوہر مذکور اُس کا کپڑا بنتا ہے وہ بالا جماع شوہر کا ہوگا یہ فتاویٰ عمادیہ میں ہے اور اگر دونوں نے کام برابر شرط کیا اور مال تین تہائی تو استحسانا جائز ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور یہی تبیین و ہدایہ و کافی میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر دونوں نے باہم ایک کے واسطے زیادہ نفع کی شرط کی حالانکہ کام اُس کے ذمہ کم ہے تو اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ نہر الفائق و ظہیریہ میں ہے اور اگر دونوں نے شرکت کی اور کمائی باہم اپنے درمیان تین تہائی شرط کر لی اور کام کو بیان نہ کیا تو یہ جائز ہے اور کمائی کی کمی بیشی کی تصریح کر دینا یہی کام کی کمی بیشی کے واسطے بیان ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور رہی وضیعت (نقصان) سو دونوں کے درمیان ضمان ہی کے قدر پر ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ دونوں قبول کر لیں پس اُس کا دو تہائی کام دونوں میں سے خاص اُس پر اور ایک تہائی اس دوسرے پر ہوگا اور وضیعت دونوں پر نصفا نصف ہوگی تو شرکت عمل دونوں کی شرط کے موافق ہوگی مگر شرط وضیعت باطل ہے اور وضیعت اُسی حساب سے ہوگی جس قدر دونوں نے قبول کام میں شرط کی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک نے اپنا کپڑا ایک درزی کو دیا کہ اُس کو سی دے اور اُس درزی کا درزی گری میں ایک شریک مفاوض ہے۔ تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جب تک دونوں میں

---

[1] قال المترجم توضیح مقام آنکہ زید و عمرو میں سے زید کو خالد نے کام دیا اور شرکت عنان ہے اور عمرو نے کام کیا اور نقصان کر دیا تو ضامن عمرو ہوگا بسبب اس کے کہ وکالت طرفین سے ہے اور دوسرے سے مطالبہ نہ ہوگا بدیں وجہ کہ کفالت کسی طرح سے بھی نہیں ہے ۱۲۔

مفاوضت باقی ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کام کا مطالبہ کرے اور جب دونوں جُدا ہو گئے یا وہ مر گیا جس نے کپڑا لیا تھا تو دوسرے کام کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا کذا فی المبسوط بخلاف اس کے اگر کپڑے کے مالک نے اُس پر یہ شرط نہ کی ہو کہ خود سی دے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو دوسرا شریک اُس کے سینے کے واسطے ماخوذ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور نوادر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ اگر دونوں میں صبح ایک پر ایک شخص نے ایک کپڑے کا جو دونوں کے پاس ہے دعویٰ کیا پس ایک نے دونوں میں سے اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اُس کا اقرار اُس کے شریک پر بھی جائز ہوگا اور کپڑا دے کر اُجرت لے لے گا یہ استحسان ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر کپڑے میں شگاف ہو کہ جس کی نسبت دونوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ یہ ہماری کُندی[1] کرنے کی وجہ سے ہے اور دوسرے نے سرے سے طالب کے واسطے کپڑا اسی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کپڑا ہمارا ہے تو اقرار کرنے والے کے اقرار کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ اگر وہ طالب مذکور کے لیے اقرار کرتا کہ یہ کپڑا اُس کا ہے تو تصدیق کی جاتی اور اگر اقرار کرنے والے نے بعد انکار اوّل کے جو ذکر کیا گیا ہے کسی دوسرے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ کپڑا اس کا ہے تو دوسرے کے واسطے اُس کا اقرار طالب اوّل کے واسطے کپڑے کا اقرار ہوگا اور کپڑے کے حق میں دوسرے کے واسطے اُس کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی مگر اپنی ذات پر تاوان کے حق میں اُس کی تصدیق کی جائے گی یعنی دوسرے مدعی کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اس میں سے کچھ اپنے شریک سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے یا ایک نے کسی تلف شدہ کپڑے کی نسبت کسی شخص کے واسطے اقرار کیا کہ اُس کا کپڑا تھا کہ ہم دونوں کے فعل سے تلف ہوا ہے اور دوسرا اُس سے منکر ہے تو ضمان خاصۃً اسی مقر پر واجب ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے ثمن صابون یا اشنان تلف شدہ کے قرضہ ہونے کا یا مزدور کی اُجرت یا اجارہ مکان کی اُجرت جن کی مدت گذر چکی ہے قرضہ ہونے کا اقرار کیا تو بدوں گواہوں کے اُس کے اقرار کی تصدیق اُس کے شریک کے حق میں نہ کی جائے گی یہ ضمان خاصۃً اسی پر واجب ہوگی اور اگر اجارہ گذرا نہ ہوا اور مبیع تلف نہ ہوئی ہو تو یہ دونوں پر لازم ہوگا اور اُس کا اقرار اُس کے شریک پر بھی نافذ ہوگا لا اس صورت میں کہ شریک مذکور یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں بغیر خرید کے ہماری تھیں تو قول[2] اُسی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دو پیکوں نے حاجیوں کی کتابیں منتقل کرلانے میں اس شرط سے شرکت کی جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو اس میں روزی کرے وہ ہم دونوں میں مساوی مشترک ہو تو ایسی شرکت جائز ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر دو معلموں نے لڑکوں کو حفظ کرانے یا تحریر سکھلانے یا قرآن پڑھانے میں شرکت کی تو صدر شہید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی طرح اگر فقہ سکھلانے میں شرکت کی تو بھی جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دونوں نے ایسے کام میں شرکت کی جو حرام ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور دلالوں کی شرکت کار دلالی میں اور جو لوگ مجلس و تعزیتوں میں زمزمہ سے پڑھا کرتے ہیں ان کی شرکت نہیں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے اس واسطے کہ یہ فعل ناجائز ہے ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر تین شخصوں نے جو ناپنے کا کام کرتے ہیں باہم اس شرط پر شرکت کی کہ لوگوں سے اناج ناپنے کا کام قبول کریں اور ناپیں پس جو کچھ ان کو حاصل ہو وہ ان میں مساوی مشترک ہو پھر اُنہوں نے اُجرت معلومہ پر اناج ناپنے کے واسطے قبول کیا پھر اُن میں سے ایک مریض ہو کر بیکار ہو گیا اور باقی دونوں نے کام کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُجرت مذکورہ ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت ان میں سے ایک بیمار ہوا ہے باقی دونوں نے اس کا کام کر دینے کو گوارا نہ کیا پس اس کی حضوری میں دونوں نے شرکت توڑ دی یا دونوں نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم نے شرکت توڑ دی پھر دونوں نے پورا اناج ناپ دیا تو دونوں کو اُجرت[3] مسمّی سے دو تہائی ملے گی اور باقی تہائی کے واسطے ان کو

---

[1] ظاہراً اس ملک میں یہ رواج ہوگا کہ درزی ایسا کرتا ہوگا جیسے یہاں لوہا پھیر دیتا ہے ۱۲۔ [2] اور دوسرا جو اقرار کرتا ہے گواہ لا دے تاکہ تنہا ضمان سے بری ہو ۱۲۔

[3] یعنی جو کچھ مزدوری قرارداد ہو چکا وہی ملے گا ۱۲۔

کچھ اجرت نہ ملے گی اور وہ اُس کے ناپنے میں متطوع یعنی مفت احسان کرنے والے ہوں گے اور جو کچھ اُجرت دونوں نے پائی ہے اس میں تیسرا شریک نہ ہوگا اور اسی طرح اگر تین شخصوں نے جو باہم شرکت پر نہیں ہیں کسی شخص سے ایک کام بعوض کچھ اُجرت معلومہ کے قبول کیا پھر ان میں سے ایک نے تنہا یہ کام پورا کر دیا تو اس کو تہائی اجرت ملے گی اور دو تہائی باقی میں وہ متطوع ہوا اس جہت سے کہ کام لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان میں سے ایک ہی سے پورے کام کا مواخذہ کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

خیاط اور اُس کے شاگرد دونوں نے سلائی میں اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کر دے اور شاگرد سیا کرے اور اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہو ☆

تین نفروں نے جنہوں نے باہم شرکت تقبل نہیں قرار دی ہے کسی سے کچھ کام لیا پھر ان میں سے ایک ہی نے آ کر یہ پورا کام انجام دے دیا اُس کو تہائی اُجرت ملے گی اور باقی دونوں کے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ خیاط اور اُس کے شاگرد دونوں نے سلائی میں اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کر دے اور شاگرد سیا کرے اور اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہو یا دو جولاہوں نے اس شرط سے کہ ایک تانا بانا درست کر دیا کرے اور دوسرا بُن دیا کرے تو چاہیے کہ یہ شرکت صحیح ہو جیسے درزی انگریز کی شرکت صحیح ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر کسی کاریگر نے اپنی دکان پر ایک شخص کو بٹھلایا کہ آدھے پر اس کو کام دیتا ہے تو استحسانا جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ اگر شاگرد نے کام لیا تو جائز ہے اور اگر صاحب دکان نے کام کیا تو جائز ہے حتیٰ کہ اگر دکان والے نے یوں کہا کہ قبول میں ہی کیا کروں گا اور تو قبول مت کر اور میں تجھے کام دیا کروں گا کہ آدھے پر کام کر دینا تو یہ نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب پنجم:

شرکت فاسد کے بیان میں

شرکت فاسدہ وہ ہے کہ جس میں شرائط صحت میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے۔ یہ بدائع میں ہے۔ جلانے کی لکڑیاں لانے اور شکار کر لانے اور پانی لانے میں شرکت کرنا نہیں جائز ہے کذا فی الکافی اور اسی طرح خشک گھاس لانے میں اور گداگری کرنے میں بھی شرکت نہیں جائز ہے اور جو کچھ دونوں میں سے ایک نے شکار کیا یا لکڑیاں جمع کر کے لایا یا گداگری سے پایا وہ اُسی کا ہوگا دوسرے کی اُس میں کچھ شرکت نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ایسی چیز میں جو شرعاً مباح ہے مثل ہری گھاس لانے یا پہاڑوں سے انجیر و اخروٹ و پستہ وغیرہ پھل لانے میں بھی شرکت نہیں روا ہے اور اسی طرح مباح زمین سے مٹی لانے اور اُس کے فروخت کرنے یا گچ یا نمک یا برف یا سرمہ یا جاہلیت کے دفینہ[1] وغیرہ میں شرکت نہیں جائز ہے جب کہ یہ چیزیں بطور مباح ہوں اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے شرکت کی کہ غیر مملوک مٹی سے عمارت بنا دیں یا پختہ اینٹیں پکا دیں تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مٹی یا چونا وغیرہ کسی کی مملوک ہو اور دو آدمیوں نے شرکت کی اس قرارداد پر کہ دونوں خرید کر پکا کر کہ اس کو فروخت کریں تو جائز ہے اور یہ شرکت وجوہ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

مباحات میں سے جو جس کے ہاتھ آ گئی ہے وہ اسی کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں نے ساتھ ہی اس کو لیا تو دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک نے لی اور دوسرے نے کچھ کام نہ کیا تو سب کام کرنے والے کی ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر دوسرے نے اس کو کسی چیز کے لینے میں مدد دی تو مددگار کو اُس کا اجر المثل ملے گا مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس چیز کے

---

[1] ظاہر امراد یہ ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کو دفینہ جاہلیت ملے تو وہ ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے ۱۲۔

نصف ثمن سے تجاوز نہ کرے گا اور امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاں تک پہنچے پورا اجر المثل ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر جال وغیرہ مانند پھیلانے اور قائم کرنے میں مدد کی مگر جال میں ایسا کوئی جانور نہ ملا جس کی کچھ قیمت ہو تو مددگار کو بلا خلاف اجر المثل ملے گا چاہے جس قدر ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر دونوں نے اپنے لیے ہوئے کو خلط کر دیا تو جس قرارداد پر دونوں متفق ہوئے اسی پر یہ مخلوط ہوگا اور اگر دونوں کسی پر متفق نہیں ہوئے تو ایک نصف تک میں ہر ایک کا قول اپنے ساتھی کے دعویٰ پر قسم کھانے کے ساتھ قبول ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر دونوں نے اُس کو خلط کر کے دونوں نے اُس کو فروخت کر دیا پس اگر یہ چیز ناپی یا تولی جاتی ہو تو جس قدر ہر ایک کا حصہ کیل یا وزن سے تھا اُسی حساب سے ثمن دونوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اگر یہ چیز قیمتی ہو یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہوا کرتی ہے اور مثلی نہیں ہے تو جس قدر ہر ایک کے حصہ کی قیمت تھی اسی حساب سے ثمن تقسیم ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر پیمانہ یا وزن یا قیمت معلوم نہ ہوئی تو اس چیز کے نصف تک میں ہر ایک کا قول جس قدر وہ دعویٰ کرتا ہے مع قسم کے اپنے ساتھی کے دعویٰ کو قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر ہر ایک کے کتے نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جس کے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا ☆

نصف سے زائد میں دعویٰ شریک پر قسم کے ساتھ بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا الا آنکہ اپنے دعویٰ پر گواہ لادے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دونوں[1] نے شکار کرنے میں باہم شرکت کی اور دونوں کا ایک ہی کتا ہے کہ اُس کو دونوں نے چھوڑا یا جال ہے جس کو دونوں نے اُس کو پھیلایا تو اس کا شکار دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کتا فقط ایک ہی کا ہو اور وہ اُس کے قبضہ میں ہو پھر اُس کو دونوں نے رہا کیا تو جو شکار اس کتے نے پکڑا وہ کتے کے مالک کا ہوگا لیکن اگر کتے کے مالک نے اپنے کتے کی منفعت دوسرے کے واسطے کر دی ہو یعنی عاریت دیا ہو پس کتے نے شکار کیا تو پورا شکار اُس کا ہوگا جس کو عاریت دیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ہر ایک کا ایک ایک کتا ہو اور ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور دونوں کتوں نے ایک شکار پکڑا تو یہ شکار دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اگر ہر ایک کے کتے نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جس کے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر ایک کے کتے نے ایک شکار پکڑا اور اس کو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کے کتے نے آ کر اس کتے کی مدد کی تو شکار اس کا ہوگا جس کے کتے نے اوّل گھائل کر دیا ہے اور اگر اوّل کتے نے گھائل نہ کیا ہو یہاں تک کہ دوسرا کتا پہنچا اور دونوں نے شکار کو گھائل کیا تو دونوں میں نصفا نصف ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو آدمیوں نے شرکت کی اور ایک کے پاس بیل یا خچر ہے اور دوسرے کے پاس پکھال ہے بدین قرارداد کہ اس پکھال میں بھر کر اس بیل پر لاد کر پانی لادیں اور جو کمائی ہو وہ دونوں میں مشترک ہو تو شرکت صحیح ہوگی اور کمائی کل اسی کی ہوگی جو پانی لایا ہے اور اس پر واجب ہوگا کہ ایسے پکھال کی جو اجرت ہوتی ہے وہ پکھال والے کو دے بشرطیکہ پانی لانے والا وہ ہو جو بیل کا مالک ہے اور اگر پکھال والا پانی لایا اور یہ کام کیا ہے تو اس پر واجب ہوگا کہ بیل والے کو بیل کا اجر المثل دے[2] یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایک کے پاس خچر اور دوسرے کے پاس اونٹ ہے اور دونوں نے باہم شرکت کی بدیں شرط کہ دونوں کو اجارہ پر دیں اور جو کچھ اُجرت آئے وہ دونوں میں مشترک ہو تو نہیں صحیح ہے اور اگر دونوں کو اجارہ پر دے دیا تو یہ مال اجارہ دونوں میں خچر کے اجر المثل و اونٹ کے اجر المثل کے حساب سے

---

[1] قال المترجم یہ بظاہر شرکت ہے ورنہ در حقیقت جو شرکت کہ صید کرنے میں ناجائز بتلاتی ہے وہ نہیں ہے کیونکہ دونوں نے یہ کام کیا اور ہاں ہر ایک تنہا کرے جس میں دوسرا شریک ہو فافہم ۱۲۔ [2] اصل میں خچر مذکور ہے مگر مترجم نے بیل کا لفظ کر دیا بسبب رواج ملک اور فہم عوام کے ۱۲۔

دونوں پر تقسیم کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر فقط خچر کو اجرت پر دیا تو پوری اُجرت خچر والے کی ہوگی اونٹ والے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر دوسرے نے اجارہ دہندہ کی لادنے اور منتقل کرنے میں مدد کی تو جس نے مدد کی ہے اس کو اُس کا اجرالمثل ملے گا مگر نصف مقدار اجرت سے جو قرار پائی ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ نہ دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجرالمثل چاہے جس مقدار تک پہنچے دیا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر دونوں نے جانور کے ساتھ اپنا کام کرنا مثل اس کو ہانکنے و لادنے وغیرہ کے شرط کیا تو تمام اُجرت مذکورہ دونوں کے جانوروں کے اجرالمثل اور خود دونوں کے اجرالمثل پر تقسیم کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم میں ایک مثال ذکر کرتا ہوں اس جنس کے مسائل کی تقسیم قیاس کرنی چاہیے زید کا خچر بکر کا اونٹ دونوں نے شرکت فاسدہ پر بشرائط مذکورہ بالا کے (۱۰۲) روپیہ کو اجارہ پر دیا اور کام اپنے اپنے ذمہ شرط کیا پس زید نے لادا بکر نے ہانکا اور کام پورا کیا اور اجرت مذکورہ حاصل کی تو نصفا نصف موافق شرکت کے نہ ہوگی اس واسطے کہ شرکت فاسدہ ہے پس خچر کے اجرالمثل اونٹ کے اجرالمثل زید کے کام کے اجرالمثل بکر کے کام کے اجرالمثل پر تقسیم ہوگی پس فرض کرو کہ ایسے خچر کی مزدوری اتنی دور تک دو من بار پہنچانے کی (۸) روپیہ ہے اور اونٹ کی بدیں نظر (۱۰) روپیہ ہے اور زید نے جیسا کام کیا ہے اُس کی مزدوری (۶) روپیہ ہوا کرتی ہے اور بکر نے جیسا کام کیا ہے اُس کی مزدوری (۱۰) روپیہ ہوتی ہے پس زید کے جانور کا اور اُس کا اجرالمثل ملا کر (۱۴) روپیہ اور بکر کے جانور کے اور اُس کے اجرالمثل کا مجموعہ (۲۰) ہوئے کہ تمام مجموعہ (۳۴) ہوا پس اگر اُجرت کل (۳۴) ہوئی تو زید کو (۱۴) اور بکر کو (۲۰) ملتے چونکہ اجرت کل (۱۰۲) روپیہ ہے لہٰذا زید کے (۴۲) ہوئے اور بکر کے (۶۰) ہوئے فافہم اور اگر دونوں نے کچھ بار معلومہ کا با اجرت معلومہ کسی مقام پر پہنچانا قبول کیا اور خچر و اونٹ کو اجارہ پر نہیں دیا پھر دونوں نے اُسی خچر و اونٹ پر لاد کر پہنچایا جن کی طرف عقد شرکت کو مضاف کیا ہے تو اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہوگی اس واسطے کہ وجوب اُجرت کا سبب اس مقام پر بار مذکور پہنچانے کا قبول کرتا ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں چنانچہ اگر بار پہنچانا قبول کر کے اپنی اپنی گردنوں پر لاد کر پہنچاتے تو اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہوتی اور مضمون پر مقدار اجرالمثل نہ ہوتی پس ایسا ہی اس مقام پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو آدمیوں میں سے ایک کے پاس جانور بار برداری اور دوسرے کے پاس اُس کا پالان اور گون ہے اور دونوں نے اس شرط سے شرکت قرار دی کہ دونوں اس جانور کو اجارہ پر دیں بدیں شرط کہ مزدوری دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہے یہ مبسوط میں ہے۔ پھر اگر جانور مذکور کسی مقام تک اناج پہنچانے کے واسطے اجارہ دیا پھر انہیں ادوات[1] کے ذریعہ سے دونوں نے اناج مذکور وہاں پہنچایا تو پوری اجرت مالک جانور کی ہوگی اور جانور کے اجرالمثل و پالان و گون کے اجرالمثل پر تقسیم نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس شرط سے شرکت کی کہ دونوں اناج پہنچانے کی مزدوری قبول کریں بدیں شرط کہ یہ اپنے ادوات سے کام کرے اور وہ اپنے ادوات سے کام کرے تو اس میں یہ اُجرت دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اُس کے جانور اور دوسرے کی اکاف و گون کے واسطے کچھ اُجرت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اپنا جانور ایک شخص کو دیا تا کہ وہ اجارہ پر دیا کرے بدیں شرط کہ اُجرت دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسد ہے پس اگر اس شرکت پر اُس نے جانور کو کرایہ پر دیا تو پوری اُجرت مالک جانور کی ہوگی اور دوسرے کے واسطے اُس کا اجرالمثل ہوگا اور اگر کسی کو اپنا جانور دیا کہ اُس پر کپڑا یا اناج لاد کر فروخت کیا کرے بدیں شرط کہ منافع دونوں میں نصفا نصف ہوگا تو شرکت فاسد ہوگی بمنزلہ شرکت عروض[2] کے اور جب شرکت فاسد ہوئی تو نفع تمام اُسی کا ہوگا جس کا اناج و کپڑا ہے اور

---

[2] اسباب وسامان ۱۲۔

(۱) آلات واوزار ۱۲۔

جانوروالے کو اُس کا اجرالمثل ملے گا اور مکان و کشتی اس معاملہ شرکت میں مثل جانور کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شکار نصفا نصف مچھلیوں کی مقدار کے عوض عاریتاً دیا ☆

اسی طرح اگر دوسرے کو جال دیا کہ اُس سے مچھلیاں شکار کرے بدیں شرط کہ مچھلیاں دونوں میں نصفا نصف ہوں گی تو تمام مچھلیاں شکار کرنے والے کی ہوں گی اور جال والے کو اُس کا اجرالمثل ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو کندی کرنے والوں میں سے ایک کے پاس ادوات کندی گری ہوں اور دوسرے کے پاس مکان ہے پس دونوں نے شرکت کی کہ دونوں اس ایک کے ادوات سے دوسرے کے مکان میں کارکندی گری انجام دیں بدیں شرط کہ کمائی دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اسی طرح ہر حرفہ میں یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کی طرف سے کام اور دوسرے کی طرف سے کندی گری کے ادوات ہونے پر شرکت کی تو شرکت فاسد ہے اور جو کمایا ہے وہ کام کرنے والے کا ہوگا اور اُس پر ان ادوات کا اجرالمثل واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور یتیمہ میں مذکور ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ تین یا پانچ حمال[1] ہیں اُنہوں نے شرکت کی بدیں شرط کہ بعض ان میں سے گون بھریں اور بعض گیہوں اُس کے مالک کے گھر پہنچا دیں اور بعض گون کو منہ پکڑ کر پیٹھ پر لادیں اس شرط سے کہ جو کچھ اُس سے حاصل ہو وہ ان سب کے درمیان مساوی مشترک ہو تو فرمایا کہ یہ شرکت نہیں صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کرم پیلہ کے انڈے اور شہتوت کے پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو بدیں شرط کہ بچے دونوں کے درمیاں نصفا نصف ہوں یا کمی بیشی کے ساتھ ہوں تو یہ نہیں جائز ہے اور نیز اگر کام بھی دونوں کے ذمہ شرط ہو تو بھی نہیں جائز ہے اور جب جائز ہے کہ انڈے دونوں کی طرف سے ہوں اور کام اور پرداخت بھی دونوں کے ذمہ ہو پھر اگر اس شخص نے جس نے پتے دیے ہیں کام نہ کیا تو کچھ معتبر نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ فتاویٰ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کرم پیلہ کے انڈے دوسرے کو دیے کہ وہ اس کو پرداخت کرتا ہے اور شہتوت کے پتے کھلاتا ہے بدیں شرط کہ جو حاصل ہو وہ دونوں میں مشترک ہوگا پس اس شخص نے برابر پرداخت کی یہاں تک کہ انڈے پک کر بچے نکلے تو سب کرم پیلہ اُسی کے ہوں گے جس کے انڈے ہیں اور جس نے پرداخت کی ہے اُس کے واسطے دوسرے پر کام کا اجرالمثل اور شہتوت کے پتوں کی قیمت جو اُس نے کھلائے ہیں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر انڈے اور پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو تو کرم پیلہ اُسی کے ہوں گے جس کے انڈے تھے اور دوسرے کو اُس کے کام کا اجرالمثل ملے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اسی طرح اگر کام دونوں کی طرف سے ہو تب بھی شرکت روانہ ہوگی اور یہ جب ہی جائز ہے کہ جب انڈے دونوں کے ہوں اور کام دونوں پر ہو پھر اگر پتے دینے والے نے کام نہ کیا تو کچھ معتبر نہیں ہے چنانچہ شیخ خجندی نے صریح بیان کیا ہے یہ قنیہ میں ہے۔

علیٰ ہذا اگر اپنی گائے کسی آدمی کو دی کہ اُس کو اپنے پاس سے چارہ دیا کرے بدیں شرط کہ جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا تو شرکت روا نہیں ہے اور جو کچھ پیدا ہوا وہ گائے کے مالک کا ہوگا اور اس شخص کو اس کے چارہ کا مثل اور اُس کی پرداخت کا اجرالمثل ملے گا اور علیٰ ہذا اگر مرغی یعنی ماکیان کسی شخص کو دی کہ دانہ دیا کرے اور شرط کر لی کہ انڈے دونوں میں نصفا نصف ہوں گے یعنی کہا کہ تو یہ مرغی لے جا اور اس کو اپنے پاس سے دانہ دیا کر بدیں شرط کہ اُس کے انڈے دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوں گے تو بھی یہی حکم ہے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ نصف گائے یا نصف مرغی یا نصف کرم پیلہ کے انڈے اس شخص کے ہاتھ بعوض ثمن معلوم کے فروخت کر دے حتیٰ کہ گائے یا مرغی یا پیلہ[2] کے انڈے دونوں میں مشترک ہو جائیں پھر جو کچھ حاصل ہوگا وہ دونوں میں شرکت پر ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے

---

[1] حمل اُٹھانا حمال اُٹھانے والا جس کو ہمارے عرف میں بوجھیا دھوتا کہتے ہیں ۱۲۔ [2] پیلہ ریشم کے کیڑے کو کہتے ہیں ۱۲۔

اور ہر شرکت جو فاسد ہو اس میں نفع بحساب مقدار راس المال کے ہوگا چنانچہ اگر ہزار ایک کے اور دو ہزار دوسرے کے ہوں تو نفع دونوں کے درمیان تین تہائی ہوگا اور اگر دونوں نے باہم نصفا نصف منافع شرط کیا ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے مثل اس کے ہو جو دوسرے کے واسطے ہے پھر باہم تین تہائی نفع شرط کیا تو نفع کی کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی بلکہ نفع دونوں کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اس واسطے کہ نفع کا وجود تابع مال کے ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ واضح ہو کہ بعض فاسد شرطوں سے شرکت باطل ہو جاتی ہے اور بعض سے نہیں باطل ہوتی ہے چنانچہ اگر کمی بیشی کام کی باہم شرط کی تو شرکت باطل نہ ہوگی اور اگر ایک کے واسطے دس درہم نفع زائد شرط کیا تو شرکت باطل ہوگی اگرچہ در واقع یہ دونوں شرطیں فاسد ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور ہر دو شریک میں سے ایک کے مرنے سے شرکت باطل ہو جاتی ہے خواہ دوسرے شریک کو اُس کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور موت کا لفظ یہاں اس موت کو بھی شامل ہے جو حکم میں مثل موت کے ہے جیسے مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا اور اُس کے چلے جانے کا حکم دے دیا گیا تو یہ حکم موت میں ہے اور اگر اُس کے چلے جانے کا ہنوز حکم نہیں دیا گیا ہے تو بالا جماع ابھی شرکت منقطع ہو جانے میں توقف ہوگا چنانچہ اگر قبل حکم ہونے کے ہی وہ واپس آیا تو شرکت باقی رہے گی اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا تو منقطع ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر وہ دار الحرب میں نہیں گیا تو شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوگی چنانچہ اگر قاضی نے باطل ہو جانے کا حکم نہ دیا یہاں تک کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا تو شرکت مفاوضہ عود کرے گی اور اگر وہ مر گیا تو شرکت مفاوضہ اُس کے مرتد ہونے کے وقت سے باطل قرار دی جائے گی پھر جب شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوئی تو پھر آیا عنان ہو کر باقی رہے گی یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عنان ہو کر باقی رہے گی چنانچہ اُس کو ولوالجی نے ذکر فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر دونوں میں سے کوئی مرا نہیں بلکہ دونوں میں سے ایک نے شرکت کو فسخ[1] کر دیا مگر دوسرے شریک کو اس کے فسخ کا علم نہ ہوا تو شرکت فسخ نہ ہو جائے گی اور اگر اس کو علم ہو گیا تو دو صورتیں ہیں کہ اگر شرکت کا راس المال نقد درہم و دینار ہوں تو شرکت فسخ ہو جائے گی اور اگر اسباب و عروض ہو تو طحاوی نے ذکر کیا کہ وقت فسخ سے فسخ نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ فسخ ہو جائے گی اگرچہ راس المال اسباب و عروض ہو اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک شریک نے شرکت ہونے سے انکار کیا حالانکہ مال شرکت اسباب و عروض ہے تو یہ انکار شرکت کا فسخ ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر شریک تین شخص ہوں جس میں سے ایک مر گیا حتیٰ کہ اُس کے حق میں شرکت فسخ ہو گئی تو باقیوں کے حق میں فسخ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرکت پر کام نہ کروں گا تو یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ کہا کہ میں نے تجھ سے شرکت فسخ کر دی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر تین شخص باہم شریک مفاوض ہوں جن میں سے ایک غائب ہو گیا اور باقی دوسروں نے یہ چاہا کہ باہم شرکت کو توڑ دیں تو بدون موجودگی غائب مذکور کے ان کو ایسا اختیار نہیں ہے اور بعض بدون بعض کے نہیں توڑ سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

باب ششم :

متفرقات کے بیان میں ہے

دو شریکوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُس کی اجازت کے ادا کرے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دے دی کہ میری طرف سے زکوٰۃ مال ادا کر دے پھر دونوں نے ایک ہی

---

[1] فسخ بمعنی توڑنا یعنی عقد شرکت کو توڑ دیا ۱۲۔

وقت میں اپنی وا پنے شریک کی زکوٰۃ ادا کی تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ اس کو دوسرے کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کذا فی الکافی اور اگر دونوں نے آگے پیچھے ادا کی تو پچھلا ادا کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اُس کو اپنے شریک کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کذا فی النہرالفائق اور اس میں اشارہ ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کے خلاف ہے اور اسی اختلاف پر وکیل باداے زکوٰۃ وکفارات کا حکم ہے یعنی کسی کو اپنی زکوٰۃ یا کفارات ادا کرنے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے ساتھ وقت میں یا اس سے پہلے خود ادا کردی پھر وکیل نے ادا کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وکیل ضامن ہوگا خواہ جانتا تھا کہ موکل نے ادا کردی ہے یا نہ جانتا تھا بخلاف قول صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تبیین میں ہے۔ مگر جو شخص کہ احصار حج سے قربانی کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اُس نے احصار دور ہو جانے اور موکل کے حج کر لینے کے بعد ذبح کیا تو وکیل مذکور بالا جماع ضامن نہ ہوگا خواہ اُس کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا یا نہیں ہوا تھا یہ سراج وہاج میں ہے۔

ہر قرضہ کہ دو شخصوں کا ایک شخص پر حقیقی اور حکمی سبب[1] واحد سے واجب ہوا وہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا چنانچہ اگر ایک نے اس میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول شدہ میں اُس کا مشارک ہو جائے یہ محیط میں ہے اور جب کوئی قرضہ جو دو شخصوں کا مشترک کسی شخص پر ہے خواہ کسی ایسے غلام کے دام ہیں جو دونوں میں مشترک تھا اور اُس کو دونوں نے فروخت کیا ہے یا دونوں نے اُس کو نقد اپنے مشترک ہزار درہم قرض دیے ہیں یا اس شخص نے ان دونوں کا مشترک تھان کپڑے کا تلف کر دیا جس کا تاوان واجب ہے یا کسی میت کا قرضہ اس شخص پر تھا جس کو ان دونوں نے میراث پایا ہے پھر ان میں سے ایک نے اس قرضہ سے اپنا حصہ یا تھوڑا قرضہ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار رہوگا کہ اس کے ساتھ وصول شدہ میں شریک ہو کر بعینہ وصول کردہ کا اس سے نصف بٹالے خواہ جو وصول کیا ہے یہ مال قرض کے مثل ہو یا اس سے کھرا ہو یا کھوٹا ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر وصول کرنے والے نے چاہا کہ شریک دیگر کو وصول کردہ کے سوائے دوسرے مال سے دے دے تو اس کو اختیار نہیں ہے الا اُس وقت کہ شریک مذکور دوسرے مال سے لینے پر راضی ہو جائے اور اسی طرح اگر شریک مذکور نے چاہا کہ وصول کرنے والے سے اپنا حصہ دوسرے مال سے سوائے مقبوضہ کے لے لوں تو اس کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا الا برضامندی وصول کنندہ کذا فی الذخیرہ لیکن جس نے وصول نہیں کیا ہے اُس کو یہ اختیار ہے کہ چاہے اس قدر مال کو جس کو وصول کرنے والے شریک نے وصول کیا ہے اُسی کو مسلم کردے اور اپنے حصہ کے واسطے قرض دار کا دامن گیر ہو کر اُس سے وصول کرے پھر جب اُس نے قرض دار کا دامن گیر ہونا اختیار کیا تو جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اُس کا نصف اُس سے نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ قرض دار پر جو باقی ہے وہ باقی ہو ڈوب نہ گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے وصول کیا اور مؤکل کے پاس تلف ہوا تو مؤکل کا حصہ گیا ☆

اگر قرض دار پر قرضہ ڈوب گیا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اُس سے نصف وصول شدہ لے لے لیکن یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو اُس نے وصول کیا تھا بعینہ اُسی کا نصف لے لے بلکہ وصول کرنے والے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے بقدر اُس کے حصہ کے اُس کو دوسرے مال سے دے یہ محیط میں ہے اور اگر جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے وہ اُس کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر حصہ شریک کی ضمان واجب نہ ہوگی ہاں یہ ہوگا کہ اُس نے اپنا[2] حصہ قرض بھر پایا پھر جو کچھ قرض دار پر رہا ہے وہ اُس کے شریک کا حصہ ہے یہ تقیہ میں ہے اور اسی طرح اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے وصول کیا اور مؤکل کے پاس تلف ہوا تو مؤکل کا

---

[1] قولہ بسبب واحد یعنی حقیقتاً سبب واحد ہو اور حکماً سبب واحد ہو۱۲۔ [2] جب کہ پورا اپنا حصہ وصول کیا ہو۱۲۔

حصہ گیا اور اگر وہ قائم رہا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس میں شرکت کر کے اپنا حصہ بٹا لے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وصول کرنے والے نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اپنے قبضہ سے بایں طور خارج کیا کہ کسی کو ہبہ کر دیا یا اپنے قرض خواہ کو ادائے قرضہ میں دے دیا یا اور کسی وجہ سے اس کو تلف کر دیا تو اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُس نے وصول کیا تھا اُس کے نصف کی اُس سے ضمان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مال اب جس کے پاس بعینہ موجود ہے اُس کے قبضہ سے لے لے یہ سراج وہاج میں ہے۔

جس قدر شریک نے اپنے شریک وصول کرنے والے کے وصول کیے ہوئے ہیں میں سے لے لیا اسی قدر قرض دار پر اس وصول کنندہ کا قرضہ رہے گا اور جو کچھ قرض دار پر باقی ہے وہ دونوں میں اُسی قدر کے حساب سے مشترک ہوگا چنانچہ اگر قرض دار پر دونوں کے ہزار درہم مساوی ہوں پس ایک نے پانچ سو درہم اُس سے وصول کیے پھر شریک دیگر نے اس وصول کرنے والے سے اُس میں سے دو سو پچاس درہم اس کا نصف لے لیا تو وصول کرنے والے کا قرض دار پر باقی کا نصف ہوگا یعنی دو سو پچاس درہم اور باقی قرضہ میں جیسے شرکت پہلے یہ تھی اب بھی باقی رہے گی یہ بدائع میں ہے اور ہر قرضہ کہ دو آدمیوں کے واسطے ایک شخص پر دو سببوں سے جو حقیقتاً و حکماً مختلف ہیں یا حکماً مختلف ہیں حقیقت میں مختلف نہیں ہیں واجب ہوا تو وہ دونوں میں مشترک نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر دو آدمیوں نے اپنا ایک غلام جو دونوں میں مساوی مشترک ہے بعوض ثمن معلوم کے ایک شخص کے ہاتھ دونوں نے فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری سے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس وصول شدہ میں شرکت سے بٹا لینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کا ثمن علیحدہ بیان کیا پھر ایک نے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو ظاہر الروایت کے موافق دوسرے کو اُس میں بٹا لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید کا غلام اور بکر کی باندی ہے دونوں نے ان دونوں کو بعوض ہزار درہم کے فروخت کیا تو جو کچھ وصول کریں اُس میں دونوں شریک ہوں گے کذافی السراجیہ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مملوک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو پھر ایک نے کچھ وصول کیا تو دوسرا اُس میں مشارک نہیں ہو سکتا ہے یہ ظاہر الروایہ ہے یہ خزانۃ المفتین ہے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو حکم کیا کہ دونوں میرے واسطے ایک باندی خریدیں پس دونوں نے اُس کے واسطے باندی خریدی اور اُس کا ثمن ایسے مال سے جو دونوں میں مشترک ہے ادا کیا یا اپنے اپنے علیحدہ مال سے ادا کیا تو جو کچھ مؤکل سے وصول کریں اس میں کوئی دوسرے کا شریک نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر زید کا بکر پر ہزار درہم قرضہ ہے پھر بکر کی طرف سے عمرو خالد نے کفالت کی اور مال ادا کر دیا پھر ہر دو کفیل میں سے ایک نے بکر سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں مشارکت کا اختیار ہوگا بشرطیکہ دونوں نے اپنے مال مشترک سے ادا کیا ہو یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ میں ہے اور اگر ہر دو کفیل میں سے ایک نے اپنے حصہ کے عوض مکفول عنہ سے ایک کپڑا خریدا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے کپڑوں کے داموں کا آدھا تاوان لے لیکن کپڑے میں شرکت کرنے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے ہاں اگر دونوں نے باہمی رضامندی سے کپڑے میں شرکت کرنے پر اتفاق کر لیا تو یہ جائز ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں حیلہ کے دو طریقے ☆

اگر اس نے اپنے حصہ کے عوض کوئی کپڑا نہ خریدا بلکہ مکفول عنہ سے اپنے حصہ کے عوض ایک کپڑے پر صلح کر لی اور اُس پر قبضہ کر لیا شریک دیگر[1] نے جو اُس نے وصول کیا ہے اس کا مطالبہ کیا تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کو نصف کپڑا دے دے اور

---

[1] قال المترجم لیکن دوسرے کا شریک کرنا ایسا ہے گویا کہ اوّل مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اس میں سے نصف فروخت کیا پس احکام مذکورہ ابواب سابق اس میں جاری ہوں گے ۱۲۔

چاہے اس کے نصف حق کے مثل (۱) دے دے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ میں جو کچھ قرض دار سے وصول کروں اس میں دوسرے کو شرکت کا اختیار نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض دار اس کو بقدر اُس کے حصہ کے مال ہبہ کر کے دے دے پھر یہ شخص اس قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے پس جو کچھ اُس نے بطریق ہبہ وصول کیا ہے اس میں دوسرے شریک کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دوسرا طریق حیلہ کا اس طرح مذکور ہے کہ دو شخصوں کا ایک شخص پر ہزار درہم قرضہ ہے اور ایک قرض خواہ نے چاہا کہ اپنا حصہ اس طرح وصول کرے کہ اُس میں دوسرے کو شرکت کا اختیار حاصل نہ ہو تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ قرض دار اس کو پانچ سو درہم ہبہ کر کے دے دے پھر وہ قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے اور شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ قرض دار کے ہاتھ ایک مٹھی کشمش مثلاً بعوض اس قدر ثمن[!] کے کہ جتنا اُس کا اُس پر قرضہ ہے فروخت کرے اور کشمش اس کے قبضہ میں دے دیا پھر جو کچھ اس کا حصہ اس پر قرضہ ہے۔ اس سے قرض دار کو بری کر دے پھر قرض دار مذکور سے اس کشمش کے دام کا مطالبہ کرے نہ قرضہ کا کذا فی المحیط قال المترجم حیلہ اوّل اولیٰ واسلم ہے کیونکہ بیع کی صورت میں اگر مشتری کو بائع نے اپنے حصہ قرضہ سے بری نہ کیا تو رو نا قرض دار ہو گیا بخلاف ہبہ کے کہ اُس سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر بیع بشرط الخیار للمشتری ہو تو نظر بحق قرض خواہ تامل ہے لیکن نظر بتدیں ہر دو یکساں ہیں فافہم اور اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دیا یا اپنا حصہ اس کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو سو درہم ہبہ کر دیے حالانکہ اس پر دونوں کا مساوی مشترک قرضہ ہزار درہم ہے پھر قرضہ میں سے کچھ وصول ہوا تو اُس میں سے دونوں بقدر اپنے اپنے قرضہ کے بانٹ لیں گے یعنی وصول شدہ مقدار کے نو حصہ کر کے چار حصے بری کرنے والے کو اور پانچ حصے دوسرے کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تجرید میں لکھا ہے کہ اسی طرح اگر کچھ قرضہ وصول کر لینے کے بعد اور آپس میں تقسیم کر لینے کے قبل ایک نے اس طرح یعنی سو درہم سے مثلاً اس کو بری کر دیا تو بھی وصول شدہ کو بطور مذکورہ بالا تقسیم کریں گے اور اگر تقسیم کر لینے کے بعد دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو بری کیا ہو تو تقسیم مذکور پوری ہو گئی ہے وہ باقی رہے گی نہیں ٹوٹے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بابت قرض دار کو تاخیر دے دی تو اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا تاخیر دینا نہیں روا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اس کا تاخیر دینا اُس کے شریک کے حصہ میں روا نہیں ہے یہ بدائع میں ہے قال المترجم پس صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر اُس نے اپنے حصہ میں تاخیر دی تو روا ہے اور اسی پر متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس شریک نے جس نے نہیں تاخیر دی ہے کچھ وصول کیا تو تاخیر دینے والے کو اُس میں شرکت و بٹائی کرنے کا اس وقت تک اختیار نہ ہوگا کہ جب تک اس کی میعاد آئے پھر جب اس کے قرضہ کی بھی میعاد آئی تو شریک مذکور سے بٹائی کرے گا اگر وصول شدہ اُس کے پاس بعینہٖ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اس سے تاوان لے لے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دوسرے نے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ تاخیر دینے والے کی مہلت بھی گذر گئی اور میعاد آ گئی تو جو حال قبل مہلت دینے کے تھا وہی اب پھر ہو جائے گا چنانچہ اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ اُس سے وصول کیا تو دوسرا اس میں شرکت کر لے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگر قرض دار نے اس شریک کو جس نے اپنے حصہ میں تاخیر دے دی ہے سو درہم بطور تعجیل و پیشگی کر دیئے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس میں سے نصف اُس سے لے لے یعنی پچاس درہم پھر جب دوسرے شریک نے پچاس درہم لے لیے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُس سے لے لیا گیا ہے اُس کا مثل قرض دار سے بوجہ قرارداد تعجیل سو درہم کے پھر لے لے یعنی پچاس درہم اُس کے حصہ

! وہ دام جو بعوض کسی شے مبیعہ کے ہو ۱۲۔

(۱) خواہ نقد ہو یا کچھ اور ہو ۱۲۔

سے جس نے تاخیر نہیں دی ہے لے تا کہ سو درہم پیشگی ہو جائیں اس جہت سے کہ جس نے تاخیر نہیں دی ہے جب اُس نے تاخیر دینے والے سے لیا تو اس کے حصہ میں سے اس کے مثل تاخیر دینے والے کے واسطے ہو گیا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر قرض دار نے تاخیر دینے والے واسطے اُس کے پورے حق کی تعجیل کر دی پھر جس نے تاخیر نہیں دی اُس نے اس میں سے نصف لے لیا تو تاخیر دینے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ جس قدر اس سے لیا گیا ہے اس قدر اپنے شریک کے حصہ سے قرض دار سے لے لے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے پھر جب اُس کو وصول کیا تو وہ اور اُس کا شریک دونوں اُس کو دس حصہ کر کے کس طرح تقسیم کریں کے کہ نو حصے اُس کا شریک لے گا اور ایک حصہ یہ لے گا یہ ظہیریہ میں ہے دو شخصوں کا ایک شخص پر میعادی قرضہ ہے پھر قرض دار نے دونوں میں سے ایک کا حصہ قبل میعاد آنے کے ادا کر دیا پس دونوں شریکوں نے اس کو بانٹ لیا تو جو باقی رہا وہ دونوں کے واسطے میعاد پر ملے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر دو مردوں کا قرضہ ایک عورت پر ہے پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کو مہر قرار دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اُس کا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر شریک مذکور نے عورت مذکورہ سے پانچ سو درہم پر مطلقاً نکاح کیا یعنی یہ قید نہ لگائی کہ ان پانچ سو درہم پر جو میرے حصہ کے تجھ پر قرضہ ہیں تو اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ نکاح کرنے والے سے اُس کا نصف یعنی دو سو پچاس درہم لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بدلے قرض دار سے کوئی چیز اجارہ پر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور یہ بالا جماع ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر ہر دو شریک قرض خواہ میں سے ایک پر قرض دار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اُس پر قرضہ واجب ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے اور اُس شریک کا قرضہ اُس قرضہ سے جو قرض دار کا اس شریک پر پہلا واجب ہے قصاص[1] ہو گیا تو دوسرے شریک کا اختیار نہ ہوگا کہ جس شریک کا حصہ قصاص ہو گیا ہے اُس سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور اگر شریک پر قرض دار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اُس پر قرضہ واجب ہونے کے بعد واقع ہوا ہے اور پھر بطور مذکور قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اپنے شریک مذکور سے رجوع کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ایک شریک نے قرض دار کا ایسا مال تلف کیا جس کی قیمت اس کے حصہ قرضہ کے مثل تھی ☆

اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس قرض دار کا مجھ پر میرے حصہ قرضہ کے برابر قرضہ اس وقت کا ہے کہ جب ہم دونوں کا قرضہ اس پر واجب نہ ہوا تھا تو قرض دار مذکور اُس کے حصہ سے بری ہو جائے گا اور اس کا شریک بھی اس کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شریک نے قرض دار پر ایسی کوئی جنایت کی جس کا ارش یعنی جرمانہ پانچ سو درہم[2] ہے اور شریک کا حصہ قرضہ بھی پانچ سو درہم ہے پس قصاص میں ساقط ہوا تو بھی اُس کے شریک کو اُس سے کچھ رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے بشر نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ہر دو شریک قرض خواہ میں سے ایک نے قرض دار کو عمداً موضحہ[3] زخم پہنچایا پھر اس سے اپنے حصہ قرضہ پر صلح کر لی تو اُس پر اپنے شریک کے واسطے کچھ نہیں لازم ہوگا اس واسطے کہ شریک مذکور کو کوئی ایسی چیز وصول نہیں ہوئی جس میں مشارکت ممکن ہو یہ بدائع میں ہے اور قدوری میں مذکور ہے کہ اگر ایک شریک نے قرض دار کا ایسا مال تلف کیا جس کی قیمت اس کے حصہ قرضہ کے مثل تھی پس باہم قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لے لے اور منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شریک قرض خواہ نے قرض دار کی کوئی متاع تلف

---

[1] عوض معاوض جس کو ہمارے عرف میں اوّل بدل بولتے ہیں ۱۲۔ [2] اپنے حصہ کے رسدی واپس لے ۱۲۔ [3] سر پر ایسا زخم جس سے ہڈی کھل جائے موضحہ ہے اور بعض نے کہا کہ چہرہ و سر دونوں کو شامل ہے واللہ اعلم ۱۲۔

کردی یا اس کے غلام کو قتل کیا یا اُس کے جانور کی کونچیں (اولابدا) کاٹ ڈالیں پھر جو کچھ اس پر تاوان واجب ہو وہ اُس کے حصہ قرضہ میں قصاص ہو گیا تو اُس کے شریک کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس شریک سے اپنے حصہ رسدی کو لے لے کذا فی المحیط وقال المحر جم وہذا ہوالاظہر واللہ اعلم اور اگر شریک مذکور نے لے کر پھر جلا دی[1] یا اُس سے غصب کر لی تو ایسی صورت میں بالاجماع دوسرے شریک کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر بطریق خرید فاسد کے اس سے خرید کر قبضہ کے بعد اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا یا اُس کے پاس مر گیا یا دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے اپنے حصہ کے عوض کچھ رہن لیا جو اُس کے پاس تلف ہو گیا تو ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ وصول ہوا ہے اُس میں سے اپنے حصہ رسدی کی اس سے ضمان لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ضمان غصب میں غاصب کے پاس یا خرید فاسد میں مشتری کے پاس یا رہن کی صورت میں مرتہن کے پاس یعنی شریک قرض خواہ کے پاس غلام کی ایک آنکھ کسی آسانی[2] آفت سے جاتی رہی تو وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور نوادر بن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ اگر دونوں قرض خواہ شریکوں میں سے ایک نے قرض دار کا غلام عمداً قتل کیا اور اُس پر قصاص واجب ہوا پس قرض دار نے اس قاتل سے پانچ سو درہم یعنی اتنی مقدار پر جس قدر راس کا حصہ قرضہ ہے صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور قرضہ دار مذکور اس قاتل کے حصہ قرضہ سے بری ہو جائے گا پس شریک دیگر کو جو قاتل نہیں ہے اختیار ہوگا کہ قاتل سے شرکت کر کے اُس سے اس مدار کا نصف یعنی دو سو پچاس درہم لے لے یہ بدائع میں ہے۔ منتقیٰ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرض دار کے لیے اُس کے قرض دار کی طرف سے کفالت کر لی تو اُس کا حصہ قرضہ اس کفالت میں قصاص ہو جائے گا اور اُس کے شریک دیگر کو بھی اُس سے شرکت کرنے کا اور ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا پھر اگر اس کفیل نے اپنے مکفول عنہ سے مال کفالت جو اس کی طرف سے اس کے حکم سے ادا کیا ہے وصول پایا تو بھی اُس کے شریک کو اُس کی طرف رجوع کر کے اس میں مشارکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر قرض دار نے ایک شریک کو اس کے حصہ کے عوض کوئی کفیل دے دیا یا کسی پر اُترائی کرا دی تو جو کچھ اس شریک کو کفیل سے یا اُترائی قبول کرنے والے سے وصول ہوگا اُس میں دوسرے شریک کو اُس کے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درہم قرضہ ہیں پھر دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے ان پورے ہزار درہموں سے سو درہم پر صلح کر لی اور اُن کو وصول کر کے قبضہ کر لیا پھر شریک دیگر نے جو کچھ اُس نے کیا ہے سب کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے اور اس کو سو درہم کا نصف ملے گا اور اگر وصول کنندہ نے کہا کہ یہ درہم تلف ہو گئے تو وہ امانت دار تھا کہ اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور قرض دار بھی بری ہو گیا اور اگر شریک دیگر نے فقط صلح کی اجازت دے دی اور یہ نہ کہا کہ جو کچھ اُس نے کیا سب کی میں نے اجازت دے دی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے قرض دار سے پچاس درہم وصول کرے پھر قرض دار مذکور اس وصول کرنے والے سے پچاس درہم واپس لے لے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ صلح کی اجازت دینا قبضہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر دو شخصوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں غلام یا مکان ہے پس دونوں میں سے ایک نے اُس سے اس مال سے سو درہم پر صلح کر لی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تیسرا شخص جس کے قبضہ میں غلام ہے وہ اقرار کرتا ہو کہ غلام ان دونوں کی ملک ہے تو دوسرا شریک اس صلح کرنے والے کے ساتھ سو درہم میں شرکت نہ کرے گا اور اگر وہ اُس سے منکر ہو تو شرکت کر سکتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتیں یکساں ہیں کہ دونوں صورتوں میں صلح کرنے والے کے ساتھ اس بدل صلح میں مشارکت نہیں کر سکتا ہے الا اس صورت میں کہ غلام مذکور تلف ہو گیا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔

---

[1] متاع لے کر یا غلام غصب کر لیا یا جانور علیٰ ہذا ۱۲۔ [2] آسانی آفت یعنی جس میں اس کا یا اس چیز کا کچھ دخل نہیں مثلاً آسمان سے اولا گرا اور آنکھ پھوٹ گئی یا بیمار ہوا اور آنکھ جاتی رہی ۱۲۔

منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک باندی خریدی اس طرح کہ ایک نے نصف باندی ہزار درہم کو اور دوسرے نے نصف باقی باندی ہزار درہم کو خریدی پھر دونوں نے اُس میں عیب پا کر دونوں نے اس کو واپس کیا پھر ایک نے اپنا ثمن جو اپنے حصہ کی بابت دیا تھا وصول کر لیا تو اس میں اس کا دوسرا ساتھی حصہ بٹائی نہیں کر سکتا ہے خواہ ابتداء میں دونوں نے ثمن کو ملا کر دیا ہو یا علیحدہ علیحدہ ہر ایک نے دیا ہو اور اسی طرح اگر باندی مذکورہ کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لی تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے کہ ایک نے جو اپنا حصہ وصول کیا ہے اس میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا ہے اور اگر وہ باندی آزاد نکلی اور حال یہ ہے کہ ابتدا میں دونوں نے ثمن ملا کر دے دیا تھا تو اس صورت میں جو کچھ وصول کرنے والے نے وصول کیا ہے اُس میں دوسرا شریک شرکت کر سکتا ہے اور نیز منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو و بکر ان ان دونوں کا مجھ پر قرضہ ہزار درہم ایک باندی کا ثمن ہے جو میں نے ان دونوں سے خریدی تھی پس ان میں سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور دوسرے نے کہا کہ تو نے یہ جھوٹ کہا بلکہ تو نے جن پانچ سو درہم کا اقرار کیا ہے یہ پانچ سو درہم میرے تجھ پر گیہوں[1] کے دام ہیں جو تو نے مجھ سے خریدے تھے پھر قرض دار نے اس کو پانچ سو درہم ادا کیے تو دوسرے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو اُس نے وصول کیا ہے اُس میں شرکت کر لے اور قرض دار کا یہ قول کہ یہ مال دونوں میں مشترک ہے تصدیق[2] نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ دو شریکوں کا تیسرے پر ہزار درہم قرضہ ہے ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے شریک کے واسطے قرض دار کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت باطل ہے اور اگر اُس نے اسی ضمانت پر دوسرے شریک کو ادا کر دیا تو اُس کو رجوع کر کے واپس لے لے گا اور اگر اُس نے اپنے شریک کے واسطے کچھ ضمانت نہ کی لیکن بغیر کفالت کے شریک کا حصہ شریک کو ادا کر دیا تو ادائی صحیح ہے اور جب ہر ایک شریک سے دوسرے کو ادا کرنا صحیح ہوا تو جو کچھ شریک دیگر نے ادا کرنے والے سے وصول پایا ہے اس میں ادا کرنے والا شرکت نہیں کر سکتا ہے پھر اگر وہ قرضہ جو قرض دار پر تھا ڈوب گیا تو جو کچھ شریک نے اپنے شریک کی ادائی سے وصول کیا ہے اُس کی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر قرض دار یا اجنبی نے ایک شریک کی ادائی سے وصول کیا ہے اُس کی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر قرض دار یا اجنبی نے ایک شریک کا حصہ اس کو ادا کیا اور دوسرے شریک نے اس میں بٹائی نہ کی بلکہ اسی کے پاس مسلم رکھا پھر جو کچھ قرض دار پر رہا تھا وہ ڈوب گا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ دوسرے نے جو وصول پایا ہے اُس کی طرف رجوع کر کے اس کے وصول کردہ میں سے حصہ بٹا لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ علی بن الجعد نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر قرض دار مر گیا اور دونوں قرض خواہ دونوں شریکوں میں سے ایک اس کا وارث ہے اور میت مذکور نے اس قدر مال نہیں چھوڑا جس سے ادائے قرضہ کامل ہو سکے تو دونوں اس مقدار متروکہ میں حصہ رسد شریک ہو جائیں گے یہ بدائع میں ہے۔

ایک شخص پر تین اشخاص کا مشترکہ قرض ہو اور دو لاپتہ ہو گئے ہوں تو؟

اور اگر تین شخصوں کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو پھر ان میں سے دو قرض خواہ غائب ہو گئے اور تیسرا قرض خواہ حاضر آیا اور اُس نے قرض دار سے اپنا حصہ طلب کیا تو قرض دار اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا یہ صغریٰ میں ہے اگر دو آدمیوں میں ایک اونٹ مشترک تھا جس پر ان میں سے ایک شریک دیہات سے کوئی چیز یا جازت اپنے شریک کے لاد کر شہر کو لے چلا اور راہ میں یہ اونٹ گر پڑا پس شریک نے اس کو ذبح کر ڈالا تو دیکھا جائے گا کہ اس اونٹ کی زندگی کی اُمید تھی تو ضامن ہوگا اور اگر اُمید زندگی نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور

---

[1] اصل میں ثمن الر ہے پس شاید بمعنی گندم ہو جو براء مہملہ ہے جیسا کہ ترجمہ کیا گیا یا بزاء معجمہ ہو تو بز ہوگا جو بمعنی ثوب ہے ثمن البز بمعنی قیمت ثوب ہوگا ۱۲۔

[2] کہ اس میں وصول پانے والے کا ضرر ہے ۱۲۔

اگر شریک مذکور کے سوائے کسی اور نے ذبح کر ڈالا تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ اس کی زندگی کی اُمید ہو یا نہ ہو اور یہی اصح ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر گائے یا بکری کے چرواہے نے گائے یا بکری کو ذبح کر ڈالا پس اگر اس کی زندگی کی اُمید نہ تھی تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اگر اُمید زندگی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر سوائے چرواہے کے کسی اجنبی نے ذبح کی تو بہر حال ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں سے ایک کہیں چلا گیا اور غائب ہو گیا تو دوسرے کو روا ہوگا کہ اُس کے حصہ میں بھی سکونت رکھے پس پورے دیار میں سکونت رکھ سکتا ہے اور اسی طرح اگر خادم یعنی غلام یا باندی دو شخصوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک غائب ہو گیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ خادم سے حصہ شریک کی بھی خدمت لے کذا فی خزانۃ المفتین اور اس پر حصہ شریک کی بابت کوئی اجرت واجب نہ ہوگی اگر چہ[(1)] مسئلہ مکان میں یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اور اگر اراضی دونوں میں مشترک ہو تو مفتی بہ قول کے موافق اُس کو پوری اراضی میں زراعت کا اختیار ہے بشرطیکہ اس زمین کے حق میں زراعت نافع ہو پھر جب اُس کا شریک آ جائے گا تو وہ بھی اتنی مدت تک اُس میں تنہا زراعت (یعنی اگر چاہے) کر لے گا اور اگر زراعت سے اُس میں نقصان پہنچتا ہو یا خالی چھوڑ دینا اُس کو نفع دیتا ہو تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ تمام زمین میں زراعت کرے یہ بحر الرائق میں ہے اور جانور مشترک کی صورت میں بغیر اجازت شریک کے اس پر سوار نہ ہوگا اس واسطے کہ سواری کا ضرر بسبب اختلاف سوار کے مختلف ہوتا ہے ہاں سوائے سواری کے اور کام مثل ہل جوتنے یا پانی دینے وغیرہ کے کام میں بلا اجازت استعمال کر سکتا ہے کیونکہ اس میں[1] تفاوت نہیں ہے چنانچہ عقد الفرائد میں مذکور ہے۔

اگر ایک باندی دو شریکوں میں مشترک ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایک روز ایک کی خدمت کرے اور دوسرے روز دوسرے کی اور اگر دونوں میں سے ایک کو اپنے شریک کی طرف سے یہ خوف ہوا کہ شائد یہ اُس کو اپنے تصرف میں لائے اور اُس نے درخواست کی کہ کسی ثقہ آدمی کے پاس رکھی جائے تو یہ درخواست قبول نہ کی جائی گی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر چار دیواری کے اندر باغ انگور و اراضی دو آدمیوں میں مشترک ہو جس میں سے ایک غائب ہے یا اراضی ایک بالغ و طفل یتیم کے درمیان مشترک ہو تو وہ قاضی کے حضور میں مرافعہ کرے اور اگر حاضر نے قاضی سے مرافعہ نہ کیا اور غائب کے حصہ زمین میں بھی زراعت کر لی تو پیداوار اُس کے واسطے حلال ہوگی اور رہا باغ انگور پس جو حاضر ہے اس کی پرداخت کرے پھر جب پھل تیار ہوں تو اُن کو فروخت کر کے اُس کے ثمن سے اپنا حصہ لے لے اور غائب کا حصہ ثمن رکھ چھوڑے لیکن جب غائب حاضر آیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ ثمن لے لے اور چاہے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اناج یا درہم دو آدمیوں میں مشترک تھے جس میں سے ایک غائب ہو گیا اور جو حاضر ہے اُس کو احتیاج پیش آئی پس اُس نے اس میں سے اپنا حصہ لے لیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔کیلی و وزنی چیزوں میں سے شریک کو اختیار ہے کہ دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ اُس میں سے نکال لے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ باقی سالم رہا اور اگر باقی تلف ہو گیا تو اس کی بربادی دونوں[2] پر پڑے گی یہ نہر الفائق میں ہے۔ایک مکان دو شخصوں کے درمیان مقبوض اس طرح ہے کہ ہر ایک کا حصہ جُدا کیا ہوا تقسیم کیا ہوا ہے اور ان میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ

[1] قال المترجم ہمارے دیار میں ہل چلانے میں بھی تفاوت ہے پس جائز نہ ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲۔ [2] شریک حاضر بھی اس میں سے نصف کا ضامن ہوگا ۱۲۔

(1) قولہ مسئلہ مکان یعنی بجائے غلام کے ایسا مکان ہو جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا تو بھی شریک پر کچھ واجب نہ ہوگا ۱۲۔

دوسرے شریک کے حصہ میں سکونت رکھے اور نہ اُس کو اجارہ پر بدون حکم قاضی دے سکتا ہے ہاں قاضی اگر دیکھے کہ درصورت یہ کہ اس میں کوئی نہ رہے گا یہ خراب ہو جائے گا تو اُس کو اجارہ پر دے دے اور اس کی اجرت اس کے مالک غائب کے واسطے رکھ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مکان دو بھائیوں اور اُن کی دو بہنوں کے درمیان مشترک ہے اور بھائیوں کی جوروئیں اور بہنوں کے شوہر موجود ہیں تو بھائیوں کو اختیار ہے کہ اگر بہنوں کے شوہران کی جوروؤں کے ایسے قرابتی رشتہ دار نہ ہوں جن کے ساتھ ان کی جوروؤں کا نکاح ناجائز ہے تو ان کو اندر آنے سے منع کریں اور اگر ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں وہ دونوں رہتے ہیں تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو اُس کی چھت پر چڑھنے سے منع کرے اس واسطے کہ یہ تصرف اُس کا ایسی چیز میں ہے جس میں اُس کا حق ہے یہ قنیہ میں ہے۔

ایک کوچہ غیر نافذہ دس آدمیوں میں مشترک ہے جس میں سے ہر ایک کا اس کوچہ میں مکان ہے مگر ان میں سے ایک کا مکان دوسرے کوچہ میں ہے جس کا راستہ اس کوچہ میں نہیں ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کوچہ میں اپنے مکان کا دروازہ پھوڑے چنانچہ شیخ ابوالقاسم و شیخ ابوجعفر و فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر فتویٰ دیا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔ ایک طاحونہ[1] دو آدمیوں میں مشترک ہے ایک نے اس کی عمارت میں خرچ کیا تو وہ مفت بطور احسان پر خرچ کرنے والا نہ[2] ہوگا بخلاف اس کے اگر غلام مشترک کو ایک شریک نے نفقہ دیا یا باغ انگور مشترک کا خراج ایک ہی نے ادا کیا تو مفت احسان کرنے والا ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں سے ایک غائب ہے اور دوسرے نے اس کو کرایہ پر دے دیا اور کرایہ وصول کیا تو جو غائب ہے وہ حاضر ہو کر مختار ہے کہ اُس میں اُس کے ساتھ حصہ بٹائی کرے یہ قنیہ میں ہے شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ ایک زمین چند لوگوں کے درمیان مشترک غیر مقسوم ہے پس بعض نے اس اراضی میں تھوڑی زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کی اور اُس کو ایسے پانی سے سینچا جو ان سب میں مشترک ہے اور چند سال تک بدون اجازت اپنے شریکوں کے زمین کا اشتراک کیا تو فرمایا کہ اگر مہابات کے بعد اس کو اپنے حصہ میں اسی قدر حاصل ہوئی ہے اور قبل اس کے یہ سب شریک باری باری کی مہابات کرتے ہوں تو اُس پر کچھ ضمان نہ ہوگی اور مشترک میں اس کے شریکوں کو استحقاق شرکت بھی حاصل نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم ہیں اُس نے تیسرے و چوتھے دو شخصوں کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرض خواہ کو ہزار درہم اُس کا قرضہ جو مجھ پر ہے ادا کر دو ☆

جو راہن پر واجب ہوا اگر اس کو مرتہن نے بدون اجازت راہن کے ادا کر دیا تو متطوع ہوگا یعنی مفت احسان کرنے والا ہوگا اور اسی طرح جو مرتہن پر واجب ہوا اگر راہن نے اس کو اس طرح ادا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے جو دوسرے پر واجب ہوا ہے دوسرے کی اجازت سے یا قاضی کے حکم سے ادا کیا تو اُس سے واپس لے سکتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر راہن غائب ہوا اور مرتہن نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو راہن سے یہ خرچہ واپس لے گا اور اگر راہن حاضر ہوا تو واپس نہیں لے سکتا ہے۔ مگر فتویٰ اُس پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہوا اور اُس نے خرچہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو خرچ کرنے کا حکم دیا پس اُس نے خرچ کیا تو راہن[(1)] سے واپس لے سکتا ہے اور شرکت کے مسائل اسی قیاس پر ہونے چاہیے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں بیان فرمایا کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم ہیں اُس نے

---

[1] بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی اور بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی گھر اور یہی اکثر مراد ہے ۱۲۔ [2] بلکہ شریک سے حصہ رسد واپس لے گا ۱۲۔

(۱) یہ مسئلہ پہلے گذر گیا ہے ۱۲۔

تیسرے و چوتھے دو شخصوں کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرض خواہ کو ہزار درہم اُس کا قرضہ جو مجھ پر ہے ادا کر دو پس دونوں نے ادا کیے پھر ان میں سے ایک نے حکم دہندہ سے پانچ سو درہم وصول کیے پس اگر دونوں نے اس کو اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول کرنے والے سے شرکت کر کے حصہ بانٹ لے اور اگر دونوں نے مشترک مال سے ادا نہ کیا ہو بایں طور کہ ہر ایک نے جو کچھ دیا ہے وہ حقیقت میں الگ اپنا ذاتی مال لایا تھا مگر ادا اس طور سے کیا کہ دونوں نے ساتھ ہی ادا کر دیا تو ایسی صورت میں جو ایک نے وصول پایا ہے اُس میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر دونوں نے ایک ہی صفقہ میں ایک نے اپنا غلام دوسرے نے اپنی باندی کسی کے ہاتھ فروخت کیے یا دونوں نے اجارہ پر دیے تو بھی جو کچھ وصول ایک کرے گا اُس میں دوسرا شرکت کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

نیز جامع میں مذکور ہے کہ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام بعوض دو ہزار درہم کے مکاتب کیا ہے کہ ایک سال میں یہ مال کتابت ادا کرے اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہے پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے ہر دو گواہ سے غلام کی قیمت ہزار درہم فی الحال لے لے اور چاہے مکاتب[1] سے بدل کتابت لینا اختیار کرے کہ وہ ایک سال کی مدت پر دو ہزار درہم اُس سے لے لے گا پھر اگر اُس نے گواہوں سے ہزار درہم فی الحال لے لیے تو ہر دو گواہ مذکور بجائے مولیٰ کے بدل کتابت کی ملک میں قائم ہوں گے یعنی دو ہزار درہم بدل کتابت دونوں گواہوں کی ملک بجائے مولیٰ کے ہو جائیں گے پھر دونوں نے مکاتب سے دو ہزار درہم وصول کیے تو اس میں سے ایک ہزار درہم ان کو حلال ہیں اور باقی ہزار درہم صدقہ کر دیں اور مکاتب آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کے مولیٰ کے واسطے ہوگی پھر اگر مکاتب نے ہزار درہم ان دونوں گواہوں میں سے ایک کو ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے اس میں دوسرے گواہ کو شرکت کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا خواہ جو مال قیمت گواہوں نے مولیٰ کو ادا کیا ہے وہ اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو یا غیر مشترک سے دیا ہو اور یہی حکم بیع کا بھی ہے چنانچہ اگر دو گواہوں نے زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے غلام اس بکر کے ہاتھ دو ہزار درہم کو بوعدہ ایک سال کے فروخت کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہے اور بکر اُس کا مدعی ہے اور زید منکر ہے پس گواہوں کی گواہی پر حکم دے دیا گیا پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو مولیٰ یعنی زید کو اختیار ہے چاہے مشتری سے ایک سال کی مدت پر دو ہزار درہم اُس کا ثمن لینا اختیار کرے اور چاہے گواہوں سے اُس کی قیمت ایک ہزار درہم فی الحال لے لے پس اگر زید نے گواہوں سے ضمان لینا اختیار کیا تو دونوں گواہ بجائے زید کے ملک ثمن میں نہ ملک غلام میں قائم ہوں گے پس ان دو ہزار درہم ثمن میں سے ان کو ایک ہزار درہم حلال ہوں گے اور باقی ہزار درہم صدقہ کر دیں پھر اگر ان میں سے ایک گواہ نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُس کے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی......؟

اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا اور کتابت فسخ ہو گئی یا بیع فسخ ہو گئی تو جو کچھ مولائے غلام نے گواہوں سے بطور ضمان وصول کیا ہے وہ ان کو واپس دے گا اور جو کچھ اُنہوں نے مکاتب سے وصول کیا ہے اس کو مولیٰ ان سے واپس لے لے گا یا مشتری ان سے جو ثمن اُنہوں نے وصول کیا ہے واپس لے گا یہ کافی میں ہے۔ دو شخصوں میں ایک باندی مشترک تھی جس کو کسی غاصب نے غصب کر کے زید کے ہاتھ فروخت کر دیا اور زید نے اس کو ام ولد بنایا یعنی اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر نالش ہونے پر قاضی نے دونوں مالکوں

---

[1] وہ غلام یا باندی جس کو اس کے مالک نے کسی شرط پر آزادی کی دستاویز لکھ دی ۱۲۔

کے واسطے باندی و اُس کے عقر و بچہ کی قیمت کا معاحکم دے دیا تو دونوں مالکوں میں سے ایک جو کچھ وصول کرے گا اُس میں دوسرے کو شرکت کرنے کا اختیار ہوگا اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے الگ الگ حکم حاصل ہوا تو قیمت باندی و عقر[1] میں دونوں ایک دوسرے کی شرکت کر سکتے ہیں اور بچہ کی قیمت میں نہیں کر سکتے ہیں چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک نے بچہ کی قیمت میں سے اپنا حصہ وصول کیا تو دوسرا اس میں شرکت و بٹائی نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی تو ایک کے کچھ وصول کیے ہوئے میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایک کے واسطے بچہ کی نصف قیمت کا حکم دیا گیا پھر یہ بچہ مرگیا پھر دوسرا شریک حاضر ہوا تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس باندی مرگئی تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے بائع سے باندی کی قیمت تاوان لے اور چاہے مشتری سے لے اور ہر دو صورت میں اُس کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے عقر کی اور بچہ کی قیمت کی ضمان لے اور اسی طرح اگر دونوں نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اُس میں کچھ عمارت بنائی پھر کسی نے اُس مکان کو اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا پھر دونوں کے واسطے بائع پر عمارت مذکورہ کی قیمت کا حکم دیا گیا تو جو کچھ ایک وصول کرے گا اُس میں دوسرا شرکت کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا تو ایک کے ساتھ دوسرا اس میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جامع میں فرمایا کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام جس کی قیمت ہزار درہم ہے غصب کر لیا پھر اس کی قیمت دو ہزار درہم ہوگئی پھر ایک اور شخص نے اگر ان دونوں سے یہ غلام غصب کر لیا پھر دوسرے غاصب کے پاس مرگیا پھر اس غلام کا مولیٰ حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہوگا چاہے ہر دو غاصب اوّل سے اُس کی قیمت ایک ہزار درہم تاوان لے اور چاہے دوسرے غاصب سے دو ہزار درہم تاوان لے پھر اگر اُس نے اوّلین سے تاوان لینا اختیار کیا تو دونوں دوسرے غاصب سے دو ہزار درہم لے لیں گے مگر اُس میں سے ایک ہزار درہم ان کو حلال ہیں اور باقی ایک ہزار درہم صدقہ کر دیں اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے غاصب[2] سے ہزار درہم وصول کیے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس میں اُس کے ساتھ شرکت کرے اور نیز جامع میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام غصب کیا پھر اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری کے پاس یہ غلام مرگیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے دونوں غاصبوں سے اُس کی ضمان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے۔ پھر اگر اُس نے دونوں غاصبوں سے ضمان لی تو ان کی بیع تمام ہوگئی اور جو ثمن مشتری سے ملے گا وہ ان دونوں کا ہوگا پھر اگر دونوں میں سے ایک نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُس میں مشارکت کا اختیار ہوگا اور اگر مولیٰ نے ہر دو غاصب میں سے ایک کو پا کر اُس سے نصف قیمت تاوان لے لی تو اُس کے حصہ کی بیع تمام ہو جائے گی اور اُس کے واسطے نصف ثمن واجب ہوگا پھر اُس غاصب نے جس نے نصف قیمت تاوان ادا کی ہے مشتری سے کچھ ثمن وصول نہ کیا یہاں تک کہ مالک نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتیٰ کہ اُس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوگئی پھر ان دونوں غاصبوں میں سے ایک نے مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا تو دوسرے کو اس میں مشارکت کا اختیار ہوگا اور اگر اس غاصب نے جس سے مولائے غلام نے پہلے نصف تاوان لے لی ہے مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا پھر مالک غلام نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتیٰ کہ اُس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوگئی پھر دوسرے نے یہ چاہا کہ اوّل نے جو کچھ وصول کیا ہے اُس میں شرکت کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پھر جب دوسرے کو اوّل کے مقبوضہ میں شرکت کا اختیار نہ ہوا تو دوسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ مشتری کا دامن گیر ہو کر اپنا حصہ ثمن وصول کرے پھر جب دونوں نے بطریق مذکورۂ بالا اپنا اپنا حصہ ثمن مشتری سے وصول کیا پھر اوّل نے جو وصول کیا ہے اس کو

---

[1] اس کی توضیح بارہا گذری ١٢۔ [2] دوسری دفعہ غصب کرنے والے سے ١٢۔

رصاص یا ستوق (درہم کے رنگ) پائے (اور واپس کر دیا) تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے اپنے حصہ ثمن کے واسطے مشتری کا دامن گیر ہو اور چاہے دوسرے نے جو وصول کیا ہے اُس میں شرکت کرے پھر باقی کے واسطے دونوں مشتری مذکور کے دامن گیر ہوں گے اور اگر اوّل نے جو وصول کیا ہے اُس کو نبہرہ یا زیوف پایا اور مشتری کو واپس دیا تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ جو دوسرے نے وصول کیا ہے اُس میں شرکت کرے بلکہ مشتری سے لے گا اور اگر دوسرے نے جو وصول کیا ہے اُس کو رصاص یا ستوقہ یا زیوف پا کر مشتری کو واپس کر دیا تو اس کو اوّل کے مقبوضہ میں شرکت کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر قتل کرنے والا مدبر ہو تو دونوں اُس کی قیمت میں سے ایک وصول کردہ میں شریک ہونگے ☆

اگر مکاتب نے کسی کو خطاءً[1] سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں پس ایک نے اُس کو قاضی کے پاس پیش کیا اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے مکاتب قاتل پر پورے خون کا تاوان یعنی قیمت کا حکم دے دیا کہ اس قاتل کی قیمت اس مقتول کے دونوں ولی لے لیں تو جو ولی غائب ہے وہ حاضر کے مقبوضہ میں شرکت کرے گا اور اگر قاضی نے حاضر کے واسطے نصف قیمت کا حکم دیا اور اُس نے قاتل سے نصف قیمت وصول کر لی تو اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا اور اگر مقتول دو ہوں تو ہر دو ولی میں سے جو کچھ ایک نے وصول کیا اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا خواہ حکم قضا دونوں کے واسطے ساتھ ہی واقع ہوا ہو یا جدا جدا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قتل کرنے والا مدبر ہو تو دونوں اُس کی قیمت میں سے ایک کے وصول کردہ میں شریک ہوں گے خواہ حکم قضا دونوں کے واسطے معاً واقع ہوا ہو یا آگے پیچھے اور اگر قتل کرنے والا غلام ہو اور مقتول کے دو ولی ہوں اور مولائے غلام نے یہ اختیار کیا کہ ایک کو نصف غلام دے دے یا ہر دو ولی میں سے ایک کو اُس کا حصہ قیمت فدیہ غلام میں دیا تو یہی دوسرے کے حق میں بھی اختیار کرنا ہو جائے گا اور ہر دو اس ایک کے مقبوضہ میں شریک ہوں گے اور اگر اُس نے دو آدمیوں کو قتل کیا پس مولیٰ نے ایک کے ولی کو نصف غلام دیا یا اُس کے نصف کا فدیہ دیا تو دوسرا اُس میں شریک نہ ہوگا اور اگر اُس نے عمداً ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں پس مولیٰ نے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہزار درہم پر صلح کر لی تو اُس میں دوسرا شریک نہ ہوگا اس واسطے کہ اصل میں دونوں کا حق قصاص ہے اور اس قصاص کی تحویل ہزار درہم کی طرف بسبب صلح کے ہو گئی اور یہ مختلف ہے حتیٰ کہ اگر دونوں کا اتفاق ہو کہ دونوں مولائے قاتل سے صلح کریں تو مقبوضہ صلح میں دونوں شریک ہو سکتے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک غلام مشترک دو آدمیوں کے درمیان ہو اور اس کو دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے غصب کر لیا اور کسی مشتری کے ہاتھ اُس کو ہزار درہم کو فروخت کر دیا تو اُس کے حصہ کی بیع جائز ہوگی اور اگر ہنوز اُس نے ثمن وصول نہ کیا ہو یہاں تک کہ دوسرے شریک نے اُس کی بیع کی اجازت دے دی تو بائع کو روا ہوگا کہ مشتری سے تمام ثمن وصول کرے پھر اگر مشتری سے تھوڑا ثمن وصول کیا تو دونوں میں مشترک ہوگا حتیٰ کہ اگر تلف ہو گیا تو دونوں کا مال گیا بخلاف اس کے اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرضہ مشترک میں سے اپنا حصہ وصول کیا تو اُس کا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا صحیح ہوگا حتیٰ کہ اگر دوسرے کی اُس میں شرکت کرنے سے پہلے وہ قابض کے پاس تلف ہوا تو قابض کا مال گیا یہ محیط میں منتقی سے منقول ہے اور اگر زید و عمرو کے مشترک غلام میں سے دونوں میں سے ایک کا مثلاً زید کا حصہ خالد نے غصب کر لیا اور دوسرے شریک کے ساتھ دونوں نے اس کو ایک ہی صفقہ میں فروخت کیا پھر زید نے بیع کی اجازت دے دی تو دونوں میں سے جو کچھ ایک وصول کرے اُس میں دوسرا اُس کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے اور اگر عمرو کے اپنا حصہ وصول کر لینے کے بعد زید

---

[1] قال بنا بریں کہ قتل مکاتب میں جو خطا سے ہو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے اور اگر نسخہ موجود کے موافق ہو تو یہ تقدیر مانی ہوگی کہ مقتول بھی غلام یا مکاتب تھا اور باوجود اس کے کہ بھی توجیہ ناتمام ہے پس صحیح وہی ہے جو مترجم نے بیان کیا اور نسخہ موجودہ غلط ہے اور اگر قیمت کا لفظ بسامحہ ہے کہ بغرض مملوک تو دیت آزاد ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم ١٢۔

نے اجازت دی تو عمرو کے مقبوضہ میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

اسی طرح اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ دونوں کو تین روز تک اختیار ہے پھر دونوں میں سے ایک نے بیع کی اجازت دے دی پھر دوسرے نے اجازت دے دی پھر دونوں میں سے ایک نے ثمن میں سے جو کچھ وصول کیا تو دوسرا اُس میں اُس کا شریک ہوگا اور اگر جس نے پہلے اجازت دی ہے اپنا حصہ وصول کر لیا پھر دوسرے نے بیع کی اجازت دی تو اوّل کے مقبوضہ میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ نوازل میں مذکور ہے کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا ایک نے دوسرے کو مال دیا کہ اس سے کام کرے بریں شرط کہ نفع دونوں کے درمیان مساوی ہوگا اور کہا کہ میں اُس پر راضی نہیں ہوں کہ تو میرے سوائے دوسرے کی شرکت میں کام کرے پھر اگر تو نے میرے سوائے دوسرے کی شرکت میں کام کیا تو میں بھی اس میں سے حصہ چاہتا ہوں پس دونوں اس امر پر رضامند ہو گئے پھر جس کو مال دیا ہے اُس نے کسی دوسرے کو مضارب پر دیا اور مضارب نے نفع کمایا تو شیخ نے فرمایا کہ رب المال کو یعنی جس نے اوّلاً مال دیا ہے اس کو سوائے اپنے مال کے اور مال سے جو دوم[1] نے اپنے مضارب کو دیا ہو کچھ نفع نہ ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر وارثوں میں سے ایک نے ترکہ مشترکہ میں تصرف کیا اور نفع کمایا تو تمام نفع اسی تصرف کرنے والے کا ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ[2] میں ہے۔

اگر کوئی غلام بائع کے واسطے خیار کی شرط دے کر خریدا ☆

اگر دو شریک مفاوضت میں سے ایک نے ایک شخص کو ہزار درہم کے عوض ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور اس کو ثمن نہیں دیا ہے پھر دونوں نے عقد مفاوضت کو توڑ دیا اور ہر ایک نے اُس میں سے ایک ایک آدمی سے مفاوضت کر لی پھر وکیل مذکور نے ایک غلام خریدا اور حالیکہ وکیل مذکور کو دونوں کی مفاوضت کا حال معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے تو یہ خرید خاصۃً اُس کے موکل کے واسطے ہوگی اور پہلے شریک کے واسطے اُس میں سے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ شریک اوّل کی توکیل اس وکیل پر بسبب مفاوضت کے ضمناً ثابت ہوئی تھی پس جب متضمن یعنی مفاوضت باطل ہوئی تو جو اُس سے ضمناً ثابت ہوئی تھی یعنی توکیل وہ بھی بلا شرط آگاہی باطل ہو گئی اس لیے کہ یہ عزل حکمی ہے اور موکل کا اب جو شریک ہے یعنی مفاوض دوم اُس کے واسطے بھی اُس میں سے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ موکل مذکور کے واسطے اس خریدی چیز یعنی غلام میں جو ملک ثابت ہوئی ہے وہ مفاوضت سے پہلے ایک سبب یعنی توکیل سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ اگر یہ توکیل نہ ہوئی تو موکل مذکور کی ملک اس غلام میں ثابت نہ ہوتی اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر دو شریک میں سے جب ایک کے واسطے کسی چیز کی ملک ایسے حساب سے ثابت ہو جو شرکت سے پہلے واقع ہوا ہے تو دوسرا شریک اُس میں اُس کا شریک نہ ہوگا جیسے اگر کوئی غلام بائع کے واسطے خیار کی شرط دے کر خریدا پھر مشتری نے کسی سے مفاوضت کر لی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا (اور بیع لازم ہو گئی) تو شریک کے واسطے اس غلام میں شرکت ثابت نہ ہوگی لیکن وکیل کو اختیار رہوگا چاہے مال ثمن کے واسطے اپنے موکل کی طرف رجوع کرے اور چاہے اُس کے شریک سے رجوع کرے پھر شریک اُس کے موکل مذکور سے لے لے گا یہ کافی میں ہے۔

اس مسئلہ میں اگر موکل نے وکیل کو ایک کر گیہوں دیئے اور کہا کہ اس کے عوض میرے واسطے ایک غلام خریدے اور باقی مسئلہ موافق مذکورہ بالا ہے پھر وکیل نے اُس کُر کے مثل کے عوض خریدا تو قیاساً وکیل مذکور خلاف کرنے والا ہوا اور استحساناً مخالف نہ ہوگا پھر اگر

---

[1] پس اگر اوّل کا دوم نے دیا ہے تو جملہ مشروط ملے گا اور اگر اپنا ذاتی مال دیا ہے تو اوّل کو اس کے نفع میں سے کچھ نہ ملے گا اور جو شرط کی ہے وہ اس شق کے ساتھ لغو ہے ١٢۔ [2] یہ نہ فرمایا کہ وہ نفع اس کو حلال ہے یا نہیں اور چاہئے کہ حلال نہ ہو اس واسطے کہ تصرف ملک غیر بطور غصب ہے اور اصح یہ ہے کہ حلال ہو گا واللہ اعلم ١٢۔

وکیل نے دونوں کے مفاوضت توڑ لینے سے آگاہ ہوکر خریدا ہے تو یہ اور اوّل دونوں یکساں ہیں اور اگر نہ جانتا تھا تو غلام مذکور اُس کے موکل اور موکل کے شریک اوّل کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو آدمیوں نے باہم شرکت کی پس ایک نے کام کیا اور دوسرا غائب ہو گیا پھر وہ حاضر آیا تو حاضر نے اس کا حصہ اس کو دیا پھر حاضر غائب ہو گیا اور غائب نے جو حاضر ہے کام کیا اور نفع کمایا اور غائب ہو جانے والے کو نفع میں سے اس کا حصہ دینے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونوں کی شرکت بطور صحیح واقع ہوئی اور باہم دونوں نے کام کرنیکی شرط کر لی تھی کہ اکٹھا یا متفرق کام کریں تو جو نفع ان دونوں کی تجارت سے حاصل ہو خواہ دونوں کے اکٹھا کام کرنے سے یا متفرق کام کرنے سے وہ سب دونوں میں موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگا اور نیز شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے باہم شرکت کی اس شرط پر کہ دونوں خریدیں اور دونوں فروخت کریں اور نفع دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور ہر ایک کے واسطے ایسے درہم ہیں جو اس تجارت سے علاوہ ہیں پھر ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ ہم مال تقسیم کریں گے اور شرکت توڑ یں گے اس واسطے کہ مجھے اس میں کچھ منفعت نہیں ہے پھر اُس نے متاع کا بٹوارہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک نے اپنا حصہ پورا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور کچھ درہم وصول کر کے اور کام شروع کر دیا اور دونوں نے باہم یہ نہ کہا کہ ہم دونوں الگ ہو گئے تو شیخ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ کہ ہم شرکت کو قطع کریں گے اس پچھلی بیع کے ساتھ قطع شرکت ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

دو شخصوں نے کپڑے کے سوٹ میں اس طرح شرکت کی کہ ایک کا تانا اور دوسرے کا بانا ہو پس دونوں نے کپڑا بنا تو یہ کپڑا دونوں میں بحساب قیمت تانے و بانے کے مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ باپ کو اور وصی کو روا ہے کہ طفل صغیر[1] کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شرکت میں لائیں اور اگر صغیر کا راس المال بہ نسبت اس کے راس المال کے زائد ہو اور نفع میں مساوات وغیرہ شرط کی پس اگر گواہ کر لیے تو نفع دونوں میں موافق شرط کے ہوگا اور اگر گواہ نہ کر لیے ہوں تو نفع مشروط فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ باپ یا وصی کو حلال ہوگا لیکن قاضی اس کے قول کی تصدیق نہ کرے گا بلکہ نفع کو بمقدار راس المال قرار دے گا یہ سراج وہاج میں ہے منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر مفاوض نے کسی کو ہبہ[2] کیا تو جائز نہیں ہے اور اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے نصف مال ہبہ واپس لے لے پھر جب لے لیا تو یہ دونوں شریکوں میں نصفا نصف ہوگا اور جو باقی رہے گا ہے اُس کا ہبہ بھی ٹوٹ جائے گا اور دونوں کی طرف نصفا نصف واپس آئے گا اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر دو شریک عنان میں سے ایک خرید و فروخت کیا کرتا تھا پس اُس نے کچھ قرضہ کر لیا پھر دوسرے نے شرکت کو توڑ کر نصف متاع وصول کر لینی چاہی اور کہا کہ جب تجھ سے قرضہ لیا جائے تب تو مجھ سے واپس لینا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ایک نے باغ انگور کے پھل خریدے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں تہائی کا شریک کیا پس اگر پھلوں کے ادراک سے پہلے ایسا کیا تو یہ (شرکت) فاسد ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو مجھے ہزار درہم قرضہ دے کہ میں اُس سے تجارت کروں گا اور نفع میرے تیرے درمیان مشترک ہوگا پس عمرو نے اس کو ہزار درہم قرضہ دیے اور زید نے تجارت کر کے نفع کمایا تو تمام نفع زید کا ہوگا اور عمرو کے واسطے اس میں کچھ شرکت نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے سو دینار قرض لیے پھر قبضہ کر کے عمرو کو دیے پھر عمرو نے سو دینار اور نکالے اور دونوں مالوں کو خلط کر دیا پھر زید سے کہا کہ یہ مال لے جا اور اُس سے شرکت پر تجارت کر پس زید نے ایسا ہی کیا اور نفع اُٹھایا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ

---

[1] صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک صغیر کی والدہ نے انتقال کیا مثلاً اور اس کو ورثہ میں مال ملا جو اس کے باپ کی اور اولاد جو دوسری بیویوں سے ہے ان میں سے کوئی اس مال کا سوائے اس کے مستحق نہ ہوگا اس باپ کو اختیار ہے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے یا باپ مر گیا اور کوئی وصی مقرر کر گیا اس وصی کو اختیار ہے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے فافہم ۱۲۔ [2] قال المترجم یعنی اس قدر مال جو متعارف نہیں ہے یہ انتقال ہبہ کیا فتامل ۱۲۔

محتمل و ناقص ہے شرط زائد ہونا ضروری ہے تا کہ شرکت صحیح ہو اور نیز شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کے پاس گیہوں ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ گیہوں تو اپنے گیہوں میں ملا دے پھر ان کے کھتے میں بھر دے پس عمرو نے ایسا کیا اور دفن کر دیا پھر اُس میں سے دو تہائی چوری ہو گئے پھر زید آیا اور عمرو نے اس کو بقیہ گیہوں دے دیے پھر اس کے بعد عمرو نے دعویٰ کیا کہ اس گیہوں میں سے مجھے میرا حصہ دے دے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے اس واسطے کہ جب زید کے حکم سے اُس نے خلط کیے پھر وہ چوری ہو گئے ہیں وہ دونوں کے حصوں سے شرکت پر گئے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو دے دیا ☆

اگر دو شخصوں کے درمیان ایک من گیہوں مشترک ہوں اور ایک میں جو مشترک ہوں اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے کو اُس کے بیع کی اجازت نہ دی پھر دونوں میں سے ایک نے جانور مستعار لیا تا کہ اُس پر گیہوں لاد دے جائیں پھر بغیر اُس کے حکم کے دوسرے نے اُس پر لاد دے تو یہ لادنے والا اس جانور کا اور اپنے شریک کے حصہ شعیر (جو) کا ضامن ہوگا اور یہ ویسا نہیں ہے جیسے شریک عنان یا شریک مفاوض میں مذکور ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے اور فتاویٰ مذکور ہے کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ دو شریکوں میں سے ایک مجنون ہو گیا اور دوسرے نے مال سے تجارت کر کے نفع اُٹھایا یا گھٹی پائی تو فرمایا کہ شرکت دونوں میں قائم ہے یہاں تک کہ جنون کا مطبق[1] ہونا اُس پر ثابت ہے۔ پھر جب یہ حکم اُس پر دیا گیا تو دونوں میں سے شرکت فسخ ہو جائے گی پھر جب اس کے بعد اُس نے مال سے کام کیا تو پورا نفع کام کرنے والے کا اور سب گھٹی اس پر ہوگی اور یہ مثل مال مجنون کے غصب کرنے کے ہے پس شریک مذکور کو اپنے حصہ مال کا نفع حلال ہوگا اور مال مجنون کے حصہ کا نفع اس کو حلال نہ ہوگا پس اُس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے اور شریک کے قبضہ میں جو اُس کے شریک کا مال ہو اُس پر اس کا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا پس اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نے شریک کو دیا ہے اور شریک نے انکار کیا تو قسم لی جائے گی اور رب المال و مضارب دونوں کا بھی یہی حال ہے یہ بزازیہ میں ہے اور اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو دے دیا تو بحر الرائق میں فرمایا کہ ولوالجیہ کی کتاب الوکالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں بھی وہی حکم ہے اور فرمایا کہ دو صورتیں واقع ہوئیں اوّل یہ کہ شریک نے دوسرے کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا تھا مگر شریک نے اُدھار فروخت کیا تو میں نے اُس کے جواب میں کہا کہ بائع کے حصہ کی بیع نافذ ہوگی اور حصہ شریک کی بیع متوقف ہے پس اگر اُس نے بھی اجازت دی تو نفع دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دوم یہ کہ شریک نے دوسرے شریک کو مال باہر لے جانے سے منع کیا تھا پھر وہ لے گیا اور نفع کما لایا تو میں نے جواب دیا کہ وہ حصہ شریک کا بسبب باہر نکال[2] لے جانے کے غاصب ہوا پس چاہیے کہ نفع مذکور دونوں میں موافق شرط کے مشترک نہ ہو انتہیٰ اور اس کا مقتضاء فساد شرکت ہے اور اس کو بھی قبضہ شریک کی امانت ہونے پر تفریع کیا ہے یہ فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے اور شیخ سے سوال کیا گیا کہ اپنے شریک سے یا مضارب سے جو اُس نے فروخت کیا اور صرف کیا ہے اُس کا حساب مانگا (یعنی مفصل) پس اُس نے کہا مجھے نہیں معلوم ہے پس آیا محاسبہ مذکور اُس پر لازم کیا جائے گا تو فرمایا کہ مقدار نفع و نقصان میں قسم کے ساتھ شریک یا مضارب کا قول (یعنی بدوں قسم) قبول ہوگا اور اس پر یہ لازم نہ کیا جائے گا کہ تمام مفصل ذکر کرے اور ضائع ہونے اور شریک کو واپس دینے میں بھی اس کا قول قبول ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ شریک نے کہا کہ میں نے دس نفع کمائے پھر کہا کہ نہیں بلکہ تین نفع کمائے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس سے

---

[1] برابر رہنا اور مقدار اطباق میں اختلاف ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم باہر لے جانے کی صورت میں کل نفع اس سرکش کا جو لیا گیا ہے بوجہ غصب کے ہے نہ مقتضائے فساد شرکت کما یتوہم اور اس صورت میں اس کا قبضہ حصہ شریک پر قبضہ ضمانت ہے نہ امانت پس تفریع اوّل صورت کی باسطرو دوم مراد ہوگی واللہ اعلم ۱۲۔

قسم لے کہ دس نفع (دینار یا درہم مثلاً) نہیں کمائے ہیں یہ قنیہ میں ہے۔

اور ناطفی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ جملہ امانات تجہیل کے ساتھ بدون بیان چھوڑ کر مر جانے سے منقلب ہو کر مضمونات ہو جاتے ہیں سوائے تین صورتوں کے اوّل یہ کہ متولی مسجد نے اگر حاصلات جو مسجد کے واسطے ہے وصول کی اور بدون بیان کے مر گیا تو ضامن نہ ہوگا دوم یہ کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے گیا اور لشکروں نے غنیمت حاصل کی اور سلطان نے کچھ غنیمت بعض لشکریوں کے پاس ودیعت رکھی پھر سلطان مر گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ سوم آنکہ قاضی نے اگر مال یتیم حفاظت کے واسطے لے کر کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مر گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہے تو اُس پر ضمان نہیں ہے اور اگر دو متفاوضین میں سے ایک کے پاس مال شرکت ہو اور وہ مر گیا اور اس مال کا حال جو اُس کے پاس تھا بیان نہ کیا تو بعض فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا اور اصل کی کتاب الشرکۃ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا کذافی فتاویٰ قاضی خان فی الوقف اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو فتح القدیر و دیگر فتاویٰ میں مذکور ہے وہ ضعیف ہے اور صحیح یہی ہے کہ شریک اس تجہیل کے ساتھ مرنے سے ضامن ہوگا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ ہو یہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔ اگر شریک مر گیا اور مال شرکت لوگوں پر قرضہ ہے اور اس کو بیان نہ کیا بلکہ مجہول چھوڑ کر مر گیا تو ضامن ہوگا جیسے مال عین کو مجہول چھوڑ کر مر جانے میں ضامن ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔

اگر شریک مفاوض نے ایک شخص سے ایک مال عین بعوض ہزار درہم کے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع مذکور مشتری کے دوسرے شریک سے ملا جس نے بائع سے بھی مال مذکور بعوض ڈیڑھ ہزار درہم کے خریدا تو خرید یہی دوسری ہو گی اور اوّل خرید ٹوٹ جائے گی اور ہر دو متفاوض بمنزلہ شخص واحد کے ہیں یہ محیط میں ہے دو شخصوں نے ایک غلام بعوض ہزار درہم کے خریدا اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی تو جب تک دونوں میں سے کوئی نصف سے زائد ادا نہ کرے تب تک دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ دو شخصوں نے ایک شخص کی طرف سے مال کی کفالت اس شرط سے کی کہ دونوں میں سے ہر ایک شخص دوسرے کی طرف سے کفیل ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک نے اصیل کی طرف سے پورے مال کی کفالت کر لی پھر اپنے ساتھی کفیل کی طرف سے بھی کفالت کر لی پس دونوں میں سے جو کچھ دوسرا ادا کرے گا اُس کا نصف دوسرے کفیل سے واپس لے سکتا ہے اور ادا کرنے والے کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اصیل سے جو کچھ ادا کیا ہے سب واپس لے اور اگر رب المال نے یعنی طالب مال نے دونوں میں سے ایک کو بری کر دیا تو دوسرا پورے مال کے واسطے ماخوذ ہو سکتا ہے بسبب آنکہ اصیل کی طرف سے بھی اُس نے کفالت کی ہے دو مکاتب ہیں کہ دونوں ایک ہی کتابت میں مکاتب ہوئے ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے پورے مال کی کفالت کر لی تو جو کچھ دونوں میں سے ایک ادا کرے اس کا نصف دوسرے سے واپس لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے کچھ ادا نہ کیا ہو یہاں تک کہ مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور نصف مال کتابت سے دونوں بری ہو جائیں گے اور حصہ باقی کے واسطے مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کرے اس لیے کہ آزاد شدہ سے بحکم کفالت کے اور دوسرے سے بحکم اصالت کے مواخذہ کر سکتا ہے پس اگر مولیٰ نے آزاد شدہ سے لے لیا تو وہ دوسرے سے واپس لے گا اور اگر دوسرے سے لیا تو وہ آزاد شدہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔

اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدوں پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُس نے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہ ہوگی ☆

اگر جانور مشترک علیل ہو گیا اور دونوں شریک میں سے ایک غائب ہے اور بیطاروں[1] نے کہا کہ اس کو داغ دینا ضرور ہے پس حاضر نے اس کو داغ دلایا پھر وہ مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ان دونوں کی مشترک متاع کسی جانور پر لدی ہوئی ہو پس راستہ میں یہ جانور گر گیا پس ایک نے دوسرے کی غیبت میں ایک جانور اس خوف سے کرایہ کر لیا کہ متاع تلف نہ ہو جائے یا ناقص نہ ہو جائے تو جائز ہے اور جو کچھ کرایہ ہوا اُس کا حصہ شریک سے بھی لے لے گا یہ قنیہ میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدوں پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُس نے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہ ہوگی جب تک کہ شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ اچھا یہ خلاصہ میں ہے۔ منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے شرکت کر لی کام کرنے میں اس شرط پر کہ ان میں سے ایک کے واسطے دس درہم ماہواری ہوں گے جو مال شرکت سے نہیں ہیں[2] تو شرط باطل اور شرکت جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر شرکت مفاوضہ میں ایک شریک پر کام کرنا شرط کیا گیا ہو تو شرکت باطل ہے یہ تہذیب میں ہے اور دونوں شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی شخص پر اپنی دونوں کی شرکت کی کسی چیز کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ قسم کھا گیا تو دوسرے شریک کو مدعا علیہ سے دوبارہ قسم لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مفاوض نے کسی سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع اُس کے دوسرے شریک سے ملا اور غلام اس سے ڈیڑھ ہزار درہم پر اجارہ پر لیا تو اجارہ جائز ہے اور پہلی خرید ٹوٹ جائے گی خواہ غلام کو شناخت کیا ہو یا نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] بیطار طبیب چہار پایہ یعنی وہ شخص جو جانوروں کا علاج کرتا ہے ہمارے عرف میں اس کو سالوتری کہتے ہیں ١٢۔ [2] علاوہ نفع مشترک کے اور دس درہم ماہواری ہوں گے ١٢۔

کتاب الوقف[1]

تمہید ☆ قبل ازیں کتاب الشرکۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ وقف اور شرکت میں مناسبت یہ ہے کہ شرکت سے اپنے مال میں کسی غیر کو اپنے ساتھ داخل کیا جاتا ہے اور غیر کی دخل اندازی سے شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب کہ وقف میں اپنے ساتھ کسی غیر کو داخل کرنا مستلزم نہیں بشرطیکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کیا جائے۔

درمختار میں نہر الفائق کے حوالے سے صاحب نہر الفائق کا قول منقول ہے کہ وقف اور شرکت کے مابین مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ ان دونوں (شرکت' وقف) سے مقصود اصل مال سے زائد ''مال'' سے نفع اٹھانا ہے۔ مگر شرکت میں اصل مال ''صاحب مال'' کی ملکیت میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر فقہاء کے قول کے بموجب اس (صاحب مال) کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہری طور پر شرکت اور وقف میں صاحب مال کی ملکیت (شرکت) اور عدم ملکیت (وقف) کا فرق عیاں ہوتا ہے۔

لغوی تشریح ☆ وقف: اصطلاح لغت میں ''وقف'' کا اطلاق حبس (بند کرنا' روکنا) پر ہوتا ہے۔

شرح الالفاظ ☆ ''وقف'' باب ضرب یضرب ''وقف یقف وقفا وقوفا'' بمعنی چپ چاپ کھڑا ہونا' ٹھہرنا۔ اگر لفظ وقف کی اضافت مسئلہ کے ساتھ ہے تو اس کا معنی ''مسئلہ میں شک کرنا'' ہوگا۔ اگر وقف القاری علی الکلمۃ سے متعلق ہو تو پڑھنے میں آخری حرف کو ساکن کرنے کے معنی دیتا ہے۔ وقف علی الامر بمعنی کسی امر کو سمجھنا اور اس سے مطلع ہونا۔ وقف الدابۃ بمعنی جانور ٹھہرانا۔ وقف عن الشیئ بمعنی ''روکنا'' ''منع کرنا''۔ وقف الدار بمعنی گھر کو وقف کرنا۔ وقف الامر علی حضور فلان بمعنی ''معاملہ کو کسی کی موجودگی پر موقوف رکھنا''۔ وقف القدر بالمیقات بمعنی ہنڈیا کے ابھان کو ڈوری سے کم کرنا۔ وقف علیہ بمعنی معائنہ کرنا۔ وقیفی النصرانی بمعنی گرجا کی خدمت کرنا۔ باب تفعیل وقف بمعنی ''کھڑا کرنا''۔ وقف الترس بمعنی ''ڈھال کے گرد لوہے کا حلقہ بنانا''۔ وقف المراۃ بمعنی ''عورت کو کنگن پہنانا''۔ وقف السرج بمعنی ''زین درست کرنا''۔ وقف الحدیث بمعنی بیان کرنا۔ وقف القاری: بمعنی پڑھنے والے کو مقامات وقف بتانا اور سکھانا۔ وقف الجیش: بمعنی ایک دوسرے کے پیچھے کھڑا ہونا وقفت المراب یدیھا بالحناء بمعنی ''عورت کا ہاتھوں کو مہندی کے رنگ سے نقطے دار کرنا۔ وقف الوابۃ بمعنی جانور کو ٹھہرانا۔ وقف فلانا علی ذنبہٖ بمعنی ''باخبر کرنا'' مطلع کرنا۔ واقفہ موافقہ و وفاقا بمعنی ''ایک دوسرے کے مقابل کھڑا ہونا۔ جب کہ اس کی اضافت فی الحرب او المخصومۃ کی طرف ہو۔ باب افعال سے اوقفہ بمعنی کھڑا کرنا۔ اوقف الدار بمعنی گھر کو وقف کرنا۔ اوقف الجاریۃ: بمعنی ''لڑکی کے لئے کنگن بنانا''۔ اوقف عن الامر بمعنی کسی امر سے رک جانا۔ باب تفعل سے توقف فی المکان بمعنی ''ٹھہرنا'' توقف علی الامر بمعنی کسی امر پر ثابت قدم رہنا۔ توقف عن کذا بمعنی ''رکنا'' باب استفعال سے استوقفہ بمعنی ''کھڑے ہونے کے لئے کہنا۔ الوقف (مصدر) بمعنی ''کلمہ کو بعد کے کلام سے جدا کرنا۔

علم عروض کی اصطلاح میں ''ساتویں متحرک حرف کو ساکن کرنا'' کنگن' لوہے کے سینگ کا حلقہ' کسی چیز کو راہ اللہ وقف کرنا' وقف شدہ چیز پر وقف کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ الوقیفہ بمعنی ''وہ شکار جو تھک کر کھڑا ہو جائے۔ التوقیف (باب تفعیل کا مصدر) بمعنی جوئے کے تیر کا نشان' کنگن کی جگہ کی سفیدی' جانور کی ٹانگوں میں کنگن جیسی دھاریاں۔ الواقف (فاعل) جمع وقوع بمعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا۔ الوقاف بمعنی سستی کرنے والا' لڑائی سے رکنے والا۔ الموقف و الموقفۃ بمعنی ''ٹھہرنے کی جگہ' پردہ نشین عورت کے وہ اعضاء (ہاتھ آنکھیں) جنہیں ظاہر کئے بغیر چارہ نہیں۔ الموقفان بمعنی ڈبر کے پاس کی دو رگیں۔ الموقف (مفعول) بمعنی دونوں ہاتھوں پر گول دانوں والا جانور' رجل موقف بمعنی ''تجربہ کار آدمی۔ رجل موقف علی الحق بمعنی ''حق کا پیروکار''۔ المیقف و المیقاف بمعنی لکڑی کی ڈوئی۔ واقف علی بمعنی ''آشنا' شناسا۔ وقف الحرب بمعنی جنگ بندی۔ وقف اطلاق النار بمعنی ''فائر بندی''۔ وقف تنفیذ بمعنی ''سٹے آرڈر''۔ نقطۃ الوقف بمعنی ''اسٹاپ'' وقفۃ بمعنی ''خرد ار طرز'' وقفیہ بمعنی ''وقف کردہ جائیداد۔ وقوف السیارات بمعنی ''کار پارکنگ''۔ ایقاف بمعنی ''روک تھام''۔ توقف بمعنی ''ڈیڈ لاک' خاتمہ۔ موقف بمعنی ''پوزیشن' حالت' صورت حال' رول' رویہ' طریقہ کار' اڈا' اسٹیشن۔ موقف التاکسی بمعنی ''ٹیکسی

[1] دوران تسہیل ہمیں احساس ہوا کہ کتاب الوقف میں کچھ چیزیں تشنہ طلب ہیں اس لئے ابتداء میں ان دو صفحات (۶۷'۶۸) میں اس کا کچھ تعارف کرا دیا گیا۔ (ایوب)

اسٹینڈ''۔ موقف ترام وغیرہ بمعنی ''اسٹاپ۔ موقف جری بمعنی ''جرأتمندانہ صورت۔ موقف حاسم بمعنی مضبوط پالیسی۔ موقف حرج بمعنی سنگین و گھمبیر صورت حال' نازک پوزیشن۔ الموقف الدائم بمعنی ''مستقبل پالیسی۔ الموقف الراهن بمعنی ''موجودہ پالیسی''۔ الموقف الزائد بمعنی ''رہنمایانہ کردار''۔ الموقف الشي بمعنی ''خراب پوزیشن''۔ موقف الشاهد في الحكمة بمعنی ''گواہ کا کٹہرا''۔ الموقف الشجاع بمعنی دلیرانہ کردار۔ الموقف الضعيف بمعنی کمزور پوزیشن۔ موقف عدائي بمعنی معاندانہ رویہ وطرز عمل' جارحانہ روش۔ موقف عربات او مركبات بمعنی کاراسٹینڈ' بس اسٹینڈ۔ الموقف العسكري بمعنی ''فوجی پوزیشن''۔ الموقف العصبي يا عصيب بمعنی ''نازک صورت حال''۔ موقف علي وشك الانفجار بمعنی ''دھما کہ خیز صورت حال۔ موقف متخاذل بمعنی کمزور کردار۔ موقف متدهور: بمعنی بگڑی ہوئی صورتِ حال۔ متعلبٌ: بمعنی سخت رویہ۔ موقف متعامنٌ: متحدہ پالیسی۔ موقف متعنت بمعنی سرکشانہ رویہ۔ الموقف المتقلقل بمعنی غیر یقینی صورت حال۔ موقف مماثل بمعنی یکساں پالیسی۔ موقف المهادنة بمعنی ''مصالحت پسندانہ پالیسی''۔ موقف واقعي بمعنی حقیقت پسندانہ رویہ۔ موقوف بمعنی گرفتار' معطل' اریسٹ کیا ہوا۔ مواقف' موقف بمعنی کردار' احوال' معاملات' حالات' اقدامات۔ المواقف الانفعالية بمعنی منفعلانہ اقدامات۔ المواقف الزائفة بمعنی ''بے حقیقت اقدامات''۔ مواقف السيرة بمعنی سیرت کے اہم واقعات۔ المواقف الهوجاء بمعنی سنگین اقدامات۔ متوقف علی شروط بمعنی شرائط پر موقوف۔ المتوقف عن الدفع بمعنی ''ادائیگی روکنے والا۔ المتوقف عن العمل بمعنی کام چھوڑنے والا۔

تشریح ☆اصطلاح شریعت میں وقف ایسے عین مال کو کہتے ہیں جسے مالک (صاحب مال) اپنی ملکیت کو روکے اور اسکا نفع خیرات کردے۔ (عند ابی حنیفہ کما فی الدرایہ)

جب کہ صاحبین کے نزدیک ''کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں روکنے کا نام وقف ہے''۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے درمیان نفس وقف پر مبنی جواز کے بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے موقف کے بموجب منفعت خیرات کرنے کو وقف کہتے ہیں اور وہ (نفع) موجود نہیں۔ لہٰذا جو شے موجود نہ ہو اس کا صدقہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ لیکن نفس وقف کے جواز پر اختلاف کے حوالے سے مذکورہ قول صحیح نہیں ہے۔ البتہ صحیح قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے مابین وقف لازم کے بارے میں اختلاف موجود ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقف لازم نہیں گو کہ وہ (وقف کرنے والا) وقف کو اپنی موت کے ساتھ معلق کرے۔ جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وقف بہر حال لازم ہے۔ مفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے۔ اس بارے میں قاضی خان کا قول یہ ہے کہ بعض حضرات نے ظاہری الفاظ پر تمسک کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ وقف کو جائز قرار نہیں دیتے۔ حالانکہ ایسا کوئی معاملہ نہیں۔

مولانا انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ بعض علمی مباحث واستدلال ایسے ہوتے ہیں جن کی گہرائی سے عام لوگ واقف نہیں ہوتے اور اپنی ناقص فہم کی بناپر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں امام کے نزدیک فلاں معاملہ ناجائز ہے حالانکہ ایسا واقع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مذکورہ اختلاف (نفس وقف کے جواز اور وقف لازم) سے معلوم ہوا ہے۔

الغرض بقول قاضی خان یہ (وقف) جائز ہے۔ ہمارے (احناف کے) تمام ائمہ وفقہاء احادیث صحیحہ اجماع صحابہؓ سے محقق (ثابت) ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقف علی الاطلاق لازم نہیں ہوتا۔ اس بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ''وقف'' لازم ہوجاتا ہے اور ایک روایت کی رُو سے لازم نہیں ہوتا۔ متن میں دوسری روایت کو اختیار کیا گیا ہے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میرے علم میں دور جاہلیت میں ''وقف'' کا وجود نہیں تھا۔ یہ پاکیزہ وصف وخصلت اسلام سے جاری ہوئی ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ میں سات باغ وقف کئے تھے۔ حضرات خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وقف شدہ املاک شہرت کے عروج کو چھورہی ہیں۔

واقف ''وقف کرنے والا'' موقوف یا وقف' جو چیز وقف کی گئی ہو'' (اس کی جمع اوقاف ہے) ''موقوف علیھم'' جن لوگوں پر وقف کا وقوع ہو۔ جہت وقف جس راہ پر وقف کیا گیا ہو۔ قیم وہ شخص جو وقف پر متولی مقرر ہو۔ جیسے رفاہی اداروں کے سربراہان وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الوقف

اس میں چودہ ابواب ہیں

باب اوّل ☆

وقف کی تعریف ورُکن' سبب' حکم' شرائط کے بیان میں اور جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہے اور جن سے پورا نہیں ہوتا ہے ان کے بیان میں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف شرع میں حبس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدیق کرنا اُس کی منفعت کا فقیروں پر یا کسی اور وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہے کذافی الکافی پس یہ لازم نہ ہوگا کہ اُس سے رجوع نہ کر سکے بلکہ وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اُس مال کو فروخت کر دے یہ مضمرات میں ہے اور کسی طریقہ سے سوائے دو طریقوں کے وقف لازم نہیں ہو جاتا ہے اور دو طریقے یہ ہیں اوّل آنکہ کوئی قاضی اُس کے لازم ہو جانے کا حکم دے دے اور دوم آنکہ خارج بخرج وصیت ہو پس یوں کہے کہ میں نے اپنے اُس دار کی آمدنی کی وصیت (وقف کیا) کر دی تو ایسی صورت میں وقف لازم نہ ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک شرع میں وقف یہ ہے کہ مال عین کا حبس کر دینا ملک اللہ تعالیٰ پر ایسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندوں کی طرف عود کرتی رہے پس صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے موافق وقف لازم ہوتا ہے اور مال وقف فروخت و ہبہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ وہ میراث ہو سکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور عیون ویتیمہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم میں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کرنے والے کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہو جاتی ہے پس لازم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا متولی کو مال وقف سپرد کر دے پھر یہ حجت کر کے کہ وقف لازم نہیں ہوا ہے وقف سے رجوع کرے پس قاضی اُس کے لازم ہونے کا حکم دے دے پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہو جائے گا اگر وقف کنندہ اور متولی نے کسی کو حکم مقرر کیا اور حکم نے وقف کے لازم ہونے کا حکم دے دیا تو صحیح یہ ہے کہ حکم کے حکم سے اختلاف مذکور مرتفع نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے کو اپنے وقف کے باطل کیے جانے کا خوف ہو اور اُس کو قاضی سے حکم لزوم حاصل کرنا میسر نہ ہو تو وقف نامہ میں تحریر کر دے کہ اگر اُس وقف کو کوئی قاضی یا کوئی والی باطل کر دے تو یہ اراضی تمام اصل اراضی مذکور مع تمام اُس چیز کے جو اُس میں ہے میری طرف سے وصیت ہے کہ فروخت کی جائے اور اُس کا ثمن فقیروں پر تقسیم کیا جائے جبکہ متداعی بخراب ہو پس ایسی صورت میں وارث کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا اور وقف کا ابطال کرنا کچھ مفید نہ گا اور وصیت تعلیق[1] بالشرط کو متحمل ہے یہ خلاصہ میں ہے اور شمس

---

[1] وصیت کو معلق کسی شرط پر کر دے تو وصیت میں کچھ فساد نہیں آیا ہے ۱۲۔ تنبیہ الزوم وقف کے یہ معنی ہیں کہ ہمیشہ اس کا غلہ و آمدنی جن نیکیوں کے واسطے وقف کیا ہے انہیں پر صرف ہوتا رہے گا کبھی مسدود نہیں ہو سکتا ہے اور نہ فروخت اور نہ ہبہ اور نہ اس کی آمدنی میراث ہو سکتی ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اصل رقبہ میراث ہوگا یا نہیں سو امام اعظمؒ کے نزدیک ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ ہوگا لیکن امام اعظم کے نزدیک اگر کسی قاضی نے حکم دے دیا کہ یہ وقف اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہوا ہے تو بالاجماع وہ ملک سے بھی خارج ہو گیا ۱۲۔

الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے زمانہ میں رسم جاری ہوئی ہے کہ لوگ وقفنامہ میں فروخت کرنے والے کا اقرار اُس طرح تحریر کرتے ہیں کہ قاضیوں میں سے ایک قاضی نے اُس وقف کے لازم ہونے کا حکم دے دیا ہے تو یہ کچھ نہیں ہے اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ جب آخر وقفنامہ میں یوں تحریر کیا کہ اُس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا قاضیان اسلام میں سے ایک قاضی نے حکم دے دیا ہے اور قاضی کا نام نہیں لیا تو جائز ہے اور مؤلف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ وقف کی تعلیق بموت سے وقف کرنے والے کی ملک اُس سے زائل نہ ہوگی مگر وہ بالا جماع لازم ہو جائے گا لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس مال عین کا رقبہ وقف کرنے والے کی ملک یا اُس کے وارثوں کی ملک رہے گا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دونوں میں سے کسی کی ملک نہ ہوگا جیسے اعتاق[1] و مسجد میں ہوتا ہے یہ کفایہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ (وقف کو موت پر معلق کرنا) میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ☆

اگر وقف کو اپنی موت پر معلق کیا بایں طور کہ کہا کہ جس وقت میں مرا تو ضرور میں نے اپنا یہ مکان ان وجوہ خیر پر معلق کیا پھر مر گیا تو وقف صحیح ہو پس اگر اُس کے ترکہ کی تہائی ہوا یا تہائی سے برآمد نہ ہوا تو لازم ہو گیا اور اگر تہائی سے برآمد نہ ہو تو بقدر تہائی کے جائز ہو اور باقی ابھی باقی رہے گا یہاں تک کہ میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو یا وارث لوگ اجازت دے دیں پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر نہ ہو اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو اُس کا غلہ تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے ایک ایک تہائی واسطے وقف کے اور باقی دو تہائی وارثوں کے واسطے اور اگر ایسی حالت میں اپنی موت پر معلق کر کے وقف کیا کہ جب وہ مرض الموت کا مریض تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے حالت مرض الموت میں وقف تنجیزی کر دیا یعنی اُس کو اپنی موت پر معلق نہ رکھا بلکہ کہہ دیا کہ میں نے ابھی اُس کو وقف کر دیا تو امام طحاوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بمنزلہ تعلیق بموت کے ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف بمنزلہ حالت صحت کے وقف تنجیزی کے ہے پس لازم نہ ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تہائی سے لازم ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ملک زائل ہو جاتی ہے تو دونوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط قول سے زائل ہو جاتی اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اور مشائخ بلخ اسی پر ہیں اور قنیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتح القدیر اور سراج وہاج میں بھی ہے۔ کہ اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک وقف کر کے اُس کا متولی کر کے اُس کے سپرد نہ کر دے تب تک ملک زائل نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق مشاع یعنی غیر مقسوم و مفرز کا وقف صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح وقف کی ولایت یعنی متولی ہونا اپنی ذات کے واسطے شرط کرنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے اور یہی ظاہر المذہب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اسی طرح وقف کا شرط کرنا کہ جب چاہے دوسری اراضی سے استبدال کرے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے اور جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق بعد حکم قاضی کے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق مجرد وقف کرنے سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق[2] وقف کرنے اور متولی کے سپرد کرنے کے بعد یہ عین وقفی وقف کرنے والے کی ملک سے نکل گئی تو جس پر وقف کی گئی ہے اُس کی ملک میں داخل نہ ہو

---

[1] اعتاق غلام و باندی مملوکہ کو آزاد کرنا ۱۲۔ [2] اشعار ہے کہ وقف صحیح سے مراد لازم ہے اور واضح ہو کہ یہ سب اس صورت میں ہے کہ کسی قاضی نے لزوم وقف با خرمت از ملک وقف کنندہ کا حکم نہ دیا ہو ۱۲۔

جائے گی کذانی الکافی اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور وقف کا رکن وہی الفاظ خاصہ ہیں جو وقف پر دلالت کریں یہ بحرالرائق میں ہے اور سبب وقف خواہش تقرب بجناب باری عزوجل ہے یہ عنایہ میں ہے۔ رہا حکم وقف کا سو صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ ہے کہ وقف مال عین اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملک حقیقی میں داخل ہوتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کا حکم مال عین کا محبوس ہونا اُس کے وقف کنندہ کی ملک پر اُس طرح سے کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل نہ ہو سکے اور غلہ معدومہ کا صدقہ ہونا بشرطیکہ وقف صحیح ہو بایں طور کہ اُس نے کہا میں نے یہ اپنی اراضی صدقہ موقوفہ موبدہ کر دی یا میں نے اپنی موت کے بعد کے واسطے اُس کی وصیت کر دی پس یہ وقف صحیح ہے حتی کہ اُس کی بیع کا مالک نہیں ہے اور نہ اُس کی میراث ہو سکتا ہے لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہوا تو جائز ہے اور وقف اُس میں بقدر تہائی کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور رہے شرائط وقف پس ازانجملہ وقف کنندہ کا عاقل ہونا چاہئے یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وقف سے ایسا ہوتا ہے اور بالغ ہونا چاہیے پس طفل و مجنون کا وقف صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اگر ایسے طفل نے جو تصرفات سے ممنوع ہے اپنی اراضی وقف کی تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اُس کا وقف باطل ہے الّا آنکہ باجازت قاضی ہو اور فقیہ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اُس کا وقف ہر طرح باطل ہے اگرچہ قاضی نے اُس کو اجازت دی ہو اُس واسطے کہ تبرع ہے یہ محیط میں ہے۔

ازانجملہ آزادی ہے کہ وقف کنندہ آزاد ہو مسلمان ہونا کچھ شرط نہیں ہے اور اگر ذمی نے اپنے فرزند اور اُس کی نسل پر وقف کیا اور آخر میں مساکین کو داخل کیا تو جائز ہے کہ مسلمان مسکینوں و ذمی مسکینوں کو دیا جائے اور اگر اُس نے وقف میں ذمی مسکینوں کی تخصیص کر دی ہو تو جائز ہے اور نصرانی و یہودی و مجوسی سب مسکینوں پر بانٹا جائے گا الّا اگر اُس نے ان میں سے کسی صنف کی خصوصیت کر دی ہو تو اسی صنف کے مسکینوں کو تقسیم ہوگا پھر اگر قیم نے ان مسکینوں کے سوائے دوسروں کو دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ ہمارا قول ہے کہ کفر سب ایک ملت ہے اور اگر اُس نے اپنی اولاد و اُس کی نسل پر پھر فقیروں کے واسطے وقف کیا اُس شرط سے کہ جو اُس کی اولاد سے مسلمان ہو جائے وہ خارج از صدقہ ہے تو اُس کی شرط معتبر لازم ہوگی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ جو نصرانیہ سے کسی دوسری ملت کی طرف منتقل ہو جائے تو بھی اُس کی شرط معتبر ہوگی چنانچہ امام خصاف نے صاف صریح اُس کو بیان فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ ایک نصرانی نے اپنی زمین اپنی اولاد و اولاد اولاد کے واسطے نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے وقف کی اور آخر میں واسطے فقیروں کے کر دی جیسے کہ رسم ہے پھر اُس کی اولاد میں سے بعض مسلمان ہو گئے تو ان کو بھی[1] دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو اور وقت تصرف کے قربت ہو پس اگر مسلمان یا ذمی نے بیعہ[2] کنیسہ پر یا حربی فقیروں[3] پر وقف کیا تو نہیں صحیح ہے یہ نہرالفائق میں ہے۔

اگر ذمی نے کہا کہ اُس کی آمدنی میتوں کے کفنوں یا ان کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے تو یہ جائز ہے ☆

اگر ذمی نے اپنا گھر کسی بیعہ یا کیسہ یا آتش خانہ پر وقف کیا تو باطل ہے کذانی المحیط اور اسی طرح اگر اُس کی درستی یا اُس کے چراغ کے تیل کے واسطے وقف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ بیت المقدس کی مرمت یا اُس کی روشنی کے واسطے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ اُس کی آمدنی سے ہر سال غلام خرید کر آزاد کیے جائیں تو اُس کی شرط کے موافق جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ اُس کا

---

[1] کیونکہ اُس نے کوئی شرط نہیں لگائی ہے ۱۲۔ [2] کہ یہ فی ذاتہ قربت نہیں ہے اگرچہ ذمی کی نیت پر ہوا کرے ۱۲۔ [3] فی الحال قربت نہیں ہے مگر جبکہ وہ حربی ہونے سے باز آئیں ۱۲۔

غلہ فلاں بیعہ پر جاری رکھا جائے پھر اگر وہ بیعہ خراب ہو جائے تو اُس کا غلہ فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہو تو اُس کی آمدنی فقیروں و مسکینوں پر جاری رکھی جائے گی اور بیعہ مذکورہ پر کچھ خرچ نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ ابواب خیر پر وقف کیا تو ابواب خیر اُس کے نزدیک بیعوں کی عمارت یا آتش خانہ کی تعمیر اور مسکینوں پر صدقہ کرنا ہے پس ان میں سے مسکینوں پر صدقہ کرنا جاری رہے گا اور باقی باطل کیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ آمدنی اُس کی میرے پڑوسیوں کو بانٹ دی جائے اور اُس کے پڑوسیوں میں مسلمان و یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں اور آخر میں واسطے فقیروں کے کر دیا ہے تو وقف جائز ہے اور اُس کی آمدنی اُس کے پڑوسی مسلمان و نصاریٰ وغیرہ سب پر بانٹ دی جائے گی اور اگر ذمی نے کہا کہ اُس کی آمدنی میتوں کے کفنوں یا ان کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے تو یہ جائز ہے اور اُس کی آمدنی انہی ذمیوں کے فقیروں کے کفنوں اور ان کے فقیر مردوں کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی ذمی نے اپنا دار مسلمانوں کے واسطے مسجد کر دیا اور مثل مسلمانوں کے عمارت مسجد کی اُس کی عمارت بنائی اور مسلمانوں کو اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی پس اُنہوں نے نماز پڑھی پھر مر گیا تو یہ مکان اُس کے وارثوں کے واسطے میراث ہوگا اور یہ کل اماموں کا قول ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کسی ذمی نے اپنا مکان بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ کر دیا اور یہ اپنی صحت میں کیا پھر مر گیا تو یہ اُس کے وارثوں کی میراث ہو جائے گا ایسا ہی خصاف نے اپنے وقف میں اور ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور یہاں اُس نے کچھ وقف کیا تو اُس میں سے اُسی قدر جائز ہوگا جو ذمیوں سے جائز ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے کے وقت وقف کرنے والے کی ملک ہو حتیٰ کہ اگر کوئی اراضی غصب کر کے وقف کر دی پھر اُس کے مالک سے اُس کو خرید اور ثمن دے دیا جو دیا ہے اُس پر مالک سے صلح کر لی تو یہ اراضی وقف نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اگر زید نے عمرو کی اراضی کسی کار خیر میں جو بیان کر دیا ہے وقف کر دی پھر اُس زمین کا مالک ہو گیا تو وقف جائز نہ ہوا اور اگر مالک نے اجازت دے دی تو ہمارے نزدیک وقف ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے واسطے ایک اراضی کی وصیت کی پس عمرو نے اُس کو فی الحال وقف کر دیا پھر اُس کے بعد زید مرا تو یہ زمین وقف نہ ہوئی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کوئی زمین خریدی بدیں شرط کہ بائع کو بیع میں خیار ہے پھر اُس کو وقف کر دیا پھر بائع نے بیع کو پورا کر دیا اور اجازت دے دی تو وقف جائز نہ ہوا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر زمین اُس شرط سے کہ مجھے خیار حاصل ہے خرید کر وقف کر دی پھر اپنا خیار ساقط کر کے بیع[1] لازم کی تو وقف صحیح ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو اراضی ہبہ کی اور جس کو ہبہ کی ہے اُس نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو وقف کیا پھر اُس پر قبضہ کیا تو وقف صحیح نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی کو بطور ہبہ فاسد کے اراضی ہبہ کی گئی پس اُس نے قبضہ کر کے وقف کر دی تو صحیح ہے اور اُس پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کسی نے بطور خرید فاسد کے کوئی مکان خرید کر قبضہ کر کے اُس کو فقیروں و مسکینوں پر وقف کیا تو جائز ہے اور جس پر وقف کیا ہے اُس پر وقف ہو جائے گا اور اُس پر اُس کی قیمت بائع کے واسطے واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اراضی مذکور پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو وقف کیا تو وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص نے بطریق بیع جائز کوئی اراضی خریدی اور اُس کو قبل قبضہ و نقد ثمن کے وقف کر دیا تو وقف ابھی متوقف رہے گا پھر اگر اُس کا ثمن ادا کر کے اُس پر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہے اور اگر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو یہ زمین فروخت کی جائے گی اور وقف باطل کیا جائے گا اور فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] یہ صرف بیان صورت مقابل ہے ورنہ وقف کرنا مسقط خیار اور موجب لزوم بیع ہے ۱۲۔

اگر مالِ وقف کا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وقف باطل ہوا اور اگر مشتری کے وقف کرنے کے بعد اُس اراضی یا مکان کا جس کو خرید کر وقف کیا شفیع آیا اور شفعہ طلب کیا تو وقف باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور وقف کے واسطے وقت وقف کے ملک ہونا شرط کیے جانے سے مسائل ذیل بھی متفرع ہوتے ہیں۔ اگر اقطاع[1] کا وقف کیا تو اقطاع کا وقف نہیں جائز ہے الا جبکہ ارض موات ہو یا یہ قطعہ زمین امام کی ملک ہو پس امام نے اُس کو کسی کو عطا کیا اور اگر ارض الحوز کو امام نے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ امام اُس کا مالک نہیں ہے اور ارض الحوز اس زمین کو کہتے ہیں کہ اُس کا مالک اُس کی زراعت کرنے اور اُس کا خراج ادا کرنے سے عاجز ہوا پس اُس نے امام کو دے دی تا کہ اُس کے منافع اُس خراج کے نقصان کو پورا کریں یہ بحر الرائق میں ہے اور اسی طرح اگر مرتد نے اپنے ردت کے زمانہ میں اپنی مملوکہ چیز کو وقف کیا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ اُس حالت ردت پر قتل کیا گیا یا مر گیا ہو اُس واسطے کہ اُس چیز سے اُس کی ملک بزوال موقوف زائل ہو گئی تھی یہ نہر الفائق میں ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اُس کے چلے جانے کا حکم دے دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر چہ مرتد مذکور مسلمان بھی ہو جائے تو بھی وقف مذکور جائز نہ ہو گا قال المترجم والوجہ عدم الملک التام واللہ اعلم اور اگر مسلمان مرتد ہو گیا تو اُس کا وقف باطل ہو جائے گا یہ امام خصاف نے ذکر کیا ہے کذا فی النہر الفائق اور یہ مال میراث ہو جائے گا خواہ وہ اپنی ردت پر قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا اسلام میں لوٹ آیا ہو ہاں اگر اُس نے اسلام کی طرف عود کرنے کے بعد دوبارہ وقف کیا تو جائز ہو گا جیسے کہ خصاف نے آخر کتاب میں توضیح کر دی ہے اور مرتدہ عورت کا وقف صحیح ہے اُس واسطے کہ وہ قتل نہیں کی جاتی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر وقف کیا اپنی نسل پر پھر مساکین پر پھر مرتد ہو گیا تو اُس کا وقف باطل ہو گیا اُس واسطے کہ جہت مساکین باطل ہو گئی اور وہ اُس کی نسل پر صدقہ ہو جائے گا بغیر اُس کے کہ آخر اُس کا مساکین کے واسطے قرار دیا جائے یہ حاوی میں ہے۔ قال المترجم توضیح یہ ہے کہ یہ مال اُس کی اولاد پر وقف ہے پھر بعد ان کے مساکین پر صدقہ ہے اُس طرح وقف کیا پھر مرتد ہو گیا تو وقف باطل ہوا اُس واسطے کہ یہ ایسا صدقہ رہے گا کہ جو بغیر جہت مساکین ہے کیونکہ مساکین کے واسطے جو قرار دیا ہے وہ جہت باطل ہو گئی ہے فافہم اور رہا یہ کہ جس مال کو وقف کرنا چاہتا ہے اُس سے حق غیر کا تعلق نہ ہونا مثل اُس کے کہ وہ رہن نہ ہو یا اجارہ پر نہ ہو یہ شرط نہیں ہے پس اگر زمین کو دو برس کے واسطے اجارہ پر دیا پھر قبل اُس مدت گذرنے کے اُس کو وقف کر دیا تو اُس شرط سے وقف لازم ہو گا اور عقد اجارہ باطل نہ ہو گا پھر جب مدت اجارہ گذر گئی تو زمین مذکور ان جہات میں ہو جائے گی جن کے واسطے وقف کیا ہے اور اسی طرح اگر اپنی اراضی کو رہن کیا پھر فک رہن کرانے سے پہلے اُس کو وقف کر دیا تو وقف لازم ہو گا اور اُس کی وجہ سے رہن سے خارج نہ ہو گی اور اگر چند سال تک وہ مرتہن کے پاس رہی پھر راہن نے فک رہن کرایا تو وہ جہالت وقف کی جانب راجع ہو جائے گی اور اگر فک رہن کرانے سے پہلے مر گیا اور اُس قدر مال چھوڑا جس سے فک رہن ہو سکے تو فک رہن کرائی جائے گی اور وقف لازم ہو گا اور اگر اُس قدر مال نہ چھوڑا تو زمین مذکور فروخت کی جائے گی اور وقف باطل کیا جائے گا اور اجارہ کی صورت میں اگر مستاجر یا موجر دونوں میں سے ایک مر گیا تو اجارہ باطل ہو کر اراضی مذکور وقف ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

از انجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا بسبب سفاہت[2] یا قرضہ کے محجور[3] نہ ہو چنانچہ امام خصاف نے اسی طرح مطلقاً بیان فرمایا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر سفاہت کی وجہ سے محجور ہونے کی حالت میں اپنے اوپر وقف کیا پھر ایسی جہت پر وقف کیا جو منقطع نہیں ہوتی ہے(1) تو چاہیے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہو اور یہی محققین کے نزدیک ہے اور اگر کسی حاکم نے اُس کے صحیح

---

[1] یعنی امام نے کسی کو قطعہ زمین دے دی کہ اس سے اپنی بسر اوقات کرے ہمارے عرف میں جس کو جاگیر بولتے ہیں ۱۲۔ [2] سفاہت بے عقلی و نادانی ۱۲۔

[3] محجور ممنوع از تصرف ۱۲۔

(1) ویسے یہ خیر برابر جاری ہے ۱۲۔

ہونے کا حکم دے دیا تو کل اماموں کے نزدیک صحیح ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ از انجملہ عدم جہالت ہے یعنی جو چیز وقف کرتا ہے وہ اُس وقت مجہول نہ ہو پس اگر اپنی اراضی وقف کی اور اُس کو بیان نہ کیا تو وقف باطل ہے اور اگر اُس دار میں سے اپنا تمام حصہ وقف کیا اور اپنے سہام بیان نہ کیے تو استحساناً جائز ہے اور اگر یہ زمین یا وہ زمین وقف کی یعنی کہا کہ میں نے یہ زمین یا وہ زمین وقف کی اور وجوہ خیر بیان کر دیں تو باطل ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ امام خصاف نے فرمایا کہ اُس طرح وقف کہ میں نے کر دیا یہ مال صدقہ موقوفہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لیے یا اپنی قرابت پر تو وقف باطل ہے اُس واسطے کہ اُس نے شک پر وقف کیا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے لیے زید یا عمرو پر اور بعد اُس کے مساکین پر کر دیا تو یہ بھی باطل ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کا مال جاتا رہا اُس نے کہا کہ اگر میں نے اس کو پایا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے ☆

اگر کسی نے اپنی زمین جس میں درخت ہیں وقف کی اور اشجار مستثنیٰ کر لیے تو وقف نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ استثناء درخت میں مع مواضع درختان مستثنیٰ ہونے سے باقی اراضی جو وقف کرتا ہے مجہول رہے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف منجز ہو یعنی کسی شرط پر معلق نہ ہو پس اگر کہا کہ اگر میرا بیٹا آ گیا تو میرا یہ دار واسطے مسکینوں کے صدقہ موقوفہ ہے پھر اُس کا بیٹا آیا تو وقف نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور خصاف نے اپنی کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر یوں کہا کہ اگر کل کا روز ہو تو میری زمین صدقہ موقوفہ ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقۂ موقوفہ ہے اگر تو چاہے یا پسند کرے تو وقف باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں چاہوں پس خود کہا کہ میں نے چاہا تو باطل ہے اور کہا کہ میں نے چاہا اور اُس کو صدقہ موقوفہ کر دیا تو اُس کلام متصل سے وقف صحیح ہوا[1] ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اگر فلاں نے چاہا اور فلاں نے کہا کہ میں نے چاہا تو باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے کہا کہ اگر یہ دار میری ملک ہے تو صدقۂ موقوفہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کلام کے وقف اُس کی ملک تھا تو صدقۂ وقف صحیح ہے اُس واسطے کہ موجودہ شرط سے معلق کرنا منجز ہی ہوتا ہے (تعلیق نہیں ہے ۱۲) یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا مال جاتا رہا اُس نے کہا کہ اگر میں نے اُس کو پایا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ اپنی زمین وقف کروں پھر اُس کو پایا تو اُس پر واجب ہوا کہ اپنی زمین ایسے لوگوں پر وقف کرے جن کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور اگر ایسے لوگوں پر وقف کیا جن کو زکوٰۃ دینی نہیں جائز ہے تو وقف صحیح ہوگا مگر نذر ادا نہ ہوگی بلکہ اُس پر نذر واجب رہے گی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ جب فلاں آیا یا جب میں نے فلاں سے کلام کیا تو میری یہ زمین صدقہ ہے تو اُس پر لازم آئے گا اور یہ بمنزلہ قسم و نذر کے ہے اور جب شرط پائی گئی تو اُس پر واجب ہوگا کہ زمین کو صدقہ کر دے اور وہ وقف نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مر گیا تو ضرور میں اپنی یہ زمین وقف کر گیا تو وقف نہیں صحیح ہے خواہ مرے یا اچھا ہو جائے اور اگر کہا کہ اگر میں مر گیا اُس مرض سے تو تم اُس میری زمین کو وقف کر دو تو یہ جائز ہے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ اخیر صورت میں وقف کے واسطے وکیل کیا اور توکیل کو اپنی موت پر مشروط کیا ہے اور یہ جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اشتراط اُس کی بیع کا اور اپنی حاجت میں اُس کا ثمن صرف کرنے کا ذکر کرے اور اگر کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اور یہی مختار ہے چنانچہ بزازیہ میں مذکور ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ از انجملہ یہ کہ وقف کے ساتھ خیار شرط نہ ہو پس اگر وقف کیا اُس شرط سے کہ مجھے خیار ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں صحیح ہے خواہ وقت معلوم ہو یا مجہول ہو اور اسی کو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کنندہ کے واسطے تین روز کا خیار جائز ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔

---

[1] یعنی میں نے چاہا جو اوّل کلام سے متعلق ہے اس سے وقف کچھ صحیح نہ ہوا مگر اس اخیر کلام سے از سرِ نو وقف ہو گیا ۱۲۔

اگر اُس نے کہا کہ میں نے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف مذکور منقلب ہو کر جائز نہ ہوگا چنانچہ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقف میں ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور نوازل میں مذکور ہے کہ اُس میں اتفاق ہے کہ اگر کسی نے (اپنا مکان ۱۲) مسجد بنا دیا اُس شرط سے کہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو مسجد ہونا جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ تابید[1] ہو اور یہ شرط بالا جماع کل کے نزدیک ہے لیکن اُس کا بیان کرنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کسی نے اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی وقت معلوم کو وقف کیا اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف جائز ہے اور یہ وقف ہمیشہ کے واسطے ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میری یہ زمین ایک مہینہ کے واسطے وقف ہے جب مہینہ گذر جائے تو وقف باطل ہوگا تو وقف ابھی سے ہلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باطل ہوگا اُس واسطے کہ وقف نہیں جائز ہوتا ہے الّا جبکہ ہمیشہ کے واسطے ہو پس جب ہمیشہ کے واسطے ہونا شرط ہوا تو کسی خاص وقت تک کے واسطے روانہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ زمین بعد میری موت کے ایک سال تک صدقہ موقوفہ ہے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ہمیشہ کے واسطے فقیروں پر جائز ہے اُس واسطے کہ اُس میں وصیت کے معنی موجود ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری موت کے فلاں پر ایک سال تک وقت ہے پھر جب سال گذر جائے تو وقف باطل ہے تو یہ زمین اُس کی موت کے بعد سال تک کے واسطے فلاں کی وصیت رہے گی اُس کے بعد وہ مساکین کے واسطے وصیت ہو جائے گی پس اُس کا غلہ و آمدنی مساکین کو تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری موت کے بعد فلاں پر سال بھر وقف کی گئی ہے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فلاں مذکور کے واسطے سال بھر تک اُس کی آمدنی ہوگی اور بعد اُس کے بعد یہ اراضی وغلہ واسطے وارثوں کے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ آمدنی وغلہ وحاصلات واجرت جو کچھ ہو وہ ایسی جہت کے واسطے ہو جو کبھی منقطع نہ ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط ہے اور اگر اُس کو ذکر نہ کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک وقف صحیح نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُس کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہے تو بھی وقف صحیح ہے اور بعد اُس جہت کے منقطع ہو جانے کے وہ فقیروں کے واسطے ہو جائے گی اگرچہ ان فقیروں کو بیان نہ کیا ہو اُس واسطے کہ وقف کرنے والے کا قصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کی اجرت فقیروں کے واسطے ہو اگرچہ ان کو بیان نہ کیا پس اُس شرط کا بیان ہونا از روئے دلالت ثابت ہے یہ بدائع میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جو چیز وقف کی ہے وہ عقار یا دار ہو پس مال منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے الّا کراع[2] وسلاح کا یہ نہایہ میں ہے۔

فصل ☆

جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہے اور جن سے نہیں پورا ہوتا ہے ان کے بیان میں

اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محررہ موبدہ میری حالت حیات میں و بعد وفات کے ہے یا کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محبوسہ موقوفہ موبدہ میری حین حیات و بعد وفات کے ہے یا موقوفہ کا لفظ نہ کہا تو سب اماموں کے نزدیک یہ وقف فقیروں پر جائز لازم ہو جائے گا یہ محیط ہے لیکن بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جب تک وہ زندہ ہے یہ اُس کی طرف سے آمدنی اراضی مذکورہ تصدیق کرنے کی نذر ہوگی پس اُس پر واجب ہوگا کہ اُس کو وفا کرے اور معنی وصیت سے اُس کو رجوع کا اختیار ہوگا اور قول یہ ہے کہ میری وفات کے بعد لیکن اگر اُس نے رجوع نہ کیا تو یہ اُس کی تہائی ترکہ سے جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ موبدہ ہے تو عامہ علماء کے نزدیک جائز ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احتیاج سپرد کرنے کی باقی ہے اور بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آمدنی

---

[1] یعنی ہمیشہ کے واسطے وقف ہے ۱۲۔ [2] کراع جانور گھوڑا خچر اونٹ وغیرہ ۱۲۔

اراضی کی تصدیق کرنے کی نذر ہو گی اور وقف کرنے والے کی ملک اپنے حال پر باقی رہے گی چنانچہ بعد اُس کے مرنے کے اُس کی طرف سے میراث ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقۂ موقوفہ یا صدقۂ محبوسہ یا صدقہ حبیسہ ہے اور یہ نہ کہا کہ ہمیشہ کے واسطے تو عام علماء کے نزدیک جو وقف کو جائز رکھتے ہیں وقف ہو جائے گا اُس واسطے کہ صدقہ ثابت ہوتا ہے ہمیشہ کے واسطے کہ احتمال فسخ کا خیال رکھتا ہے اور امام خصاف و اہل بصرہ نے فرمایا کہ وقف نہ ہو گا اُس واسطے کہ وقف متعلق بتابید ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکن پر صدقہ موقوفہ ہے تو بالاجماع وقف ہو جائے گا اُس واسطے کہ مساکین کا ذکر بھی تابید کا ذکر ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ راہ خیر پر یا راہ ثواب پر یا راہ نیکی پر ہے یا راہ نیکی و ثواب پر ہے تو وقف جائز ہو گا یہ وجیز ہے اور اگر صدقہ کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن وقف کا لفظ ذکر کیا اور کہا کہ میری زمین وقف ہے یا میں نے اپنی یہ زمین وقف کر دی یا میری یہ زمین موقوفہ ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقیروں پر وقف ہو جائے گی اور شیخ صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ و مشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے ہیں اور ہم بھی بسبب عرف کے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ اس وقت ہے کہ اُس نے فقیروں کا لفظ بیان نہ کیا اور اگر بیان کیا اور کہا کہ یہ میری زمین فقیروں پر موقوف ہے یا وقف ہے یا میں نے وقف کی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف ہو گی اور اسی طرح ہلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اُس وجہ سے کہ فقیروں کے کہنے کی تصریح کرنے سے احتمال جاتا رہا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ یہ موقوفہ ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ تو جائز ہے اگرچہ صدقہ کا ذکر نہ کیا اور مساکین پر صدقہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر فقط وقف کا ذکر کیا یا اُس کے ساتھ جس کا بھی ذکر کیا تو بنا بر مختار کے اُس سے وقف ثابت ہو جائے گا اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ حرمت ارضی ہذہ او ہی محرمۃ میں نے اپنی یہ زمین حرام کر دی یا میری یہ زمین حرام کی ہوئی ہے تو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے یہ قول مثل موقوفہ کہنے کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد یا میرے قرابتی فقیروں پر حالانکہ یہ لوگ گنے ہوئے نہیں ☆

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ موقوفہ محرمہ حبیسہ ہے یا موقوفہ[2] حبیسہ محرمہ ہے تو بیع نہیں کی جا سکتی اور نہ میراث اور نہ ہبہ ہو سکتی ہے اور یہ سب اسی اختلاف پر ہے یعنی اُس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور مختار وہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ذکر ہوا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین حبیسہ صدقہ ہے تو شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ چاہیے کہ یہ بمنزلہ قول صدقہ موقوفہ کے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد یا میرے قرابتی فقیروں پر حالانکہ یہ لوگ گنے ہوئے ہیں یعنی اگر شمار کے جائیں تو ان کا احصاء ممکن ہے یا یتیموں[1] پر اور اُس کی مراد اُس سے جس اراضی مذکور نہیں ہے جو درواقع وقف ہے تو وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف نہ ہو جائے گی اُس واسطے کہ اُس نے ایسی چیز پر وقف کیا جو منقطع اور ختم ہو جائے گی ہمیشہ تک نہ رہے گی[3] اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقف صحیح ہو جائے گا اُس واسطے کہ جس پر وقف کیا ہے اُس کا ہمیشہ جاری رہنا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی یا یہ میرا دار صدقہ موقوفہ ہے فلاں پر یا اولاد فلاں تو اُس کی حاصلات جب تک

۱؎ یعنی میرے قرابتی یتیموں پر جو احصاء ہیں داخل ہیں ۱۲۔ ۲؎ قولہ الخ ہم صدقہ معروف موقوفہ وقف کی ہوئی جس بند رکھنا اور مراد یہ ہے کہ یہ زمین فروخت و ہبہ و میراث وغیرہ کسی طرح منتقل نہ ہو گی ویسی ہی رہے گی محبوس بند کی ہوئی اور ۳؎ یہ بمعنی محبوسہ محرمہ حرام کی ہوئی میراث و ہبہ و بیع وغیرہ سے حرام کی گئی ہے لیکن اس میں ایک گونہ احتمال ہے چنانچہ ہماری زبان میں اگر اس طرح کہا تو صحت وقف کا فتویٰ نہ دیا جائے گا واللہ اعلم ۱۲۔

یہ لوگ زندہ ہیں ان کو ملے گی اور ان کی موت کے بعد وہ فقیروں پر صرف ہوا کرے گی یہ وجیز کردری[1] میں ہے اور کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا موقوفہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے تو وقف ہو جائے گی خواہ ہمیشگی کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اسی طرح اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ بوجہ اللہ تعالیٰ یا صدقہ موقوفہ لطلب ثواب اللہ تعالیٰ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی موقوفہ بوجہ خیر و ثواب ہے تو جائز ہے گویا اُس نے کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین برائے سبیل ہے پس اگر ایسے شہر میں ہو جہاں کے لوگوں میں یہ لفظ وقف کے واسطے متعارف ہے تو زمین مذکور وقف ہو جائے گی اور اگر وہاں کے لوگوں میں یہ متعارف بمعنی وقف نہ ہو تو اُس سے اُس کی مراد دریافت کی جائے گی پس اگر اُس نے وقف کا ارادہ کیا ہو تو وقف ہو جائے گی اور اگر اُس نے صدقہ کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو نذر ہوگی پس یہ زمین یا اُس کا ثمن صدقہ کر دیا جائے گا وقال المترجم ہمارے عرف میں وقف کے معنی میں نہیں ہے ہاں نذر ہو سکتی ہے اگر اُس کی نیت ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کو فقیروں کے واسطے کر دیا پس اگر اُس شہر والوں میں یہ وقف کے واسطے متعارف ہو تو وقف ہوگی اور اگر وقف کے لیے متعارف نہ ہو تو اُس سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اُس نے وقف کی نیت کی تو وقف ہوگی اور اگر نیت صدقہ ہو یا کچھ نہ ہو تو صدقہ کی نذر قرار دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا اراضی ہذا سبیل یعنی میری یہ زمین سبیل ہے تو وقف نہ ہوگی لیکن اگر کہنے والا ایسے شہر کا ہو جہاں کے لوگ اُس کلام سے وقف ابدی مع اُس کے شروط کے سمجھتے ہوں تو وقف ہو گی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر کہا کہ سبلت[2] ہذہ الدار فی وجہ امام مسجد کذا عن جہتہ صلوٰتی و صیامی تو وقف ہو جائے گا اگرچہ نماز و روزوں سے واقع نہ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میرا یہ دار بعد میری موت کے مسبل[3] بفلاں مسجد ہے تو وقف صحیح ہے بشرطیکہ تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہے اور اُس نے مسجد کو معین کیا ہو ورنہ نہیں یہ قنیہ میں ہے اور اگر کہا میں نے اپنا یہ حجرہ مسجد کے تیل کے واسطے کر دیا اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ حجرہ مذکور مسجد پر وقف ہو جائے گا بشرطیکہ[4] متولی کو سپرد کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ میرے اُس دار کی آمدنی سے ہر مہینہ دس درہم کی روٹیاں خرید کر مساکین کو بانٹ دیا کرو تو دار مذکور وقف ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں وقف نہ ہونا چاہیے واللہ اعلم اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے اُس چار دیواری دار باغ انگور کے پھلوں کو وقف کر دیا خواہ اُس وقت اُس میں پھل تھے یا نہ تھے تو باغ مذکور وقف ہو جائے گا اور اس طرح اگر کہا کہ میں نے اس کی حاصلات وقف قرار دی تو وقف ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے اپنی موت کے بعد وقف کیا یا وصیت کی کہ وقف کرو میری موت کے بعد تو صحیح ہے اور یہ وقف تہائی ترکہ سے ہوگا یہ تہذیب میں ہے اور وقف ہلال رحمۃ اللہ علیہ پس مذکور ہے کہ اگر وصیت کی کہ میری تین تہائی بعد میری وفات کے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لئے ہے تو یہ اُس کی وصیت فقیروں پر وقف کی ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میرا تہائی مال وقف ہے اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اگر مال اُس کا نقد ہو تو وقف باطل ہے اور اگر اراضی ہو تو وقف[5] فقیروں پر جائز ہوگا اور بعض

---

[1] فلاں یا اولاد یا فقرائے قرابت بروجہ مذکور ۱۲۔ [2] قال المترجم ہو ہذا العلہ حق قولہا اذ لا یتاتی ما ذکرہ علی قولہ فلیتامل ۱۲۔ [3] سبیل کر دیا میں نے یہ دار اور وجہ امام مسجد فلاں از جانب نماز ہائے دروازہ ہائے خویش قال المترجم ہم اگر یہی مراد ہے تو خیر ورنہ یہ سرکا محاورہ ہوگا ہماری عربیت سے متعارف نہیں ہے قال المترجم ہم اور شاید توجیہ صحت وقف نص لفظ سبیل ہے ولعلہ مکان عرف مصر نہ اسکندر چہ و نوا تیا فلیتامل ۱۲۔ [4] شاید یہ شرط بنا بر اختیار مذہب امام محمد کے ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [5] وقف جائز ہوگا اور فقیروں پر قرار دیا جائے گا ۱۲۔

نے فرمایا کہ فتویٰ اُس پر ہے کہ بدون بیان مصرف کے یہ وقف جائز نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے تو صدقہ کر دینے کی نذر ہوگی حتیٰ کہ اگر عین اُس زمین کو صدقہ کیا یا اُس کی قیمت صدقہ کر دی تو نذر ادا ہوگئی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اُس زمین کو مسکینوں پر صدقہ کیا تو وقف نہ ہوگی بلکہ یہ نذر ہے کہ اُس عین اراضی یا اُس کی قیمت کا صدقہ کرنا اُس پر واجب آیا پس اگر اُس نے ایسا کر دیا تو نذر کے عہدہ سے نکل گیا ورنہ اُس کی موت کے بعد وہ میراث ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی اُس کو صدقہ کرنے پر مجبور نہ کرے گا جیسے نذر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ نذر کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین نیکی وثواب کی راہوں پر صدقہ ہے تو یہ وقف نہیں ہے بلکہ نذر ہے کذا فی الظہیر یہ ایک نے کہا کہ میں نے اپنے اُس دار کا غلہ و آمدنی واسطے مسکینوں کے کر دی تو یہ آمدنی کے صدقہ کرنے کی نذر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ دار واسطے مسکینوں کے کر دیا تو یہ عرف میں دار مذکور کے مسکینوں پر صدقہ کرنے کی نذر ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ ہے کہ فروخت نہ کیا جائے تو صدقہ کی نذر ہے وقف نہیں ہے اور اگر زیادہ کر کے کہا کہ اور ہبہ نہ کیا جائے گا اور نہ میراث ہو جائے گا تو مسکینوں پر وقف ہو جائے گا کذا فی البحر الرائق میں ہے۔

باب دوم:

جس کا وقف جائز ہے اور جس کا نہیں جائز ہے

وقف مشاع کے بیان میں عقار مثل اراضی و مکانات و دوکانات کا وقف جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اسی طرح منقولات میں سے جو اُس عقار کی تبعیت میں ہوں اُن کا وقف بھی بالتبع جائز ہو جائے گا مثلاً کسی اراضی کے ساتھ کارکن غلام و بیل و آلات کاشت کاری وقف کیے تو سب وقف ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام خصاف نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین وقف کی اور اُس کے ساتھ غلام تھے جو اُس زمین میں کام کرتے ہیں تو چاہیے کہ ان غلاموں کا نام بیان کر دے اور ان کی تعداد بیان کرے اور اسی طرح اگر اُس کے ساتھ بیل ہوں تو ان کو بیان کر دے اور ان کی تعداد بیان کرے اور چاہیے کہ صدقہ میں شرط کر دے کہ رقیقوں و بیلوں کا نفقہ اُس زمین کی آمدنی سے ہوگا اور یہ شرط کرے تو اُس زمین کی آمدنی میں ان کا نفقہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اسعاف میں ہے کہ اگر ان کا نفقہ اُس زمین کی آمدنی و حاصلات سے شرط کیا پھر بعض ان میں سے بیمار ہوئے تو وہ اپنے نفقہ کا اُس زمین کی حاصلات سے مستحق ہوگا اور برابر ان کا نفقہ اُس کی حاصلات سے ان پر برابر جاری رہے گا جب تک وہ زندہ ہیں اور اگر اُس نے یہ کہا کہ اُس زمین میں ان کے کام پر ان کا نفقہ اُس کی حاصلات سے ہو تو جو رقیق ان میں سے کام سے بے کار رہا اُس کو حاصلات زمین سے نفقہ نہ ملے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر رقیق کام سے ضعیف ہو گیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ اُس کو فروخت کر کے اُس کے ثمن سے دوسرا خریدے جو بجائے اُس کے کام کرے پھر اگر اُس کے ثمن سے دوسرا غلام نہ ملا اور چاہا کہ اُس کے ثمن میں حاصلات زمین سے کچھ بڑھا کر دوسرا غلام خریدے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اسی طرح جو جانور و آلات زراعت کہ اراضی کے ساتھ وقف کیے گئے اور ان میں سے کوئی نکما ہوا تو بجائے اُس کے دوسرا قائم کرنے کے واسطے بھی یہی حکم ہے اور جو شخص صدقہ کا متولی ہو وہ ایسا کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلامان وقف میں سے کوئی قتل کیا گیا اور اُس کی دیت وصول کر لی گئی تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس دیت سے بجائے اُس کے دوسرا خریدے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اسعاف میں مذکور ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے جنایت کی اور ولی جنایت دعویٰ دار ہوا تو اُس غلام مجرم کو دینے یا اُس کا فدیہ دینے دونوں میں سے جو بات بہتر ہو وہ متولی پر واجب ہے اور اگر اُس نے غلام کے فدیہ میں جرمانہ جنایت سے زاید مال دیا تو زاید میں

متطوع[1] قرار دیا جائے گا پس اپنے مال سے اُس کا ضامن ہوگا اور اگر جن لوگوں پر وقف ہے انہوں نے اُس غلام جرم کنندہ کا فدیہ ادا کر دیا تو وہ متطوع ہوں گے اور غلام مذکور جس طرح وقف میں کام کرنے کے واسطے تھا ویسا ہی باقی رہے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور مال منقول کے وقف بالمقصود[2] میں دو صورتیں ہیں اگر یہ مال منقول کراع یا سلاح ہو تو وقف جائز ہے اور اگر سوائے ان کے ہو تو پھر دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ ایسی چیز ہو جس کے وقف کرنے کا تعارف جاری نہیں ہے جیسے کپڑے وحیوانات تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر اُس کا وقف متعارف ہو جیسے آرہ و بسولا جنازہ و جنازے کے کپڑے اور دیگر چیزیں جن کی حاجت پڑتی ہے مثل ظروف و دیگچہ واسطے غسل میت کے و مصاحف وغیرہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ نہیں جائز ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور ائمہ مشائخ جن میں سے امام سرخسی بھی ہیں اسی طرف گئے ہیں کذا فی الخلاصہ اور یہی مختار ہے اور فتویٰ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے یہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہے کذا فی مختار الفتاویٰ اور اگر جنازہ وملات و مغتسل جس کو فارسی میں حوض مسین کہتے ہیں ایک محلہ میں وقف کیا پھر اُس محلہ والے سب کے سب مر گئے تو وقف کرنے والے کے وارثوں کو واپس نہ دیا جائے گا بلکہ اُس محلہ سے جو جگہ سب سے قریب ہو وہاں منتقل کر دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مصحف کو اہل مسجد پر وقف کیا کہ اُس کو پڑھا کرتے یا حفظ کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر مسجد پر وقف کیا تو بھی جائز ہے اور اسی مسجد میں پڑھا جائے گا اور بعض مقام پر مذکور ہے کہ اسی مسجد پر مقصود[3] نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور لوگوں[4] نے کتابوں کے وقف میں اختلاف کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو جائز نکالا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے جانور سواری کی پیٹھ یعنی سواری لینا اُس کی پشت پر اور اپنے غلام کی کمائی کی آمدنی مسکینوں میں وقف کی تو ہمارے علماء کے قول میں نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گائے وقف کی اُس شرط پر کہ اُس کا دودھ وگھی ومٹھا راہی مسافروں کو دیا جائے پس اگر ایسے مقام پر ہو جہاں کے لوگوں میں یہ متعارف ہے تو جائز ہوگا جیسے سقایہ کا پانی جائز ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور بیل یا بکرہ وغیرہ نر جانور کا اُس واسطے وقف کرنا کہ اُس سے مادہ گابھن کرائی جایا کریں نہیں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے اور واقعات میں مذکور ہے کہ بلال بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقف میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے فقط عمارت کو بدون اصل کے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح وقف دار بدون عقار نہیں جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط میں ہے۔ وقف عمارت کا ایسی زمین میں جو عاریت پر ہی یا اجارہ پر ہے نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور خصاف نے بیان فرمایا کہ بازار کی دُکان کا وقف جائز ہے بشرطیکہ زمین اجارہ پر ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہو جنہوں نے ان دُکانوں کو بنایا ہے کہ سلطان ان کے ہاتھ سے نکال نہ سکتا ہو اور اُس سے ثابت ہوا کہ جو عمارت کہ زمین محتکرہ میں ہو اُس کا وقف جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اگر قطعہ زمین وقف کی ہوئی میں کسی نے عمارت بنائی اور اُس کو اسی جہت پر وقف کیا جس پر یہ قطعہ زمین وقف ہے تو اُس کی طبیعت میں اُس کا وقف بھی بلا خلاف جائز ہوگا اور اگر قطعہ مذکورہ کی جہت وقف کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اُس کے جواز میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کوئی درخت جمایا پھر اُس کو وقف کر دیا پس اگر اس کو ایسی زمین میں لگایا گیا ہے جو وقف کی ہوئی نہیں ہے اور اس درخت کو مع اس کے موضع زمین کے وقف کیا[5] یا جتنی زمین پر اُس کا قیام ہے تو زمین کی تبعیت میں بحکم اتصال کے یہ درخت بھی وقف ہو جائے گا اور اگر فقط درخت کو بدوں اصل زمین کے وقف کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر وقف کی زمین میں لگایا ہے تو اگر اُسی جہت پر وقف کیا جس پر یہ زمین وقف ہے تو

---

[1] متطوع بترع واحسان کنندہ ۱۲۔ [2] یعنی عقار کے تابع کر کے نہیں بلکہ مقصود ہی منقول کا وقف کرتا ہے ۱۲۔ [3] بلکہ دوسری مسجد میں پڑھا جائے ۱۲۔ [4] قال المترجم قولہ لوگوں نے یعنی اہل علم نے اور شاید مؤلف کے نزدیک یہ اختلاف بعید ہے لہٰذا لوگوں سے اس لفظ کی تعبیر کی ۱۲۔

[5] بشرطیکہ موضع زمین اُس کی ملک ہو ۱۲۔

جائز ہے جیسے عمارت میں جائز ہے اور اگر اُس جہت کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اُس میں بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسا عمارت میں مذکور ہوا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر درہم یا کیلی چیزیں یا کپڑے وقف کیے تو نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہاں اُس کا رواج ہو وہاں جواز کا فتویٰ دیا جائے گا ☆

رباط کے کام کاج کے واسطے غلام و باندیوں کا وقف کرنا جائز ہے اور اگر حاکم نے اُس وقف کی باندیوں کا نکاح کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُس کا غلام بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ غلام پر مہر و نفقہ لازم ہو جائے گا اور اگر وقف کے غلام کو وقف کی باندی سے بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ بدون ان کے عین تلف کرنے کے ان سے انتفاع نہیں حاصل ہو سکتا ہے جیسے کھانے و پینے کی چیزیں، سونا چاندی وغیرہ تو عامۂ فقہاء کے نزدیک نہیں جائز ہے اور مراد چاندی و سونے سے درہم و دینار ہیں اور جوز یور نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر درہم یا کیلی چیزیں یا کپڑے وقف کیے تو نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہاں اُس کا رواج ہو وہاں جواز کا فتویٰ دیا جائے گا تو دریافت کیا گیا کہ کیونکر تو فرمایا کہ درہم فقیروں کو قرض دیے جائیں گے پھر ان سے وصول کر لیے جائیں گے یہ مضاربت پر دیے جائیں گے اور ان کا نفع صدقہ کیا جائے گا اور گیہوں فقیروں پر قرض دیے جائیں گے کہ اُس سے زراعت کریں پھر ان سے لے لیے جائیں گے اور کپڑے و لباس فقیروں کو دیے جائیں گے کہ اپنی ضرورت کے وقت ان کو پہنیں پھر ان سے لے لیے جائیں گے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور نہیں صحیح ہے وقف ادو یہ کا[1] جب کہ اُس نے کہا کہ فقیروں و تونگروں سب پر تو جائز ہوا اور تونگر لوگ فقیروں کی تبعیت میں داخل ہو جائیں گے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور ناطفی نے کہا کہ اگر مسجدوں کی اصلاح کے واسطے مال وقف کیا تو جائز ہے اور اگر پُلوں کے بنانے و راستوں کی درستی اور قبروں کے کھودنے اور مسلمانوں کے لیے سقایہ کاروں یا مسلمان مردوں کے واسطے کفن خریدنے کے لیے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اور فتویٰ اُس پر[1] دیا جائے کہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور متصلات اُس بیان سے ان چیزوں کا بیان ہے جو بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہیں اور جو ذکر ہی سے داخل ہوتی ہیں۔ امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنی صحت میں اپنی اراضی بعض وجوہ پر جن کو بیان کیا ہے وقف کی اور بعد ان وجوہ کے فقراء پر وقف بیان کیا تو اُس وقت میں جو عمارات و درختان خرما و دیگر اشجار ہوں گے سب داخل (بلا بیان ۱۲) ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے اور خصاف بیان کر دیا ہے کہ درختوں کے وقف کرنے میں جو پھل اُس پر اُس وقت موجود ہیں وہ داخل نہیں ہو جاتے ہیں اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین مع اُس کے حقوق و تمام اُس چیز کے جو اُس میں یا اُس سے ہے صدقہ موقوفہ کر کے وقف کی حالانکہ وقف کے روز اُس اراضی کے درختوں میں پھل موجود ہیں تو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استحساناً اُس پر لازم ہے کہ ان پھلوں کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ کر دے نہ بطور وقف کے بلکہ بطور نذر کے پھر اُس کے بعد جو پھل اُس میں پیدا ہوں گے وہ انہیں وجوہ پر صرف کیے جائیں گے جن کو اُس نے وقف میں بیان کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے بعد میری وفات کے اس وجہ پر کہ جو اللہ تعالیٰ اُس کی حاصلات و پیداوار فرما دے وہ واسطے عبداللہ کے ہے پھر وقف کرنے والا مرا اور حال یہ ہے کہ اُس اراضی کے درختوں میں پھل موجود ہیں تو فرمایا کہ یہ پھل عبداللہ کے واسطے نہ ہوں گے اُس واسطے کہ اس کے لیے اب وقف واجب ہوا ہے پس ایسا ہو گیا کہ اُس نے ایک زمین وقف کی جس کے درختوں میں پھل موجود ہیں پس وصیت وقف میں

[1] قال المترجم ہم اس وجہ سے کہ خیر سے باز رہیں گے اور عوام کو تمیز و خیر وقف نہیں ہے ۱۲۔

جو پھل موجود ہیں داخل نہ ہوں گے پھر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس مقام پر یہ موجودہ پھل بدلیل قیاس اُس کے وارثوں کے ہوں گے اور استحسان یہ ہے کہ فقیروں پر صدقہ کر دیے جائیں اور ہم استحسان ہی کو اختیار کرتے ہیں اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر وقف کرنے والوں کے الفاظ اسی قدر ہوں جو بیان ہوئے ہیں تو قیاس و استحسان ہر دلیل سے یہ پھل وارثوں کے ہونے چاہیے ہیں اُس جہت سے کہ اُس نے وقف کو اپنی وفات کے بعد پر رکھا ہے پس زمین مذکور اُس کی حیات میں وقف نہیں ہوئی اور جب ایسا ہے تو جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ میت کی ملک پر پیدا ہوئے ہیں پس یہ اُس کے وارثوں کی ملک ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کوئی زمین وقف کی اور اُس میں زراعت ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہوگی خواہ زراعت کے واسطے قیمت ہو یا نہ ہو یہ مضمرات میں ہے اور فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے خصاف نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی میں بقول (ساگ پات ۱۲) یا پھل پھول خوشبودار ہوں تو وہ وقف میں داخل نہ ہوں گے اور اگر اُس میں نرکل و غیضہ[1] وخلاف ہوں تو جو ان میں سے ہر سال کاٹے جاتے ہیں وہ داخل نہ ہوں گے اور جو ایسے ہیں کہ ہر دو برس یا تین برس بعد کاٹے جایا کرتے ہیں وہ داخل ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح جو زمانہ آئندہ میں پیدا ہوں و پھلیں وہ داخل وقف ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور رطاب میں سے جو رطبہ اُگا ہوا ہو وہ وقف کرنے والوں کا ہوگا اور جو اُسی کے اصول و جڑیں ہیں وہ وقف میں داخل ہوں گے اسی طرح بادنجان و قطن (ولایتی بیگن ۱۲) ہے لیکن اگر روئی کے درخت ہر سال جھاڑے جاتے ہوں تو وقف میں داخل نہ ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔ پیاز نرگس و زعفران وقف میں داخل ہوں گے اور عیشکر نہیں داخل ہوں گے اور گلاب و یاسمین و چنبیلی کے درخت زمین کی وقف میں داخل ہو جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے لیکن گلاب اور چنبیلی اور برگ (پھول ۱۲) حنا وقف کرنے والے کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُس زمین کے حصہ پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحساناً اُس کا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا ☆

اگر ایسی زمین وقف کی جس میں چکی گڑی ہے تو وہ چکی داخل وقف ہوگی خواہ پنچکی ہو یا ہاتھ کی چکی ہو اور اسی طرح کنوئیں کے چرخ داخل ہوں گے اور چرس داخل نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے اور حمام کے وقف میں دیگیں داخل ہوں گی اور وہ مقام بھی جہاں اُس کا گوبر و راکھ ڈالی جاتی ہے اور پانی بہنے کی نالی جو زمین مملوکہ میں ہو اور راستہ آمد و رفت کا داخل نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُس زمین کے حصہ پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحساناً اُس کا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا اُس واسطے کہ زمین اسی واسطے وقف کی جاتی ہے کہ اُس سے پیداوار و حاصلات ملے اور یہ بدون پانی و راستہ کے نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دار کے وقف میں اگر اُس طرح بیان نہ کیا کہ دار مع اپنے حقوق کے اور نہ یہ ذکر کیا کہ سب قلیل و کثیر کے ساتھ جو اُس دار کے واسطے اُس میں یا اُس سے اُس کے حقوق سے ہے تو وہی چیزیں داخل ہوں گی جو دار کی بیع میں بدون بیان کے داخل ہو جاتی ہیں اور دوکان کے وقف میں وہ چیزیں داخل ہوں گی جو ان کے بیع کرنے میں داخل ہو جاتی ہیں اور ویس (زوشاب ۱۲) بنانے والوں کے خم اور چرا کمانے والوں کی دیگیں وقف میں داخل نہ ہوگی خواہ یہ عمارت میں جمی ہوں یا نہ جمی ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا دار وقف کیا جس میں حمامات ہیں یعنی ایسے کبوتر ہیں جو اڑ جاتے ہیں اور پھر چلے آتے ہیں تو فرمایا کہ دار کے وقف میں پالو کبوتر داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ فتاویٰ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ اگر کبوتروں کے برج وقف کیے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو اُس واسطے کہ کبوتر اگرچہ مال منقولہ میں سے ہیں۔ لیکن وہ اُس مکان وقف کی

---

[1] جیسے ہمارے ہندوستان میں ہے ۱۲۔

تبعیت میں داخل ہو جائیں گے جیسے اگر کوئی زمین مع ان چیزوں کے جو اُس میں بیلوں و غلاموں سے وقف کی تو بیلوں و غلاموں کا وقف جائز ہے اور اسی طرح اگر ایسا مکان وقف کیا جس میں شہد کی مکھیوں کے چھتے ہیں تو جائز ہے اور شہد کی مکھیاں تابع مکان و شہد کے ہو جائیں گی اور واضح ہو کہ یہاں تابع وقف ہو جانے کی تاویل اسی طرح واجب[1] ہے کہ مراد یہ کہ مکان کو مع شہد کی مکھیوں کے جو اُس میں ہیں یا کبوتروں کے برجوں کو مع اُن کبوتروں کے جو اُس میں ہیں وقف کیا جیسے زمین کی صورتمیں ہے کہ زمین کو مع اُس کے بیلوں و غلاموں کے وقف کیا یہ محیط میں ہے۔

فصل ☆

وقف مشاع کے بیان میں

قال المترجم: مشاع سے مراد یہ ہے کہ تمام میں وقف پھیلا ہوا ہو منقسم و متعین کسی حصہ میں نہ ہو اور واضح ہو کہ محتمل قسمت یا لفظ قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے اُس سے وہی فائدہ ہو سکے جو قبل بانٹنے کے حاصل تھا اور غیر قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے وہ فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا حاصل نہ ہو سکے فاحفظ اب ہم بیان کتاب کو شروع کرتے ہیں۔ جو چیز کہ غیر قابل تقسیم ہے اگر اُس میں اسے کوئی حصہ وقف کیا جو تقسیم کیا ہوا سب طرح علیحدہ نہیں ہے بلکہ یہ حصہ تمام میں شائع ہے تو یہ وقف بلا خلاف جائز ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر آدھا حمام وقف کیا تو وقف جائز ہے اگرچہ مشاع ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ جو چیز قابل تقسیم ہے اُس میں وقف مشاع (غیر مقسوم و غیر متعین دا) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی کو مشائخ بخارا نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور متاخرین مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اُس پر اتفاق ہے کہ غیر مقسوم کو مسجد یا مقبرہ کر دینا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا ایسی ہو جو قابل تقسیم نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی قاضی نے غیر مقسوم وقف کے صحیح ہونے کا حکم دے دیا تو اُس کا حکم نافذ ہو جائے گا اور وہ اتفاقی ہو جائے گا جیسے اور مسائل مختلفہ میں حکم ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔ پھر جو چیز قابل تقسیم ہے اُس میں مشاع وقف کے صحیح ہو جائے گا کسی قاضی نے حکم دیا یا پھر بعض شریکوں[2] نے درخواست کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بٹوارہ نامنظور نہ ہوگا ہاں وہ لوگ باری باری مقرر کر لیں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بٹوارہ کر دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اُس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کل چیز وقف ہو اور بعضوں نے یا سب نے بٹوارہ چاہا تو تقسیم نہ کی جائے گی اور نیز باری بھی نہیں کر سکتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر عقار[3] میں دو شریک ہوں پھر ایک نے اپنا حصہ وقف کیا تو خود ہی اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور اُس کی موت کے بعد اُس کے وصی کو بٹوارہ کرانے کا حق پہنچتا ہے اور اگر اُس نے اپنے عقار میں سے نصف کو وقف کر دیا تو اُس سے بٹوارہ کرانے والا قاضی ہوگا یا یہ باقی اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے پس مشتری اُس سے بٹوارہ کرا لے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دو شخصوں کے درمیان ایک اراضی مشترک ہے پس ہر ایک نے اپنا حصہ ایک قوم پر جو معلوم ہیں وقف کر دیا تو یہ جائز ہے اور دونوں کو اختیار ہوگا کہ باہم اُس زمین کا بٹوارہ کریں پس ہر ایک اپنا اپنا حصہ جو وقف کیا جدا کر کے اپنے قبضہ میں رکھے گا جس کا خود متولی ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کل

---

[1] قال المترجم وجہ وجوب یہ ہے کہ یہ چیزیں اس کے تابع بمعنی حقوق وغیرہ کے نہیں ہیں کہ بلا ذکر داخل ہو جائیں جیسے مبیع میں ہو جاتا پس یہ مراد ہے کہ وقت منقول نہیں جائز ہے مگر بالتبع ۱۲۔ [2] خواہ اصل کے شریک یا جن پر وقف کیا گیا ہے ۱۲۔ [3] اراضی یا مکان وغیرہ غیر منقول ۱۲۔

کو وقف کر دیا پھر اُس میں سے ایک جزو کا[1] کوئی شخص مستحق ثابت ہوا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باقی کا وقف باطل ہو گیا اُس واسطے کہ وقف کے وقت شیوع موجود تھا اور اگر اُس میں سے نصف غیر معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا تو باقی کا وقف باطل نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی تمام اراضی وقف کر دی پھر اُس میں سے کسی جزو معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا اور قاضی نے مستحق کے واسطے نصف کا حکم دے دیا اور باقی نصف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بحال خود وقف رہی تو وقف کرنے والوں کو اختیار ہوگا کہ مستحق سے بٹوارہ کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اگر ایک اراضی دو شخصوں میں مشترک ہو پس دونوں نے اُس کو صدقہ موقوفہ خواہ مسکینوں پر یا جن راہ خیر پر وقف جائز ہے ان میں سے کسی راہ پر وقف کر دیا اور دونوں نے اُس کو قیم کے سپرد کر دیا جو اُس کے امور کی پرداخت پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ شیوع جواز وقف سے مانع ہے جو قبضہ کے وقت ہو یا وہ شیوع جو عقد کے وقت ہو اور اُس صورت میں شیوع کسی وقت پر نہیں پایا گیا نہ وقت وقف کے کیونکہ دونوں نے زمین کو ساتھ ہی وقف کیا ہے اور نہ وقت سپردگی قیم کے کیونکہ دونوں نے اُس کو ساتھ ہی سپرد کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح اگر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ وقف کیا اور صدقہ موقوفہ مسکینوں پر کر دیا اور دونوں نے ایک ہی قیم کو مقرر کیا پس قیم مذکور نے دونوں کے حصہ پر ایک ساتھ یا جدا جدا[2] قبضہ کر لیا تو بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے ساتھ ہی دو شخصوں کو متولی مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الوجیز اور اسی طرح اگر وقف کی جہت مختلف ہو مثلاً ایک نے اپنی اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ کوئی نہ رہیں تو مساکین پر وقف ہے اور دوسرے نے حج پر کہ اُس سے ہر سال حج کیا جائے پھر دونوں نے ساتھ ہی ایک متولی کو سپرد کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا ایک ہی ہو پس اُس نے آدھی غیر مقسوم و معین فقیروں و مسکینوں پر وقف کی اور باقی نصف دوسرے امر پر وقف کی تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کرانے کے وقف جائز ہے پس غیر مقسوم کو وقف بھی روا ہے ☆

اگر متولی نے دونوں میں سے ایک کے حصہ پر قبضہ کیا اور دوسرے کے حصہ پر قبضہ نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا حتیٰ کہ جس کے حصہ پر قبضہ کیا ہے اُس کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا کہ واپس لے کر دیا ہے اُس کو فروخت کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ہر ایک نے نصف زمین مشاع غیر مقسوم حالت میں صدقہ موقوفہ کر دی اور ہر ایک نے اپنے وقف کے واسطے جُدا جُدا دو متولی مقرر کیے تو جائز نہیں ہے کیونکہ وقت عقد کے شیوع پایا گیا ہے اُس واسطے کہ ہر ایک علیحدہ عقد کا مباشر ہوا ہے اور وقت قبضہ کے بھی شیوع نہ ممکن تھا اُس لیے کہ ہر ایک متولی نے نصف مشاع پر قبضہ کیا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مولیٰ سے قبضہ کے وقت کہا کہ تو میرے حصہ پر مع میرے شریک کے حصہ کے قبضہ کر تو وقف جائز ہوگا اور یہ سب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ان سب صورتوں میں وقف جائز ہے اُس واسطے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کرانے کے وقف جائز ہے پس غیر مقسوم کا وقف بھی روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے مکان یا زمین سے ہزار گز وقف کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے پس تمام دار یا زمین ناپا جائے گا پس اگر وہ ہزار گز یا کم نکلا تو سب وقف ہوگا اور اگر دو ہزار گز ہو تو اُس میں سے نصف وقف ہوگا اور اگر ڈیڑھ ہزار گز نکلا تو دو تہائی حصہ وقف ہوگا اور اگر اُس میں سے بعض ٹکڑے میں درختان خرما ہوں اور بعض میں نہ ہوں تو وقف کے واسطے درختان خرما سے حصہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین سے ایک جریب مشاع وقف کی پھر تقسیم واقع ہوئی اور بٹوارہ میں وقف میں ایک جریب سے کم پڑا اُس وجہ سے کہ وقف کے ٹکڑے کی زمین عمدہ تھی پس

---

[1] مراد اُس سے وہ جزو ہے جو غیر معین ہو ۱۲۔ [2] ظاہراً بنا بر قول امام ابو یوسف ہوگا و احتمال ہے کہ برابر قول امام محمدؒ کے استحساناً ہو واللہ اعلم ۱۲۔

دوسرے ٹکڑے کے گزوں یعنی رقبہ میں بڑھا دیا گیا ہے یا اُس کے برعکس واقع ہوا تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا حصہ اُس دار میں سے وقف کر دیا اور یہ تمام دار کی تہائی ہے پھر پیچھے اُس کا حصہ اُس تمام دار کا آدھا یا دو تہائی نکلا تو یہ سب وقف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر زمینیں و مکانات دو شخصوں میں مشترک ہوں پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ وقف کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور تمام وقف کو ایک زمین یا ایک دار میں مجتمع کر دے تو قیاس قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ میں یہ جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دو شخصوں میں ایک زمین مشترک ہے پس ایک نے اُس میں سے اپنا حصہ وقف کر دیا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے اپنے شریک سے بٹوارہ کرایا اور بٹوارہ میں کسی قدر درہم معدود و معلوم[1] داخل کیے تو اُس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر وقف کرنے والے نے زمین کا ایک ٹکڑا مع اُن درہموں کے لیا تو نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ وہ وقف میں سے کچھ بعوض درہموں کے فروخت کرنے والا ہوا اور یہ فاسد ہے اور اگر وقف کرنے والے نے درہم دیے ہیں تو جائز ہے اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اُس نے حصہ وقف لیا اور اُس کے ساتھ ایک ٹکڑا اور درہموں کے عوض حصہ شریک میں سے خریدا پس جائز ہوگا پھر جو حصہ واقف کا ہے وہ وقف ہوگا اور جو اُس نے درہموں سے لیا ہے وہ اُس کی ملک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر تقسیم میں کچھ درہم بڑھائے گئے ہوں بایں طور کہ دو حصوں میں سے ایک حصہ کی زمین عمدہ تھی اور دوسرا حصہ زمین اُس سے خراب تھا پس بمقابلہ عمدگی کے کچھ درہم بڑھائے گئے تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے درہم لیے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر شریک نے لیے ہیں تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک دُکان دو شریکوں میں مشترک ہے جن میں سے ایک نے اپنا حصہ وقف کیا پھر وقف کرنے والے نے چاہا کہ اُس حصہ کے دروازہ پر وقف کا تختہ لگا دے اور دوسرے شریک نے اُس کو رد کیا تو وہ وقف کا تختہ نہیں لگا سکتا ہے لاّ اُس صورت میں کہ قاضی نے اُس کو بغرض حفاظت وقف کے اُس کی اجازت دے دی ہو اور یہ مسئلہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ٹھیک پڑتا ہے جس کو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک گاؤں میں سے کچھ وقف ہے اور کچھ بادشاہت کی زمین ہے اور کچھ دوسروں کی ملک ہے پھر انہوں نے اُس میں سے تھوڑی زمین کا بٹوارہ بدیں غرض چاہا کہ اُس کو مقبرہ بنا دیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کل کی تقسیم چاہی تو جائز ہے یہ وجیز میں ہے۔

باب سوم :

مصارف کے بیان میں یعنی جہاں جہاں مال وقف صرف کیا جائے

اور اُس میں آٹھ فصلیں ہیں

فصل اوّل :

اس صورت میں وقف کا مصرف ہوگا اور کون شخص مصرف ہو سکتا ہے کہ اُس پر وقف صحیح ہو اور کون نہیں ہو سکتا ہے کہ اُس پر صحیح نہ ہو۔ حاصلات وقف میں سے پہلے وقف کی تعمیر میں صرف کیا جائے گا خواہ وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو پھر جو امر اُس عمارت سے قریب ہو اور مصلحت میں سب سے عام ہو جیسے مسجد (وقف مسجد میں ہے ۱۲) کے واسطے اُس کا امام اور مدرسہ (وقف مدرسہ میں ہے ۱۲) کے واسطے اُس کا مدرس پس ان کو بقدر ان کی کفایت کے دیا جائے گا پھر چراغ و بوریے فرش وغیرہ میں صرف کیا جائے پھر اسی طرح آخر

---

[1] جیسا کہ تقسیم میں خرابی پڑنے کے وقت ایسا کیا کرتے ہیں ۱۲۔

تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائے گا یہ اُس وقت ہے کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہ ہو اور اگر کسی چیز پر معین کیا گیا ہو وہ اُس وقف کی تعمیر واصلاح میں صرف کرنے کے بعد اسی مصرف معین کی طرف خرچ کیا جائے گا یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر وقف کی آمدنی اُس نے ایک سال یا دو سال تک فلاں شخص کے واسطے پھر بعد اُس کے فقیروں کے واسطے کر دی ہو اور آمدنی سے اُسکی تعمیر شرط کر دی ہو تو ایسی صورت میں فلاں مذکور کے حق سے وقف کی تعمیر پیچھے کر دی جائے گی لیکن اگر تعمیر میں دیر کرنے سے وقف کو کوئی کھلا نقصان پہنچتا نظر آئے تو تعمیر مقدم رکھی جائے گی یہ حاوی میں ہے۔ جن وجھوں پر وقف ہے وقف کی سب آمدنی ان وجھوں پر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی لیکن اگر تاخیر عمارت میں کھلا ضرر پہنچتا ہو تو پہلے تعمیر مقدم کی جائے گی اور رہا ناظر پس اگر اُس کے واسطے وقف میں سے کچھ شرط کر دیا گیا ہو تو وہ گویا مستحقوں میں سے ایک مستحق ہے اور اگر ایسا نہ ہو پس اگر وہ کام کرتا ہو تو اپنی اجرت کی قدر لے لے گا اور اگر کچھ کام نہ کرتا ہو تو کچھ نپا دے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر وقف ایک شخص معین یا کئی شخصوں معلوم پر ہو اور آخر میں واسطے فقیروں کے ہو تو یہ وقف کرنے والے کے مال سے ہے کہ اپنی زندگی میں جس مال سے چاہے[1] دیا کرے پھر جب مرا تو یہ مال ان کو اُس وقف کی آمدنی سے دیا جائے گا پھر وقف کی تعمیر اُسی قدر لازم ہے کہ جس سے وقف کی ہوئی چیز ویسی ہی باقی رہے جیسے وقف کی تھی اور اُس سے بڑھانا سو یہ واجب نہیں ہے پس بدوں اُس کی رضامندی (جس پر وقف ہو۱۲) کے متولی اُس سے زیادہ عمارت میں خرچ نہ کرے گا اور اگر وقف فقیروں پر ہو تو بعض کے نزدیک متولی کسی حالمیں اُس سے زیادہ تعمیر نہ بڑھائے گا جس وصف پر وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کسی نے اپنا مکان اپنی اولاد کی سکونت کے لیے وقف کیا تو جو اُس میں رہے اسی پر اُس کی تعمیر و مرمت واجب ہے پھر اگر اُس نے اُس سے انکار کیا یا وہ فقیر ہے تو قاضی اُس کو اجارہ پر دے کر اُس کی اجرت سے مرمت و تعمیر کا حکم دے گا پھر جب اُس کی مرمت ہو جائے گی تو جس پر وقف تھا پھر اسی کو واپس دے دے گا اور انکار کرنے والے پر تعمیر کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا اور اگر اسی نے اجارہ پر دیا جس کو حق سکونت حاصل ہے تو اُس کا اجارہ نہیں صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر سکونت کے حقدار نے اپنے خالص مال سے وقف میں عمارت بنائی پس اگر اُس عمارت میں سے کچھ بعینہٖ قائم ہو تو وہ اُس بنانے والے کے وارثوں کی ہو گی چنانچہ ان لوگوں کا اختیار ہو گا کہ اُس کو لے لیں بشرطیکہ اُس سے واقف کو کوئی ضرر نہ پہنچے کذا فی الحاوی اور اُس کے وارثوں سے کہا جائے گا کہ اپنی اُس عمارت کو یہاں سے دور کر کے جاؤ پس اور وہ لے گئے تو خیر ورنہ ان پر جبر کیا جائے گا اور اگر انہوں نے عمارت کا اُس شخص کو مالک کر دیا جس پر ان کے مورث کے بعد وقف ہے اور قیمت اُس کے عوض لے لی تو دونوں فریق کی باہمی رضامندی سے جائز ہے اور اگر دونوں فریق میں سے ایک نے اُس سے انکار کیا تو اُس پر اُس امر کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس عمارت میں سے بعینہٖ کچھ قائم نہ ہو تو بنانے والے کے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس شخص نے جس کے واسطے سکونت شرط کی گئی تھی مکان موقوفہ کی دیوار میں پکی اینٹیں لگائیں اور اُس پر گچ کی یا اُس مکان میں شہتیر ڈالے یا دھنیاں پھر وہ مر گیا اور ان میں سے کوئی چیز بغیر ضرر عمارت وقف کے جدا نہیں ہو سکتی ہے تو اُس کے وارثوں کو اُس میں سے کوئی چیز جدا کر کے لینے کا اختیار نہ ہو گا لیکن اب جس کو سکونت کا استحقاق بوجہ شرط وقف کے حاصل ہوا ہے اُس سے کہا جائے گا کہ وارثوں کو ان کی عمارت کی قیمت دے دے اور تجھ کو سکونت کا استحقاق حاصل ہو گا پھر اگر اُس نے انکار کیا تو مکان مذکور اجارہ پر دے دیا جائے گا اور اُس کا کرایہ ان وارثوں کو اُس وقت تک دیا جائے گا کہ جب تک ان کی عمارت کی پوری قیمت ان کو مل جائے پھر جب ان کو پوری قیمت پہنچ گئی تو مکان مذکور اُس شخص کو دے دیا جائے گا جس کو سکونت کا استحقاق

---

[1] خواہ آمدنی وقف سے یا اور مال سے ۱۲۔

حاصل ہے اور ایسی صورت میں جس کو اب استحقاق سکونت حاصل ہے یہ اختیار نہیں ہے کہ ان وارثوں کے ساتھ اُس امر پر راضی ہو جائے کہ اپنی عمارت کو کھود کر توڑ لے جاؤ یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہے کہ اُس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا ☆

عمارت وقف میں سے جو چیز منہدم[1] ہوگئی اور ٹوٹ گری تو قاضی اُس کو عمارت وقف میں صرف کرے گا اگر وقف میں اُس کی ضرورت ہو ورنہ اُس کو رکھ چھوڑے گا تا کہ جب وقف میں اُس کی ضرورت پیش آئے تو اُس کی عمارت میں صرف کرے اور اگر بعینہ اُس کا عمارت میں صرف کرنا متعذر ہو تو اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن مرمت میں صرف کرے گا اور یہ روا نہیں ہے کہ مستحقان وقف میں تقسیم کر دے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر رباط[2] کی کوئی چھت گر پڑی یا اُس کی کوئی دیوار منہدم ہوگئی اور مستحقان وقف نے اُس سے نفع لینا چاہا تو اُن کو یہ اختیار نہیں ہے الا جب کہ اُس کی تعمیر سے یاس ہو جائے تو بعض نے فرمایا کہ اُن کو ایسی اجازت حاصل ہو جائے گی بشرطیکہ حاجت مند محتاج ہوں اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ وقف کرنے والے کے وارثوں کو ملے گی اور یہ قیاس قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہے یہ تہذیب میں ہے۔ ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہے کہ اُس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اُس پل پر سے اُس پار نہ جائیں اور اس پل کی کوئی آمدنی نہیں ہے تو رباط کی آمدنی سے اُس پل کی تعمیر میں خرچ کرنا روا ہے بشرطیکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو کہ وقف کی آمدنی ایسے امور میں صرف کی جائے جن میں رباط کے واسطے بہتری ہے اور اگر اُس نے یہ شرط نہ کر دی ہو بلکہ فقط رباط کی مرمت کا ذکر کیا ہو تو جائز نہیں ہے اُس واسطے کہ یہ رباط کی مرمت نہیں ہے حتیٰ کہ اگر رباط کی حالت ایسی ہو کہ اگر اُس کی آمدنی سے پل کی مرمت نہ کی جائے تو رباط خراب و شکستہ ہو جائے گی تو علماء نے استحساناً فرمایا کہ پل کی مرمت ایسی حالت میں رباط کی آمدنی سے جائز ہے کہ یہ محیط سرخسی میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے قرابتیوں پر اگر وقف کیا تو مختصر الفتاویٰ میں مذکور ہے یہ جائز ہے[3] اور اسی پر سید امام ابو القاسم نے فتویٰ دیا ہے کذا فی السراجیہ اور مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیوں پر وقف جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اکیلے تونگروں پر وقف نہیں روا ہے اور اگر تونگروں پر جو گنتی کے ہیں اور بعد ان کے فقیروں پر وقف کیا تو جائز ہے اور حق تونگروں کا ہوگا پھر فقیروں کا یہ محیط سرخسی میں ہے اور مسافروں پر وقف کیا تو جائز ہے اور یہ فقیر مسافروں پر ہوگا نہ تونگر مسافروں پر یہ خلاصہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ بدیں شرط کہ اُس کی آمدنی سے ہر سال میری طرف سے حج کیا جائے یا عمرہ کیا جائے یا میرا قرضہ ادا کیا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر کارہائے خیر پر وقف کیا چنانچہ وقف نامہ میں بیان کیا کہ اُس کی سالانہ آمدنی سے مٹکے خرید کر کے اُس میں پانی بھروا دیا جایا کرے یا اُس سے بیوہ عورتوں و یتیموں کا سامان کر دیا جائے اُس سے کپڑے خرید کر فقیروں کو پہنائے جایا کریں یا ہر سال صدقہ کیا جایا کرے بجائے اُن گناہوں کے جن میں حد سے تجاوز کر کے نافرمانی کی ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اُس کے آخر میں ایسا مصرف مقرر کر دیا ہو جو ہمیشہ فقیروں کے واسطے ہو اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی بریں شرط کہ ہر سال میری طرف سے ایک پورا حج پانچ ہزار درہم سے کیا جائے اور سواری کے ساتھ حاجی کا خرچ فقط ایک ہزار درہم پڑتے ہیں تو اُس میں سے ہزار درہم حج میں صرف کیے جائیں گے اور باقی مسکینوں کو دیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ جہاد اور غازیوں پر ہے یا مُردوں کے کفنوں پر یا قبروں کے کھودنے پر یا اور اُسی کی

---

[1] انہدام گر پڑنا اور مسمار ہو جانا عمارت وغیرہ کا ۱۲۔ [2] مجاہدین کے واسطے بنا دیتے ہیں اور وہ حدود متصل ملک کفرستان ہوتا ہے ۱۲۔ [3] محل اشتباہ یہ ہے کہ وقت صدقہ ہے اور صدقہ اولاد رسول اللہ ﷺ پر روا نہیں ہے ۱۲۔

مشابہت پر تو جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور امام خصاف نے باب الوقف میں فرمایا کہ اور وہ وقف کہ جو نہیں جائز[1] ہے اُس طرح کہ میری یہ اراضی اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے لوگوں پر ہمیشہ کے واسطے تو وقف باطل ہے اسی طرح اگر کہا کہ بنی آدم پر یا اہل بغداد پر جب وہ لوگ سب مرکھپ کر ختم ہو جائیں تو وہ مسکینوں پر ہے تو وقف باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ لنجوں و اندھوں پر تو وقف باطل ہے اور امام خصاف نے لنجوں و اندھوں پر وقف کا مسئلہ ایک اور مقام پر ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس وقف کی آمدنی مسکینوں کو ملے گی اور وہ لنجوں و اندھوں کے واسطے مخصوص نہ ہوگی اور اسی طرح اگر قرآن شریف کے قاریوں پر وقفیوں پر وقف کیا تو بھی باطل ہے اور ہلالؒ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ لنجوں و اندھوں و منقطع لوگوں پر[2] وقف صحیح ہے پس اُن میں سے محتاجوں کو ملے گا تونگروں کو نہ ملے گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مسجد کے معلم پر جو مسجد میں لڑکے پڑھایا کرتا ہے نہیں جائز ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام استاذ سغدی فرماتے تھے کہ علیٰ ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلاں پر وقف کیا تو جائز ہے اگرچہ ان میں سے محتاجوں کی شرط نہ کر دی ہو اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الوقف میں بیان فرمایا کہ اُس جنس کے مسائل میں حاصل قاعدہ یہ ہے کہ جب وقف کرنے والے نے ایسا مصرف ذکر کیا جس میں ظاہر صاف معلوم ہوتا ہے کہ فقیروں و محتاجوں پر وقف ہے تو وقف صحیح ہوگا خواہ یہ لوگ گنتی و شمار سے حصر میں آ سکتے ہوں یا حصر میں نہ آتے ہوں اور جب اُس نے ایسا مصرف بیان کیا کہ اُس میں تونگر و فقیر یکساں ہیں پس اگر یہ لوگ حصر میں آتے ہوں تو یہ اُن کے واسطے صحیح ہے باعتبار ان کے اعیان کے یعنی گویا ہر فرد معینکو تملیک کر دی اور اگر یہ لوگ شمار میں نہ آتے ہوں تو وقف باطل ہے اور فرمایا کہ لیکن اگر اُس کے لفظ سے باعتبار لوگوں کے استعمال کے نہ باعتبار حقیقت لفظ کے یہ دلالت پائی جاتی ہو کہ محتاجی ہونے کے ساتھ ان کو دیا جائے جیسے یتیموں کا لفظ کہا کہ لوگوں کے استعمال میں محتاج بے کس پر دلالت پائی جاتی ہے تو ایسی حالت میں دیکھا جائے گا کہ اگر یہ لوگ داخل شمار ہیں تو ان میں تونگر و فقیر سب یکساں ہیں اور اگر داخل شمار نہ ہوں تو بھی وقف صحیح ہے مگر ان میں سے فقیروں کو دیا جائے گا تونگروں کو نہ ملے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر اصحاب حدیث پر وقف کیا تو وقف میں کوئی شافعی مذہب والا جب کہ وہ حدیث کی طالب علمی میں نہ ہوئی[3] داخل نہ ہوگا اور حنفی مذہب والا اگر حدیث کی طلب و تحصیل میں ہو تو داخل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین یا مکان ہر اُس شخص کے واسطے جو اُس خاص مسجد کے واسطے مؤذن مقرر ہوئے[4] یا امام مقرر ہوئے وقف کیا تو شیخ اسمٰعیل زاہد نے فرمایا کہ ایسا وقف نہیں جائز ہے اور اگر مؤذن فقیر ہو تو بھی نہیں جائز ہے اور اُس میں حیلہ جواز کا یہ ہے کہ وقف نامہ میں یوں تحریر کرے وقفت[5] **هذا المنزل على كل مؤذن يؤذن فقير يكون في هذا المسجد اوالمحلة فاذا خرب المسجد وخلى من اهل تصرف الغلة بعد ذلك الى فقراء المسلمين ومها ديجهم** تو جائز ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ہر مؤذن فقیر پر وقف کیا تو یہ مجہول ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور زمین کا وقف کرنا ایسے شخص پر کہ وقف کرنے والے کی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے نہیں صحیح ہے یہ قنیہ میں ہے اور شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی اراضی کو مصاحف مجید پر جو وقف کیے ہوئے ہیں اُس شرط سے وقف کیا کہ ان مصاحف میں سے جو پڑھا پڑھایا جائے اُس کی درستی اُس آراضی کی آمدنی سے ہوا کرے تو فرمایا کہ وقف باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر صوفی لوگوں پر وقف کیا تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور ان میں سے فقیروں پر صرف

---

[1] یعنی بنظر مصرف نہیں جائز ہے ۱۲۔ [2] جو کمائی سے جاتے رہے ہیں مثلاً اپاہج و کوڑھی وغیرہ ۱۲۔ [3] قال المترجم اشعار ہے کہ طالب علم حدیث کا اگر شافعی مذہب ہو تو داخل ہوگا ہکذا وجدت فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲۔ [4] جس زمانہ میں جو مؤذن ہو یا جو امام ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو اس میں اذان دے چاہے ایک ہی وقت میں دس ہوں ۱۲۔ [5] میں نے یہ مکان اپنا ہر مؤذن پر اذان دے فقیر کہ اس مسجد محلّہ میں ہو پھر جب مسجد خراب ہو جائے اور اپنے نمازیوں سے خالی ہو تو اس کے بعد اس کی آمدنی مسلمانوں میں سے فقیروں و محتاجوں پر صرف کی جائے ۱۲۔

کیا جائے گا اور یہی اصح ہے یہ قنیہ میں ہے۔

فصل دوم :

اپنی ذات واپنی اولا دوان کی نسل پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر ایک نے کہا کہ میری یہ اراضی میری ذات پر وقف ہے تو قول مختار کے موافق یہ وقف جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے وقف کی اپنی ذات پر بعد اپنے فلاں پر پھر بعد اُس کے فقیروں پر تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور گر کہا کہ میری اراضی وقف ہے فلاں پر و بعد اُس کے مجھ پر یا کہا کہ مجھ پر و فلاں پر یا کہا کہ میرے غلام پر و فلاں پر تو مختار یہ ہے کہ صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین اپنے فرزند پر اور بعد اُس کے مسکینوں پر وقف صحیح وقف کی تو وقف میں اُس کا وہی فرزند داخل ہوگا جو آمدنی پائے جانے کے روز موجود ہو خواہ وہ وقف کے روز موجود تھا یا بعد اُس کے پیدا ہوا ہو اور یہ شیخ ہلال رحمۃ اللہ کا قول ہے اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اسی طرح اور اگر یوں کہا کہ میرے فرزند پر اور جو میرا فرزند بعد اُس کے پیدا ہو اُس پر وقف ہے پھر جب یہ سب گذر جائیں تو بعد اُس کے مسکینوں پر وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میرے اُس فرزند پر جو میرا فرزند پیدا ہو حالانکہ اُس وقت اُس کا کوئی فرزند موجود نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہے پھر جب حاصلات آئے گی تو فقیروں کو تقسیم کر دی جائے گی پھر اگر بعد تقسیم کے اُس کا فرزند پیدا ہو تو اُس کے بعد جو حاصلات آئے گی وہ اُس کے فرزند کو دی جایا کرے گی جب تک وہ زندہ رہے پھر جب اُس کا کوئی فرزند باقی نہ رہے گا تو اُس کی حاصلات فقیروں پر تقسیم ہوا کرے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا تو اُس میں مذکر و مؤنث وخنثیٰ سب داخل ہوں گے اور اگر پسران پر وقف کی تو اُس میں خنثیٰ داخل نہ ہوں گے اور اگر دختروں پر وقف کی تو بھی خنثیٰ داخل نہ ہوں گے اُس واسطے کہ یہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ خنثیٰ درحقیقت لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور اگر لڑکوں ولڑکیوں پر وقف کی تو خنثیٰ[1] داخل ہو جائیں گے یہ سراج وہاج میں ہے۔ پھر جہاں اولاد کے واسطے استحقاق ثابت ہو وہاں وہی اولاد داخل ہوں گی جن کا نسب اُس وقف کنندہ سے معروف ہے اور جن کا نہیں معروف ہے اور صرف وقف کنندہ کے قول سے معلوم ہوا ہے تو وہ استحقاق میں ان لوگوں کے ساتھ داخل نہ ہو گا اُس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی میری اولاد پر وقف ہے پھر وقف کرنے والے کی ایک باندی ایک بچہ لائی یعنے اُس کے بچہ پیدا ہوا اور وہ وقت حاصلات سے چھ مہینہ سے کم میں ہوا پس وقف کرنے والے نے اُس کے نسب کا دعویٰ کیا تو اُس سے نسب ثابت ہو جائے گا لیکن اُس حاصلات میں سے اُس کا حصہ نہ ہوگا اور اگر اُس کی جورو یا ام ولد کے وقت غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو اُس صورت میں اُس کے واسطے اُس آمدنی سے حصہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر وقف سے غلہ حاصل ہونے کے بعد واقف زندہ رہا ☆

اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو ان کے ساتھ شریک نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر آمدنی حاصل ہونے کے وقت وقف کرنے والا مر گیا پھر اُس کی اُس وقت سے کہ غلہ تیار ہوا ہے دو برس تک کے درمیان میں بچہ جنی تو یہ بچہ پہلی اولاد کے ساتھ مشارک ہوگا اور اسی طرح اگر بجائے موت کے طلاق بائن ہو گئی ہے اور عورت مطلقہ نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو اُس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اُس میں بھی ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ منکوحہ کی صورت میں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر وقف سے غلہ حاصل ہونے کے

---

[1] وہ شخص جس میں مرد و عورت ہونے کی کوئی علامت نہ ہو ۱۲۔

بعد واقف زندہ رہا اور ایسا ہے کہ بیوی کے پاس جا سکتا ہے پھر مر گیا اور غلہ کے حاصل ہونے کے وقت سے دو برس تک کے درمیان میں عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اُس بچہ کا اُس غلہ میں کچھ حق نہ ہوگا کیونکہ یہ وہم ہے کہ غلہ حاصل ہو جانے کے بعد اُس کا نطفہ قرار پایا ہو لیکن اگر وجود غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہو تو پہلی اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی شریک ہوگا اور اگر غلہ حاصل ہونے کے ایک یا دو روز بعد وقف کرنے والا مر گیا پھر اُس کی بیوی اُس وقت وجود غلہ سے دو برس کے درمیان میں بچہ جنی تو اُس بچہ کو اُس غلہ سے حصہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر مشائخ نے اُس دن کی شناخت میں کہ جس روز آمدنی میں استحقاق واجب ہوتا ہے اختلاف کیا ہے پس شیخ ہلالؒ نے بیان کیا ہے کہ وہ روز ہے کہ جس روز یہ حاصلات ایسی ہوگئی کہ اُس کی کچھ قیمت ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ خرچہ سے زائد کچھ قیمت ہو اور بعضوں نے فرمایا کہ وہ روز ہے جس روز اُس کی قیمت ہوگی مگر اُس حیثیت سے کہ خرچہ و خراج کی ونوائب[1] قاہرہ مثل قرضہ کے جو غلہ پر واجب ہوا ہے ان سب کو محسوب کر کے اُس کی قیمت ہو کذا فی محیط السرخسی اور اسی کو متاخرین مشائخ بخارا نے اختیار کیا ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد کانوں و اندھوں پر وقف صدقہ ہے تو وقف ایسی ہی اولاد کے لیے ہوگا اوروں کے لیے نہ ہوگا اور کانا و اندھا ہونا اُس وقت سے معتبر ہوگا جس وقت وقف کیا ہے اور حاصلات آنے کے روز کا کانا و اندھا ہونا شرط و معتبر نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین میری اولاد صغار پر صدقہ موقوفہ ہے تو صدقہ خاصۃً اولاد صغار کے واسطے ہوگا اور استحقاق کے واسطے وہ معتبر ہوگا جو وقف کے وقت صغیر تھا یہ شرط نہیں ہے کہ غلہ حاصل ہونے کے وقت بھی نابالغ ہو یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین میری اُس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے جو بصرہ میں سکونت پذیر ہوں تو آمدنی انہی کو ملے گی جو ساکن بصرہ ہوں اوروں کو نہ ملے گی اور بصرہ کی سکونت غلہ حاصل ہونے کے روز کی معتبر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ استحقاق اگر ایسی صفت سے ہو جو زائل نہیں ہوتی ہے یا زائل ہوتی ہے مگر بعد زوال کے عود نہیں کرتی ہے تو استحقاق کے لیے وقف کے وقت اُس صفت کا ہونا معتبر ہے اور اگر استحقاق ایسی صفت سے ہو جو زائل ہو جاتی ہے اور پھر عود کر آتی ہو تو استحقاق غلہ کے واسطے غلہ موجود ہونے کے وقت اُس صفت کا پایا جانا معتبر ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی زمین فرزندان نرینہ پر وقف کی تو اُس میں نرینہ اولاد داخل ہوگی اور لڑکیاں داخل نہ ہوں گی اُس لیے کہ اُس نے اولاد کو ایسی صفت سے بیان کیا جو زائل نہیں ہو سکتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ لڑکے میری اولاد سے یا میری اولاد کے لڑکوں پر تو اُس کی شرط کے موافق ہوگا اور وہی لوگ داخل ہوں گے جو وقف کے روز اُس صفت پر موجود تھے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ جو شخص میری اولاد میں سے مسلمان ہو جائے یا جو شخص نکاح کرے اُس پر وقف ہے تو وہ شخص داخل ہوگا جو وقف کے بعد مسلمان ہو جائے یا نکاح کرے اور وہ داخل نہ ہوں گے جو وقف کے روز مسلمان تھے یا ان کا نکاح ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری فقیر اولاد پر اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو غلہ آنے کے وقت جو فقیر ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ جو میری اولاد میں سے فقیر ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہوا وہی داخل ہوگا اور سوائے امام محمدؒ کے اور علماء نے فرمایا کہ غلہ آنے کے وقت جو محتاج ہو وہ داخل ہوگا خواہ وہ تونگر تھا کہ اب محتاج ہوا یا بالکل غنی تھا ہی نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اگر جس کو میری اولاد سے محتاجی ہو تو غلہ آنے کے وقت جو ایسا ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنی اراضی اپنی عالم اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اگر عالم ہو وقف کی پھر ان میں سے کوئی ایک صغیر پسر چھوڑ کر مر گیا جو چند سال کے بعد عالم ہوا تو اُس کا حصہ پہلے سے نہیں رکھ چھوڑا جائے گا اور اُس صفت کے پائے جانے سے پہلے وہ کچھ مستحق نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے فرزند پر صدقہ موقوفہ ہے تو اُس کی حاصلات اُس کی پشت کے فرزند پر

---

[1] خواہ مخواہ واجب ہوں کہ مقہور و مجبور کر کے لئے جاتے ہیں ۱۲۔

تقسیم ہوگی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں یا دونوں ہوں سب یکساں ہیں اور جب ایسا وقف جائز ہو گیا تو جب تک اُس کی پشت کے فرزند میں سے ایک بھی پایا جائے گا تب تک آمدنی اسی کی ہوگی اور کسی کو نہ ملے گی اور جب کوئی اُس کی پشت کا نطفہ نہ رہا تو آمدنی فقیروں پر تقسیم ہوگی اور فرزند[1] کی اولاد پر صرف نہ کیا جائے گا اور اگر وقف کے وقت اُس کی پشت سے کوئی فرزند نہ ہو بلکہ اُس کے پسر کی اولاد ہو تو پسر کی اولاد کو ملے گا اور ان سے نیچے جو پشت ہے ان کو کچھ نہ ملے گا اور اُس کے نطفہ سے فرزند نہ ہونے کے وقت پسر کی اولاد مثل اُس کی پشت کی اولاد کے ہوگی اور اُس میں دختر کی اولاد موافق ظاہر الروایۃ داخل نہ ہوگی اور اسی کو ہلالؒ نے لیا ہے اور ظاہر الروایۃ یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پھر اگر اُس کے بعد اگر اُس کے پشت کے نطفہ سے اُس کا کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی تو آئندہ جو حاصلات آئے گی اور اُس کے صلبی فرزند کو دی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر پشت اوّل و دوم دونوں معدوم ہوں اور تیسری و چوتھی پشت پائی گئی اور ان کے نیچے بھی اور پشت موجود ہیں تو تیسری پشت اور اُس کے نیچے کی پشتیں سب اُس حاصلات میں شریک ہوں[2] گی اگرچہ کثرت سے ہوں یہ محیط میں ہے اور جو حکم اپنے فرزند پر وقف کرنے کی صورت میں مفصل مذکور ہوا ہے ویسا ہی اگر فلاں کے فرزند پر وقف کیا تو اُسی تفصیل سے حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میرے فرزند پر اور میرے فرزند کی اولاد پر ہے تو اُس میں اُس کی پشت کی اولاد اور اولاد کی اولاد جو وقف کے روز موجود ہیں اور جو بعد کو پیدا ہوئیں سب داخل ہوں گی اور ہر دو پشت میں اُس آمدنی میں شریک ہوں گی اور جو ان دونوں پشتوں سے نیچے ہیں وہ ان کے ساتھ شریک نہ ہوں گی اور اُس میں دختروں کی اولاد ظاہر الروایۃ کے موافق داخل نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میرے فرزند پر و میرے فرزند کی اولاد پر اور فرزند کی اولاد کی اولاد پر وقف ہے یعنی تیسری پشت کو بھی ذکر کیا تو وقف کی آمدنی ہمیشہ اُس کی اولاد پر نسلاً بعد نسل تقسیم ہوگی اور فقیروں پر صرف نہ کی جائے گی جب تک کہ ان لوگوں میں سے جس پر وقف کا نام لیا ہے اور جو ان سے نیچے پشت میں ہوں ایک بھی باقی رہے اور اُس میں اقرب والعبد یعنی نزدیک والے اور دُور والے سب برابر ہیں لیکن اگر وقف کرنے والے نے وقف میں کہہ دیا کہ اقرب فالاقرب یعنی نزدیک پہلی پشت والے پھر ان کے بعد جو سب سے نزدیک ہیں یعنی دوسری پشت والے علیٰ ہذا القیاس یا کہے کہ میرے فرزند کے فرزند پر پھر بعد ان کے میرے فرزند پر یا کہے بطناً بعد بطن یعنی پشت بعد پشت کے تو ایسی صورت میں جس سے وقف کرنے والے نے شروع کیا ہے اُس سے شروع کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میری اولاد پر تو سب پشتیں داخل ہو جائیں گی کیونکہ اولاد کا لفظ عام ہے لیکن کل آمدنی پہلی پشت والوں کو ملے گی جب تک ان میں سے کوئی باقی رہے پھر جب سب گذر گئے تو دوسری پشت والوں کو ملے گی پھر جب گذر گئے تو تیسری پشت[3] و چوتھی و پانچویں جتنی موجود ہوں سب کو ساتھ ہی ملے گا اور تیسری سے لے کر باقی سب شریک ہوں گے اور دور و نزدیک اُس میں برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ غلہ کے وقت اُس کا ایک فرزند موجود ہے تو نصف غلہ اُس کو ملے گا اور نصف فقیروں کو ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ایک فرزند ہے اور اُس کا ایک فرزند ہے تو پورا وقف اُسی کا ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کے اولاد تھی مگر سب مر گئے فقط ایک باقی رہا تو اُسی کو ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ یہ اراضی میری ہر دو اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پھر جب دونوں گذر جائیں تو ان لوگوں کی اولاد و اولاد کی اولاد نسلاً بعد نسل

---

[1] ان کی کوئی خصوصیت نہیں ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم ظاہر الروایۃ کے موافق چاہئے کہ ان پشتوں میں اولاد پسران داخل ہو اولاد دختران نہ ہو واللہ اعلم ۱۲۔ [3] دو پشت کے بعد باقی تیسری و چوتھی و پانچویں سب یکساں اور سب شریک ہوں گی ۱۲۔

صدقہ موقوفہ ہے پس ان دونوں پر آمدنی صرف کی جائے گی پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا اور ایک فرزند چھوڑا تو فقط ایک فرزند وقف کنندہ کو نصف ملے گا اور نصف فقیروں پر تقسیم ہوا کرے گا یہاں تک کہ وہ بھی مر جائے پھر جب وہ بھی مر گیا تو ان دونوں بیٹوں کی اولاد و اولاد کی اولاد پر جس قدر نسل ہو نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کے واسطے صدقہ جاری رہے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری محتاج اولاد پر اور اُس کی اولاد میں سے کوئی محتاج نہیں ہے سوائے ایک کے تو نصف آمدنی اُس محتاج کو دی جائے گی اور باقی نصف فقیروں کو صدقہ دی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ یہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے بیٹوں پر ہے اور اُس کے دو بیٹے یا زیادہ ہیں تو آمدنی ان سب کے واسطے ہوگی اور اگر پیدا ہونے غلہ کے وقت اُس کا ایک ہی بیٹا ہو تو نصف غلہ اُس کا اور نصف فقیروں کا ہوگا اور اگر اُس کے بیٹے و بیٹیاں ہوں تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ غلہ ان سب کو مساوی ملے گا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کہا کہ اراضی[1] هذا صدقه موقوفة على اخوتي حالانکہ اُس کے بھائی ہیں و بہنیں ہیں تو سب مساوی شریک ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ فلاں کے بیٹے و بیٹیاں ہیں تو امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ یہ صدقہ خاصۃً اُس کی نرینہ اولاد پر ہوگا عورتوں پر نہ ہوگا اور یوسف بن خالد سمتی نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اولاد مذکر و مؤنث سب داخل ہوں گی اور اگر فلاں مذکور کی اولاد ایک بڑا قبیلہ ہو کر داخل شمار نہ ہوں تو سب روایت کے موافق یہ صدقہ مذکر و مؤنث سب اولاد پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس نے کہا یہ اراضی صدقہ وقف ہے میرے بیٹوں پر حالانکہ اُس کے بیٹے نہیں ہیں بیٹیاں ہیں تو ساری حاصلات فقیروں پر صدقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری بیٹیوں پر حالانکہ بیٹیاں نہیں بیٹے ہیں تو آمدنی فقیروں پر صدقہ ہوگی اور بیٹیوں کو کچھ نہ ملے گا یہ وجیز میں ہے اور اگر اپنے کوئی ایک بیٹے اور اُس کی اولاد و اولاد و اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ وقف کیا تو ان سب کے درمیان آمدنی تقسیم ہوگی یعنی جو اُس کے بیٹے کی اولاد ہو ان کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا جس میں مذکر و مؤنث سب برابر ہوں گے اور دختر کی اولاد اُس میں داخل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اپنی نسل یا اپنی ذریت پر وقف کیا تو اُس میں بیٹوں کی اولاد و بیٹیوں کی اولاد خواہ[2] نزدیک کی ہوں یا دور کی ہوں سب داخل ہوں گی اور اگر اپنی عزت پر وقف کیا تو ابن الاعرابی و ثعلب نے فرمایا کہ عزت وہی ذریت ہیں اور عینی نے فرمایا کہ وہ عشیرہ ہیں اور اگر کہا کہ میرے ان لوگوں پر وقف ہے جو نسب میں میری طرف نسبت دیے جائیں تو اُس میں اُس کی دختروں کی اولاد داخل نہ ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میری اولاد میری نسل پر ہے تو وقف صحیح ہے اور اُس میں اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد مذکر ہوں یا مؤنث خواہ نزدیک کی قرابت سے ہوں یا دور کے نسب سے ہوں سب داخل ہوں گی اور بیٹیوں و بیٹوں کی اولاد برابر داخل ہوں گی خواہ آزاد ہوں یا مملوک ہوں اور مملوکوں کا حصہ ان کے مولیٰ کا ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میری نسل پر و میری ذریت پر تو یہ جائز ہے اور اُس کا حکم مثل اوّل کے ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا اور اُس کے فرزند کا فرزند ہے پھر بعد وقف کے اُس کا فرزند اُس کی پشت سے پیدا ہوا تو سب استحقاق میں داخل ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ میرے فرزندوں پر جو پیدا ہو گئے ہیں اور میری نسل پر وقف ہے تو جو اُس کا فرزند بعد اُس کے پیدا ہوا وہ نسل کے کہنے کی وجہ سے داخل استحقاق ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری ان اولاد پر جو مخلوق ہو گئی ہے اور ان کی نسل پر تو اُس میں اُس کی وہی اولاد جو پیدا ہو گئی ہے اور ان کی نسل داخل ہوگی خواہ مخلوق ہوئی ہو یا ہنوز نہ ہوئی ہو اور جو اُس کے فرزند پیدا نہیں ہوئے ہیں وہ داخل نہ ہوں گے اور نہ ان کی نسل داخل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر کہا میری ان اولاد پر جو پیدا ہو گئی ہیں

---

[1] یہ میری زمین میرے بھائیوں پر صدقہ موقوفہ ہے ۱۲۔ [2] اوّل پشت یا دوسری یا تیسری پشت مثلاً ۱۲۔

اوران کی اولاد پر صدقہ ہے پھر اُس کے بعد اُس کی پشت سے کوئی فرزند پیدا ہوا تو اُس کو کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری اولاد پیدا شدہ اوران کی اولاد کی اولاد وان کی نسل پر صدقہ ہے تو اُس کی اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اور اولاد اولاد ہمیشہ نسلاً بعد نسل استحقاق میں داخل ہوں گی اور اگر کہا کہ میری اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اوران کی اولاد اولاد پر صدقہ ہے اور خاموش ہور ہا تو اُس کے فرزند کے فرزند کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری اولاد پر جو مخلوق ہو گئے ہیں اوران کی نسل پر اور میری اُس اولاد کی نسل پر جو آئندہ پیدا ہو تو جو اُس کی پشت سے اُس کی اولاد آئندہ پیدا ہو وہ استحقاق میں شامل نہ ہوں گی ہاں ان کی اولاد شامل ہوگی اور اگر کہا کہ میری اولاد پر اوران کی اولاد کی اولاد پر جب تک نسل ہے صدقہ موقوفہ ہے اور حال یہ ہے کہ قبل وقف کے اُس کی بعض اولاد تھی جو مرچکی مگر اپنی اولاد چھوڑی ہے تو یہ لوگ استحقاق میں شامل نہ ہوں گے اور اگر کہا ہو کہ میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اوران کی اولاد پر تو صورت مذکورہ میں یہ لوگ وقف کے استحقاق میں داخل ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔ اگر اپنی صحت میں کہا کہ میں نے یہ اراضی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لئے صدقہ موقوفہ کردی اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اوران کی اولاد کی اولاد پر اوران کی نسل پر جب تک ان کی نسل رہے تو ایسے صدقہ کی آمدنی میں اُس کا ہر فرزند جو وقف کے روز موجود تھا اور ہر فرزند جو وقف کے بعد غلہ پیدا ہونے سے پہلے پایا گیا اور اولاد کی اولاد ہمیشہ سب داخل ہوں گی اور جو شخص ان میں سے غلہ کے وجود سے پہلے مرگیا اُس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور جو غلہ موجود ہونے کے بعد مرا ہے اُس کے حصہ کے اُس کے وارث مستحق ہوں گے کیونکہ وہ اپنے حصہ کا مستحق ہو چکا ہے اور اُس صدقہ میں نیچے اور اوپر کی پشتیں سب برابر ہوں گی لیکن اگر اُس نے وقف میں کہہ دیا ہو کہ پہلے یہ صدقہ ان میں سے اوّل پشت سے شروع کیا جائے پھر اُس پشت کو جوان کے نیچے متصل ہے علیٰ ہذا الترتیب تو یوں ہی کیا جائے گا پھر اگر اُس نے اُس طور پر کہہ دیا ہو پھر اوّل پشت کے سب مر گئے سوائے ایک کے تو تمام آمدنی اسی اکیلے باقی کو ملے گی اور دوسری پشت والوں میں کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر یوں کہا کہ اُس کی آمدنی پہلے اوّل پشت سے شروع کی جائے پھر ان کے گذر جانے کے بعد دوسری پشت والوں کو دی جائے مگر اُس شرط پر کہ ان میں سے مذکر کو مؤنث سے دو چند دیا جایا کرے پھر اس وقف کی آمدنی حاصل ہوئی اور اوّل پشت میں سب مذکر ہی مذکر ہیں ان کے ساتھ کوئی مؤنث نہیں ہے یا سب مؤنث ہیں کوئی مذکر نہیں ہے تو سب غلہ ان کے درمیان میں مساوی تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہمیشہ جب تک نسل باقی رہے صدقہ موقوفہ ہے اور یہ نہ کہا کہ بطناً بعد بطن مگر یہ کہا کہ ہر گاہ ان میں سے ایک مرگیا تو اصل آمدنی میں سے اُس کا حصہ اُس کی اولاد کا ہوگا تو ان میں سے کسی کے مرنے سے پہلے وہی حکم ہے جو بیان ہوا کہ آمدنی اُس کی سب اور اولاد کی اولاد اور نسل کے درمیان مساوی ہوگی پھر اگر اُس کی پشت کا کوئی فرزند مرا اور کوئی فرزند چھوڑا پھر آمدنی آئی تو ان سب کی تعداد پر یعنی اولاد و اولاد کی اولاد جا ہے جس قدر نیچی پشت کے ہوں اور اُس فرزند صلبی پر جو مرگیا ہے سب کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی پھر جو حصہ اُس میت کے پرتے میں پڑا ہے وہ اُس کی اولاد کو دے دیا جائے گا پس اولاد میت کے واسطے دو حصہ ہوئے ایک تو ان کا خود حصہ جو وقف کرنے والے کی شرط پر ان کو ملا اور دوسرا[1] ان کے والد کا حصہ یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اوران کی نسل پر اوران کی اولاد پر جب تک تناسل رہے بدیں شرط کہ پہلے یہ اوّل پشت سے دینا شروع کیا جائے پھر ان کے گذرنے کے بعد دوسری پشت جوان کے متصل نیچے ہے اُن کو دیا جائے علیٰ ہذا الترتیب بطناً بعد بطن ملے اور ہر گاہ کہ ان میں سے کوئی مرجائے اور فرزند چھوڑے تو میت کا حصہ اُس کے فرزند کو اور اُس کے فرزند و نسل کو ہمیشہ

---

[1] اگر چہ وہ بھی وقف کنندہ کی شرط پر ہے ۱۲۔

جب تک تناسل رہے ملا کرے بدیں شرط کہ اعلیٰ بطن مقدم کیا جائے اور ہر گاہ ان میں سے کوئی مرے کوئی فرزند نہ چھوڑے اور نہ فرزند کا فرزند اور نہ نسل چھوڑے تو اُس صدقہ میں اُس کا حصہ اُس صدقہ والوں پر رد کیا جائے پس غلہ چند سال تک بطن اعلیٰ پر تقسیم کیا گیا پھر اُس کے بعد ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا اور اُس نے فرزند و فرزند کا فرزند چھوڑا تو وقف کی آمدنی وقف کرنے والے کی اولاد پر جو وقف کے وقت موجود تھی یا اُس کے بعد پیدا ہوئی سب پر تقسیم کیا جائے گا پھر جس قدر ان میں سے زندوں کو ملا ہے وہ ان کا ہوگا کہ اُس کو لے لیں گے اور جو کچھ مردوں کو پہنچا تو موافق شرط وقف کنندہ کے اُس کے فرزند کو ملے گا مگر اُس کے فرزند و فرزند کے فرزند میں بطن اوّل مقدم کیا جائے گا موافق شرط وقف کنندہ کے اور اگر پہلی پشت سے جو شخص مرا ہے اُس نے اپنی پشت کا کوئی فرزند نہ چھوڑا بلکہ فرزند کا فرزند چھوڑا تو آمدنی میں سے میت کا حصہ اُس کے فرزند کے فرزند کو ملے گا جو وقف کنندہ کی اولاد میں تیسری پشت سے ہے اور اسی طرح اگر تیسری سے بھی نیچا ہو تو وہ بھی پائے گا اس واسطے کہ وقف کنندہ نے یونہی شرط کر دی ہے اور اگر اوّل پشت کی تعداد دس نفر ہوں پھر ان میں سے دو مر گئے اور کوئی فرزند یا فرزند کا فرزند وغیرہ نہ چھوڑا پھر اُس کے بعد دو نفر اور مر گئے اور ہر ایک نے فرزند اور فرزند کا فرزند چھوڑا پھر ان دونوں کے بعد دو اور مرے اور کوئی فرزند نہ چھوڑا اور نہ فرزند کا فرزند چھوڑا پھر چاروں باقیوں نے اور اولاد ہر دو میت نے تنازع کیا تو جس وقت غلہ آئے اُس وقت اُس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب غلہ ان چاروں باقیوں اور ان دونوں میتوں پر جو اولاد چھوڑ مرے ہیں چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا پھر جو چاروں باقیوں کے حصہ میں پڑا وہ اُن کو مل جائے گا اور جو ان دونوں میتوں کے پڑتے میں آیا جنہوں نے اولاد چھوڑی ہے تو یہ ان دونوں کی اولاد کو ملے گا اور باقی چار میت جنہوں نے اولاد نہیں چھوڑی ہے ساقط ہو گئے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی[1] اور آخر میں اُس کی آمدنی فقیروں کے واسطے کی پھر ان اولاد میں سے بعض مرے تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ تمام آمدنی باقیوں پر صرف کی جائے گی پھر جب باقی بھی مر جائیں تو آمدنی فقیروں پر صرف کی جائے گی اور ان اولاد کی اولاد کو نہ ملے گی اور اگر اُس نے اپنی اولاد پر اُس طرح وقف کیا کہ ہر ایک کا نام لے لیا کہ فلاں پر و فلاں پر اور آخر وقف فقیروں پر کیا پھر ان میں سے کوئی مرا تو اُس کا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر یوں کہا کہ عبداللہ و زید و عمرو اور ان کی نسل پر تو استحقاق غلہ میں عبداللہ و زید و عمرو اور ان کی اولاد و اولاد کی اولاد ہمیشہ جب تک نسل ہو شامل ہوں گی اور اگر کہا کہ عبداللہ و زید و عمرو اور اُس کی نسل تو استحقاق میں عبداللہ و زید و عمرو اور جو شخص کہ اولاد عمرو سے خاصۃً ظاہر ہوں شامل ہوں گے اور اگر کہا کہ عبداللہ و زید و عمرو اور ان دونوں کی نسل پر تو استحقاق میں عبداللہ و زید و عمرو اور جو اولاد زید و عمرو سے ہوں شامل ہوں گے اور اگر کہا کہ اولاد عبداللہ پر اور اولاد زید پر حالانکہ زید کا کوئی فرزند نہیں ہے تو پوری آمدنی اولاد عبداللہ کے واسطے ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر وارثان زید پر وقف کیا اور زید زندہ موجود ہے تو اُس کے وارثوں کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور کل غلہ فقیروں کے واسطے ہوگا پھر جب مرے تو غلہ مذکور اُس کے وارثوں کے درمیان ان کی تعداد پر حصہ کر دیا جائے گا کہ عورت و مرد سب مساوی پائیں گے پھر اگر ان میں سے بعض مر گئے تو اُس کا حصہ ساقط ہو گیا اور جو لوگ غلہ حاصل ہونے کے روز موجود ہوں انہی پر تقسیم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک باقی رہے گا تو نصف اُس کا ہوگا

---

[1] قال المترجم کیونکہ اس نے اولاد پر کہا ہے اور ایک پر اولاد کا اطلاق نہیں ہے بلکہ ولد کا ہے اور حسن اتفاق سے ہماری زبان میں بھی کمتر جمع دو ہے اور یہاں عربیت میں بھی دو کا اعتبار کیا ہے لہٰذا ہم خوشی سے اپنی زبان کے موافق پا کر ترجمہ کرتے ہیں فافہم کیونکہ اگر تہائی غلہ کا حکم دیتے کمتر جمع تین ہے تو اس کو اپنی زبان میں نصف لینا پڑتا تا کہ ہماری زبان میں دو کمتر جمع ہے فتامل و فافہم ۱۲۔

اور باقی نصف فقیروں پر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد زید پر اور وہ فلاں وفلاں وفلاں وفلاں وفلاں یعنی پانچ کو مثلاً گن دیا تو ان پانچ کے سوائے اوروں کو خواہ اُس وقت موجود ہوں یا اُس کے بعد پیدا ہوں[1] اُس غلہ سے کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ پہلے اُس میں سے میری پشت کی اولاد پر شروع کیا جائے پس اُس وقف کا غلہ ان پر جاری رکھا جائے پھر ان کے بعد کو ان کی اولاد اور ان کی نسل پر جاری رکھا جائے تو غلہ اُس کی پشت کی اولاد کے واسطے ہوگا اور اُس کی اولاد کی اولاد کے واسطے تمام اُس کی شرط کے موافق رہے گا پھر مسکینوں پر تقسیم ہوا کرے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ میرے اُس صدقہ کا غلہ واسطے مساکین کے ہے کہ ان سے خارج نہ ہوگا اور باوجود اُس کے یہ کہا کہ اور اُس شرط سے کہ اُس وقف کا غلہ میرے قرابتی پر جاری رکھا جائے جب تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو بھی اُس وقف کا غلہ برابر اس کے قرابتی کے واسطے رہے گا پھر جب ایک بھی نہ رہے تو پھر مسکینوں پر جاری ہو جائے گا قال المترجم میرے نزدیک یہ طریقہ وقف بہت مستحسن ہے یعنی تقدیم شرط مساکین فافہم واللہ اعلم اور اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ واسطے عبداللہ بن جعفر اور واسطے اولاد زید کے ہے جب تک ان میں سے ایک بھی باقی رہے پھر جب سب گذر جائیں تو یہ مساکین پر ہے تو غلہ مذکور اولاد زید کی تعداد[2] اور عبداللہ بن جعفر پر تقسیم کیا جائے گا پس اگر اولاد زید پانچ نفر ہوں تو غلہ چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری وفات کے صدقہ موقوف ہے میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور ان کی نسل پر پھر مر گیا تو اُس کی پشت کی اولاد پر وقف مذکور جائز نہ ہوگا اور اولاد کی اولاد پر جائز ہوگا مگر جب تک پشت کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہے تب تک کل غلہ اولاد کی اولاد کے واسطے نہ ہوگا بلکہ تقسیم ہر سال اسی طرح ہوگی کہ سالانہ غلہ سب کی تعداد پر حصہ لگایا جائے گا پس جو کچھ اولاد کی اولاد کے پڑتے میں پڑا وہ ان کے واسطے وقف تصور ہوگا اور جو کچھ واقف کی پشت کے فرزندوں کے پڑتے ہیں پڑے وہ وارثوں کے درمیان میراث ہوگا[3] حتیٰ کہ شوہر وزوجہ کی بھی شرکت ہوگی جیسے اور وارثوں کی شرکت ہوگی اور اگر اُس کی پشت کے فرزندوں سے بعض مر گئے تو غلہ مذکور اُس کی پشت کے باقی فرزندوں اور اولاد کی اولاد کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پشت کے باقی فرزندوں کے پڑتے ہیں پڑا ہے وہ سب وارثوں کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا خواہ یہ وارث زندہ ہوں یا مر چکے ہوں بشرطیکہ وہ وقف کرنے والے کی موت کے وقت زندہ تھے یہ خلاصہ میں ہے اور وقف ہلال میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور وقف میں ذکر کیا کہ یہ وقف ہے میری حیات میں اور بعد میری وفات کے تو اُس کا یہ قول کہ بعد میری وفات کے یہ کچھ موجب فساد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ نہ ہوگا کہ اُس قول سے یہ وقف وارثوں کے واسطے وصیت ہونا قرار دیا جائے بلکہ اُس پر محمول ہوگا کہ اُس نے تابید یعنی ہمیشہ ایسا رکھنے کا قصد کیا ہے یہ وجیز میں ہے۔

فصل سوم:

قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان میں

قال المترجم چونکہ اس فصل و مابعد میں مسائل کی بنا بیشتر زبان عرب پر ہے لہٰذا اعتماد رہے کہ اس کو زبان عرب پر محمول کریں ہاں جا بجا میں اپنی زبان کے موافق تصریح واشارہ کر دوں گا واللہ الموفق والمعین امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ نے فرمایا کہ قرابت ہر ایسے شخص

---

[1] قال المترجم اور نیز جو اس میں سے مرا اس کا حصہ فقیروں پر تقسیم ہونا چاہئے نہ باقیوں پر فتامل ۱۲۔ [2] مثلاً دس ہوں تو ایک عبداللہ سمیت ۱۱ حصے پر تقسیم ہوگا ۱۲۔ [3] یعنی اگر واقف عورت ہے تو اس کے شوہر کا اور مرد ہے تو اس کی بیوی کا حصہ ہوگا ۱۲۔ [4] غیر محرم وہ لوگ جن کے ساتھ نکاح جائز ہے ۱۲۔

پر صادق ہوگی جو اسلام میں اس کے نسب سے اعلیٰ انتہائی باپ کی وجہ سے اُس کی طرف نسب سے منسوب ہے خواہ پدر اعلیٰ از جانب اُس کے باپ کے ہو یا از جانب اس کی ماں کے ہو اور محرم و غیر محرم و قریب و بعید و جمع و مفرد اس میں یکساں ہے پس اگر اپنی قرابت پر یا صاحبان قرابت پر وقف کیا تو دونوں صورتوں میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ سب جو مذکور ہوئے ہیں استحقاق وقف میں داخل ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اُس نے بلفظ المفرد وقف کیا جیسے میری قرابت پر یا میرے صاحب قرابت پر تو استحقاق وقف میں وہی قرابت والے داخل ہوں گے جو وقف کنندہ سے اقرب اور اُس کے محارم میں سے ہوں اور اگر بلفظ الجمع وقف کیا جیسے میرے صاحبان قرابت پر یا میرے اقرباؤں پر تو باوجود اقرب ہونے و محارم ہونے کے یہ بھی معتبر ہوگا کہ جمع ہو حتیٰ کہ لفظ مذکور دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوگا اور مشائخ نے صاحبینؒ کے اس قول کے معنی میں کہ اسلام میں اُس کے سب سے اعلیٰ انتہائی باپ کے الخ اختلاف کیا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو[2] اماموں کے درمیان چار حصے ہوگی ☆

بعضوں نے کہا کہ اُس کے یہ معنی ہیں کہ سب سے اوّل اس کے اجداد میں سے جو مسلمان ہوا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُس کے اجداد میں سے سب سے اونچا جس نے اسلام کا زمانہ پایا خواہ مسلمان ہو گیا یا نہ ہوا ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ جب ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علوی[1] نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو بناء بر قول ثانی کے اولاد عقیل بن ابی طالب و جعفر بن ابی طالب داخل وقف ہوں گے اور بنابر قول اوّل کے فقط اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہوں گی اور اگر وقف کنندہ کے دو چچا و دو ماموں ہوں اور اُس نے بلفظ جمع وقف کیا تو بر قول امام اعظمؒ وقف کی آمدنی اس کے دونوں چچا کی ہوگی اس واسطے کہ امام رحمۃ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو ماموں کے درمیان چار حصے ہوگی اس واسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ اقرب کا کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور اگر وقف کنندہ کے ایک چچا و دو ماموں ہوں تو امام کے نزدیک آمدنی سے نصف[2] چچا کو اور باقی نصف ہر دو ماموں کو برابر ملے گی یہ محیط میں ہے۔

قرابت کے استحقاق میں سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق مذکر و مؤنث و مسلمان و کافر و آزاد و مملوک سب یکساں ہیں لیکن جو کچھ مملوک کے واسطے واجب ہوگا وہ اس کے اس مولیٰ کو ملے گا جو غلہ پیدا ہونے کے روز اس کا مالک تھا مگر قبول کا اختیار اس غلام کو ہوگا مولیٰ کو نہ ہوگا اور بعد آزاد ہو جانے کے اس کا حصہ اسی کا ہوگا یہ حاوی میں ہے اور قریب پر وقف ہونے کی صورت میں قرابت داروں کی تعداد پر غلہ تقسیم ہوگا جس میں صغیر و کبیر مذکر و مؤنث و فقیر و تو انگر سب یکساں ہیں کیونکہ اسم قریب سب پر یکساں صادق ہے یہ وجیز میں ہے اور وقف کرنے والے کا باپ اور اس کی پشت کی اولاد اس میں داخل نہ ہوگی اور دادا کے حق میں دو روایتیں ہیں چنانچہ ایک میں ہے کہ داخل ہوگا اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ نہیں داخل ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے ایک نے اپنے قرابات کے محتاجوں پر کچھ وقف کیا پھر مر گیا پس آیا قیم کو یہ اختیار ہے کہ واقف کے پوتے کو جب کہ وہ فقیر ہو تو اُس میں سے دے دے یا نہیں تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر نہیں دے سکتا ہے اس واسطے کہ پوتا ان دونوں اماموں کے نزدیک قرابت میں سے نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اپنے صاحبان قرابت و اقرباء کے الفاظ سے وقف کرنے میں جو حکم ہم نے بیان کیا ہے وہی اپنے ارحام اور صاحبان ارحام اور اپنے انساب

---

[1] اولاد علی کرم اللہ وجہہ میں سے ۱۲۔ [2] بوجہ اس کے کہ جمع ایک پر صادق نہیں ۱۲۔

وصاحبان انساب کے لفظ سے وقف کرنے میں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرے موجب قرابت پر وقف ہے تو قیاس سے یہ لفظ ایک پر واقع ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر اُس کا ایک چچا دو ماموں ہوں تو آمدنی تمام اس ایک چچا کو ملے گی اس واسطے کہ لفظ مذکور باعتبار صیغہ کے مفرد ہے اور استحسانا یہ سب[1] مساوی ہوں گے اس واسطے کہ اس سے جنس مراد لی جائے گی یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنے قرابتیوں یا اپنے اقرباؤں یا اپنے انساب یا اپنے ارحام پر اس شرط سے کہ پہلے اقرب کو پھر اُن کے بعد جو اقرب ہوں اسی ترتیب سے وقف کیا تو جو سب سے زیادہ قریب ہو اُسی پر وقف ہوگا اگرچہ وہ ایک ہو اور اس میں لفظ جمع کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور یہ بالاتفاق ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے قرابت میں یا قرابت پر اور یہ نہ کہا کہ میری قرابت پر تو فرمایا کہ یہ دونوں لفظ یکساں ہیں پس اس کی قرابت پر وقف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اقارب کے واسطے یا انساب کے واسطے یا ذوی الارحام کے واسطے اور اپنی ذات کی طرف نسبت نہ کی تو یہ وقف اس کی قرابت پر ہوگا بوجہ اس کے کہ عرف میں ایسا بولتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ ماں باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو اُس کے قول کے موافق ہوگا اور آمدنی ایسے ہی قرابتیوں پر ان کی تعداد مساوی تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر اور باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا کہا کہ باپ و ماں کی جانب سے میری قرابت پر اور ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو آمدنی اُن سب کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اس میں ماں و باپ کی جانب کے قرابت دار اور فقط باپ کی جانب کے یا فقط ماں کی جانب کے قرابت دار دونوں یکساں ہوں گے کہ ماں و باپ دونوں کی جانب والے قرابتیوں کو ترجیح نہ ہوگی اور اگر کہا کہ درمیان میرے باپ کی جانب والے قرابتیوں اور درمیان میری ماں کے جانب والے قرابتیوں کے وقف ہے تو نصف آمدنی باپ کی جانب والوں کے واسطے ہوگی اور نصف آمدنی اُس کی ماں کے جانب والے قرابتیوں کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت پر اقرب پھر اقرب کے تو وقف کی آمدنی انہی لوگوں کے واسطے واجب ہوگی جو اس کے قرابتیوں میں سب سے زیادہ اُس سے قرابت رکھتے ہیں پھر اگر سب سے قریب ایک ہی شخص ہو تو پورا غلہ اُسی کا ہوگا اگرچہ دو سو درہم سے زائد ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو سب غلہ اُن کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا جس میں مرد و عورتیں برابر حقدار ہوں گی پھر جب یہ لوگ گذر جائیں تو پھر جو لوگ میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں اگرچہ ان گذرے ہوؤں کی نسبت ایک درجہ دور ہوں گے وہ اس غلہ کے مستحق ہوں گے اسی طرح ترتیب وار پہنچتے پہنچتے ایسے لوگوں کو پہنچے گا جو دور کے قرابت دار تھے اگرچہ اپنے وقت میں باقیوں کی بہ نسبت میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی کو ہلال رحمۃ اللہ نے لیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرابتیوں میں سے وقف کرنے والے سے قریب والے و بعید والے سب کے واسطے آمدنی یکساں واجب ہوگی جو ان میں مساوی تقسیم ہوگی اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ میری قرابت اولیٰ پھر اولیٰ پر تو بھی ایسا ہی حکم اختلافی ہے پھر اگر بعض نے فرمایا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور غلہ باقیوں کے واسطے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ اس شرط پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اُس کی آمدنی سے دیا جائے اقرب کو پھر اقرب کو تو تمام غلہ اُسی کو ملے گا جو سب سے زیادہ وقف کنندہ سے قریب ہو یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی اراضی اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی قرابت سے ہوں تو اُس کو تکلیف دی جائے گی کہ گواہ قائم کرے اور اُس کے گواہ بدون خصم کے قبول نہ ہوں گے پس خصم یعنی مدعا علیہ وقف کرنے والا ہوگا بشرطیکہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اُس کا وہ وصی جس کے قبضہ میں یہ زمین ہے خصم ہوگا اور اگر وصی نے کسی کے واسطے

---

[1] قول المترجم یہ قول صاحبین ٹھیک ہے اور بنا بر قول اعظمؒ یہ معنی ہیں کہ استحقاق کی راہ سے سب مستحق ہیں اگرچہ حصہ مختلف ہے نہ مساوی ۱۲۔

اقرار کیا کہ یہ اُس کی قرابت سے ہے تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا مگر وہ مدعی کی جانب سے گواہ قائم کرنے کی صورت میں فقط خصم ہو سکتا ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو وصی ہوں یا زیادہ ہوں پھر مدعی نے اُس میں سے ایک پر دعویٰ کیا تو جائز ہے اور ان سب وصیوں کا مجتمع ہونا شرط نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف کرنے والا میت کا وارث اس مقدمہ میں مدعی خصم نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ وہ متولی ہو اور اسی طرح جن لوگوں پر وقف کیا ہے وہ بھی مدعی کے خصم نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے پس اگر مدعی نے متولی کے مقابلہ میں یہ امر ثابت کرایا کہ یہ وقف کنندہ کا قریبی ہے تو اسی قدر قبول نہ ہوگا یہاں تک کہ دو گواہوں سے ثابت کرا دے کہ اُس کا نسب معلوم یہ ہے کہ مثلاً مادر پدر کی جانب سے یا فقط باپ کی جانب سے یا فقط ماں کی جانب سے واقف میت کا بھائی ہے اور اگر صرف بھائی ہونے کو ثابت کرایا تو قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر چچا[1] ثابت کرایا تو بھی قبول نہ ہوگا پھر اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو قاضی اُس کو دے دے گا اور اگر گواہوں نے اس طرح نہ کہا تو چند ے ٹھہر کر پھر اس کو دے گا یہ وجیز میں ہے۔

اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلاں نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ وہ کیا قرابت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے ☆

امام اعظمؒ کے نزدیک دینے کے وقت اُس سے کفیل نہ لیا[2] جائے گا جیسے میراث میں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ وقف کنندہ کے قرابتی غائب ہیں تو قاضی ان کے حصوں کو تقسیم کر کے خدا رکھ چھوڑے گا اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم ان کی تعداد نہیں جانتے ہیں کہ وہ کتنے ہیں تو قاضی کو چاہیے کہ ان سے کہے کہ تم لوگ احتیاط[3] کرو اور گواہی نہ دو الا اُسی کی جس کا تم کو یقین ہو پس کہو کہ ہم کوئی قرابتی نہیں جانتے ہیں سوائے کذا و کذا[4] کے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلاں نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ وہ کیا قرابت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے پس اگر انہوں نے ایسی قرابت بیان کر دی کہ اُس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے تو اُس کو دے گا ورنہ نہیں اور قبل اس بیان کے گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو مدعی سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اُس نے ایسی قرابت بیان کر دی جس سے مستحق ہوتا ہے تو دیا جائے گا ورنہ نہیں اور نہ دینے کے حکم سے قاضی اوّل کا حکم توڑنا نہیں لازم آتا ہے اس لیے کہ اُس نے فقط یہ حکم دیا تھا کہ اُس کا قریب ہے اور ہر قریب مستحق وقف نہیں ہوتا ہے ہاں اگر اُس نے یہ حکم دیا ہو کہ اُس کو غلہ میں سے دیا جائے یا یہ موقوف علیہ ہے تو یہ قاضی بھی اُس کو نافذ کرے گا اور اُس کو دے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر مدعی نے قرابت کی تفسیر نہ کی[5] یا وہ طفل ہے تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ یہ قاضی اُس کو وقف کا غلہ دے گا اور قاضی اوّل کا حکم صحت پر محمول کرے گا یعنی اُس نے ایسی قرابت کا حکم دیا ہے جس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی قرابت کو قاضی کے سامنے ثابت کیا اور قاضی نے اس کی قرابت ہونے کا حکم دیا پھر دوسرا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں وقف کنندہ کا قریب ہوں مگر اُس نے قاضی کو نہ پایا پس چاہا کہ جس کے لیے قاضی نے حکم دے دیا ہے اُس سے مخاصمہ کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے غلہ میں سے کچھ لیا ہے تو وہ دوسرے مدعی کا خصم ہوگا اور اگر نہیں لیا ہے تو خصم نہ ہوگا خواہ اوّل کو اسی قاضی کے پاس لائے

---

[1] یعنی چچا ہونے کا رشتہ خواہ دونوں میں سے کوئی چچا کوئی بھتیجا ہو ۱۲۔ [2] کہ اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو میں اس مال کا کفیل ہوں ۱۲۔ [3] تم احتیاط سے بیان کرو اور یہ نہ کہو اس کے قرابتی فلاں اس قدر ہیں بلکہ کہو کہ ہم سوائے اس کے نہیں جانتے ہیں۔ [4] فلاں و فلاں کے یا سوائے چار کے مثلاً ۱۲۔
[5] قال المترجم اوپر بیان کیا کہ تفسیر کی مگر ایسی تفسیر کہ جس سے مستحق نہیں ہوتا ہے تو کچھ نہ دیا جائے گا اور یہاں مراد یہ ہے کہ مدعی نے تفسیر نہ کی اور نہ بیان کیا بس اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس نے ایسی تفسیر نہ کی جس سے مستحق ہوتا ہے تو بھی لیا جائے گا ۱۲۔

جس نے اُس کے نام حکم دیا ہے یا کسی دوسرے قاضی کے پاس لائے اور یہی استحسان ہے کہ جس کی طرف شیخ ہلالؒ گئے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اقرباؤں میں سے کسی نے اپنی قرابت وقف کنندہ سے ثابت کرائی پھر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اُس کا بیٹا ہے جس نے اپنی قرابت ثابت کرائی ہے یا اُس کا پوتا ہے[1] اور اسی پر اکتفا کیا جائے گا اور اُس کو میت سے اپنی قرابت کی تفسیر کرنے کی حاجت نہ ہوگی جیسے کہ اوّل کو اس تفسیر کی حاجت ہوئی تھی اور اسی طرح اگر گواہ کہے کہ یہ اُس کا مادرو پدر کی طرف سے بھائی ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر وہ شخص جس کے واسطے اوّل حکم دیا گیا ہے کوئی عورت ہو اور باقی مسئلہ موافق مذکورۂ بالا واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اوّل مرد کا جس کے واسطے حکم ہو چکا ہے باپ کی طرف سے بھائی ہے پس اگر قاضی نے اوّل کے واسطے یہ حکم دیا ہو کہ وہ وقف کنندہ کا باپ کی طرف سے بھائی ہے تو دوسرے کے واسطے بھی قرابت کا حکم دے دے گا اور اگر اوّل کی نسبت وقف کنندہ کا ماں کی جانب سے بھائی ہونے کا حکم دیا ہو تو دوسرا مدعی وقف کنندہ سے اجنبی ہوگا اور اسی سے اس جنس کے مسائل کو نکال لینا چاہیے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو بیٹوں نے ایک مدعی کی نسبت گواہی دی کہ یہ ہمارے باپ کا قرابت دار ہے اور قرابت بیان کر دی تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دو مردوں نے دو مردوں کے واسطے قرابت کی گواہی دی اور ان دونوں نے اُن دونوں کے واسطے قرابت کی گواہی دی پس ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر قاضی نے پہلے دونوں گواہوں کی گواہی پر دونوں مدعیوں کے واسطے حکم دے دیا پھر دونوں مدعیوں نے گواہوں کے واسطے گواہی دی تو مدعیوں کی گواہی ان گواہوں کے حق میں مقبول نہ ہوں گی مگر پہلے مدعیوں کے حق میں گواہان اوّل کی گواہی بحال خود صحیح باقی رہے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو اہل قرابت نے ایک شخص کے واسطے قرابتی ہونے کی گواہی دی مگر گواہوں کی ثقاہت ثابت نہ ہوئی یعنی تعدیل نہ کی گئی تو ان اہل قرابت گواہوں کے پاس غلہ جو وقف ہوگا اُس میں یہ شخص جس کے واسطے گواہی دی ہے شرکت کر لے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنی زمین اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ میں وقف کنندہ کی قرابت سے ہوں اور وقف کرنے والے نے اقرار کیا اور اُس کی قرابت کو بہ نسبت معلوم بیان کیا اور کہا کہ یہ اُنہی میں سے ہے جس پر میں نے وقف کیا ہے پس اگر وقف کنندہ کے کوئی قرابت والے معروف لوگ ہوں اور یہ اُنمیں سے معروف نہ ہو تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ وقف کرنے والے نے بعد وقف کرنے کے ایسا اقرار کیا اور اگر اُس نے وقف میں ایسا اقرار کیا بایں طور کہ کہا کہ یہ اُنہی لوگوں میں ہے جن پر میں نے وقف کیا ہے تو یہ اقرار اُس کی طرف سے قبول ہوگا اور اگر وقف کنندہ کے قرابتی معروف لوگ نہ ہوں تو استحساناً اُس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنے والے نے اُس کی نسبت اقرار کیا ہے کہ میرا یہ قرابت دار ہے اور حالانکہ وقف کرنے والے کے قرابتی لوگ معروف ہیں تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر اُس کے قرابت والے معروف نہ ہوں تو استحساناً میں کہتا ہوں کہ اُس کو وقف کے غلہ میں سے دیا جائے بشرطیکہ گواہوں نے اقرار میت کی مع تفسیر قرابت کے گواہی دی ہو یہ حاوی میں ہے۔

اگر اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا پھر ایک مرد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو آمدنی ہائے گذشتہ کی بابت تصدیق نہ کیا جائے گا اور آمدنی ہائے پیوستہ یعنی آئندہ میں تصدیق کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک نے اپنی قرابت پر وقف کیا پھر ایک مرد آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس کی قرابت سے ہوں اور گواہ قائم کیے جنہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنے والا اپنی زندگی میں قرابت کے ساتھ اس شخص کو بھی ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو ایسی گواہی سے کچھ مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ فلاں قاضی اُس کو قرابت والوں

---

[1] ہماری زبان میں یہ کہنا ضرور کہ بیٹے کا بیٹا ہے فقط پوتا کہنا کافی نہ ہوگا فافہم ۱۲۔

کے ساتھ ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو بھی کچھ مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کیا ایسوں پر جو سب لوگوں سے زیادہ اُس کا قریب ہو پھر بعد اس کے مساکین پر اور اُس کا بیٹا یا باپ ہے تو استحقاق وقف میں شامل ہوگا اور اگر قرابتیوں میں سے سب سے زیادہ قریب پر وقف کیا تو یہ دونوں داخل استحقاق نہ ہوں گے اور اگر اُس کا بیٹا اور والدین ہوں تو غلہ بیٹے کا ہوگا اور اسی طرح اگر بجائے بیٹے کے دختر ہو تو بھی ایسا ہی ہے پھر جب بیٹا یا بیٹی مرگئی تو غلہ مساکین کا ہوگا اور والدین کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر فقط اُس کے والدین ہوں تو آمدنی دونوں میں نصفانصف ہوگی پھر اگر دونوں میں سے ایک مرگیا تو باقی کے واسطے نصف ہوگا اور نصف مساکین پر صدقہ ہوگا اور اسی طرح اگر اولاد ہوں اور دس ہوں پھر ایک مرگیا تو اُس کا حصہ مساکین پر صدقہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کی ماں اور بھائی ہوں تو غلہ ماں کا ہوگا نہ بھائیوں کا اور اسی طرح اگر اُس کا سگا دادا یا نانا اور ماں ہو تو ماں ان دونوں سے قریب تر ہے اور بھائیوں سے بھی قریب تر ہے اور مثل ماں کے باپ کا بھی حکم ہے اور اگر دادا یعنی باپ کا باپ ہو اور بھائی ہوں تو جس امام کے نزدیک دادا بجائے باپ کے ہے اُس کی رائے میں غلہ دادا کا ہوگا اور دیگر علماء کے قول میں بھائیوں کا ہوگا دادا کا نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف کنندہ کے دو بھائی ہوں ایک سگا ایک ماں و باپ سے اور دوسرا فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کی طرف سے تو جو ماں و باپ دونوں کی طرف سے ہے وہ اولیٰ و مقدم ہوگا اور اسی طرح بھائیوں و بہنوں کی اولاد اور چچا اور پھوپھیاں اور ماموں و خالہ اور اُن کی اولاد جو سگی ایک ماں و باپ کی طرف سے ہوں وہ اُن سے جو فقط ماں کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے ہوں اولیٰ ہوں گی اور اگر اُس کے تین ماموں ہوں جن میں سے ایک ماں و باپ دونوں سے اور دوسرا باپ کی طرف سے اور تیسرا ماں کی طرف سے اور ایک چچا[1] باپ کی طرف سے تو پہلے وہ ماموں پائے گا جو ماں و باپ[2] دونوں کی طرف سے ہے اور اگر اُس کا ایک بھائی باپ کی طرف سے اور ایک بھائی ماں کی طرف سے ہو تو امام اعظمؒ کے اوّل قول کے موافق باپ کی طرف والا بھائی مقدم ہوگا اور امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے کہ دونوں یکساں برابر ہیں اور علیٰ ہذا تمام اقارب میں جو باپ کی طرف سے ہو وہ ماں کی طرف والے سے امام اعظمؒ کے اوّل قول کے موافق مقدم ہوگا اور دوسرے قول کے موافق دونوں برابر ہیں اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔

ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا ☆

اگر وقف کرنے والے کا باپ ہو اور پسر کا پسر ہو تو غلہ وقف باپ کا ہوگا پوتے کا نہ ہوگا اور اگر اُس کا ایک سگا بھائی ماں و باپ کی طرف سے دادا پوتا یعنی بیٹے کا بیٹا ہو تو غلہ پوتے کا ہوگا اور اگر اُس کی دختر کی دختر ہو اور پسر کے پسر کا پسر ہو یعنی ایک درجہ دختر مذکور سے نیچا ہو تو وقف کا غلہ دختر کی دختر کا ہوگا اور واضح ہو کہ اگر بجائے وقف کے وصیت ہو تو وصیت میں بھی ایسی تمام صورتوں میں یہی حکم ہے اور اگر ایک ماں و باپ سے سگی بہن ہو اور دختر کی دختر کی دختر کی دختر مستحق مقدم ہوگی کذا فی المحیط پس حاصل یہ ہے کہ پہلے وقف کنندہ کی اولاد سے شروع کیا جائے گا اور وہ مقدم رکھے جائیں گے پھر جب وہ نہ ہوں تو باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد سے ابتدا ہو گی اور اگر نانا یعنی ماں کا باپ ہو اور سگے بھائی کی دختر یا فقط ماں کی جانب والے بھائی کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نانا مقدم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بھائی کی دختر مقدم ہوگی اور اگر بجائے بھائی کے دختر کی دختر کی دختر ہو تو یہ دختر بالاتفاق مقدم ہوگی اور اگر اُس کا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے بھائی ہو اور ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی کا بیٹا ہو تو وقف کی آمدنی بھائی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں

---

[1] یعنی اس کے باپ کا۔ سگا بھائی نہیں ہے بلکہ اس کے باپ کا باپ کی طرف سے بھائی ہے ۱۲۔ [2] اُس کی ماں کا۔ سگا بھائی ایک ماں و باپ سے ۱۲۔

ہے۔ ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے اپنے ایسے اقارب پر جو مقیم شہر فلاں ہیں پھر آخر میں فقیروں پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وہ جہاں جائیں ان کا حصہ اُن کے ساتھ جائے گا[1] اور اگر یہ لوگ داخل شمار نہ ہوں تو جو شخص ان میں سے دوسرے شہر و مقام میں وطن منتقل کرلے گا وہ محروم ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو غلہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اگر پھر لوٹ کر اسی شہر میں چلا آیا تو آئندہ غلہ اُس کو ملا کرے گا اور گذشتہ کا مستحق نہ ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور حکم کیا کہ میرے اقرباء کو بقدر آئندہ کی کفایت کے دیا جائے اور حال یہ ہے کہ اُس کے اقرباء کثرت سے ہیں[2] کہ داخل شمار نہیں ہیں پس اگر اُس نے اولاد کا ذکر نہ کیا تو اولاد اقرباء و اُن کی اولاد سب داخل ہوں گی اس لیے کہ وہ بھی وقف کرنے والے کے قریبوں میں سے ہیں اور اگر اُس نے ذکر کیا اور یوں کہا کہ پھر ان اقرباؤں کے بعد ان کی اولاد کو ملے تو یہ اولاد اپنے باپوں کی زندگی میں داخل استحقاق نہ ہوں گے۔ پھر قدر کفایت کی حد یہ ہے کہ اُس کی ذات و اس کے اہل و اولاد اور ایک خادم کی حاجت کے لائق دیا جائے یہ مضمرات میں ہے۔

ایک وقف اپنے وقف کرنے والے کے قبضہ میں ہے اور وہ آمدنی و حاصلات کو اپنے اقرباؤں اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلاموں پر صرف کرتا ہے اور بعضوں کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ دیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے صرف کرتا ہے پھر وہ مرا اور اُس نے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ وقف مذکور کا صرف کیونکر تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ جن کو وقف کنندہ دیا کرتا تھا اُنہی کو وصی بھی دیا کرے اور اگر وصی پر یہ امر مشتبہ و مشکل ہو کہ وقف کنندہ اپنے اقرباؤں اور آزاد کیے ہوئے غلاموں میں سے کس کو زائد دیتا تھا تو وہ زیادتی کو فقیروں پر تقسیم کیا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل چہارم:

فقرائے قرابت پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے قرابتی فقیروں پر یا کہا کہ میری اولاد کے فقیروں پر اور بعد ان کے مساکین پر تو یہ وقف صحیح ہے اور وقف کا مستحق وہ ہوگا جو غلہ پائے جانے کے روز فقیر ہو اور یہ ہلالؒ کے نزدیک ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں کذا فی المضمرات اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر کہا میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت میں سے مسکینوں یا میری قرابت کے محتاجوں پر تو بھی وہی حکم ہے جو قرابتی فقیروں پر صدقہ کرنے کی صورت میں بیان ہوا ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے واسطے میرے قرابتی فقیروں کے یا میرے قرابتی فقیروں میں تو ایسا ہی ہے جیسا کہا کہ میرے قرابتی فقیروں پر اس واسطے کہ حروف[3] صلات ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ میری قرابت کے یتیموں پر تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان یتیموں میں سے غلہ حاصل ہو جانے کے بعد کوئی محتلم ہوا یعنی بالغ ہو گیا تو اس کو اس غلہ میں سے حصہ ملے گا اور آئندہ غلہ سے نہ ملے گا اور اگر اس کے اور دوسرے مستحقوں میں سے کسی کے درمیان خصومت واقع ہوئی پس دوسرے مستحق نے کہا کہ تو غلہ حاصل ہونے سے پہلے بالغ ہوا ہے پس تیرے واسطے حصہ نہ ہوگا اور اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ میں غلہ حاصل ہونے کے بعد محتلم ہوا ہوں تو قسم سے قول اُسی کا قبول ہوگا اور اسی طرح اگر

---

[1] جوان جائیں وہاں پائیں گے۱۲۔ [2] قال المترجم واضح رہے کہ داخل شمار میں اختلاف ہے کہ کس قدر ہوں بعض نے فرمایا کہ سو سے زائد ہوں بعض نے فرمایا کہ مسجد محلہ میں نہ سمائیں بالجملہ یہ مقدمہ سے طلب کرنا چاہئے۱۲۔ [3] حروف صلات یعنی حرف (میں) و (پر) اور واسطے وغیرہ جو فعل کو فاعل وغیرہ سے وصول کرنے میں بولے جاتے ہیں وہ ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں جیسے میری قرابت پر وقف ہے میرے قرابت میں وقف ہے میری قرابت کے لئے وقف ہے علیٰ ہذا القیاس پس معنی کا لحاظ رکھنا چاہئے۱۲۔

یتیم لڑکی کو حیض آیا اور اس میں ایسی خصومت واقع ہوئی تو قسم سے لڑکی کا قول قبول ہوگا اور اگر اہل قرابت میں سے کوئی شخص غلہ حاصل ہونے کے بعد مرا اور صغیر اولاد چھوڑی کہ جو یتیم ہو گئی تو ان کو اس غلہ سے نہ ملے گا (آئندہ غلہ سے ملے گا ۱۲) یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اپنی قرابت کے محتاجوں پر وقف کیا اور آخر اس وقف کا فقیروں کے واسطے قرار دیا پھر خود مرا اور اس کا ایک بیٹا فقیر ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرابت کے لفظ میں داخل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میرے قرابتی فقیروں میں سے صلحاء پر وقف ہے تو صالح ہر وہ شخص ہے کہ مستور ہو[1] یعنی کوئی برائی اُس کی ظاہر نہ ہو اور اُس کا چال چلن سیدھی راہ پر ہو سلیم الناحیہ ہو کہ ادھر والے لوگوں میں سلیم ہو اور کامن الاذی ہو کہ اس کا کسی کو رنج پہنچانا ظاہر نہ ہو قلیل الشر ہو کہ شر اُس کا گھٹا ہوا قلیل ہو اور حرمت شرع کی ہتک کرنے والا نہ ہو اور صاحب زنیہ نہ ہو کہ فسق ظاہر ہو اور نیز محصنات عفیفہ پاک عورتوں کا زنا کی طرف نسبت دینے والا نہ ہو اور جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو پس جو ایسا شخص ہو وہ صالح ہے یعنی ایسے لوگوں کو جو اُس کی قرابت سے فقیر ہوں ملے گا اور اگر اس نے کہا کہ اہل عفاف پر یا اہل الخیر یا اہل فضل پر وقف ہے تو مثل اہل الصلاح کہنے کے ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیروں پر وقف ہے اور اس کی قرابت میں ایسے فقیر ہیں جو اس شہر کے سوائے جس میں وقف کرنے والا ہے دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو یہاں سے ایک شہر میں نہ بھیجا جائے گا بلکہ اُس شہر میں جو اُس کے قرابتی فقیر ہیں اُنہی پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر قیم نے یہاں سے اس شہر میں ان کو بھیج دیا تو اُس پر ضمان لازم نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ وقف ہے میری قرابت کے فقیروں پر اس طرح کہ شروع اُن لوگوں سے کیا جائے جو سب سے زیادہ قریب ہیں پھر ان کے بعد جو سب سے زیادہ قریب ہوں علیٰ ہذا القیاس تو جب غلہ حاصل ہو تو جو اُن میں سے وقف کرنے والے سے سب سے زیادہ قریب ہوں اُن سے شروع کیا جائے گا پس دو سو درہم دیے جائیں گے اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا پھر جو نزدیکی میں اُن کے متصل ہیں اُن کو دو سو درہم دیے جائیں گے اسی طرح آخر تک تقسیم ہوگا پس اگر غلہ تین سو درہم ہوں تو اوّل کو دو سو درہم دیے جائیں گے اور دوم کو سو درہم ملیں گے اور اگر کچھ غلہ ضائع ہو گیا تو اس میں سے اوّل کو پورا دیا جائے گا اور ضائع شدہ[2] کی کمی دوسرے درجہ والوں کے حصہ میں رہے گی یہ حاوی میں ہے پھر اگر اُس نے اُن میں سے ہر ایک کو دو سو درہم دیئے اور آمدنی سے کچھ باقی رہا تو استحساناً مساوی تقسیم کر دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ وقف ہے میرے فقراء قرابت پر اسی شرط سے کہ پہلے تمام غلہ سب سے قریب والوں کو دے دیا جایا کرے پھر جو اُن کے بعد سب سے قریب ہوں علیٰ ہذا الترتیب تو ایسی صورت میں تمام آمدنی اُس کے سب سے قریب والوں کو دے دی جائے گی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیروں پر وقف ہے کہ اُس میں سے سب سے قریب والوں کو دیا جائے پھر جو اُن کے بعد سب سے قریب ہوں اسی ترتیب سے تو آمدنی میں سے سب سے قریب کو دو سو درہم ملیں گے اور پوری آمدنی نہ دی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

مسئلہ☆ اگر مذکورہ شخص کی ملک میں دو سو درہم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اس میں سے غلہ اس قدر حاصل نہ ہوتا ہو جو اُس کے واسطے کافی ہو تو بنا بر مختار کے وہ غنی ہے☆

واضح ہو کہ جو شخص باب زکوٰۃ میں فقیر قرار دیا گیا ہے ویسا ہی باب وقف میں بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الحاوی پس جس شخص کی ملک میں فقط رہنے کا ٹھکانا ہے اور کچھ نہیں ہے یا جس کی ملک میں رہنے کا ٹھکانا اور ایک باندی یا غلام ہے اور کچھ نہیں ہے وہ زکوٰۃ و وقف دونوں میں فقیر قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اگر باوجود رہنے کے مکان و غلام کے اس کی ملک میں بقدر کفایت لباس

---

[1] عفت میں مستور ہو واللہ اعلم ۱۲۔ [2] مثلاً تین سو من سے پچاس ضائع ہوئے تو اوّل کو دو سو دوم کو باقی پچاس ملیں گے ۱۲۔

ہواس پر زیادتی نہ ہوتو بھی فقیر ہے اور اسی طرح اگر باوجود مسکن و غلام و لباس قدر کفایت کے اس کی ملک میں متاع خانہ داری میں سے ایسی چیزیں ہوں جن کے بغیر چارہ نہیں ہے تو بھی فقیر ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی قرابتی کی ملک میں دوسو درہم یا بیس مثقال سونا ہو تو اس کے لیے وقف سے کچھ حصہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اس کی ملک میں متاع خانہ داری یا کپڑوں میں قدر کفایت سے زائد ہو اور زائد اس قدر ہو کہ کم سے کم اُس کی قیمت دوسو درہم ہے تو وہ شخص تونگر ہے کہ اُس کو زکوٰۃ اور وقف لینا حلال نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اُس کی ملک میں دو مسکن اور دو خادم ہوں اور جو مسکن و خادم کہ اُس کی حاجت سے فاضل ہے وہ سو درہم قیمت کے ہوتے ہیں تو وہ تو انگر ہے کہ اُس کو زکوٰۃ و وقف لینا حلال نہیں ہے اگر چہ وہ اس معنی کے تو انگر نہیں ہے کہ اُس پر زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس کی ملک میں کپڑوں میں سے کچھ حاجت سے زائد ہو اور کچھ متاع و بیت میں سے زائد ہو اور کچھ مسکن حاجت سے زائد ہو اور ان زیادتیوں میں سے ہر ایک زیادتی دوسو درہم قیمت کو نہیں پہنچتی ہے مگر سب کا مجموعہ کم سے کم دوسو درہم کا ہے تو وہ اس باب میں[1] تو انگر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس کی ملک میں دوسو درہم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اس میں سے غلہ اس قدر حاصل نہ ہوتا ہو جو اُس کے واسطے کافی ہو تو بنا بر مختار کے وہ غنی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اس کی ملک میں مال کثیر ہو مگر وہ سب غائب ہو یا اُس کا مال لوگوں پر قرضہ ہو جس کے وصول کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس کو زکوٰۃ و وقف دونوں سے دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل[2] کے ہے اور اگر اُس کا مال اُس سے غائب ہو یا لوگوں پر قرضہ ہو جس کو وصول کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے مگر وہ قرض لے سکتا ہے تو صدقہ قبول کرنے سے اُس کو قرضہ لے لینا بہتر ہے لیکن اگر اُس نے قرضہ نہ لیا اور زکوٰۃ لے لی تو مضائقہ نہیں ہے اور وقف کا مال ایسے فقیر کو دیا جائے جو کمائی کرتا ہے اور کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر اُس کو زکوٰۃ لینا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس کا مال کسی مفلس پر ہو تو وہ اس قرضہ کی وجہ سے غنی نہ ہوگا بلکہ فقیر ہے اور اگر اس کا مال کسی مال دار پر ہو جو اقرار کرتا ہے تو یہ غنی ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو اور اُس کے گواہ موجود ہوں تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر گواہ نہ ہوں تو فقیر ہے ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے احفاد میں سے ان پر جو فقیر ہوں وقف کی حالانکہ اس کے بعض احفاد ایسے ہیں کہ ان کے پاس گھوڑا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر حفید نے اس گھوڑے کو جہاد کے واسطے رکھا ہے یا اپنی سواری کے لیے بسبب لنجے ہونے کے رکھا ہے تو اس کو وقف میں سے دیا جائے گا اور اگر اپنی بڑائی کے واسطے باندھا ہے تو اُس کو نہ دیا جائے گا بشرطیکہ یہ گھوڑا دوسو درہم کا ہو اور اس پر قرضہ و مہر نہ ہو یہ مضمرات میں ہے اور ہر ایسا شخص جس کا نفقہ کسی دوسرے کے مال میں واجب ہو اور خود اس کو بغیر حاکم قاضی اور بغیر رضامندی اس دوسرے کے لے سکتا ہے اور دوسرے کی غیبت میں قاضی اس کے واسطے دوسرے کے مال سے نفقہ کا حکم دیتا ہے اور املاک کے منافع دونوں کے درمیان متصل ہیں حتیٰ کہ ان دونوں میں سے کسی کی گواہی دوسرے کے حق میں قبول نہ ہوگی تو نفقہ دینے والے کی مال داری کی وجہ سے یہ بھی وقف کا مال ناجائز ہونے کے حق میں تونگر قرار دیا جائے گا اور اُس کی مثال مثل والدین و اولاد و اجداد کے ہے اور ہر ایسا شخص جس کا نفقہ دوسرے کے مال میں قاضی کے قرض کرنے سے واجب ہو اور یہ خود اُس کو اس کے مال سے بدون حکم قاضی یا بدون اُس کی رضامندی کے نہیں لے سکتا ہے اور اسی مال والے کے غائب ہونے کی صورت میں قاضی اس کے مال سے نفقہ کا حکم نہ دے گا اور املاک کے منافع جدا جدا ہیں حتیٰ کہ دونوں میں سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں مقبول ہے تو وقف کا مال لینے کے حق میں یہ شخص اپنے نفقہ دینے والے کی تونگری سے تونگر شمار نہ ہوگا اور مثال اُس کی جیسے بھائی و بہنیں و دیگر محارم ہیں اور اسی اصل پر اس جنس کے مسائل دائر ہیں یہ محیط

---

[1] یا زکوٰۃ و وقف لینا اس پر حرام ہے اگر چہ زکوٰۃ دینا اس پر واجب نہیں ۱۲۔ [2] مسافر مالدار جو راہ میں تنگدست ہو گیا ہے علی المختار ۱۲۔

میں ہے۔

اگر اپنی زمین اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ اُس کا ایک قریب ایک شخص غنی ہے جس کی اولاد فقیر ہیں پس اگر یہ اولاد صغیر ہوں یا مذکر ہوں یا مؤنث ہوں یا بالغ عورتیں ایسی ہوں جن کے شوہر نہیں ہیں یا بالغ مرد ایسے ہوں جو اپاہج یا مجنون ہیں تو ان کو اس وقف سے حصہ[1] نہ ملے گا اور اگر اس تونگر مذکور کے بھائی یا بہنیں فقیر ہوں یا کوئی اولاد بالغ فقیر کمائی کرتی ہو تو اُن کو اس وقف سے حصہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت فقیر ہو مگر اُس کا شوہر تونگر ہو تو اس عورت کو وقف نہ دیا جائے گا اور اگر شوہر فقیر ہو تو اُس کو دیا جائے گا اگرچہ اُس کی عورت تونگر ہو اگر وقف کرنے والے کے قریب کا فرزند بالغ ہوا اور وہ اپاہج نہیں ہے مگر وہ فقیر ہے اور اس فرزند کی اولاد نابالغ موجود ہیں کہ وہ بھی فقیر ہیں تو اس فرزند کی اولاد کو اس وقف سے حصہ نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ قاضی اُن کا نفقہ اُن کے دادا کے مال میں فرض کرے گا اور ان اولاد کا باپ یعنی ان کے دادا کا پسر پس اس کو وقف میں سے حصہ ملے گا اس واسطے کہ اُس کا نفقہ اُس کے باپ پر نہیں ہے کیونکہ وہ بالغ ہے اور اپاہج نہیں ہے اور اگر قرابتیوں میں سے کسی کا پسر تونگر ہو اور خود فقیر ہو تو اس کو اس وقف سے نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے قرابتی فقیروں پر وقف ہے اور ان میں ایک مرد فقیر ہے اور جب غلہ حاصل ہوا تب بھی فقیر تھا مگر ہنوز اپنا حصہ لینے نہ پایا تھا کہ وہ تونگر ہو گیا تو اپنے حصہ کا مستحق ہوگا اور اگر اس کی قرابت میں سے کوئی عورت بعد حصول غلہ کے چھ مہینہ سے کم میں جنی تو اس غلہ میں اس بچہ کا حصہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور آئندہ حاصلات میں سے یہ بچہ بھی مستحق ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہے جو نسل فلاں یا آل فلاں میں سے فقیر ہو حالانکہ فلاں مذکور کی نسل یا آل میں سے ایک کے سوائے کوئی فقیر نہیں ہے ایک ہی فقیر ہے تو تمام غلہ اسی کا ہوگا بخلاف اُس کے اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ فقرائے آل فلاں پر ہے تو اس صورت میں اُس کو نصف ملے گا یہ ظہیریہ میں ہے بزیادہ من المترجم۔ ایک ماں باپ سے دو سگے بھائیوں نے اپنے فقراء قرابت پر وقف کیا پھر قرابت میں سے ایک فقیر آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے اپنے درمیان مشترک اراضی کو وقف کیا ہے تو اس فقیر کو ایک ہی قوت یعنی ایک روزینہ بقدر کفایت دیا جائے گا اور اگر ہر ایک نے اپنی علیحدہ اراضی وقف کی تو ہر ایک میں سے اُس کو بقدر قوت دیا جائے گا اور قوت سے اس جنس کے مسائل ہیں مراد قدر کفایت ہے اگر وقف اراضی ہو تو اُس کو ایک سال کا قوت بغیر اسراف و بدوں تفسیر[2] کے دیا جائے گا اور اگر وقف دکان ہو تو مہینہ کی قدر کفایت دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں جب قاضی نے اُس کے معدم ہونے کا حکم دے دیا تو یہ حکم اس کے قرضہ[1] کے حق میں معدم ہونے کا حکم نہ ہوگا ☆

اگر اپنی اراضی اپنے فقرائے قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ فقیر ہے اور وہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی قرابت ہونا اور فقیر ہونا ثابت کرے اور اگرچہ یہ باعتبار اصل و ظاہر کے ثابت ہے لیکن ظاہر حال تو دے دینے کے واسطے حجت ہے استحقاق کے واسطے حجت نہیں۔ پس اگر اُس نے اپنی قرابت کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہ اس کی قرابت کو بہ بسہت معلوم بیان نہ کریں تب تک گواہی قبول نہ ہوگی یعنی اُس کا ناتا وقف کنندہ سے کیا ہے اور اگر اُس نے اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کیے تو

---

[1] اس لئے کہ ان کا نفقہ اس غنی پر ہے اور یہ اس کی وجہ سے غنی ہیں ۱۲۔ [2] قال المترجم مراد مال سے یہاں وہ مال ہے جو فقیر کے مال سے مثل مسکن و خادم واحد و قدر کفایت کپڑے ضروری اس کو اشیائے خانہ داری سے زاید ہو کہ دو سو درہم تک پہنچے ہکذا ینبغی ان یحفظ ہذا المقام ۱۲۔

(۱) قولہ قرضہ کے حق یعنی اس ناداری کے حکم کی وجہ سے یہ لازم نہیں ہے کہ اس کے قرضخواہ بسبب اس حکم کے اس سے قرضہ کا مطالبہ نہ کر سکیں ۱۲۔

چاہیے کہ گواہ یوں تفسیر کریں کہ یہ فقیر معدم (نادار ۱۲) ہے ہم اُس کی ملک میں کچھ مال نہیں جانتے ہیں[۲] اور ہم کسی ایسے کو نہیں جانتے ہیں جس پر اُس کا نفقہ لازم ہو پھر جب قاضی نے اُس کے معدم ہونے کا حکم دے دیا تو یہ حکم اس کے قرضہ[۱] کے حق میں معدم ہونے کا حکم نہ ہوگا اور اگر قاضی نے مطالبہ قرضہ[۱] کے حق میں اُس کے نادار ہونے کا حکم دیا پھر وہ وقف میں سے مانگنے آیا تو اس کو دیا جائے گا ایسا ہی ہلالؒ نے ذکر کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ باوجود اس کے یہ واجب ہے کہ ثابت ہو کہ اس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اُس کا نفقہ لازم ہو گا اس واسطے کہ یہ امر طلب قرضہ میں فقیر کے حکم میں داخل نہیں ہوا ہے حالانکہ استحقاق وقف کے واسطے اُس کا اثبات ضرور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اُس نے گواہ قائم کیے کہ یہ شخص فقیر اور اس وقف کی طرف محتاج ہے اور اُس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اُس کا نفقہ لازم ہو تو قاضی اس کو وقف میں شامل کرے گا اور ہلالؒ نے استحساناً فرمایا ابھی اُس کو داخل نہ کرے یہاں تک کہ پوشیدہ دریافت کرے گا کہ ایسا ہی ہے اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور نیز ہلالؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے گواہ جیسے ہم نے بیان کیے ہیں قائم کئے اور قاضی نے پوشیدہ بھی دریافت کیا اور ع پوشیدہ خبر بھی گواہوں کی گواہی کے موافق ہوئی کہ یہ فقیر ہے اور اس کا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس پر اس کا نفقہ لازم ہو تو قاضی اس کو وقف میں شامل نہ کرے گا یہاں تک کہ اس سے قسم لے گا کہ واللہ تیری ملک میں کچھ مال نہیں ہے اور تو فقیر ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی[۳] اچھا ہے اور اسی طرح بقول ہلال رحمۃ اللہ اُس سے یہ بھی قسم لے گا کہ واللہ تیرا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر تیرا نفقہ لازم ہو اور یہی اچھا ہے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر اُس نے اُمور مذکورہ بالا پر گواہ پیش کیے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور دو عادلوں نے خبر دی کہ یہ تو انگر ہے تو ان دونوں عادلوں کی خبر گواہی سے اولیٰ ہوگی اور وہ مصرف وقف نہ کیا جائے گا اور شیخ ہلالؒ نے فرمایا ہے کہ اس باب میں خبر اور گواہی دونوں یکساں ہیں اس واسطے کہ گواہی مذکورہ بھی درحقیقت گواہی نہیں بلکہ خبر ہے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم ایسے کسی کو نہیں جانتے ہیں جس پر اُس کا نفقہ واجب ہو تو اُس کے واسطے کافی ہے اور اُس کی ضرورت نہ ہوگی کہ دونوں قطعی طور پر کہیں کہ اس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اُس کا نفقہ واجب[۳] ہو جیسے میراث میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور واضح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے وقف کنندہ سے قرابت ثابت کرنے اور اُن کا فقیر ہونا ثابت کرنے کا حاجت مند ہو تو ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ فرزندان مذکورہ[۴] نابالغ ہوں بخلاف اس کے اگر بالغ ہوں تو وہ خود اپنا فقر ثابت کریں اور باپ کا وصی بھی اس باب میں بمنزلہٗ باپ کے ہے اور اگر ان نابالغوں کا باپ نہ ہو اور نہ باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو مگر بھائی یا ماں کا چچا یا ماموں ہو تو استحساناً ان لوگوں کو بھی صغیر کی قرابت و فقر ثابت کرنے کا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ صغیر اُس کی پرورش میں ہو پھر بعد اس کے اگر ماں یا چچا یا بھائی ایسا شخص ہو کہ ان نابالغوں کا حصہ غلہ جو وقف سے ان کو ملے گا اُس کے پاس رکھا جا سکتا ہے تو صغیر کو جو غلہ ملے گا وہ اُن کو دیا جائے گا اور حکم کیا جائے گا کہ اُس میں سے اس کے نفقہ میں خرچ کریں اور اُس کے لائق نہ ہوں تو یہ غلہ کسی مرد ثقہ کے پاس رکھ دیا جائے گا اور اُس کو حکم دے دیا جائے گا کہ اُس صغیر پر خرچ کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنی قرابت کے فقیروں پر وقف کی پھر اس کی قرابت کے بعض فقیروں نے بعض دیگر سے قسم لینی چاہی کہ یہ لوگ تو انگر نہیں ہیں تو اگر ان لوگوں نے دوسروں پر صحیح دعویٰ کیا بایں طور کہ ان پر ایسے مال کا دعویٰ کیا کہ جس[۵] سے تو انگر ہو جاتے ہیں تو اُن کو اختیار ہوگا کہ دوسروں سے قسم سے لے لیں اور اگر یہ لوگ جن سے قسم لینا چاہتے ہیں ان کی طرف قیم کا میلان ہو

۱؎ کسی پر اس کا قرضہ بھی ممکن الوصول نہیں ہے ۱۲۔ ۲؎ قال المترجم اس میں سخت دشواری ہے اگر مراد یہی الفاظ ہیں کیونکہ اس کی ملک میں اس قدر مال ہے کہ اس سے وہ فقیر ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا ہے پس تاویل ضروری ہے کہ اس طور پر قسم لے جن میں مشکل پیش آئے فلیتامل ۱۲۔ ۳؎ کہ اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اس کے سوائے دوسرا وارث تو کافی ہے لیکن وارث ہونا ثابت کرنے کے لئے قطعی گواہی ضروری ہے ۱۲۔ ۴؎ اور اگر مجنون ہوں تو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲۔ ۵؎ ان کے پاس اس قدر مال ہے حالانکہ اس سے وہ تو انگر ہوں گے اگر صحیح ہے ۱۲۔

پس ان لوگوں نے قیم سے قسم لینی چاہی کہ واللہ تو نہیں جانتا کہ یہ لوگ غنی ہیں تو اُن کو یہ اختیار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر ایک شخص نے قاضی کے پاس اپنی قرابت وفقر کو گواہوں سے ثابت کر دیا اور قاضی نے حکم دے دیا پھر اُس نے ایک دوسرے وقف میں سے جو قرابت کے فقیروں پر وقف ہے اسی قرابت وفقر کے ذریعہ سے اپنا استحقاق طلب کیا تو اُس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اس واسطے کہ جو شخص ایک وقف میں فقیر ہو وہ سب وقفوں میں فقیر ہے۔ اسی طرح اگر اُس نے گواہوں سے اپنی قرابت وقف کرنے والے کے ساتھ ثابت کر کے حکم لیا پھر اُس وقف کنندہ کے ایک ماں باپ سے اُس کے بھائی کے وقف میں سے جو قرابت پر وقف ہے اپنا حصہ طلب کرنے آیا تو اُس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اُس شخص کا جس کے واسطے قرابت کا حکم دیا گیا ہے ایک ماں وباپ سے سگا بھائی آیا تو اُس کو بھی قرابت ثابت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یہ وجیز میں ہے اور اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ تجھ سے پہلے جو قاضی تھا اُس نے اُس شخص کے قرابت وفقر کا حکم اس مدت سے پہلے دے دیا تھا تو قیاساً یہ شخص غلہ وقف کا مستحق ہوگا اگرچہ مدت دراز گذر گئی ہو لیکن ہم استحسان کو لیتے اور کہتے ہیں کہ اگر مدت زیادہ گذری ہو تو اُس سے فقیر ہونے کے گواہ دوبارہ مانگے گا کہ اب یہ فقیر ہے اس واسطے کہ ہر سال غلہ پائے جانے کے وقت مستحق کا فقیر ہونا شرط ہے پس جو قبل اس کے فقیر تھا وہ اس سال کے اس غلہ سے مستحق ہوگا اور جو بعد اس کے فقیر ہو وہ اس غلہ سے مستحق نہ ہوگا ہاں آئندہ دوسرے غلہ سے مستحق ہوگا۔ پھر اگر قاضی نے اس کے فقیر ہونے کا حکم دے دیا پھر اُس کے بعد وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور اس نے کہا کہ میں غلہ پیدا ہونے کے بعد غنی ہو گیا ہوں اور اس کے شریکوں نے کہا کہ نہیں بلکہ تو غلہ پیدا ہونے سے پہلے غنی ہوا ہے تو قیاس یہ ہے کہ اس کا قول قبول ہو لیکن استحساناً اس کے شریکوں کا قول قبول ہوگا اور اگر قاضی نے اس کے فقیر ہونے کا حکم نہ دیا ہو پھر وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور کہا کہ میں غلہ حاصل ہونے کے بعد غنی ہوا ہوں تو قیاساً واستحساناً اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر غلہ مانگتا ہوا آیا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں فقیر ہوں اور شریکوں نے کہا کہ یہ تو انگر ہے اور اس سے قسم لینی چاہی تو ان کو یہ اختیار حاصل ہے اور قاضی اُس سے قسم لے گا کہ واللہ وہ آج کے روز اس وقف کے فقیروں کے ساتھ داخل ہونے سے اور اُس وقف کا کچھ غلہ لینے سے بے پرواہ نہیں ہے اور اگر گواہوں نے اس کے فقیر ہونے پر گواہی دی اور یہ غلہ پیدا ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو وہ اس غلہ میں شریکوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا ہاں آئندہ غلہ میں داخل کیا جائے گا لیکن اگر گواہوں نے اس کے فقیر ہونے کا وقت بھی بیان کر دیا ہو کہ فلاں وقت[1] سے فقیر ہے اور یہ وقت بھی اس غلہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے واقع ہوا تھا تو ایسی صورت میں اس غلہ میں اُس کا حق ثابت ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر فقرائے قرابت پر وقف کیا گیا اور قرابت کے بعضے لوگوں نے بعض دیگر کے واسطے گواہی دی پس اگر ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی ہے تو قبول[2] نہ ہوگی اور اگر گواہ لوگ غنی ہوں اور اُنہوں نے اپنی قرابت میں سے ایک شخص کے واسطے گواہی دی کہ وقف کنندہ کا قریب اور فقیر ہے اور نسب بیان کیا تو امام خصافؒ نے اپنی کتاب الوقف میں باب الوقف علیٰ فقراء القرابۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر اُنہوں نے اپنی گواہی سے کوئی منفعت اپنی جانب کھینچی اور نہ اپنی ذات سے کوئی مضرت دفع کی ہے تو اُن کی گواہی قبول ہوگی اور امام خصافؒ نے اس باب سے ملے ہوئے اس سے پہلے باب میں فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے جن کی قرابت ایک شخص سے صحیح ہے اس کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ شخص وقف کرنے والے کے قرابتیوں میں سے ہے اور قرابت کو بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر ان کی گواہی کی تعدیل نہ ہوئی یعنی وہ لوگ گواہ عادل ثابت نہ ہوئے اور قاضی نے ان کی گواہی رد کر دی تو جس کے واسطے اُنہوں نے وقف کنندہ کے قرابتی ہونے کی گواہی دی ہے وہ ان دونوں کے ساتھ جو کچھ مال ان کو وقف سے پہنچے گا اس میں

[1] قبل وقف سے یا بعد وقف کے غلہ پیدا ہو جانے سے پہلے ۱۲۔ [2] قال المترجم یعنی جبکہ ساتھ ہی ہو قبل حکم کے اور اگر آگے پیچھے ہوا اور ایک کے واسطے ہو چکا تو سابق کے مقبول ہوں گے اور لاحق کے قبول نہ ہوں گے ۱۲۔

داخل کیا جائے گا اور شریک ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ہلالؒ نے اپنے وقف میں ذکر کیا ہے کہ اگر دو مردوں نے جو اجنبی ہیں ایک شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کی قرابتی سے ہے اور قرابتیوں میں سے دو مردوں نے اس شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ فقیر ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور اس میں کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور نیز شیخ ہلالؒ نے اپنے وقف میں فرمایا کہ اگر قرابت میں سے ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں غنی ہوں پھر وہ وقف میں سے حصہ مانگتا ہوا آیا اور کہا کہ میں فقیر ہوں اور میں غلہ پیدا ہونے سے پہلے فقیر ہو گیا تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ فی الحال فقیر ہو لیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے غلہ پیدا ہونے سے پہلے اپنا مال تلف کر دیا ہے تو وہ غلہ وقف کا مستحق ہوگا پھر اگر انہوں نے کہا کہ تلجیہ کیا اور قاضی نے اس کو تلجیہ سے متہم سمجھا تو اب اس کو وقف سے نہ دے گا جب کہ اس کے تلجیہ سے وہ اس کے ہاتھ آ سکتی ہو یہ محیط میں ہے۔

فصل پنجم ☆

پڑوسیوں پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا تو قیاس یہ ہے کہ انہی لوگوں کی طرف صرف ہو جو اس کے بلاصق میں اور استحساناً ان لوگوں کی طرف راجع ہوگا کہ اُس کو اور ان کو جنہیں[1] مسجد محلہ جامع ہے یہ وجیز میں ہے۔

اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفصیل دی تو ضامن ہوگا ☆

اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے پھر امام اعظمؒ کے ظاہر مذہب میں ہے کہ شرط فقط سکونت ہے چاہے رہنے والا اپنی ملک کے مکان میں ہو یا مالک مکان نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر رہنے والا مالک کے سوائے اور کوئی شخص ہو یعنی مالک نہ رہتا ہو تو استحقاق وقف رہنے والے کا ہے مالک کا نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس وقف میں پڑوسی داخل ہوگا خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو یا غلام ہو آزاد ہو یا مکاتب ہو صغیر ہو یا کبیر ہو اور مال وقف اُن پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفصیل دی تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے اور ایسی باندیاں جو ام ولد ہوں یا غلام و باندیاں جو مدبر ہوں اور محض غلام و باندیاں اس وقف میں داخل نہ ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح جو قرض دار کہ اس کے محلہ میں بسبب قرضہ کے محبوس ہوا ہے وہ بھی داخل نہ ہوگا یہ وجیز میں ہے اور اس وقف میں وقف کنندہ کی اولاد اور اس کا باپ و دادا اور زوجہ داخل نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اولاد کی اولاد اگر پڑوسی ہوں تو استحساناً داخل نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اُس کا بھائی و چچا و ماموں داخل ہوں گے یہ ظہیریہ و محیط میں ہے اور واضح رہے کہ تقسیم غلہ کے وقت جو شخص پڑوسی ہو وہی پڑوسی اعتبار کیا جائے گا پس اگر وقف کرنے والے کے پڑوسیوں میں سے بعضوں نے اپنے مکانات فروخت کر دیے اور دوسرے محلہ میں چلے گئے اور یہاں اور لوگ بجائے چلے جانے والوں کے غلہ تیار ہو جانے کے بعد اور کاٹے جانے سے پہلے اگر آباد ہوئے تو یہ لوگ اس غلہ کے مستحق ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا تو اُس کا ایک مکان تھا جس میں وہ رہتا تھا پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا گیا اور وہاں کرایہ پر رہا کیا یہاں تک کہ مر گیا تو وقف کا غلہ اس مکان کے پڑوسیوں کو ملے گا جن میں اُٹھ کر گیا اور وہیں مرا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا پھر مکہ معظمہ کو گیا اور وہاں مر گیا تو دیکھا جائے کہ اگر اُس نے مکہ معظمہ میں گھر کر لیا ہے تو وقف کی آمدنی مکہ میں وہاں ان کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگی اور اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کو نکلا تھا تو غلہ اُس کے شہر والے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُس کے دو مکان ہوں جن

---

[1] تمام اس مسجد کی نسبت کر کے جاہل محلہ ہیں ۱۲۔

میں سے ایک میں رہتا ہو اور دوسرا کرایہ پر چلتا ہو تو جس مکان میں رہتا ہو غلہ اُسی کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس کے دو مکان ہوں جن میں سے ہر ایک میں اُس کی ایک ایک بیوی رہتی ہو تو غلہ دونوں میں دو مکانوں کے پڑوسیوں کو ملے گا اگرچہ وہ ان دونوں میں سے چاہے کسی مکان میں مرا ہو کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر اُس کا ایک مکان کوفہ میں ہو اور دوسرا البصرہ میں ہو اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں اُس کی ایک ایک بیوی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور مر گیا پھر اس کے وارثوں نے یہ مکان فروخت کر دیا اور کسی دوسرے محلّہ میں اُٹھ گئے تو جہاں وہ مرا ہے وہیں کے پڑوسی فقیر غلہ کے مستحق ہوں گے اور وارثوں کے فروخت کر ڈالنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ میرے پڑوسی فقیروں پر یعنی اپنی طرف نسبت نہ کی تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مریض ہونے پر اُس کا بیٹا اُس کو دوسرے محلّہ یا گاؤں اٹھا لے گیا اور وہاں وہ مر گیا تو غلہ وقف کے مستحق اُس کے پہلے پڑوسی ہیں اور یہ سکونت منتقل کر لینے کے مانند نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت کسی مکان میں رہا کرتی تھی اور اُس نے پڑوسیوں پر کچھ وقف کیا پھر اُس نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور شوہر کے مکان میں گئی اور وہیں اُس کا انتقال ہوا تو وقف کے مستحق اُس کے پڑوسی وہ ہوں گے جو اُس کے شوہر کے پڑوسی ہیں اور اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اپنے پڑوسیوں پر وقف کر چکا ہے پھر اُس نے عورت مذکورہ اپنی بیوی کے یہاں سکونت اختیار کر لی تو اُس کا پہلا پڑوس منتقل ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس کا اسباب[1] پہلے گھر میں ہو تو اُسی گھر کے پڑوسی غلۂ وقف کے مستحق ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر وہ اپنے مکان سے عورت یعنی بیوی کے مکان میں اُٹھ نہ گیا ہو کہ وہیں رہنا اختیار کر لیا بلکہ جاتا آتا ہو اُس کے پڑوسی اُس کے مکان کے پڑوسی ہوں گے بیوی کے پڑوسی نہ ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا تو بے شوہر عورتیں اس استحقاق میں داخل ہوں گی اگر پڑوسی ہوں اور شوہر والیاں داخل نہ ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کون اُس کے پڑوسی ہیں تو غلہ تقسیم نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ وہ فلاں مکان میں مرا ہے پس اسی مکان کے پڑوسیوں کو تقسیم ہوگا اور اگر کسی پڑوسی نے دعویٰ کیا کہ میں فقیر ہوں اور معروف نہیں ہے یعنی شناخت نہیں ہے کہ ہے یا نہیں ہے تو اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کرے اور اگر وقف کرنے والے یا وصی نے کہا کہ میں نے غلہ پڑوسی فقیروں کو دیا ہے تو قسم سے قول اسی کا قبول ہوگا اگرچہ پڑوسی فقیر اس سے انکار کریں یہ حاوی میں ہے۔

فصل ششم:

اہل بیت' آل' جنس' عقب پر وقف کرنے کے بیان میں

قال المترجم اہل بیت گھر والے وکنبہ والے آل بمعنی اولاد و اہل بیت و یر دو مراد کنبہ والے و جنس معروف ہے اور عقب پیچھے چھوڑے ہوئے یعنی بعد موت کے اگر کسی نے اپنی اراضی اپنے اہل بیت پر وقف کی تو اس وقف میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اس سے اس کے اجداد کی طرف سے سب سے اونچے باپ تک جو اسلام میں تھا متصل ہوئے جس میں مسلمان و کافر مذکر مؤنث و محرم و غیر محرم و قریب و بعید سب داخل ہیں مگر سب سے اونچا باپ اس میں شامل نہ ہوگا اور اس میں وقف کرنے والے کی اولاد و اس کا باپ بھی داخل ہوگا مگر اس کی دختروں و بہنوں کی اولاد[2] داخل نہ ہوگی اور اُن کے سوائے دیگر عورتوں کی اولاد بھی داخل نہ ہوگی لیکن اگر ان عورتوں کے شوہر اس

---

[1] اسباب اے متاع خانہ داری وسکونت و معیشت ۱۲۔ [2] جبکہ یہ عورتیں غیر کنبہ میں بیاہی گئی ہوں ۱۲۔

وقف کرنے والے کے بنی اعمام ہوں یعنی اُسی کے چچا و دادا وغیرہ کی اولاد سے ہوں تو ان عورتوں کی اولاد بھی داخل ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر الکبیر میں فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں اہل بیت کا لفظ ذکر کیا ف مثلاً ایک وقف کرنے والے نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین محدودہ اپنے اہل البیت پر اور آخر فقراء پر وقف کی ہے تو اُس سے پوچھا جائے پس اگر اُس نے بیت السکنی مراد لیا ہے یعنی گھر میں ساتھ رہنے والے تو اُس کے اہل بیت وہ ہیں جن کی پرورش کرتا ہے اور اُن کو اپنے گھر میں نفقہ دیتا ہے اگرچہ اُن سے قرابت نہ ہو اور اگر اُس نے بیت المنسب مراد لیا ہے یعنی میرے نسب کے لوگ تو اس کے اہل بیت تمام اولاد اس کے باپ کی ہے جو اُس سے معروف ہیں اور قاضی علی سغدیؒ نے ذکر کیا کہ اگر وقف کرنے والا کسی نسبتی گھرانے کا ہو جیسے عرف کے خاندان ہیں تو اُس کے اہل بیت اس کے باپ کی تمام اولاد ہیں اگرچہ اُس کے عیال میں نہ ہوں اور اگر اُس کا نسبتی خاندان نہ ہو تو اس کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کو اپنے گھر میں ساتھ رکھتا اور ان کو نفقہ دیتا ہے اور اُن کے سوائے اور لوگ اُس میں داخل نہ ہوں گے اگرچہ اُن سے قرابت ہو اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنے اہل بیت پر وقف کیا تو وقف کے تحت میں جو اُس کے اہل بیت سے موجود ہیں اور جو آئندہ ان لوگوں کے بعد پیدا ہوں اُن کی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی آل پر وقف کیا یا اپنی جنس پر وقف کیا تو مثل اہل بیت پر وقف کرنے کے ہے اور اس میں فقیروں کی خصوصیت نہ ہوگی لیکن اگر اُس نے خود فقیروں کی تخصیص کر دی ہو تو خاص فقیروں ہی کو ملے گا پس اگر اُس نے کہا کہ علی الفقراء منہم یعنی ان میں سے فقیروں پر یا کہا کہ من افتقر منہم یعنی جو ان میں سے فقیر ہوا تو یہ دونوں یکساں ہیں کیونکہ غلہ اُسی کے واسطے ہوگا جو وقت غلہ کے فقیر ہوا گرچہ وقف کے وقت غنی ہو اور یہ قید نہ ہوگی کہ غنی ہو کر پھر فقیر ہو گیا اور یہی صحیح[1] ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی عورت نے اپنے اہل بیت پر یا اپنی جنس پر وقف کیا تو اس عورت کی والدہ اور اُس کی اولاد اس میں داخل نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اہل عبداللہ پر وقف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ خاصۃً اس کی بیوی پر ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق ایسا ہونا چاہیے اور شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ لیکن ہم استحسان کو لے کر یہ کرتے ہیں کہ اُس کے وقف کو تمام ان لوگوں پر قرار دیتے ہیں جو اس کے گھر میں اُس کے عیال میں آزاد لوگ ہیں کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور وقف کے ماتحت میں اس کے مملوک لوگ داخل نہ ہوں گے کذا فی المحیط اور خود عبداللہ بھی اس میں داخل نہ ہوگا اور اسی طرح جو اُس کو دوسرے مکان میں اپنے عیال میں رکھتا ہو وہ بھی داخل نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

عیال[2] ہر وہ شخص ہے جو کسی آدمی کے نفقہ میں پرورش پاتا ہو خواہ اُس کے مکان میں ہو یا دوسری جگہ ہو اور حشم (باندی غلام) بمنزلۂ عیال کے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر عقب فلاں یعنی فلاں شخص کے عقب پر وقف کیا تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کے عقب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے باپوں سے اس شخص کی طرف راجع ہوں اور اس میں دختروں کی اولاد داخل نہ ہوگی لیکن اگر دختروں کے شوہر بھی فلاں شخص مذکور کی اولاد میں سے ہوں تو داخل ہوں گے اور اسی طرح سوائے دختروں کے اور بہنوں وغیرہ دیگر عورتوں کی اولاد بھی اس وقف میں داخل نہ ہوگی مگر جب کہ ان کے شوہر اُس شخص کی اولاد میں سے ہوں اور اگر کسی نے زید اور اُس کے عقب پر وقف کیا اور زید کی اولاد ہے اور زید زندہ موجود ہے تو اُس کی اولاد کے واسطے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ کسی شخص کی اولاد جب ہی عقب کہلاتی ہے جب کہ وہ شخص مر جائے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] کیونکہ افتقار اس وقت حصول فقر ہے اور یہ معنی نہیں کہ تو انگری سے اس نے فقیری پائی ہو۱۲۔ [2] عیال حتیٰ کہ اگر آدمی کے نان و نفقہ میں اس کے ماں باپ ہوں تو وہ عیال ہیں اور معروف زوجہ اور اولاد کو اہل و عیال اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ لوگ عموماً اس کی پرورش میں ہوتے ہیں۱۲۔

ساتویں فصل☆

موالی ومدبرین وامہات الاولاد پر وقف کرنے کے بیان میں

قال المترجم موالی جمع مولیٰ اور مراد غلام یا باندی آزاد کی ہوئی اور مدبرہ وہ باندی یا غلام جس کا آزاد ہونا مالک نے اپنے مرنے کے بعد پر لکھا ہو اور امہات الاولاد جمع ام ولدہ وہ باندی جس کے مالک سے اس کے بچہ پیدا ہوا ہو اگر کسی اصلی آزاد شخص نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے مولاؤں پر اور پھر فقیروں پر ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف[1] ان لوگوں پر ہوگا جن کو اُس نے آزاد کیا ہے بشرطیکہ اُس کے آزاد کیے ہوئے مملوکوں سے موجود ہوں اور اس وقف میں وہ لوگ داخل ہوں گے جن کو اُس نے وقف کے وقت آزاد کیا ہے اور وہ لوگ جو اُس کی طرف سے بعد وقف کے آزاد ہو جائیں اور جو لوگ اُس کی موت سے آزاد ہو جائیں یعنی اُمہات اولاد و مدبروں کی اور جو بسبب وصیت کے اس کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں مذکر ہوں یا مؤنث ہوں اور اُس کے آزاد کیے ہوؤں کی اولاد بھی داخل ہوگی اس واسطے کہ سوائے وقف کرنے والے کے ان کا کوئی مولیٰ نہیں ہے کذا فی الحاوی لیکن آزاد کی ہوئی عورتوں کی اولاد اگر اپنے باپوں کی اولاد سے وقف کرنے والے کی طرف راجع ہوں تو وہ داخل ہوں گی اور اگر ان کے باپوں کی ولاء کسی اور قوم کے واسطے ہو تو داخل نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اُس کے مولاؤں کے آزاد کیے ہوئے اس وقف میں داخل نہ ہوں گے لیکن اگر اُس کے موالی مر گئے تو استحساناً یہ غلہ اُس کے موالی کے آزاد کیے ہوؤں پر صرف کیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کا ایک ہی مولیٰ ہو تو اُس کو آدھا غلہ ملے گا اور باقی آدھا فقیروں کے واسطے ہوگا اور اُس کے موالی کے آزاد کیے ہوؤں کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر اُس کے آزاد کیے ہوئے دو موجود ہوں تو کل غلہ فلاں ان دونوں کو دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اس کے آزاد کیے ہوئے غلام و باندیاں دونوں ہوں تو غلہ ان سب پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر سب آزاد کی ہوئی عورتیں ہوں آدمی مردان کے ساتھ نہ ہو تو سب غلہ ان آزاد کی ہوئی عورتوں کو ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس کے موالی عتاقہ یعنی آزاد کیے ہوئے اور موالی موالات یعنی جس نے حوالات کی ہے دونوں موجود ہیں تو غلہ وقف اُس کے موالی عتاقہ کو ملے گا اور اگر فقط موالات ہی ہوں تو استحساناً غلہ اُن کو دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کرنے والے کے موالی ہوں اور اس کے پسر کے بھی موالی موجود ہوں اور پسر مذکور باپ کے آزاد کیے ہوؤں کی ولاء[2] کا اپنے باپ سے وارث ہوا ہے تو وقف کی آمدنی وقف کنندہ کے موالی کی ہوگی اور پسر کے موالی کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کا کوئی مولیٰ یعنی آزاد کیا ہوا نہ ہو بلکہ فقط اُس کے پسر کے آزاد کیے ہوئے موجود ہیں تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غلہ اس کے پسر کے موالی پر صرف کیا جائے گا اور یہی شیخ ہلالؒ کا قول ہے اور یہ استحسان ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور میرے والد کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے تو اُس کے دادا کا آزاد کیا ہوا اُس میں داخل نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میرے اہل بیت کے موالی پر وقف ہے تو اُس کی بیوی اور اُس کے ماموؤں کے آزاد کیے ہوئے اس میں داخل نہ ہوں

---

[1] قال المترجم موالی کا لفظ موالی عتاقہ یعنی آزاد کئے ہوئے غلاموں پر اور موالی موالاۃ یعنی جس نے اس سے شرط موالات کر لی ہو دونوں پر بولا جاتا ہے جیسا کہ کتاب الموالات میں مذکور ہے ۱۲۔ [2] اصل مطبوعہ کلکتہ میں (وورث ہولاء ہم عن ابیہ) لکھ کر حاشیہ پر شک لکھا حالانکہ بالکل غلط ہے اور صواب یہ ہے کہ (وورث ہولاء ہم عن ابیہ) ہے جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کر دیا ۱۲۔

گے الّا اس صورت میں کہ بیوی اور ماموں اس کے اہل بیت سے ہوں اور اگر کہا کہ آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے تو آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں نے جن کو آزاد کیا ہے وہ اس میں داخل نہ ہوں گے یہ حاوی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور ان کی اولاد ان کی نسل پر وقف ہے تو اس میں اس کے آزاد کیے ہوئے اور اُن کی اولاد اور اولاد کی اولاد مرد و عورتیں سب داخل ہوں گی اور اس میں اُس کے آزاد کیے ہوئے کی دختر کی اولاد بھی داخل ہوگی اگر چہ ان کی ولاء کسی اور قوم کے واسطے ہو اور اسی طرح اگر فرزند کی ماں اس وقف کنندہ کے آزاد کیے ہوؤں میں سے ہو اور اس کا باپ آزاد ان عرب سے ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ فرزند اُس کے مولیٰ کی اولاد میں سے ہے اور نسل کے لفظ میں مردوں و عورتوں سب کی اولاد داخل ہے پھر اگر ان میں سے کوئی عورت مرگئی اور اولاد چھوڑی اور وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو اُس کا حصہ اُس کی اولاد کو دیا جائے تو اس عورت کا حصہ باقی جس قدر آزاد کیے ہوئے موجود ہیں ان کو رد کر دیا جائے ایسا ہی شیخ ابو القاسم نے فتویٰ دیا ہے اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور ان کی اولاد ان کی نسل سے اُن لوگوں پر جن کی ولاء میری طرف رجوع کرتی ہو وقف ہے تو اس وقف پس اُس کے آزاد کیے ہوؤں کی دختروں کی وہ اولاد جن کی ولاء اور قوم کی طرف راجع ہوتی ہے داخل نہ ہوگی اور اگر اُس نے کہا میں نے یہ وقف کیا ان لوگوں پر جن کو میں نے آزاد کر دیا ہے یا میری طرف سے ان کو آزاد کر دیا ہے یا میری طرف سے ان کو آزادی حاصل ہوئی تو اس میں اس مولیٰ کی اولاد جس کو اُس کی طرف سے آزادی ملی ہے داخل نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے پھر کسی کو اُس نے اور اُس کے بھائی نے آزاد کیا ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہو☆

ایک شخص نے اپنی اراضی یا مکان کو اپنے مولیٰ اور ان کی اولاد پر وقف کیا پھر موالی میں سے کسی کے بچہ پیدا ہوا تو ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے مکان کا جو کرایہ و آمدنی حاصل ہوئی ہے اُس میں اس بچہ کا حصہ ہے اور جو اُس سے قبل حاصل ہو گیا ہے اس میں اُس کا حصہ نہیں ہے اور زمین کی آمدنی میں سے ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے جو غلہ حاصل ہوا ہے اُس میں بچہ کا حصہ ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے پھر کسی کو اُس نے اور اُس کے بھائی نے آزاد کیا ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہوگا اور کہا کہ اگر ان مولاؤں پر جن کی ولاء میری طرف رجوع کرے اور حال یہ ہے کہ اُس کے باپ نے ایک غلام آزاد کیا تھا پس اُس کی ولاء کا یہ اور اس کا بھائی وارث ہوا تو یہ آزاد شدہ غلام اس وقف میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ ان آزاد کیے ہوؤں پر جو میرے فرزند کے ساتھ لازم رہیں تو آزاد کیے ہوؤں میں سے جو اُس کے فرزند کے ساتھ رہیں ان کو ملے گا اور جس نے ساتھ دینا چھوڑ دیا کچھ مستحق نہ ہوگا پھر اگر پھر کر ساتھ دینا شروع کیا تو اُس کا استحقاق عود کرے گا یہ حاوی میں ہے۔

اگر اُس نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے موالی کے موالی پر اور موالی پر اور موالی کے پر اور موالی کے موالی پر یعنی تیسرے فریق کو بھی ذکر کیا تو مسئلہ[1] فرزند پر قیاس کر کے فریق چہارم و پنجم وغیرہ جس قدر بچے ہوں سب[2] داخل ہوں گے یہ محیط میں ہے شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی آراضی اپنے آزاد کیے ہوؤں و ان کی اولاد پر بطناً[3] بعد بطن اور کسی شخص کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا پس اُن دو فریقوں میں سے ایک مرگیا اور اولاد چھوڑی تو اُس کا حصہ کس کو ملے گا اس کی اولاد کو یا پہلے پشت میں سے جو لوگ زندہ ہیں اُن کو تو شیخؒ نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اُس کا حصہ اُس کی اولاد کو دیا جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے

---

[1] جو اولاد کہ وقف میں اوپر گذرا ہے ۱۲۔ [2] ایک پشت کے بعد دوسری پشت ۱۲۔ [3] اس میں قید بطناً بعد بطن کی نہیں ہے ۱۲۔

نے ایک شخص مجہول النسب کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا آزاد کیا ہوا ہے اور اُس نے بھی تصدیق کی اور حال یہ ہے کہ اس تصدیق کرنے والے کا کوئی نسب معروف نہیں اور نہ کسی کی طرف اُس کی ولاء معروف ہے تو وہ وقف کا مستحق ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور جو حکم ذکر فرمایا ہے یہ وقف کی اُن حاصلات میں ٹھیک ہے جو آئندہ یعنی بعد اس اقرار کے حاصل ہوں اور جو پہلے حاصل ہو چکی ہیں ان میں ٹھیک نہیں ہے اور نیز جو قبل اس اقرار کے پیدا ہو کر ہنوز تقسیم نہیں ہوئی ہیں اُس کی بابت بھی ٹھیک نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم یعنی یہ حکم آئندہ پیدا ہونے والے غلات کی بابت مراد ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ صاحب کتاب سے غلطی ہوئی ہے فافہم اور اگر کسی نے اپنے موالی پر وقف کیا تو موالی اس کو بھی کہتے ہیں جس نے آزاد کیا اور اُس کو بھی جس کو آزاد کیا ہے پھر اگر وقف کرنے والے کے موالی ایسے ہوں جنہوں نے اُس کو آزاد کیا ہے اور ایسے بھی ہوں جن کو اُس نے آزاد کیا ہے اور وقف کنندہ مر گیا ہے تو ان دونوں فریقوں میں سے کسی فریق کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اُس کی آمدنی فقیروں پر تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے یہ صدقہ موقوفہ ہمیشہ میری ام ولد باندیوں و میری مدبرہ باندیوں پر ہے تو وقف جائز ہے برعکس اس کے وہ غلام و باندیاں ہیں جن کو مکاتب کیا ہو یا جن کو مال پر آزاد کیا ہو پھر جب وقف صحیح ہوا تو استحقاق میں دوام ولد و مدبرہ داخل ہوں گی جو اس کے پاس ہوں اگرچہ اس نے ان کا نکاح کر دیا ہو اور ہیں وہ ام ولد باندیاں جن کو اس وقف سے پہلے اپنی زندگی میں آزاد کر چکا ہو تو ان کا اس وقف میں کچھ حق نہ ہوگا کیونکہ ان باندیوں کا نام مولیات[1] ہو گیا تو وہ اُس میں داخل نہیں ہو سکتی ہیں الا اُس صورت میں کہ وقف کرنے والا التصریح سے بیان کر دے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر اس کی کوئی ام ولد نہ ہو الا کہ وہ اُس کی حیات میں آزاد ہو گئی ہو یعنی جو اُس کی اُم ولد تھی نہ اس کی حیات میں آزاد ہو گئی تو اس کو وقف سے ملے گا یہ حاوی ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے وقف کیا زید کی ام ولد باندوں پر اور اس کی آزاد کی ہوئی باندیوں پر اور حال یہ ہے کہ زید کی باندیوں میں سے کچھ اُس کی ام ولد باندیاں موجود ہیں اور کچھ ام ولد باندیوں کو اُس نے آزاد کر دیا ہے تو وقف کی آمدنی اس کی ام ولد باندیوں اور اس کی آزاد کی ہوئی باندیوں کے درمیان تقسیم ہوگی اور جن باندیوں کو اُس نے آزاد کیا ہے وہ بھی استحقاق وقف میں داخل ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ بعد میری وفات کے میرے آزاد کیے ہوئے مملوکوں پر ہے تو اس وقف میں سے اُس کی ام ولد باندیوں اور مدبر غلام و باندیوں کو جو اس کے مرنے پر آزاد بھی ہو چکے ہوں حصہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اراضی میری صدقہ موقوفہ زید کے مملوک سالم نام پر ہے پھر زید نے اُس کو اپنی ملک سے نکال دیا بایں طور کہ اُس کو فروخت کر دیا تو وقف مذکور کی آمدنی اس سالم کی ہوگی جہاں جائے اُس کے ساتھ ہوگی اور قبول کرنے کا اختیار اس سالم کا ہوگا سالم کے مالک کا نہ ہوگا پس جو غلہ پیدا ہونے کے وقت سالم کا مالک ہو یہ غلہ اُسی کا ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی سالم غلام زید پر اور بعد اس کے مسکینوں پر وقف ہے پھر زید نے سالم کو وقف کر دیا تو غلہ مذکور سالم کا ہے چاہے جہاں رہے اور اگر وقف کرنے والا اس سالم کا مالک ہو گیا تو سالم پر جو وقف کیا تھا وہ باطل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ سالم میرے مملوک پر اور بعد اس کے مسکینوں پر وقف ہے تو آمدنی مسکینوں کی ہوگی سالم کی کچھ نہ ہوگی اور نہ وقف کنندہ کی ہوگی اور اگر اُس نے اس سالم کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی سالم یا اس کے مالک کے واسطے وقف سے کچھ نہ ہوگا پس واضح ہو کہ وقف کنندہ کی ام ولد باندیوں و مدبر باندیوں پر وقف جائز ہے اور جو اس کے محض مملوک ہوں ان پر جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس کے فرق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ام ولد و مدبرین ایک طرح کا حق ہے اور محض مملوک میں یہ بات نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور شیخ ابو

---

[1] آزاد کی ہوئی ۱۲۔

حامد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک اراضی کسی نے اپنے آزاد کیے ہوؤں پر وقف کی پھر ان لوگوں نے اس اراضی کی تعمیر و اصلاح کے واسطے اس کی تقسیم کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں اگر حفاظت و تعمیر و اصلاح کے واسطے تقسیم کا قصد کیا تو تقسیم جائز ہے اور اگر مالک ہو جانے کے واسطے بٹوارہ چاہا تو نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

فصل نہم:

اگر فقیروں پر وقف کیا پھر جو دیا اُس کی بعض اولاد یا قرابت محتاج ہوگئی جن کو اس وقف کی حاجت ہوئی تو ایسی صورتوں کے احکام کے بیان میں

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی زمین فقراء و مساکین پر صدقہ موقوفہ کر دی پھر اس کے بعضے قرابتی یا وہ خود محتاج ہوا پس اگر وہ خود محتاج ہوا تو اس کو اس وقف کے غلہ سے سب اماموں کے نزدیک کچھ نہ دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنی صحت میں کہا کہ میری اراضی میرے بعد فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور حال یہ ہے کہ یہ اراضی اس کی تہائی سے نکلتی ہے یا اُس نے اپنے مرض میں ایسا کہا کہ پھر مر گیا اور اس کی ایک لڑکی صغیرہ ہے تو اُس کا غلہ اس لڑکی کے صرف میں لانا نہیں جائز ہے اور یہ تفصیل شیخ ابوالقاسم سے مروی ہے اور صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اس کی قرابت میں سے بعضے یا اس کے بعضے فرزند اس کے محتاج ہوئے اور وقف مذکور حالت صحت میں واقع ہوا ہے تو اس میں چند احکام ہیں ایک یہ کہ وقف کا غلہ قرابتی فقیروں پر صرف کرنا اولیٰ ہے پھر اگر کچھ باقی رہے تو اجنبی فقیروں پر تقسیم ہو دوم یہ کہ غلہ پیدا ہونے کے روز محتاجوں پر نظر نہ کی جائے گی بلکہ جس روز غلہ تقسیم ہوتا ہے اس روز والے محتاجوں پر نظر ہوگی اور سوم یہ کہ وقف کرنے والے سے قرابت میں ترتیب وار سب سے قریب پھر سب سے قریب اس طرح دیکھا جائے گا جو اس کے نسب سے پیدا ہے وہ اوّل ہوگا پھر اس کے فرزند کی اولاد پھر تیسری پشت پھر[1] چوتھی پشت اور چوتھی کے ساتھ پانچویں و چھٹی جس قدر نیچے تک ہوں داخل ہوں گی پھر اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا ہو اور بعد اس کے غلہ بچ رہا تو وہ قرابت کے فقیروں پر تقسیم ہوگا اور اُن میں بھی قرابت کی راہ سے سب سے قریب کا اعتبار ہوگا پس پہلے اسی کو دیا جائے گا جو ان سب میں سے وقف کرنے والے سے قرابت میں قریب ہو یہ حاوی میں ہے۔

پھر اس کے بعد وقف کرنے والے کے آزاد کیے ہوؤں کا مرتبہ ہے پھر اُن کے بعد وقف کرنے والے کے پڑوسیوں کا مرتبہ ہے پھر ان کے بعد وقف کنندہ کے شہر والوں کا مرتبہ ہے مگر ان میں بھی وہ مقدم ہوں گے جو اپنی سکونت کی راہ سے وقف کنندہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہوں یہ محیط سرخسی و محیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور چہارم یہ کہ جن لوگوں کو دیا جائے گا ان میں سے ہر ایک کو دو سو درہم سے کم دیا جائے گا اور یہ شیخ ہلالؒ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اُس نے فقیروں پر وقف کیا اور اُس کے بعضے قرابتی محتاج ہوئے ہیں اور اگر اُس نے اپنی قرابت کے فقیروں پر وقف کیا تو سب آمدنی انہی پر تقسیم ہوگی اگر چہ اس میں سے ہر ایک کو دو سو درہم سے زیادہ پہنچے اور اگر اُس نے فقرائے قرابت میں ترتیب محتاجی کی کر دی ہو کہ اوّل سب سے فقیر کو پھر جو اس کے بعد سب سے زیادہ فقیر ہو علیٰ ہذا الترتیب تو ایسی صورت میں کل حصہ رسد نہ دیا جائے گا بلکہ اس کو دو سو درہم سے کم دیے جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر فقیروں پر وقف تھا جس میں سے قاضی نے بعض قرابتیوں کو کچھ دیا تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قاضی نے اس کے دینے کا حکم نہیں دیا کہ ان کے واسطے کچھ واجب ہو جانے کا سبب ہو تو واجب نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد دوسرا قاضی آیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ یہ

[1] یوں ہی اس مقام پر مذکور ہے اور بطون کا خلل سوم میں نہیں بلکہ چہارم میں ہے ۱۲۔

طریقہ توڑ دے اوران قرابتیوں کو کچھ نہ دے دوم یہ کہ اوّل قاضی نے اس کا حکم دے دیا اور قیم سے کہہ دیا کہ میں نے اس کا حکم دے دیا اور یہ ان کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا وقف سے برابر تو یہ لوگ بلسبت اور فقیروں کے زیادہ حق دار ہو جائیں گے اور جو قاضی اس کے بعد آئے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو توڑ دے یہ حاوی میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں شرط کی ہو کہ اس کی قرابت کے فقیروں کے واسطے اتنا اور مساکین وفقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیروں کو فقراء کے حصہ سے دیا جائے گا ☆

اگر اپنی اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اس میں سے نصف واسطے مسکینوں کے اور نصف واسطے ابتی فقیروں [1] کے ہے پھر اس کے قرابتی فقیروں کو احتیاج لاحق ہوئی اور جس قدر ان کو ملتا ہے وہ ان کے واسطے کافی نہیں ہے تو جو کچھ اُس نے مسکینوں کے واسطے شرط کیا ہے اس میں سے ان کو دیا جائے یا نہیں تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ نہیں اور یہی یوسف بن خالد سمتی کا قول ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف بلخی اور علی بن احمد فارسی اور فقیہہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ ان کو مساکین کے حصہ سے دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ لوگ اس کے قرابت کے مساکین ہیں کہ دونوں جہت سے مستحق ہیں جیسے ایک نے اپنی ایک اراضی اپنی قرابت پر اور دوسری اراضی اپنے پڑوسیوں پر وقف کی اور پڑوسیوں میں بعض اُس کے قرابت دار ہیں تو یہ لوگ دونوں وقفوں میں سے دونوں وصفوں کی جہت سے مستحق ہوں گے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں شرط کی ہو کہ اس کی قرابت کے فقیروں کے واسطے اتنا اور مساکین وفقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیروں کو فقراء کے حصہ سے دیا جائے گا اور اگر اُس نے یہ شرط کی ہو کہ اُس کے قرابتی فقیروں کے واسطے اس قدر اور باقی مساکین وفقراء کے واسطے ہے تو قرابتی فقیروں کو حصہ فقراء میں سے نہ دیا جائے گا اور اسی کو محمد بن سلمہ وابونصر محمد بن سلام بلخی نے اختیار کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی اس واسطے مشروط کر دی ہو کہ مرد مسلمان جو قرض داری میں پھنسا ہو اس کے چھٹکارے میں یا مسافروں کے لیے یا فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے واسطے یا حج یا مسلمان غلاموں کی گردنیں آزاد کرانے کے لیے صرف کیا جائے پھر اُس کی بعض اولاد یا قرابتی فقیر اس کے حاجت مند ہوئے تو ان کو اُس میں سے کچھ نہ دیا جائے گا لیکن اگر اولاد یا قریب بھی ایسے لوگوں میں سے ہو پس قرض داری کے بوجھ میں پھنسا ہو یا مسافر ہو تو ایسی صورت میں پہلے اُسی کو دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے اپنی ایک اراضی اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کی اور دوسری اراضی مساکین پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ جو قرابتی فقیروں پر وقف کی ہے وہ اُن کے حق میں کافی نہیں ہوتی ہے پس اگر یہ وقف الگ الگ دو عقد میں واقع ہوا تو قرابت والے فقیروں کو مساکین کے وقف سے بقدر کفایت دیا جائے گا اور اگر ایک ہی عقد میں اُس نے دونوں کو وقف کیا ہے تو نہ دیا جائے گا پھر جو حکم کہ ایک عقد میں وقف ہونے کی صورت میں بیان فرمایا کہ قرابتیوں کو مساکین کے وقف سے نہیں دیا جائے گا پھر ضروری ہے کہ شیخ ہلالؒ [2] و یوسف بن خالد کے قول پر یہ حکم ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر اس کے قرابتی فقیروں میں سے ایک کو دو سو درہم سے کم دیا گیا پس اُس نے یہ سب خرچ کر ڈالے اور حال یہ ہے کہ غلہ وقف میں سے ابھی باقی رکھا ہے تو اُس کو دوبارہ دیا جائے گا بشرطیکہ اُس نے بُرے کام میں نہ خرچ کیا ہو یہ حاوی میں ہے اور اس فصل کی متصلات سے یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی یہ اراضی ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ زید پر اور اس کی اولاد اور

---

[1] اپنے قرابتی فقیروں کے لیے ۱۲۔ [2] اور بنا بہ فقیہہ ابو جعفر وابراہیم بن یوسف وعلی بن احمد کے یہ اور اوّل یکساں ہے یعنی دیا جائے گا ۱۲۔

اولاد اولاد پر برابر جب تک ان کی نسل ہوتی رہے کر دی اور ان کے بعد مسکینوں پر کر دی اس شرط سے کہ میری قرابت میں سے جو اُس کا حاجت مند ہو یہ وقف اُن پر رد کیا جائے گا اور اُس کا غلہ انہی کا ہوگا اور حال یہ ہے کہ اُس کی قرابت میں ایک جماعت ہے جن میں سے بعضے محتاج اور بعضے تو انگر ہیں تو جو حاجت مند ہوا اُس پر رد کیا جائے گا اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط سے کہ میرے آزاد کیے ہوؤں سے جو حاجت مند ہو اُس پر کیا جائے پھر اُس کے بعضے آزاد کیے ہوئے حاجت مند ہوئے تو ان پر رد کیا جائے گا اور اگر اُس نے کہا کہ اولاد زید پر پھر جب وہ مر جائیں تو عمرو پر وقف ہے پھر زید کی بعضی اولاد مری اور بعض باقی ہیں تو غلہ وقف عمرو پر رد نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ کل اولاد زید مر جائیں ایسا ہی امام خصافؒ نے بیان فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ ہلالؒ نے اپنے وقف میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ بعد میری موت کے فقیروں پر ہے پھر اگر میرے فرزند یا میرے فرزند کے فرزند میں سے کوئی اس کی طرف حاجت مند ہوا تو بقدر کفایت اس کو دیا جائے تو جیسا اس نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا پس اگر اس کی پشت کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہوا تو جس قدر اس کو کفایت کرے اسی قدر اس کو دیا جائے گا پس یہ مقدار تمام وارثوں کے درمیان میراث مشترک ہو جائے گی اور اگر فرزندوں کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہوا تو اُس کو بقدر اُس کی کفایت کے دیا جائے گا جو اسی کا ہوگا اور اگر اس کے نسب کے فرزندوں میں سے کوئی فرزند اور اس کے فرزندوں کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہوا تو دونوں کو ان کا قدر کفایت دیا جائے گا پھر جو کچھ اُس کے نسب کے فرزند کو پہنچا ہے تو تمام وارثوں کے درمیان میراث ہوگا اور جو فرزند کے فرزند کو ملا ہے وہ اسی کا ہوگا اور اگر اس کے فرزند و فرزند کے فرزند سب محتاج ہوئے تو غلہ وقف ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ اُس کی پشت کے فرزندوں کو ملا ہے وہ وقف نہیں بلکہ میراث ہوگا کہ جس میں سب وارث شریک ہوں گے اور جو فرزندوں کے فرزندوں کو ملا ہے وہ انہی کا ہوگا پھر اگر وہ شخص جو محتاج تھا غنی ہو گیا تو اس کو نہ دیا جائے گا اور یہ ظاہر ہے اور وقف مذکور ہر دو فریق کی قدر کفایت سے کم پڑھا اور حال یہ ہے کہ ہر دو فریق محتاج ہیں لیکن ایک فریق کے واسطے کافی ہوتا ہے تو پہلے فرزندوں کے فرزندوں کو دیا جائے گا یہ محیط[1] میں ہے۔

باب چہارم:

وقف میں شرط کرنے کے بیان میں

ذخیرہ میں ہے کہ اگر اراضی یا اور کوئی چیز وقف کی اور کل اپنے واسطے شرط کر لی یا بعض اپنے واسطے شرط کر لی جب تک کہ زندہ ہے اور بعد اُس کے فقیروں کے واسطے کر دی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وقف صحیح ہے اور مشائخ بلخ نے امام ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تا کہ لوگ وقف کرنے میں رغبت کریں اور ایسا ہی فتاویٰ صغریٰ و نصاب و مضمرات میں ہے اور اپنی ذات کے واسطے شرط کر لینے کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ یوں کہا کہ اس شرط سے کہ میرا قرضہ اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جائے یا کہا کہ جب میں مروں اگر مجھ پر قرضہ ہو تو پہلے اس وقف کی آمدنی سے جو مجھ پر قرضہ ہے ادا کیا جائے پھر جو باقی رہے وہ وقف کی راہ پر صرف ہو تو یہ سب جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جب فلاں پر یعنی خود وقف کنندہ پر حادثہ موت پیش آئے تو اس وقف کی آمدنی سے ہر سال دس سہام میں سے ایک سہم کے برابر نکال کر اس کو فلاں یعنی وقف کنندہ کی طرف سے حج میں یا اس کی قسموں سے کفارات میں خرچ کرے یا فلاں کار خیر یا

[1] وفی النسخۃ الموجودۃ وان قصرت الغلۃ عمن سمی لکمن فقیر وکان یکفی لاحد ہما فانہ یبدأ لولد الولد کذا فی المحیط وقال علماء کلکتہ فی قوا عمن لوکان ظاہرا انتہی محصلہ اور یہ بھی غلط ہے اور ٹھیک عبارت یہ ہے وان قصرات الغلۃ السمین واکل فقیر الی آخر ہا جیسے ترجمہ میں لکھا گیا ہے فلیتامل فیہ ۱۲۔

فلاں کار و فلاں کار میں چند اُمور کا نام لیا ان میں خرچ کرے یا کہا کہ تو اس صدقہ کی آمدنی سے ہر سال اتنے اتنے درہم نکال کر ان امور مذکورہ میں صرف کر اور باقی اسی راہ میں جس پر وقف کیا ہے صرف ہو تو بھی جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ خدائے تعالیٰ کے واسطے ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کا غلہ مجھ پر جاری رکھا جائے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور جب وہ مر جائے گا تو اُس کی آمدنی فقیروں پر صرف ہوگی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اس کی آمدنی مجھ پر جاری رہے گی پھر بعد میری موت کے میرے فرزند میرے فرزند کے فرزند اور ان کی نسل پر جب تک ان کی نسل رہے جاری رہے گی پھر جب یہ سب گذر جائیں تو یہ مساکین پر صدقہ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اس میں سے اپنی ذات پر اور اپنے فرزند پر خرچ کروں اور اپنا قرضہ اس کی آمدنی سے ادا کروں پھر جب مجھے حادثۂ موت پیش آئے تو اس کی آمدنی واسطے فلاں بن فلاں کے اور اُس کے فرزند اور فرزند کے فرزند و اُس کی نسل و اُس کے عقب کی ہوگی یا جو اُس نے فلاں مذکور کے واسطے شرط کیا ہے وہ پہلے بیان کیا ہے اور پھر جو اپنے واسطے شرط کیا ہے وہ پیچھے بیان کیا تو امام خصافؒ نے فرمایا کہ یہ اُس کی شرط پر جائز ہے اور تقدیم و تاخیر بھی بنا بر قول امام ابو یوسف کے یکساں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ہمیشہ کے واسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کے واسطے استثناء کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جب تک زندہ ہے اپنے اوپر اپنے عیال و باندی و غلاموں پر خرچ کرے گا ☆

ایک نے فقیروں پر کچھ وقف کیا اور اس میں شرط کی کہ وقف کنندہ کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ ہے خود کھائے وکھلائے پھر جب مر جائے تو اُس کے فرزند کی ہو اور اسی طرح اس کے فرزند کے فرزند کے واسطے برابر جب تک نسل باقی ہے رہے اور اس شرط پر وقف جائز ہے کذا فی المضمرات اور اسی کو شیخ شمس الائمہ حلوائی اور صدر حسام الدین نے لیا ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف میں کچھ آمدنی اپنی ام[1] ولد باندیوں کے واسطے جو اس کے وقف کرنے کی حالت میں موجود ہیں اور جو بعد کو ام ولد ہو جائیں شرط کیا اور اپنی حالت حیات و بعد ممات کے ان میں سے ہر ایک کے واسطے کچھ قسط مقرر کر دی تو بلا خلاف جائز ہے یہ وجیز و مبسوط و ذخیرہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر اپنی یہ مدبر باندی و غلاموں کے واسطے بیان کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی محض باندی و غلاموں کے واسطے کچھ آمدنی شرط کی تو یہ مثل اپنے واسطے شرط کرنے کے ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ہمیشہ کے واسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کے واسطے استثناء کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جب تک زندہ ہے اپنے اوپر اپنے عیال و باندی و غلاموں پر خرچ کرے گا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف اور شرط دونوں جائز ہیں پھر جب یہ لوگ گذر گئے تو غلہ مذکور مسکینوں کے واسطے ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کچھ وقف کیا اور اپنے واسطے کہ جب تک زندہ ہے استثناء کیا اُس میں سے کھائے گا پھر جب وہ مر گیا تو اُس کے پاس اُس وقف میں سے خوشائے خرما انگور یا منقی (انگور خشک ۱۲) نکلے تو یہ سب لے کر وقف میں داخل کر دیے جائیں گے اور اگر اُس کے پاس اُس وقف کے گیہوں کی روٹی ہو تو وہ میراث ہوگی اُس واسطے کہ در حقیقت یہ وقف میں سے نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور وقف الخصاف میں مذکور ہے کہ اگر شرط کی کہ اپنی ذات و عیال و اولاد و باندی غلاموں پر اُس وقف کے غلہ سے خرچ کرے گا پھر اُس وقف کا غلہ آیا پس اُس نے اُس غلہ کو فروخت کیا اور اُس کا ثمن وصول کر لیا پھر قبل اُس کے کہ اُس کو خرچ کرے وہ مر گیا تو فرمایا کہ یہ ثمن اُس کے وارثوں کا ہوگا وقف کے مستحقوں کا نہ ہوگا

[1] واقف نے جن باندیوں کو شرعاً ملک سے اپنے تحت میں لیا تو جو باندی ان میں سے حاملہ ہو کر بچہ جنتی ہے یا آئندہ بعد وقف کے بچہ جنے تو وہ اس وقف سے مستحق ہے کیونکہ وہ وقف کنندہ کی اولاد کی ماں ہوگئی ہے ۱۲۔

اُس واسطے کہ اُس کو اُس نے حاصل کیا ہے اور اسی کا تھا یہ فتح القدیر میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی واولاد پر وقف کیا پھر یہ عورت مرگئی تو اُس عورت کا حصہ اُس عورت کے پسر کے واسطے مخصوص نہ ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ کی ہو کہ جو مرے اُس کا حصہ اُس کی اولاد کا ہو پس اُس صورت میں اُس کا حصہ سب وارثوں کی طرف رد کر دیا جائے گا یہ کبریٰ میں ہے۔ایک نے اپنی اراضی وقف کی بایں طور کہ اُس میں سے نصف اپنی بیوی پر اور نصف اپنے ایک معین فرزند پر بایں شرط کہ اگر بیوی مر جائے تو اس کا حصہ میری اولاد پر صرف کیا جائے اور آخر یہ وقف واسطے فقیروں کے ہے پھر اُس کی بیوی مرگئی تو اُس کے حصہ میں سے یعنی اُس فرزند معین کا جس پر نصف زمین وقف ہے حصہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے ایک نے اپنی ایک اراضی ایک مرد پر اُس شرط سے وقف کی کہ اُس کی آمدنی میں سے اُس کو بقدر کفایت ماہواری دیا جایا کرے اور حال یہ ہے کہ اُس مرد کے عیال نہیں ہیں پھر اس کے عیال ہو گئے تو اُس کو اور اُس کے عیال دونوں کی قدر کفایت اُس میں سے دیا جایا کرے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر زید نے عمرو پر اُس شرط سے وقف کیا کہ عمرو تو اُس کو کچھ درہم معلوم وقرض دے تو وقف جائز اور شرط باطل ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اصل وقف میں یہ شرط کی کہ جب چاہے گا اُس اراضی کی جگہ دوسری اراضی بدل لے گا جو بجائے اُس کے وقف ہو گی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف اور شرط دونوں جائز ہیں اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اُس کو فروخت کرے گا اور اُس کے ثمن سے دوسری زمین خرید لے گا جو اُس کی جگہ وقف ہو گی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ میں امام ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال کا قول بھی مذکور ہے اور اُس پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک مرتبہ اُس کی استبدال (یعنی بدل لینے ۱۲) کے بعد اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوبارہ بدل لے اُس وجہ سے کہ اُس کی شرط ایک مرتبہ استبدال کر لینے سے منتہی ہو گئی لیکن اگر اُس نے ایسی عبارت بیان کی ہو جو ہمیشہ اُس کے واسطے اُس کے استبدال کے اختیار کو مفید ہو تو اختیار حاصل ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے اصل وقف میں یوں کہا ہو کہ اُس شرط پر کہ میں اُس وقف کو جس قدر قلیل یا کثیر ثمن کے عوض میری رائے میں آئے فروخت کروں گا یا کہا کہ اُس شرط پر کہ میں اُس کو فروخت کروں اور اُس کے ثمن کے عوض غلام خریدوں یا کہا کہ اُس شرط پر کہ میں اُس کو فروخت کروں اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے واسطے اُس شرط پر ہے کہ اُس کی جگہ میں دوسری بدل سکتا ہوں تو استحساناً وقف جائز ہوگا اگر پہلی اراضی کے ثمن سے دوسری کی خرید واقع ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور دوسری اراضی کو جیسے ہی خرید او یسے ہی بجائے اوّل کے اُسی شرائط کے ساتھ وقف ہو جائے گی اور دوسری کے وقف کرنے اور شرائط وقف بیان کرنے کی حاجت نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس نے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا کہ بدل کر زمین یا دار کرا لے گا اور اُس نے اوّل وقف کو فروخت کیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے خواہ زمین یا مکان بجائے اُس کے بدل دے اور اسی طرح اگر اسی شہر کی قید نہ لگائی ہو تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے جس شہر میں استبدال کر دے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہہ دیا کہ اُس شرط سے کہ میں بجائے اُس کے دوسری زمین بدل سکتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بجائے اُس کے مکان بدل دے اور اسی طرح اُس کے برعکس بھی جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور یہ اُس کو اختیار ہوگا کہ اُس کے ثمن کے عوض خالی زمین خرید ے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا بایں شرط کہ بجائے اُس کے بصرہ کی اراضی سے بدل سکتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ سوائے بصرہ کے دوسری جگہ سے بدل کر دے مگر چاہیے یہ ہے کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اُس کے بدلے میں بہتر آتی ہو تو جائز ہو اُس واسطے کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی جانب ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور قنیہ میں

مذکور ہے کہ مکان وقف کا دوسرے مکان سے مبادلہ کرنا بھی جائز ہے کہ جب محلہ ایک ہی ہو یا جو بدلے میں آتا ہے اُس کا محلہ بلسبت وقف کے محلّہ کے بہتر ہو اور اگر اُس کے برعکس ہو تو نہیں جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اپنے واسطے اُس نے استبدال کا اختیار شرط کیا پھر استبدال کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر اُس واسطے کسی کو اپنی موت کے وقت وصیت کر دی تو وصی کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر استبدال کا اختیار اپنے واسطے مع دوسرے شخص کے اُس طرح شرط کیا کہ دونوں ساتھ ہی استبدال کریں پھر اُس دوسرے نے تنہا استبدال کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے تنہا استبدال کر دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے استبدال کا اختیار ہر ایسے شخص کے واسطے شرط کر دیا جو اُس کا متولی ہو تو یہ صحیح ہے اور جو شخص اُس کا متولی ہوگا اُس کو اُس وقف کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہے پھر وقف کرنے والا مر گیا تو بعد اُس کے فلاں مذکور کو اختیار استبدال حاصل نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ وقف کنندہ نے بعد اپنی وفات کے اُس کا اختیار شرط کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کسی قیم کو اختیار استبدال نہیں حاصل ہے الا اُس صورت میں کہ صریح اُس کے واسطے یہ شرط کیا جائے اور اگر وقف کنندہ نے قیم کے واسطے اختیار شرط کیا اور اُس واسطے شرط نہ کیا تو وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ خود استبدال کر دے یہ فتح القدیر میں ہے۔ پھر جب وقف جائز ہوا اور اُس میں اُس نے بیع واستبدال[1] ثمن کی شرط کی پھر اُس کو اس قدر ثمن کے عوض بیچا جتنے میں[2] لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں جانتے ہیں تو بیع جائز ہے اور اگر اپنے ثمن کو بیچا کہ اپنے انداز سے لوگ اُس میں خسارہ جانتے ہیں تو بیع باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس کو عروض کے عوض فروخت کیا تو بقیاس قول امام رحمۃ اللہ علیہ صحیح ہے پھر اُس عروض کو بعوض عقار کے فروخت کرے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و ہلال نے فرمایا کہ فقط نقد ہی کے عوض فروخت کر سکتا ہے کذا فی البحر الرائق یا بعوض کسی زمین کے فروخت کرے جو بجائے اُس کے وقف ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر وقف کی زمین فروخت کر کے اُس کا ثمن وصول کیا پھر مر گیا اور ثمن کا حال بیان نہ کیا تو یہ ثمن اُس کے ترکہ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح اگر اُس نے ثمن کو تلف کر دیا ہو تو بھی اُس کے اوپر قرضہ ہوگا جو وصول کیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے مال وقف کو فروخت کیا اور ثمن اس کے پاس سے جاتا رہا تو ضامن نہ ہوگا اور وقف باطل ہو گیا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے ثمن کے عوض اسباب عروض میں سے کوئی ایسی چیز خریدی جو وقف نہیں ہو سکتی ہے تو وہ اُسی کی ہوگی اور ثمن اُس پر قرضہ ہوگا اور اگر اُس نے ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا تو یہ صحیح ہے اور وہ ضامن ہوگا اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس نے ثمن وصول کر کے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاتفاق ہبہ باطل ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اُس نے وقف کو فروخت کیا پھر اُس کے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ ہے تو اُس کو دوبارہ فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اُس کے پاس بعقد[3] جدید واپس آیا تو پھر دوبارہ اُس کی بیع نہیں کر سکتا ہے الا اُس صورت میں کہ اُس نے اپنے واسطے استبدال کی شرط تعمیم کر لی ہو یعنی ہر بار مجھے اختیار ہے تو دوبارہ بھی بیع کر سکتا ہے اور اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی بعد قبضہ مشتری کے یا قبل قبضہ مشتری کے اُس کے پاس واپس آیا تو وقف واپس ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے مشتری سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ ہو جانے

---

[1] بیچ کر اُس کے ثمن سے بجائے اُس کے دوسرا بدل دے گا ۱۲۔ [2] قال المترجم اگر لوگوں نے ایک چیز کی قیمت کے اندازے میں اختلاف کیا گیا ایک نے دس انداز کئے اور دوسرے نے ساڑھے دس تیسرے نے سوا دس تو اس میں سے جن درہموں کو بیچے ایسے ہیں کہ لوگ اپنے انداز میں اس کو خسارہ نہیں جانتے ہیں یعنی وہ دام اندازے والوں میں سے کسی کی انداز پر ہوں اور اگر اس نے درہم کو بیچے تو یہ خسارہ ایسا ہے کہ انداز نے والوں کی انداز سے کم ہے پس بیع باطل ہے فافہم ۱۲۔ [3] مثلاً مشتری سے خرید لیا یا آقا ۱۲۔

کے اقالہ کر لیا تو بھی وقف واپس ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

بعد اقالہ کے اُس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ اُس وقف کو دوبارہ فروخت کرے الّا اسی صورت میں کہ اُس نے دوبارہ کی یا ہر بار کے اختیار کی شرط کر لی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے زمین وقف کو فروخت کیا اور اُس کے ثمن سے دوسری زمین خریدی پھر پہلی زمین بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دی گئی تو بھی وقف ہو گی اور دوسری کے ساتھ جو چاہے کرے اور اگر پہلی زمین اُس کو بغیر حکم قاضی دی گئی اور اُس نے واپس کر لی تو اوّل کی بیع فسخ نہ ہو گی پس دوسری زمین بجائے اوّل کے بدلا باقی رہی پس دوسری زمین سے وقف ہونے کی صفت باطل نہ ہو گی اور پہلی زمین کا اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائے گا اور دوسری زمین کا خریدنے والا اور اپنے واسطے وقف کرنے والا نہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر پہلی زمین کو بیچا اور دوسری خریدی پھر پہلی زمین استحقاق میں لے لی گئی تو قیاس یہ ہے کہ دوسری زمین کا وقف باطل[1] نہ ہو اور استحساناً دوسری زمین وقف نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وقف مرسل ہو یعنی اُس میں استبدال کی شرط نہ کی ہو کہ مجھے بجائے اُس کے دوسری زمین مثلاً بدل لینے کا اختیار ہے تو اُس کو اُس وقف کے بیع کرنے اور اُس کی جگہ دوسرا بدل لینے کا اختیار حاصل نہ ہو گا اگرچہ زمین مذکور جو وقف کی ہے لونیا ہو کہ اُس سے انتفاع حاصل نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مگر قاضی کے بدلنے میں امام قاضی خان کا کلام مختلف ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا ہے کہ قاضی اگر مصلحت دیکھے تو بدون وقف کنندہ کی شرط کے قاضی کو استبدال جائز ہے اور دوسرے مقام پر اُس سے منع فرمایا ہے اگرچہ زمین ایسی ہو جائے کہ اُس سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور اعتماد اُس پر ہے کہ قاضی کو بدل ڈالنا روا ہے بشرطیکہ زمین قابل انتفاع ہونے سے بالکلیہ نکل جائے اور وہاں مال وقف سے کچھ مال بھی نہ ہو کہ اُس سے اُس زمین کی اصلاح ہو سکے اور نیز اُس کی بیع[2] غبن فاحش کے ساتھ نہ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اسعاف میں یہ شرط لگائی کہ بدلنے والا قاضی الجنتہ ہو اور قاضی الجنتہ کی یہ تفسیر ہے کہ قاضی عالم ہو اور مقتضائے علم پر عمل کرتا ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور شمس الائمہ محمود اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور ان سے کہا کہ اگر تم اُس کے رکھنے سے عاجز ہو تو اُس کو فروخت کر دو تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وقف میں یہ شرط ہو تو وقف باطل ہے اور واجب ہے کہ یہ جواب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہو اور امام ابو یوسف کے قول پر وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے اور اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ اصل زمین مذکور کو میری یا اُس شرط پر کہ میری ملک اُس کی اصلی سے زائل نہ ہو گی یا اُس شرط پر کہ میں اصل زمین کو فروخت کروں اور اُس کے ثمن کو صدقہ کر دوں تو وقف باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ وقف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کس صورت میں جائز کہا جا سکتا ہے؟

اگر یہ شرط کی کہ اُس کو فروخت کروں اور اُس کا ثمن اُس سے افضل وقف میں کر دوں تو اگر حاکم اُس کی فروخت میں بہتری دیکھے تو اُس کی اجازت دے گا کہ ایسا کرے یہ وجیز میں ہے اور امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن کارہائے خیر میں جس میں چاہوں صرف کروں تو وقف باطل ہے اور اگر اصل وقف میں اُس کی بیع کے اختیار کی شرط کر لی تھی مگر اُس نے فروخت نہ کیا تو جو شخص اُس کے بعد متولی ہوا اُس کو اختیار نہ ہو گا کہ وقف مذکور کو فروخت کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ مجھے اُس صدقہ کے باطل کر دینے کا اختیار ہے تو ہلال کے نزدیک وقف باطل ہے اور یوسف بن خالد کے نزدیک وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] بالکل اُس سے نفع حاصل نہ ہو سکے ۱۲۔ [2] قال المترجم غبن فاحش اس کو کہتے ہیں کہ کوئی اندازہ کرنے والا اتنے کم کو اندازہ نہ کرے اور بعض نے کہا کہ ایک درہم کی اور بعض نے کہا کہ آدھا درہم اور اوّل معتمد ہے ۱۲۔

سے اُس میں کوئی روایت نہیں ہے اور ان کے مذہب کے موافق کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف ان کے نزدیک جائز ہوگا اُس واسطے کہ یہ بمنزلہ اشتراط خیار (بیع کا اختیار۱۲) کے اپنے واسطے ہے اور دوسرا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف ان کے نزدیک جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام خصاف نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اپنی کتاب الوقف میں چند مسائل ذکر فرمائے ہیں چنانچہ فرمایا کہ اگر وقف کنندہ نے وقف نامہ میں تحریر کیا کہ یہ وقف فروخت نہ کیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ ملک میں آئے گا پھر لکھا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کے بیع کرنے اور اُس کی جگہ اُس کے ثمن سے ایسی چیز جو وقف ہوتی ہے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے اوّل میں یہ تحریر کیا کہ اس شرط سے کہ فلاں کو اس کی بیع کرنے اور اس کی جگہ دوسری چیز جو وقف ہوئی ہے اس کے بدلے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے پھر آخر میں لکھا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کی بیع کا اختیار نہیں ہے تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس کو فروخت کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اُس کی معالیم میں سے گھٹاؤں اور اُس میں بڑھاؤں اور جس کو چاہوں خارج کر دوں اور اُس کے بدلے دوسرا داخل کر دوں تو اُس کو یہ اختیار ہوگا مگر اُس کے قیم کو یہ اختیار نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ اُس کے واسطے بھی یہ اختیار شرط کیا ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وقف میں فرمایا کہ جب اُس نے ایک بار ایسا تغیر کیا تو اُس کو پھر دوبارہ اُس قسم کے تغیر کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اُس نے چاہا کہ جب تک زندہ رہوں مجھے گھٹانے و بڑھانے و نکالنے اور بجائے اُس کے دوسرا لانے کا اختیار برابر بار بار جتنی دفعہ چاہوں حاصل رہے تو فرمایا کہ اُس کی صریح شرط کرے اور اگر وقف کرنے والے نے ان امور کو کسی شخص معین دیگر کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے شرط کیا تو اُس کو یہ اختیارات حاصل ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے واسطے جب تک زندہ ہے پھر اُس کے متولی کے واسطے بعد اپنے ایسے اختیارات شرط کیے تو صحیح ہے اور اگر جب تک آپ زندہ ہے تب تک متولی کے واسطے ایسے اختیارات شرط کیے تو جب تک وہ زندہ رہے متولی کو ایسے اختیارات حاصل ہوں گے پھر جب وہ وقف کنندہ مر گیا تو متولی سے یہ اختیارات باطل ہو جائیں گے اور جس کے واسطے وقف کنندہ نے یہ اختیارات شرط کیے ہیں اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے واسطے یہ اختیارات روا کر دے یا ان اُمور کی بابت دوسرے کو اپنا وصی کر دے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ اس کی آمدنی و غلہ میں جہاں چاہوں گا صرف کر دوں گا تو جائز ہے اور اُس کو یہ اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے اُس کا غلہ صرف کرے پس اگر اُس نے مساکین پر یا حج کے واسطے یا کسی شخص معین کے واسطے قرار دیا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ پھر اُس سے رجوع کرے (مثلاً شخص معین ۱۲) اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے یہ غلہ فلاں کے واسطے قرار دیا یا اُس کو عطا کیا تو اُس سے رجوع نہ کرے گا اور اگر اُس نے ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کے واسطے قرار دیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے اپنے نفس کے واسطے قرار دیا تو وقف باطل ہوا اور یہ حکم شیخ ہلال[1] رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ٹھیک ہو سکتا ہے بخلاف اُس کے اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ جس کو چاہوں گا دوں گا یا جس کو چاہوں گا عطا کروں گا تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ میں اپنے فرزندوں میں جس کو چاہوں گا دوں گا تو وقف صحیح ہے اور اُس کو اختیار ہے کہ اپنے فرزندوں میں جس کو چاہے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی اراضی اُس شرط پر وقف کی کہ اُس کا غلہ جس کو چاہے گا عطا کرے گا تو وقف جائز ہے اور اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اُس کو اُس کا غلہ دے دے پھر جب وہ مر گیا تو یہ خواہش باطل ہو گئی یہ محیط سرخسی میں ہے اور وقف کرنے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا

---

[1] قال المترجم عندی علی قول محمد رحمۃ اللہ ۱۲۔

کہ غلہ کو خود کھائے یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے غلہ کسی آدمی کے واسطے نہیں قرار دیا تھا کہ وہ مر گیا تو غلہ مذکور فقیروں کا ہوگا یہ محیط میں ہے اور جب یہ شرط کی کہ اُس کا غلہ جس کو چاہے دے یا کہا کہ جہاں چاہے صرف کرے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تونگروں کو دے دے یہ قنیہ میں ہے اور اگر چاہا کہ کسی شخص معین تونگر پر صرف کرے تو اُس کی مشیت جائز ہے اور اگر فقیر معین پر صرف کرنا چاہا تو بھی جائز ہے پس جب تک یہ تونگر یا فقیر زندہ ہے تب تک غلہ اسی تونگر یا فقیر کا ہوگا جس کو اُس نے چاہا ہے اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے پھیر کر دوسرے پر صرف کرے پھر جب یہ شخص جس کو چاہا ہے مر گیا تب وقف کنندہ کو اختیار ہوگا پھر جس کو چاہے اُس کے واسطے قرار دے اور اگر اُس نے تونگروں پر صرف کرنا چاہا نہ فقیروں پر یعنی فقیروں کو نہیں دیا تو یہ خواہش[1] باطل ہے اور اگر اس نے فقروں پر صرف کرنا چاہا نہ تونگروں پر مشیت (خواہش ۱۲) جائز ہے اور اگر اُس نے تونگروں و فقیروں دونوں کو دینا چاہا تو قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف نہیں باطل ہوگا بلکہ اُس کی خواہش باطل ہو گی پس تمام غلہ فقیروں کے واسطے ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک سال تک اُس کا غلہ کسی شخص معین کے واسطے کر دیا تو جائز ہے اور اُس کے بعد اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کے واسطے چاہے کر دے اور اگر اُس کا غلہ دو شخصوں کے واسطے کر دیا تو جب تک دونوں زندہ رہیں غلہ مذکور دونوں میں نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کے واسطے نصف غلہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ اپنے والدین کے واسطے کر دیا تو صحیح ہے جیسے ابتداء سے اگر اُس نے والدین کے واسطے اُس کا غلہ وقف کیا تو صحیح ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے وقف کا غلہ اپنے فرزند کے واسطے کر دیا تو جائز ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی اور یہ شرط کی کہ قیم اُس کا غلہ جس کو چاہے دیا کرے تو جائز ہے اور قیم کو اختیار ہوگا کہ تونگروں کو اور فقیروں کو دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے مرض میں وقف کیا اُس شرط پر کہ فلاں اُس کا غلہ جس کو چاہے دے پس وصی مذکور نے یہ چاہا کہ وقف کنندہ کے فرزند کو دیا کرے تو نہیں جائز ہے اور قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف صحیح رہے گا اُس واسطے کہ اصل وقف تو فقیروں کے واسطے صحیح واقع ہوا ہے مگر وقف کنندہ نے غلہ کی بابت فلاں کو اختیار دے دیا ہے پس اگر اُس نے ایسا امر اختیار کیا جس سے وقف صحیح رہتا ہے تو اُس کا اختیار بھی صحیح ہوگا ورنہ اُس کا اختیار باطل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اُس شرط پر کہ فلاں اُس کا غلہ جس کو چاہے دے تو یہ جائز ہے اور فلاں مذکور کو اختیار ہوگا کہ وقف کنندہ کی زندگی میں اور بعد اُس کی موت کے اُس کا غلہ جس کو چاہے دے پس گویا اُس نے کہا کہ میری زندگی میں و بعد میری وفات کے جس کو چاہے دے اور قیاس ہے کہ اُس کی وفات کے بعد فلاں کو یہ اختیار نہ رہے پھر اگر وہ شخص جس کو اختیار دیا تھا مر گیا تو غلہ مذکور فقیروں کے واسطے ہوگا اور جس کو اختیار دیا ہے کہ جس کو چاہے دے اُس کو اختیار ہے کہ چاہے اپنی اولاد و نسل کو دے چاہے وقف کنندہ کی اولاد و اُس کی نسل کو لیکن اُس کو یہ روا نہیں ہے کہ اپنے آپ کو دے اور اگر اُس نے یوں کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیا تو اُس کہنے سے اُس کا اختیار اُس کے ہاتھ سے خارج نہ ہوگا اور اگر اُس نے وقف مذکور کا غلہ وقف کرنے والے کے واسطے کر دیا تو جو امام فرماتا ہے کہ آدمی کا وقف اپنی ذات پر نہیں جائز ہے اُس کے قول پر یہ جائز نہ ہوگا (اور وقف باطل ہوگا ۱۲) اور اسی طرح اگر ایک سال تک غلہ مذکور وقف کنندہ کے واسطے کر دیا تو بھی جائز ہے (اور وقف باطل ہوگا ۱۲) یہ حاوی میں ہے بخلاف اُس کے اگر وقف کنندہ نے اُس کے غلہ دینے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا پس اُس نے اپنے آپ کو دیا تو وقف باطل نہ ہوگا اور اگر فلاں مذکور جس کے اختیار میں غلہ دینے کی مشیت رکھی تھی اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ تونگروں کے واسطے کر دیا تو وقف باطل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی زمین بنی فلاں پر وقف کی اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس کا غلہ جس کو چاہوں دیا کروں پھر اُس نے بنی فلاں میں

---

[1] قال المترجم قیاس یہ ہے کہ وقف باطل ہو مگر استحساناً خواہش باطل ہے ۱۲۔

سے ایک معین کو دینا چاہا تو اُس کا چاہنا جائز ہے اور اگر اُس نے ان سب پر صرف کرنا چاہا تو بھی اُس کا چاہنا جائز ہے اور غلہ مذکور اُن سب پر مساوی تقسیم ہوگا اُس واسطے کہ اُس کا یہ قول کہ جس کو چاہوں کلمہ عام ہے پس کل کو شامل ہوگا اور اگر سوائے بنی فلاں کے اور کسی کے صرف میں کرنا چاہا تو اُس کا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں غلہ دوں تو اُس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دے اور اگر اُس نے کہا میں ان میں سے کسی کو دینا نہیں چاہتا ہوں تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اُس کی مشیت باطل ہوئی پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے اپنے واسطے کوئی مشیت شرط نہیں کی تھی اور اگر وقف کنندہ مر گیا یا اُس نے فقط اسی قدر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوفہ ہے اور خاموش رہا تو غلہ مذکور سب بنی فلاں کے واسطے ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ ابن فلاں کے واسطے کر دیا نہ اُس کے بھائیوں کے واسطے تو جائز ہے اور وہ اُس سے پھر نہیں سکتا ہے اور اُس کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض کو زیادہ دے اور بعض کو کم اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے بعض کو محروم رکھے اور استحساناً یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے سب بنی فلاں کو دے پھر اگر وہ شخص جس کے واسطے غلہ مذکور کر دیا تھا مر گیا تو اُس کے مرنے کے بعد پھر اُس کو اختیار ثابت ہوگا کہ اور جس کے واسطے چاہے مقرر کر دے یہ حاوی میں ہے۔ اگر اُس نے کل بنی فلاں کے واسطے چاہا تو اُس کی مشیت باطل ہوگی اور غلہ فقیروں کے لئے ہوگا اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول بدلیل قیاس ہے اور صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان جائز ہے اور غلہ بنی فلاں کا ہوگا اور اُس اختلاف کی[1] بناء اُس پر ہے کہ لفظ منہم یعنی ان میں سے من واسطے تبعیض کے ہے امام کے نزدیک اور واسطے بیان کے ہے صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے ان میں سے بعض پر صرف کرنا چاہا پھر وقف کنندہ مر گیا اور یہ بعض جن پر اُس نے صرف کرنا اختیار کیا ہے مر گئے اور باقی بنی فلاں موجود ہیں تو اُن کا حصہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اگر اُس نے بنی فلاں کے سوائے اوروں کو اختیار کیا تو اُس کا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے یہ غلہ بنی فلاں اور ان کی نسل میں قرار دیا تو اُس کا چاہنا فقط بنی فلاں کے حق میں جائز ہوگا اور ان کی اولاد و نسل کو کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے بنی فلاں پر اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں تفضیل دوں تو یہ جائز ہے اور اُس کو اختیار حاصل ہوگا کہ بنی فلاں میں سے جس کو چاہے تفضیل دے اور اگر اُس نے اپنے چاہنے کو رد کر دیا پس کہہ دیا کہ میں نہیں چاہتا ہوں یا وہ مر گیا تو غلہ مذکور بنی فلاں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے ان میں سے بعض کو محروم رکھا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُسے بنی فلاں پر اُس شرط سے وقف کیا کہ زید کو مثلاً یعنی ایک شخص معین فلاں کو یہ اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے تفضیل دے تو فلاں مذکور کو اختیار ہوگا کہ اُن میں سے جس کو چاہے تفضیل دے یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس نے نصف غلہ خاص ایک معین کے واسطے کر دیا اور باقی نصف دیگر باقیوں کے واسطے کیا تو جائز ہے پس نصف اُس اکیلے کا ہوگا اور باقی نصف اُس کے اور باقیوں کے درمیان مساوی حصہ رسد مشترک ہوگا اُس لیے کہ اُس نے اُس اکیلے کو ایک نصف غلہ کے ساتھ تفضیل دی ہے اور نصف کے ساتھ تفضیل دینا اُس کا مقتضی ہے کہ نصف باقی میں باقیوں کے ساتھ اُس کی شرکت ہے اور گر اُس نے یوں کہا کہ اُس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس نے غلہ میں سے جس قدر کے ساتھ جس کو چاہوں مخصوص کر دوں پس اُس نے نصف غلہ کے ساتھ ایک کی خصوصیت کی تو جائز ہے اور باقی میں اُس کی شرکت کچھ نہ ہوگی اور اگر اُس نے ان سب کو چاہا تو جس کا

---

[1] قال المترجم اس میں اعتراض ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ سب کا قول ہوتا یعنی بقیاس اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ (من) کلمہ تبعیض ہے لیکن ان دونوں اماموں نے بدلیل استحسان اس کو بیان پر محمول کیا ۱۲۔ [2] قال المترجم یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور صاحبین نے منہم کو بیان پر محمول کیا اور یہ استحسان ہے ۱۲۔

چاہنا بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں مخصوص کروں تو ایسا ہی ہوگا (یہ جائز ہے ۱۲) جیسا اُس نے کہا ہے اور اُس کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہے مخصوص کرے اور اگر اُس نے کل غلہ ایک ہی کو دیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے کل غلہ کل کو دیا تو بنظر اُس کے کہ اُس نے ان میں سے کہا تھا قیاساً جائز[2] نہیں ہے مگر استحساناً جائز ہے اور اگر اُس نے کہا کہ اُس سال کے غلہ میں اُس میں سے کسی کی تخصیص نہ کروں گا تو جائز ہے اور سب میں مساوی تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس نے اُس شرط سے بنی فلاں پر وقف کیا کہ ان میں سے جس کو چاہوں محروم رکھوں پس اُس نے سوائے ایک کے سب کو محروم کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے سب کو محروم کیا تو قیاساً نہیں جائز ہے اور استحساناً ایسا کر سکتا ہے پس یہ وقف فقیروں کے واسطے ہوگیا اور پھر اُس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ بنی فلاں پر دوبارہ رد کرے (واپس کرے ۱۲) اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے ان کو اُس سال غلہ سے محروم کیا تو ان کو اُس سال کے غلہ میں کچھ استحقاق نہ ہوگا اور یہ غلہ فقیروں کا ہوگا اور آئندہ کے غلہ میں وقف کنندہ کے واسطے پھر مشیت[1] یعنی چاہنا ثابت رہے گا پھر اگر ان میں سے کسی کو محروم کرنے سے پہلے مرگیا تو غلہ ان سب پر مساوی مشترک ہوگا اور اگر اُس نے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ بنی فلاں میں سے جس شخص کو میں چاہوں اُس وقف سے خارج کروں پھر اُس نے ایک کو یا سب کو خارج کیا تو جائز[2] ہے اور غلہ مذکور فقیروں کے واسطے ہو جائے گا اور اگر اُس نے ایک کو خارج کیا پھر اُس کو داخل کرنا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور یہ سب وقف باقیوں پر ہوگیا اُس وجہ سے کہ اُس کو نکالنے کا اختیار حاصل ہوا داخل کرنے کا اختیار نہیں ملا تھا یہ حاوی میں ہے۔ پھر اگر نکالنے کے وقت وقف میں غلہ موجود تھا تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ مخصوصاً اسی غلہ سے خارج ہوگا اور جو وصایائے یا اصل و جامع صغیر میں مذکور ہے اُس پر قیاس کرنے سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے غلہ سے خارج ہو جائے گا چنانچہ اگر اُس نے اپنے باغ کے حاصلات کی کسی کے لیے وصیت کر دی اور وصیت کنندہ کی موت کے روز باغ میں غلہ موجود ہے تو جس کے لیے وصیت کی ہے اُس کو یہ موجودہ غلہ اور جو آئندہ ہمیشہ پیدا ہوا کرے سب ملے گا[3] اور بنا بر روایت ہلال کے اُس کو غلہ موجودہ ملے گا نہ وہ غلہ جو آئندہ پیدا ہوگا اور یہی ہمارے بعض اصحاب سے روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے اُس کلام سے نکالا کہ میں نے فلاں کو یا فلاں کو اُس وقف سے خارج کیا تو جائز ہے اور بیان کا اختیار کہ تو نے ان دونوں میں سے کس کو نکالا ہے اسی کا ہوگا پھر اگر اُس نے بیان نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو غلہ مذکور باقیوں کی تعداد پر مساوی حصہ لیا جائے گا اور ان دونوں کے واسطے ایک حصہ لگایا جائے گا پھر اگر دونوں نے باہم صلح کر لی تو اُس حصہ کو دونوں کو آدھا آدھا لے لیں اور اگر دونوں نے انکار کیا یا ایک نے انکار کیا تو یہ حصہ رکھ چھوڑا جائے گا کسی کو نہ ملے گا یہاں تک کہ دونوں کسی امر پر اتفاق کریں اور باہم صلح کر لیں یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے یوں کہا کہ میں نے فلاں کو خارج کیا نہیں بلکہ فلاں کو تو دونوں خارج ہو جائیں گے اور اگر وقف کنندہ نے شرط لگائی کہ مجھے اختیار ہے کہ میں جس کو چاہوں داخل کر لوں تو اُس کو اختیار رہو گا کہ جس کو چاہے داخل کرے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہے خارج کر دے۔ پھر اگر قبل اُس کے[4] کہ کسی کو داخل کرے مرگیا تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے فلاں کو اُس کے غلہ میں ہمیشہ کے واسطے داخل کیا تو جیسا اُس نے کہا ویسا ہی ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میری یہ اراضی اولاد عبداللہ پر صدقہ وقف ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ میں اُس میں اولاد زید کو داخل کر لوں تو اُس کو سوائے اولاد زید کے کسی اور کے

---

[1] اختیار محروم کرنے کا حاصل رہے گا ۱۲۔ [2] قال المترجم یہ باختیار استحسان صاحبین ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ وہ اختیار بنظر فقاہت یہ ہے کہ مقصود وقف سے ثواب و حصول رزق فقراء کا ہے فتامل واللہ اعلم ۱۲۔ [3] قیاس روایت ہلال فتامل ۱۲۔ [4] ہنوز کسی کو داخل نہ کیا تھا ۱۲۔ [5] اولاد زید ۱۲۔

داخل کرنے کا اختیار نہ ہوگا ہاں یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اولاد زید سب کو داخل کرے اور یہ سب اولاد عبداللہ کے ساتھ مساوی شریک ہوں گے پھر اگر اُس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان کو داخل کروں تو اُس کی مشیت یعنی ان کے داخل کرنے کے چاہنے کا اختیار منقطع ہو گیا اور یہ وقف محض اولاد عبداللہ کے واسطے ہوگیا یہ حاوی میں ہے ایک نے اپنی ام ولد باندیوں پر کچھ وقف کیا باستثنائے اُس کے جس نے نکاح کرلیا کہ اُس کے واسطے کچھ نہ ہوگا پھر ان میں سے بعض نے نکاح کرلیا پھر اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دے دی تو اُس میں دو صورتیں ہیں اوّل آنکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں کی کہ ان میں سے جس سے نکاح کیا اور اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دے دی پھر اسکو بھی ملے دوم یہ کہ اُس نے یہ شرط کردی تھی پس اگر اوّل صورت ہو تو ایسی ام ولد کو جو بعد نکاح کے مطلقہ ہوگئی ہے کچھ نہ ملے گا اُس واسطے کہ وقف کنندہ نے ہر ایسی ام دار کو جو نکاح کرلے مستثنیٰ کردیا ہے اور دوم صورت ہو تو اس کو ملے گا اُس واسطے کہ اُس مستثنیٰ میں سے بھی اُس نے ایسی ام ولدوں کو جو نکاح کریں پھر طلاق دی جائیں استثناء کردیا ہے اور نفی سے استثناء اثبات ہوتا ہے اور اسی طرح اگر ایک نے بنی فلاں پر وقف کیا اور ان میں سے اُس کو استثناء کیا جو شہر سے خارج ہو جائے پھر ان میں سے بعض یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے پھر اسی شہر میں واپس آکر رہے تو اُس میں بھی انہیں دو وجہ مذکورہ بالا کے لحاظ پر حکم ہوگا اور اسی طرح اگر بنی فلاں میں سے ان پر جو علم سیکھیں وقف کیا پھر بعض نے علم سیکھنا چھوڑ دیا پھر علم سیکھنے میں مشغول ہوا تو اُس میں بھی دونوں مذکورہ بالا صورتوں کے لحاظ سے حکم ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

وقف الخصاف میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اراضی اپنی اولاد و نسل و عقب پر ہمیشہ کے واسطے جب تک ان کی نسل ہوتی رہے اور پھر ان کے بعد فقیروں و مساکین پر صدقہ موقوفہ کردی اور وقف میں یہ شرط کی کہ جو ان میں سے مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جائے وہ وقف سے خارج ہوا تو اُس کی شرط کے موافق عمل ہوگا چنانچہ جو شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جائے گا وہ وقف سے خارج ہوگا اور اگر ان میں سے بعض نے دوسرے بعض پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب میں چلا گیا ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو قول مدعا علیہ کا قبول ہوگا اور مدعی پر اُس کے گواہ پیش کرنے واجب[1] ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ شرط کی کہ جو شخص مذہب معتزلہ اختیار کرلے گا وہ وقف سے خارج ہوا تو جو شخص ان میں سے معتزلی ہوا وہ خارج ہو گیا اور اسی طرح اگر وقف کنندہ معتزلہ مذہب ہو اور اُس نے شرط کی کہ جو معتزلہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت کا مذہب اختیار کرے گا وہ وقف سے خارج ہو جائے گا تو اُس کی شرط کی پابندی کی جائے گی اور اگر یہ شرط کی کہ جو شخص اہل سنت کے مذہب سے اُس کے سوائے اور کسی کی طرف انتقال کرے گا پس خارجی یا رافضی ہو جائے گا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ وہ وقف سے خارج ہو جائے گا اور واضح رہے کہ اُس میں عورت و مرد دونوں کا حکم یکساں ہے اور شرط کی کہ جو شخص مذہب[2] قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہوا وہ وقف سے خارج ہوا پھر ان میں سے کوئی مذہب قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب میں گیا پھر اُس کو ترک کر کے قدریہ مذہب میں آگیا تو استحقاق وقف عود نہ کرے گا الا اسی صورت میں کہ وقف کنندہ نے شرط کر دی ہو جس سے ثابت ہو کہ اگر پھر لوٹ آئے تو پھر مستحق ہوگا اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے مذہبوں میں سے کسی مذہب کو معین کردیا کہ جو اُس مذہب سے دوسرے میں منتقل ہوا اور وہ وقف سے خارج ہوگا تو اُس کی شرط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ میری قرابت میں سے جو شخص شہر بغداد سے رہنا چھوڑ کر کے دوسرے شہر میں جا بسے گا وہ وقف سے خارج ہوگا کہ اُس کا کچھ حق نہ ہوگا تو بھی

---

[1] ثبوت مدعی کے واسطے ۱۲۔ [2] قال الحر جم فی الاصل الاثبات اور یہ اطلاق اکثر معتزلہ وجہمیہ پر ہوتا ہے اور یہاں معتزلہ مراد ہے اور یہ اصلاح ہے پس اشعریہ پر اطلاق نہ ہوگا ۱۲۔

اُس کی شرط کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اتنا فرق ہے کہ اُس صورت میں اگر واپس ہو کر اُس نے بغداد میں سکونت اختیار کی تو اُس کا استحقاق وقف بھی عود کرے گا اور وہ وقف میں شامل کیا جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ اراضی اللہ تعالیٰ کے واسطے زید پر وعمرو پر جب تک دونوں زندہ ہیں اور ان دونوں کے بعد مسکینوں پر ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ زید سے پہل کی جائے کہ اُس کو ہر سال اُس کے غلہ سے ہزار درہم دیے جائیں اور عمرو کو سالانہ قوت (روزینہ ۱۲) دیا جائے تو یہ اُس کے قول کے موافق جائز ہے پھر اگر ایسا کرنے کے بعد آمدنی میں سے کچھ بچا تو وہ دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور اگر اُس کی آمدنی فقط ہزار درہم ہوں تو وہ سب زید کو دیے جائیں گے اسی طرح اگر ہزار درہم سے بھی کم ہوں تو سب زید کو دیے جائیں گے پھر اگر زید مر گیا اور وقف کی سالانہ آمدنی آئی تو اُس میں سے عمرو کو ایک سال کا قوت (روزینہ ۱۲) دیا جائے گا پھر اگر آمدنی تین ہزار درہم ہو اور عمرو کا سالانہ روزینہ ایک ہزار درہم ہوں تو اُس کو ایک ہزار درہم دیے جائیں گے اور نصف آمدنی سالانہ یعنی ڈیڑھ ہزار درہم تک جو اُس کی قوت سے اور زیادہ ہے یعنی پانچ سو درہم سو وہ بھی دیے جائیں گے اور باقی ڈیڑھ ہزار درہم مسکینوں پر تقسیم ہوں گے اور اگر زید نہیں مرا بلکہ عمرو مر گیا تو زید کو وہ ہزار درہم جو اُس کے واسطے بیان کیے ہیں دیے جائیں اور نصف آمدنی تک جس قدر اور اُس سے زیادہ ہو وہ بھی دی جائے اور باقی نصف آمدنی مسکینوں پر تقسیم ہوگی اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے زید وخالد وعمرو پر کہ زید سے شروع کیا جائے پس جب تک زید زندہ رہے اُس کو صدقہ کی آمدنی دی جائے پھر اُس کے بعد عمرو کو جب تک زندہ رہے اُس صدقہ کی آمدنی دی جائے پھر بعد اُس کے خالد کو جب تک وہ زندہ رہے اُس کی آمدنی دی جائے پھر بعد اُس کے مسکینوں[1] پر صدقہ ہے تو جس طرح اُس نے بعض کو بعض پر مقدم کیا ہے اسی طرح اُس پر عمل درآمد ہوگا پھر جب زید وعمرو وخالد سب مر جائیں تو اس کی آمدنی فقیروں پر صدقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

کتاب العیون میں مذکورہ ایک مسئلہ ☆

سیر العیون[2] میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھوڑا دس برس کے واسطے اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد کے واسطے محبوس کر دیا بشرطیکہ بعد دس برس کے اپنے مالک کو واپس ملے تو یہ باطل ہے اور شیخ ہلال کے استاد یوسف بن خالد سمتی سے روایت ہے کہ وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا گھوڑا جہاد میں یا راہِ خدا میں کر دیا اُس شرط پر کہ جب تک زندہ ہے اپنے پاس رکھے گا تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ اگر وہ شرط نہ کرتا تو بھی اُس کے واسطے یہ اختیار ہوتا اور راہ خدا میں کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ اُس پر سوار ہو کر جہاد کیا جائے اور اگر اُس نے چاہا کہ سوائے اُس کے اور راہ میں اُس پر سوار ہونے کا نفع لیا جائے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس کو کرایہ پر دیا تو صحیح نہیں ہے لا اُس صورت میں کہ اُس کے نفقہ (دانہ چارہ ۱۲) کی ضرورت ہو یہ وجیز میں ہے اور معتبر شرطوں میں سے یہ بھی ہے جو خصاف نے بیان فرمائی کہ متولی اُس اراضی کو اجارہ پر نہ دے تو یہ شرط معتبر ہے پس اگر متولی نے اُس کو اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ جو اُس میں درختاں خرما وغیرہ ہیں وہ بٹائی پر نہ دیے جائیں جس کو عربی میں معاملۃ الاشجار کہتے ہیں تو اُس شرط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر متولی نے اُس اراضی کو اجارہ پر دیا تو وہ متولی ہونے سے خارج ہوا تو جب متولی اُس کے خلاف کرے گا تو خارج ہو جائے گا اور قاضی اُس کا متولی ایسے شخص کو مقرر کرے گا جس کی امانت داری پر بھروسا ہو اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر اُس وقف والوں میں سے کسی نے ایسی بات اس وقف کی بابت کی کہ جس سے اُس وقف کے باطل کرنے کا قصد کرتا تھا تو وہ اُس وقف کے مستحقوں میں سے خارج ہوگا تو یہ شرط بھی معتبر ہے پھر اگر بعضوں نے اُس وقف کی بابت نزاع

---

[1] قال یہ عبارت بنابر بعض نسخوں کے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نہ ہوگی فلیتامل ۱۲۔ [2] عیون کی کتاب السیر میں ۱۲۔

کیا مثلاً بایں معنی کہ یہ وقف صحیح یا لازم نہیں ہوا ہے پھر اُس نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ وقف بالاتفاق صحیح ہو جائے پس میں نے اُس کی تصحیح کا قصد کیا تھا اور باقی اہل وقف نے کہا کہ تم نے اُس کے باطل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو قاضی ملاحظہ ونظر فرمائے گا کہ جن لوگوں نے اُس میں نزاع کیا ہے ان کا کیا حال تھا پس اگر وہ لوگ اُس کی تصحیح کا قصد رکھتے تھے تو قاضی کو ایسا اختیار ہے یعنی ان کو باقی رکھے اور اگر وہ لوگ اُس وقف کو باطل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو ان کو وقف سے خارج کر دے اور ان کے خارج کر دینے پر گواہ کر دے یعنی تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے ان کو خارج کر دیا تا کہ بوقت ضرورت ان کے نکالے جانے کا ثبوت موجود رہے اور اگر اُس نے یہ شرط لگائی کہ جو شخص اُس میں سے وقف کے متولی سے نزاع کرے اور اُس سے تعرض کرے وہ وقف سے خارج ہے اور یہ نہ کہا کہ نزاع وتعرض[1] اُس ارادہ سے کرے کہ وقف کے باطل کرنے کا قصد رکھتا ہو پھر ان میں سے بعض نے متولی سے نزاع کیا اور کہا کہ اُس نے مجھے میرے حق سے روکا ہے تو خارج ہو جائے گا یعنی وقف کے استحقاق سے نکل جائے گا اگر چہ وہ اپنے حق کا مانگنے والا تھا اور یہ نکل جانا بوجہ پابندی شرط وقف کنندہ کے ہے جیسے اُس نے یوں شرط کی کہ جو شخص متولی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے متولی کو اُس کے خارج کر دینے کا اختیار ہے پس ایسا ہی اُس میں بھی ہے اور متولی کو بعد اُس کے خارج ہونے کے یہ اختیار نہیں ہے کہ دوبارہ اس کو وقف کے استحقاق میں داخل کرے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ بعد خارج ہونے کے جو شخص راہ پر آ جائیں وہ پھر داخل ہو یا ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں متولی دوبارہ اُس کو داخل کر سکتا ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

باب پنجم :

ولایت وقف وتصرف قیم در اوقاف وکیفیت تقسیم غلہ کے بیان میں

اُس بیان میں جب بعض نے قبول کیا اور بعض نے نہ قبول کیا یا بعض زندہ ہیں اور بعض مر گئے تو کیونکر حکم ہوگا اصلاح ودرستی کی نظر کے لائق وہ شخص ہوگا جس نے وقف کی ولایت کے واسطے خود درخواست نہ کی ہو اور اُس میں کوئی فسق معروف نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اسعاف میں مذکور ہے کہ وقف پر[2] وہی متولی کیا جائے جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب سے اُس کے سرانجام پر قادر ہو خواہ مرد ہو یا عورت ہو خواہ آنکھوں والا ہو یا اندھا ہو اور اسی طرح اگر محدود[3] القذف ہو بشرطیکہ توبہ کر چکا ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور متولی وقف ہونے کی صحت کے واسطے یہ شرط ہے کہ عاقل وبالغ ہو یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ اُس وقف کی ولایت میری اولاد میں سے جو میرے پیچھے رہے اُس کو تو قاضی وقف کنندہ کے فرزند صغیر کا ایک شخص خلیفہ مقرر کر دے گا بشرطیکہ وہ لائق ولایت ہو پس اصل ولایت اُس کے فرزند کو ہوگی اور یہ استحسان ہے اگر چہ قیاساً باطل ہے اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے کسی طفل کو اپنے وقف کا وصی مقرر کیا تو قیاساً باطل ہے مگر استحساناً میں حکم دیتا ہوں کہ ولایت اس کو حاصل ہوگی جب بالغ ہو جائے اور اگر غائب کو وصی مقرر کر دیا تو قاضی اپنی طرف سے ایک شخص کو چند روز اس کے واسطے مقرر کر دے گا یہاں تک کہ جب یہ شخص غائب آ جائے گا تو اُس کو سونپ دے گا یہ حاوی میں ہے۔

ولایت وقف صحیح ہونے کے واسطے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط نہیں ہے جیسے اسعاف میں مذکور ہے اور اگر غلام ہو تو قیاساً واستحساناً جائز ہے اور ذمی حکم میں مثل غلام کے ہیں لیکن اگر قاضی نے غلام یا ذمی متولی کو ولایت وقف سے خارج کر دیا پھر غلام آزاد کر دیا

---

[1] قولہ تعرض یعنی چونکہ واقف نے نزاع کو مطلق رکھا تھا تو اسی کی پابندی ہوگی ۱۲۔ [2] کہ میں وقف کا متولی مقرر کیا جاؤں ۱۲۔ [3] زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے شرعی مار کھا چکا ہو ۱۲۔

گیا یا ذمی مسلمان ہو گیا تو ان دونوں کی ولایت عود نہ کرے گی یہ بحرالرائق میں ہے فتاویٰ محمد بن الفضل میں مذکور ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی وقف کنندہ نے اصل وقف میں اپنے اور اپنی اولاد کے واسطے ولایت شرط کر دی ہو تو فرمایا کہ بالاجماع جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کچھ وقف کیا اور ولایت کا کسی کے واسطے ذکر نہ کیا تو بعض نے فرمایا کہ ولایت وقف کنندہ کے لیے ہو گی اور یہ بنا بر قول ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہے اُس واسطے کہ ان کے نزدیک سپرد کر دینا شرط نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف صحیح نہ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ[1] میں ہے۔ کسی شخص نے ایک اراضی مزروعہ وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکال کر کسی قیم کے قبضہ میں دے دی پھر چاہا کہ اُس کے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے پس اگر اُس نے اصل وقف میں یہ شرط کر لی ہو کہ مجھے قیم کے معزول کرنے اور اُس کے قبضہ سے نکال لینے کا اختیار ہو گا اور اگر یہ شرط نہ کی ہو تو بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اُس کو اختیار ہے اور مشائخ بلخ یہ بقول امام ابو یوسف کے فتویٰ دیتے ہیں اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اور مشائخ بخارا بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ دیتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے اپنے واسطے ولایت شرط کر لی ہو حالانکہ وقف کنندہ اُس وقف کے حق میں امین نہیں سمجھا جاتا ہے تو قاضی کو اختیار ہے کہ اُس کے قبضہ سے نکال لے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر متولی نے تعمیر وقف ترک کی حالانکہ اُس کے پاس حاصلات وقف سے اُس قدر ہے کہ اُس سے تعمیر و اصلاح وقف کر سکتا ہے تو قاضی اُس کو تعمیر و اصلاح پر مجبور کرے گا پس اگر اُس نے کیا تو خیر ورنہ اُس کے ہاتھ سے نکال لیا گیا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے اپنے واسطے ولایت شرط کی اور یہ شرط کی کہ سلطان یا قاضی کو اُس کے معزول کرنے کا اختیار نہ ہو گا پس اگر وہ شخص ولایت وقف کے واسطے امانت دار نہ ہو تو یہ شرط باطل ہو گی اور قاضی کو اختیار ہو گا کہ اُس کو معزول کر دے اور دوسرے کو متولی کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نیز قاضی کو اختیار ہو گا کہ اگر وقف کے حق میں بہتر معلوم ہو تو جس کو واقف نے مقرر کیا ہے اُس کو معزول کر کے دوسرا لائق مقرر کر دے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر یہ شرط قرار دی کہ فلاں اُس کا متولی ہو اور مجھے اُس کے خارج کرنے کا اختیار نہ ہو گا تو متولی کرنا جائز ہے مگر شرط عدم اختیار اخراج باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر واقف نے کسی شخص کے واسطے شرط کی کہ میری حین حیات و بعد وفات کے یہ متولی ہو تو جائز ہے پس اُس کی حین حیات میں اُس کی طرف سے وکیل ہو گا اور بعد موت کے وصی ہو گا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اُس وقف کا متولی کیا تو اُس کی حین حیات تک اُس کی ولایت رہے گی اور بعد موت وقف کرنے والے کے نہ رہے گی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اُس صدقہ پر اپنی زندگی میں اور بعد موت کے وکیل کیا تو یہ جائز ہے اور یہ شخص اُس کی زندگی میں وکیل ہو گا اور بعد موت کے وصی ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر واقف نے وقف کا کوئی قیم[2] مقرر نہ کیا یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت آ گیا پس اُس نے وفات کے وقت ایک شخص وصی مقرر کیا تو اُس کے اموال کے واسطے وصی ہو گا اور اُس کے اوقاف (جمع وقف ۱۲) کے واسطے قیم ہو گا اور اگر اُس کے بعد دوسرے کو وصی کیا تو یہ دوسرا اموال کے واسطے ہو گا یعنی اموال کے واسطے دو وصی ہو جائیں گے مگر دوسرا اُس کی اوقاف کے واسطے قیم نہ ہو گا اور اگر وقف کنندہ نے کسی کو قیم نہ کیا یہاں تک کہ قاضی نے ایک شخص کو قیم مقرر کیا اور اُس کے قیم ہونے کا حکم جاری کر دیا تو واقف کو اختیار نہ ہو گا کہ اُس کو معزول کر کے اپنے آپ متولی ہو یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں کو وصی کیا اور ہر وصیت سے جو میں نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی

---

[1] قول اُمتر جم قیل صحیح یہ ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور حق یہ ہے کہ مشائخ بلخ و متاخرین و ہلال یوسف بن خالد کے نزدیک صحیح قول امام ابو یوسف کا ہے پس فتویٰ مختلف ہو گیا ۱۲۔ [2] اس کی پرداخت کرنے والا ۱۲۔

یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہو جائے گا ☆

اگر کسی کو خاصۃً وقف کا وصی کر گیا تو یہ شخص اُس کے جملہ اموال کا وصی ہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور علیٰ ہذا اگر ایک شخص کو خاصۃً وقف کے واسطے وصی کیا اور دوسرے کو اپنی اولاد کے واسطے وصی کیا یا ایک کو ایک وقف خاص کا وصی کیا اور دوسرے کو دوسرے وقف معین کا وصی کیا تو دونوں ان دونوں چیزوں کے واسطے وصی ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور اُس کی ولایت اپنی زندگی و بعد وفات کے ایک شخص کو دی پھر اپنی وفات کے وقت اُس نے ایک اور شخص کو وصی مقرر کیا تو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ وصی مذکور قیم مذکور کے ساتھ امر وقف میں شریک ہوگا گویا اُس نے ان دونوں کو وقف کا متولی کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دو اراضی وقف کی اور ہر ایک کے واسطے ایک متولی مقرر کیا تو ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ شریک نہ ہوگا اور اگر اپنی وقف کی ولایت ایک شخص کے واسطے کر دی پھر ایک شخص دیگر کو اپنا وصی مقرر کیا تو وصی مذکور امر وقف میں قیم کا شریک ہوگا لیکن اگر اُس نے اُس طور سے کہا کہ میں نے اپنی زمین چنیں و چناں پر وقف کر کے اُس کا متولی فلاں کو مقرر کر دیا اور فلاں دیگر کو میں نے اپنے اموال ترکہ اور جمیع اُمور کے واسطے وصی مقرر کیا تو اُس صورت میں دونوں سے ہر ایک فقط اسی چیز کا تنہا متولی ہوگا جو اُس کو سپرد کی گئی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر یہ شرط قرار دی کہ میری موت کے بعد فلاں متولی ہو پھر اُس کے بعد فلاں متولی ہو پھر اُس کے بعد فلاں متولی ہو تو ایسی شرط جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں کو وصی کیا اور ہر وصیت سے جو میں نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہو جائے گا اور جب وقف کنندہ نے دو شخصوں کی ولایت کر دی یا وصی و متولی دونوں کے اختیار میں وقف کی ولایت ہو گئی[1] تو ان دونوں میں فقط ایک کو اختیار نہ ہوگا کہ غلہ وقف کو فروخت کر دے اور بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چاہیئے کہ اُس کو یہ اختیار ہو اور جب دونوں میں سے ایک نے غلہ وقف فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دے دی یا ایک نے دوسرے کو اپنی طرف سے اُس کا وکیل کیا تو بیع جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے وقف میں ایک شخص کو متولی کیا اور اُس پر یہ شرط کر لی کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف سے وصی کرے تو شرط جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا اور اُس نے ایک جماعت کو وصی مقرر کیا تو ان میں سے کوئی تنہا تصرف کا مختار نہ ہوگا اور نصف غلہ اُس جماعت کے قبضہ میں رہے گا جو بجائے وصی فوت شدہ کے قائم ہوئی ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجائے طفل کے ایک مرد مقرر کر دے گا ☆

اگر وقف کرنے والے نے قرار دیا کہ میری موت کے بعد فلاں و فلاں دو شخص اُس کے متولی ہیں پھر دونوں میں سے ایک مرا اور دوسرے متولی کو اپنی طرف سے امر وقف کا وصی کر گیا تو زندہ کا تصرف دونوں کی طرف سے تمام وقف میں جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو آدمیوں کو اپنا وصی کر گیا پھر ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بجائے اُس کے دوسرا شخص مقرر کر دے گا تا کہ دو رائیں مجتمع ہو جائیں کہ جو وقف کنندہ کی غرض تھی اور اگر قاضی نے تمام ولایت اسی ایک کو جس نے قبول کیا ہے دے دی تو جائز ہے اور چاہیے کہ یہ بلا خوف ہو یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجائے طفل کے ایک مرد مقرر[2] کر دے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر ولایت وقف اُس طرح قرار دی کہ فلاں شخص تنہا اُس کا متولی ہے یہاں تک کہ میرا فرزند بالغ ہو

---

[1] جیسے مذکورہ بالا بعض صورتوں سے ہو جائے گا ۱۲۔ [2] قال المترجم ظاہر اُمراد یہ ہے کہ اس طفل کے بالغ ہونے تک اس کی نیابت میں مقرر کرے گا واللہ اعلم ۱۲۔

پھر جب بالغ ہو تو اُس کا شریک ہوگا تو جو اُس نے اپنے فرزند کے واسطے قرار دیا ہے وہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موافق نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو وصی کیا بایں طور کہ اُس قدر مال معلوم کے عوض ایک زمین خرید کر کے اُس کو ان ان وجوہ پر وقف کر دے اور اُس وصیت پر گواہ کر دیے تو جائز ہے اور یہ شخص متولی ہو جائے گا اور اُس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوسرے کو وصی کرے اور اگر وقف پر ایک شخص کو متولی کر دیا پھر دوسرا وقف کیا اور اُس پر کوئی شخص متولی نہ کیا تو پہلا متولی اُس وقف دوم کا متولی نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ واقف نے اُس سے یوں کہا ہو کہ تو میرا وصی ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اُس نے ولایت وقف کی شرط اپنی اولاد کے واسطے اُس شرط سے کی کہ اولاد میں سے جو افضل ہو وہ متولی ہو پھر اُس کے بعد جو افضل ہو وہ متولی ہو اسی ترتیب سے تو اُس کی ولایت واقف کی اولاد میں سے افضل کو ہوگی پھر اگر افضل مذکور فاسق ہو گیا تو ولایت اُس شخص کو حاصل ہوگی جو فضیلت میں اُس کے مثل یا قریب قریب ہے پھر اگر افضل نے فسق چھوڑ کر توبہ کر لی اور دوسرے کی بنسبت اعدل و افضل ہو گیا تو ظاہر الروایت کے موافق ولایت اُس کی طرف منتقل ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر واقف نے کہا کہ اُس وقف کی ولایت میری اولادوں میں سے افضل کو ہے پھر اُس کے بعد جو افضل ہو اُسی ترتیب سے پھر افضل نے اُس کے قبول سے انکار کیا تو استحساناً ولایت وقف اُس کو ملے گی جو فضیلت میں اُس سے ملتا ہوا ہو اُس واسطے کہ افضل کا انکار کرنا اُس باب میں بمنزلۂ اُس کے نہ ہونے و مر جانے کے قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے ولایت وقف اپنی افضل اولاد کے واسطے قرار دی اور یہ سب فضیلت میں مساوی ہیں تو یہ ولایت اُس شخص کو حاصل ہوگی جو سب میں ان سب سے بڑا ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو اور اگر ان سب میں کوئی ولایت کے واسطے لائق نہ ہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اُس کے لائق ہو جائے پس اُس کو واپس کر دے گا اور اگر واقف نے ولایت وقف اپنی اولاد میں سے دو آدمیوں کے واسطے قرار دی حالانکہ ان میں ایک مذکر و ایک مؤنث دو لائق ولایت ہیں تو مؤنث اُس کے ساتھ ولایت میں مشارک ہوگی کیونکہ فرزند کا اطلاق دختر پر بھی ہے بخلاف اُس کے اگر کہے کہ میری اولاد میں سے دو لڑکوں یا مردوں کو تو ایسی صورت میں دختر کا کچھ حق نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر قاضی نے ان میں سے افضل کو متولی کیا پھر وقف کنندہ کی اولاد میں کوئی بچہ ایسا نکلا کہ وہ اوّل سے بھی افضل ہے تو ولایت اسی کو حاصل ہوگی اور اگر اولاد میں سے دو شخص باقیوں سے افضل مگر آپس میں دونوں برابر ہوں تو ان میں سے جو شخص امر وقف سے زیادہ دانا ہو وہ متولی ہوگا اور اگر دو میں سے ایک پرہیزگاری و صلاحیت میں زیادہ ہو اور دوسرا اُمور وقف میں بڑھ کر ہو تو دانا تر بامور وقف مستحق ہوگا بشرطیکہ اُس کی جانب سے امن حاصل ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور حاوی میں لکھا ہے کہ نوادر بن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنے پسر صغیر کو وصی مقرر کیا پس قاضی نے اُس کا ایک وصی مرد بالغ مقرر کر دیا تو جب یہ پسر صغیر بالغ ہو تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وصی مذکور کو خارج کر دے الا بحکم قاضی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ولایت وقف واسطے عبد اللہ کے قرار دی یہاں تک کہ زید آجائے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا پھر جب زید آجائے گا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں متولی ہوں گے کذا فی الظہیر یہ لیکن اگر اُس نے یہ بھی کہا کہ پھر جب زید آجائے تو ولایت وقف اسی کی ہوگی پس اُس صورت میں زید کے آنے پر عبد اللہ کو ولایت وقف نہ رہے گی اور ہلال و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ[1] نے فرمایا کہ اوّل صورت میں بھی ولایت وقف زید کی طرف منتقل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اُس نے کہا کہ ولایت وقف عبد اللہ کے واسطے ہے جب تک وہ بصرہ میں ہے تو اُس کی شرط کے موافق رکھا جائے گا

---

[1] ھکذا فی النسخۃ ولعلہ یوسف ابی یوسف بن خالد لا الامام ابی یوسف ۱۲۔

اسی طرح اگر کہا کہ میری بیوی کو ہے جب تک وہ کسی سے نکاح نہ کرلے پھر جب نکاح کرلے تو اُس کے واسطے ولایت نہ ہوگی تو اُس کے قول کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کے واسطے ہے پھر اُس کے بعد زید کے واسطے ہو پھر عبداللہ مرگیا اور ایک شخص وصی مقرر کیا تو ولایت وقف زید ہی کو حاصل ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر متولی مرگیا اور وقف کرنے والا زندہ ہے تو دوسرے متولی مقرر کرنے کی رائے واقف کے اختیار میں ہے قاضی کو نہ ہوگی اور اگر واقف مرگیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار درجہ اوّل میں اُس کے وصی کو ہوگا کہ وہی قاضی سے اولیٰ ہوگا اور اگر میت نے کسی کو وصی نہ کیا ہو تو اُس کا اختیار قاضی کو ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اصل میں مذکور ہے کہ جب واقف کے گھرانے میں سے کوئی شخص متولی وقف ہونے کے لائق موجود ہو تب تک قاضی کسی اور اجنبی کو متولی مقرر نہ کرے گا اور اگر واقف کے گھرانے میں کوئی اُس لائق نہ ہو پس قاضی نے کسی اجنبی کو متولی مقرر کردیا پھر اُس کے گھرانے میں کوئی ایسا پایا گیا جو متولی ہونے کے لائق ہے تو اجنبی سے منتقل کرکے اُس کو دے دے گا یہ وجیز میں ہے۔

حاوی میں مذکور ہے کہ انصاری نے اپنی کتاب وقف میں ذکر فرمایا کہ اگر حاکم نے وقف کنندہ کے مقرر کیے ہوئے متولی کو بسبب اُس کے فساد کے خارج کردیا پھر اُس کے بعد وہ صالح ہوگیا تو کیا آپ کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اُس کو پھر متولی کرے فرمایا کہ ہاں اور اگر وقف کنندہ کے قرابتیوں یا پڑوسیوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ بغیر روزینہ لیے متولی وقف ہو اور دیگر اجنبیوں میں بعض ایسے لوگ ملتے ہیں کہ بغیر روزینہ لیے ہوئے کار وقف انجام دینے کو قبول کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے کہ وقف اور جن لوگوں کو وقف کا نفع پہنچتا ہے ان کے حق میں جو بہتر دیکھے وہ کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ جامع الفصولین میں مذکر ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ متولی میری اولاد یا اولاد کی اولاد میں سے ہو پس آیا قاضی کو اختیار ہے کہ بلاظہور خیانت دوسرے کو متولی کردے اور اگر دیا تو متولی ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے فوائد میں فرمایا کہ نہیں یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر قاضی مرگیا یا معزول کیا گیا تو جس کو وقف پر متولی مقرر کیا ہے وہ اپنے حال پر متولی رہے گا یہ قنیہ میں ہے اور متولی وقف کو اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو ولایت وقف سپرد کردے جیسے وصی کو روا ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرجائے لیکن اگر واقف نے متولی مذکور کے واسطے کچھ مال مسمّی[۲] مقرر کیا ہوگا تو وہ اُس شخص کے واسطے جس کو متولی نے مقرر کیا ہے نہ ہوگا بلکہ اُس امر کا مرافعہ قاضی کے حضور میں کرے جب کہ اُس نے تبرع سے کام کیا ہو تا کہ قاضی اُس کے واسطے اجر المثل[۳] مقرر کرے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ اختیار ہر متولی کو دے دیا ہو تو متولی مذکور کے مقرر کرنے ہی سے اُس کے واسطے مال مسمّی واُجرت معلومہ جو متولی اوّل کے واسطے تھی اُس دوسرے کے واسطے مقرر ہوجائے گی اور قاضی سے مرافعہ کی ضرورت نہ ہوگی اور قاضی کو یہ نہیں پہنچتا ہے کہ جس کو متولی نے داخل کیا ہے اُس کے واسطے وہی قرار دے جو وقف کرنے والے نے اپنے مقرر کیے ہوئے کے لئے قرار دیا تھا یہ فتح القدیر میں ہے۔

ایک مسجد معین کے واسطے ایک وقف صحیح ہے اور اُس کا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مرگیا پھر اہل مسجد جمع ہوئے اور اتفاق کرکے بدون حکم قاضی کے اُنہوں نے ایک شخص کو متولی وقف کردیا...... ☆

اگر متولی نے چاہا کہ اپنی صحت وحیات میں بجائے اپنے دوسرے کو مقرر کردے تو نہیں جائز ہے الّا اُس صورت میں کہ ولایت اُس کو بر سبیل تعمیم سپرد کی گئی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر چند گنتی کے معلوم لوگوں پر وقف ہوئے ہیں اُنہوں نے بدون حکم قاضی کے اپنا ایک متولی مقرر کردیا تو اُس میں بہت گفتگو ہے چنانچہ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ ان کی طرف سے متولی کردینا نہیں صحیح ہے اور شیخ الاسلام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ ایسی صورت میں یہ حکم دیتے تھے کہ اگر اُنہوں نے

---

[۲] مثلاً سو روپیہ سالانہ یا مثل اُس کے ۱۲۔ [۳] یعنی اپنی کارگزاری پہ جو اجرت ملنا چاہئے اُس کا اندازہ کردے ۱۲۔

متولی مقرر کر دیا تو متولی ہو جائے گا جیسے اگر قاضی نے اُس کو اجازت دے دی تو ہو جاتا ہے پھر متاخرین مشائخ و اُستاد ظہیر الدین نے اتفاق کیا کہ افضل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے طور پر متولی مقرر کر لیں اور قاضی اُس سے آگاہ نہ ہو اور یا اس وجہ سے کہ اُنہوں نے اموال وقف میں ان کی جمع دیکھ کر احتمال فساد کیا اور بندہ کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وہ فساد واقع ہو گیا جس کا ان کو احتمال تھا پس واجب ہوا کہ متاخرین ہی کا فتویٰ اختیار کیا جائے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک مسجد معین کے واسطے ایک وقف صحیح ہے اور اُس کا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مر گیا پھر اہل مسجد جمع ہوئے اور اتفاق کر کے بدون حکم قاضی کے اُنہوں نے ایک شخص کو متولی وقف کر دیا پھر اُس متولی نے حاصلات وقف سے تعمیر و درستی مسجد مذکور کا انصرام کیا تو مشائخ نے اُس تولیہ میں اختلاف کیا اور اصح یہ ہے کہ یہ تولیہ[1] نہیں صحیح ہے اور قیم کا مقرر کرنا قاضی کے اختیار میں ہوگا پھر اگر اُس متولی نے وقف کو اجرت پر دیا اور تعمیر مسجد میں حاصلات وقف کو خرچ کیا تو ضامن نہ ہوگا اُس واسطے کہ جب تولیہ صحیح نہ ہوا تو وہ غاصب ہو جائے گا اور غاصب جب مال مغصب کو اجارہ پر دے تو اجرت اسی کی ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر اُس روایت کے ماخوذ نہ ہونے پر تنبیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود تجھے معلوم ہے کہ فتویٰ اُس پر ہے کہ اوقاف غصب کرنے والے سے تاوان لیا جائے کذا فی فتح القدیر قال المترجم ہاں جو اوقاف کو غصب کرے وہ ضامن قرار دیا جائے لیکن مسئلہ کتاب قاضی خان میں یہ ہے کہ اوقاف غصب کردہ کو اجارہ پر دے کر اُس کی اجرت لے تو اُس اُجرت کا ضامن نہ ہوگا فاین احد هما من الاخر فلیتامل اور اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ وہ لوگ دوسرے شہر میں ہیں تو ان کے شہر کے قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کے واسطے کوئی متولی مقرر کرے اور اگر اُس کے واسطے سالانہ کوئی مقدار معلوم معین مقرر کر دی تو بقدر اجر المثل کے اس کے واسطے حلال ہے اگرچہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ کیا ہو یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف کے دو قیم ہوں کہ ایک کو ایک شہر کے قاضی نے اور دوسرے کو دوسرے شہر کے قاضی نے مقرر کیا ہو پس آیا دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ بدون دوسرے کے تصرف کرے تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد نے فرمایا کہ چاہیے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا تصرف جائز ہو اور اگر ان دونوں قاضیوں میں سے ایک نے چاہا کہ جس قیم کو دوسرے قاضی نے مقرر کیا ہے معزول کر دے تو فرمایا کہ اگر قاضی مذکور کو اُس کے معزول کرنے میں وقف کے واسطے کوئی مصلحت معلوم ہوئی تو اُس کو یہ اختیار ہوگا ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے وقف کے واسطے باوجود ایک قیم کے دوسرا قیم مقرر کیا تو اُس سے پہلے معزول نہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ وقف کنندہ کا مقرر کیا ہوا ہو اور اگر خود قاضی کا مقرر کیا ہوا ہو اور دوسرے کے مقرر کرنے پر اُس کو آگاہ کر دیا تو معزول ہو جائے گا فتاویٰ صاعد میں ہے کہ اگر متولی وقف نے وقف کی کوئی چیز فروخت کی یا رہن کی تو یہ خیانت ہے پس وہ معزول کر دیا جائے یا اُس کے ساتھ کوئی ثقہ معتمد اور مقرر کیا جائے اور وقف کنندہ کی طرف سے جو شخص متولی مقرر ہے اگر اُس نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہو جائے گا لیکن اگر وقف کنندہ سے یا قاضی سے کہے اور وہ خارج کر دے تو خارج ہو سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر متولی وقف نے کوئی چیز وقف کی اجارہ پر دی پھر معزول کیا گیا اور بجائے اُس کے دوسرا قیم مقرر کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ اُجرت وصول کرنے کا اختیار اسی معزول کو ہوگا اور اصح یہ ہے کہ جو جدید مقرر ہوا ہے اُس کو ہوگا اُس واسطے کہ معزول نے اُس کو وقف کے واسطے اجارہ پر دیا تھا اپنی ذات کے واسطے نہیں دیا تھا اور اگر قیم نے ایسا دار فروخت کیا جس کو اُس نے مال وقف سے خریدا تھا پس اگر اُس کا ثمن جو مشتری سے قرار پایا ہے اُس کی قیمت سے زائد نہ ہو تو قیم کو اختیار ہے کہ مشتری کے ساتھ اُس کی بیع کا اقالہ کر لے اور اسی طرح اگر یہ معزول کیا گیا اور دوسرا

---

[1] متولی مقرر کرنا ۱۲۔ [2] توڑ دینے و بیع پھیر دینے کا ۱۲۔ [3] کارپرداز نگران کہ اُس کی درستی کا لحاظ رکھے ۱۲۔

(۱) اگر وقف کنندہ مر گیا ۱۲۔

بجائے اُس کے مقرر کیا گیا تو مقرر شدہ کو اُس بیع کے اقالہ[۲] کا اختیار ہے اور اُس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف کے واسطے کوئی قیم[۳] مقرر کیا پھر قیم مذکور مر گیا تو اُس کو اختیار ہے کہ بجائے اُس کے دوسرا مقرر کرے اور اُس کی موت[(۱)] کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ قاضی مقرر کرے اور افضل یہ ہے کہ جس پر وقف ہے اُس کی اولاد یا اقارب میں سے جب تک کوئی ایسا پایا جائے جو اُس کام کے لائق ہے تب تک اسی کو مقرر کرے یہ تہذیب میں ہے اور اگر اراضی موقوفہ میں کوئی درخت خرما ہوا اور قیم کو خوف ہوا کہ یہ تلف ہو جائے گا تو قیم کو اختیار ہوگا کہ وقف کی آمدنی میں سے فصیل خرید کر کے اُس کو جما دے تا کہ وہ منقطع نہ ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اُس کی ہے کہ اگر کوئی دار وقف کیا گیا تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ لکڑیاں اور اینٹیں جو اُس کی مرمت کے واسطے درکار ہوں داخل کرے تا کہ وہ خراب نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس اراضی میں سے کوئی قطعہ[۱] نسجہ کہ اُس میں کچھ پیدا نہ ہوتا ہو پس اُس کی گچ و اصلاح کی ضرورت ہوتا کہ اُس میں پیداوار ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ جملہ اراضی کی حاصلات سے پہلے اُس قطعہ زمین کی اصلاح کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اُس کے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہوں اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بنسبت پیداواری زراعت و درختوں کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوا دے ☆

پھر واضح ہو کہ تعمیر جب بھی آمدنی وقف سے ہوگی کہ جب خرابی کسی شخص کے فعل سے نہ ہو اور اُس وجہ دلواجیہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے وقف دار کو اجارہ دیا پس مستاجر نے اُس کے رواق کو جانوروں کا مربط بنایا کہ وہاں باندھا کرتا تھا پس اُس کو خراب کیا تو وہ ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اراضی موقوفہ کے قیم نے چاہا کہ اُس اراضی میں کوئی قریہ آباد کرے کہ اُس میں لوگ زیادہ ہوں اور حفاظت کریں اور اُس میں غلہ کی پیداوار بڑھے کیونکہ اُس کی ضرورت ہے تو اُس کو ایسا اختیار ہوگا اور یہ مثل اُس کے ہے کہ ایک کارواں سرائے فقیروں پر وقف ہے اور وہاں ایک خادم کی ضرورت ہے کہ کارواں سرائے کو جھاڑ بہار کر صاف رکھے اور دروازہ کھولے اور بند کرے پس متولی نے اُس میں سے ایک کوٹھری کسی شخص کو رہنے کے واسطے دے دی اور اُس کی اُجرت کا عوض یہ ہے کہ ایسا کیا کرے اور اُس کی پرداخت میں مشغول رہے تو یہ جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اُس کے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہوں اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بنسبت پیداواری زراعت و درختوں کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوا دے کہ ان کو اجارہ پر دیا کرے بخلاف اُس کے اگر زمین موقوفہ عمارات شہر سے دور ہو تو ایسی صورت میں قیم کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوا کر ان کو اجارہ پر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر غلہ اراضی کی مشروط لہ ایک جماعت ہو جن میں سے بعض اُس امر پر راضی ہوئے کہ متولی اس کی مرمت مال وقف سے کرے اور بعض نے انکار کیا پس جو راضی ہوئے متولی اُس کا حصہ اُس کے حصہ آمدنی سے تعمیر کرے گا اور جو انکار کرتا ہے اُس کا حصہ اجارہ پر دے گا اور اُس کی آمدنی اُس کی عمارت میں صرف کرے گا یہاں تک کہ تعمیر پوری ہو جائے پھر بحال سابق اُس کی طرف عود کرے گی یہ خزانۃ المفتین و حاوی میں ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں مذکور ہے کہ ایک دکان فقیروں پر وقف کی گئی ہے اور اُس کا ایک قیم ہے پھر ایک شخص نے بغیر اجازت قیم کے اُس میں کوئی عمارت بنائی تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس کا خرچہ قیم سے واپس لے پھر اُس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر بنانے والا اپنی عمارت اُس طرح رفع کر کے لے جا سکتا ہے کہ بنائے قدیم کو مضرت نہ پہنچے تو اُس کو اختیار ہوگا

---

۱ نسجہ کو نیاز میں گچ یعنی مٹی چھیل کر اس پر عمدہ مٹی ڈالی جائے ۱۲۔

کہ رفع کر لے جائے اور اگر بدون مضرت بنائے قدیم کے رفع کر لے جانا ممکن نہیں ہے تو نہیں لے جا سکتا ہے لیکن یہاں تک اُس کو انتظار دیا جائے گا کہ اُس کا مال تحت عمارت سے خلاص ہو کر نکل آئے پھر اُس کو وہ لے لے گا اگر وہ اُس امر پر راضی نہ ہوا کہ قیم مذکور قیمت دے کر وقف کے واسطے اُس کا مالک ہو جائے اور اگر دونوں نے اُس امر پر اتفاق کر لیا کہ اُس قدر معاوضہ دے کر وقف کے واسطے قیم اُس کا مالک ہو جائے تو جائز ہے لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ بنے ہوئے ہونے کی حالت میں اُس کی کیا قیمت ہے اور توڑی ہوئی حالت میں اُس کی کیا قیمت ہے پس جو قیمت دونوں میں سے کم ہو اُس سے زیادہ معاوضہ دینے پر روانہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اُس شرط سے وقف کیا کہ فلاں شخص اپنی زندگی بھر اُس میں رہے یا دس برس یا زیادہ بدت معلومہ تک اُس میں رہے پھر بعد اُس کے یہ گھر مسکینوں پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور فلاں مذکور کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس دار کو کرایہ پر دے ہاں یہ اختیار ہوگا کہ خود اُس میں مع اپنے اہل و عیال و خادموں کے رہے پھر جن لوگوں پر وقف کیا ہے اگر وہ ایک جماعت ہو جن میں سے بعض اُس میں رہنا چاہتے ہیں اور بعض اُس کو اجرت پر دینا چاہتے ہیں تو قاضی ان کو حکم دے گا کہ تہایو کر لیں (۱) یعنی چند روز کی باری کر لیں پھر جو شخص رہنا چاہتا ہے وہ باری کے ایام پھر اُس میں رہے اور جو شخص اجارہ پر دینا چاہتا ہے وہ اپنی باری پر اُس کو کرایہ پر دے دے یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط کی اُس کی آمدنی فلاں شخص کے واسطے ہے تو اُس کی کوئی روایت متقدمین سے نہیں پائی جاتی ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے کرایہ مکان کی وصیت کی گئی ہو اور اُس نے چاہا کہ میں اُس میں رہا کروں تو متاخرین نے اُس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے پس کرایہ کی وصیت کی صورت میں اختلاف ہونے سے یہ طریق دلالت وقف میں بھی اختلاف ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ احتیاط یہ ہے کہ قیم اُس کو سوائے اُس شخص کے جس پر وقف کیا گیا ہے دوسرے کو اجارہ پر دے کر اُس کا کرایہ وصول کر کے جس پر کرایہ وقف کیا گیا ہے اُس کو دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ بدیں شرط کہ وہ لوگ اُس کو کرایہ پر چلا دیں اور ان کو اُس میں رہنے کا اختیار نہیں ہے تو اُس کی شرط کے موافق عمل درآمد ہوگا یہ حاوی میں ہے اور قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو وقف بر وجہ تعمیر مدرسہ تھا اور باقی بوجہ فقرا اُس کی آمدنی سے تعمیر مدرسہ کی (۲) جو فاضل بچا ہے اُس کو بطور دین دے کر فقیہوں پر صرف کر دے اگرچہ وہ لوگ اُس کے حاجت مند ہوں یہ قنیہ میں ہے اور اگر اراضی وقف کی آمدنی سے قیم کے پاس مال جمع ہو گیا اور اُس کو کوئی وجہ خیر نظر آئی مگر وقف میں بھی تعمیر و اصلاح کی ضرورت ہے اور قیم کو خوف ہوا کہ اگر میں وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرتا ہوں تو یہ نیکی ہاتھ سے جاتی ہے تو دیکھا جائے کہ اگر اراضی وقف کی اصلاح و مرمت میں دوسری آمدنی وصول ہونے تک تاخیر کرتے میں کھلا ہوا ایسا ضرر نہ ہو کہ جس سے وقف کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو وہ مرمت و اصلاح وقف میں تا حصول آمدنی دیگر تاخیر کر دے اور موجودہ مال کو اُس وجہ خیر کی طرف صرف کر دے اور وجہ خیر سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایسی وجہ خیر ہو کہ ایک نوع فقیروں پر آمدنی صرف ہوتی ہو جیسے کافروں کے ہاتھ میں مسلمان قید ہو گئے ہوں ان کی رہائی میں یا جو شخص جہاد سے منقطع ہو گیا ہے اُس کی دستگیری میں صرف کرے اور رہی تعمیر مسجد یا رباط یا اُس کے مانند ایسی وجوہ جس میں اہلیت تملیک نہیں ہے یعنی ایسی نہیں ہیں کہ صدقہ ان کے ملک میں کر دیا جائے تو ایسے وجوہ کی جانب غلہ[1] وقف کا صرف کرنا اُس کو نہیں روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر وقف کی آمدنی اُس قدر موجود ہو کہ اُس سے دکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دونوں

---

[1] آمدنی خواہ از قسم نقد ہو یا جنس ہو اس کو اسی الفاظ سے تعبیر کریں گے ۱۲۔

(۱) باری باری کریں ۱۲۔ (۲) یہ مسئلہ عنقریب آتا ہے ۱۲۔

دُکانوں کے مالکوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم کو ماخوذ کریں ☆

اگر متولی نے وقف کی آمدنی سب مستحقین میں صرف کر دی حالانکہ وقف میں تعمیر واصلاح کی ایسی ضرورت ہے کہ تاخیر روا نہیں ہے تو متولی مذکور ضامن ہوگا اور جب اُس نے ضمان دے دی تو چاہیے کہ جو مستحقین کو دیا ہے اُس کو مستحقین سے واپس نہ لے سکے بر قیاس موودع یعنی جیسے پسر کا مال اگر کسی کے پاس ودیعت ہے اور اُس نے بغیر اجازت پسر نے یا قاضی کے پسر کے والدین کو ان کے نفقہ میں دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور پسر کے والدین سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے وقف کی ایک دکان بازار میں اپنے قریب کی دوسری دکان پر جھک پڑی اور دوسری دکان تیسری دکان پر جھک پڑی اور قیم نے دکان وقف کی تعمیر سے انکار کیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر وقف کی آمدنی اُس قدر موجود ہو کہ اُس سے دکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دونوں دکانوں کے مالکوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم کو ماخوذ کریں کہ آمدنی وقف سے اُس دکان کو مرمت وتعمیر کرائے اور اپنے موقع پر کرائے اور ان کے ملک سے اُس مشاغل کو دور کرے اور اگر وقف میں اتنی آمدنی نہ ہو کہ اُس سے اُس کی تعمیر واصلاح ممکن ہو تو دونوں دکان والوں کو چاہیے قاضی کے حضور میں مرافعہ کریں پس قاضی اُس قیم کو اس تعمیر کے واسطے قرضہ لینے کا حکم دے گا جو آمدنی وقف سے ادا کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وقف کے پڑے ہوئے میدان میں اگر متولی نے کوئی عمارت بنائی تو وہ وقف کی ہوگی اگر اُس کو وقف کے مال سے بنایا ہو یا اپنے ذاتی مال سے بنایا اور وقف کے واسطے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اُس نے اپنے واسطے بنائی اور گواہ کر لیے ہیں تو اسی کی ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے کوئی عمارت بنائی اور کچھ نیت نہ کی تو اسی کی ہوگی اور یہی حکم درخت لگانے میں ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر وقف کے دراہم اپنے حاجت میں صرف کر لیے اور اُس کے مثل وقف کی عمارت ومرمت میں خرچ کر دیے تو ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اگر وقف کے مکان میں قیم نے کوئی شہتیر داخل کیا بدیں قصد کہ اُس کی آمدنی سے اُس کو لے لوں گا تو اُس کو اختیار ہے اور اگر متولی نے اپنے مال سے وقف پر خرچ کیا اور واپس لینے کی شرط کر لی تو واپس لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر قیم نے یا مالک نے مکان کے متاجر[1] سے کہا کہ میں نے تجھے اُس کے تعمیر کی اجازت دی پس اُس نے اُس میں کوئی تعمیر باجازت قیم یا مالک بنائی تو اُس کا خرچہ مالک یا قیم سے واپس لے گا اور یہ اُس وقت ہے کہ جو عمارت بنائی ہے اُس کا بڑا فائدہ مالک کی طرف راجع ہو اور اگر متاجر کی طرف راجع ہو اور مکان کے حق میں اُس سے ضرر ہو جیسے چہ بچہ یا کچھ مکان اُس تعمیر میں پھنس جائے جیسے تنور تو واپس نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ اُس نے واپس لینے کی شرط نہ کر لی ہو یہ قنیہ میں ہے شیخ ابو الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف کی چوتھائی آمدنی تعمیر مدرسہ میں اور تین چوتھائی فقیروں پر وقف تھی پس اُس نے آمدنی اسی طرف صرف کی مگر مدرسہ کی تعمیر کی امسال کی کوئی ضرورت نہ تھی پس وہ بچا ہوا رکھا ہے پس آیا قیم کو جائز ہے کہ اُس کو فقیہوں یعنی مدرسین مدرسہ کو بطور قرضہ کے دے دے کہ آئندہ سال کی ان کی آمدنی سے وضع کر لے اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو حاجت ہے تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا تو اُنہوں نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اراضی مزروعہ اُس طور پر وقف کی کہ میرے قرابتی محتاجوں کو اور میرے گاؤں کے محتاجوں کو پھر جو بچے وہ مسکینوں کو دیا جائے تو جائز ہے خواہ وہ لوگ داخل شمار ہوں یا نہ ہوں اور اگر متولی نے چاہا کہ ان میں سے بعض کو تفضیل دے تو اُس مسئلہ میں چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ وقف اُس کے قرابتی محتاجوں اور گاؤں کے محتاجوں پر ہو اور ہر دو فریق داخل شمار نہیں ہیں دوم آنکہ ہر دو فریق داخل شمار ہیں سوم آنکہ ہر دو فریق میں سے ایک داخل شمار ہے اور دوسرا داخل شمار نہیں ہے پس وجہ اوّل میں نصف آمدنی واسطے

---

[1] اجارہ لینے والا جس کو ہمارے عرف میں ٹھیکہ دار بولتے ہیں ۱۲۔

فقرائے قرابت کے اور نصف واسطے فقرائے گاؤں کے الگ کرے پھر ہر فریق کے حصہ میں سے جس کو چاہے دے اور جس طرح تفضیل کے ساتھ چاہے دے اُس واسطے کہ وقف کرنے والے کا مقصود صدقہ ہے اور صدقہ میں یوں ہی حکم ہے اور دوسری صورت میں اُس کی آمدنی ان سب کی تعداد پر مساوی تقسیم کر کے بانٹ دے اور اُس کو تفضیل دینے کا اختیار نہیں ہے اُس واسطے کہ واقف کا قصد وصیت ہے اور وصیت کا حکم یوں ہی ہوتا ہے اور تیسری صورت میں پہلے اُس کی آمدنی کے دو حصے کرے پھر جس فریق کے لوگ داخل شمار ہیں ان کو مساوی ان کی تعداد پر بلا تفضیل تقسیم کر دے اور جو فریق داخل شمار ہے اُس کا حصہ مجموعی رکھ لے پھر ان میں سے جس کو چاہے اور جس طرح چاہے اُس مجموعہ میں سے دے پس تفضیل کا مختار ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا اور یہ تفریع بنا بر قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ہے اور بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے فقرائے اُس شہر پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار نہ ہوں تو قیم کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دے دے اور اگر داخل شمار ہیں کسی ایک کا حصہ اپنی ذات پر خرچ کر لیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے قیم سے ضمان لے یا اپنے شریکوں سے اپنا حصہ وصول کر لے پھر وہ لوگ قیم سے لے لیں گے اور اگر وقف کنندہ نے شرط کی ہو کہ محتاج کو اُس کا قوت دیا جائے تو اُس کی آمدنی سے جیسا کھانا اور کپڑا اور رہنے کا مکان ممکن ہو گا دے گا پھر اگر اراضی وقف ہو تو ہر ایک کو بشرط امکان سالانہ قوت دے دے اور دیگر اوقاف جو کرایہ پر چلائے جاتے ہیں انہیں ماہواری قوت دے گا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر اراضی وقف خراب ہو گئی اور متولی نے چاہا کہ اُس میں سے تھوڑی زمین فروخت کر کے اُس کے ثمن سے باقی کی مرمت کرے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر متولی نے عمارات میں سے کوئی عمارت جو منہدم[1] نہیں ہوئی ہے فروخت کی تا کہ مشتری گرا لے یا پھل دار درخت بیچا تا کہ مشتری کاٹ لے تو بیع باطل ہے پھر اگر مشتری نے عمارت کو گرا لیا یا درخت کو کاٹ لیا تو قاضی کو لازم ہے کہ اُس قیم کو اُس وقف سے خارج کر دے اُس واسطے کہ وہ خائن ہو گیا پھر قاضی کو اختیار ہے چاہے اُس بیع کی قیمت اُس بائع سے تاوان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے پس اگر بائع سے تاوان لے تو اُس کی بیع نافذ ہو گئی اور اگر مشتری سے تاوان لی تو بیع باطل ہو گئی مشتری اپنا ثمن اُس سے واپس لے یہ ذخیرہ میں ہے۔

وقف اراضی کی ایک صورت ☆

ایک اراضی وقف ہے جس کے متولی کو وقف کنندہ کے وارث سے یا ظالم سے خوف ہوا تو اُس کو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو فروخت کر کے اُس کا ثمن صدقہ کر دے ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور فتویٰ اُس امر پر ہے کہ یہ نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ وقفی درخت اگر پھل دار ہوں تو ان کا فروخت کر دینا نہیں جائز ہے الا جب کہ وہ اکھڑ گئے ہوں اور اگر ایسے درخت ہوں کہ پھل نہیں دیتے ہیں تو قبل اُکھڑنے کے ان کی بیع جائز ہے یہ مضمرات میں ہے اور درختان وقف یعنی جو باغ انگور کے اندر ہیں ان کی بیع کرنے میں یہ حکم ہے کہ دیکھا جائے اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے ناقص نہ ہوتے ہوں تو ان کی بیع نہیں جائز ہے اور اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے ناقص ہوتے ہوں تو دیکھا جائے کہ اگر ان درختوں کے پھل بلسبت انگوروں کے زائد ہوں تو متولی کو روا نہیں کہ ان کو فروخت کرے اور قطع کرے اور اگر بلسبت انگوروں کے کم ہوتے ہوں تو متولی کو ان کی بیع کا اختیار ہے اور اگر یہ درخت ایسے ہوں کہ پھل نہ دیتے ہوں اور انگوروں کے پھل ان کے سایہ کی وجہ سے کم ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار ہے کہ ان کو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے کم نہ ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ ان کو فروخت کر کے قطع کرائے اور اگر یہ درخت مثل دلب[2] و بید وغیرہ کے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے اُس واسطے کہ یہ درخت بمنزلہ پھلوں کے ہیں اُس لیے کہ بید و دلب جب قطع کیے جاتے

---

[1] برباد ی و گر جانے مکان و دیوار وغیرہ کو کہتے ہیں ۱۲۔ [2] دلب بضم اول مہملہ درخت چنار کو کہتے ہیں ۱۲۔

ہیں تو دوبارہ اُگتے ہیں اور پھر کاٹے جاتے ہیں تو پھر اُگتے ہیں اسی طرح جب کاٹے جاتے ہیں پھر اُگتے ہیں اور اسی طرح اگر درختان توت کے پتے فروخت کر دے تو جائز ہے اور اگر مشتری نے ان درختوں کے پالوقطع کر لینی چاہی تو متولی اُس کو ممانعت کرے اور اگر متولی نے مشتری کو پالو کاٹنے سے ممانعت کرنے سے انکار کیا تو یہ فعل اُس کا خیانت ہوگا (معزول کیا جائے ۱۲) یہ محیط سرخسی میں ہے۔اگر مکان وقف میں جوز کا درخت ہو پھر یہ مکان خراب ہو گیا تو قیم کو روا نہیں ہے کہ مکان کی تعمیر کے واسطے اُس درخت کو فروخت کر دے لیکن دار کو کرایہ پر دے اور کرایہ سے اُس کی تعمیر کرے اور درخت مذکور کے پھلوں کو فروخت کر کے تعمیر مکان میں لگا دے مگر یہ نہیں کر سکتا ہے کہ خود درخت بیچ کر ایسا کرے یہ سراجیہ میں ہے متولی مسجد نے اگر مال مسجد کے عوض کوئی دکان یا مکان خریدا پھر اُس کو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ متولی مذکور کو خرید کرنے کا اختیار ولایت حاصل ہوئے اور یہ مسئلہ بر بنائی مسئلہ دیگر ہے اور وہ یہ ہے کہ متولی مسجد نے اگر ایسی حاصلات سے جو مسجد کے واسطے توقف ہے کوئی مکان یا دکان خریدی تو یہ مکان یا دکان آیا اُن دکانوں سے ملحق ہوگی جو مسجد کے واسطے وقف ہیں یا نہیں اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ آیا یہ بھی وقف ہو جائے گی یا نہ ہوگی اور مشائخ نے اُس میں اختلاف کیا ہے اور صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ وقف نہ ہو جائے گی لیکن مسجد کے واسطے کرایہ پر چلائی جائے گی یہ مضمرات میں ہے اور اگر وقف مسجد کے مال سے ایک کپڑا خرید کر مساکین کو دے دیا تو جو ثمن اُس نے مال وقف سے دیا ہے اُس کا ضامن ہوگا اُس واسطے کہ یہ خرید اُس کی ذات کے واسطے واقع ہوئی تھی یہ اسعاف سے بحر الرائق میں نقل ہے۔

اگر فقیروں پر اپنا دار وقف کیا تو قیم اس کو کرایہ پر دے گا اور اُس کی اُجرت سے پہلے اُس کی تعمیر میں لگا دے اگر حاجت ہو (باقی فقیروں میں ۱۲) اور قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس دار میں کسی کو بغیر اُجرت کے ساکن کرے یہ محیط میں ہے جامع الجوامع میں مذکور ہے کہ اگر منہدم ہو کر دوبارہ بنایا گیا تو اُس کے ساکنین اُس کے احق ہوں گے لا اُس صورت میں کہ اُس طرح منہدم ہو گیا ہو کہ اُس میں سے کوئی بیت بھی باقی نہ رہا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قیم اجارہ پر دینے کے بعد مر گیا تو عقد اجارہ نہ ٹوٹے گا اور اگر وقف کنندہ نے خود اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اُس میں قیاس یہ ہے کہ اجارہ باطل ہو جائے اور اسی کو ابو بکر اسکاف رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار فرمایا ہے اور استحسان یہ ہے کہ اجارہ نہ ٹوٹے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔فتاویٰ محمد بن الفضل میں مذکور ہے کہ متولی نے زمین وقف کو اجارہ پر دیا پھر متولی و مستاجر قبل انقضائے مدت کے مر گیا تو زراعت اس مستاجر کے وارثوں کی ہوگی جس نے اپنے بیجوں سے کھیتی بوئی ہے اور زراعت سے جو کچھ اراضی کو نقصان پہنچا وہ نقصان ان وارثوں پر واجب ہوگا اور یہ تاوان نقصان اُس اراضی وقف کے کاموں میں صرف کیا جائے گا اور جس پر اراضی وقف ہے ان کو نہ دیا جائے گا یہ حاوی حصیری میں ہے۔

اگر قاضی نے واقف کے دار کو اجارہ پر دیا پھر قبل مدت اجارہ گذرنے کے معزول کیا گیا تو اجارہ باطل نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس پر وقف ہے وہی متولی بھی ہو اور اُس نے اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا اگرچہ مال اجارہ اُسی کا ہے یہ حاوی میں ہے اور اسی طرح اگر مدت اجارہ تمام ہونے سے پہلے ان لوگوں میں سے جن پر وقف ہے بعض مر گئے تو بھی اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جاننا چاہیے کہ اُس صورت میں اُس بعض موقوف علیہ کے مرنے تک جو کچھ اجرت واجب ہوئی ہے اُس میں سے ہر ایک کو اُس کا حصہ دیا جائے گا اور میت کا حصہ اُس کے وارث کو دیا جائے گا اور بعد ان کے بعض کے مرنے کے جو کچھ کرایہ تا آخر مدت واجب ہوا وہ مخصوص انہی لوگوں کا ہوگا جو زندہ باقی ہیں اور اسی طرح اگر اوّل بعض کے مرنے کے بعد تھوڑی مدت پیچھے اور بعض بھی مر گئے تو اس میں بھی اسی طریقہ و قیاس سے آمدنی تقسیم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اجرت پیشگی لے لی گئی ہو اور جن لوگوں پر وقف ہے انہوں نے

ل معجلی وہ اجرت جو پیشگی ادا کی گئی ہے یعنی اجارہ میں شرط ہو کہ اجرت پیشگی دوں گا ۱۲۔

باہم تقسیم کر لی پھر ان میں سے بعض مر گئے تو قیاس یہ ہے کہ قسمت ٹوٹ جائے گی اور جو مرا ہے اُس کے مرنے کے وقت جتنی اجرت واجب ہوئی اُس میں سے جو کچھ اُس کا حصہ ہو دیا جائے گا لیکن ہم استحسان کو لیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تقسیم نہ ٹوٹے گی اور اسی طرح اگر تعجیل[1] اجرت شرط کی گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ فرمایا کہ اگر مکان وقف کو سال بھر کے واسطے سو درہم پر اجارہ دیا اور جن پر یہ مکان وقف کیا گیا ہے وہ تین نفر ہیں پھر تہائی سال گذرنے کے بعد ان میں سے ایک مر گیا پھر اور ایک تہائی گذرنے کے بعد دوسرا بھی مر گیا اور تیسرا باقی رہے گا تو سال میں سے اوّل تہائی سال کی اُجرت درمیان وارثان میت اوّل و درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تین تہائی تقسیم ہوگی اور دوسری تہائی سال کی اُجرت درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تقسیم ہوگی اور تیسری تہائی پوری شخص ثالث کو ملے گی پس مسئلہ کی تخریج اٹھارہ سے ہوگی یہ محیط میں ہے اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنا مقرر کیا ہوا وصی چھوڑ کر مر گیا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ وقف کو اجارہ پر دے اور اگر وصی نے اُس کو اجارہ فاسدہ پر دیا تو مستاجر پر اُس کا اجر المثل واجب ہوگا درصورتیکہ مستاجر نے اُس سے نفع اٹھایا ہو مگر اجر المثل اُس مقدار سے جس پر وصی راضی ہوا تھا زائد نہ کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر متولی وقف نے ایسے دار کو جو فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے ایک سال سے زیادہ مدت کے واسطے اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے کوئی شرط نہ کر دی ہو تو مختار یہ ہے کہ اراضی موقوفہ کی صورت میں تین سال تک کے واسطے اجارہ دینے کے جواز کا حکم دیا جائے الا اُس صورت میں کہ قاضی کے نزدیک عدم جواز کے واسطے کوئی مصلحت ظاہر ہو پس عدم جواز کا حکم دے اور سوائے اراضی کے دیگر چیزوں میں جب یکساں سے زائد مدت مقرر کی ہو تو عدم جواز کا حکم دیا جائے الا اُس میں کہ جواز کے واسطے کوئی مصلحت نظر آئے تو جواز کا حکم دے اور یہ ایسی بات ہے کہ اختلاف مواضع و اختلاف زمانہ سے اُس کا حکم مختلف ہوگا کذا فی السراجیہ اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے اور زراعت[2] و معاملات میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

قاضی اعلم ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ متولی کو تین سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دینا چاہیے اور اگر اُس نے تین سال کی مدت سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجارہ جائز ہوگا اور یہ قول حکم مختار سے قریب ہے اُس واسطے کہ متولی کا فعل کسی مصلحت دیکھ لینے پر دلالت کرے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جائے حالانکہ لوگ ایک سال کے واسطے اُس کے اجارہ لینے پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور ایک سال سے زیادہ کے واسطے اُس کا اجارہ پر دینا وقف کے حق میں آمدنی کی راہ سے بہت بہتر ہے اور فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہے تو متولی کو روا نہیں ہے کہ وقف کنندہ کی شرط سے خلاف کرے اور اُس کو سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دے دے مگر ہاں یہ کرے گا کہ قاضی کے حضور میں یہ امر پیش کر دے گا تا کہ قاضی اُس کو سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دے دے اور اگر وقف کرنے والے نے وقف نامہ میں بیان کر دیا ہو کہ ایک سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جائے الا جب کہ زیادہ مدت کے واسطے اجارہ پر دینا فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہو تو ایسی صورت میں متولی کو خود اختیار ہوگا کہ اُس کو بھلائی دیکھ کر سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دے دے اور قاضی کے پاس مرافعہ کرنے کا محتاج نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی بڑے مکان میں سے ایک کوٹھری کی جگہ وقف ہو اور اُس کو کوئی سالانہ اجارہ پر نہ لیتا ہو ہاں اجارہ طویلہ[3] پر مانگی جاتی ہو تو اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی راہ اُس کے شارع عام سے ملی ہو تو وہ اجارہ طویلہ پر نہ دی جائے گی اور دوم یہ کہ ایسا نہ ہو تو اجارہ

---

[1] قول المترجم ظاہر یہ ہے کہ یہ مراد ہے کہ اگر متولی نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی حکم ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [2] اجارہ طویلہ کتاب الاجارۃ میں مذکور ہے وہاں رجوع کرنا چاہئے یا مقدمہ میں دیکھنا چاہئے اور خلاصہ آنکہ تین برس کے واسطے شرائط اجارہ پر لیتے تھے ۱۲۔

طویلہ پر دی جائے گی یہ وجیز میں ہے اور واضح ہو کہ وقف کا اجارہ دینا اس کے اجر المثل سے کم پر نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وقف کی دکان بعوض اجر المثل کے کرایہ پر لی پھر کسی دوسرے نے آکر زیادہ اجرت دینی قبول کی تو پہلا اجارہ فسخ نہ کیا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف کی اراضی تین برس کے واسطے بعوض اُجرت معلومہ کے جو اُس کے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی حتیٰ کہ اجارہ جائز ہوگا پھر ایسی زمین کی اُجرت ارزاں ہوگئی تو اجارہ فسخ نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زمین وقف کو تین برس کے واسطے اجرت معلومہ پر جو اُس کے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی پھر جب دوسرا سال شروع ہو گیا تو لوگوں کی رغبتیں زیادہ ہوگئیں اور زمین کی اُجرت کا نرخ بڑھایا تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ اجر المثل سے کم ہونے کی وجہ سے اجارہ کو توڑ دے یہ مضمرات میں ہے اور اگر وقف کی اراضی میں کسی کی دکان بنی ہو اور مالک دکان نے وقف کی اراضی کو اجر المثل یعنی ایسی اجرت پر جو ایسی زمین کی ہوتی ہے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائے کہ اگر یہ تقدیر یہ کہ یہ عمارت یہاں سے دور کر دی جائے تو یہ زمین اُس سے زیادہ کرایہ پر لی جائے گی جتنا یہ دیتا ہے تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی عمارت یہاں سے دور کر کے لے جائے ورنہ اُسی اُجرت پر اُس کے پاس چھوڑی جائے گی یہ سراجیہ میں ہے۔

متولی سے زمین اجارہ پر لینا اور عمارت کھڑی کرنا ☆

اگر کسی نے زمین وقف کی اراضی جو میدان پڑی ہوئی ہے کسی قدر مدت معلومہ تک کے واسطے اُجرت معلومہ پر جو ایسی زمین کی اجرت کے برابر ہے متولی سے اجارہ پر لی اور اُس میں متولی کی اجازت سے عمارت بنائی پھر جب مدت گذر گئی تو دوسرے شخص نے اُس اراضی کا آئندہ اسی قدر مدت تک کے لیے زیادہ کرایہ منظور کیا پس پہلا مستاجر اُس قدر زیادہ دینے پر راضی ہو گیا پس آیا پہلا مستاجر بنسبت اُس دوسرے بڑھانے والے کے اولیٰ ہوگا تو جواب دیا گیا ہے کہ ہاں وہ اولیٰ ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے وصف الخصاف میں مذکور ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف کو اجارۂ طویلہ پر اجارہ دیا پس اگر اُس قدر طویل اجارہ دینے سے اصل رقبہ وقف کے تلف ہونے کا خوف ہو تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اُس اجارہ کو باطل کر دے یہ ذخیرہ میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ اگر کوئی سرائے یا رباط[1] فی سبیل اللہ بسبب بے مرمتی کے کھنڈل ہونے کو آگئی تو وہ کرایہ پر چلائی جائے اور کرایہ سے اُس کی مرمت کی جائے پھر جب اُس کی تعمیر و درستی پوری ہو جائے تو آئندہ اجارہ پر نہ دی جائے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف خراب ہو گیا اور متولی اُس کی تعمیر سے عاجز ہوا تو قاضی اُس کو کرایہ پر دے دے اور اُس کے کرایہ سے اُس کی تعمیر و مرمت کرے پھر جب تعمیر سے درست ہو جائے تو متولی کے قبضہ میں واپس کر دے یہ تہذیب میں ہے۔

اگر متولی نے وقف کی مرمت کے واسطے ساڑھے پانچ آنہ پر ایک مزدور مقرر کیا حالانکہ ایسے مزدور کی اُجرت پانچ آنہ ہے اور متولی نے مال وقف سے اُس کی مزدوری دی تو جو کچھ دیا ہے سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور وقف کا عاریت دینا اور اُس میں کسی کو بسانا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ وقف کے متولی نے اگر کسی کو وقف کے مکان میں بلا اجرت بسایا تو شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رہنے والے پر کچھ اجرت نہ ہوگی اور متاخرین عامہ مشائخ کے نزدیک رہنے والے پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا ایسا نہ ہو اور یہ بغرض وقف کی نگاہ داشت کے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص وقف کے مکان میں بدوں حکم قیم کے رہا تو اُس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر رہو یہ مضمرات میں ہے اور اگر متولی نے

---

[1] رباط فی سبیل اللہ وہ مکان بطور سرائے ہے جو سرحد اسلام پر جہاں سے دار الکفر ملحق ہے بناتے تھے تاکہ مجاہدین دو دو چار چار آکر جمع ہوں پھر جب لشکر ہو جائے تو جہاد کریں ۱۲۔

وقف کو بعوض قرضہ کے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے اور اسی طرح اگر مسجد کے وقف کو اہل جماعت نے یا ان میں سے ایک نے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے پھر اگر مرتہن نے اُس دار میں سکونت رکھی تو اُس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو خواہ یہ مکان کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا نہیں اور شیخ صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ فتویٰ کے واسطے یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

متولی مسجد نے اگر ایسے مکان کو جو مسجد پر وقف ہے فروخت کیا اور مشتری نے اُس میں سکونت رکھی پھر یہ متولی معزول کیا گیا اور دوسرا متولی مقرر ہوا پس دوسرے متولی نے مشتری پر اُس مکان کا دعویٰ کیا اور قاضی نے پہلے متولی کی بیع باطل کر دی اور مکان مذکور دوسرے متولی کو سپرد کیا تو مشتری پر جو ایسے مکان کا کرایہ اُس قدر مدت کا ہو واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وقف کے متولی نے وقف کا مکان اُس کے اجر المثل سے اُس قدر کم کرایہ پر جس قدر لوگ اپنے انداز میں خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں کرایہ پر دے دیا حتیٰ کہ اجارہ جائز نہ ہو پھر مستاجر اُس میں رہا کیا تو بنا بر اختیار متاخرین مشائخ کے مستاجر پر پورا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو اور اسی طرح اگر اُس کو اجارہ فاسدہ پر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر قیم نے وقف کی اراضی کسی کو اجارہ پر دی پھر اُس اراضی پر پانی چڑھ آیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اور اگر مستاجر نے اُس پر قبضہ کر کے اُس میں زراعت نہ کی تو مستاجر پر اجرت واجب ہوگی اور اگر اجارہ فاسد ہو اور مستاجر نے قبضہ کر لیا پھر زمین میں زراعت نہ کی یا مکان تھا کہ اُس میں نہ رہا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے وقف میں بغیر عقد کے اجارہ میں اجر المثل واجب ہونے کا فتویٰ دیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کا مکان اپنے بالغ بیٹے یا باپ کو اجارہ پر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اُس وقت کہ اجر المثل سے زائد پر دیا ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر متولی نے خود اجارہ پر لیا پس اگر اُس نے اجر المثل سے کرایہ زائد دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اُسی پر فتویٰ دیا جائے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قیم نے وقف کا مکان بعوض اسباب کے کرایہ پر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے اجارہ میں عروض و اسباب کے بدلے اجارہ انہیں متاع سے جائز ہے جن کو لوگ اپنے عرف میں بیعوں کا ثمن و اجاروں کی اُجرت قرار دیتے ہیں جیسے گیہوں و جو وغیرہ اور جو ایسے نہیں ہیں مثل کپڑے و غلام وغیرہ کے تو ان کے عوض اجارہ بالاجماع نہیں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ پھر جب وقف کا اجارہ بعوض متاع کے بنا بر قول اُس امام کے جو جائز ہونے کا حکم دیتا ہے جائز ہوا تو قیم اُس متاع کو جو اُجرت قرار پائی ہے فروخت کرے گا اور اُس کا ثمن اُس وجوہ میں صرف کرے گا جن پر وقف ہے یہ محیط میں ہے اور جو شخص وقف کا قیم قرار پایا ہے اُس کو اختیار ہے کہ زمین وقف میں وقف کے واسطے خود زراعت کرے اور اُس کام کے واسطے مزدور مقرر کرے اور ان کی اجرت اُس کے غلہ سے ادا کرے یہ حاوی میں ہے۔

ایسا شخص جس پر وقف ہے عین وقف کو خود اجارہ پر دے دیا تو فقیہ ابو جعفرؒ کے نزدیک اسکی صورت ☆

اگر قیم نے وقف کو اجارہ پر دیا اور مستاجر پر مرمت کی شرط کی تو اجارہ باطل ہوا لیکن اگر اُس نے کسی قدر دراہم معلومہ بیان کیے اور مستاجر کو حکم دیا کہ ان کو اُس کی مرمت میں صرف کرے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف کو اجارہ پر لینے والے کو روا نہیں ہے کہ اُس میں اپنے واسطے غرفہ (چھوٹا بالا خانہ ۱۲) بنائے الا اُس صورت میں روا ہے کہ اجرت میں بڑھا دے اور عمارت وقف میں کسی طرح مضر نہ ہو اور اگر یہ وقف اکثر معطل[1] رہتا ہو اور بدون اُس وجہ کے کوئی اجارہ لینے پر رغبت نہ کرتا ہو تو بغیر اجرت میں زیادہ کرنے کے بھی جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا مکان ایک قوم معین پر وقف کیا اور آخر میں اُس کو فقیروں پر قرار دیا پھر متولی نے اُس مکان کو انہی لوگوں کو اجارہ پر دیا جن پر وقف ہے تو اجارہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ مستاجر کا حق ساقط ہو جائے گا (مال وقف

---

[1] بیکار پڑا رہتا ہے کوئی اُس کو کرایہ پر نہیں لیتا ہے ۱۲۔

میں سے) یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر فقیر ایسے مکان میں اجارہ پر رہا جو فقیروں پر وقف ہے اور جو اُس کا حق واجب ہوا ہے وہ حساب لگا کر جو اُس پر واجب ہے اُس سے بدلا کر دیا گیا یعنی مثلاً اُس وقف میں سے سالانہ سو درہم اُس کے واسطے واجب ہوئے اور اُس پر سو درہم کرایہ واجب ہوا پس برابر کر دیا گیا تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ ہمارے علماء سے یہ روایت محفوظ ہے کہ جس کا حق بیت المال میں واجب ہے اگر اُس پر زمین کا خراج بجائے اُس کے بیت المال کے حق کے حساب سے چھوڑ دیا گیا تو جائز ہے پس ایسا ہی اُس وقف کے اجارہ میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اُس شخص نے جس پر وقف ہے عین وقف کو خود اجارہ پر دے دیا تو فقیہ ابو جعفر نے اُس کا قاعدہ یوں فرمایا ہے کہ ہر جگہ جہاں پوری اجرت اُس اجارہ دینے والے کی ہو بایں طور کہ وقف مذکور میں تعمیر و مرمت کی حاجت نہ ہو اور اُس کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہو تو اُس کو اختیار ہے کہ مکانات و دکانیں وقف کو خود اجارہ پر دے دے اور اگر وقف اراضی ہو تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی ہو کہ اُس کی آمدنی سے پہلے خراج و عشر ادا کیا جائے پھر جو کچھ عشر و خراج و خرچہ عمارت سے بچے وہ اُس شخص کو جس پر وقف ہے دیا جائے تو اُس شخص کو جس پر وقف ہے یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس اراضی وقفی کو خود اجارہ پر دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اُس نے یہ شرط نہ کی ہو کہ پہلے اُس میں سے خراج و خرچہ ادا کیا جائے تو واجب ہے کہ جس پر وقف ہے اُس کا خود اجارہ پر دے دینا جائز ہو پس خراج و خرچہ اُس شخص پر جس پر[1] وقف ہے واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وقف کی اراضی جن پر وقف ہے[2] وہ دو ہوں یا تین ہوں اور ان لوگوں نے باہم باری باری کر لی اور ہر ایک نے ایک ایک زمین لی تا کہ اُس میں خود زراعت کرے تو نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر اراضی عشری ہو تو اُن کی اُس طرح کی باری باندھنا جائز ہے اور اگر خراجی زمین ہو تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی کی حکایت کی گئی ہے کہ فرماتے تھے کہ چونکہ فتویٰ اُس پر ہے کہ وقف کا اجارہ زیادہ سالوں کے واسطے نہیں جائز ہے تو بعض وقف نامہ لکھنے والوں نے وقف ناموں میں اجارہ وقف کے واسطے ایک حیلہ نکالا کہ وقف نامہ میں تحریر کیا کہ وقف کرنے والے نے فلاں شخص کو (زید کو مثلاً ۱۲) یہ اراضی فلاں شخص دیگر (عمرو کو مثلاً ۱۲) کو اجارہ پر دینے کے واسطے وکیل کیا کہ ہر سال اسی کو سو درہم پر مثلاً اجارہ پر دے اور ہر گاہ اُس کو وہ وکالت سے خارج کرے تو وہ اُس کا وکیل[3] ہے اور اس سے اُن کی غرض یہ ہے کہ وقف مذکور اُس مستاجر کے پاس ایک سال سے زیادہ رہے پھر فقیہ ابو جعفر نے فرمایا لیکن وقف کی بہتری دیکھ کر اور اُس کی بھلائی کے قصد سے وقف میں ایسی وکالت کو باطل کرتے ہیں اگرچہ قیاس[4] اس کے جائز ہونے کا مقتضی ہے جیسے کہ ہم اجارہ طویلہ کو بھی بنظر قصد بہتری وقف کے باطل کرتے ہیں اور ہر گاہ کہ وقف کی حفاظت و نگاہ داشت کی غرض سے ایسی وکالت کا باطل کرنا جائز ہوا تو ایسے عقود محتانہ کا باطل کرنا بھی بغرض حفاظت و نگاہ داشت وقف کے جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک نے وقف[5] کی زمین اجارہ پر لے کر اُس میں دکان بنائی اور اُس میں رہنے لگا پھر دوسرے نے چاہا کہ اُس کا کرایہ بڑھا کر اُس مستاجر کو اُس میں سے نکلوا دے تو دیکھا جائے گا کہ اگر قیم نے اُس کو ماہواری کرایہ پر دیا تو جب مہینہ شروع ہو تو قیم کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا پھر اُس کے بعد اگر اُس عمارت کے دور کر لے جانے میں وقف کو کچھ مضرت نہ پہنچتی ہو تو بنانے والے کو اختیار ہوگا کہ اپنی عمارت کو یہاں سے دور کر کے لے جائے اور اگر وقف کو مضرت پہنچتی ہو تو وہ نہیں لے جا سکتا ہے پھر اُس کے بعد دیکھا جائے کہ اگر مستاجر اُس امر پر راضی ہوا کہ اُس عمارت کے بنے ہونے کے حساب سے اور توڑے ہوئے اور جدا کیے ہوئے کے حساب سے دونوں حسابوں سے جس میں اُس کی قیمت

---

[1] جس نے اجارہ دی ہے ۱۲۔ [2] دو سے زائد تعداد معلوم ہوں ۱۲۔ [3] یعنی بوکالت جدید ۱۲۔ [4] شرعاً جائز نہیں جانتے ہیں ۱۲۔
[5] یعنی اس دکان میں سے ۱۲۔

کم ہو اُس قیمت کے عوض قیم کو وقف کے واسطے اُس کا مالک کر دے اور یہ کم قیمت لے لے تو ایسا کر سکتا ہے ورنہ وہ اپنی عمارت یہاں چھوڑ جائے یہاں تک کہ اُس کی ملک کسی طرح خلاص ہوئے جس میں وقف کو مضرت نہ پہنچے یہ سراجیہ میں ہے۔

متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اُس کو اختیار ہے کہ مستاجر کے قرض دار پر کرایہ کی اترائی قبول کر لے ☆

یہ حکم اُس وقت ہے کہ بنانے والے نے بدون اجازت وحکم متولی کے عمارت بنائی ہو اور اگر اُس نے متولی کے حکم سے عمارت بنائی ہو تو یہ عمارت وقف کی ہوگی اور بنانے والے نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ متولی سے واپس لے گا یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین وقف پر مملوکہ عمارت ہے اور عمارت [(1)] والے نے اُس اراضی کو کچھ اجرت معلومہ پر جو آج اُس کے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لیا ہے پھر ایک زمانہ کے بعد اُس عمارت کا مالک ہو گیا اور متولی بھی جدید مقرر ہوا اور عمارت کا مالک چاہتا ہے کہ اُس کا کرایہ اسی قدر ادا کرے جو اگلے گذرے ہوئے وقت میں تھا اور متولی جدید اُس پر راضی نہیں ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اب جو اُس کا اجر المثل ہے وہی دے پس آیا متولی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں کذا فی الفصول العمادیہ۔ متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اُس کو اختیار ہے کہ مستاجر کے قرض دار پر کرایہ کی[1] اترائی قبول کر لے بشرطیکہ قرض دار مذکور مال دار ہو اور اگر متولی نے کرایہ کی بابت کوئی کفیل قبول کیا تو یہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

آخر اجارات فتاویٰ ابو اللیث میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کے درخت کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے پھر زمین مشتری کو اجارہ[2] پر دی پس اگر درخت مع جڑوں کے بدون زمین کے فروخت کیے تو جائز ہے بشرطیکہ اجارہ طویلہ نہ ہو اور اگر درختوں کو زمین کے اوپر سے فروخت کیا ہو یعنی زمین کے اوپری رخ پر سے فروخت کیے تو زمین کا اجارہ نہیں جائز ہے اور اگر درختان مذکور اُس شخص کو سال یا دو سال وغیرہ کے واسطے بٹائی پر دیے پھر اراضی اُس کو اجر المثل کے عوض اجارہ پر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نہیں جائز ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ یعنی بٹائی جائز ہے پس اجارہ بھی جائز ہوا اور احتیاط یہ ہے کہ درختوں کو مع جڑوں کے فروخت کر دے پھر زمین اُس کو اجارہ پر دے دے تاکہ بالاتفاق جائز ہو یہ محیط میں ہے اور جو شخص وقف کا قیم ہے اُس کو روا ہے کہ اراضی وقف میں کام کرنے اور اُس کو بڑھے و نالیاں بنانے و دیگر امور درستی کے واسطے مزدور کر لے بشرطیکہ اراضی مذکور میں اُس کی حاجت ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کی اراضی مزارعت پر دے دی تو جائز ہے بشرطیکہ اس میں اُس قدر کمی نہ کی ہو جس قدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ اٹھاتے ہیں اور اسی طرح جو اُس میں خرما کے درخت ہیں اگر ان کو بٹائی پر دیا تو بھی اسی شرط سے جائز ہے پھر اگر مزارعت یا بٹائی کی مدت گذرنے سے پہلے قیم مر گیا تو مزارعت و معاملہ [(2)] باطل نہ ہوگا اور اگر کاشت کار یا بٹائی پر کام کرنے والا مر گیا تو مزارعت و معاملت باطل ہو جائے گی اور اگر قیم نے اراضی وقت کو سالہائے معلومہ کے واسطے مزارعت پر دیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ امر فقیروں کے حق میں زیادہ نافع و بہتر ہو پس اُس سے ظاہر ہوا کہ بدون تین سال کی تعداد مقرر کرنے کے مزارعت کو مطلقاً سالہائے [(3)] معلومہ کے واسطے

---

[1] مستاجر نے کرایہ اپنے مالدار قرضدار پر اترایا اور متولی نے یہ حوالہ قبول کر لیا ۱۲۔ [2] قال المترجم واضح ہو کہ اگر کسی نے باغ کے پھل خریدے تو فی الفور توڑنے چاہیے ہیں اور اگر ان پھلوں میں اور نکلے تو غلط ہوں گے اور یہ مسئلہ اختلافی معروف ہے پس اگر مراد یہ ہو کہ یہ سب پھل بڑے ہوں اور درختوں پر آخر تک لگے رہیں تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ درخت مع جڑوں کے خرید لے پھر زمین کو اجارہ پر لے اب تمام مسئلہ کتاب پر غور کر کے سمجھنا چاہیے تب سمجھ میں آئے گا ۱۲۔

(۱) کسی نے بنائی ہے اور اپنے واسطے بنائی ہے ۱۲۔ (۲) درخت بٹائی پر لینا ۱۲۔ (۳) تین ہوں یا زیادہ ہوں ۱۲۔

جائز رکھا اور یہ صحیح ہے پس جس معنی کی وجہ سے مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہے۔ وقف میں اجارۂ طویلہ نہیں جائز ہے اور اگر وہ معنی یہ ہیں کہ مودی بالبطال وقف نہ ہو جائے سو مزارعت میں یہ معنی نہیں پائے جاسکتے ہیں اور اگر وقف کی اراضی کو مزارعت پر یا وقف کے درختوں کی معاملت پر دے دیا حالانکہ اُس میں وقف کے واسطے کوئی حصہ نہیں رکھا ہے تو یہ مزارعت و معاملت کا برتاؤ وقف پر جائز نہ ہوگا اور وہ زمین کا غصب کر لینے والا قرار دیا جائے گا پس اگر زمین مذکور نقصان سے بچی رہی تو ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر نقصان آیا تو ضمان واجب ہے چاہے دینے والے سے وصول کی جائے اور چاہے لینے والے سے لی جائے مگر جو غلہ زمین میں پیدا ہوا ہے اُس میں سے وقف کے مستحقوں کا[1] کچھ نہ ہوگا لیکن معاملہ کی صورت میں درختوں سے جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ سب وقف کے مستحقوں کے ہیں اُس میں سے بٹائی پر لینے والے کا کچھ نہ ہوگا وہاں اُس کو اُس کے کام کا اجر المثل ملنا چاہے مگر یہ اجرت بھی دینے والے کے خالص مال سے ہوگی پھر وہ اُس کے لینے والے سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک اراضی وقف کی کسی نواح میں ہے جس کو وہاں کے حاکم سے کسی نے کچھ معلوم درہموں پر اجارہ پر لیا پھر اُس میں زراعت کی پھر جب غلہ حاصل ہوا تو متولی نے وہاں کی مزارعت کے رواج کے موافق آدھا یا تہائی غلہ طلب کیا اور لینے والے نے کہا کہ مجھ پر اجرت واجب ہے تو متولی کو اختیار ہوگا کہ اُس سے حصہ غلہ لے لے یہ خزانۃ المفتین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے فرمایا کہ اگر وقف کی زمین عشری ہو اور اُس کو قیم نے مزارعت یا معاملت (اگر باغ ہو۱۲) پر دیا تو تمام حاصلات کا عشر (دسواں حصہ۱۲) فقط دینے والے کے حصہ میں سے ہوگا اور یہ بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہے کہ ان کے نزدیک درہموں کے عوض اجارہ پر دینے میں زمین کا عشر مانند خراج کے دینے والے کے اوپر ہوتا ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے پس ایسے[2] ہی مزارعت میں بھی تمام پیداوار پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور وقف الہلال میں مذکور ہے کہ اگر وقف میں مرمت کی حاجت پیش آئی اور قیم کے پاس اُس قدر نہیں ہے کہ جو مرمت کے واسطے کافی ہو تو قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقف پر قرضہ کر لے اور فقیہ ابو جعفر سے مروی ہے کہ ہاں قیاس سے یہی حکم ہے لیکن جس صورت میں ضرورت پیش آئے تو قیاس چھوڑ دیا جائے گا مثلاً زمین وقف میں کھیتی ہے جس کو ٹیڑیاں کھائے جاتی ہیں اور قیم کو خرچہ کی ضرورت ہے کہ اُس ضرر کو دفع کرے یا سلطان نے خراج کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں اُس کو وقف پر قرضہ لینا روا ہے اور ایسی ضرورتوں میں زیادہ احتیاط اُس میں ہے کہ حاکم سے حکم لے کر قرضہ لے لیکن اگر حاکم وہاں سے دور پر ہو اور اُس کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی حالت میں مضائقہ نہیں ہے کہ خود ہی قرضہ لے لے یہ ظہیریہ میں ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ اُس سال وقف میں غلہ نہ ہو اور اگر غلہ تھا مگر قیم نے تمام غلہ مستحقوں کو بانٹ دیا اور خراج کا حصہ نہ رکھا تو وہ حصہ خراج کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وقف کے قیم سے خراج و دیگر بار جو اُس وقف پر باندھے گئے ہیں طلب کئے گئے حالانکہ قیم کے پاس وقف کے مال سے کچھ نہیں ہے پس اُس نے قرضہ لینا چاہا تو اگر وقف کنندہ نے وقف پر قرضہ لینے کی اجازت دی ہو تو اُس کو یہ اختیار ہوگا اور اگر اجازت نہ دی ہو تو اُس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر قیم ناچار ہو تو یہ امر قاضی کے حضور میں پیش کرے تا کہ وہ اُس کو قرضہ لینے کا حکم دے دے ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے پھر جب غلہ حاصل ہو تو اُس میں سے یہ قرضہ ادا کر دے گا یہ مضمرات میں ہے اور جب تعمیر کی ضرورت پیش آئے کہ ناچاری ہے تو قاضی کے حکم سے قرضہ لے اور سوائے تعمیر و مرمت کے اور امر کے واسطے پس اگر مستحقوں پر صرف کے واسطے لینا چاہا تو نہیں جائز ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قیم نے وقف پر قرضہ اُس غرض سے لینا چاہا کہ اُس کی کاشت کے بیجوں کے

---

[1] جو نقصان زمین ملا ہے وہ بھی ان کو نہ ملے گا۱۲۔ [2] یا یہ مراد ہے کہ پس اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک مزارعت میں دینے والے کے حصہ پر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تمام پیداوار پر ہوگا تامل واحد ہے۱۲۔

دام دے تو قاضی کے حکم سے بالاتفاق جائز ہے اور اگر اُس نے بدون حکم قاضی کے خود ایسا کیا تو اُس میں دو روایتیں ہیں یہ غیاثیہ و ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی تین صورتوں کا بیان ☆

اگر متولی نے وقف پر قرضہ لینا اُس غرض سے چاہا کہ رہن کا ثمن ادا کرے یعنی جس کے عوض رہن ہے پس اگر قاضی نے حکم دیا تو ایسا کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ سراجیہ میں ہے اور قرضہ لینے کی تفسیر یہ ہے کہ وقف کا غلہ نہ ہو پس اُس کو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی اور اگر وقف کا غلہ ہو اور اُس نے اپنے مال سے وقف کی بہتری میں صرف کیا تو یہ مال غلہ وقف سے واپس لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے وقف کی اراضی ایک کاشت کار کے پاس ہے جو اُس میں بٹائی پر زراعت کرتا ہے اور اُس زمین میں روئی تھی پھر وہ روئی چوری ہو گئی پھر کاشت کار نے یہ روئی کسی آدمی کے مکان میں پائی پس کاشت کار نے اُس کو مؤاخذہ میں پکڑا اور اُس سے مخاصمہ کیا پس مکان والے نے کہا کہ میں تیرے لیے ضامن ہوا کہ میں تجھے پانچ من روئی دوں گا پس آیا قیم کو حلال ہے کہ یہ اُس سے لے تو اُس میں تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ یہ معلوم ہو کہ مکان والا اپنی بدنامی و بے آبروئی کے خوف سے اُس کو دیتا ہے دوم آنکہ یہ معلوم ہو گیا کہ اُس نے اُس قدر یا زیادہ چُرائی یا اُس نے اقرار کر دیا ہے کہ میں نے اُس مقدار[1] روئی چرائی ہے سوم آنکہ معلوم ہو کہ اُس نے چرائی لیکن جس قدر دیتا ہے اُس سے کم چرائی تھی۔ تو اوّل صورت میں اُس کو لینا نہیں جائز اور دوسری صورت میں جائز ہے اور تیسری صورت میں جس قدر کا چرانا یقینی معلوم ہے اُسی قدر کا لینا جائز ہے اور زیادہ نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کاشت کار نے مال وقف سے کچھ کھا لیا اور متولی نے اُس سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر متولی کے پاس اُس کے دعویٰ کے جو کاشت کار پر کرتا ہے گواہ ہوں یا کاشت کار مقر ہو تو متولی کو روا نہیں ہے کہ اُس میں سے کچھ چھوڑ کر صلح کرے بشرطیکہ کاشت کار تونگر ہو اور اگر کاشت کار فقیر ہو تو گھٹانا جائز ہے بشرطیکہ جو کاشت کار پر ہے اُس کی نسبت کر کے جس پر صلح ہوئی ہے غبن[2] فاحش (حد سے زیادہ نقصان ۱۲) نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے وقف کے کار پرواز کے واسطے اُس کی کار پردازی کے عوض سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا ہو تو جائز ہے اور اُس کار پرداز کو اُن کاموں کی جو اُس کے مثل آدمی کرتا ہے اور کرنے کی عادت چلی آئی ہے تکلیف دی جائے گی جیسے وقف کی تعمیر و مرمت کرانا اور اُس کا کرایہ پر چلانا اور اُس کی آمدنی وصول کرنا اور جن وجھوں پر وقف ہے ان پر تقسیم و صرف کرنا کذا فی الحاوی اور اُس کو نہ چاہیے کہ ان کاموں میں کچھ تقصیر کرے اور وہ جو وکیل لوگ یا مزدور لوگ کرتے ہیں تو اُس کو ایسا کرنا نہیں پہنچتا ہے یہ محیط میں ہے حتیٰ کہ اگر اُس نے کسی عورت کو متولی کیا اور اُس کے واسطے کوئی اُجرت معلومہ مقرر کی تو اُس کو ویسی ہی تکلیف دی جائے گی جیسے رواج کے موافق عورتیں کر سکتی ہیں اور اگر وقف کے مستحقوں نے قیم سے نزاع کیا اور حاکم سے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ مال اُس کے واسطے بمقابلہ اُس کے کام کے قرار دیا ہے اور یہ شخص کام نہیں کرتا ہے تو حاکم اُس کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہ دے گا جو متولی لوگ نہیں کیا کرتے ہیں یہ بحرالرائق میں ہے۔ متولی کو کوئی مرض مثل جنون یا اندھے ہو جانے یا گونگے ہو جانے کے لاحق ہو پس اگر باوجود اُس کے وہ کام کرنے کا حکم دے سکتا اور ممانعت کر سکتا ہے تو اجرت قائم رہے گی اور اگر اُس سے یہ نہ ہو سکے تو اُس کو اجرت نہ ملے گی اور اگر متولی میں کسی نے طعن کیا تو قاضی اُس کو متولی ہونے سے خارج نہ کرے گا الّا جب کہ اُس سے کوئی خیانت ظاہر ہو پس جب اُس کو خارج کیا تو اُس سے وہ اُجرت جو وقف کرنے والے نے اُس کے واسطے وقف کا کام انجام دینے کے مقابلہ میں

---

۱ یعنی معلوم ہوا یا اُس کا اقرار پایا گیا ۱۲۔ ۲ قال المترجم نے کہا کہ نصف یا زائد غبن فاحش ہے اور بعض نے کہا کہ ایک درہم یا زائد غبن فاحش ہے واللہ اعلم ۱۲۔

مقرر کی تھی قطع کر دے گا اور جس متولی کو قاضی نے خارج کیا اگر وہ پھر صالح ہو جائے تو پھر اُس کو ولایت وقف دے دے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر چاہا کہ اُس کے ساتھ دوسرا آدمی کا وقف میں داخل کرے یعنی دونوں آدمی کام انجام دیں اور اُس مال میں سے تھوڑا اُس کے واسطے ہو تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر یہ مال جو اُس نے بیان کیا ہے وہ قلیل ہے جس میں اوّل کے لیے تنگی ہو پس حاکم کی رائے میں آیا کہ اُس دوسرے کے واسطے جس کو داخل کیا ہے وقف کے غلہ میں سے کچھ مقرر کر دے تو اُس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر وقف کرنے والے نے اُس متولی کے واسطے جو وقف کا کام کرتا ہے اُس کے کام کے مقابلہ میں سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا اور یہ مال جو وقف کرنے والے نے اُس کے واسطے مقرر کیا ہے اس کے اجر المثل سے زائد ہے تو یہ جائز ہے اور ایسی صورت میں اس کے اجر المثل کو نہ دیکھا جائے گا اور جو شخص وقف کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ وقف کے امور میں جو کام اس کے اختیار میں ہے اس کے واسطے کسی کو وکیل کر دے جو بجائے اس کے اس کام کو انجام دے اور وقف میں جو اس کو ملتا ہے اس میں سے اس وکیل کے واسطے کچھ مقرر کر دے اور اُس کو اختیار رہے گا کہ جب چاہے اُس وکیل کو معزول کر دے اور چاہے اُس کی جگہ دوسرا بدل دے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے امر وقف کے کام سرانجام دینے والے قیم کے واسطے مال مقرر کر دیا پھر اُس قیم نے کسی دوسرے کو قیم مقرر کیا اور یہ مال اسی کے واسطے کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے[1] لا اُس صورت میں کہ وقف کرنے والے نے اُس کو ایسا اختیار دے دیا ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس قیم نے کسی کو وقف کے کام میں وکیل کیا یا کسی کو اُس لیے اپنا وصی کر دیا اور جو کچھ وقف کرنے والے نے اُس کے لیے مقرر کیا تھا وہ سب یا اُس میں سے کچھ اُس وکیل یا وصی کے واسطے کر دیا پھر اُس کو جنون[2] مطبق ہو گیا تو اُس کی توکیل و وصیت باطل ہو جائے گی اور مال میں سے جو کچھ اُس نے وصی یا وکیل کے واسطے مقرر کیا ہے وہ وقف کے غلہ میں واپس جائے گا لیکن اگر واقف نے یہ شرط کر دی ہو کہ جب یہ مال قیم کی طرف سے منقطع ہو تو فلاں راہ میں صرف کیا جائے تو یہ مال اسی راہ میں صرف کیا جائے گا اور وقف کے غلہ میں واپس داخل نہ کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور قاضی کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ وہ کسی قیم کو مقرر کر دے یہ فتح القدیر میں ہے اور واضح ہو کہ جنون مطبق ایسا جنون ہے جو ایک سال کامل برابر ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر ایک سال اُس کی عقل زائل رہی اور کار وقف کے سرانجام سے عاجز رہا پھر اُس کی عقل اُس کی طرف عود کر آئی اور وہ چنگا ہو گیا تو مثل سابق کے وہ اُس وقف کے قیام میں مقرر ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر حاکم کے نزدیک یہ بات صحیح ٹھہری کہ یہ متولی اُس وقف کے کام کے لائق نہیں ہے پس اُس کو حاکم نے خارج کر دیا اور بجائے اُس کے دوسرا متولی مقرر کیا پھر حاکم کی جگہ دوسرا حاکم آیا پس معزول شدہ متولی نے دعویٰ کیا کہ جو حاکم تجھ سے پہلے تھا اُس نے بدون اُس کے کہ مجھ پر ایسی کوئی بات ثابت ہو جس سے میں خارج کیے جانے کا مستوجب ہوں مجھے اُس وقف سے خارج کیا ہے تو اُس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا و قول قبول نہ ہو گا لیکن دوسرا حاکم اُس سے فرما دے گا کہ تو میرے سامنے یہ امر ثابت کر کہ تو اُس وقف کے کام سرانجام دینے کے لائق ہے تاکہ میں تجھے اُس کے قیام میں واپس مقرر کر دوں پھر اگر اُس حاکم کے نزدیک صحیح ہوا کہ یہ اُس کے لائق ہے تو اُس کو دوبارہ اُس کی جگہ پر مقرر کر دے اور جب مقرر کیا تو اُس وقف کی آمدنی سے اُس کے واسطے جو مال مقرر تھا وہ جاری کر دے یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر حاکم نے اُس کو بسبب فاسق ہونے و خائن ہونے کے خارج کیا پھر اُس نے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی اور گواہ قائم کیے کہ یہ شخص اب اُس کام کی اہلیت رکھتا ہے تو حاکم اُس کو اُس کی جگہ پر دوبارہ مقرر کر دے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر قاضی نے اُس قیم[3] کو جس کو وقف کنندہ نے مقرر کیا ہے اور اُس کے واسطے وقف سے اُس کے کام سے زائد مال مقرر کر دیا

---

[1] دوسرے قیم کا مقرر کرنا بھی اور یہ مال اس کا کرنا بھی، دونوں علیحدہ علیحدہ جائز نہیں ۱۲۔ [2] برابر رہتا ہے افاقہ نہیں ہوتا ہے و قیل ایک سال کامل گذرے تو جنون مطبق ہے اور ماہ کامل کا قول قوی ہے ۱۲۔ [3] کارپرداز و نگران و اصلاح کنندہ ۱۲۔

ہے کسی وجہ سے خارج کر دیا اور بجائے اُس کے دوسرا مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُس مقرر شدہ کے واسطے وقف میں سے جس قدر قیم سابق کو ملتا تھا اُس میں سے بطور معروف یعنی بقدر اجر المثل کے اُس کو دے اور باقی کو وقف کی حاصلات میں داخل کر دے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ قیم کے واسطے اُس قدر مال جو میں نے اُس کے واسطے مقرر کیا ہے وقف سے برابر جاری رہے گا اگر چہ قاضی اُس کو وقف کے متولی ہونے سے خارج کر دے یا کہا کہ جب یہ مرجائے تو اُس کی اولاد و اولاد کی اولاد کا بھی برابر جاری رہے گا تو یہ شرط صحیح ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص نے اپنے آزاد کیے ہوئے مملوکوں پر کوئی وقف صحیح کیا پھر وقف کرنے والا مر گیا اور قاضی نے یہ وقف کسی قیم کے قبضہ میں دیا اور وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ اُس قیم کے واسطے مقرر کیا اور وقف میں سے ایک طاحونہ ہے جو ایک مستاجر کے قبضہ میں مقاطعہ[1] پر ہے اور اُس میں قیم کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہ طاحونہ جن پر وقف ہے وہ لوگ خود اس کی آمدنی وصول کرتے ہیں تو اُس طاحونہ کی آمدنی کا دسواں حصہ اُس قیم کے واسطے واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی معزول کیا گیا اور قیم نے دعویٰ کیا کہ اُس نے میرے واسطے اُس قدر ماہواری یا سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اُس کی تصدیق کی تو بدون گواہوں کے قبول نہ ہوگا پھر جو کچھ اُس کے واسطے مقرر کیا تھا اگر اُس کے کام کا اجر المثل ہے یا کم ہے تو دوسرا قاضی اُس کو دیا کرے گا ورنہ بقدر زیادتی کے کم کر کے باقی اُس کو دینے کا حکم دے گا اور قیم ہمیشہ اپنے کام کے اجر المثل کا مستحق ہوگا خواہ قاضی یا اہل محلہ نے اُس کے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو اُس واسطے کہ بظاہر وہ قیم ہونا بدون اجرت کے قبول نہ کرے گا اور جو امر معہود ہوتا ہے وہ مثل مشروط کے ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے متولی ہوا گر خود ہی اُس نے اُس کام سے انکار کیا اور باز رہا اور یہ امر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا تا کہ اُس کو معزول کرے دوسرے کو اُس کی جگہ مقرر کرے پس آیا وہ متولی ہونے سے خارج ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ خارج نہ ہوگا اور اگر وہ مال وقف جو وقف کی زمین وغیرہ قبول کرنے والوں پر چاہیے ہے اُس کو تقاضا کر کے وصول کرنے سے ایک زمانہ تک باز رہا پس آیا اُس میں وہ گناہ گار ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں پھر اگر بعض قبول کرنے والے نے جن پر مال کثیر بحق قبالہ چڑھ گیا تھا بھاگ گئے پس متولی اُس کا ضامن ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔

متولی وقف نے اگر غلہ وقف وصول کر لیا پھر مر گیا اور بیان نہ کیا کہ اُس نے یہ غلہ کیا کیا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر کسی نے اپنی اراضی عبداللہ و زید پر صدقہ وقف کی تو اُس کا غلہ انہی دونوں کے لیے ہوگا پھر جب دونوں مر گئے تو سب غلہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا اور اگر ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو نصف غلہ فقیروں کے لیے ہوگا اور اگر اُس نے عبداللہ و زید وغیرہ ایک جماعت کا نام لیا تو غلہ ان سب میں ان کی تعداد مساوی تقسیم ہوگا پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا تو اُس کا حصہ فقیروں کا ہوگا اور جو باقی رہا وہ ان باقیوں پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے اولاد عبداللہ پر وقف کیا اور ان کا نام بعد اد بیان نہ کیا تو جب تک عبداللہ کی اولاد میں سے ایک بھی رہے گا تب تک فقیروں کو کچھ نہ ملے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُس نے زید و عمرو کو بیان کیا اور نصف زید کے واسطے اور دو تہائی عمرو کے واسطے قرار دیا اور خاموش رہا تو تمام غلہ بطریق عول کے سات حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے تین حصے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملیں گے اور اگر کہا کہ زید کے واسطے نصف اور عمرو کے واسطے ایک تہائی ہے اور خاموش رہا تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے وہ اُس کو دے کر باقی دونوں میں نصفا نصف تقسیم کر دیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ اراضی زید و عمرو پر صدقہ موقوفہ ہے اور عمرو کے واسطے اُس میں سے تہائی غلہ ہے یا کہا کہ عمرو کے واسطے اُس میں سے سو درہم ہیں تو عمرو کو اسی قدر ملے گا جو اُس کے

[1] اس کی اجرت معین مقرر ہو چکی ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی جس کو ہمارے عرف میں درا ور نرخ کنا ہوا بولتے ہیں ۱۲۔

واسطے بیان کیا ہے اور باقی دوسرے کو جس سے سکوت کیا ہے دیا جائے گا اور اسی طرح ہر چیز میں جس میں بیان کر دیا ہو یہی طریقہ ہے کہ جس کے واسطے کچھ بیان کر دیا ہے اُس کو اسی قدر جو بیان کیا ہے دیا جائے گا اور باقی دوسرے کو جس کے واسطے کچھ بیان نہیں کیا ہے ملے گا اور اگر کہا کہ زید کے واسطے اُس میں سے سو درہم اور عمرو کے واسطے دو سو درہم ہیں حالانکہ مجموعہ آمدنی تین سو درہم سے کم ہے تو جو کچھ حاصلات ہے وہ دونوں کے درمیان تین تہائی تقسیم ہو گی اور اگر غلہ اُس سے زیادہ ہو تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے وہ اُس کو دے کر باقی دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو گا یعنی سب پر مساوی بانٹ دیا جائے گا اور جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے اُس کے حساب سے باقی تقسیم نہ ہو گا اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے جس میں سے زید کے واسطے سو درہم اور عمرو کے واسطے دو سو درہم ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اسی قدر دیا جائے گا جو اُس کے واسطے بیان کیا ہے اور باقی سب فقیروں کے واسطے ہو گا یہ حاوی میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر غلہ اِس قدر ہو کہ اُس میں سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہے تو ہر ایک کو اُس کا قدر کفایت دیا جائے گا ☆

اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر اُس میں زید کے واسطے سو درہم اور عمرو کے واسطے باقی ہے پھر حاصلات میں فقط سو درہم آئے تو زید کو دیے جائیں گے اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اُس میں زید کے واسطے سو درہم ہیں اور عمرو کے واسطے کچھ بیان نہ کیا پھر غلہ فقط سو درہم آیا تو زید کو ملے گا اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے اُس میں عبداللہ کے واسطے نصف غلہ اور زید کے واسطے سو درہم ہیں تو عبداللہ کو نصف غلہ دیا جائے گا اور باقی نصف میں سے زید کو سو درہم ملیں گے اور جو باقی رہا وہ فقیروں کے واسطے ہو گا اور اگر آمدنی میں[1] فقط سو درہم ہوں تو سب زید کو مل جائیں گے اور عبداللہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر آمدنی دو سو درہم ہوں تو عبداللہ کے واسطے سو درہم اور زید کے واسطے سو درہم ہوں گے اور فقیروں کے واسطے کچھ نہ ہو گا اور اگر آمدنی کے ڈیڑھ سو درہم ہوں تو زید کے واسطے سو درہم اور باقی عبداللہ کے واسطے ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے قرابتی فقیروں پر ہے تو اُس میں سے ہر ایک کو جو اُس کے کھانے و کپڑے کے واسطے بطور معروف کافی ہو اس قدر دیا جائے گا پس جس قدر ہر ایک کے واسطے کافی ہوتا ہے ہر ایک کے واسطے اُسی قدر حساب لگا کر سب لوگ اُس کی آمدنی[2] میں حصہ دار ہوں گے پس اگر غلہ اُس قدر ہو کہ اُس میں سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہے تو ہر ایک کو اُس کا قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو اسی حساب سے شریک کیے جائیں گے اور غلہ ان کی قدر کفایت سے زائد ہو تو بڑھتی سب پر مساوی تعداد پر حصہ لگا کر برابر تقسیم ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس ہر سال جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس میں غلہ پیدا فرمادے اُس میں سے میری قرابت کے ہر فقیر کو ہر سال اُس قدر دیا جائے جو اُس کے کھانے و کپڑے کو بطور معروف کافی ہو پھر اُس طرح تقسیم کے بعد آمدنی بڑھی تو یہ بڑھتی فقیروں کی ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اُس کا غلہ پیدا ہو پس زید و عبداللہ کے واسطے ہزار درہم ہیں عبداللہ کے واسطے اُس میں سے سو درہم ہیں پھر اُس کی آمدنی میں ہزار درہم آئے تو اُس میں سے عبداللہ کے سو درہم ہوں گے اور باقی زید کے واسطے ہوں گے اور اگر اُس کی آمدنی میں پانچ سو درہم حاصل ہوئے پانچ سو درہم تو دونوں کے درمیان دس سہام پر تقسیم ہوں گے جس میں سے ایک حصہ فقط عبداللہ کو ملے گا اور باقی زید کو ملیں گے اور اگر اُس نے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس میں

---

[1] اسی طرح اگر سو سے کم ہوں تو بھی یہی حکم ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم مثلاً ایک کا قدر کفایت ۴ اور دوسرے کا ۸ اور تیسرے کا ۱۲ ہے اور آمدنی ۲۴ ہے تو ہر ایک کو اس کی قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر آمدنی ۱۸ ہو تو ۴ والے کو ۳ اور دوم اور سوم کو ۹ دیئے جائیں اور اگر آمدنی ۳۳ ہے تو ۲۴ قدر کفایت ہر ایک کو دیئے جائیں اور باقی ۹ سب پر ۳ حصے مساوی کر دیئے جائیں گے کہ ہر ایک کو دو دیئے جائیں علی ہذا القیاس ۱۲۔

آمدنی عطا فرمائے اُس میں سے ہر سال ہزار درہم نکالے جائیں جس میں سے عبداللہ کو سو درہم دے جائیں اور باقی زید کے واسطے ہوں گے پھر اُس کی آمدنی ہزار درہم سے کم آئی تو پہلے عبداللہ کو سو درہم دے جائیں گے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ سب زید کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بچا تو زید کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس نے کہا ہو کہ پس وہ واسطے عبداللہ و مساکین کے ہے تو نصف واسطے عبداللہ کے اور نصف واسطے مسکینوں کے ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس کی آمدنی پیدا فرمائے پس یہ عبداللہ و فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نصف حاصلات عبداللہ کی اور نصف واسطے فقیروں و مسکینوں کے ہوگی اور یہی شیخ ہلال کا قول ہے اور امام اعظم کے قول پر ایک تہائی عبداللہ کی اور تہائی فقیروں کی اور تہائی مسکینوں کی ہوگی اور بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے آمدنی کے پانچ حصے کیے جائیں گے جس میں سے ایک حصہ عبداللہ کا اور دو حصے فقیروں کے اور دو حصے مسکینوں کے ہوں گے اور اُس کی نظیر جامع کی کتاب الوصایا میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور میرے پڑوسیوں اور میرے آزاد کیے ہوؤں اور مسکینوں کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک پڑوسیوں میں سے ہر ایک اور آزاد کیے ہوؤں میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ کے ساتھ اور مساکین کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ سے اور جملہ مساکین سب کے واسطے ایک حصہ کے شریک کئے جائیں گے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور واسطے مساکین ایک حصہ سے شریک کیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ فقیروں اور قرضہ سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور گردنیں آزاد کرنے کے واسطے ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں سے ہر فریق دو سہام سے شریک کیا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک حصہ سے شریک کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ وجوہ صدقات پر ہے تو وہ وجوہ صدقات وہ ہیں جو قرآن مجید میں آیت زکوٰۃ میں مذکور ہیں چنانچہ کتاب الزکوٰۃ میں باب المصرف میں مفصل ذکر ہوا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ وقف کی صورت میں عاملوں کو نہ دیا جائے گا اور جن کی تالیف قلوب مقصود ہوتی ہے وہ تو زکوٰۃ و وقف سب سے جاتے رہے ہیں پس ان کے سوائے جو باقی قسمیں رہی ہیں اُن پر تقسیم کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا ہو کہ وجوہ صدقات و وجوہ البر پر وقف ہے تو فقراء و مساکین ایک حصہ سے اور گردنیں آزاد کرانے کے واسطے ایک حصہ سے اور قرضہ سے لدے ہوؤں کے واسطے ایک حصہ سے اور فی سبیل اللہ ایک حصہ سے اور ابن السبیل یعنی مسافر کے لیے ایک حصہ سے اور وجوہ البر کے واسطے تین حصہ سے شرکت رکھی جائے گی اور اگر اُس نے کہا کہ واسطے فقیروں و قرض سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور حج کے صدقہ موقوفہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کے واسطے کچھ درہم معلوم بیان کر دیے پھر اُس کی آمدنی اُس سے زیادہ ہوئی تو جس قدر زائد ہو وہ ان سب وجوہ کی تعداد پر تقسیم ہو کر ہر وجہ میں مساوی بڑھایا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔

کیا کسی صورت میں ایک سال قبول کرنے کے بعد دوسرے سال انکار کرنے کا حق برقرار رہ سکتا ہے ☆

ایک شخص نے اپنی اراضی کسی شخص پر وقف کی اور شرط کی کہ اُس کو ماہواری بقدر اُس کی کفایت کے دیا جائے حالانکہ اُس شخص کے عیال نہیں ہیں پھر اُس کے عیال ہو گئے تو اُس کو اُس کی اور اُس کے عیال کی کفایت کے لائق دیا جایا کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے ایک قوم پر وقف کیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا تو اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ سب نے رد کر دیا دوم آنکہ بعض نے رد کیا پس اگر سب نے رد کر دیا تو وقف جائز رہے گا اور غلہ فقیروں پر تقسیم ہوگا اور اگر بعض نے رد کیا تو دیکھا جائے کہ جس لفظ سے ان پر وقف کیا ہے یہ لفظ ان باقیوں پر جنہوں نے قبول کیا ہے بولا جاتا ہے تو پورا غلہ انہی باقیوں کا ہوگا اور اگر یہ لفظ ان باقیوں پر نہیں بولا جاتا ہے تو جنہوں نے نہیں قبول کیا ہے اُن کا حصہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اُس کی مثال یہ ہے کہ اگر اُس نے اولاد عبداللہ پر وقف کیا

پس بعض اولاد نے قبول نہ کیا تو تمام غلہ باقیوں پر تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے زید وعمرو پر وقف کیا پس زید نے قبول نہ کیا تو اُس کا حصہ فقیروں پر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ اولاد عبداللہ و اُس کی نسل پر ہے سب نے ایک بارگی قبول نہ کیا تو یہ غلہ فقیروں کا ہوگا پھر غلہ اُس کے بعد پیدا ہوا پس اُنہوں نے قبول کیا تو غلہ ان کے واسطے ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اُس کے بعد اُس کا کوئی بچہ پیدا ہوا پس اُس نے قبول کیا تو غلہ اُس کا ہوگا یہ محیط میں ہے پس اگر اُس نے ایک سال غلہ قبول کیا پھر کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اُس کا رد کرنا کچھ مؤثر نہ ہوگا اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ لی ہوئی آمدنیوں کے حق میں یہ جواب صحیح ہے اُس واسطے کہ وہ سب اُس کی ملک ہو گئی ہیں پس ان کو رد نہیں کر سکتا ہے اور رہے وہ غلات جو آئندہ پیدا ہوں گے تو ان میں اُس کی کچھ ملک نہیں ہے ہاں فقط حق اُس کا ان میں ثابت ہے اور خالی حق اگر رد کیا جائے تو رد ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زید پر اور اُس کے بعد اُس کی نسل پر وقف کیا ہو پس زید نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں نہ اپنے نفس کے واسطے اور نہ اپنی نسل کے واسطے تو اپنے نفس کے واسطے اُس کا رد کرنا جائز ہے اور اُس کی نسل و اولاد کے حق میں اُس کا رد کرنا نہیں جائز ہے اگر اُس کا فرزند صغیر ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں ایک سال قبول کرتا ہوں[1] تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا ہے اور اُس کا قبول کرنا فقط ایک سال کے واسطے مؤثر ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے کہہ دیا کہ اُسکے ماسوائے میں قبول نہیں کرتا ہوں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نصف آمدنی قبول کرتا ہوں اور نصف نہیں قبول کرتا ہوں تو بھی اُس کے قول کے موافق ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ عبداللہ و زید پر جب تک دونوں زندہ رہیں پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو دوسرے کا نصف اُس کو بحالہ ملے گا اور اُسکا یہ کہنا کہ جب تک دونوں زندہ رہیں اُس سے دوسرے کا حصہ باطل نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ عبداللہ اور اُسکے بعد زید پر وقف ہے پھر عبداللہ نے اُس وقف کے قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ زید کے واسطے ہوگا اور اگر عبداللہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور زید نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ عبداللہ کے واسطے جب تک زندہ رہے برابر حاوی رہے گا اور جب عبداللہ مر جائے تو وہ فقیروں کے واسطے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

باب ششم:

وقف میں دعویٰ و شہادت کے بیان میں

اُس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل:

دعویٰ کے بیان میں

اگر کسی نے ایک زمین فروخت کی پھر کہا کہ میں اُس کو وقف کر چکا تھا یا کہا کہ یہ زمین میرے اوپر وقف ہے پس اگر اُس پر گواہ قائم نہ ہوئے اور اُس نے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اُس واسطے کہ قسم لینے کی شرط یہ ہے کہ پہلے صحیح دعویٰ ہونے حالانکہ یہاں بسبب تناقض کے دعویٰ صحیح نہ ہوا اُس لیے کہ وقف مقتضی عدم ملک و بطلان بیع ہے اور خود یہاں بیع کی ہے جو مقتضی ملک ہے اور اگر اُس نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے تو مختار یہ ہے کہ گواہ سنے جائیں گے اُس واسطے کہ دعویٰ اگرچہ بسبب تناقض کے باطل ہوا ہے مگر گواہی باقی رہی ہے کہ وقف پر بدون دعویٰ کے گواہی سنی جاتی ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور جب گواہی سُن کر[2] قبول ہوئی تو بیع ٹوٹ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ ایک نسخہ میں قولہ لا اقبل سنۃ کے بعد ہے متصل قولہ ولا اقبل فیما سوی ذالک ذکر کیا ہے اور میرے گمان میں یہ غلطی کاتب کی ہے فافہم وقال المترجم فی النسخۃ بعد قولہ لا اقبل سنۃ ذکر متصلا قولہ ولا اقبل فیما سوی ذالک واظن انہ غلط الکاتب فافہم ۱۲۔

[2] بیع باطل ہونے کا حکم دیا جائے گا ۱۲۔

جائے گی یہ واقعات حسامیہ میں ہے اور فتاویٰ نسفی میں یہ ذکر فرمایا کہ وقف پر گواہی بدون دعویٰ کے صحیح ہے اور اُس کو مطلقاً فرمایا کوئی تفصیل نہیں فرمائی حالانکہ علی الاطلاق یہ جواب صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح اُس تفصیل سے ہے کہ ہر وقف جو حق[1] اللہ تعالیٰ ہو اُس پر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح ہے اور ہر وقف جو حق العباد ہو تو اُس کے وقف ہونے پر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور شیخ رشید الدین نے یہ تفصیل ذکر کر کے کہا کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور یہی مختار ہے اور یہ امام ابوالفضل کرمانی کا فتویٰ ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اُس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ثمن وصول[2] کرنے کی غرض سے اُس اراضی کو اپنے قبضہ میں روک رکھے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی فلاں مسجد پر وقف ہے اور گواہ پیش کیے تو قبول ہوں گے اور بیع ٹوٹ جائے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ بائع کے کلام میں تناقض نہ ہوگا اور وہ تناقض نہیں قرار دیا جائے گا اور اوّل اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس نے یہ نہ کہا کہ یہ زمین مجھ پر[3] وقف ہے تو شیخ نسفی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایسا دعویٰ بالکل سرے سے مسموع نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے دوسرے سے کہا کہ یہ اراضی تجھ پر وقف ہے پھر اُس کے بعد دعویٰ کیا کہ مجھ پر وقف ہے تو اُس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک ہے میں نے اُس کو اپنے باپ سے میراث پایا ہے پھر دعویٰ کیا کہ اُس کو میرے باپ نے مجھ پر وقف کیا ہے تو بسبب تناقض (۱) کے دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اگر وقف کیے ہوئے مکان کا متولی ہونا قبول کیا یا کسی ترکہ کا وصی ہونا قبول کیا اور یہ قبول کرنا بعد اُس امر سے آگاہ ہونے اور یقین جاننے کے تھا کہ یہ ترکہ ہے یا وقف ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اگر پہلے وقف ہونے کا دعویٰ کیا پھر میراث ہونے کا دعویٰ کیا تو بھی دعویٰ مسموع نہ ہوگا لیکن اگر اُس نے دونوں دعووں میں اُس طرح توفیق دی اور بات بنائی کہ میرے باپ نے پہلے مجھ پر وقف کیا تھا لیکن یہ وقف لازم نہیں ہونے پایا تھا کہ یہ میرا باپ مرگیا تو یہ دعویٰ قبول ہوگا اور اگر کسی مکان یا زمین کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اُس نے اُس عقار کے رقبہ کا دعویٰ[4] بسبب اپنے متولی ہونے کے کیا تھا تو دونوں دعووں میں توفیق ہوسکتی ہے اُس واسطے کہ عادت کے موافق وقف کو متولی اپنی طرف نسبت کرتا ہے بدیں اعتبار کہ اُس کو اُس میں تصرف کا اور اُس کی بابت خصومت کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اگر کسی مکان کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے کہ اُس کو فلاں شخص نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے تو وقف کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین و فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر وقف کا دعویٰ کیا یا گواہوں نے وقف کی گواہی دی اور انہوں نے وقف کرنے والوں کو بیان نہ کیا ☆

فتاویٰ نسفی میں مذکور ہے کہ اگر زمین کے مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ یہ زمین وقف ہے اور تو نے میرے ہاتھ اُس کو جب فروخت کیا تو بغیر حق فروخت کیا ہے تو فرمایا کہ مشتری کو اُس خصومت کا اختیار نہیں ہے بلکہ اُس کا اختیار متولی کو ہے اور اگر اُس کا کوئی متولی نہ ہو تو قاضی ایک متولی مقرر کرے گا جو اُس سے مخاصمہ کرے گا اور وقف ہونے کو ثابت کرے گا پھر جب یہ بات ثابت ہوگئی تو بیع کو باطل ہونا ظاہر ہو جائے گا پس مشتری اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی متولی نے مشتری پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان وقف ہے فلاں کی اولاد پر اور اُس نے مشتری پر استحقاق ثابت کیا پس مشتری نے چاہا کہ بائع سے ثمن واپس لے پس بائع نے کہا

---

[1] اس کے وقف ہونے پر ۱۲۔ [2] واپس لینے تک ۱۲۔ [3] یعنی مجھ پر کا لفظ نہ کہا ۱۲۔ [4] اصل میں ادعی الوقفیہ ہے اور یہ غلط الکاتب ہے اور میرے نزدیک صحیح دعویٰ رقبہ ہے ۱۲۔

(۱) تناقض دو یا تین باتیں ایسی باہم ایک دوسرے کی مخالف ہوں کہ کسی راہ سے دونوں نہ بن سکتی ہوں ۱۲۔

کہ ہاں فلاں نے اُس کو فلاں مذکور کی اولاد پر وقف کیا تھا لیکن جب وقف کرنے والا مرا تو اُس کے وارثوں نے قاضی کے حضور میں مقدمہ پیش کیا حتیٰ کہ قاضی نے اُس کے وقف کے باطل ہونے کا حکم دے دیا اور میں وقف کنندہ کا وارث تھا پس ہم سب نے ترکہ گویا باہم تقسیم کیا تو یہ مکان میرے حصہ میں آیا پس میری بیع صحیح واقع ہوئی ہے تو اُس سے دعویٰ وقف مندفع ہو جائے گا اور مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر وقف کا دعویٰ کیا یا گواہوں نے وقف کی گواہی دی اور انہوں نے وقف کرنے والوں کو بیان نہ کیا تو خصاف نے ادب القاضیؒ کے باب قبض الحاضر من دیوان القاضی المعزول میں ذکر فرمایا ہے کہ وقف کا دعویٰ اور وقف پر گواہ بدون بیان وقف کرنے والے کے صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی مجھ پر وقف ہے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور یہ جو مذکور ہے کہ دعویٰ مسموع ہوگا تو یہ اسی شخص سے مسموع ہوگا جو متولی ہو اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر وقف ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا لیکن اوّل اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ رشید الدین نے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ جس پر وقف ہے اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ مجھ پر وقف ہے پس اگر اُس کا دعویٰ باجازت قاضی ہو تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور اگر قاضی کی بغیر اجازت ہو تو اُس میں دو روایتیں ہیں جن میں سے اصح یہ ہے کہ ایسا دعویٰ نہیں صحیح ہے اُس لیے کہ اُس کا حق فقط اُس کی آمدنی سے متعلق ہے اور کچھ نہیں ہے پس اور کسی چیز کے واسطے خصم نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایک جماعت پر وقف ہو پس ان میں سے ایک نے بدون اجازت قاضی کے دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے تو نہیں صحیح ہے اور اُس میں بھی ایک روایت ہے کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور نیز فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ جو شخص وقف کی آمدنی کا مستحق ہو تو اُس کی آمدنی کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے بلکہ اُس کا دعویٰ متولی کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

وقف والے نے چاہا کہ وقف کے معاملات میں دعویٰ کی سماعت کرے اور گواہوں پر یا قسم سے باز رہنے پر حکم کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر سلطان نے اُس کو یہ اختیار دیا ہے خواہ صریح یا بدلالت ثابت ہو تو اُس کا حکم جائز ہوگا ورنہ نہیں یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک حاضر کے قبضہ میں ہے اور دوسری زمین ایک دوسرے کے قبضہ میں ہے جو غائب ہے پس زید نے اُس حاضر پر دعویٰ کیا کہ یہ دونوں زمینیں مجھ پر وقف ہیں کہ ان دونوں کو اُس کے دادا نے مجھ پر اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہے تو شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دونوں زمینیں وقف کرنے والے کی تھیں اور اُس نے ان دونوں کو ایک ساتھ وقف کیا ہے تو دونوں زمینوں کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے ان کے جدا جدا وقف کرنے کی گواہی دی تو فقط اسی زمین کے وقف ہونے کا حکم دے گا جو حاضر کے قبضہ میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان ایک وقف ہے جن میں سے ایک مر گیا اور یہ وقف میت کی اولاد اور دوسرے زندہ کے پاس رہا پھر زندہ نے اپنے بھائی کی اولاد میں سے ایک کے اوپر گواہ قائم کیے کہ یہ وقف بطناً بعد بطنٍ ہے یعنی جب اوّل پشت والے گذر جائیں تب دوسری پشت والوں کو ملے اور حال یہ ہے کہ باقی اولاد بر ادر میت غائب ہیں اور وقف کرنے والا ایک اور وقف ایک ہی تو گواہ مقبول ہوں گے اور بھائی کا یہ فرزند جو حاضر جس پر دعویٰ کیا ہے یہ سب باقیوں کی طرف سے بھی خصم ہوگا اور اگر برادر میت کی اولاد نے گواہ دیے کہ یہ وقف ہم پر اور تجھ پر مطلقاً ہے یعنی بطناً بعد بطنٍ کی قید نہیں ہے تو برادر زندہ یعنی جس نے بطناً بعد بطنٍ وقف کے گواہ قائم کیے ہیں اُس کے گواہ اولیٰ ہوں گے یعنی وہی مقبول ہوں گے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک باغ انگور زید کے قبضہ میں ہے اُس کا عمرو نے دعویٰ کیا پس زید نے کہا کہ میں نے اُس باغ کو وقف کے شرائط کے ساتھ وقف کیا ہے اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے زید سے قسم طلب کی تو اگر عمرو نے اُس غرض سے قسم چاہی ہے کہ اگر یہ قسم سے انکار کرے تو میں باغ مذکور لے لوں تو زید پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اُس غرض سے قسم چاہی کہ اگر انکار کرے تو اُس سے قیمت لے لوں تو

ا بیت مثل کوٹھری کے ہوتا ہے چہار دیواری اور چھت اور دروازہ آمد و رفت کا جس میں رات بسر کر سکے ۱۲۔

زید پر قسم عاید ہوگی یہ مضمرات میں ہے ایک بیت[1] کے اوپر دوسرا بیت ہے اور یہ بیت متصل المسجد ہے کہ مسجد کی صف نیچے والے بیت کی صف سے متصل ہے اور نیچے والے بیت میں گرمیوں و جاڑوں میں نماز پڑھی جاتی ہے پھر اہل مسجد نے اور ان لوگوں نے جو اوپر والے بیت میں رہتے ہیں اختلاف کیا اور اوپر کے بیت والوں نے کہا کہ یہ ہماری ملکیت میں بطریق میراث آیا ہے تو قول انہی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ زید نے ایک مکان پر جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ مکان اپنی اصل و عمارت سے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ فلاں مسجد کی حاجات و اصلاح کے واسطے وقف ہے پس مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے اور اُس کے نام حکم دے دیا گیا اور اُس کے واسطے اُس کی ملکیت کا سجل قاضی نے لکھ دیا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مکان یعنی زمین و رقبہ اُس کا وقف ہے اور اُس کی عمارت میری ہے تو اُس کا دعویٰ اور حکم و سجل سب باطل ہو گیا ایسا ہی فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کذا فی المضمرات۔ ایک نے ایک مکان کا دعویٰ کیا اور اُس کے نام اُس کی ملکیت کا حکم ہو گیا پھر متولی نے دعویٰ کیا کہ اُس کی زمین وقف ہے اور گواہ قائم کئے پس اگر مدعی مذکور نے مکان کا دعویٰ زمین و عمارت سمیت کیا تھا تو متولی کے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر اُس نے دعویٰ مکان مع اُس کی عمارت کے نہیں کیا تھا تو زمین وقف رہے گی اور اگر ایک مکان کا دعویٰ کیا اور قبضہ حاصل کر لیا پھر متولی نے رقبہ مکان کا استحقاق ثابت کر دیا تو اُس کی عمارت مدعی کی ملک میں باقی رہے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک مکان دو بھائیوں پر وقف ہے جس میں سے ایک غائب ہو گیا اور جو حاضر رہا اُس نے نو برس تک اُس کی آمدنی وصول کی پھر جو حاضر تھا یہ مر گیا اور اپنا وصی چھوڑا پھر جو غائب ہو گیا تھا وہ حاضر آیا اور اُس نے وصی سے اپنا حصہ غلہ کا مطالبہ کیا تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ جو حاضر تھا جس نے آمدنی وصول کی ہے اگر وہی اُس کا متولی تھا تو غائب مذکور کو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ حاصلات کو اُس کے ترکہ سے وصول کر لے اور اگر خاص وصول کرنے والا اُس وقف کا متولی نہ ہو لیکن بات یہ تھی کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ہی اُس وقف کو اجارہ پر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس کو اجارہ پر فقط اسی حاضر نے دیا تھا تو قضاءً پوری اجرت اسی حاضر کی ہوگی مگر سب اُس کو حلال نہ ہوگی بلکہ جو وصول کی ہے اُس میں سے بقدر حصہ غائب کے صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید کے قبضہ میں نصف مکان ہے عمرو نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُس دار کو وقف کیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ میری ملک تھا اور پورے مکان کے وقف کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اُس واسطے کہ مدعی نے پورے دار کے وقف کا دعویٰ کیا ہے مگر بات اتنی ہے کہ اُس نے گواہ قائم کیے ایک قابض نے جتنا اُس کے قبضہ میں تھا پس کل میں یہ بھی آ گیا اور کل اُس کا مقبوضہ وقف کیا ہوا ثابت ہوا یہ مضمرات میں ہے۔

اگر کسی نے وقف میں کچھ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ ان لوگوں کے مقابلہ میں جن پر وقف ہے مسموع نہ ہوگا بلکہ بمقابلہ قیم کے یا وقف کنندہ کے مسموع ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر متولی نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے اور کسی مدعی نے اپنی ملک ہونے پر گواہ دیے اور فی الحال قبضہ متولی کا ہے تو قابض کے گواہ مسموع نہ ہوں گے بلکہ غیر قابض مدعی کے گواہوں پر حکم ہوگا پھر اگر اُس کے بعد متولی نے خارج ہو کر وقف ہونے کے گواہ دیے تو مسموع نہ ہوں گے[1] اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ متولی قابض کے گواہ وقف ہونے کے قبول ہوں گے اور مدعی غیر قابض کے گواہ ملک مقبول نہ ہوں گے مگر فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر خالد نے ایک مکان کی ملک کا دعویٰ کیا اور مکان مذکور ایک متولی کے قبضہ میں ہے اور وہ کہتا ہے کہ اُس کو زید نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے اور قاضی نے مدعی یعنی خالد کے نام حکم دے دیا پھر دوسرا متولی آیا اور اُس نے خالد یعنی مدعی مذکور پر دعویٰ کیا کہ اُس کو عمرو نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے تو دعویٰ و گواہ مقبول ہوں گے اور اگر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ مکان وقف کو ماہواری

(۱) اس کا قول قبول ہوگا ۱۲۔

کرایہ پر دیا کرے تو یہ شخص کسی مدعی کا خصم نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر اراضی کا کاشت کار ہو تو اُس پر بھی دعویٰ نہیں صحیح ہوتا ہے خواہ اراضی وقف کا کاشت کار ہو یا غیر وقف کا اور اسی طرح اگر کاشت کار کے پاس اراضی کی آمدنی جمع ہوتی ہے یا مکان وقف کی آمدنی جمع ہوتی ہو اگر اُس کا کسی نے دعویٰ کیا تو اُس کاشت کار یا غلہ دار کے اوپر نہیں صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

فصل دوم:

گواہی کے بیان میں

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی ہے اور گواہوں نے اُس زمین کی حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے حدود بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو بھی یہی حکم ہے کہ گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی وہ زمین جو فلاں مقام پر ہے وقف کی اور دونوں نے کہا کہ ہم سے اُس نے اُس کے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اور امام خصاف نے فرمایا لیکن اگر یہ اراضی مشہور ہو کہ اُس کی شہرت کی وجہ سے اُس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں اُس کے وقف ہونے کا حکم دوں گا اور اگر گواہوں نے اُس کی دو حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ گواہی غیر مقبول ہے اور اگر گواہوں نے تین حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے علمائے ثلثہ[1] کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے اُس کی تین حدیں بیان کیں اور کہا کہ ہمارے سامنے اُس نے فقط اُنہی تین حدوں کا اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے اور امام خصاف سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم نے تین حدوں کی گواہی قبول کی تو چوتھی حد کی نسبت کیونکر حکم کریں تو فرمایا کہ بمقابلہ تیسری حد کے قرار دوں گا کہ وہ حد اوّل کے شروع تک پہنچ جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر ہے وقف کی اور ہم سے اُس کے حدود بیان کیے تھے مگر ہم بھول گئے ہیں تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اُس کے حدود بیان نہیں کیے لیکن ہم اُس کے حدود جانتے ہیں تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے گا اور قاضی امام ابو زید شروطی نے فرمایا کہ اُس کی تاویل یہ ہے کہ باوجود اُس کہنے کے گواہوں نے قاضی سے اُس کے حدود بیان نہیں کیے اور اگر بیان کئے اور ٹھیک ہیں تو گواہی قبول ہوگی اور امام خصاف نے فرمایا کہ میں اُس گواہی کو جائز رکھتا ہوں اور حکم دوں گا کہ زمین مذکور اپنے حدود سے وقف ہے اور گواہوں سے کہوں گا کہ حدود بیان کرو پس جو حدود وہ بیان کریں گے اُنہی کے ساتھ حکم دوں گا یہ ظہیریہ و محیط و ذخیرہ میں ہے اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ اُس شخص کی اُس شہر میں سوائے اُس زمین کے اور زمین نہ تھی تو بھی قبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اُس کے حدود بیان نہیں کیے لیکن ہم اُس کی زمین کو پہچانتے ہیں تو قبول نہ ہوگی کیونکہ شاید وقف کرنے والے کی اور زمین بھی ہو سوائے اُس کے جس کو وقف کیا ہے اور جس کو گواہ پہچانتے ہیں اور اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم اُس کی اور کوئی زمین نہیں جانتے ہیں تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اُس لیے کہ شاید اُس کی اور زمین ہو مگر اُس کو یہ دونوں گواہ نہ جانتے ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اُس کے حدود بیان نہیں کیے ☆

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اُس نے اپنی وہ زمین وقف کی جس میں یہ ہے اور اُس نے ہم سے

[1] یعنی امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲۔

حدود بیان نہیں کیے تھے تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس کی تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے اُس کو قاضی سے بیان کر دیا کہ فلاں زمین ہے اور اُس کو گواہ جانتے تھے اور اگر انہوں نے اظہار نہ کیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اُس نے ہم سے اُس کے حدود بیان کیے تھے مگر ہمیں یاد نہیں ہے کہ اُس نے ہم سے کیا زمین کے حدود بیان کیے تھے تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں ہے اور دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی اور زمین کے حدود بیان کیے لیکن ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ زمین کہاں واقع ہے تو ان کی گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دی جائے گی کہ گواہ قائم کرے کہ جس کا دعویٰ کرتا ہے وہ یہی زمین ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے کہا کہ ہم کو اُس نے اُس کے حدود پر پھرایا اور حدود کو نام رکھ کر بیان نہیں کیا تو گواہی مقبول ہے پس اگر گواہوں نے حدود پر گواہی دی اور کہا کہ ہم پہچانتے نہیں ہیں تو گواہی جائز ہے اور مدعی (جو وقف کا دعویٰ کرتا ہے) کو تکلیف دی جائے گی کہ ایسے گواہ لائے جو حدود کو پہچانتے ہوں یہ حاوی میں ہے۔

اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ اُس نے اپنا حصہ اُس اراضی میں سے جو فلاں مقام پر ہے جس کے حدود نہیں و چناں ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا اُس جہت پر اور آخر میں مساکین پر صدقہ موقوفہ کیا اور یہ حصہ میرا اُس جمیع اراضی میں سے ایک تہائی ہے پھر جب حاکم نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا حصہ اُس اراضی میں سے ایک تہائی سے زائد ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ اُس کا تمام حصہ وقف گردانا جائے گا انہی وجوہ پر جن پر اُس نے وقف کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُس کا غلہ ایک قوم پر جن کو بیان کیا ہے اور بعد ان کے مسکینوں پر وقف کیا پھر جن لوگوں پر وقف کیا ہے انہوں نے ان کی تصدیق کی اور انہوں نے کہا کہ اُس نے فقط تہائی ہم پر صدقہ کی ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ ان کی تصدیق کرنا یا خاموش رہنا اُس میں یکساں ہے اور حکم دیا جائے گا کہ اُس نے اپنا سب حصہ وقف کیا ہے مگر اُس تمام میں سے فقط زمین کے تہائی حصہ کی آمدنی ان سب لوگوں کو جن کو معین بیان کیا ہے دی جائے گی اور باقی مسکینوں پر صدقہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اُس دار میں سے اپنا حصہ یا اُس دار میں سے جو کچھ اُس نے اپنے باپ سے میراث پایا ہے وقف کیا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قدر ہے تو قیاساً گواہی جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر گواہوں نے وقف کرنے والے پر گواہی دی کہ اُس نے اُس اراضی یا دار میں سے اپنا حصہ وقف کرنے کا اقرار کیا ہے اور اگر گواہوں کو یہ نہیں معلوم کہ اُس کا حصہ اُس میں سے کس قدر ہے تو قاضی اُس وقف کرنے والے کو ماخوذ[1] کرے گا کہ اُس میں سے اپنے حصہ کی مقدار بیان کرے پس جو کچھ حصہ اُس نے بیان کیا اُس میں قول اسی کا قبول ہوگا اور اُس قدر کے وقف ہونے کا اُس پر[2] حکم دیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والا مر گیا تو اُس بیان کے واسطے اُس کا وارث اس کے قائم مقام ہوگا پس جو کچھ اُس نے بیان کیا اُسی قدر وقف ہونا اُس پر لازم ہوگا یہاں تک کہ قاضی کے نزدیک اُس کے بیان کے سوائے کچھ اور صحیح ہو پھر جب قاضی کے نزدیک جو کچھ صحیح ہوا ہے اُس کے وقف ہونے کا حکم دے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی ہے مگر دونوں نے اُس کا مقام بیان کرنے میں باہم اختلاف کیا پس ایک نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے وقف کی اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین جو فلاں (۱) مقام دیگر میں واقع ہے وقف کی ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ اس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے وقف کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے یہ زمین اور ایک

---

[1] یعنی مطالبہ اور پرسش کرے گا ۱۲۔ [2] ملازم کہا جائے گا یہاں تک کہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو ۱۲۔

(۱) اوّل کے سوائے دوسرا مقام بیان کیا ۱۲۔

دوسری زمین وقف کی ہے جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اُس کی بابت گواہی قبول ہوگی اور اُس کے وقف ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اُس نے یہ زمین پوری وقف کی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین نصف وقف کی ہے تو نصف پر گواہی قبول ہوگی اور نصف زمین مذکور کے وقف ہونے کا حکم دے دیا جائے گا ایسا ہی شیخ ہلال و امام خصاف نے ذکر فرمایا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اُس نے اُس شخص یا اُس کار خیر کے واسطے تہائی غلہ مقرر کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس کے واسطے نصف غلہ قرار دیا ہے تو ان دونوں عالموں کے نزدیک تہائی کی بابت گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے نصف اُس زمین کا مشاع یعنی بے بانٹا ہوا اور جدا تمیز کیا ہوا وقف ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس زمین کا نصف بانٹا ہوا الگ تمیز کیا ہوا وقف کیا ہے تو گواہی مذکور باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے جمعہ کے روز وقف کی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے جمعرات کے روز وقف کی ہے یا ایک نے کہا کہ اُس نے کوفہ میں وقف کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے بصرہ میں وقف کی ہے تو گواہی جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین بعد میری وفات کے وقف قرار دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین وقف صحیح قطعی فی الحال[1] قرار دی تو گواہی باطل ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو اپنی صحت میں وقف کیا اور دوسرے نے کہا کہ اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں کی گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے عقار کو فقیروں پر صدقہ وقف کیا گیا قرار دیا ہے دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو مسکینوں پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور حاصل یہ ہے کہ جب دونوں گواہ اُسکے صدقہ موقوفہ ہونے پر متفق ہوئے مگر دونوں میں سے ایک کی گواہی میں کوئی زائد بات ہے جس کو دوسرا اپنی گواہی میں نہیں کہتا ہے تو جتنے پر دونوں متفق ہیں اُس قدر ثابت ہوگا یعنی فقیروں پر اُس کا صدقہ ہونا ثابت ہوگا اور اسی سے ہم نے نکالا ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو زید پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو یہ فقیروں پر وقف ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے اسکو عبداللہ و اُسکی اولاد پر وقف کیا ہوا صدقہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے تو میں اُس کو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ ہونے کا حکم دونگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زمین اُس نے وقف کی ہم دونوں پر یا ہم میں سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری عورتوں پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر ☆

امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس شخص نے اُس کو عبداللہ و زید پر صدقہ موقوفہ کر دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے خاصۃ عبداللہ پر صدقہ وقف کیا ہے تو ہم اُس میں سے نصف کا واسطے عبداللہ کے اور نصف باقی کا واسطے فقیروں کے حکم دیں گے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو امام خصاف نے فرمایا ہے کہ ہم عبداللہ کے واسطے تصرف عقار کا حکم دیں گے یہ سب اماموں کے قول پر ہونا واجب ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ فقیروں پر وقف ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ ثواب کے کاموں پر وقف ہے تو گواہی جائز ہوگی اور وقف مذکور کی حاصلات فقیروں پر صدقہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔
امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس زمین کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ موقوفہ کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو فقیروں و مسکینوں و کار ہائے خیر و ثواب پر صدقہ موقوفہ کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول[2] ہوگی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی اراضی کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے

---

[1] اسی وقت جس وقت وقف کی اس کو اپنی وفات پر نہیں رکھا ۱۲۔ [2] قال المترجم یعنی تمام حاصلات فقیروں و مسکینوں پر صدقہ ہوگی ۱۲۔

گواہی دی کہ اُس نے اپنی اراضی کو فقیروں و مسکینوں اور اپنی قرابت کے فقیروں پر صدقہ موقوفہ کیا ہے تو فرمایا کہ یہ زیادتی (۱) مثل کارہائے ثواب[۱] کے زیادتی کے نہیں ہے اُس واسطے کہ جس نے قرابت کے فقیروں کو زیادہ کیا ہے اُس نے فقیروں و مسکینوں کے واسطے تمام[۲] حاصلات کی گواہی نہ دی یہ محیط میں ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زمین اُس نے وقف کی ہم دونوں پر یا ہم میں سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری عورتوں پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر حالانکہ یہ دونوں گواہ اُس کی قرابت میں سے ہیں یا آل عباس پر حالانکہ یہ دونوں آل عباس سے ہیں یا اپنے آزاد کیے ہوؤں پر حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کے آزاد کیے ہوؤں میں سے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین ہم دونوں اور فلاں قوم پر وقف کی ہے تو پوری گواہی باطل ہے پھر اگر دونوں نے کہا کہ جو کچھ اُس نے ہمارے واسطے قرار دیا ہے ہم اُس کو قبول نہیں کرتے ہیں تو باقیوں یعنی فلاں قوم کے حق میں ان کی گواہی جائز ہو گی کہ ان کو جو ان کے واسطے بیان کیا ہے دیا جائے گا اور ان دونوں گواہوں کا حصہ فقیروں کے واسطے قرار دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر دونوں گواہوں نے وقف کرنے والے کی قرابت کے لیے گواہی دی حالانکہ دونوں خود بھی اُس کی قرابت سے ہیں اور دونوں نے کہا کہ جو اُس نے ہمارے واسطے کیا ہے ہم نے اُس کو قبول نہیں کیا ہے تو بھی ان کی گواہی مقبول نہ ہو گی اگرچہ ان دونوں کی اولاد نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف میں خصومت واقع ہوئی پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے پڑوسیوں پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ دونوں گواہ بھی اُس کے پڑوسی فقیروں میں سے ہیں تو ان کی گواہی جائز ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک اراضی کی نسبت گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے قرابتی فقیروں پر صدقہ ہے حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کے قرابتی فقیروں میں سے ہیں تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو شخصوں (دو مردوں ۱۲) نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین اپنی قرابت کے فقیروں پر صدقہ موقوفہ کی ہے حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کی قرابت سے ہیں مگر گواہی دینے کے روز دونوں تو انگر ہیں تو گواہی جائز نہ ہو گی اُس واسطے کہ اگر دونوں فقیر ہو جائیں گے تو ان کے واسطے اُس وقف سے حصہ ہو گا یہ حاوی میں ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی یہ اراضی اپنی مسجد کے فقیروں پر وقف کی ہے حالانکہ یہ دونوں اُس کی مسجد کے فقیروں میں سے ہیں تو گواہی جائز ہے اور اسی طرح اگر اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف ہونے کی گواہی دی تو ان کی گواہی قبول ہو گی اور اگر کسی نے ایک چوکی ایک مسجد پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے یا اہل مسجد پر وقف کی اور اہل مسجد مذکور نے اُس چوکی کے وقف کی گواہی دی تو یہ مسئلہ ہر دو مسئلہ مذکورۂ بالا کی نظیر ہے یعنی اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف کی گواہی دی یا اہل محلّہ نے اُس محلّہ کے واسطے وقف کی گواہی دی اُس صورت میں کہ اہل مسجد نے چوکی کے وقف کی گواہی دی تو قبول ہونی چاہیے اور مشائخ نے ان مسئلوں میں جواب میں تفصیل فرمائی ہے چنانچہ اہل مدرسہ کی گواہی میں فرمایا کہ اگر گواہ لوگ اُس وقف مدرسہ سے وظیفہ[۳] لیتے ہوں تو ان کی گواہی قبول نہ ہو گی اور اگر خود نہ لیتے ہوں تو گواہی قبول ہو گی اور اسی طرح اہل محلّہ کی گواہی میں بھی اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور اسی طرح اگر کتب پر وقف ہونے کی گواہی دی اور گواہ کا لڑکا اُس کتب میں ہے تو گواہی قبول نہ ہو گی اور بعض نے فرمایا ہے کہ ان سب صورتوں میں گواہی مقبول ہو گی اور یہی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

---

۱ کیونکہ کارہائے خیر میں فقیروں و مسکینوں پر صدقہ کرنا ہے پس فقیروں و مسکینوں پر صدقہ ہو گی اور کل غلہ انہیں کے لئے ہو گا ۱۲۔ ۲ اس واسطے کہ فقرائے قرابت خود مستحق ہیں ۱۲۔ ۳ ادوار روزینہ مقرر ۱۲۔

(۱) گواہی مقبول نہ ہو گی ۱۲۔

گاؤں میں ایک کتب واُس کے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہے اور اُس کو ایک شخص نے غصب کرلیا ☆

ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُس نے یہ اراضی مساکین پر وقف کی ہے حالانکہ وہ اُس سے انکار کرتا ہے پس مدعی نے اُس کے اُس طرح اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو میں اُس پر حکم دوں گا کہ یہ اراضی اُس نے مساکین پر وقف کی ہے اور اراضی مذکور اُس کے ہاتھ سے نکال لوں گا یہ محیط میں ہے جامع الفتاویٰ میں ہے کہ گاؤں میں ایک مکتب واُس کے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہے اور اُس کو ایک شخص نے غصب کرلیا پس گاؤں والوں میں سے ایسے لوگوں نے جن کا لڑکا اُس مکتب میں نہیں ہے گواہی دی کہ یہ وقف ہے جن کو فلاں بن فلاں نے اُس مکتب اور اُس کے معلم پر وقف کیا ہے تو ان کی گواہی جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے دو گواہوں نے ایک اراضی کی بابت گواہی دی کہ فلاں نے اُس کو مسجد یا مقبرہ یا کارواں سرائے کردیا پھر دونوں نے اُس سے رجوع کیا تو یہ اراضی جس کی بابت اُس طرح وقف ہونے کی گواہی دی تھی وہ وقف رہے گی اور جس شخص پر اُنہوں نے یہ گواہی دی تھی اُس کو اُس اراضی کی اُس روز کی قیمت جس روز قاضی نے مدعا علیہ پر حکم دیا ہے تاوان دیں گے اور اسی طرح اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے مساکین پر اور فلاں پر پھر مساکین پر وقف کیا ہے پھر دونوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے۔ وقف پر گواہی دینا شہرت پر جائز ہے یعنی مشہور ہو کہ وقف ہے تو گواہ کو جائز ہے کہ اُس کے وقف ہونے پر گواہی دے اور اُس کے شرائط[1] پر اُس طرح گواہی دینا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس جہت پر وقف ہے مثلاً گواہی دیں کہ مسجد پر وقف ہے یا مقبرہ پر وقف ہے یا اُس کے مانند اور جہت بیان کریں حتیٰ کہ اگر گواہوں نے جہت کو اپنی گواہیوں میں بیان نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ جو مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے شرائط پر گواہی قبول نہیں ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ جب گواہوں نے جہت وقف کو بیان کیا اور یوں گواہی دی کہ اُس جہت (شہرت پر ۱۲) پر وقف ہے تو ان کو یہ نہ چاہیے کہ کہیں کہ اُس کی آمدنی سے پہلے اُس جہت پر صرف کیا جائے گا پھر اُس جہت پر علیٰ ہذا القیاس اور اگر انہوں نے اُس طرح بھی بیان کیا تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف میں گواہان اصل کی گواہی پر گواہی بھی مقبول ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اسی طرح شہادت بالتسامع بھی مقبول ہے یعنی حال سُن کر اعتماد کرکے اُس کے موافق گواہی ادا کرنی جائز ہے پس اگر گواہوں نے تسامع سے گواہی دی اور دونوں نے کہا کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہیں تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی اگرچہ انہوں نے یہ تصریح کردی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہیں اُس لیے کہ بسا اوقات گواہ کا سن کل بیس برس کا ہے اور وقف کی تاریخ سو برس ہے یعنی سو برس ہوئے جب سے وقف ہے تو قاضی کو یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ گواہ آنکھ سے دیکھی بیان نہیں کرتا ہے بلکہ تسامع سے بیان کرتا ہے پس اُس صورت میں تصریح کردینا اور خاموش رہنا دونوں یکساں ہیں اور شیخ ظہیر الدین نے اُس طرف اشارہ کردیا ہے اور یہ بخلاف دیگر معاملات کے جن میں تسامع سے گواہی جائز ہے ثابت ہوا کیونکہ دیگر معاملات میں جن میں تسامع سے گواہی جائز ہے اگر گواہ نے تصریح کردی کہ میں تسامع سے گواہی دیتا ہوں تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

نوازل میں مذکور ہے کہ شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک صدقہ موقوفہ پر ایک ظالم نے ظلم سے قبضہ کیا اور اُس کے وقف ہونے سے انکار کیا پس آیا اُس گاؤں والوں کو جائز ہے کہ یہ گواہی دیں کہ یہ فقیروں کے واسطے ہے تو فرمایا کہ جس نے وقف

---

(۱) وقف کے شرائط ۱۲۔

کرنے والے سے سنا ہو اُس کو ایسی گواہی دینی جائز ہے اور جس نے نہیں سُنا ہے اُس کو نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُس پر ایک قوم نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے یہ زمین ہم پر وقف کی تھی تو یہ لوگ کچھ مستحق نہ ہوں گے اُس واسطے کہ شاید اُس نے اپنی ملک وقف نہ کی ہو کیونکہ آدمی کبھی اپنی غیر مملوک چیز وقف کرتا ہے حالانکہ وہ وقف صحیح نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یہ زمین وقف کی درحالیکہ اس کے قبضہ میں ہے تو بھی کچھ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ شاید اس کے قبضہ میں بسبب ودیعت یا غصب کے ہو ہاں اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں نے اُس زمین کو ان پر وقف کیا درحال یہ کہ وہ اُس کا مالک تھا تو اُس زمین کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور وقف کنندہ کے وارث یا وصی کی حاضری کی ضرورت نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

☆ متصلات

اِس فصل کے متصلات سے ذیل کے مسائل ہیں

ایک شخص ایک شہر کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ تجھ سے پہلے جو قاضی یہاں تھا میں اُس کا امین تھا اور میرے قبضہ میں ایک شخص کا جس کا نام فلاں بن فلاں تھا صدقہ موقوفہ ہے جس کو اُس نے ایک قوم معلوم پر وقف کیا اور ان لوگوں کو اُس نے بیان کر دیا تو اُس کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے کے وارث نہ ہوں اور سوائے اُس شخص کے قول کے اُس صدقہ کی بابت اور کچھ معلوم نہ ہو اور اگر وقف کرنے والے کے وارث ہوں اور اُنہوں نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان میراث ہے وقف نہیں ہے تو قول وارثوں کا قبول ہوگا اور وہ ان کے درمیان میراث ہوگا اور اگر وارثوں نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر اور بعد اُس کے مساکین پر وقف ہے اور جس شخص کے قبضہ میں اُس نے کہا کہ یہ سوائے تمہارے فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے تو قول وارثوں کا قبول ہوگا اور اگر اُس شخص نے جس کے قبضہ میں یہ اراضی ہے کہ یہ فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے اور یہ نہ کہا کہ اُس کو فلاں شخص نے وقف کیا ہے اور ایک قوم نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر وقف ہے اُس کو ہمارے باپ نے وقف کیا ہے تو قاضی اُس کے وقف ہونے کا حکم دے دے گا اور وارثوں کے قول پر لحاظ نہ کرے گا یہ سب اجناس ناطفی میں مذکور ہیں یہ محیط میں ہے۔

جن وقفوں پر زمانہ دراز گذر گیا اور اُس کے وارث اور وہ گواہ جو اُس کے وقف ہونے پر گواہ ہوئے تھے مر گئے پس اگر اُس کے رسوم قاضیوں کے دفتروں میں موجود ہوں کہ اُن پر عمل درآمد ہوتا ہو تو جب اُس وقف کے لوگوں میں تنازع[1] ہوگا تو انہی رسوم کے موافق عمل کیا جائے گا جو قاضیوں کے دفتروں میں موجود ہیں اور اگر اُس کی رسوم قاضیوں کے دفتر میں نہ ہوں کہ ان پر عمل ہوتا ہو تو یہ وقف صدقہ موقوفہ قرار دیا جائے گا یعنی اُس کے مصرف کی بابت حکم نہ ہوگا پھر جس شخص نے اُس وقف میں اپنا حق ثابت کیا اُس کے واسطے حکم دیا جائے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ وقف کرنے والے کے وارثوں میں باقی نہ ہوں اور اگر باقی ہوں اور اہل وقف نے تنازع کیا تو دونوں صورتوں[2] میں واقف کے وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر جب انہوں نے کچھ اقرار کیا تو ان کے اقرار کو لیا جائے گا پھر اگر یہ متعذر رہا تو دفتر قاضی کے رسوم کی طرف رجوع کی جائے گی اور اگر یہ بھی متعذر رہا تو یہ صدقہ موقوفہ کر کے چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ اُس کے رسوم پر دلیل قائم ہو یہ مضمرات میں ہے۔ پھر اگر ان لوگوں نے جو باہم جھگڑا کرتے ہیں آپس میں صلح کر لی اور اُس کو لینا چاہا[3] تو استحساناً قاضی کو روا ہے کہ اُس کی آمدنی ان میں تقسیم کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اراضی ایک شخص

---

[1] باہم نزاع و جھگڑا بکھیڑا واقع ہو ۱۲۔ [2] جب کہ قاضی کے دفتر میں رسوم موجود ہوں یا نہ ہوں ۱۲۔ [3] اُس آمدنی کو جو وقف مذکور سے حاصل ہوئی ۱۲۔

کے قبضہ میں ہو اور وہ کہتا ہے کہ یہ اراضی فلاں شخص کی تھی اُس نے اُس کو اُس جہت پر وقف کیا اور وارثوں نے کہا کہ نہیں بلکہ میت نے اُس کو ہم پر و ہماری نسل پر اور بعد ان کے مسکینوں پر وقف کی ہے اور یہ جو وارثوں نے کہا ہے یہ اُس قاضی کے بیان کے برخلاف ہے تو قاضی اُس کو اسی طریقہ پر جاری رکھے گا جو وارثوں نے اقرار کیا ہے بشرطیکہ قاضی کو دفتر محکمۂ قضاء یعنی سابق کے قاضی کے دفتر سے ایسی تحریر و وقف نامہ نہ ملے جس میں اُس کے رسوم مذکور ہوں اور نہ یہ وقف کسی امین کے قبضہ میں ہو بلکہ ایک قابض کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہوا ہو اور اگر یہ وقف امینوں کے قبضہ میں ہو اور اُس کے رسوم سابق قاضی کے دیوان میں پائے جاتے ہوں تو اُس وقف میں سے جو وارثوں کے قبضہ میں نہیں ہے اُس کی بابت وارثوں کا قول قبول نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف مشہور ہے مگر اُس کے مصارف کہ کہاں کہاں صرف کیا جائے گا اور اُس کے مستحقوں کو جو مقدار دی جائے گی وہ مشتبہ ہوتی ہے تو فرمایا کہ زمانہ سابق میں جو اُس کا برتاؤ رہا ہے وہ دیکھا جائے گا کہ اُس کے قیم لوگ کیونکر عمل درآمد کرتے ہیں اور کن لوگوں پر صرف کرتے تھے اور کتنا دیتے تھے پس اسی بنا پر عمل کیا جائے یہ محیط میں ہے۔

کہا کہ میں نے اپنی زمین مشہور و بایں تام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو بیان بھی کر دیا ☆

فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ اوقاف والے کے قبضہ میں ایک وقف ہے اور اُس کے وقف نامہ میں مذکور ہے جو اُس کے نفقہ سے بچے وہ اُس کوچہ کے فقیروں پر جس میں واقف واقع ہے اور ان کے سوائے دیگر مسلمان فقیروں پر صرف کیا جائے تو جو کچھ بچے گا وہ کوچۂ مذکور کے ان معین فقیروں پر جو وقف کے روز موجود تھے اور دیگر فقیروں پر اُس طرح صرف کیا جائے گا کہ کوچہ مذکور کے فقیروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک حصہ اور باقی فقیروں کا فقط ایک حصہ اُس میں لگایا جائے گا اور کوچہ کے فقیروں میں سے جو مر جائے گا اُس کا حصہ ساقط ہو کر باقیوں اور دیگر فقیروں کے درمیان مذکورۂ بالا طریقہ پر تقسیم ہوگا پھر جب وقف کے روز کے موجودہ فقیر اُس کوچہ کے سب مر جائیں تو بعد اُس کے جو لوگ اُس کوچہ میں فقیر ہوں وہ اور دیگر مسلمان فقیر سب استحقاق میں برابر ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وقف الخصاف رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی اراضی وقف کی پس کہا کہ میں نے اپنی زمین مشہور[1] و بایں تام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو اُس نے بیان بھی کر دیا اور آخر اُس وقف کا مسکینوں کے واسطے کہا ہے اور یہ اراضی ایسی مشہور ہے کہ اُس کی شہرت سے اُس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے تو یہ وقف جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ اُس میں سے فلاں کھیت اُس میں داخل نہیں ہوا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی کے حدود مشہور و معروف ہوں اور یہ کھیت اُس حدود کے اندر داخل ہے تو یہ کھیت بھی وقف میں داخل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ اراضی اپنے پڑوسی پرہیزگار لوگوں کے نزدیک معروف ہو اور یہ کھیت ان کے نزدیک اُس اراضی کی طرف منسوب و معروف ہو تو وہ وقف میں داخل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو اس میں قول وقف کرنے والے کا قبول ہوگا اور یہ کھیت اُس وقف میں داخل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باب ہفتم:

وقف نامہ کے متعلق مسئلوں کے بیان میں

ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقف نامہ لکھنے کی اجازت دے دی...... ☆

شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف نامہ میں یوں مذکور ہے کہ وقف کیا فلاں شخص نے اُس چیز کو اپنے آزاد کیے

[1] فلاں کھیت و فلاں زمین جو بنام فلاں مشہور ہے ۱۲۔

ہوؤں اور فلاں مدرسۂ معلومہ کے مدرس پر اور اُس وقف نامہ میں مقداروں کا اور صحت کی شرطوں کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آخر یہ وقف فقیروں پر ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تحریر نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی اراضی وقف کی اور اُس کا وقف نامہ لکھا اور اپنے اوپر اُس کے گواہ کر دیئے پھر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو اس شرط پر وقف کیا تھا کہ میرے واسطے اُس کو بیع کرنا جائز ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اُس شرط کو لکھنے والے نے وقف نامہ میں لکھا ہے یا نہیں لکھا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ مرد فصیح ہو کہ عربی زبان اچھی طرح سمجھتا ہو اور یہ وقف نامہ اُس کو پڑھ سُنایا گیا تھا اور وقف نامہ میں لکھا تھا کہ میں نے بوقف صحیح اُس کو وقف کیا ہے اور اُس نے اقرار کیا کہ جو کچھ اُس میں ہے سب صحیح اور میرا کیا ہوا ہے تو اب اُس کا یہ قول قبول نہ ہوگا اور اگر وقف کرنے والا مرد اعجمی ہو یعنی غیر فصیح ہو کہ عربی اچھی طرح نہ سمجھتا ہو تو دیکھا جائے کہ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ وقف نامہ اُس کو فارسی میں پڑھ کر سُنایا گیا اور اُس نے جو کچھ اُس میں ہے سب کا اقرار کیا تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے ایسی گواہی نہ دی تو اُس کا قول قبول ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ فقط وقف کی تحریر کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب صکوک یعنی تحریرات کے ساتھ عام ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں مذکور ہے کہ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت سے اُس کے پڑوسیوں نے کہا کہ تو یہ دار وقف کر دے بدیں شرط کہ جب تجھے اُس کے فروخت کی حاجت پیش آئے تب تو اُس کو فروخت[1] کر دے پھر لکھنے والوں نے وقف نامہ بغیر اُس شرط کے تحریر کر کے عورت مذکورہ سے کہا کہ ہم نے یہ کام کر دیا اور عورت نے اُس پر گواہ کرا دیئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ وقف نامہ اُس عورت کو فارسی میں پڑھ کر سُنایا گیا اور وہ سنتی تھی اور اُس نے اُس پر گواہ کرا دیئے تو یہ مکان وقف ہو جائے گا اور اگر عورت مذکورہ کو نہیں پڑھ کر سُنایا گیا تو مکان مذکور وقف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ جو حکم دونوں مسئلوں میں ذکر کیا گیا ہے وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بنتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقف نامہ لکھنے کی اجازت دے دی پس کاتب نے اُس کی دو حدیں تو ٹھیک لکھیں اور دو حدوں کے لکھنے میں غلطی کی تو اُس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر وہ دونوں حدیں جن کے لکھنے میں کاتب غلطی کر گیا ہے اسی جانب میں ہوں لیکن ان دونوں حدوں اور اُس زمین محدود کے درمیان میں کسی غیر کی زمین یا باغ انگور یا مکان ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اگر یہ دونوں حدیں جن میں غلطی کی ہے اُس جانب میں نہ پائی جاتی ہوں تو وقف باطل ہے لیکن اگر یہ زمین ایسی مشہور ہے کہ بوجہ اپنی شہرت کے حدود بیان کرنے کی محتاج نہ ہو تو ایسی حالت میں وقف مذکور جائز ہوگا یہ وجیز میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی تمام اراضی جو کسی گاؤں میں واقع ہے کسی قوم پر وقف کرنی چاہی اور اپنے مرض کی حالت میں اُس کا وقف نامہ لکھنے کا حکم دیا پس کاتب اُس تمام اراضی میں سے کھیت یا باغ انگور کے بعض قطعات لکھنا بھول گیا پھر یہ وقف نامہ اُس وقف کرنے والے کو پڑھ کر سُنایا گیا اُس میں یہ لکھا تھا کہ فلاں بن فلاں نے اپنی تمام اراضی جو اُس گاؤں میں واقع ہے اور وہ کذا وکذا قطعات ہیں فلاں بن فلاں پر وقف کی اور اُس میں اُس کے حدود بیان کیے گئے ہیں مگر وہ قطعات جن کو کاتب لکھنا بھول گیا ہے وقف نامہ مذکور پڑھنے کی حالت میں اُس شخص کو نہیں سُنائے گئے پھر وقف کرنے والے نے اُس سب کا اقرار کیا تو شیخ ابو نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر وقف کرنے والے نے اپنی صحت کی حالت میں وقف کیا ہے اور اُس نے یہ خبر دی کہ میری مراد یہ تھی کہ جو کچھ میری ملک اُس گاؤں میں ہے مذکورہ وغیر مذکورہ سب میں نے وقف کی تو یہ وقف تمام اُس ملک پر واقع ہوگا جو اُس نے مراد رکھی ہے اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا مر گیا حالانکہ وہ قبل مرنے کے اپنی نیت کی خبر دے چکا ہے تو جیسے اُس نے بیان کیا ہے اسی طرح وقف ہوگا یہ فتاویٰ

---

[1] یعنی فروخت کر سکتی ہے ۱۲۔

قاضی خان میں ہے۔

اگر متولی و وصی کے واسطے وصایت نامہ تحریر کیا اور اُس تحریر میں اُس کی وصایت و تولیت کی جہت کہ جس کی طرف سے متولی ہے کو ذکر نہیں کیا تو یہ تحریر صحیح نہیں ہے اور اگر یوں تحریر کیا کہ یہ شخص از جانب حاکم وصی ہے یا متولی از جانب حاکم ہے اگر اُس قاضی کو ذکر نہ کیا جس نے اُس کو مقرر کیا تو جائز ہے یہ واقعات حسامیہ وفتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے وقف کے متولی سے زمین وقف کو جو معلوم لوگوں پر وقف ہے اجارہ پر لیا اور اجارہ نامہ میں یوں لکھا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے جو ایسے وقفوں کا[1] متولی ہے جو فلاں کی طرف منسوب ہیں اور اُس نام سے مشہور ہیں اور وقف کرنے والے کے باپ و دادا کا نام نہ لکھا حتیٰ کہ اُس کی شناخت نہ ہوئی یہ تحریر جائز ہے۔ اس واسطے کہ اگر اُس تحریر میں لکھا جاتا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے جو اُس طرح متولی وقف ہے حالانکہ یہ وقف معلوم لوگوں پر ہے اجارہ لیا تو جائز تھا اگرچہ وقف کرنے والے کا نام بالکل ذکر نہ کیا جاتا تو صورت مذکورہ بالا میں بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مثلاً زید کے قبضہ میں ایک زمین ہے (کھیت یا باغ ۱۲) اور ایک شخص مثلاً عمرو (قاضی کے پاس ۱۲) آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین وقف ہے اور ایک تحریر لایا جس میں عادل لوگوں و قاضیوں کی تحریریں ہیں مگر یہ لوگ مر چکے ہیں پھر اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے تو قاضی کو روا نہیں ہے کہ اُس تحریر کا حکم قضا جاری کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح اگر کسی مکان کے دروازہ پر ایک لوح جڑی ہو جس پر اُس مکان کا وقف ہونا تحریر ہے تو بھی قاضی اُس لوح کے موافق اُس کے وقف ہونے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ گواہان عادل اُس کے وقف ہونے کی گواہی نہ دیں کذا فی المحیط۔

باب ہشتم:

اقرار وقف کے بیان میں

جس شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہے اگر اُس نے اقرار کیا کہ یہ وقف ہے تو یہ وقف کا اقرار ہے اور ابتدائی وقف نہیں ہے حتیٰ کہ وقف کے واسطے جو شرائط ہیں وہ اُس میں مشروط نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کے وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُس کے وقف کرنے والے کو بیان نہ کیا اور نہ اُس کے مستحقوں کو بیان کیا تو اُس کا اقرار صحیح ہے اور یہ زمین فقیروں پر وقف ہو جائے گی اور میں یہ حکم نہ دوں گا کہ یہ اقرار کرنے والا ہی اُس کا وقف کرنے والا ہے اور نہ یہ حکم دوں گا کہ یہ وقف کرنے والا نہیں ہے لیکن اگر گواہ لوگ یہ گواہی دیں کہ اُس اقرار کرنے والے نے جس وقت اقرار کیا ہے اُس وقت یہ زمین اُس کی ملک تھی تو اقرار کرنے والا ہی اُس کا وقف کنندہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی وفتاویٰ قاضی خان میں ہے اور استحساناً اُس کا متولی بھی اقرار کرنے والا قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اُس کی آمدنی و حاصلات کو وہ فقیروں پر تقسیم کرے گا لیکن اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے کو اُس کا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ اُس مسئلہ میں یہ اعتراض کے قابل بات باقی رہی کہ ایسی گواہی کیونکر قبول ہوگئی تو کتاب میں اُس کا جواب یوں ذکر کیا کہ ایسی گواہی قبول ہونے کی تاویل اُس صورت سے ہے کہ اُس اقرار کرنے والے کے سوائے ایک دوسرے شخص نے آکر دعویٰ کیا کہ میں اُس کا وقف کرنے والا ہوں اور چاہا کہ اقرار کرنے والے کے قبضہ سے اپنے قبضہ میں لے لے پس اقرار کرنے والے نے اُس طرح گواہ قائم کیے کہ اُس کا وقف کرنے والا یہی اقرار کرنے والا ہے پس گواہی قبول ہوگی اور مدعی کی خصومت دفع کی جائے گی

---

[1] مثلاً زید کے وقفوں کا متولی ہے ۱۲۔

اور اقرار کرنے والے کے واسطے اُس وقف کی ایسی ولایت ثابت ہوگی جس پر عزل وارد نہیں ہو سکتا ہے یعنی وہ معزول نہ ہو سکے گا اور اگر اُس اقرار کنندہ نے ایسے اقرار کے بعد یوں اقرار کیا کہ اُس کا وقف کرنے والا فلاں شخص ہے تو اُس کی طرف سے یہ اقرار قبول نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ اُس کا وقف کرنے والا میں ہوں تو اُس کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وقف کا اقرار کیا اور وقف کرنے والے کو بیان کیا مگر اُس وقف کے مستحقوں کو بیان نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ اراضی میرے باپ کی طرف سے صدقہ موقوفہ ہے اور اُس کا باپ مر چکا ہے تو یہ حکم ہے کہ اگر اُس کے باپ پر قرضہ ہو تو یہ زمین اُس قرضہ میں فروخت کی جائے گی اور اگر اُس کے باپ نے کچھ وصیت کی ہو اُس کی تہائی سے اُس کی وصیت پوری کی جائے گی پھر جو کچھ ان دونوں سے بچ رہے وہ فقیروں میں تقسیم ہوگی بشرطیکہ اُس کرنے والے کے ساتھ کوئی دوسرا وارث مقر نہ ہو اور اگر اُس کے ساتھ دوسرا وارث بھی اقرار کرتا ہو تو جائز ہے کذا فی محیط السرخسی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اقرار کرنے والے نے اپنے واسطے اُس کے متولی[۱] ہونے کا دعویٰ نہ کیا تو ولایت اُس کے واسطے نہ ہوگی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اُس وقف کا متولی کرے اور اگر اُس نے اپنے واسطے اُس کے متولی ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس کا امر صلاحیت پر محمول کر کے استحساناً اُس کا قول قبول ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اُس اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا وارث ہو جو اس وقف سے انکار کرتا ہو تو اُس اراضی میں سے انکار کنندہ کا حصہ انکار کنندہ کا ہوگا کہ وہ اپنے حصہ پر جس طرح چاہے تصرف کرے اور اُس میں سے اقرار کنندہ کا حصہ موافق اُس کے اقرار کے وقف ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ یہ اراضی میرے دادا کی طرف سے وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے قال المترجم عربی زبان میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ اُس نے یوں کہا کہ **هذه الارض صدقة موقوفة من ابی اومن جدی** اور اگر اُس نے بجائے لفظ من کے عن کہا یعنی یوں کہا کہ **هذه الارض صدقته موقوفة عن ابی** یعنی یہ اراضی میرے باپ سے متجاوز ہو کر وقف ہے تو اُس کا یہ قول اپنے باپ کے واسطے اُس کی ملک کا اقرار نہ ہوگا اور وقف جائز نہ ہوگا خواہ اُس کے باپ پر قرضہ ہو یا نہ ہو خواہ اُس کے باپ نے کچھ وصیت کی ہو یا نہیں اور خواہ اُس کے ساتھ دوسرا وارث مقر رہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہے۔

گواہ ایک ہی ہے اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اُس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثوں پر ہوگا ☆

یہ شخص اقرار کنندہ یا کوئی دوسرا اُس کا وقف کرنے والا اقرار نہیں دیا جائے گا مگر اُس کی ولایت[۲] استحساناً اُس مقر کے واسطے ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اقرار کنندہ نے وقف کو کسی شخص اجنبی[(1)] کی طرف منسوب کیا پس اگر شخص معروف کو ذکر کیا اور اُس کو بعینہ بیان کیا اور اضافت بھی ایسے حروف کے ساتھ بیان کی جو ملک پر دلالت کرے مثلاً عربی زبان میں حرف من سے بیان کی تو دیکھا جائے کہ اگر یہ شخص معین معروف زندہ موجود ہے اور وہ حاضر ہے تو اُس کی طرف رجوع کر کے دریافت کیا جائے گا کیونکہ اقرار کرنے والے نے اُس کے ملک ہونے کا اقرار کیا اور اُس پر وقف کرنے کی گواہی دی پس اگر شخص مذکور نے ان دونوں باتوں میں اقرار کنندہ کی تصدیق کی تو یہ سب اُن دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائے گا اور اگر شخص مذکور نے اقرار ملک میں اُس کی تصدیق کی اور وقف کرنے میں اُس کی تکذیب کی تو ملک ان دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائے گی اور وقف اُس وجہ سے ثابت نہ ہوگا کہ گواہ ایک ہی ہے اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اُس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثوں پر ہوگا جیسے ہم نے شخص مذکور کے زندہ ہونے کی صورت میں

---

۱ اہل ولایت و صاحب اختیار ۱۲۔ ۲ یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی مدعی ملک پیدا ہو اور ثابت کرے تو اس کی ملک ثابت ہوگی اور وقف ثابت نہ ہوگا مگر مدت بحق قبضہ یہ شخص اس کا متولی رہے گا محض ملک کا قابض بوجہ اقرار کے نہ رہے گا فتامل ۱۲۔

(۱) مثلاً زید نے اس کو وقف کیا ہے ۱۲۔

بیان کیا ہے یعنی سب وارث تصدیق وتکذیب میں متفق ہوں حتیٰ کہ بمنزلۂ ایک شخص کے ہو جائیں اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بعض وارثوں نے ملک اور وقف کرنے دونوں باتوں میں اُس کی تصدیق کی اور بعضوں نے ملک میں تصدیق اور وقف کرنے میں تکذیب کی تو تصدیق کرنے والے کا حصہ وقف ہوگا اور تکذیب کرنے والے وارث (یا وارثوں ۱۲) کا حصہ اُس کی ملک ہوگا کہ اُس میں جس طرح چاہے تصرف کرے کہ کذا فی المحیط پھر اگر سب وارثوں نے اُس کی تصدیق کی تو وقف مذکور کی ولایت اُس اقرار کنندہ کے واسطے ہوگی اور اگر بعض نے تصدیق اور بعض نے تکذیب کی تو قیاساً اُس کے واسطے ولایت ثابت نہ ہوگی اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی طرح اگر وقف میں سب وارثوں نے اُس کی تصدیق کی مگر اُس وقف کی ولایت اُس مقر کے واسطے ہونے سے بعض وارثوں نے انکار کیا تو قیاساً اُس کے لیے ولایت ثابت نہ ہوگی کذا فی الظہیر یہ مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر انکار کرنے والے وارثوں پر وہ گواہ یہ گواہی دیں کہ یہ اقرار کرنے والا اُس کا متولی ہے تو اُس کے واسطے ولایت ثابت ہوگی اور دو وارثوں[1] کی گواہی اُس باب میں مقبول ہے کذا فی المحیط اور اگر مقر مذکور نے اجنبی کی طرف ایسے حرف سے اضافت کی جو ملک پر یقیناً دلالت نہیں کرتا ہے مثلاً عربی میں حرف[2] عن سے اضافت کی تو مقر کا قول اُس اجنبی کے واسطے ملک ہی کا اقرار نہیں ہے (تو وقف کہاں ثابت ہوگا ۱۲) کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر اُس نے شخص اجنبی مذکور کو بطور معین[(1)] بیان نہ کیا خواہ اضافت ایسے حرف سے کی جو ملک پر دال ہے یا اور حرف سے کی مثلاً عربی میں کہا کہ هذه الارض صدقة موقوفة من محمد او عن محمد تو اراضی (نظر بحال ظاہر ۱۲) مذکور وقف ہو جائے گی کذا فی الظہیر یہ پھر اگر اُس کے بعد اُس نے کسی شخص کو بطور معین بیان کیا تو جب کہ اُس نے اقرار اوّل سے جدا کر کے بیان کیا اور پہلے اقرار میں اُس اجنبی کی طرف اضافت ایسے حرف سے تھی جو ملک پر دال ہے مثلاً عربی میں بحرف من تھی تو اب اُس کے دوسرے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر اوّل اقرار میں اضافت بحرف عن تھی یعنی ایسے حرف سے جو ملک پر قطعی دال نہیں ہے تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس نے (اقرار کنندہ نے ۱۲) وقف کرنے والے اور مستحق وقف دونوں کو بیان کیا تو اُس کا حکم یہ ہے کہ وقف کنندہ کی طرف تصدیق کے واسطے رجوع کیا جائے اگر وہ زندہ ہو یا اُس کے وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے اگر وہ مر گیا ہو پس اگر وقف کنندہ نے یا اُس کے وارثوں نے اُس کے وقف ہونے اور وقف کی شرطوں میں سے اُس مقر کی تصدیق کی تو اُس کے اقرار کے موافق وقف ہوگا یعنی اُس کے وقف ہونے کا اور انہی شرطوں واستحقاق پر وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر وقف کنندہ نے یا اُس کے وارثوں نے اُس کے اقرار کی تکذیب کی تو نہ وقف ثابت ہوگا اور نہ شرطیں یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُس کے وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا اور جو لوگ اُس وقف کے مستحق ہیں ان کو بیان کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ اراضی[3] میرے نفس اور میری اولاد اور میری نسل پر وقف ہے تو اُس کا اقرار قبول کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اُس وقف کی ولایت اسی مقر کے واسطے استحساناً ہوگی اگرچہ قیاساً نہ ہوگی پھر اگر کسی دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی مجھ پر وقف ہے اور پہلے اقرار کرنے والے نے اُس کی تصدیق کی تو وہ فقط اپنے حصہ میں تصدیق کیا جائے گا[4] اور اپنی اولاد و اپنی نسل کے حصہ میں تصدیق نہ کیا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔

---

[1] اگر دو وارثوں نے سن کر وارثوں پر گواہی دی کہ متولی اس وقت کا یہ مقر ہے تو مقبول ہے ۱۲۔ [2] یوں کہا کہ ہذا الارض صدقۃ موقوفۃ عن زید اور اوّل صورت میں من زید کہا تھا ۱۲۔ [3] جو اس کے قبضہ میں ہے اور یہ میرا اشارہ یادگار ہے فاحفظ ۱۲۔ [4] خالی اس اقرار کے ساتھ دوسرے کو اس مقر کے حصہ میں سے حصہ رسد ملے گا اور یہ نہ ہوگا کہ اس کی اولاد و نسل سب کے ساتھ وہ مساوی حصہ رسد شریک کیا جائے ۱۲۔

(۲) باپ دادا کا نام نہ لیا ۱۲۔

اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اُس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کر دیا پھر اُس کے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً واستحساناً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا ☆

اگر کسی شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اراضی قوم معلوم پر جن کو اُس نے بیان کر دیا وقف ہے پھر اُس کے بعد اُس نے اقرار کیا کہ یہ اراضی دوسروں پر وقف ہے یعنی جن کو بیان کیا تھا وہ نہیں بلکہ اوروں پر وقف ہے یا جن کو پہلے بیان کیا تھا اُن میں کچھ اور لوگ بڑھا دیے یا ان میں سے کچھ لوگ کم کر دیے تو اُس کے دوسرے اقرار کی طرف التفات نہ کیا جائے گا بلکہ اُس کے پہلے اقرار پر عمل درآمد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اُس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کر دیا پھر اُس کے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً واستحساناً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور حاصلات وقف اسی جہت پر صرف ہوتی رہے گی جس کو اُس نے پہلے بیان کیا تھا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت بیان کیا کہ یہ وقف ہے اور اتنا کہہ کر خاموش ہو رہا پھر کہا کہ یہ زمین فلاں وفلاں پر وقف ہے یعنی عدد معلوم کا نام لیا تو قیاساً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور استحساناً قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ فلاں شخص معین پر ہے پھر اُس کے بعد جدا کر کے کہا کہ پہلے فلاں شخص معین سے شروع کیا جائے گا تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر دوسرا قول اُس نے پہلے قول سے ملا ہوا کہا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا قول بھی قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ فلاں قاضی نے مجھے اُس زمین کا متولی کیا ہے اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو قیاساً اُس کا متولی ہونے کا قول قبول نہ ہوگا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جس قاضی کے حضور میں یہ اقرار ہے وہ قاضی ایک زمانہ تک انتظار کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک سوائے اُس کے جو اُس نے اقرار کیا ہے کچھ اور ظاہر نہ ہو تو جس طور پر اُس نے اقرار کیا ہے اسی طور پر اُس کا اقرار جائز کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اُس نے اقرار کیا کہ قاضی نے اُس زمین پر میرے والد کو متولی کر دیا تھا پھر میرے والد نے وفات پائی اور مجھے اُس کا وصی مقرر کیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ اُن بیٹوں پر ہے تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے یوں اقرار کیا کہ یہ اراضی میرے والد کے قبضہ میں تھی یا کہا کہ یہ اراضی فلاں شخص کے قبضہ میں تھی پھر اُس نے مجھے وصی مقرر کر دیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین فلاں شخص کے قبضہ میں تھی اور اُس نے مجھے اُس کا وصی مقرر کر دیا ہے تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اُس کو حکم دیا جائے گا کہ اُس زمین کو فلاں مذکور[1] کے وارث کو سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص غیر کی زمین کو کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے پھر خود اُس کا مالک ہو گیا تو وقف ہو جائے گی یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے ایک زمین ایک شخص کے وارثوں کے قبضہ میں ہے جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اُس کو وقف کیا ہے مگر ہر ایک وارث نے جہت وقف مختلف بیان کی یعنی جو ایک نے بیان کی ہے دوسرے نے اُس کی غیر جہت بیان کی تو قاضی ان سب کا اقرار قبول کرے گا اور ہر ایک کے حصہ کی حاصلات کو اسی جہت میں صرف کرے گا جو اُس نے بیان کی ہے اور اُس وقف کے متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی کو ہوگا کہ جس شخص کو چاہے اُس کا متولی مقرر کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے پھر اگر ان وارثوں میں کوئی شخص صغیر ہو یا غائب ہو تو قاضی حصہ صغیر کو روک رکھے گا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو اور حصہ غائب کو بھی روک رکھے گا یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اور اگر وارثوں میں سے بعض نے اقرار کیا کہ ہمارے والد نے ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے اور بعضوں نے اُس سے انکار کیا تو جنہوں نے وقف کا اقرار کیا ہے اُن

---

[1] جس کے قبضہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے ۱۲۔

کا حصہ اسی جہت پر وقف ہوگا جو انہوں نے انکار کیا ہے اور جنہوں نے انکار کیا ہے ان کا حصہ ان کی ملک ہوگا مگر اقرار کرنے والوں کے حصہ کی آمدنی میں انکار[1] کرنے والے داخل نہ ہوں گے پھر اگر انکار کرنے والوں نے اپنے حصوں میں سے کچھ فروخت کر دیا پھر اقرار کرنے والوں کی تصدیق کی طرف رجوع کیا یعنی اقرار کرنے والوں کے قول کی تصدیق کی تو جس قدر ملک ان کے قبضہ میں باقی ہے اسی قدر کے حق میں ان کی تصدیق کی جائے گی اور جس قدر انہوں نے فروخت کر دی ہے اُس کے حق میں تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر خریدنے والا ان کے قول کی تصدیق کرے تو جس قدر فروخت کیا ہے وہ بھی وقف میں شامل[2] ہوگا اور اگر مشتری نے ان کے قول کی تکذیب کی تو فروخت کرنے والے اُس قدر ملک کی قیمت جس قدر انہوں نے فروخت کی ہے تاوان داخل کریں گے اور اُس قیمت سے دوسری زمین خرید کی جائے گی جو باقی ماندہ زمین کے ساتھ اسی جہت پر وقف ہوگی جو انہوں نے اقرار کی ہے **(قال المترجم ثم اعلم ان العبارة التي وجدت في النسخة بعد ذلك وهي ماتتلوه غير مربوط فكانها مصحفة فانظر المقدمة)** اس لیے کہ ان باقیوں نے یہ اقرار کیا ہے اور اُس بیچنے والے نے ان کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جو غلہ پہلے حاصل ہو چکا ہے وہ اُس قیمت کا تعاص نہ ہوگا جو اُس پر لازم آئی یہ حاوی میں ہے۔

کتاب الوقف میں مذکورہ ایک مسئلہ اور اس کی مختلف توجیہات ☆

امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان کیا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ زید بن عبداللہ اور اُس کی اولاد اور اُس کی نسل کی اولاد اور اُس کے عقب پر ہے جب تک ان کی نسل رہے پھر ان کے بعد مسکینوں پر ہے پھر زید بن عبداللہ نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ وقف مجھ پر اور میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور عمرو پر[3] قرار دیا ہے تو زید کے قول کی تصدیق فقط اُس کی ذات پر ہوگی اور اُس کے سوائے دوسرے (اولاد وغیرہ) پر نہ ہوگی پس غلہ تقسیم ہونے کے وقت دیکھا جائے گا کہ کون موجود ہے پس زید اور اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد واُس کی نسل میں سے جو لوگ موجود ہوں اُن پر غلہ تقسیم کر دیا جائے گا پھر جو کچھ زید کے حصہ میں پڑا ہے عمرو اُس کے ساتھ داخل کر دیا جائے گا پس زید کا حصہ زید و عمرو کے درمیان تقسیم ہوگا اور جب تک زید زندہ رہے گا یوں ہی ہوتا رہے گا پھر جب زید مر جائے تو اُس کا اقرار باطل ہو جائے گا اور پھر عمرو کے واسطے اُس صدقہ میں کوئی حق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر وقف کرنے والے نے یہ صدقہ زید پر اور بعد زید کے مساکین پر وقف کیا پھر زید نے عمرو کے واسطے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے شرکت کا اقرار کیا تو بھی جب تک زید زندہ ہے عمرو کو اختیار ہوگا کہ وقف مذکور کے غلہ میں زید کے ساتھ شرکت کرے پھر جب زید مر جائے گا تو پورا غلہ مسکینوں کا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دو پسر چھوڑ کر مر گیا جن میں سے ایک کے پاس ایک زمین ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرے باپ کی طرف سے مجھ پر وقف ہے اور دوسرا بیٹا کہتا ہے کہ ہمارے باپ کی طرف سے ہم دونوں پر وقف ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور یہ زمین ان دونوں پر وقف رہے گی یہی مختار ہے یہ مضمرات میں ہے۔ امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان کیا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین یا دار ہے اُس پر دوسرے شخص نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اور جس شخص کے قبضہ میں ہے وہ کہتا ہے کہ یہ وقف ہے اُس کو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مسکینوں پر وقف کیا ہے اور میرے قبضہ میں دے دی ہے تو قاضی اُس زمین کو اسی جہت پر وقف قرار دے گا جو اُس نے اقرار کی ہے لیکن اُس حکم سے مدعا علیہ کے ذمہ سے

---

[1] اگر چہ شبہ ہوتا تھا کہ اقرار کرنے والوں نے کہا تھا کہ ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے تو اولاد و نسل میں انکار کرنے والے بھی داخل ہیں اس کو دفع کر دیا کہ ایسا نہ ہوگا اس لئے کہ جب انہوں نے انکار کیا تو اصل وقف ہی سے انکار کیا پھر کس وقف میں داخل ہوں گے ۱۲۔ [2] یہ لوگ مشتری کو اُس کا روپیہ واپس دے دیں گے ۱۲۔ [3] ایک اجنبی شخص کو داخل کیا ۱۲۔

خصومت مندفع نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس مدعا علیہ سے قسم لی جائے کہ یہ زمین میری نہیں ہے تو قاضی اُس سے قسم لے گا کہ یہ زمین اُس مدعی کی ملک نہیں ہے پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا یا مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو قاضی اُس مدعا علیہ کو اُس زمین کی قیمت کا ضامن قرار دے گا اور اُس کے وقف ہونے کا جو حکم دے دیا ہے اُس کو باطل نہ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کئے کہ یہ زمین اسی مدعی کی ہے تو مدعی کی ملک ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور وقف کا اقرار باطل ہو جائے گا اور اگر اقرار کیا کہ فلاں شخص معروف نے اُس کو وقف کیا ہے اور یہ شخص حاضر ہوا اور اُس نے وقف کرنے کا اقرار کیا تو وہ مدعی کا خصم قرار پائے گا اور اگر قابض نے ایک قوم کو بیان کیا کہ یہ اراضی ان پر وقف ہے تو وہ سب مدعی کے خصم ہوں گے پس اگر قوم مذکور نے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اراضی اسی کی ملک ہے تو اقرار مذکور غلہ کے حق میں ان کی نفس ذات[1] پر قبول ہوگا پھر جب یہ لوگ مر جائیں گے تو غلہ مذکور مسکینوں کا ہوگا مدعی کا نہ ہوگا اور اگر زمین مذکورہ کسی قیم کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو وہ مدعی کا خصم ہوگا کہ مدعی کے گواہ اُس کے مقابلہ میں سنے جائیں گے اور قیم سے قسم نہ لی جائے گی اُس واسطے کہ قیم کا اقرار کر دینا صحیح نہیں ہے اور قاضی کے امین کا بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر قابض نے جس کے قبضہ میں دار ہے (یا زمین ۱۲) اُس اقرار کے بعد کہ یہ فلاں وفلاں وان کی اولاد پر اور ان کے بعد مساکین پر وقف ہے یوں اقرار کر دیا کہ یہ دار اُس مدعی کی ملک ہے پھر یہ سب مسلمان حاضر ہوئے اور انہوں کے قابض کے اُس اقرار کی کہ یہ دار اُس مدعی کا ہے تکذیب کی اور کہا کہ یہ دار ہم لوگوں پر وقف ہے تو یہ لوگ دعویٰ مدعی کے باب میں مدعی کے خصوم ہوں گے پس اگر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کا ہے تو مدعی کے واسطے اُس دار کے مالک ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور جس کے قبضہ میں دار مذکور تھا اُس کا یہ اقرار کہ یہ وقف ہے باطل ہوگا اور اگر مدعی مذکور کے پاس اُس کے دعویٰ کے گواہ نہ ہوں اور اُس نے قسم چاہی تو ان لوگوں سے قسم لے سکتا ہے پس اگر ان لوگوں نے اقرار کر دیا کہ یہ دار اسی مدعی کا ہے یا قسم کھانے سے انکار کیا تو ان لوگوں کا اقرار ان کی ذات پر جائز ہوگا اور ان کا اقرار ان کی اولاد و اولاد کی اولاد و مسکینوں پر جائز نہ ہوگا اور اسی طرح ان کا اقرار اجنبی شخص پر بھی اُس باب میں جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی صحت میں اپنی زمین فقیروں پر وقف کر دی پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور وارثوں نے اُس کا اقرار کر دیا تو اُس سے وقف مذکور باطل نہ ہوگا ☆

ایک شخص نے وقف صحیح کا اقرار کیا اور اپنے قبضہ سے خارج کر دینے کا اقرار کیا حالانکہ اُس کا وارث جانتا ہے کہ اُس نے اپنے قبضہ سے خارج نہیں کیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُس کا اقرار اُس کی نفس پر جائز ہے لیکن اُس کے وارثوں کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس وقف کو لے لیں اور محکمہ قضا میں وارثوں کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی صحت میں اپنی زمین فقیروں پر وقف کر دی پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور وارثوں نے اُس کا اقرار کر دیا تو اُس سے وقف مذکور باطل نہ ہوگا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں وارث لوگ ترکہ میت سے اُس زمین کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور فقیہہ نے فرمایا کہ ضمان واجب ہونا سب اماموں کے نزدیک بلا خلاف ہے اور یہی ٹھیک ہے اور اگر وارثوں نے اُس سے انکار کیا اور مدعی نے ان کی قسم طلب کی پس اگر مدعی کی غرض یہ ہے کہ اُس زمین کو لے لوں تو وارثوں پر قسم نہیں آتی ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ اگر یہ لوگ قسم سے انکار کریں تو ترکہ

(۱) قوم کے لوگوں کے نفوس ۱۲۔

میت سے اُس کی قیمت ضمان لوں تو اُس کو ایسا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اُس نے اقرار کیا کہ یہ دار وقف ہے جس کو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ابواب خیر اور مسکینوں پر وقف کیا ہے اور مجھے سپرد کیا ہے اور مجھے اُس پر قیم[1] کر دیا ہے پھر ایک شخص آیا اور قابض کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے ہی اس دار کو ان وجوہ و سبیل پر وقف کیا اور اس قابض کو سپرد کر دیا اور اس کو اس کی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا ہے اور چاہا کہ قابض کے قبضہ سے نکال لے تو دیکھا جائے گا کہ جس کے قبضہ میں ہے اگر اُس نے اس کی تصدیق کی کہ اسی نے اُس کو وقف کیا ہے تو مدعی مذکور کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اُس کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے قال المترجم اور ایک نسخہ میں اس کے آگے یوں لکھا ہے کہ اگر اس آنے والے مدعی نے کہا کہ میں اس زمین کا مالک ہوں اور میں نے اس کو وقف نہیں کیا ہے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مدعی مذکور نے کہا کہ میں نے یہ دار وز مین اس قابض کے پاس ودیعت رکھی ہے اور قابض کہتا ہے کہ یہ اسی کی تھی مگر اُس نے اس کو ان وجوہ مذکورۂ بالا پر وقف کر دیا ہے تو قاضی اس قابض کے اس قول کو کہ یہ دار وز مین اسی مدعی کی تھی قبول نہ فرمائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک زمین ایک شخص کے قبضہ میں ہے پس دو گواہوں نے اس قابض کے اس اقرار کی گواہی دی کہ یہ زمین زید بن عمرو و اس کی نسل پر وقف ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے اقرار کیا کہ یہ بکر بن خالد پر وقف ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر یہ دریافت ہو جائے کہ دونوں اقراروں میں سے کون پہلے واقع ہوا تو پیدا جائز ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا اور اگر یہ دریافت نہ ہو کہ کون اقرار ان دونوں میں سے اوّل واقع ہوا تو ان دونوں اقراروں کے واسطے حکم دیا جائے گا یعنی یہ حکم دیا جائے گا کہ دونوں فریق پر وقف ہے اور اُس کا غلہ دونوں فریق کے درمیان نصف نصف[2] ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک ذمی کے قبضہ میں ایک زمین ہے اُس نے اقرار کیا کہ ایک مسلمان نے اس کو مسکینوں پر یا جہاد پر یا حج پر وقف کیا ہے یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں تو ذمی مذکور کا اقرار جائز ہوگا اور اس کی حاصلات انہی وجوہ پر جو اس نے بیان کی ہیں جاری رکھی جائیں گی اور اگر اس نے کہا کہ مسلمان نے اس کو راہ بیع پر وقف کیا ہے یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں پاتے ہیں تو ذمی مذکور کا اقرار باطل ہوگا اور زمین مذکور اس کے قبضہ سے نکال کر مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی جائے گی یہ حاوی میں ہے۔

باب نہم:

وقف کو غصب کر لینے کے بیان میں

ایک شخص نے زمین یا دار کو وقف کیا اور اُس کو ایک شخص کے سپرد کیا اور اس کو اس کی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا پھر جس شخص کو سپرد کی تھی وہ اُس سے انکار کر گیا تو وہ غاصب ہوا کہ زمین اُس کے قبضہ سے نکال لی جائے گی اور اس مقدمہ میں خصم وہی وقف کرنے والا ہوگا اور اگر وقف کرنے والا مر گیا ہو اور اس وقف کے مستحق لوگ آئے کہ اُنہوں نے اپنا استحقاق طلب کیا تو قاضی اس مقدمہ میں ایسے شخص کو مقرر کر دے گا جو خصم ہوئے پس اگر غاصب کے پاس اس وقفی چیز میں نقصان آ گیا تو اس کے انکار کر جانے کے بعد جو نقصان اس میں آیا ہے غاصب اُس کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اس میں سے منہدم ہوا ہے اس مال سے اُس کی تعمیر کرائی جائے گی اور اگر غصب کنندہ نے وقف کرنے والے سے غصب کی ہو نہ اس شخص سے جو اس پر متولی ہے تو غاصب پر واجب ہوگا کہ وقف کرنے والے

---

[1] اُس کی نگرانی اور محافظت رکھوں ١٢۔ [2] قال المترجم پھر جب دونوں میں سے کوئی فریق معدوم ہو جائے تو اس کا حصہ مسکینوں کا ہوگا ١٢۔

کو واپس دے دے اور جب غاصب نے انکار کیا اور قاضی کے پاس اس کا غصب کرنا ثابت ہو گیا تو قاضی اس کو محبوس رکھے گا یہاں تک کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کر دے اور اگر وقف میں کوئی نقصان آ گیا ہو تو نقصان کا ضامن ہو گا اور یہ مال ضمان اس وقف کی مرمت اور شکستہ و ریختہ کی تعمیر میں صرف کیا جائے گا اور جو لوگ اس وقف کی حاصلات کے مستحق ہیں اُن میں تقسیم نہ ہو گا یہ حاوی میں ہے۔

اگر غاصب نے وقف کی چیز میں اپنی طرف سے بڑھایا ہو تو دیکھا جائے کہ اگر یہ زیادتی مال متقوم[1] نہ ہو مثلاً غاصب نے اس زمین میں ہل چلایا یا[2] یا نہر کھودی ہے یا اس زمین میں کھاد ڈالی ہے اور کھاد اس کی مٹی میں مل کر بمنزلہ مستہلک کے ہو گئی تو اس وقف کا قیم اُس سے غاصب سے اس کو مفت واپس لے گا اور زیادتی مذکورہ کے مقابلہ میں کچھ نہ دے گا اور اگر زیادتی مذکورہ مال متقوم ہو مثلاً درخت لگایا ہے یا اس میں عمارت بنائی ہے تو غاصب کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا درخت جڑ سے نکال لے اور عمارت کو توڑ لے اور زمین واپس کر دے بشرطیکہ ایسا کرنے سے زمین وقف کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر اس سے زمین وقف کو نقصان پہنچتا ہو مثلاً درخت جڑ سے کھود ڈالنے سے زمین مذکور خراب ہوئی جاتی ہو یا عمارت توڑ لینے سے دار مذکور کھنڈل ہو جاتا ہو تو غصب کرنے والے کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ عمارت کو توڑے یا درخت کو جڑ سے اُکھاڑ لے پھر اس وقف کا قیم اس عمارت کی ٹوٹی ہوئی کے حساب سے اور اس درخت کاٹے ہوئے کے حساب سے قیمت ادا کرے گا بشرطیکہ اس وقف کی اس قدر آمدنی اس متولی کے پاس ہو جو اس تاوان ادا کرنے کو کافی ہو اور اگر ایسی صورت میں وقف مذکور کی آمدنی کچھ جمع نہ ہو تو وقف مذکور اجارہ پر دے دیا جائے گا پس اس اجرت میں سے یہ تاوان ادا کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مسئلہ مذکورہ میں متولی نے غاصب کے پودوں سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے☆

اگر غاصب نے چاہا کہ وہ آخری درجہ ایسے مقام سے ہر درخت کو کاٹ لے کہ جس سے زمین کو کچھ خرابی نہ پہنچے تو اس کو یہ اختیار ہو گا پھر جس قدر زمین وقفی کے اندر درختوں میں سے دبا رہ گیا ہے قیم اس کی قیمت غاصب کو ضمان دے گا بشرطیکہ اُس کی کچھ قیمت ہوتی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں متولی نے غاصب کے پودوں سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں وقف کے واسطے بھلائی[3] ہو اور یہی حکم عمارت کی صورت میں بھی ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی غاصب نے اراضی وقفی کو در حال یہ کہ اس کی قیمت ہزار درہم تھی غصب کیا پھر دو ہزار درہم اُس کی قیمت ہو جانے کے بعد غاصب مذکور سے اس کو دوسرے غاصب نے غصب کر لیا تو قیم پہلے غاصب کا دامن گیر نہ ہو گا۔ بلکہ دوسرے ہی کا پیچھا پکڑے گا جب کہ دوسرا غاصب تونگر ہو شیخ نے کہا کہ امام کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ دوسرے ہی کا دامن گیر اُس وقت ہو گا کہ جب دوسرے غاصب سے تیسرے نے غصب کر لیا اور اس سے واپس لینا متعذر ہو گیا ہو تو ایسی صورت ہو جانے میں اول و دوم میں سے غاصب دوم ہی کا دامن گیر ہو جب کہ وہ بہ نسبت اوّل کے تونگر ہو۔ پھر فرمایا کہ اور اگر پہلا غاصب بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مال دار ہو تو پہلے ہی کا پیچھا پکڑے اور جب قیم نے دونوں غاصبوں میں سے کسی ایک کا پیچھا پکڑ لیا تو دوسرا غاصب بری[4] ہو گیا اور جب قیم نے دونوں میں سے کسی ایک سے قیمت وصول کر لی تو اس قیمت سے دوسری زمین خرید کر بجائے اراضی اوّل کے وقفی قائم کرے کذا فی الذخیرہ اور اگر قیم نے دونوں میں سے کسی ایک غاصب سے قیمت وصول کر لی پھر اصل زمین اُس کو واپس دی گئی تو وہ بھی قیمت وصول کردہ کو واپس کر دے اور زمین مذکور اپنے حال پر وقفی ہو گی اور ایسی صورت میں غاصب کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اپنی قیمت واپس پانے تک زمین کو روک رکھے کذا فی المحیط پھر اگر قیم نے

---

[1] وہ مال جس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۱۲۔ [2] اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس کو کدال وغیرہ سے گوڑ دیا ہو ۱۲۔ [3] یعنی بہتری ہو تو مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔ [4] قیم کے مواخذہ سے چھوٹ گیا ۱۲۔

غاصب سے قیمت وصول پائی اور وہ اُس کے ہاتھ سے ضائع ہوگئی تو اُس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور ضائع ہونے میں قسم سے قیم ہی کا قول قبول ہوگا کذافی الحاوی اور اگر قیم نے قیمت وصول کر کے ہنوز اُس سے دوسری زمین خریدی نہیں تھی کہ اُس کے پاس سے قیمت ضائع ہوگئی پھر اصل زمین وقفی[1] اس کو واپس دی گئی تو زمین مذکور جیسے وقفی تھی اسی حال پر رہے گی اور قیم نے جو قیمت وصول کر لی تھی اس کو اپنے ذاتی مال سے پھیرنا برداشت کرے پھر استحساناً اس قدر مال کو حاصلات وقف سے واپس لے لیکن یہ نہ ہوگا کہ جن لوگوں پر حاصلات اراضی وقف ہے اس نے ان کے دیگر اموال سے سوائے حاصلات وقف کے واپس لیے بلکہ ان کے اسی مال حاصلات وقف سے واپس لے سکتا ہے کذافی الذخیرہ اور اگر یہ ہوا کہ قیم نے قیمت وصول کر کے اس کے عوض دوسری زمین بجائے وقف اوّل کے خرید لی پھر اُس کو اصل زمین وقفی واپس دی گئی تو وہ بحال خود وقف ہوگی اور دوسری زمین جو خریدی ہے وقف ہونے سے خارج ہو جائے گی پس قیم کو اختیار ہوگا کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے داموں سے وہ قیمت جو وصول کر لی تھی ادا کر دے اور اگر اس میں کمی پڑے تو کمی قیم کے ذاتی مال پر ہوگی اس کو قیاساً و استحساناً دونوں طرح حاصلات وقف سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے وقف کے ساتھ استبدال کر لینا شرط کر دیا ہو یعنی شروط میں لکھ دیا ہو کہ استبدال روا ہے پس قیم نے اس کو فروخت کر کے دام وصول کر لیے پھر یہ دام ضائع ہوگئے پھر پہلا دار[1] اس کو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو قیم اُس کے داموں کو اپنے مال سے ضمان دے پھر زمین[2] وقف جو اس کو پھیر دی گئی ہے تاوان دیے ہوئے داموں کے بدل فروخت کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر وقفی دار اور وقفی زمین کو غصب کر کے دار کی عمارت ڈھائی یا زمین کے درخت کاٹ ڈالے تو قیم کو اختیار شرعی حاصل ہوگا کہ غاصب سے عمارت[3] و ہر قسم کے درختوں کی قیمت خواہ خرما کے ہوں یا اور کسی قسم کے ہوں تاوان لے جب کہ غاصب ان چیزوں کو واپس نہ کر سکے پھر عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے اور درختوں کی بحساب لگے ہوئے کے تاوان لے گا۔ پس اگر قیم نے غاصب سے یہ قیمت تاوان لے لی پھر دار اور زمین اور عمارت کا توڑن اور درختان مذکورہ ظاہر ہوئے یعنی غاصب کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ وہ دار کو مع عمارت کی توڑن کے یا زمین کو مع اشجار مقطوعہ کے واپس کرے تو وہ اس خالی زمین بے عمارت و درخت کو واپس کر دے اور رہا توڑن یا درخت تو وہ اُسی کے ہو چکے ہیں پھر قیم اس خالی زمین کا حصہ قیمت غاصب کو واپس کر دے گا کذافی الذخیرہ والمحیط وفتاویٰ قاضی خان اور اگر غاصب کے قبضہ میں کسی اجنبی نے عمارت دار یا درختان زمین پر تعدی کی جس سے غاصب نے ان چیزوں کی قیمت ڈانڈ بھر لی اور کہا گیا اب وہ مفلس نادار ہے تو قیم کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس اجنبی نے تعدی کی تھی اُس کا دامن گیر ہو اور اگر غاصب نے اس زمین میں زراعت کی تو کھیتی اُسی کی ہوگی اور اُس پر زمین کا نقصان جو کھیتی کرنے سے اُس میں آ گیا ہے واجب ہوگا اور یہ مال لے کر اُس زمین کی تعمیر میں لگا دیا جائے گا کذافی الحاوی۔ اگر زمین وقف میں درختان خرما و دیگر اشجار ہوں جن کی حاصلات کو غاصب نے چند سال تک لیا پھر اُس نے زمین مع درختان مذکور واپس کرنی چاہی تو اُس کے ساتھ اس کی حاصلات کو بھی واپس کرے اگر بعینہ[4] موجود ہو اور اگر اس سے وہ حاصلات تلف ہوگئی ہو تو[5] اس کے مثل واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر غاصب سے جو کچھ حاصلات کے بدلے حاصل کیا

---

[1] اصلی وقف جس کو فروخت کیا ہے ۱۲۔ [2] قولہ زمین وقف اقوال اوّل میں دار سے وضع مسئلہ ظاہر ہوتی ہے اور اس عبارت سے وضع بارض الوقف ظاہر ہے پس تو دار بمعنی بے عمارت میدان ہے کہ اس کو ایک مرتبہ دار سے دوسرے مرتبہ زمین سے تعبیر کیا اور یہ اشارہ ہے کہ وضع مسئلہ خواہ دار سے رکھو یا زمین سے رکھو حکم بلن تفاوت نہیں ہے اور یہی میرے نزدیک اوجہ و اوفق ہے اور یہی خواص عبادات فقہاء میں منجملہ اشارات کے ہے فاحفظ ۱۲۔ [3] قولہ عمارت الخ اقوال یعنی دار مع عمارت اور زمین مع اشجار کے کل قیمت علیحدہ علیحدہ واپس لے گا پس مراد یہ ہے کہ دار کے مسئلہ میں عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے علیحدہ لے سکتا ہے فافہم ۱۲۔ [4] وہی جو حاصل ہوئی ہے خود موجود ہو ۱۲۔ [5] قولہ تلف ہوگئی ہو ظاہر یہ کہ اس نے تلف کی ہو یا خود تلف ہوئی ہو ہر حال میں ضامن ہوگا کیونکہ اصل مضمون ہے لیکن اس میں نظر ہے اور شاید مراد یہ ہو کہ ستہاک ہونا اس کی استہلاک سے ہو واللہ اعلم ۱۲۔

جائے وہ انہی راہوں میں لگا دیا جائے گا جن پر وہ وقف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ غاصب نے زمین وقف کو غصب کیا اس میں درختان خرما و دیگر اشجار ہیں پس اس کے قبضہ میں سے کسی اجنبی نے درختان مذکورہ کھود لیے[1] تو قیم کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ان درختوں کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے تاوان لے یا اسی کو کھودنے والے سے تاوان لے پس اگر قیم نے غاصب سے ضمان لی تو وہ کھود لینے والے سے واپس لے گا اور اگر اُس نے کاٹ کر کھود لینے والے سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قیم نے دونوں میں سے ہنوز کسی سے تاوان نہیں لیا تھا کہ غاصب نے قاطع سے قیمت درختان مقلوعہ تاوان بھر لی پھر قیم نے آکر قطع و قلع کرنے والے سے ضمان لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک وقفی زمین غصب کر لی اور جس کے پاس سے غصب کی ہے اُس نے نالش کی اور گواہ قائم کیے تو بالاجماع اس کے گواہ قبول ہوں گے اور زمین مذکور اس کو واپس دی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اس پر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں ہے پھر جن لوگوں پر وقف تھا اُنہوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کو سپرد کر دیا ہے ☆

اگر وقف کو کسی نے غصب کر لیا تو جن لوگوں پر وقف ہے اُن میں سے کسی کو بدون اجازت قاضی کے خصومت کا حق حاصل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اس پر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں ہے پھر جن لوگوں پر وقف تھا اُنہوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کو سپرد کر دیا ہے[2] اور وہ شخص منکر ہے پس باقیوں نے اُس سے قسم لینی چاہی تو اُن کو یہ حق پہنچتا ہے اور جب اُس شخص نے ان کے دعویٰ سے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور ٹھٹک رہا تو اس پر قیمت وقف مذکور ادا کرنے کا حکم کیا جائے گا اور اسی طرح اگر باقیوں نے اُس پر گواہ قائم کیے تو بھی ثابت ہو جانے پر یہی حکم دیا[3] جائے گا کیونکہ[4] وقفی مکانات و اراضی وغیرہ جواز قسم عقار ہو ان کے غصب کی صورت میں وقف پر نظر کر کے یہی فتویٰ ہے کہ غاصب ضامن ہے جیسے کہ وقف کے منافع غصب کر لینے کی صورت میں بنظر وقف یہی فتویٰ ہے کہ منافع وقف کا غاصب ضامن ہے اور یہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور جب اس غاصب پر قیمت کا حکم دیا گیا تو قیمت اُس سے وصول کر کے اس کے عوض دوسری اراضی خرید کی جائے گی پس وہ بجائے اصل کے وقف رہے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنی زندگی و صحت میں ایک موضع وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکال کر متولی کے قبضہ میں دے دیا پھر اُس پر ایک غاصب مستولی ہو کر وقف مذکور و متولی کے درمیان حائل ہو گیا تو غاصب سے اس کی قیمت لے کر اس سے دوسرا موضع خرید کر اوّل کی شرائط پر وقف کیا جائے گا کیونکہ جب غاصب انکار کر گیا تو وہ چیز گویا مستہلک ہو گئی اور وقفی چیز جب تلف ہو جائے تو اُس کے قائم مقام دوسری بدل لینا واجب ہے جیسے وقف گھوڑا اگر جہاد میں مار ڈالا جائے تو اس کی قیمت سے استبدال کیا جاتا ہے اور یہ حکم بدلیل استحسان ہے جس کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے اپنا کھیت وقف کیا پھر اُسی نے اس میں زراعت کی اور خرچ کیا اور کھیتی نکلی اور بیج اسی کی طرف سے ہیں پس

---

[1] اور غاصب نے اس کا تاوان نہیں لیا ہے ۱۲۔ [2] اس نے غصب کر لیا پس ضامن ہے ۱۲۔ [3] پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ عقار کا وقف صحیح نہیں ہوتا جس طرح کتاب الغصب میں مذکور ہے کیونکہ الخ ۱۲۔ [4] کیونکہ اوّل چونکہ عقار کے غصب مستحق ہونے میں اختلاف ہے بعض ائمہ کے نزدیک عقار میں غصب نہیں ہوتا لہٰذا اس مقام پر تنبیہ کر دی فافہم ۱۲۔

اُس نے کہا کہ میں نے اپنے بیجوں سے اپنے واسطے یہ زراعت کی ہے اور جن پر وقف ہے اُنہوں نے کہا کہ تو نے وقف کے لیے زراعت کی ہے تو اس بارہ میں وقف کرنے والے کاشت کار کا قول قبول ہوگا اور کھیتی اُسی کی ہوگی اور اگر وقف والوں نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کے قبضہ سے نکال لے اُس نے اپنے واسطے زراعت کی ہے حالانکہ اس کو یہ استحقاق نہ تھا تو قاضی اس کے قبضہ سے نہیں نکالے گا لیکن وقف کے لیے زراعت کرنے میں اُس سے تقدیم کردے گا پھر اگر اُس نے کہا کہ وقف کا کچھ مال میرے پاس نہیں اور نہ بیج ہیں تو قاضی اُس سے کہے گا کہ وقف پر قرضہ لے لے اور اس کو بیجوں ومزدوری وغیرہ مصارف زراعت میں خرچ کر کے حاصلات سے لے لینا۔ پھر اگر اُس نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا ہے تو قاضی اہل وقف سے فرمائے گا کہ تم قرضہ حاصل کر کے بیج خریدو اور خرچہ دو پھر حاصلات سے ادا کر دینا پھر اگر اہل الوقف نے کہا کہ ہم کو کھٹکا ہے کہ جب ہم قرضہ لے کر بیج خریدیں اور خرچہ دیں تو جب یہ سب وقف کرنے والے کے پاس پہنچ جائے تو وہ انکار کر جائے لیکن ہم خود اس میں زراعت کریں تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ علی الاطلاق ان کو یہ حکم دے دے کیونکہ جس نے وقف کیا ہے وہی اوّل مستحق اُس کی پرداخت کا ہے لیکن اگر اُس کی ذات پر یہ خوف ہو کہ وقف کو تلف کر ڈالے گا تو اس کو استحقاق میں اوّلیت نہیں ہے اگر وقف کنندہ نے اس میں زراعت کی اور خرچہ اُٹھایا پھر کھیتی کو اولا د پالا وغیرہ ایسی کوئی آفت پہنچی کہ کھیتی جاتی رہی پس وقف کنندہ نے کہا کہ میں نے قرضہ لے کر یہ زراعت جو جاتی رہی ہو وقف کے واسطے بوئی تھی پھر دوسری پیداوار سے حاصلات آئی پس اُس نے چاہا کہ میں اس پیداوار سے وہ قرضہ وضع کرلوں جس کو اس نے تلف شدہ پیداوار کے واسطے قرض کر لینا بیان کیا تھا اور اہل وقف نے کہا کہ اس نے اپنے ہی واسطے کھیتی بوئی تھی تو اس میں وقف کرنے والے کا قول قبول ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ اس پیداوار سے اس قدر قرضہ جس کا دعویٰ کرتا ہے وصول کرلے پھر اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ میں نے ہزار درہم لے کر اُس کے بیجوں ودیگر ضروریات میں خرچ کیے ہیں اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے فقط پانچ سو درہم سب اس کے بیجوں ومزدوری وضروریات میں اُٹھائے ہیں تو فرمایا کہ جس قدر ایسی زمین کی ایسی زراعت میں خرچ ہوتا ہو اُس قدر میں وقف کنندہ کا قول سچا قرار دیا جائے گا اور اگر متولی وقف نے یعنی قیم نے کہا کہ یہ کھیتی میں نے اپنے بیجوں سے واپنے خرچہ سے اپنے لیے بوئی ہے اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے ہمارے واسطے بوئی ہے تو قول اس میں متولی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باب دہم:

مریض کے وقف کرنے کے بیان میں

ایک مریض نے اپنے مرض الموت[1] میں اپنا دار وقف کیا تو یہ جائز ہے جب کہ دار مذکور اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اگر برآمد نہ ہوا لیکن وارثوں نے فعل مریض کی اجازت دے دی تو بھی جائز ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو جس قدر تہائی سے زیادہ ہے اس قدر کا وقف باطل ہو جائے گا اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جس قدر وارثوں نے اجازت دی ہے اس قدر اور بھی تہائی کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور باقی کا وقف باطل ہوگا پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر ہوا حتیٰ کہ دار مذکور اُس کے تہائی ترکہ تمام سے برآمد ہو گیا تو پورا[2] وقف مذکور نافذ کر دیا جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر اس صورت میں قاضی نے سوائے تہائی کے باقی دو تہائی کا وقف باطل کر دیا پھر میت کا ایسا مال ظاہر ہوا کہ اس کی تہائی سے پورا دار مذکور برآمد ہوتا ہے پس اگر

---

[1] مرض الموت وہ بیماری ہے جس سے اس کو صحت نہ ہو اور آخر اسی بیماری میں مرجائے ۱۲۔ [2] قولہ پورا الخ گویا میت کا تہائی اسی ایک چیز ترکہ میں جمع کر دیا گیا ۱۲۔

باقی دو تہائی مذکور وارثوں کے قبضہ میں بعینہ قائم ہو تو پورا دار مذکور وقف ہو جائے گا اور اگر قائم نہ ہو مثلاً بعض وارثوں نے اپنا حصہ فروخت کر دیا ہو تو اس کی بیع نہیں توڑی جائے گی لیکن جس قدر اُس نے فروخت کیا وہ اُس سے لے کر اُس سے دوسری زمین خرید کر کے بجائے اس کے وقف کر دی جائے گی کذا فی محیط السرخسی اور اگر میت کو کوئی مال حاصل ہوا بایں طور کہ وہ عمداً قتل کیا گیا پھر وارثوں نے قاتل سے مال پر صلح کر لی تو بالاتفاق بیع مذکور نہیں توڑی جائے گی اور اگر بعض وارثوں نے بیچا اور بعض نے نہیں تو جس قدر فروخت نہیں ہوا وہ وقف میں عود کرے گا اور جس قدر فروخت ہوا اس کی قیمت لے کر اُس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے گی کذا فی الذخیرہ اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ تھا پس قاضی نے اس کے دار یا زمین وقف کو اس قرضہ میں فروخت کیا پھر میت کا اس قدر مال ظاہر ہوا جس سے میت کا قرضہ ادا ہوتا ہے اور اس کی تہائی سے یہ زمین وقف برآمد ہوتی ہے تو بھی بیع مذکور نہیں توڑی جائے گی لیکن مال میت سے بقدر ثمن وقف مذکور کے نکال کر اُس سے دوسری زمین خرید کر فقیروں پر صدقہ موقوفہ کر دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید مریض نے اپنی زمین کو صدقہ موقوفہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے واسطے اپنی اولاد اور اولاد اولاد اور نسل پر ہمیشہ جب تک تناسل حاصل ہو اور بعد ان کے مساکین پر کر دیا پس اگر یہ زمین اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہو تو وقف ہو جائے گی اور اُس سے غلہ حاصل کر کے اُس کے تمام وارثوں پر بحساب حصہ میراث کے تقسیم کیا جائے گا حتیٰ کہ اُس کی بیوی اور اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور اگر والدین اور اولاد ہوں تو والدین کو چھٹا حصہ دے کر باقی اُس کی اولاد میں لڑکوں کو لڑکیوں سے دو چند کے حساب سے بانٹ دیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اولاد اس کی پشت سے ہو اور اُن میں کوئی اولاد الاولاد نہ ہو اور اگر کچھ اولاد الاولاد ہوں اور باقی مسئلہ یہی واقع ہو تو اولاد کے نفر اور اولاد الاولاد کے نفر شمار کر کے تمام غلہ بعدد نفر تقسیم کیا جائے پھر جس قدر اس کے نطفہ کی اولاد کو پہنچے وہ ان اولاد میں موافق فرائض اللہ تعالیٰ کے بطور مذکور تقسیم ہوگا اور جس قدر اولاد الاولاد کو پہنچے وہ ان میں مساوی تقسیم ہوگا یعنی مرد و عورت کا حصہ یکساں ہوگا۔ پھر جب تمام اولاد صلبی مر گئی تو تمام حاصلات ان کی اولاد الاولاد و نسل پر تقسیم ہوگی پس اُس کی زوجہ یا والدین کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا کذا فی الظہیریہ اور اگر یہ زمین اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد نہ ہوئی پس اگر وارثوں نے وقف کی اجازت دے دی تو وقف جائز ہوا اور غلہ ان سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ ان میں مذکر اولاد کو مؤنث سے کچھ زیادتی سے نہیں دیا جائے گا اور اس غلہ سے زوجہ اور والدین کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر وارثوں نے وقف کی اجازت نہ دی تو تہائی سے وقف جائز ہوگا پس تہائی رقبہ فقیروں کے لیے وقف ہوگا اور غلہ تمام وارثوں میں اللہ تعالیٰ کے فرائض پر تقسیم ہوگا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے شیخ ہلال و قاضی ابوبکر الخصاف و فقیہ ابو بکر الاعمش و فقیہ ابوبکر الاسکاف کا قول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر اپنی زمین کو اپنی قرابت پر وقف کیا پس اگر اس کے قرابت والے اُس کے وارث ہوں تو یہ صورت اور اولاد پر وقف کرنے کی صورت یکساں ہے اور اگر یہ قرابت والے اُس کے وارث نہ ہوں تو اُن پر وقف جائز ہے اور وقف کی راہ سے وہی لوگ حاصلات وقف کے مستحق ہوں گے اور اگر اُس نے اپنے وارثوں میں سے فقط بعض پر وقف کیا تو اس صورت میں اگر سب وارثوں نے اجازت دی تو وقف جائز ہوگا اور اگر نہ اجازت دی تو زمین مذکور فقیروں پر وقف ہو جائے گی مگر تہائی مال ترکہ سے اعتبار کیا جائے گا اور حاصلات اس وقف کی بنا بر قول ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ و اُن کے تابعین کے وارثوں کے لیے بقدر ان کی میراث ہوگی پھر جب وہ وارث مر جائے جس پر وقف ہے تو غلہ اس کا فقیروں کے لیے ہو جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے لیکن وہ وارث جس پر وقف ہے زندہ موجود ہے تو غلہ مذکور تمام وارثوں کا ہوگا اور جو ان میں سے مرا اُس کا حصہ اُس کے وارثوں میں میراث ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میری نسل پر اور آخر اس کا فقراء پر ہے یا اُس نے اُس کی

وصیت کر دی اور یہ زمین اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو اُس کا غلہ درمیان وارث واولاد الاولاد کے ان کے عدد وروٗس پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو غلہ درمیان اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے ان کے اعداد روٗس[1] (یعنی جتنے نفر ہوں ۱۲) پر تقسیم ہوگا پھر جس قدر اولاد الاولاد کے پرتے میں پڑے وہ ان کو مساوی تقسیم ہوگا اور جس قدر وارثوں یعنی اولاد صلبی کے حصہ میں آئے وہ تمام وارثوں میں بحساب میراث تقسیم ہوگا اور اگر بعض اولاد صلبی اور بعض اولاد کی اولاد مر گئی اور بعضے اولاد کی اولاد میں پیدا ہوئے تو جس دن غلہ حاصل ہو اُس دن ان کی تعداد بشمار نفر دیکھی جائے پھر جس قدر اولاد صلبی کے پرتے میں آئے وہ انہی تمام وارثوں پر بحساب میراث تقسیم ہوگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے پھر جس قدر ان میں سے مرنے والوں کے حصہ میں علیحدہ علیحدہ پڑے وہ ہر ایک کے وارثوں کو ملے گا پھر اگر اولاد صلبی سب گذر گئے تو غلہ مذکور اولاد الاولاد و نسل پر تقسیم ہوگا اور باقی وارثوں کے لیے کچھ نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر اپنے مرض الموت میں اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتیں کیں تو اُس کا تہائی مال اُس کے وقف و دیگر وصایا میں تقسیم ہوگا ☆

اگر مریض نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہر اُس شخص پر ہے جو محتاج ہوئے میری اولاد و نسل سے ہر ایک کو اس قدر دیا جائے جو اُس کے نفقہ کو گنجائش دے اور اگر میری ولاد اور نسل میں کوئی فقیر نہ ہو تو پورا غلہ فقیروں کے واسطے ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کی اولاد اور نسل میں فقراء ہوں تو ان کی تعداد پر غلہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر ایک کو اس قدر دیا جائے جو اُس کی ذات و اولاد و بیوی اور خادم کے نفقہ کے لیے بطور معروف کافی ہو یعنی بدون اسراف و تنگی کے روٹی و اُس کے ساتھ کھانے کی چیز و کپڑے کے لیے سالانہ کافی ہو پھر اس حساب سے جس قدر غلہ اُس کے نفقہ کی اولاد کے حصہ میں آئے اُس کو مجموعہ کر کے اُن اولاد صلبی اور باقی تمام وارثوں میں جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے موافق فرائض اللہ تعالیٰ کے تقسیم کر دیا جائے گا پھر اگر فرزند صلبی کے حصہ کفایت میں کچھ دیگر وارثوں کی تقسیم میں لے لیا گیا اور جو باقی رہا وہ اس کو کافی نہیں ہوتا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اولاد الاولاد کے حصہ میں جو کچھ آیا اُس میں سے بقدر کمی کے واپس کر لے اور اگر ان میں تونگر لوگ ہوں تو اُس کی اولاد و نسل میں سے تونگروں کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور جتنے لوگ فقیر ہیں انہی کی تعداد روٗس پر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر اپنے مرض الموت میں اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتیں کیں تو اُس کا تہائی مال اُس کے وقف و دیگر وصایا میں تقسیم ہوگا اس طرح کہ وصیتوں والے اپنی اپنی وصیت کے حساب سے اور واقف والے اس زمین کی قیمت کے حساب سے حصہ دار ٹھہرائے جائیں گے پھر تہائی میں سے جس قدر وصیتوں والوں کے حصہ میں پڑے وہی لے لیں اور جس قدر اہل وصیت کو پہنچے اُس کے حساب سے اس زمین سے حصہ الگ کر کے جن پر وقف کیا ہے وقف کر دیا جائے اور وقف کی تنفیذ مقدم نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وقف مانند عتق و مدبر کرنے کے نہیں ہے یعنی جیسے عتق و تدبیر کو مقدم کر کے پہلے اُنہی دونوں کو نافذ کرنا شروع کیا جاتا ہے پھر اگر کچھ بچتا ہے تو باقی وصیتیں نافذ کی جاتی ہیں ورنہ نہیں تو وقف کا حکم مانند عتق و تدبیر کے تقدم میں نہیں ہے کمافی الحاوی للمقدسی۔ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین ہے اس کا غلہ میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ و اُس کی نسل کو دیا جائے تو یہ غلہ کی وصیت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میری اس زمین کو حبس کر رکھو میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ پر تو یہ بھی غلہ کی وصیت قرار دی جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ میری زمین میری وفات کے بعد فلاں و اُس کی نسل پر وقف ہے فروخت نہ کی جائے تو یہ

[1] قولہ اعداد روٗس یعنی سب نظر شمار کر لئے جائیں جس قدر شمار ہوں اسی قدر مساوی حصہ کر ڈالے جائیں پس فرض کرو کہ وارثوں کی تعداد چار ہے اور اولاد الاولاد کی دس تو چودہ حصے کئے جائیں گے جس میں سے چار حصے وارثوں کے پرتے میں آئیں ۱۲۔

سب صورتیں یکساں ہیں یعنی ان سب میں غلہ کی وصیت ہے پس احکام وصیت معتبر ہوں گے اور وقف نہیں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری یہ زمین میری وفات کے بعد صدقہ موقوفہ پر مساکین ہے یا کہا کہ اس کو مساکین پر حبس رکھو تو یہ وقف البتہ جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلبی جو اس کو بحکم وارث ملا ہے وہ بھی اولا دالاولاد اور نسل پر وقف کر دے☆

اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ اس قوم پر وان کے بعد اس کا غلہ میری وارثوں کے لیے کیا جائے تو حاصلات اس قوم کے واسطے ہوگی جن کے واسطے اُس نے قرار دی ہے پھر جب یہ لوگ گذر جائیں تو وارثوں کے لیے[1] ان کی میراث کے حساب سے ہوگا پھر جب وارث مر جائیں تو غلہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین و محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولا دالاولاد اور نسل پر ہے پھر جو کوئی میرے نطفہ کے فرزندوں سے مرے اُس کا کچھ حصہ بطریق میراث تھا وہ بھی میری اولا دالاولاد پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور جو غلہ حاصل ہو وہ اولاد کی اولاد کی تعداد اور زندہ اولاد صلبی کے عدد روٗس اور جو واقف کی موت کے بعد مرے ہیں ان کے عدد روٗس پر تقسیم ہوگا پس فرزند صلبی سے مردہ فرزند کو پہنچے وہ بھی اولاد کی اولاد پر وقف ہوگا پھر جو کچھ زندوں کو پہنچا وہ ان میں اور مردوں میں تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردوں کو پہنچا وہ ان کے وارثوں کو ان سے میراث پہنچے گا قال المترجم حاصل یہ ہے کہ وقف کنندہ نے اولاد صلبی میں سے مرنے والے کا حصہ میراث جو اولا دالاولاد کے واسطے کر دیا ہے اُس کے یہ معنی نہیں لیے جائیں گے کہ خاصۃً اُس کا حصہ میراث اُس کے وارثوں سے منتقل ہو کر اولا دالاولاد کو دیا جائے کیونکہ یہ تفریع باطل خلاف منصوص فرائض ہے بلکہ یہ معنی لیے جائیں کہ اولا دالاولاد کو اس قدر حصہ مزید بھی دیا جائے جس قدر اولاد صلبی کے مرنے والوں کا میراثی حصہ ان کو پہنچتا تھا اسی واسطے اوّلاً تقسیم غلہ کے وقت تعداد اولا دالاولاد اور تعداد زندہ اولاد صلبی اور تعداد مردہ اولاد صلبی تین مجموعہ لیے گئے ان میں سے اولا دالولاد کو ان کا مجموعہ اور نیز مردہ اولاد صلبی کا مجموعی دونوں دیے جائیں پھر اولاد صلبی کے پرتے میں جو کچھ آئے وہ وقف کنندہ کے مرنے کے وقت جس قدر اولاد صلبی موجود تھی اور جس قدر وارث تھے سب کے درمیان بحساب فرائض تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردہ فرزند یا وارث کے حصہ میں آئے وہ اُس کے وارثوں کو بحکم میراث دیا جائے گا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلبی جو اس کو بحکم وارث ملا ہے وہ بھی اولا دالاولاد اور نسل پر وقف کر دے چنانچہ اُس نے یوں کہا کہ پھر جو کچھ میرے نطفہ کے زندہ فرزندوں کے حصص سے ان میں سے مردوں کو پہنچے وہ بھی میری اولاد کی اولاد پر وقف ہے تو یہ وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اپنے مرض میں اپنی زمین اپنی اولاد اور اولا دالاولاد پر وقف کی اور سوائے اس زمین کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو تہائی زمین اس کی اولا دالاولاد پر وقف ہو جائے گی خواہ وارث لوگ اجازت دیں یا نہ دیں اور رہی دو تہائی سو اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو اس قدر وارثوں کی ملک ہوگی اور اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو اس قدر زمین اولاد صلبی اور اولا دالاولاد کے درمیان مساوی

---

[1] قولہ وارثوں کے لئے اقول تفصیل اس مسئلہ کی بہت دراز ہے کیونکہ قوم پر وصیت نہیں قرار دی بلکہ وقف رکھا کیونکہ آخر اس کا فقراء کے لئے قرار دیا پس قوم پر وقف کرنے میں عربی زبان کے لحاظ سے بالفاظ مذکورہ سابق کہ محصور ہیں یا غیر محصور ہیں وقف کی صحت کا حکم دیا جائے غایت یہ کہ فرض مسئلہ قوم محصور میں یا لفظ قوم متضمن اس معنی کو لیا جائے لیکن ہماری زبان میں قوم ایک بے تعداد حصہ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے پس صحت وقف میں بایں لفظ تامل ہے ولیس ہذا موضع الکلام پھر جب وارثوں کی طرف رجوع ہو تو لکھا کہ بقدر مواریث دیا جائے پس وقف ان کے حق میں وصیت ہوا لہٰذا غیر معتبر ہو کر میراث ہوا تو آیا ان وارثوں سے لیا جائے جو وقف کنندہ کی موت کے روز تھے یا جو اس وقت ہیں و لکل منہما الکلام بطول الکلام فیہما والثانی اظہر فتامل ۱۲۔

تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اپنی زمین اپنے مرض میں وقف کی اور وہ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پھر اُس نے مرنے سے پہلے غیر کا کچھ مال تلف کر دیا پھر اب بعد تاوان دینے کے وہ زمین اُس کی تہائی سے برآمد نہیں رہی یا مرنے پر اس شخص کے ذمہ ودیعت کو مجہول چھوڑ مرنے وغیرہ کے مانند کسی سبب سے تہائی مال لازم آیا قبل اُس کے کہ وارثوں کو پہنچ جائے پس وہ زمین اُس کے تہائی مال سے برآمد نہ رہی تو تہائی زمین وقف ہوگی اور دو تہائی وارثوں کی ملک ہوگی یہ بحرالرائق میں بزازیہ سے منقول ہے اگر مریض نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی زمین فقراء مسلمین پر وقف کی جائے پس اگر وہ زمین اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوئی یا تہائی سے برآمد نہ ہونے کی صورت میں وارثوں نے اجازت دے دی تو وہ زمین پوری وقف رکھی جائے گی اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو بقدر ایک تہائی کے وقف ہوگی اور اگر پوری زمین اس کے تہائی مال سے برآمد ہوئی اور اس میں پھل دار درخت ہیں پس موت کے بعد اس میں پھل آئے قبل اس کے کہ وقف کا حکم دیا جائے تو اُس کے پھل بھی وقف میں داخل ہوں گے اور اگر مریض کی موت سے پہلے اس میں پھل آئے تو یہ پھل اُس کے وارثوں میں میراث ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ میں یوں کہا ہو کہ پھر اگر محتاج ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد میں سے تو جو محتاج ہوا اس پر اس صدقہ کے غلہ میں سے بطریق معروف اس کے نفقہ کی قدر وسعت جاری رکھا جائے ☆

اگر مریض نے اپنے مرض میں وقف صحیح کے ساتھ اپنی زمین وقف کی اور قبل اس کی وفات کے اس میں پھل پیدا ہوئے تو پھل سمیت وہ زمین وقف ہوگی اور اگر اس کے وقف کرنے کے روز اس میں پھل ہوں اور حالت مرض میں اس نے وقف کی ہے تو یہ پھل اُس کے وارثوں کی میراث ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ موقوفہ کر دی ہمیشہ کے واسطے زید اور اس کی اولاد اور اولاد الاولاد پر ہمیشہ جب تک ان میں تناسل[1] ہو اور ان کے بعد مساکین پر پھر اگر محتاج ہو میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد تو اس زمین کا غلہ انہی کے واسطے ہوگا نہ کسی اور کے واسطے اور وہی لوگ اُس کے مستحق ہوں گے جب تک وہی اُس کے حاجت مند رہیں۔ قال المترجم یہاں تک وقف کرنے والے کا کلام ہے پھر صورت یہ ہوئی کہ اُس کی وفات کے بعد اُس کے نطفہ کی اولاد کو اس زمین کے غلہ کی طرف محتاجی ہوئی تو تمام غلہ انہی کو دے دیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے پھر اس غلہ کی طرف سے اس کے نطفہ کی اولاد کو محتاجی ہوئی تو غلہ انہی کی طرف رد کر دیا جائے گا پس تمام غلہ اس کی اولاد کے محتاجوں میں اور اُس کے باقی وارثوں میں بانٹ دیا جائے گا اور جو مر گئے ان کی طرف لحاظ نہ کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ میں یوں کہا ہو کہ پھر اگر محتاج ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد میں سے تو جو محتاج ہو اس پر اس صدقہ کے غلہ میں سے بطریق معروف اس کے نفقہ کی قدر وسعت جاری رکھا جائے اور باقی غلہ اس صدقہ کا اہل الوقف کے درمیان تقسیم ہوا کرے تو یہ جائز ہے۔ پھر اگر اس کی اولاد صلبی میں سے مثلاً پانچ آدمی اُس کے محتاج ہوئے تو دیکھا جائے کہ ان کو ایک سال کے لیے آئندہ غلہ حاصل ہونے تک کس قدر نفقہ کفایت کرے گا پس اگر فرض کرو کہ یہ مقدار سو دینار ہیں تو یہ سو دینار ان پانچوں میں اور وقف کنندہ کے باقی وارثوں میں سب کے درمیان بحساب میراث تقسیم ہوں گے پھر جب ہم نے تقسیم کر دیے اور ان میں سے محتاجوں کو جو کچھ پہنچا وہ ان کی سالانہ قدر کفایت نفقہ سے کم ہے تو ان پر اس وقف کے غلہ سے یہاں تک[2] رد کیا جائے گا کہ ان کے حصہ میں سو دینار مقدار کفایت سالانہ ان کو

---

[1] جب تک اُن کی نسل قائم ہو ۱۲۔ [2] قولہ یہاں تک رد کیا الخ اصل نسخہ میں ایسا ہی ہے کہ وہ ان پر رد کیا جائے گا جب تک کہ ان کو اس مقدار سے سو دینار نہ پہنچیں گے اور حاصل یہ کہ جو کچھ اس پر رد کیا جائے گا وہ وارثوں کے درمیان میراث ہوگی ان کے درمیان وہ تقسیم کیا جائے گا پھر جب تک کہ جو کچھ ان کو ملے گا وہ سو دینار سے کم ہو گا تو انہیں پر رد ہوگا یہاں تک کہ وہ مقدار ان کو کافی ہو اور معنی قولہ بحسابہ میراث مدار تقسیم ہے ۱۲۔

پہنچے یہ محیط میں ہے۔

باب گیارھواں:

مسجد واس کے متعلقات کے بیان میں

اس میں دوفصلیں ہیں

فصل اوّل:

ان امور کے بیان میں جن سے مسجد ہو جاتی ہے اور اُس کے احکام اور جو اس میں ہے اس کے احکام کے بیان میں

جس نے مسجد بنائی اس کی ملک اُس سے زائل نہ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کو اپنے ملک کے لگاؤ سے مع راستہ کے الگ کر دے اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے یعنی عام اجازت دے دے۔ پس لگاؤ سے الگ کر دینا اس وجہ سے واجب ہے کہ وہ اسی سے خالص ہو جاتی ہے بدون اس کے اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص نہ ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ پس اگر کسی نے اپنے درمیان احاطہ یا مکان کو مسجد کر دیا اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دے دی پس اگر اس کے ساتھ راستہ شرط کر دیا تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائے گی اور اگر راستہ شرط نہ کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے کہا کہ مسجد ہو جائے گی اور راستہ بدون شرط کے اس کے حقوق سے ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے سغناقی میں لکھا ہے کہ اگر اس کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف جدا کر کے بنا دیا تو وہ مسجد ہو جائے گی ایسا ہی امام قاضی خانؒ نے ذکر کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد بنائی جس کے نیچے سرداب یعنی تہہ خانہ ہے یا اُس کے اوپر بالا خانہ ہے اور مسجد کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف بنا دیا اور اُس کو[1] جدا کر دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس کو فروخت کر دے اور جب مر جائے تو یہ مکان اُس کے وارثوں کی میراث ہوگا اور اگر اس کا تہہ خانہ بغرض مصالح مسجد ہو جیسے بیت المقدس میں ہے تو یہ جائز ہے یعنی وہ مسجد ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کسی نے چاہا کہ مسجد کے نیچے یا اُس کے اوپر کرایہ کی دکانیں بنوا دے جن کے کرایہ سے مسجد کی مرمت ہوا کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یعنی یہ جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ قال المترجم اوپر لکھا ہے جس مکان کو مسجد بنوا دے اُس سے ملک زائل نہ ہوگی یہاں تک کہ اپنی ملک کے لگاؤ سے الگ کر دے اور نماز کی عام اجازت دے دے پس لگاؤ سے الگ کرنے کی وجہ اور اس کے متعلق مسائل ذکر کر دیے اور رہا امر دوم یعنی نماز تو اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اذان نماز اس وجہ سے ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تسلیم امر ضروری ہے کما فی البحر الرائق اور مسجد کو تسلیم یعنی سپرد کرنا اس طرح متحقق ہوتا ہے کہ بنانے والے کی اجازت سے اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام ابوحنیفہؒ سے اس میں دو[2] روایتیں ہیں ایک وہ جو حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ اُس کی اجازت ہے اس میں جماعت کی نماز دو یا زیادہ آدمیوں کی جماعت سے شرط ہے جیسا کہ امام محمدؒ کا قول ہے اور صحیح حسن بن زیاد ہی کی روایت ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور باوجود اس کے یہ بھی شرط ہے کہ یہ نماز اس میں اذان و اقامت کے ساتھ بالجہر ہو یعنی بالسر نہ ہو

---

[1] وہ عام مسجد کے حکم میں نہیں ہوگی پس اس کو الخ ۱۲۔ [2] ایک روایت غیر مشروط ہونے کی اور دوسری وہ جو حسن الخ ۱۲۔

حتیٰ کہ اگر اس میں ایک جماعت نے بدون اذان واقامت کے خفیہ بغیر جہر کے جماعت کی نماز پڑھ لی تو وہ امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مسجد نہ ہو جائے گی یہ محیط وکفایہ میں ہے۔

اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کر دی جو اس کے مصالح کے سرانجام پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے ☆

اگر ایک شخص نے ایک ہی مرد کو مؤذن وامام مقرر کر دیا اُس نے اذان دی اور اقامت کہی اور تنہا نماز پڑھ لی تو وہ بالاتفاق[1] مسجد ہو جائے گی یہ کفایہ وہدایہ وفتح القدیر میں ہے۔ اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کر دی جو اس کے مصالح کے سرانجام پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ متولی اس مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو اور یہی صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اُس کو قاضی یا اُس کے نائب کو سپرد کر دیا تو بھی جائز ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ جس مکان کو مسجد کرنا چاہتا ہے اُس کے مسجد ہو جانے کے واسطے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کہ یوں کہے کہ یہ میری موت کے بعد مسجد ہے یا اُس کی وصیت کرے پس امام کے نزدیک بعد موت کی طرف نسبت کرنا یا وصیت کرنا نہ اُس کی صحت کی شرط ہے اور نہ اُس کے لازم ہونے کی شرط ہے بخلاف دیگر اوقاف کے اُن میں امام کے مذہب پر ایسی اضافت یا وصیت شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے صدر الشہید نے واقعات کی کتاب الہبہ والصدقہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی ملک میں خالی زمین ہے جس میں کوئی عمارت نہیں ہے اُس نے ایک قوم کو حکم دیا کہ تم اُس میں جماعت سے نماز پڑھو تو اس میں تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اُن لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے صریح اجازت دے دی بایں طور کہ مثلاً اُس نے کہا کہ تم اس میں ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا دوم آنکہ ان کو مطلقاً بدون کسی قید کے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور نیت یہ کی کہ ہمیشہ کے واسطے اجازت ہے تو ان دونوں صورتوں میں وہ خالی زمین اگرچہ بلا عمارت ہے مسجد ہو جائے گی چنانچہ جب وہ شخص مر جائے تو یہ زمین اُس کی میراث نہ ہوگی اور صورت سوم یہ کہ اُس نے نماز کی اجازت دینے کا کوئی وقت مقرر کر دیا مثلاً ایک دن یا مہینہ یا یہ سال مثلاً تو اس صورت میں وہ زمین مسجد نہ ہو جائے گی چنانچہ جب وہ مرے تو یہ اُس کی میراث ہوگی یہ ذخیرہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر کو جو مسجد پر وقف کیا گیا تھا مسجد کر دیا اور لوگوں نے اس میں برسوں نماز پڑھی پھر لوگوں نے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا پھر وہ اپنی حالت سابقہ پر کرایہ پر چلنے لگا پھر گھر کر دیا گیا تو یہ جائز ہے کیونکہ متولی کا اُس کو مسجد کر دینا صحیح نہیں ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا احاطہ مسجد کر دیا پھر مر گیا اور یہ احاطہ اس کے تہائی ترکہ سے برآمد نہیں ہوتا ہے اور وارثوں نے اُس کے فعل کی اجازت نہ دی تو وہ پورا احاطہ مسجد نہ ہو جائے گا اور اُس کا مسجد کر دینا باطل ہو گیا کیونکہ اس میں وارثوں کا حق ہے پس وہ بندوں کے حقوق کے لگاؤ سے الگ نہیں ہوا تھا تو اُس نے ایک جزو مشائع کو مسجد کیا پس یہ باطل ہے جیسے کسی شخص نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا پھر کوئی شخص اُس زمین میں سے تہائی یا چوتھائی یا آٹھویں یا بارھویں وغیرہ کسی ایسے جزو کا مستحق ہو جو تمام زمین میں شائع ہے یعنی اُس جزو کے واسطے اس زمین کا کوئی مقام متعین نہیں ہے تو ایسی صورت میں باقی زمین بھی عود کر کے اس شخص کی ملک میں ہو جاتی ہے پس ایسا ہی اس مسئلہ میں ہے۔ بخلاف اس کے اگر اُس نے وصیت کی کہ یہ میرے احاطہ میں سے ایک تہائی مسجد کر دیا جائے تو یہ صحیح ہے کیونکہ تہائی اگرچہ اس وقت جزو شائع ہے لیکن جس وقت مسجد کیا جائے گا تو علیٰحدہ متعین ہو جائے گا اس لئے کہ وہ احاطہ تقسیم کر کے اُس میں سے ایک تہائی الگ کر کے تب مسجد کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جنازے کی نماز کے لیے جو جگہ بنادی گئی ہو اُس کا حکم مسجد ہے حتیٰ کہ نجاسات وغیرہ جن چیزوں سے مسجد کو دور رکھتے ہیں اس

---

[1] قولہ بالاتفاق الخ یہ روایت صریح ہے کہ جماعت مخصوصہ شرط نہیں ہے بلکہ معنی عام جو باعلان ہر کن نماز ہو وہ التمام مقتضی بسط الکلام ۱۲۔

سے اس کو بھی بچائیں گے ایسا ہی فقیہہ رحمۃ اللہ نے اختیار کیا ہے مگر مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ اب رہا وہ مقام جو نماز عید کے واسطے بنایا گیا ہو تو مختار یہ ہے کہ اقتدار جائز ہونے کے حق میں اُس کا حکم مسجد کا ہے چنانچہ وہاں اقتدا جائز ہے اگر چہ صفوں کے درمیان انفصال ہو اور اقتدار کے سوائے دیگر احکام میں اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے اور یہ لوگوں پر آسانی کے لحاظ سے ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر لوگوں کی جماعت پر مسجد تنگ ہو اور اُس کے پہلو میں کسی شخص کی زمین ہو تو با کراہ بھی پوری قیمت دے کر اُس سے وہ زمین لے لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد کے پہلو میں ایک زمین ہے جو اُسی مسجد پر وقف ہے اور لوگوں نے چاہا کہ اس زمین میں سے کچھ اس مسجد میں بڑھا دیں تو جائز ہے لیکن یہ بات قاضی کے سامنے پیش کریں تا کہ وہ ان کو اجازت دے دے اور وقف کا گھر یا دکان جو آمدنی کے واسطے ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے کبریٰ میں ہے کہ ایک مسجد والوں نے چاہا کہ رحبہ کو مسجد اور مسجد کو رحبہ کریں اور چاہا کہ اُس کا جدید دروازہ بنا دیں اور چاہا کہ دروازے کو اپنے مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کریں تو ان کو یہ اختیار ہے پھر اگر اس مسجد والوں نے باہم اختلاف کیا تو دیکھا جائے کہ کون گروہ زیادہ اور افضل ہے پس اُسی کو اختیار ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔

ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تا کہ مسجد کشادہ ہو جائے اُنہوں نے راستہ میں سے ایک ٹکڑا لے کر مسجد میں داخل کر دیا' پس اگر راستہ والوں کو کچھ ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ☆

منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک چوڑا راستہ ہے اس میں محلّہ والوں نے مسجد بنائی اور اس سے راستہ کو ضرر نہیں ہے پھر ان کو ایک شخص نے منع کیا تو ان کو بنا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کذا فی الحاوی۔ وقال المترجم وفیہ نظر من حیث الروایۃ فتامل۔ اجناس میں ہے کہ ہشام نے اپنی نوادر میں کہا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک قصبہ میں رہنے والے بہت لوگ ہیں کہ اس کے حدود داخل احصاء یعنی داخل شمار وحفظ نہیں ہیں اور اُس قصبہ کی ایک نہر ہے اور وہ نہر کاریز یا جنگل کا نالہ ہے اور وہ خاصۃً انہی کی ہے اور ایک قوم نے یہ چاہا کہ اس نہر کے بعض ٹکڑے پر تعمیر کر کے مسجد بنا دیں اور اس سے نہر کو کچھ ضرر نہیں ہوتا ہے اور نہر والوں میں سے بھی کوئی اس قوم سے متعرض نہیں ہوتا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہاں اس قوم کو اختیار ہے کہ ایسی مسجد چاہے محلّہ والے کے واسطے چاہے عام لوگوں کے واسطے بنالیں یہ محیط میں ہے۔ ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تا کہ یہ مسجد کشادہ ہو جائے پس اُنہوں نے راستہ میں سے ایک ٹکڑا لے کر مسجد میں داخل کر دیا۔ پس اگر راستہ والوں کو کچھ ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ضرر نہ پہنچتا ہو تو مجھے اُمید ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہ ہو کذا فی المضمرات اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر لوگوں نے کہا کہ مسجد میں سے کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لیے عام راستہ کر دیں تو کہا گیا ہے کہ ان کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہ قول صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مسجد میں سے کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لیے عام راستہ گذرگاہ بنائی تو جائز ہے کیونکہ شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا متعارف اور ہر ایک کو اس راہ سے گذرنے کا اختیار ہوگا حتیٰ کہ کافر بھی یہ راہ چل سکتا ہے مگر جو شخص جنب ہو یا وہ عورت جو حیض و نفاس میں ہو اس راہ سے نہیں گذر سکتی اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس راہ میں اپنے جانور لے جائیں یہ تبیین میں ہے۔ سلطان نے ایک قوم کو حکم دیا کہ شہر کی زمین میں سے ایک زمین کو ایک مسجد پر وقف ہونے کے واسطے دکانیں بنا دیں اور ان کو حکم دیا کہ اپنی مسجدوں میں بڑھا دیں تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو تو اُس کا حکم جائز ہوگا بشرطیکہ اُس سے راہ گیروں کو مضرت نہ ہو کیونکہ جو شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو وہ غازیوں کی ملک ہو جاتا ہے تو اُس میں سلطان کا حکم جائز ہوگا اور اگر وہ شہر بطور صلح فتح ہوا ہو تو وہ شہر اتنے لوگوں کی ملک پر باقی رہا پس اس میں سلطان کا حکم جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک محلّہ میں ایک مسجد ہے جو اپنے لوگوں پر تنگ ہے اور ان لوگوں کو اس میں بڑھانے کی گنجائش حاصل نہیں ہوتی ہے پس بعض پڑوسیوں نے اُن سے سوال کیا کہ یہ مسجد ہمارے واسطے کر دو تو ہم اُس کو اپنے مکان

میں داخل کریں یعنی اس مسجد کو مکان میں بڑھا کر مکان کر لیں اور تم کو اس سے بہتر مکان دے دیں جس میں سب اہل محلہ سما سکتے ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسجد والے ایسا نہیں کر سکتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

کبریٰ میں ہے کہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے پس ایک شخص نے چاہا کہ اُس کو توڑ کر دوبارہ اس کو اس عمارت سے مضبوط عمارت کے ساتھ بنا دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس کو کوئی ولایت حاصل نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے قال المترجم اس میں اشارہ ہے کہ اگر اس کو ولایت حاصل ہوتی یا سب متولی اس کو اجازت دے دیتے تو درصورت بہتری کے ممکن تھا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اور نوازل میں اسی مسئلہ میں لکھا ہے کہ وہ شخص نہیں توڑ سکتا مگر ایسی صورت میں توڑ سکتا ہے جبکہ گر جانے کا خوف ہوا گر نہ کا ہو تو محلہ گرائی جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ بنانے والا اس محلہ کا نہ ہو اور اگر محلہ والوں کو اختیار ہے کہ اگر جدید تعمیر سے اس کو بنوائیں اور اس میں بوریا کا فرش بچھائیں اور قندیلیں لٹکا دیں لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کریں گے اور اگر مسجد[1] کے مال سے ایسا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے مگر جب کہ قاضی ان کو ایسی اجازت دے دے کذا فی الخلاصۃ اور محلہ والوں کو اختیار ہے کہ مسجد میں پانی کے مٹکے اس غرض سے رکھیں کہ ان سے پانی پیا جائے یا ان سے وضو کیا جائے جب کہ مسجد کا بنانے والا معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر وہ شخص معلوم ہو تو وہی اولیٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے مسجد بنوائی پھر مر گیا پھر مسجد والوں نے چاہا کہ اُس کو توڑ کر اس میں بڑھا دیں تو ان کو یہ اختیار ہے اور میت کے وارث ان کو منع نہیں کر سکتے ہیں اور اگر مسجد والوں نے چاہا کہ راستہ میں سے اس میں بڑھائیں تو میں ان کو اجازت نہ دوں گا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس میں سے کچھ اپنی ذات کے واسطے شرط کر لیا تو بالاجماع نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے مسجد بنائی اور یہ شرط لگائی کہ اس کو تین روز تک یا زیادہ ایام تک مثلاً اختیار ہے جیسے برج وغیرہ میں خیار شرط کرتے ہیں تو علماء نے اتفاق کیا کہ وقف جائز ہوگا یعنی وہ مسجد ہو جائے گی اور شرط باطل ہے یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور وقف الخصاف میں ہے کہ اگر اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس کو بنوایا اور گواہ کر لیے کہ مجھے اختیار ہے کہ اس کا وقف باطل کر دوں اور اُس کو فروخت کر دوں تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی جیسے اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک مسجد بنوا کر کہا کہ میں نے یہ مسجد خاص کر اسی محلہ والوں کے لیے کر دی تو شرط باطل ہے اور دوسرے محلہ والوں کو بھی اختیار ہوگا کہ اس میں نماز پڑھیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی مسجد خراب ہو گئی اور مسجد والے اس سے بے پرواہ ہو گئے اور وہ مسجد خراب ہو کر ایسی ہو گئی کہ اس میں نماز نہیں پڑھی جاتی ہے تو اپنے وقف کرنے والے کی ملک میں یا اُس کے وارثوں کی ملک میں عود کر جائے گی حتیٰ کہ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اُس کو فروخت کر دیں یا اُس کو گھر بنا دیں اور بعض نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے واسطے مسجد ہے اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور قول اوّل خطاء ہے والمنشاء عدم الاطلاع علی ما صح فی الحدیث فاعملہ واحفظہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دو مسجدوں میں سے ایک قدیم اور دوسری جدید ہے پھر قدیم والی بسبب پُرانی ہونے کے خراب و منہدم ہونے کو آ گئی پس اہل محلہ و کوچہ نے چاہا کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے دام جدید مسجد میں صرف کریں تو یہ نہیں جائز ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر اس وجہ سے نہیں کہ مسجد اگرچہ خراب ہو جائے اور اُس کے لوگ اس سے بے پروا ہو جائیں وہ کبھی اپنے بنانے والے کی ملک میں عود نہیں کرتی ہے اور بنا بر قول امام محمدؒ کے اگرچہ بے پروائی کے بعد وہ ملک میں عود کرتی ہے لیکن اپنے بنانے والے یا اُس کے وارثوں کے ملک میں عود کرتی ہے پس مسجد و محلہ والوں کو دونوں میں سے کسی قول پر فروخت کرنے کی ولایت حاصل نہ ہوگی اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ

---

[1] جو مسجد پر وقف ہے اس مال سے ۱۲۔

کے قول پر ہے کہ وہ کبھی ملک میں عود نہیں کرتی ہے کذا نقل فی المضمرات عن الحجۃ حاوی میں ہے کہ شیخ ابوبکر اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار کے دروازے پر اپنے لیے مسجد بنوائی اور اُس کی اصلاح و تعمیر کے لیے ایک زمین وقف کی پھر وہ مر گیا اور مسجد خراب ہوگئی اور اس کے وارثوں نے اُس کی بیع کا فتویٰ طلب کیا پس فتویٰ دیا گیا کہ بیع جائز ہے پھر کسی قوم نے اس مسجد کو بنا لیا اور بعد تعمیر کے اس اراضی وقف کو طلب کیا تو فرمایا کہ ان کو مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے مال سے مسجد میں فرش ڈلوایا پھر مسجد خراب ہوگئی اور لوگ اس سے مستغنی ہو گئے تو یہ فرش اسی شخص کا ہوگا اگر زندہ موجود ہو یا اس کے وارث کا ہوگا اگر مر گیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ فروخت کر کے اُس کا ثمن مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے اور اگر اس مسجد کو اس کی کچھ ضرورت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں خرچ کیا جائے اور پہلا قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی نے ایک مردہ کو کفن دیا پھر لاش کو کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا اور لے گیا تو یہ کفن اسی شخص کا ہے جس نے کفن دیا تھا اگر زندہ ہو یا اُس کے وارثوں کا ہے اگر مر گیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ابواللیثؒ نے اپنے نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کا فرش اگر کہنہ ہو گیا اور مسجد والے اُس سے مستغنی ہو گئے حالانکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا پس اگر وہ شخص زندہ ہو تو اسی کا ہے اور اگر مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو مجھے اُمید ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہ ہوگا کہ وہ فرش کسی فقیر کو دے دیں یا مسجد کے لیے دوسرا فرش خریدنے میں اس سے استمداد حاصل کریں اور مختار یہ ہے کہ بدون حکم قاضی ان کو ایسا کرنے کا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر مسجد کے بورے کہنہ ہو کر ایسے ہو گئے کہ یہاں کام نہیں دیتے ہیں پھر جس نے بچھایا تھا اُس نے چاہا کہ ان کو لے کر صدقہ کر دے یا ان کے عوض بجائے ان کے دوسرے خرید لے تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر وہ غائب ہو پس اہل محلہ نے چاہا کہ ان بوریوں کو صدقہ کر دیں جب کہ وہ کہنہ ناکارہ ہو گئے ہیں تو ان کو یہ اختیار نہ ہوگا جب کہ ان کی کچھ قیمت ہو اور اگر ان کی کچھ قیمت نہ ہو تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مسجد کا پیال جب چیت میں مسجد سے نکالا جائے اگر اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو مسجد کے باہر ڈال دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور جو کوئی اُس کو اٹھا لے جائے اس کو روا ہے کہ اس سے نفع اٹھائے یہ واقعات حسامیہ میں ہے مسجد کی گھاس یعنی پیال وغیرہ جو ڈلوا دیتے ہیں اگر اس کی کچھ قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دیں اور قاضی کے پاس اُس کا مرافعہ کریں تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے پھر اس کے حکم سے اس کو فروخت کریں یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کی گھاس اُٹھائی اور کر دیا اس کو پارہ پارہ بسواد[1] تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر ضمان واجب ہوگی کیونکہ اس کی قیمت ہے حتیٰ کہ شیخ ابو حفص السفکر دری نے اپنی آخر عمر میں حشیش المسجد کے لیے پچاس درہم کی وصیت کی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

کعبہ کی دیباج اگر کہنہ ہوگئی تو اُس کا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اُس کو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے اُمور میں استعانت لے ☆

جنازہ[2] یا نعش کسی مسجد کے واسطے تھی وہ خراب ہوگئی پس اہل مسجد نے اُس کو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ قاضی کے حکم سے بیع ہونا بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر اُس کی بیع جائز ہی نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کعبہ کی دیباج اگر کہنہ ہوگئی تو اُس کا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اُس کو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے اُمور میں استعانت لے یہ سراجیہ میں

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ حاشیہ میں یہ قید ہے اور جو کتب فقہ کی موجود ہیں یہ قید ان میں نہیں پائی جاتی ۱۲۔ [2] قولہ جنازہ یا نعش یعنی ایک چارپائی کے مانند چیز جس پر مردہ لے جائیں یا مانند صندوق کے تھی اور دستور تھا کہ مسجد کے متعلق اُس کو رکھتے تھے یعنی مسجد محلہ تاکہ جو کوئی اس محلہ میں مرے اس کو اس پر اُٹھا لے جائیں ۱۲۔

ہے۔ اگر مسجد کے تیل کے واسطے کسی نے وقف کیا تو تمام رات اُس کا جلانا جائز نہیں ہے بلکہ اسی قدر جلائے جس کی نمازیوں کو ضرورت ہے پس تہائی رات تک جائز ہے یا آدھی رات تک جب کہ اس میں نماز کے لیے اتنی ضرورت ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ تمام رات اس میں جلتا چھوڑا جائے مگر ایسی جگہ جہاں اس کی عادت جاری ہو کہ تمام رات اس میں چراغ جلتا ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کی مسجد تو ان میں تمام رات جائز ہے یا وقف کنندہ نے تمام رات اس میں جلتا چھوڑنے کی شرط کر دی ہو جیسے ہمارے زمانہ میں عادت جاری ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانی چاہی پس اگر مسجد کا چراغ اس میں نماز پڑھی جانے کے لیے جل رہا ہو تو بعض نے کہا کہ اس صورت میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر نماز کے لیے اب نہ جلتا ہو مثلاً نمازی لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے ہوں اور مسجد میں چراغ جلتا رہ گیا ہو تو مشائخ نے کہا کہ تہائی رات تک اس سے کتاب کی تدریس[2] میں مضائقہ نہیں ہے اور تہائی سے زائد میں اُس کو تدریس کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل دوم:

مسجد پر وقف اور اُس کے مال میں قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے چاہا کہ اپنی زمین کو مسجد اور اس کی عمارت پر اور اُس کی ضروریات مانند تیل و چٹائی وغیرہ پر اس طرح وقف کرے کہ اُس کو کوئی باطل نہ کر سکے تو یوں کہے کہ وقف کر دی میں نے اپنی یہ زمین (۱) مع اُس کے حقوق و مرافق کے وقف مؤید (دائمی ۱۲) اپنی حیات میں اور بعد موت کے بدیں شرط کہ اس سے غلہ حاصل کیا جائے اور اس کے غلہ سے پہلے اس کی عمارات میں اور اس کے قوام کی اُجرت (تنخواہ وغیرہ ۱۲) میں اور اُس کی مؤنث میں خرچ کیا جائے پھر جو اُس سے بڑھے وہ مسجد فلاں کی عمارت میں و اُس کے تیل و بوریے میں اور ہر ایسے کام میں جن میں مسجد کی بہتری و مصلحت ہو صرف کیا جائے اس شرط سے کہ قیم کو اختیار ہے کہ اس میں اپنی رائے سے تصرف کرے اور جب یہ مسجد اس مال سے مستغنی ہو تو مسلمانوں کے فقراء پر صرف کیا جائے جب اس طرح وقف کرے گا تو یہ وقف جائز لازم ہوگا کہ کبھی باطل نہیں ہو سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین ایک مسجد پر وقف کی اور آخر اس کا مساکین کے لیے نہیں کیا تو مشائخ نے اس میں کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ بالا جماع سب کے قول میں یہ وقف جائز ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر کوئی زمین کسی مسجد کی عمارت یا مقابر کی مرمت پر وقف ہو تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مقام مہیا کیا اور اس کو بنانے سے پہلے اس پر کوئی عقار وقف کیا تو اس میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور جب تک بن کر تیار ہو اس وقت تک اُس کا غلہ فقیروں پر صرف کر دیا جائے گا پھر جب بن جائے تو اس کی طرف پھیر دیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ صدر الشہیدؒ نے لکھا کہ اگر کسی نے اپنا گھر کسی مسجد یا مسلمانوں کے راستہ پر تصدق کیا تو اس میں مشائخ نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ مثل وقف کے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے درہم دیا مسجد کی عمارت یا مسجد کے نفقہ یا مسجد کی مصلحتوں میں تو صحیح ہے کیونکہ اس کی تصحیح اگر بطریق وقف ممکن نہ ہو تو مسجد کو ہبہ کرنے کے طور پر تملیک کی تصحیح ممکن ہے اور مسجد کو اس طور پر مالک کر دینا صحیح ہے پس قبضہ سے ہبہ پورا ہو جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مسجد کے لئے میں نے اپنے مال کی

---

[1] قولہ دیباج معرب دیبا بدون جیم کے ریشمی بیش قیمت کپڑا ہے جو خانہ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے ۱۲۔ [2] تدریس درس دینا یعنی پڑھانا ۱۲۔

(۱) اُس کے حدود و بیان کر دے ۱۲۔

وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے مگر آنکہ یوں کہے کہ مسجد پر خرچ کیا جائے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی چراغ مسجد کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے یہاں تک کہ یوں بھی کہے کہ اس سے مسجد میں چراغ جلایا جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے اپنے دار کو مسجد کے لیے ہبہ کر دیا یا مسجد کے لیے دے دیا تو صحیح ہے اور یہ تملیک ہوگی اور اس میں سپرد کر دینا شرط ہے جیسے کسی نے کہا کہ میں نے یہ سو واسطے مسجد کے وقف کیے تو یہ بطریق تملیک صحیح ہے جب کہ اس کے قیم کو سپرد کر دے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ یہ درخت مسجد کے لئے ہے تو ہو نہیں جائے گا یہاں تک کہ قیم کو سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی زمین کسی مسجد پر اس شرط سے وقف کی کہ جو کچھ اُس کی عمارت سے بڑھے وہ فقیروں کے لیے ہے پس غلہ مجتمع ہو گیا اور مسجد کو فی الحال عمارت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ غلہ فقیروں کی طرف صرف کر دیا جائے گا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر غلہ اس قدر ہے کہ درصورت مسجد یا زمین وقف کو ضرورت تعمیر پیش آنے کے جس قدر ضرورت ہو اس قدر سے اور زیادہ جمع ہے تو بقدر زیادت کے صرف فقراء کر دیا جائے تا کہ وقف بھی محفوظ رہے اور وقف کرنے والے کی شرط بھی پوری ہو جائے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مسجد منہدم ہو گئی اور اُس کے غلہ سے اس قدر جمع ہے کہ اُس کی تعمیر ہو سکتی ہے تو خصاف نے کہا کہ غلہ مذکور اُس کی تعمیر میں نہیں اُٹھایا جائے گا کیونکہ وقف کنندہ نے اُس کی مرمت پر وقف کیا تھا اور یہ حکم نہیں دیا کہ اُس سے یہ مسجد بنوائی جائے قال المترجم یہ حکم غور کے قابل ہے کیونکہ قیاس جلی یہاں امر منصوص[1] کا معارض ہے اسی واسطے کتاب میں فرمایا کہ فتویٰ اس بات پر ہے کہ اس غلہ سے بنانا بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے اپنے تہائی مال کی نیک کاموں کے لیے وصیت کی تو کیا اُس سے مسجد میں چراغ جلایا جائے فرمایا کہ ہاں جائز ہے اور فرمایا کہ چراغ مسجد سے بڑھانا نہیں جائز ہے خواہ ماہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو اور فرمایا کہ اس سے مسجد کی زینت نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک مسجد کا دروازہ ہوا کے رُخ پر ہے پس دروازہ میں بوچھاڑ سے مینہ کا پانی پہنچتا ہے پس وہ خراب ہو جاتا ہے اور لوگوں پر مسجد میں جانا دشوار ہو جاتا ہے تو قیم کو روا ہے کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے دروازے پر چھجا بنوا دے بشرطیکہ راستہ والوں کو اس چھجے سے ضرر نہ ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ فقیہہ ابوالقاسم سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد کا ایک قیم ہے جس کو قاضی نے اس کے غلات پر قیم مقرر کیا ہے اور سالانہ اس کے لیے کچھ مقدار معلوم مقرر کر دی ہے تو فرمایا کہ اگر اس کے کام کے اجر المثل کے برابر ہو تو اُس کو لے لینا حلال ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے مسجد کے واسطے کوئی خادم مقرر کیا پس اگر وقف کنندہ نے اپنے وقف میں اُس کی شرط کر دی ہو تو جائز ہے اور خادم کو اُجرت لے لینا حلال ہوگا اور اگر واقف نے شرط نہ کی ہو تو جائز نہیں ہے یہ سراج میں واقعات سے نقل ہے۔ متولی کو روا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے وغیرہ کاموں کے لئے کوئی خادم اتنی اُجرت پر مقرر کر دے جو ایسے کام کی اُجرت ہوا کرتی ہے اور اگر کچھ زیادتی ہو تو اتنی ہی ہو کہ کوئی اندازہ کرنے والا ہی اندازہ کرے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو یہ تقرری و اجارہ اسی متولی کی طرف سے ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اپنے ذاتی مال سے ادا کرے اور اگر اُس نے وقف کے مال سے ادا کی تو ضامن ہوگا اور اگر خادم کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس نے اس کے مال سے ادا کی ہے تو اُس کو لینا حلال نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

مسجد کے متولی کا مسجد کے مال سے منشی رکھنا☆

مسجد کے متولی پر اس سبب سے حساب رکھنا دشوار ہوا کہ وہ بے پڑھا لکھا آدمی ہے پس اُس نے وقف مسجد کے مال سے کوئی حساب لکھنے والا نوکر رکھا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک مسجد کے واسطے کئی وقف ہیں اور کئی چیزیں آمدنی آتی ہیں اُسکے متولی نے

---

[1] ویمکن ان تقول ان ایضاء منصوص علی الاداء وکان اصلی یہ درستی واحد ۱۲۔

چاہا کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی یا پیال یا پکی اینٹیں یا کچھ فرش مسجد کے لیے خریدے تو مشائخ نے کہا کہ اگر وقف کنندہ نے قیم کے لیے اُس کی گنجائش دے دی ہو مثلاً کہا ہو کہ قیم اپنی رائے میں جو مصلحت مسجد کے واسطے دیکھے وہ کرے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جو مسجد کے واسطے اُس کی مصلحت میں آئے خرید کرے اور اگر واقف نے ایسی وسعت نہ دی ہو بلکہ اُس نے بنائے مسجد یا عمارت مسجد پر وقف کیا ہو تو جو ہم نے ذکر کیا اُس کو قیم نہیں خرید سکتا ہے اور اگر وقف کرنے والے کی شرط معلوم نہ ہو تو یہ قیم اپنے سے پہلے قیموں کو دیکھے اگر یہ لوگ مسجد کے وقف سے تیل چٹائی وغیرہ جو ہم نے ذکر کیا ہے خریدتے ہوں تو یہ قیم بھی ایسا ہی کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے عمارت مسجد پر وقف کیا تو اس لفظ سے اُس کی بناء اور کہگل و گچ کرنے میں خرچ کیا جائے گا اُس کی تزئین میں صرف نہیں کیا جائے گا اور اگر اُس نے کہا ہو کہ مصالح مسجد پر وقف ہے تو تیل و بوریا وغیرہ بھی خرید نے جائز ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو مسجد کی عمارت پر وقف ہو اُس سے اشرف بنا دے اور اگر بنوائے تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ متولی نے اگر وقف مسجد سے مسجد کی قندیلیں بنوانے میں خرچ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو متولی کو آیا یہ اختیار ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی خریدے تاکہ چھت پر سے برف وغیرہ صاف کر دیا جائے اور کہگل کر دی جائے یا یہ اختیار ہے کہ چھت صاف کرنے والے و برف دور کرنے والے کو اور مسجد کی جھاڑی ہوئی مٹی کے ڈھیر پھینکنے والے کو اس غلہ وقف سے مزدوری دے تو شیخ ابونصرؒ نے کہا کہ ہر وہ امر جس کے ترک کرنے سے مسجد کا خراب یعنی شکستہ و کھنڈل ہو جانا لازم آئے اُس کے کرنے کا قیم کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وقف مسجد کی آمدنی سے منارہ بنانا جائز ہے اگر ضرورت ہو تاکہ پڑوسیوں کو خوب سُنائی[1] دے اور اگر دے لوگ بدون منارہ کے اذان سنتے ہوں تو نہیں کذا فی خزانۃ المفتین۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ لیکون اسمع للجیران مشکل ہے کیونکہ معنی اسم تفضیل کے تفضیلی مراد لینے میں ضرورت ثابت نہیں اور اسی قدر کو ضرورت قرار دینا خلاف ہے پھر آخر کلام کہ سُنتے ہوں تو نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسم تفضیل سے معنی تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور یہی اوجہ اقرب ہے پس حاصل یہ ہوگا کہ اگر پڑوسیوں کو اذان نہ سُنائی دے تو منارہ بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں واللہ اعلم۔ مسجد کے پہلو میں فارقین ہے جس سے دیوار مسجد کو کھلا ہوا ضرر پہنچتا ہے پس قیم اور اہل مسجد نے چاہا کہ مال مسجد سے دیوار مسجد کے پہلو میں حوض بنا دیں جس سے ضرر دفع ہو تو مشائخ نے کہا کہ اگر مصالح مسجد پر وقف ہو تو قیم ایسا کر سکتا ہے کیونکہ یہ مصالح سے ہے اور اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ عمارت مسجد نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اصح وہ ہے جو امام ظہیر الدین نے کہا کہ وقف عمارت مسجد پر اور وقف مصالح مسجد پر دونوں یکساں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

متولی مسجد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ چراغ مسجد کو اپنے گھر لے جائے اور یہ اختیار ہے کہ گھر سے اس کو مسجد میں لائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قیم کو اختیار نہیں ہے کہ جنازہ خریدے یعنی جس پر مُردے کو لٹا کر مقبرہ تک لے جاتے ہیں اس کو مال وقف المسجد سے نہیں خرید سکتا ہے اس غرض سے کہ مسجد کے متعلق رہے اگر چہ وقف کنندہ نے وقف مسجد میں یہ ذکر کر دیا ہو کہ قیم جنازہ خریدنے کذا فی السراجیہ قلت یعنی وقف کنندہ کی ایسی اجازت اُس کی نادانی سے ہے فافہم۔ اگر قیم میں حاصلات وقف مسجد سے کپڑا خرید کر مسکینوں کو دیا تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ اُس نے مال وقف سے دام دیے ان کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قیم نے اگر حاصلات وقف مسجد سے کوئی دکان اس غرض سے خریدی کہ کرایہ پر چلائی جائے اور ضرورت کے وقت فروخت کر دی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس

---

[1] یعنی اس منارہ سے اذان کہی جائے تاکہ سب کو بخوبی سنائی دے ۱۲۔

کوخریدنے کی اجازت حاصل ہو اور جب یہ جائز ہو تو وہ اُس کو فروخت کر سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے قلت[1] الشئی ربمالا یتروج عند الحاجة علی ما کان علیہ من القیمة فالصواب التفصیل اوان یا مرہ القاضی فعلیك بالتامل عند الفتوی۔ مسجد کے قیم کو روا نہیں ہے کہ حد مسجد میں یا فنائے مسجد میں دکانیں بنوا دے کیونکہ مسجد جب دکان و مسکن کی گئی تو اس کی حرمت ساقط ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے اور فنائے[2] مسجد تابع مسجد ہے پس اُس کا حکم بھی مسجد کا حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

متولی مسجد نے اگر آمدنی وقف مسجد سے جو اُس کے پاس جمع تھی ایک حویلی خرید کر مؤذن کو حوالہ کی کہ اس میں رہا کرے پس اگر مؤذن کو معلوم ہو جائے کہ اُس نے اسی آمدنی سے خرید کر دی ہے تو اس کو اس حویلی میں رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حویلی حاصلات وقف سے ہے اور امام و مؤذن کو ایسی حویلی میں رہنا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم یہ شاید بنا بریں کہ امامت و اذان کی اجرت باحبر منفعت مکروہ یا یہ مال غصب ہے فافہم اگر قیم نے چاہا کہ وقف مسجد کی آمدنی کچھ اس مسجد کے امام یا مؤذن پر صرف کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ وقف کنندہ نے وقف میں ایسی شرط کر دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف میں شرط کر دی کہ اس کی حاصلات سے اس قدر مقدار معلوم امام مسجد کو دی جائے تو امام کو یہ مقدار جو معلومہ بیان کر دی ہے دی جائے گی بشرطیکہ وہ فقیر ہو اور اگر وہ غنی ہو تو اس کو لینا حلال نہیں ہے اور فقہاء جو اذان دیتے ہوں ان کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر مسجد کے غلہ کو یا مسجد کی ٹوٹن کو اس مسجد کے نمازیوں نے بدون حکم قاضی کے فروخت کیا تو اصح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر مسجد کی دیوار اس کے پہلو کے پانی سے جو شارع میں ہے اور وہ آب شفہ ہی ٹوٹ گئی یعنی پانی پینے کے گھاٹ سے پانی کی تری پا کر ٹوٹ گئی یا نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی چڑھنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی پس آیا حاصلات مسجد سے نہر کی تعمیر و مرمت میں صرف کیا جائے یا نہیں تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ جو کچھ عمارت و مرمت نہر میں خرچ کیا جاتا ہے اگر وہ مسجد کے ستون وغیرہ کی عمارت سے نہیں بڑھتا ہے بلکہ اسی میں ہے تو جائز ہے اور مسجد والوں کو روا ہوگا کہ اس صورت میں نہر والوں کو نہر سے نفع لینے سے روکیں جب تک کہ وہ لوگ ان کی اس عمارت کی قیمت نہ دے دیں پس یہ قیمت اسی مسجد کی عمارت میں صرف کی جائے گی اور اگر چاہیں تو نہر والوں سے پہلے اطلاع کر دیں کہ اپنی نہر درست کرو پھر اگر وہ درست نہ کریں یہاں تک کہ مسجد کی دیوار گر جائے یا ٹوٹ جائے تو ان لوگوں سے منہدم کی قیمت تاوان لیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شمس الائمہ حلوائیؒ نے اپنے نفقات میں مشائخ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقلاً ذکر کیا کہ جب مسجد کے لیے[3] چند وقف ہوں اور اُس کا کوئی متولی نہیں۔ پس محلہ والوں میں سے ایک شخص ان اوقاف کی پرداخت پر کھڑا ہو گیا اور اُس نے ان کی حاصلات سے بوریا و پیال وغیرہ جس کی مسجد کو ضرورت ہوئی اُس پر خرچ کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ بدلیل استحسان جو کچھ اُس نے کیا اس میں اُس پر ضمان نہیں ہے لیکن اگر حاکم کو اُس کے فعل کی خبر کی گئی اور اس شخص نے اُس کے سامنے اُس کا اقرار کیا تو حاکم اس سے ضمان لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

وقف مسجد کی حاصلات سے جو فاضل بچے وہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا یا نہیں تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں صرف کیا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے پس فاضل مال سے مسجد کے لیے کوئی ایسی چیز خریدی جائے جس سے کرایہ وغیرہ حاصلات آیا کرے یہ محیط میں ہے۔ قاضی شمس الاسلام محمود اوزجندی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد والوں نے اس کے وقفوں میں تصرف کیا یعنی جو املاک وقف کی تھیں ان کو

---

[1] میں کہتا ہوں کہ کبھی کوئی چیز حاجت کے وقت رواج نہیں پاتی ہے جس طور کہ سابق جنس عقی پس صواب یہی ہے کہ تفصیل بیان کی جائے یا یہ کہ قاضی اس کو حکم کر دے پس بوقت فتویٰ تامل لازمی ہے ۱۲۔ [2] فتاویٰ مسجد بھی حکم مسجد میں ہے ۱۲۔ [3] قولہ چند وقت آلخ اقوال اگر ایک ہی وقف تب بھی ہو یہی حال ہے پس جمع کا لفظ اتفاقی ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

اجارہ پر دے دیا اور اُس کا متولی موجود ہے تو فرمایا کہ ان کا تصرف جائز نہیں ہے لیکن حاکم ان تصرفات میں سے اس تصرف کو جس میں مسجد کے واسطے مصلحت ہو پورا کر دے گا پھر پوچھا گیا کہ بھلا تصرف کرنے والا اگر ایک ہو یا دو ہوں تو کچھ فرق ہوگا۔ فرمایا کہ تصرف کرنے والا ضرور ہے کہ محلّہ کا رئیس اور اس میں متصرف ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ نسفیہ میں ہے کہ شیخ سے سوال کیا گیا کہ مسجد کی عمارت کے لیے اہل محلّہ نے وقف مسجد کو فروخت کر دیا تو فرمایا کہ کسی طرح جائز نہیں ہے خواہ قاضی کے حکم سے بیچا ہو یا بغیر حکم قاضی بیچا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ فوائد نجم الدین النسفیؒ میں ہے کہ مسجد والوں نے وقف مسجد کی حاصلات سے عقار خریدا پھر عمارت کو فروخت کیا تو مشائخ نے اُس کی بیع جائز ہونے میں اختلاف کیا اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور ان کی لکڑیوں میں[1] سے کچھ بچ رہا تو مشائخؒ نے فرمایا کہ جو کچھ بچ رہا وہ اسی کی عمارت میں جب ضرورت ہو صرف کیا جائے اور اس کے تیل و چٹائی میں صرف نہ ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب اُنہوں نے متولی کو سپرد کیا ہو کہ اُس سے مسجد بنوا دے اور اگر سپرد نہ کر دیا ہو تو جو کچھ فاضل بچے وہ انہی کا ہوگا اس کو جو چاہیں کریں کذا فی البحر الرائق عن الاسعاف مسجد پر وقف کی زمین ایسی ہوگئی کہ زراعت نہیں کی جاتی ہے اس کو ایک شخص نے عامۂ مسلمین کے لیے حوض کر دیا تو مسلمانوں کو اس حوض کے پانی سے انتفاع نہیں جائز ہے کذا فی القنیہ۔ ایک مال ہے کہ راہ خیر اور غیر معین فقراء پر وقف ہے اور ایک مال ہے کہ جامع مسجد پر وقف ہے اور دونوں مالوں کے غلہ یعنی حاصلات اموال مجتمع ہوئے پھر اسلام پر کوئی سختی پیش آئی مثلاً کفار روم نے حملہ کیا اور اس حادثہ میں خرچہ کی ضرورت ہوئی تو اس کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ جو غلہ وقف جامع مسجد کا ہے اگر مسجد مذکور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو قاضی کو روا ہوگا کہ اس حادثہ میں اس کو صرف کر دے لیکن بطریق قرض کے دے تاکہ کافروں پر فتح ہونے کے وقف مال غنیمت سے اُس کو واپس لے اور جو غلہ کہ وقف الفقراء کا ہے اس میں تین صورتیں ہیں اوّل آنکہ محتاجوں پر صرف ہو دوم یہ کہ مال دار مسافروں پر صرف ہو سوم یہ کہ مال داروں پر جو مسافر نہیں ہیں صرف ہو تو پہلی دوسری صورت میں بدون طریقہ قرض کے حادثہ مذکور میں دے دینا جائز ہے اور تیسری صورت میں دو قسمیں ہیں اوّل قسم یہ کہ مسلمان قاضیوں میں سے کوئی ایسے وقف کو جائز سمجھتا ہو اور قسم دوم یہ کہ کوئی جائز نہ جانتا ہو پس قسم اوّل میں بدون طریقۂ قرض کے حادثہ میں دے دینا جائز ہے اور دوم میں بہ طریق قرض دے سکتا ہے پس مال غنیمت سے واپس لے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

باب بارھواں:

رباطات و مقابر و خانات و حیاض و طرق و سقایات کے بیان میں اور مقبرہ کے یا زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف رجوع ہونے والے مسائل کے بیان میں

رباطات جمع رباط جو سرحد اسلام ملحق بملک کفار پر سرائے و قلعہ کے طور پر وقف ہو کہ اس میں مجاہدین رہیں و اپنے گھوڑے باندھیں اور کبھی جہاد کے سفر میں منزل کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے کما صح فی الحدیث رباط[2] یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا ومافیھا۔ مقابر جمع مقبرہ گورستان خانات جمع خان بمعنی کاروان سرائے اور وہ کبھی وقف ہوتی ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے حیاض جمع حوض جو پانی پینے کے واسطے جابجا بنا دیتے ہیں۔ طریق جمع طرق راستہ۔ سقایات جمع سقایا جو پانی لینے و پینے کے لیے بنا دیتے ہیں کہ مسافر

---

[1] قولہ ان لکڑیوں میں سے آخ ماتن نے کہا وفی من خشبۃ شئی پس ترجمہ میں ظاہر کی رعایت کی گئی یا مراد یہ ہے کہ اُن لکڑیوں میں سے کہ ان کو لوگوں نے اس کے واسطے خریدا ہے یا کہ وہ اسی کی ہوں ۱۲۔ [2] اللہ کی راہ میں ایک روز سرحد کی نگہداشت کرنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے ۱۲۔

وغیرہ آدمی اُس سے پانی پئیں بخلاف حوض کہ اس سے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور شکل میں اختلاف ہے اور شرائط کبھی متحد ہو جاتے ہیں وقد مرفي مواضع شتى ما فيه كفاية جس کسی نے مسلمانوں کے لیے کوئی سقایہ بنایا یا کارواں سرائے بنائی جس میں مسافر رہتے ہیں یا رباط بنائی یا اپنی زمین مقبرہ کر دی تو اس کی ملک اس سے زائل نہ ہوگی یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی قاضی حاکم اس کا حکم دے دے کذافی الہدایہ یا وہ شخص اپنی موت کے بعد ایسا کرنے کو باضافت کہے تاکہ وصیت ہو جائے پس بعد موت کے لازم ہو جائے گا اور اس کو اختیار ہے کہ موت سے پہلے اُس سے رجوع کر لے بنابریں کہ جو وقف الفقراء میں گذر چکا کذافی فتح القدیر اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے قول ہی سے اس کی ملک ان چیزوں سے زائل ہو جائے گی جیسا کہ ان کی اصل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر لوگوں نے سقایہ سے پانی پیا اور خان میں رہے یا رباط میں اُترے اور مقبرہ میں مُردہ دفن کیا تو وقف کنندہ کی ملک زائل ہو گئی اور ایک ہی آدمی کے فعل پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ جنس انسان تمام کا فعل متعذر ہے اور یہی حال کنوئیں و حوض میں ہے قال المترجم بالجملہ امامؒ کے نزدیک اس شخص کے قول کے ساتھ جن پر وقف ہے ان میں سے کسی کا فعل بطریق انتفاع بھی پایا جائے فافہم اور اگر اُس نے ان وجوہ میں متولی کو سپرد کر دیا تو تسلیم صحیح ہے کذافی الہدایہ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ ان مسائل میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے یہ مضمرات میں ہے۔ مضائقہ نہیں حوض و کنوئیں سے پانی پیئے اور اپنے چوپایہ کو پلائے خواہ اونٹ و گھوڑا وغیرہ کوئی ہو اور اس سے وضو کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر سقایہ پانی پینے کے واسطے کر دیا ہو پس کسی نے اُس سے وضو کرنا چاہا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اگر وضو کے لیے وقف ہو تو اس سے پینا نہیں جائز ہے اور جو پانی کہ پینے کے واسطے مہیا کیا گیا ہو چنانچہ حوض تک تو اس سے وضو کرنا نہیں جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اسی طرح اگر اپنے دار کو مساکین کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کے سپرد کر دیا جو اُس کی پرداخت کرتا ہے تو وقف کنندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مکہ میں کسی کا گھر ہو پس اُس نے حج کرنے والوں یا عمرہ کرنے والوں کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کو دے دیا کہ اس کی اصلاح پر قیام کرے اور جس کو چاہے بسا دے تو اس کو اس میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر سرحد اسلام ملحق بسرحد کفار پر اس کا کوئی احاطہ ہو جس کو اُس نے غازیوں و رباط والوں کے لیے مسکن کر دیا اور اس کو ایک متولی کو دے دیا جو اُس کی پرداخت کرے تو وہ اُس سے رجوع نہیں کر سکتا اور جب وہ مر جائے تو اُس سے میراث نہ ہوگا اگرچہ اس احاطہ میں کسی نے سکونت نہ کی ہو یہ محیط میں ہے۔ پھر ان چیزوں سے نفع اُٹھانے میں غنی و فقیر کے درمیان کچھ فرق نہیں ہے یہاں تک کہ کارواں سرائے و رباط میں اُترنا اور سقایہ سے پانی پینا اور مقبرہ میں دفن کرنا ہر ایک کو جائز ہے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ تبیین میں ہے۔

کسی دار یا زمین کا غلہ اگر غازیوں کے لیے کر دیا گیا تو اس میں سے نہیں لے سکتا مگر وہی غازی جو محتاجوں کے شمار میں ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر آدمی نے اپنا گھر غازیوں کے رہنے کے واسطے کر دیا پس گھر کے بعض ٹکڑے میں بعض غازی رہے اور بعض ٹکڑے یوں ہی خالی پڑے رہے اس میں کوئی نہیں رہا تو اس وقف کے قیم کو چاہیے کہ اس گھر میں سے جس ٹکڑے میں رہنے کی حاجت نہیں ہے اس کو کرایہ پر دے دے اور اس اُجرت کو اس گھر کی عمارت میں صرف کرے پھر جو اس کے بعد فاضل بچے اُس کو فقیروں و مسکینوں پر صرف کر دے یہ محیط میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ اگر کوئی خان[1] بنایا اور اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وہ اس میں سے ایک کونہ ایک بیت یا دو بیت علیحدہ کر کے اس کو کرایہ دے دے اور اس کرایہ کو اسی پر خرچ کر دے اور امام محمدؒ سے روایت میں ہے کہ لوگوں کو ایک سال میں اترنے کا اعلان کر دے اور دوسرے سال اُس کو

[1] جس کے متعلق کئی بیت ہوں ۱۲۔

کرایہ پر دے اور اسی کی اُجرت سے اُس کی مرمت کرے اور ایسے ہی اگر اپنے گھوڑے کو راہ الٰہی میں حبس کر دیا پس اگر اس پر کوئی جہاد کرنے والا سوار ہوا تو وہ سوار ہو اور اس کو دانہ چارہ دے اور اگر کوئی سوار ہونے والا نہیں ملا تو اس زمانہ میں اُس کو اجارہ دے کر اُس کی اجرت سے دانہ چارہ دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اس کو مسلمانوں کو راستہ کر دیا اور اس پر گواہ کر دیئے تو یہ صحیح ہے ☆

منتقی میں ہے کہ اگر کوئی اجارہ لینے والا بھی نہیں ملا تو امام اس کو فروخت کر کے اس کے دام رکھ چھوڑے حتیٰ کہ جب ضرورت سواری ہو تو ان داموں سے گھوڑا خرید کر دے دے کہ اس پر جہاد کیا جائے یہ محیط میں ہے۔ خصاف نے کہا کہ اگر اپنے گھر کو حاجیوں کا مسکن کر دیا تو مجاورین کو اس میں رہنے کا اختیار نہیں ہے اور جب موسم حج گذر جائے تو اس کو کرایہ پر دے کر اس کی اُجرت سے اُس کی مرمت میں خرچ کرے اور جو کچھ بچ رہے اس کو مساکین میں بانٹ دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے مسلمانوں کے لئے رباط بنایا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے اُسی کے قبضہ میں رہے تو کوئی شخص اس کے قبضہ میں سے نہیں نکال سکتا ہے جب تک اُس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہو جو اس کے ہاتھ سے نکال لینے کا مستوجب ہو جیسے مثلاً وہ اُس میں شراب پیتا ہو تو اُسی کے مانند اور کوئی فسق کا کام جس میں رضائے الٰہی تعالیٰ نہیں ہے اس میں کرتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ گاؤں والوں کی زمین ہے جنہوں نے اس کو مقبرہ کر دیا اور اس میں مُردہ دفن بھی کر دیا گیا پھر گاؤں والوں میں سے ایک نے اس مقبرہ میں کوئی عمارت بنائی تا کہ اس میں کچی اینٹیں اور قبر کی ضروریات کھودنے کے آلات رکھے اور اُس میں ایسے شخص کو بٹھا دیا جو اسباب مذکور کی حفاظت کرے اور یہ کام سب گاؤں والوں یا بعض کی بغیر رضامندی کیا تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ میں وسعت ہو ایسی کہ اس مکان کی زمین پھر نکلنے سے تنگی نہ آئے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور بتانے کے بعد پھر اگر لوگوں کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو عمارت دور کر کے اس میں دفن کیا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کر دی کہ میرے مال سے تہائی نکال لو اس میں سے ایک چوتھائی تو فلاں شخص کو دے دو تین چوتھائی میرے اقرباء اور فقراء کو دو پھر اُس نے کہا کہ اس رباط والوں کو محروم نہ چھوڑنا اور یہ لوگ مساکین ہیں جو اس رباط معین میں رہتے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قرابت والے داخل احصاء و شمار ہیں دوم آنکہ داخل شمار نہیں ہیں پس پہلی صورت میں ہر ایک قرابت کو ایک عدد شمار کیا جائے اور فقراء کو ایک عدد اور رباطیوں کو ایک عدد چنانچہ اگر قرابتی دس ہوں تو تہائی مال کے تین چوتھائی کے بارہ جزو کیے جائیں جس میں سے دس جزو تو اہل قرابت کو اور ایک حصہ فقراء کو اور ایک جزو رباطیوں کو دیا جائے اور دوسری صورت میں اس میں چوتھائی کے تین سہام کیے جائیں قرابت و فقراء اور رباطیوں میں سے ہر ایک کو ایک حصہ دے دیا جائے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اس کو مسلمانوں کا راستہ کر دیا اور اس پر گواہ کر دیئے تو یہ صحیح ہے اور اس وقت کے پورے ہونے کے لیے مسلمانوں میں سے ایک کا گذر جانا ایسے عالم کے قول پر شرط ہے جو اوقات میں سپرد کرنا شرط کہتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ہلالؒ نے کہا کہ اسی طرح جو کوئی مسلمانوں کے لیے پل بنا دے اس کا بھی یہی حکم ہے اور لوگ اس راستہ پر چلیں اور اس کی عمارت وارثان واقف کی میراث نہ ہوگی درحالیکہ وہ وقف ہو چکی ہے پس بطلان میراث میں صغیر پل کی عمارت کو مخصوص کر دیا کذا فی الذخیرہ اور حاکم مہرویہؒ سے منقول ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے نوادر میں روایت پائی کہ امام نے مسجد کی طرح مقبرہ و راہ کا وقف بھی جائز جانا اور ایسے ہی چھوٹا پل جس کو کوئی مسلمانوں کے لیے بنا دے اور اس میں لوگ گذر جائیں اور اُس کی عمارت وارثان واقف کی میراث نہ ہوگی پس بطلان میراث کے لیے پل کی عمارت کو خاص کیا اور مشائخ نے کہا کہ اس تخصیص میں تاویل یہ ہے کہ یہ باعتبار عادت کے ہے کہ زمین وہاں کی وقف کنندہ کی ملک نہیں ہے پس جب پل کا مقام اس کی ملک نہ ہوا تو عمارت کی ٹوٹن میں میراث کا

احتمال تھا پس تخصیص کر کے بطلان میراث کی نفی کی اور[1] ظاہر یہ ہے کہ آدمی نہر عام پر پل بنا دیتا ہے پس موضع کے سوائے خالی عمارت اس کی ملک ہوتی ہے جس کو وقف کر دیتا ہے اور یہی مسئلہ دلیل ہے کہ عمارت کا وقف بدون اصل کے جائز ہے باوجودیکہ دار میں عمارت کا وقف بدون زمین کے نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مشرکوں کا ایک مقبرہ تھا اس کو لوگوں نے مسلمانوں کا مقبرہ بنانا چاہا پس اگر مشرکین کے قبور اور اجسام کے نشانات مٹ گئے ہوں تو ایسا کرنے کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر ان کے آثار باقی رہے ہوں مثلاً ان کی ہڈی کچھ نکل آئے تو کھود کر وہ دفن کر دی جائے پھر وہ مسلمانوں کا مقبرہ کر دیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ میں جہاں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ مشرکوں کا مقبرہ تھا پس کھود کر وہ مسجد کر دیا گیا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر ایک شخص کسی مفتی کے پاس آیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب میں تقرب حاصل کروں پس کہا میں مسلمانوں کے لیے رباط بناؤں یا غلاموں کو آزاد کروں اور یا اُس نے مفتی سے کہا کہ میں اپنے احاطہ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں پس کہا کہ میں اس کو فروخت کر کے اس کے دام صدقہ کر دوں یا داموں سے غلام خرید کر ان کو آزاد کر دوں یا میں اس کو مسلمانوں کے لیے گھر کر دوں ان میں سے کون افضل ہے تو مشائخ نے کہا کہ اس کو جواب دیا جائے کہ اگر تو رباط بنا دے اور اس کی عمارت کے لیے آمدنی کی کوئی چیز وقف کر دے تو رباط افضل ہے کیونکہ یہ دائمی ہے اور اُس کا نفع عام ہے اور اگر تو رباط کے لیے آمدنی کا کوئی حصہ وقف نہ کر سکے تو رباط نہیں بلکہ اُس کو فروخت کر کے اُس کے دام مساکین پر صدقہ کر دے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اس سے اُتر کر فضیلت میں یہ ہے کہ کہا اس کے داموں سے غلام خرید کر اُن کو آزاد کر دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ بزازیہ میں ہے کہ اراضی کا وقف کر دینا اُس کو بیچ کر اس کے دام صدقہ کر دینے سے اچھا ہے یہ بحر الرائق میں ہے میت کو دفن کرنے کے بعد خواہ مدت بہت گذرے یا تھوڑی اُس کو بغیر عذر نکالنا نہیں روا ہے ہاں عذر کی وجہ سے نکالنا جائز ہے اور عذر یہ ہے کہ وہ زمین غصب کی ہوئی ظاہر ہو یا شفیع اُس کو شفعہ میں لے لے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اقول ظاہراً یہ حکم مدت قصیر کے حق میں جب تک لاش سڑ جانے کا احتمال نہ ہو یا صندوق میں ہو یا نکالنا ممکن ہو واللہ تعالیٰ اعلم ایک رباط کے جانور بہت ہوئے اور ان کا خرچہ بڑھ گیا تو قیم ان میں سے کچھ فروخت کر سکتا ہے کہ ان کے دام باقیوں کے دانہ چارہ اور رباط کی مرمت میں خرچ کرے یا نہیں پس اس کے حکم میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان جانوروں سے بعض کے سن ایسے دراز ہو گئے کہ جس واسطے وہ رباط میں مربوط ہوئے تھے اس کام میں نہیں آ سکتے ہیں تو اس صورت میں اُس کو ایسے جانور فروخت کرنے کا اختیار ہے دوم یہ کہ ایسے نہ ہوں تو اس صورت میں فروخت نہیں کر سکتا لیکن اس رباط میں بقدر حاجت جانور رہنے دے اور باقیوں کو ایسے رباط میں باندھے جو اس رباط سے سب سے قریب[2] ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

شمس الاسلام اوزجندیؒ سے سوال کیا گیا کہ ایک مسجد ہے اس کے واسطے کوئی قوم باقی نہیں رہی اور گرد اس کا خراب ہو گیا اور لوگ اُس سے بے پرواہ ہو گئے تو اُس کا مقبرہ کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ تو فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور انہی سے پوچھا گیا کہ گاؤں میں مقبرہ ہے وہ نابود ہو گیا اور اُس میں مُردوں کا اثر مانند ہڈی وغیرہ کے کچھ نہیں رہا تو اُس کا جوتنا بونا اور استغلال[3] جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں اور وہ مقبرہ کے حکم میں ہے کذا فی المحیط پس اگر اس میں گھاس لگی ہو تو کاٹ کر چوپاؤں کے پاس ڈال دی جائے اور چوپایہ اس میں نہ چھوڑے جائیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرائے بنا دی اس طرح کہ اس سے آمدنی آئے یا لوگ رہا

---

[1] یعنی وہ عمارت کسی طرح وارثوں کی میراث نہیں ہو سکتی ۱۲۔ [2] قولہ قریب ہو اور اگر دو رباط بھی پر ہو تو اس سے قریب والی رباط میں علی ہذا القیاس بالجملہ جب فروخت نہیں کر سکتا ہے تو دیگر تدابیر ان کی ابقاء کی مناسب وقت عمل میں آئیں جو شرع میں جائز ہیں بشرطیکہ رباط کے فائدہ سے خارج نہ ہونے پائے ہذا ہو الاصل ۱۲۔ [3] طلب غلہ اُس سے کرنا ۱۲۔

کریں تو اس سے خراج ساقط ہو جائے گا اگر وہ زمین خراجی ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنی قطعہ زمین کو مقبرہ بنا دیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن کیا اور یہ قطعہ زمین مقبرہ کے لائق اس وجہ سے نہیں کہ قریب اُس کے پانی کا غلبہ ہونے سے وہاں تک تری پہنچ کر فاسد کرتی ہے پس اُس نے اُس کو فروخت کرنا چاہا تو دیکھا جائے کہ اگر کم بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں دفن کرنے سے بالکل بے رغبت نہیں ہیں تو وہ بیع نہیں کر سکتی ہے اگر بہت بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں دفن کرنے سے بے رغبت ہوں تو وہ بیع کر سکتی ہے اور جب اُس نے بیع کر دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو اپنے بیٹے کی لاش نکال لے جانے کا حکم کرے کذا فی المضمرات عن الکبریٰ۔

ایک نے مقبرہ میں اپنے واسطے قبر کھود رکھی تو کیا دوسرے کو یہ اختیار ہے کہ اس میں اپنا مردہ دفن کر دے تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ میں وسعت ہو تو مستحب ہے کہ جس نے کھودی ہے اس کو زحمت نہ دے اور اگر وسعت نہ ہو تو دوسرا اس میں اپنا مردہ دفن کر سکتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کسی نے مسجد میں مصلےٰ بچھایا یا رباط میں اُترا پھر دوسرا آیا پس اگر اس جگہ وسعت ہو تو چاہیے کہ پہلے شخص کو زحمت نہ دے اور اگر دوسرے شخص نے ایک قبر میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو شیخ ابونصرؒ نے کہا کہ اس کو یہ مکروہ نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ کوئی میت ایک شخص کی زمین میں بدون اجازت مالک کے دفن کی گئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اُس پر راضی ہو اور چاہے میت نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے زمین برابر کر کے اس پر زراعت کرے اور اگر کسی نے ایک قبر کھودی ایسے مقبرہ میں جس میں اس کو اپنے لیے کھودنا مباح تھا پھر اس میں دوسرے نے اپنا مُردہ دفن کر دیا تو وہ قبر سے نہیں اُکھاڑا جائے گا لیکن دوسرا شخص اس کے کھودنے کی قیمت یعنی اُجرت کا ضامن ہوگا[1] پس ایسے حکم سے دونوں کا حق محفوظ ہوا کذا فی خزانۃ المفتین والمحیط۔ ایک قوم نے دریائے جیحوں کے کنارے جو زمین مردہ پڑی تھی اس کو زندہ و معمور کیا اور سلطان اُن سے عشر لیا کرتا تھا اور اس کے قرب میں ایک رباط ہے پس رباط کے متولی نے سلطان سے گزارش کی پس سلطان نے یہ عشر اس کے واسطے چھوڑ دیا تو کیا متولی کو اختیار ہے کہ اس عشر کو اس رباط کے مؤذن پر صرف کرے یعنی اس کے کھانے کپڑے میں اس عشر سے مدد لے اور کیا مؤذن کو روا ہے کہ جو عشر سلطان نے مباح کر دیا ہے اس کو لے لے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ اگر مؤذن محتاج ہو تو اُس کو حلال ہے اور متولی کو روا نہیں ہے کہ اس عشر کو تعمیر رباط میں صرف کرے بلکہ فقط فقراء پر صرف کر سکتا ہے اور اگر اُس نے محتاجوں پر صرف کیا پھر اُنہوں نے اپنی طرف سے رباط کی تعمیر میں صرف کیا تو جائز اور بہتر ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اسی طرح زکوٰۃ کا مال ہے کہ اگر متولی نے اس کو مسجد بنانے میں یا پُل بنانے میں صرف کرنا چاہا تو نہیں جائز ہے اور اگر اُس کا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ متولی اُس کو فقیروں پر صدقہ کر دے پھر فقیر لوگ اُس کو متولی کو دے دیں پھر متولی اُس کو اس عمارت میں صرف کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک رباط میں پھل ہیں تو کیا اس میں اُترنے والوں کو روا ہے کہ اس میں سے تناول کریں تو اس میں دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ ان پھلوں کی قیمت نہ ہو جیسے شہتوت[2] وغیرہ دوم یہ کہ ان کی قیمت ہو پس اوّل صورت میں کھا لینا روا ہے اور دوسری صورت میں اس سے احتیاط کرنا از راہ دیانت و تقویٰ کے بہتر ہے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید وقف کنندہ نے یہ پھل اُترنے والوں کے لیے نہیں بلکہ فقیروں کے لیے وقف کیے ہوں اور یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ فقیروں پر وقف ہے اُترنے والوں پر وقف نہیں ہے تو فقیروں کے سوائے کسی کو ان کا کھانا حلال نہیں ہے کذا فی الواقعات الحسامیہ قلت اس میں اشارہ ہے کہ اُترنے والا اگر فقیر ہو تو اس کو بھی روا ہے فافہم واللہ اعلم فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ ایک شخص نے دار عمران کے خادم کو درہم دیے کہ ان کے عوض گوشت روٹی خرید کر اس دار کے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ روایت اس کے موافق ہے جو کتاب الکراہیۃ وغیرہ میں ہے اور جو اس سے کچھ پیشتر گذری تو وہ بیان ہو چکی ۱۲۔ [2] ۔ ہندوستان میں ان کی قیمت ہوتی ہے اگر بہت ہوں ۱۲

رہنے والوں کو تقسیم کر دے اور دار عمران وہ دار ہے جس میں فقراء و مساکین رہتے ہیں پھر خادم کو اس روز گوشت و روٹی کی ضرورت نہ ہوئی اور خادم نے اُس سے پہلے اُدھار گوشت روٹی خریدی تھی پس اُس نے یہ درہم اُدھار میں ادا کر دیئے تو وہ ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ مسائل جو مقبرہ و زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف راجع ہیں ایک مقبرہ میں بڑے بڑے درخت لگے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین کو مقبرہ بنانے سے پہلے اس میں یہ درخت اُگے ہوں دوم یہ کہ مقبرہ بنانے کے بعد اُگے ہوں۔ پس اوّل صورت میں مسئلہ کی دو قسم ہیں قسم اوّل آنکہ اس زمین کا کوئی مالک تھا جس نے مقبرہ کر دیا قسم دوم یہ کہ زمین موات تھی اس کا کوئی مالک نہ تھا اُس کو گاؤں والوں نے مقبرہ بنالیا پس قسم اوّل میں یہ درخت مع جڑوں کے اس کے مالک کی ملک ہیں پس جو چاہے ان کے ساتھ معاملہ کرے اور قسم دوم میں درخت مع جڑوں کے اپنے قدیم حال پر رہیں گے صورت دوم میں بھی مسئلہ کی دو قسمیں ہیں قسم اوّل آنکہ ان کا لگانے والا معلوم ہو۔ قسم دوم آنکہ ان کا لگانے والا معلوم نہ ہو۔ پس قسم اوّل میں لگانے والے کے ہوں گے اور قسم دوم میں اس کا حکم باختیار قاضی ہے کہ اگر اس کی رائے میں آئے کہ ان کو فروخت کر کے ان کے دام مقبرہ[1] کی عمارت میں صرف کیے جائیں تو ایسا حکم دے سکتا ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی کئی ایک صورتیں اور اُن کا حل ☆

اگر مسجد میں درخت جمائے تو مسجد کے ہوں گے اور اگر رباط کی وقف کی ہوئی زمین میں جمائے تو دیکھا جائے کہ اگر درخت جمانے والا اس زمین موقوفہ کا متولی ہے تو وہ درخت جو اُس نے جمائے ہیں رباط کے ہوں گے یعنی وقف ہوں گے اور اگر وہ شخص اُس کا متولی نہ ہو تو یہ درخت اُسی کے ہوں گے اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنا درخت اُکھاڑ لے اور اگر کسی نے عام راستہ پر درخت جمایا تو حکم یہ ہے کہ وہ درخت اپنے جمانے والے کا ہوگا اور اگر اُس نے نہر عامہ کے کنارے یا گاؤں کے حوض کے کنارے درخت جمایا تو وہ جمانے والے کا ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اُس نے ان کو قطع کر لیا پھر ان کی جڑوں سے اور درخت اُگے تو یہ بھی اُسی جمانے والے کے ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک شارع میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے درخت لگے ہوئے ہیں اُن درختوں کی بابت ان لوگوں نے خصومت کی جن کا شرب[2] اس نہر سے ہے اور ان درختوں کا جمانے والا معلوم نہیں ہوتا اور یہ نہر اس شارع میں ایک شخص کے دروازے کے آگے جاری ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان درختوں کے جمنے کا ٹھکانا ان لوگوں کی ملک میں ہے جن کو اس نہر سے شرب حاصل ہے تو جو کچھ ان کی ملک میں جمے اور اس کا جمانے والا کوئی معلوم نہ ہو تو وہ انہی کا ہوگا اور اگر یہ ٹھکانا اُس کی ملک نہ ہو بلکہ یہ ٹھکانا تو عام لوگوں کا ہو اور جن کو شرب ہے ان کو اس میں پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہے تو دیکھا جائے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مالک مکان نے جب مکان خریدا تو یہ درخت اسی مقام پر تھے تب تو یہ درخت مالک مکان کے نہ ہوں گے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو یہ درخت اُسی کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ صدر الشہیدؒ نے اپنے واقعات میں لکھا کہ مالک مکان کے لیے درختوں کا حکم دیئے جانے میں واجب یہ ہے کہ یہ مجری[3] اس شخص یعنی مالک مکان کے فناء دار میں ہو تب یہ حکم ہے کذا فی المحیط خلاصہ یہ ہے کہ یہ نہر ایک نالہ کے مانند ایک شخص کے دروازے پر ہے جیسا کہ پہاڑی ملکوں وغیرہ میں ممکن ہوتا ہے فافہم۔ ایسا درخت وقف کیا گیا جس کے پتوں سے یا اُس کے پھلوں سے یا اُس کی جڑ سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو وقف جائز ہے پھر جب جائز ہوا تو اس کی جڑ نہیں کاٹی جائے گی لیکن جبھی کہ بدون اس کی جڑ کے اس سے انتفاع نہیں ہو سکتا مثلاً اس کی شاخیں جاتی رہیں یا وہ درخت ہی اس قسم کا ہو کہ اُس کی جڑ ہی سے نفع حاصل ہوتا ہے تو کاٹ

---

[1] اُس کی مرمت و درستی ۱۲۔ [2] شرب وہ پانی جو ان کو اس نہر سے ملتا ہے تا کہ اپنے گاؤں وغیرہ سینچیں ۱۲۔ [3] یعنی وہی نہر جس کے کنارے درخت ہیں ۱۲

کر صدقہ کیا جائے گا اور اگر اس کے پتوں یا پھلوں سے انتفاع ہو تو جڑ سے نہیں کاٹا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درخت مع جڑ کے ایک مسجد پر وقف کیا گیا پھر وہ خشک ہو گیا یا اس میں سے تھوڑا خشک ہو گیا تو خشک کاٹ دیا جائے اور باقی چھوڑ دیا جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اراضی فقراء پر وقف ہے اس کو کسی نے متولی سے اجارہ لیا اور اس میں گوبر و کھاد ڈالی اور درخت جمائے پھر مستاجر مر گیا تو یہ درخت اس کے وارثوں کی میراث ہوں گے اور اُن سے مؤاخذہ کیا جائے گا کہ ان کو جڑ سے کاٹ لو اور اگر وارثوں نے چاہا کہ کھاد ڈالنے سے جو زمین میں زیادتی ہو گئی ہے اُس کو وقف سے واپس لیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک نے شارع میں درخت جمائے پھر جمانے والا مر گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے ان میں سے ایک نے اپنا حصہ ایک مسجد کے واسطے کر دیا یعنی وقف کیا تو اُس کا حصہ مسجد کے واسطے نہ ہو جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک نے اپنی زمین میں کچھ درخت معین کر کے ان کی نسبت اپنی صحت میں اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو ان کو تو فروخت کر کے ان کے دام میرے کفن میں اور فقیروں کی روٹی میں اور فلاں مسجد کے چراغ کے تیل میں صرف کرنا پھر مر گیا اور یہی بیوی اور دیگر وارثان بالغ اُس نے چھوڑے پس وارثوں نے میراث سے کفن خریدا اور اُس کی تجہیز و تکفین کر دی تو وہ عورت ان درختوں کو فروخت کرے اور ان کے داموں سے مشتری کے ذمہ سے بقدر کفن کے گھٹائے[1] اور باقی کو روٹیوں و چراغ کے تیل میں صرف کرے یہ محیط میں ہے ایک نے اپنی زمین ایک جہت معلومہ پر یا ایک قوم معلومہ پر وقف کی پھر وقف کرنے والے نے اس میں درخت بوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس نے غلہ وقف سے بوئے یا اپنے مال سے لیکن بیان کر دیا کہ میں وقف کے لیے جماتا ہوں تو یہ درخت وقف کے ہوں گے اور اگر اپنے مال سے بوئے اور کچھ بیان نہ کیا تو درخت اس کے مرنے پر تو اُس کے وارثوں کے ہوں گے اور وقف کے نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقبرہ میں درخت ہیں تو کیا روا ہے کہ وہ کسی مسجد کی عمارت میں صرف کیے جائیں فرمایا کہ ہاں اگر وہ کسی اور جہت پر وقف نہ ہوں پھر پوچھا گیا کہ اگر مقبرہ کی دیواریں گر جانے اور خراب ہو جانے کو ہو گئیں تو اس میں صرف کیے جائیں یا تعمیر مسجد میں تو کہا کہ جس پر وقف ہوں اسی پر صرف ہوں بشرطیکہ معلوم نہ ہو جائے اور اگر مسجد کا متولی اور مقبرہ کا متولی نہ ہو تو عوام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون حکم قاضی کے اس میں تصرف کریں یہ ظہیریہ میں ہے نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پودہ بویا پھر چند سال میں وہ بڑا ہو گیا پھر متولی مسجد نے چاہا کہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنوئیں کی تعمیر میں صرف کرے اور جمانے والا کہتا ہے کہ یہ میرا ہے میں نے اس کو مسجد پر وقف نہیں کیا تو کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اگر جمانے والے نے اس کو مسجد ہی کے واسطے جمایا تو کنوئیں کی تعمیر میں اس کو صرف کرنا نہیں جائز ہے اور جمانے والے کو بھی اپنی ضرورت میں صرف کرنا نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ ایک مسجد میں سیب کا درخت ہے تو کیا لوگوں کو روا ہے کہ اُس کے پھلوں سے افطار کریں تو صدر الشہیدؒ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ مباح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ عام رہ گزر پر ایک درخت ہے وہ راہ گیروں پر وقف کیا گیا تو راہ گیروں کو اس کے پھل کھانے مباح ہیں اور اس میں غنی و فقیر یکساں ہیں اسی طرح جو پانی کہ میدانوں میں رکھا گیا ہو اور سقایہ کا پانی اور جنازہ کا تخت اور اس کے کپڑے اور وقف کا قرآن مجید ان سب چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے میں غنی و فقیر دونوں برابر ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

---

[1] قولہ گھٹائے الخ اقوال اگر مقدار کفن کے گھٹانے سے مشتری پر صدقہ منظور ہے تو بھی صحیح ہوگا کہ مشتری فقیر ہو اور احتمال ہے کہ مقدار کفن کے دام گھٹا کر وارثوں کو دام دے دے لیکن خلاف متبادر و محاورہ ہے واللہ اعلم ۱۲۔

باب نمبر ھوا (۵):

ان اوقاف کے بیان میں جن سے استغناء ہو جائے اور اُس کے متصلات یعنی اوقاف کے غلہ کو وجوہ دیگر پر صرف کرنے کے بیان میں اور کافروں کے وقف کے بیان میں

ایک چھوٹے پل پر کچھ وقف ہے پھر وہ وادی خشک ہوگئی اور پانی اسی محلہ کے دوسرے نالہ کی طرف پھر گیا پس اس نالہ پر پل باندھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا روا ہے کہ پہلے پل کے غلات[1] وقف کو اس دوسرے پل کی طرف پھیریں تو دیکھا جائے کہ اگر دوسرا پل بھی عام لوگوں کے واسطے ہو اور وہاں دوسرا پل اُس سے قریب عام لوگوں کے لیے نہ ہو تو پہلے پل کا غلہ اس کی طرف پھیرنا روا ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے شمس الائمہ حلوائی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد یا حوض خراب ہو گیا کہ اس کی حاجت نہ رہی کیونکہ لوگ متفرق ہو گئے تو کیا قاضی کو روا ہے کہ ان چیزوں کے اوقاف کو دوسری مسجد یا حوض کی طرف پھیر دے تو فرمایا کہ ہاں اور اگر لوگ متفرق نہیں ہوئے لیکن حوض کو تعمیر کی ضرورت نہیں ہے اور وہاں ایک مسجد ہے جس کو عمارت کی ضرورت ہے یا اس کے برعکس واقع ہوا تو کیا قاضی کو روا ہے کہ جس کو عمارت کی حاجت نہیں ہوا سکے وقف کو دوسرے کی طرف جس کو عمارت کی حاجت ہے صرف کر دے فرمایا کہ نہیں کذا فی المحیط۔

ایک رباط سے لوگ مستغنی ہو گئے مثلاً جس سرحد کفار پر رباط تھی وہ ملک بھی دارالاسلام ہو گیا اور اس رباط کے لیے وقف کی آمدنی تھی پس اگر اُس کے قرب میں دوسری رباط ہو تو یہ آمدنی اس رباط میں صرف کی جائے اور اگر قرب میں رباط نہ ہو تو یہ غلہ اسی شخص کے وارثوں کی طرف عود کرے جس نے رباط بنائی تھی ایسا ہی یہ مسئلہ فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے اور صدر شہید نے اپنے واقعات میں کہا کہ اس میں نظر ہے تو فتویٰ کے وقت تامل کرنا ضروری ہے کذا فی الذخیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ صدر الشہیدؒ کے نزدیک ظاہراً صحیح حکم یہ ہے کہ جب رباط قرب میں نہ ہو تو یہ غلہ فقیروں و مسکینوں پر صرف کیا جائے کہا قال غیر الفقیہؒ اور یہی قول اقرب و اشبہ ہے کیونکہ بنا بر قول فقیہؒ کے وقف مذکور لازمی نہ تھا یا کہ صحیح نہ تھا کیونکہ جہت خیر ایسی ہونی چاہیے جو منقطع نہ ہو اور یا تاویل مسئلہ یہ ہے کہ وقف کرنے والے نے آخر وقف کا فقیروں کے لیے نہیں کیا تھا لیکن پوشیدہ نہیں کہ رباط کا وقف بدون اس قید کے صحیح ہے اور اسی پر عامہ مشائخ اور اسی پر فتویٰ ہے اسی واسطے صدر الشہید نے تاویل نہیں فرمائی فافہم واللہ اعلم فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شیخ الاسلام سے پوچھا گیا کہ ایک گاؤں کے لوگ متفرق ہو گئے اور وہاں کی مسجد منہدم و خراب ہونے کو آ گئی اور بعض زبردست فاسقوں نے غلبہ کر کے مسجد کی لکڑیاں اپنے گھروں کو اُٹھا لے جانا شروع کیا تو گاؤں میں سے کسی کو اختیار ہے کہ قاضی کی اجازت لے کر مسجد کی لکڑیوں کو فروخت کر کے اس کے دام اس غرض سے رکھ چھوڑے کہ کسی دوسری مسجد میں یا کسی وقت اسی مسجد میں صرف کر دے تو شیخ نے کہا کہ ہاں یہ محیط میں ہے۔

ایک نے اپنا چوپایہ یا کوئی تلوار کسی رباط میں مربوط کی یعنی اس واسطے وقف کی کہ اس سے راہ میں کام لیا جائے پھر رباط خراب ہو گئی اور لوگ اُس سے مستغنی ہو گئے تو یہی چیز دوسری رباط میں جو اس رباط سے سب سے زیادہ قریب ہو مربوط کی جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ ایک وقف[2] بالاخانہ معدم ہو گیا اور اُس کا کوئی غلہ[3] نہیں ہے جس سے اس کی عمارت ممکن ہو تو وقف باطل ہو

---

[1] اس کے متعلق وقف کی جو آمدنیاں ہوں ۱۲۔ [2] یعنی محض بالاخانہ ہی وقف تھا اور کوئی دوسری چیز نہ تھی ۱۲۔ [3] یعنی کوئی آمدنی نہیں ہے جس سے اس کی مرمت و درستی کی جائے ۱۲۔

جائے گا اور اُس کا حق اُس کے وقف کرنے والے کی طرف عود کرے گا اگر زندہ ہو یا اس کے وارثوں کی طرف اگر مر گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک محلہ میں پانی کا حوض وقف ہے خراب ہو گیا کہ اس کی تعمیر ممکن نہیں ہے اور محلہ والے اُس سے بے پرواہ ہو گئے پس اگر اُس کا وقف کرنے والا معلوم ہو تو اس کی طرف عود کرے گا اگر زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اُس کے وارثوں کی طرف عود کرے گا اور اگر اُس کا وقف کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہ ان لوگوں کے قبضہ میں بمنزلۂ لقطہ کے ہو گا کہ اس کو کسی فقیر پر صدقہ کر دیں پھر فقیر اُس کو فروخت کر کے اُس کے داموں سے انتفاع حاصل کرے اور اسی جنس سے یہ مسئلہ کہ ایک دکان وقف صحیح تھی پھر بازار مع اس دکان کے آگ لگنے سے جل گیا پس دکان ایسی رہے گی کہ اس سے انتفاع ممکن نہیں ہے اور کسی مال کے عوض اجارہ نہیں لی جا سکتی ہو تو وقف ہونے سے خارج ہو جائے گی اور اسی جنس سے یہ مسئلہ ہے کہ ایک وقف رباط آگ لگنے سے جل کر نکمی ہو گئی تو وقف باطل ہو کر میراث ہو جائے گی اور اسی جنس سے حویلی ایک مقبرہ پر بطور صحیح وقف ہے پھر حویلی خراب ہو کر بھی نکمی ہو گئی پھر ایک شخص نے آ کر بدوں کسی کی اجازت کے اس کو آباد کر کے اپنے مال سے تعمیر کیا تو اصل زمین وقف کنندہ کے وارثوں کی ہو گی اور عمارت اس بنانے والے یا اس کے وارثوں کی ہو گی کذا فی المضمرات اسی طرح ایک وقف ایک قوم پر جن کے نام شمار میں معلوم ہیں وقف صحیح ہے وہ برباد ہو کر بےکار ہو گئی اور گاؤں سے دور پڑی اس کی تعمیر میں کوئی رغبت نہیں کرتا اور نہ اُس کی اصل کو اجارہ لیتا ہے تو وقف باطل ہو کر اس کی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر اس کی اصل زمین کو کوئی شخص کسی قدر قلیل اجرت پر اجارہ لے تو اُس کی اصل وقف رکھی جائے گی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہ جواب بر قول امام محمدؒ صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر اس میں تامل و نظر ہے کیونکہ وقف جب ان کے نزدیک اپنے شرائط پر صحیح واقع ہو تو سوائے خاص چند صورتوں کے وہ باطل نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فتاویٰ ابو اللیثؒ میں ہے کہ ایک شخص نے لوگوں سے چندہ(1) مانگ کر مسجد بنانے کے لیے درہم جمع کیے پھر ان درہموں سے اپنی ضرورت میں اُٹھائے پھر ان کے عوض اپنے مال سے اس میں رکھ دیے تو حکم یہ ہے کہ وہ شخص ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو دیکھے کہ اگر وہ مال کے دینے والے کو پہچانتا ہے یعنی جو مال بطور ناجائز اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالا اُس کے دینے والے کو پہچانتا ہے تو اس کو واپس کرے یا اُس سے دوبارہ اجازت لے لے اور اگر وہ مالک مال کو نہ پہچانے تو جس کام میں لگا دے گا اس کے واسطے حاکم سے اجازت لے لے اور اگر اس پر یہ بھی متعذر ہو تو مجھے امید ہے کہ جب اپنے مال سے اسی قدر لے کر اس کام میں صرف کر دے گا تو جائز ہو جائے گا لیکن ایسا کر دینا یا حاکم سے اجازت لے لینا خالی اس واسطے ضرور ہونا چاہیے کہ اس کے اوپر سے وبال دور ہو جائے اور ضمان ساقط ہونے کے لیے نہیں ہے کیونکہ ضمان اُس پر واجب رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مسائل مبنی علیٰ ہذا الاصل جس میں علماء و صلحاء مبتلا ہوتے ہیں از انجملہ اگر عالم نے فقیروں کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ کر جمع کیا اور یہ چندہ ایک دوسرے میں خلط ہو گیا تو عالم اس سب کا ضامن ہو جائے گا اور اگر اُس نے ادا کیا تو اپنے مال سے فقیروں کو ادا کرنے والا قرار دیا جائے گا لیکن ان لوگوں کے لیے ضامن رہے گا اور اس مال سے ان[1] لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہو گی پس یہاں حیلہ یہ ہے کہ فقیر معلوم اس عالم کو اپنی طرف سے وصول کرنے کی اجازت دے دے تو اس صورت میں اُس کے مال کو اسی کے مال میں خلط کرنے والا ہو گا کذا فی المحیط۔ از انجملہ یہ ہے کہ پامرد اگر کھڑا ہوا اور اپنی کوشش و پامردی سے اُس نے فقیروں کی بلا اجازت اور بدون حکم کے ان کے واسطے کچھ سوال کیا تو لوگوں یعنی دینے والوں کی طرف سے وہ امین ہے پس اگر اُس نے بعض لوگوں کے مال کو دوسروں کے مال میں خلط کر دیا تو ضامن ہو گیا اور جب اُس نے فقیروں کو

---

[1] ان میں سے جس نے یہ مال اس عالم کو فقیروں کے لئے اپنی زکوٰۃ سے دیا تھا اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی پس وہ لوگ اپنی اپنی زکوٰۃ ادا کریں ۱۲۔

(1) چندہ وقفی اور اس کے مسائل میں اس زمانہ کے لوگوں کی غفلت ۱۲۔

ادا کر دیا تو اپنے مال سے ادا کرنے والا ہوا اور جن لوگوں سے وصول کیا تھا ان کے لیے ان کے مالوں کا ضامن ہوا اور ان لوگوں کی زکوٰۃ اُس سے ادا نہ ہوئی پس اس صورت میں حیلہ یہ ہے کہ فقیر پہلے اس پامرد کو اپنے واسطے وصول کرنے کا حکم دے پس جب اُس نے حکم دیا تو یہ پامرد اُس کی طرف سے وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور تصرف کرنا جائز ہوا پس فقیر ہی کے مال کو اس کے مال میں خلط کرنے والا ہو گا یہ مضمرات میں ہے۔

باب چودھواں:

متفرقات کا بیان

ایک نے چاہا کہ اپنا مال کسی قربِ الٰہی کی راہ میں کر دے پس اُس نے مسلمانوں کے لیے رباط بنائی تو رباط بنانا بنسبت بردہ آزاد کرنے کے اس لیے بہتر ہے کہ رباط کو دوام زیادہ ہے اور بعض نے کہا کہ مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہے میں کہتا ہوں کہ ہم نے ایسی نیت والے کو کہا کہ کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھے تا کہ علم لکھا[1] جائے کیونکہ وہ سب سے زیادہ دوام رکھتا ہے کیونکہ وہ آخر زمانہ تک رہتا ہے پس اور چیزوں سے بہتر ہوگا اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنے گھر کو فقراء پر وقف کرے تو اس کے دام صدقہ کر دینا افضل ہے اور اگر بجائے گھر کے کھیت ہو تو وقف افضل ہے۔ ایک نے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی خریدنی چاہی پس اگر مسجد کو تیل کی ضرورت نہ ہو چٹائی کی ضرورت ہو تو چٹائی افضل ہے اور اگر برعکس ہو تو تیل خریدنا افضل ہے اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں برابر ہیں پس فضیلت میں زیادتی و کمی اور چیز کی حاجت میں زیادتی و کمی اور قوت و ضعف حاجت اور دوام احتیاج پر نظر کرنی چاہیے پس علیٰ ہذا علم پڑھنے والے پر اور اس کی راہوں جیسے فقیر و اُس کے لکھوانے و جمع کرانے پر صرف کرنا نوافل عبادات میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے اور ایسے ہی حدیث و تفسیر میں تمام راہوں سے توجہ صرف کرنا افضل ہے کیونکہ ان چیزوں کا نفع ہمیشہ باقی ہے پس اولیٰ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک نے صحیح وقف کیا فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے پس اس مدرسہ میں ایک آدمی رہا لیکن وہ اس میں رات نہیں بسر کرتا اور رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے تو وہ اُس سے محروم نہ ہوگا اگر اُس کی کوٹھڑیوں و حجروں میں سے کسی حجرہ میں جگہ لیتا ہے اور اُس کے پاس سکونت کے اسباب ہیں پس محروم نہ ہوگا اس لیے کہ وہ اس مقام کے رہنے والوں میں شمار ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر وہ رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے اور دن میں علم سیکھنے میں تصور کرتا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ دن میں کسی دوسرے کام میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ طالب علموں میں سے شمار نہیں ہوتا ہے تو اس کو وظیفہ کا حق نہیں ہے اور اگر دوسرے کام میں بالکل نہیں مشغول ہوا حتیٰ کہ طالب علموں میں سے شمار ہوا تو اس کو وظیفہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وقف کنندہ نے یہ کہا ہو کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے اور اگر اُس نے خالی یہی کہا کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر اور یہ نہیں کہا کہ طالب علموں میں سے تو بھی حکم یہی ہو گا حتیٰ کہ طالب علموں کے سوائے جو کوئی دوسرا اس مدرسہ میں رہتا ہو اس کو وظیفہ نہیں ملے گا کیونکہ وقف سے یہی مفہوم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پڑھنے والا طالب علم اگر علم سیکھنے کو فقہاء کے پاس نہ جاتا ہو پس اگر شہر میں ہو اور اپنی ضرورت کی کوئی کتاب فقہ وغیرہ کی اپنے واسطے لکھنے میں مشغول ہو تو اس کو وظیفہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر شہر میں ہو اور اس کے سوائے اور کام میں مشغول ہو تو وظیفہ نہ لے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر علم سیکھنے والا شہر سے چند روز نکل گیا پھر واپس ہو کر طلب کیا پس اگر سفر کی دوری پر چلا گیا تھا تو گذشتہ ایام کا وظیفہ

---

[1] قولہ ... [illegible]

طلب کرنا اس کو نہیں پہنچتا ہے اسی طرح اگر نکل کر کہیں چند روز تک اقامت کی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسافت سفر سے کم ہو اور ایسے کام کے واسطے گیا کہ جو ضروری ہے اس سے چارہ نہیں جیسے روزینہ ورزق وغیرہ تو اس قدر عفو ہے اور کسی دوسرے کو حلال نہیں ہے کہ اس کا حجرہ لے اور اُس کا وظیفہ اپنے حال پر رہے گا جب کہ غائب ہونا ایک مہینہ سے تین مہینہ تک ہو پھر جب اُس سے زیادہ مدت ہو جائے تو دوسرے کو روا ہے کہ اس کا حجرہ وظیفہ لے لے یہ بحرالرائق میں ہے۔ فقیہہؒ نے کہا کہ جو کوئی پڑھانے والا طالب علم سے ایسے دن میں اجرت لے جس روز درس نہیں ہے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو یہ محیط میں ہے۔ فقہ سکھلانے والا مہینہ یا دو مہینہ غائب رہا تو بلا خلاف اس پر مرسوم[۱] لینا حرام ہے اگر ماہواری ہو اور اگر سالانہ مقرر ہو اور تقسیم کا وقت آیا اور وہ سال میں سے زیادہ مہینہ مقیم رہا ہے تو اس کو سالانہ لینا حلال ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ فقیہہ ابوبکر رحمۃ اللہ سے بلخ کے رہنے والے علوی لوگوں پر وقف کو پوچھا گیا یعنی کسی نے اس طرح وقف کیا کہ یہ عقار علویہ ساکنین بلخ پر وقف ہے یعنی اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو بلخ میں سکونت رکھتے ہیں اُن پر وقف ہے حالانکہ ان میں سے بعض غائب بھی ہو جاتے ہیں تو جواب میں فرمایا کہ جو کوئی ان میں سے باہر چلا گیا اور اپنا مسکن فروخت نہیں کیا اور نہ کہیں دوسرا مسکن بنایا تو وہ بلخ کے رہنے والوں میں شمار ہے اُس کا وظیفہ یا وقف کچھ باطل نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنادیا اور اُس میں عمارت بنائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا ☆

اگر کسی نے زمین کو بطور فاسد خرید کر اُس پر قبضہ کر کے اس کو مسجد کر دیا اور لوگوں نے اس میں نماز پڑھی تو ہلالؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ وہ مسجد ہو گئی اور مشتری کے ذمہ اُس کی قیمت واجب ہے اور وہ بائع کو واپس نہیں کی جائے گی اور ہلالؒ نے کہا کہ یہ ہمارے اصحاب (علماء ثلاثہ ۱۲) کا قول ہے اور اگر اُس نے اس زمین کو وقف کر دیا تو مسجد کر دینے پر قیاس کر کے اُس کا بھی یہی حکم ہے اور کتاب الشفعہ میں مذکور ہے کہ اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنا دیا اور اُس میں عمارت بنائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور عمارت بنانے سے وہ مستہلک کی ہوئی شمار ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک عمارت توڑ کر زمین اُس کے بائع کو واپس کی جائے گی پس عمارت کی شرط لگانا بنابر روایت کتاب الشفعہ کے اس امر کی دلیل ہے کہ جب وہ بنائی نہ ہو تو خالی مسجد کر دینے سے بلا خلاف وہ مسجد نہ ہو جائے گی اور روایت ہلالؒ کے موافق عمارت کی شرط نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ بدون عمارت کے وہ بلا خلاف مسجد ہو جائے گی حاکم شہیدؒ نے کہا کہ کتاب الشفعہ میں امام محمدؒ کی روایت بلسبت روایت ہلال کے اصح[۲] ہے قلت وفی نظر اوضحناہ فی الحاشیۃ۔ اگر زمین کو بخرید صحیح خرید کر قبضہ کر کے اس کو فقراء پر وقف کیا پھر اس میں عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب واپس لے گا بخلاف اس کے اگر زمین خرید کر اس کو مسجد کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو نقصان عیب بھی واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام کے عوض ایک دار خرید کر باہمی قبضہ کر لیا پھر دار وقف کر دیا پھر وہ غلام کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو وقف

---

۱ اُجرت معینہ جس کو ہمارے عرف میں تنخواہ و ماہواری بولتے ہیں ۱۲۔ ۲ قال المترجم اگر حاکم شہیدؒ کا قول نہ ہوتا تو میں کہتا کہ روایت شفعہ میں قولہ و بنی فیما بنابر جس کا ترجمہ اور اس میں الخ یہاں واو کی جگہ حرف او بمعنی یا ہے اور معنی یہ ہے کہ مسجد بنانے میں سب کا اتفاق ہے کہ قیمت کا ضامن ہوگا اور عمارت بنانے میں امام کے نزدیک قیمت کا ضامن ہوگا اور بیع رد نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک عمارت توڑ کر واپس کی جائے پس اس تقدیر پر روایت ہلال و روایت کتاب الشفعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہی اصل ہے خصوص جبکہ ہلالؒ نے تصریح کر دی کہ ہمارے اصحاب کا مسجد کر دینے کی صورت میں اتفاق ہے لہٰذا اختلاف الروایہ کی طرف بلاضرورت نہیں جائیں گے ۱۱۔ نیز واؤ بمعنی او مستعمل ہے تو بھی تاویل کی جائے گی علیٰ ہذا بدفع اختلاف الروایۃ الذی ہو خلاف الاصل والمسئلۃ الثانیۃ تقوی اذ کرناہ فتدبر واستقم ۱۲۔

جائز ہے اور مشتری پر واجب ہوگا کہ قبضہ کے روز زمین کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس کے بائع کو دے دے (کیونکہ خرید فاسد ہوئی ۱۲) یہ حاوی میں ہے اور اگر غلام مرد آزاد پایا گیا تو وقف باطل ہو گیا یہ محیط میں ہے۔ قیم وقف نے تمام غلہ جمع کر کے اور باب الوقف کو بانٹ دیا مگر ان میں سے ایک کو محروم رکھا گیا اور اس کا حصہ اپنی ذاتی حاجت میں صرف کر ڈالا پھر جب دوسرا غلہ آیا تو محروم نے چاہا کہ اس میں سے اگلے سال کا حصہ بھی لے پس اگر اُس نے پہلے قیم سے ضمان لینا اختیار کیا ہو تو اس غلہ میں سے اپنا پہلا حصہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے غلہ اوّل کے شرکاء سے ان کے حصوں سے لے لینا اختیار کیا ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے غلہ میں سے ان کے حصوں میں سے اپنے حصہ کے مثل لے پھر جب اُس نے لے لیا تو سب کے سب مل کر قیم سے اس حصہ کی ضمان لیں گے جو اُس نے پہلے سال میں محروم کا حصہ تلف کیا ہے کذافی المضمرات اقول غلہ آمدنی وقف ہے پس اگر روپیہ ہو تو اپنے حصہ کے مثل لینے میں ربا اہل ہو جانا ہر جگہ ملحوظ رہے گا فافہم۔ مسجد کے امام نے غلہ لیا اور چلا گیا اور ہنوز سال نہیں گذرا ہے تو اُس سے سال میں سے کسی قدر حصہ کا غلہ واپس نہ لیا جائے گا اور اعتبار غلہ کاٹے جانے کے وقت کا ہے پس اگر کاٹے جانے کے وقت وہ مسجد میں امام ہو تو غلہ کا مستحق ہوگا یہ وجیز میں ہے۔

اب رہا حال مسجد کے امام کا کہ سال میں سے جس قدر مدت چلا گیا اُس کے حصہ کا غلہ کھانا حلال ہے یا نہیں پس اگر فقیر ہو تو حلال ہے اور یہی حکم طالب علموں میں ہے کہ ان کو ہر سال غلہ تیار ہونے کے وقت کچھ مقدار معلوم غلہ سے دی جاتی تھی پس اُن میں سے ایک نے وقت تیاری غلہ کے اپنا حصہ اس میں سے لیا پھر اس مدرسہ سے چلا گیا تو مانند امام کے اُس کا بھی حکم ہے[1] یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے ترکہ میں سے اس قدر درہم متوقف رکھے جائیں بخیال کسی قرض کے جو مجھ پر ظاہر ہو تو وصیت باطل ہے خواہ اُس کا وقف مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر اگر اس نے یہ بھی کہا ہو کہ بشرطیکہ وصی کی رائے میں آئے تو اس صورت میں وصی کو اختیار ہے کہ تہائی مال اُس کا متوقف رکھے کیونکہ جب اُس نے کہا کہ بشرطیکہ وصی کی رائے میں آئے تو گویا اُس نے کہا کہ وصی اس قدر جس کو چاہے دے دے اور اگر اس پر تخصیص کر دی تو صحیح ہے کذافی الواقعات الحسامیة قلت کان[2] المسئلة لیست من باب الوقف بل من الوصیة والمراد بالوقف ما یتوقف به ومنبط ویتلوم فافهم۔ ایک شخص کے قبضہ میں زمین ہے اور اُس کا پانی جو فقیروں کے لیے ہے اور زمین سے پانی بڑھا اور ہنوز نہر میں ہے تو وہ کسی کو نہ دے بلکہ اس کو نہر میں چھوڑ دے کہ فقراء کو پہنچ جائے یا جس کسی کو پہنچ جائے یعنی اس طرح جائز کر کے چھوڑ دے کہ فقراء کو یا جس کو پہنچے حلال ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ میں ایک دکان کا جو فقراء پر وقف ہے متولی تھا اور میں اُس کی آمدنی سے برباد کیا کرتا تھا یا اُس نے کہا کہ میں نے کبھی اپنی زکوٰۃ نہیں دی سو تم اس کو میرے مال سے بعد میری موت کے دے دینا پس اگر وارثوں نے اُس کے قول کی تصدیق کی تو وقف کا مال اس کے تمام ترکہ سے دیا جائے اور زکوٰۃ اس کی تہائی سے دی جائے اور اگر وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو وقف اور زکوٰۃ دونوں تہائی مال سے دی جائے گی اور وصی کو اختیار ہوگا کہ وارثوں سے ان کے علم پر قسم لے کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ جو مریض نے اقرار کیا وہ حق ہے اور یہاں وصی سے میت کا وصی مراد نہیں ہے بلکہ وقف کا قیم مراد ہے پس جب قیم نے اُن سے قسم لی اور وہ قسم کھا گئے تو یہ ضمان اس کے تہائی مال سے لی جائے گی جیسے قسم سے پہلے تھا اور اگر اُنہوں نے قسم سے انکار کیا تو وہ زکوٰۃ کی صورت میں تہائی مال سے اور مال وقف جس کی قسم سے نکول کیا ہے پورے مال ترکہ سے دلایا جائے گا جیسے ابتداء میں وارثوں کی تصدیق و اقرار کرنے میں حکم تھا یہ محیط میں ہے۔

جامع الجوامع میں ابوالقاسم سے روایت ہے کہ صحت میں اُس نے وقف کیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا پھر اپنی موت کے وقت اپنے وصی سے کہا کہ اُس کی آمدنی میں سے فلاں شخص کو پچاس دے اور فلاں دیگر کو سو دے پھر مر گیا اور اس کا بیٹا محتاج ہے اور وقف

---

[1] اقول ظاہراً طالب علم فقیر ہوتے ہیں پس اخیر حکم ان کی نسبت ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [2] کیونکہ نکول از قسم بھی اقرار ضمنی ہے ۱۲۔

کرنے والے نے وصی سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو تیری رائے میں بھلا معلوم ہو وہ کرنا تو ایسی صورت میں جن لوگوں کا وقف کنندہ نے نام لیا ہے ان کو دینے سے اس کے محتاج بیٹے کو دینا افضل ہے اور جب وقف میں اُس نے یہ شرط لگائی کہ جس کو چاہے دے تو وہ فقیروں کے واسطے ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ یا وصی سے کہا کہ تو میرا حصہ میرے مال سے نکالنا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو اس کے ترکہ میں سے تہائی نکالا جائے کیونکہ یہی اُس کا حصہ ہے قال علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال میں سے تہائی مال تمہاری آخر عمروں میں تمہارے اعمال پر بڑھتی تم پر صدقہ کیا کذافی الواقعات الحسامیہ اقول[1] تعلق حق المیت بثلث ما لہ کان امر مجمع علیہ دلت علیہ صحاح الاحادیث مما لا مریۃ فیھا فلا حاجۃ فی اثباتہ بمثل روایتہ اور دھا مما تکلموا فیھا وقد اعتذر القاری رحمۃ اللہ عن ھولاء الائمۃ بانھم لیسوا لمحدثین فاستقر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ مذکورہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ☆

جامع کسائی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنا مصحف راہ الٰہی میں حبس کر دیا یعنی وقف کر دیا اور مصحف جل گیا اور اُس پر جو چاندی چڑھی ہوئی تھی وہ باقی رہی تو قاضی کو دی جائے کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے عوض پھر دوسرا مصحف خرید کر اس کو وقف کر دے اور اگر کسی نے اپنا گھوڑا راہ الٰہی میں حبس کر دیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب آ گیا جس سے اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے کی قدرت نہیں رہی تو مضائقہ نہیں ہے کہ قیم اس کو فروخت کر کے اس کے داموں سے گھوڑا خریدے جس پر سوار ہو کر جہاد کیا جائے اور یہاں قیم کا بیع کرنا بدون حکم قاضی کے جائز ہے اور یہ بمنزلہ مسجد کے ہے کہ جب گاؤں اُجاڑ ہو گیا تو مسجد بنانے والا خود اس کو لے کر فروخت کر سکتا ہے قال المترجم تحقیق اس مسئلہ کی اوپر گذر چکی اور اسی پر اعتماد کیا جائے گا اور جامع کسائی کتاب معروف نہیں ہے لہٰذا تفرد کے وقت بدوں تصحیح مشہورات کے اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے و تفصیل اس کے مقدمہ میں دیکھو اور واضح ہو کہ اس مقام پر اصل میں وکیل کا اطلاق قیم پر آیا ہے جیسے کتاب الشفعہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ میں وصی کا اس پر اطلاق آیا ہے اور یہ فائدہ ذکر کر دیا گیا فاحفظہ فرع بر مسئلہ مصحف اور اگر وہی مصحف استعمال سے ایسا ہو گیا کہ اُس کے داموں کے عوض دوسرا مصحف نہیں آ سکتا ہے تو یہ مصحف اُس کے وقف کنندہ کے وارثوں کو واپس کر دیا جائے کہ آپس میں اس کو موافق فرائض الٰہی عزوجل کے تقسیم کر لیں کسائی رحمۃ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کا قول ہے۔ قال المترجم دونوں اماموں کے اصول میں جو اختلاف ہے وہ معتبرات سے اوپر مذکور ہوا فتذکر اور وصایا مین املاء بروایت بشر بن الولید مذکور ہے کہ اگر اپنے کھیت کو مع اس کے بیل وہل و کام کرنے والے غلاموں وغیرہ دیگر آلات کے وقف کیا پھر اس کی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ اُس سے انتفاع نہیں حاصل ہوتا تو وہ لوگ اس کو فروخت نہیں کر سکتے مگر اس وقت کہ قاضی ان کو حکم دے دے یہ محیط میں ہے۔ دو گھروں میں سے ایک وقف ہے اور دوسرا مملوک ہے ان دونوں کے بیچ کی دیوار گر گئی پس مالک مکان نے وقف گھر کی حد میں عمارت بنائی تو وقف کے قیم کو اختیار ہوگا کہ اس کو اپنی عمارت توڑ لینے کا حکم کرے اور اگر قیم نے چاہا کہ اس کو عمارت کی قیمت دے دے تاکہ عمارت مذکور وقف کی ہو جائے تو قیم اُس پر قیمت لینے کے واسطے جبر نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس کی رضامندی سے قیم نے اس کو قیمت دی تو بھی نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا کھیت بہت بڑا ہے جو چالیس ہزار درہم قیمت کا ہے اور اس پر قرضے ہیں پس اُس نے یہ کھیت وقف کیا اور اپنی ذات پر اس کی آمدنی صرف ہونے کی شرط کر دی اور اس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ ادائے

---

[1] میں کہتا ہوں کہ میت کا حق اس کے ثلث مال کے ساتھ متعلق ہونا گویا ایسا امر ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اس پر احادیث صحیحہ اس قسم سے دلالت کرتی ہیں کہ ان میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے پس اس کی اثبات میں ایسی روایت کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ جس میں کلام کیا گیا ہے اور قاری رحمۃ اللہ نے ان اماموں کی طرف سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ لوگ محدث نہ تھے پس یہ مسئلہ مستقیم ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲۔

قرضہ میں ڈھیل ڈال دے اور گواہوں نے اُس کے مفلس ہونے پر گواہی دی تو وقف و گواہی جائز ہے پھر اگر ان غلات میں سے اس کی قوت سے کچھ بڑھے تو اُس کے قرض خواہوں کو اس سے یہ لے لینے کا اختیار ہے یہ مضمرات میں ہے اگر قاضی نے اطلاق کیا اور بیع وقف[1] غیر مسجد کی اجازت دے دی تو کیا یہ حکم موجب نقص وقف ہے یعنی اس سے وقف بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں تو امام ظہیر الدینؒ نے جواب دیا کہ اگر قاضی نے وقف کنندہ کے وارث کے لئے اطلاق کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور یہی وقف ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر اس نے وارث کے سوائے دوسرے کے لئے اطلاق کیا تو ایسا نہیں ہے مگر جب وقف فروخت کیا گیا پس قاضی نے صحت بیع کا حکم دے دیا تو یہ وقف باطل ہونے کا حکم ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

شمس الاسلام محمود اوز جندیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی محدود چیز یعنی زمین یا مکان وغیرہ جو محدود ہوتی ہے فروخت کی حالانکہ اُس کو اُس نے وقف کر دیا تھا اور قاضی نے بیع نامہ پر گواہی لکھ دی تو یہ فعل قاضی کی طرف سے یہ بیع صحیح ہونے کا حکم قضاءً نہ ہوگا اور یہ صحیح و ظاہر ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب قاضی نے گواہی کو ایسے طور پر لکھا ہو جو صحت بیع پر دلالت نہیں کرتی مثلاً یوں لکھا کہ بائع نے بیع کرنے کا اقرار کیا تو بے شک اُس کی طرف سے ایسی تحریر اس بیع کی صحت پر حکم نہیں ہے اور اگر اُس نے یوں لکھا کہ میں شاہد ہوا یا یہ گواہ شاہد ہوا اور بیع نامہ میں لکھا تھا کہ بائع نے بیع جائز صحیح کے ساتھ فروخت کیا تو قاضی کی تحریر اس وقف کے باطل ہونے کا حکم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے متولی نے چاہا کہ وقف کے غلہ میں سے جو بڑھا اُس کو قرض دے دے تو وصایا فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ مجھے امید ہے کہ متولی کو اس فعل کی گنجائش ہو بشرطیکہ غلہ کے واسطے رکھ چھوڑنے کی بہ نسبت قرض دے دینا بہتر و مصلحت ہو اور اگر اُس نے چاہا کہ بڑھتی غلہ کو اپنی ضروریات میں اس شرط سے خرچ کرے کہ جب وقف کو عمارت کی ضرورت ہوگی تو اپنے مال سے واپس دے گا تو اس کا یہ اختیار نہیں ہے اور اُس کو چاہیے کہ کمال درجہ پرہیز رکھے پھر اگر باوجود اُس کے اُس نے ایسا کیا پھر ضرورت تعمیر کے وقت اسی قدر اُس کے مثل اپنے مال سے وقف پر خرچ کر دیا تو مجھے امید ہے کہ جو کچھ اُس پر واجب تھا اُس سے اُس کا مؤاخذہ چھوٹ جائے گا اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ وہ مطلقاً ضمان سے بری ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان میں سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُس کے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہے ☆

قال المترجم: یعنی اوّل قول پر وہ وبال سے چھوٹ گیا مگر ضمان اس پر عائد رہی اور قول دوم پر وہ وبال اور ضمان دونوں سے بری ہو گیا وفیہ شئی فتامل اور اگر قیم نے جو خرچ کر لیا ہے اس کے مثل لے کر وقف کے درہموں میں خلط کر دیا تو کل مال کا ضامن ہو جائے گا مگر آنکہ کل مال عمارت میں صرف ہو جائے تو ضمان سے بری ہو جائے گا یا قاضی کے پاس اس امر کا مرافعہ کرے تاکہ وہ کسی شخص کو حکم دے کہ متولی سے سب مال لے کر اپنے قبضہ میں لائے پھر یہ مال اُسی متولی کے قبضہ میں دے دے یہ عتابیہ میں ہے وقف کو اپنی ہیأت سے متغیر کر دینا نہیں جائز ہے پس اگر مکان یا احاطہ ہو تو وہ باغ نہیں بنایا جائے گا اور اگر سرائے ہو تو حمام نہ کیا جائے اور رباط ہو تو دوکان نہ کر دی جائے وعلی ہذا القیاس لیکن اگر وقف کنندہ نے متولی کو اختیار دیا ہو کہ جس میں وقف کی بہتری دیکھے وہ کرے تو البتہ تغیر کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ شمس الاسلام محمود اور جندیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے وقف کیا پھر خود محتاج ہو گیا اور چاہا کہ اپنے وقف سے رجوع کر لے تو فرمایا کہ اُس کو چاہیے کہ قاضی کے سامنے یہ امر پیش کرے تاکہ قاضی اس وقف کو فسخ کر دے کذا فی الذخیرہ اقوال اوائل کتاب الوقف میں شرائط اوقاف میں جو بیان ہوا کہ اپنی ذات پر اس کی حاصلات تاحیات مشروط کرنا جائز ہے تو اس شرط

---

[1] قولہ وقف غیر مسجد یعنی مسجد کی اجازت نہیں دی بلکہ اس کے وقف کی یعنی جو مسجد پر وقف ہے ۱۲۔

سے وقف کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن جب یہ شرط نہ ہو تو اُس کی صورت اس مسئلہ میں مذکور ہوئی فافہم جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر باغ انگور فروخت کیا اور اس میں قدیمی مسجد ہے پس اگر مسجد مذکور آباد ہو تو باقی کی بیع فاسد ہوگی اور اگر خراب ہو تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جن اماموں کے نزدیک مسجد ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی کما[1] ہو قول الامام ابی یوسف و اہل الحدیث ان کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں ہے فافہم۔ خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان میں سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُس کے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر مع راستہ کے اس کو وقف نہ کیا تو نہیں جائز کذا فی الحیط مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ باجتہاد امام خصافؒ ہے یا بقول امام ابی حنیفہؒ ورنہ صاحبین میں سے ایک کے قول پر راستہ ثابت اور وقف جائز ہونا چاہیے[2] کما فی قطعۃ ارض وقد مرت المسئلۃ فتذکر۔ ایک نے مسجد بنائی یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرائے بنائی جس میں لوگ اُترتے ہیں پھر کسی شخص نے اس میں کچھ اپنا دعویٰ کیا اور بنانے والا غائب ہے تو مسجد کی صورت میں یہ حکم ہے کہ بنانے والا اگر غائب ہے اور اہل مسجد میں سے بعض کے مقابلہ میں دعویٰ و گواہی کی سماعت پر مدعی کے لیے حکم ہوا تو جب بعض اہل المسجد پر حکم ہوا تو وہی سب اہل المسجد پر حکم ہے اور سرائے کی صورت میں ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ بنانے والا خود یا اس کا نائب حاضر ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ملتقط میں ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں کنواں کھودا اور اس میں سراسر نفع ہے اور کسی شخص کے حق میں اس سے ضرر نہیں ہے تو وہ شخص ایسا کر سکتا ہے اور یہ جائز ہے کذا فی الحمادیہ۔

---

[1] یہی قول امام ابو یوسفؒ اور ائمہ اہل حدیث کا ہے۱۲۔ [2] جیسا کہ یہ مسئلہ قطعۂ زمین کے بارہ میں گذر چکا پس وہاں دیکھنا چاہیے۱۲۔

تمہید ☆ فتاویٰ عالمگیر یہ میں کتاب البیوع کو کتاب الوقف کے بعد ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں سے ہرایک مالک کی مِلک کو زائل کر دیتا ہے۔ چنانچہ وقت شئی موقوفہ کو واقف کی ملک سے خارج کر دیتا ہے اور ''بیع'' شئی بیع کو بائع کی مِلک سے خارج کر دیتی ہے۔ بہر حال ان دونوں میں سے ہرایک مزیل مِلک ہے۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے کتاب الوقف کے بعد کتاب البیوع کا ذکر فرمایا۔

شرح الالفاظ ☆ ''بیوع'' بیع کی جمع ہے۔ یہاں یہ سوال ہوگا کہ لفظ بیع مصدر ہے اور مصدر کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ پس یہاں بیوع بصیغہ جمع ذکر کیوں کیا ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ''بیع'' مبیع اسم مفعول کے معنی میں ہے اور مبیعات کی بہت سی انواع اور اقسام ہیں۔ اس لیے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ بیع مصدر ہے لیکن انواع بیع کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر فرما دیا ہے۔

لغوی تشریح ☆ لفظ مبیع اضداد میں سے ہے یعنی لغت میں بیع کا لفظ اخراج الشئی عن الملک بمال اور ادخال الشئی فی الملک بمال پر بولا جاتا ہے۔ یعنی مال کے عوض کسی چیز کو مِلک سے نکالنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو مِلک کے اندر داخل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو مِلک کے اندر داخل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ لفظ بیع کے معنی بیچنے کے بھی آتے ہیں اور خریدنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ حدیث: ((**اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم**)) میں معنی اول (بیچنا) ہی مراد ہیں اور حدیث: ((**لایبع احدکم علٰی بیع اخیہ**)) میں معنی ثانی (خریدنا) مراد ہیں۔ یعنی تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کے خریدنے کی صورت میں نہ خریدے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کوئی چیز خریدنے کے ارادہ سے بھاؤ کرتا ہے تو تم اس کو خریدنے کا ارادہ سے درمیان میں مت گھسو۔ دیکھئے یہاں جمع بمعنی شراء استعمال کیا گیا۔

اسی طرح لفظ شراء اور اشتراء اضداد میں سے ہے۔ یعنی یہ لفظ بھی بیچنے اور خریدنے کے معنی میں مشترک ہے۔ مثلاً: ﴿**بئسما اشتروا به انفسھم**﴾ میں لفظ اشتراء بیچنے کے معنی میں مستقل ہے یعنی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو۔ (پ:۱' رکوع:۱۱) اور ﴿**لبئس ماشروا به انفسھم**﴾ میں بھی اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو (پ:۱' رکوع ۱۲) ﴿**ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا به ثمناً قلیلاً**﴾ پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تا کہ لیں اس پر تھوڑا سا مول۔ (پ:۱' رکوع:۹) ﴿**و لا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً**﴾ اور نہ لو میری آیات پر مول تھوڑا۔ (پ:۱' رکوع:۵) ﴿**اولئك الذین اشتروا لضلالة بالھدیٰ**﴾ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے۔ (پ:۱' رکوع:۵) ﴿**اولئك الذین اشتروا الضلالة بالھدیٰ**﴾ یہ وہی ہیں جنہوں نے قول لی گمراہی ہدایت کے بدلے۔ (پ:۱' رکوع:۲) ﴿**ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة**﴾ (پ:۱۱' رکوع:۳) یعنی اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ ﴿**اولئك الذین اشتروا لضلاة بالھدی والعذاب بالمغفرة**﴾ یعنی یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے۔ (پ:۲' رکوع:۵)

شریعت کی اصطلاح میں ''بیع'' مبادلۃ المال بالمال بالتراضی بطریق التجارۃ کو کہتے ہیں یعنی باہمی رضامندی سے تجارت کے طریقہ پر مال کو مال کے بدلے میں لینا۔ مبادلۃ المال کی قید سے اجارہ اور نکاح خارج ہو گئے کیونکہ اجارہ میں مبادلۃ المال بالمنافع ہوتا ہے اور نکاح میں مبادلۃ المال بالبضع ہوتا ہے اور بالتراضی کی قید سے مکرہ کی بیع خارج ہوگئی ہے کیونکہ مقصود بیع نافذ کو بیان کرنا ہے اور مبادلہ بلاتراضی بیع شرعی نہیں ہوتا۔

کتاب البیوع

اِس میں بیس ابواب ہیں

باب اوّل:

بیع کی تعریف‘ اس کے رکن‘ اس کی شرط‘ اس کے حکم اور قسموں کے احکام

کتاب اوّل: بیع کے احکام☆

واضح ہو کہ رضامندی (اور خوشی) سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہیں کذا فی الکافی اور رکن بیع کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاب (۱) وقبول اور دوسرا تعاطی[1] یعنی لینا اور دینا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور شرط بیع کی چار قسمیں ہیں ایک بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونے کی تیسری صحیح ہونے کی اور چوتھی لازم ہونے کی پھر منعقد ہونے کی شرط چند طرح پر ہے منجملہ اُس کے منعقد کرنے والے میں ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور تمیز دار ہو یہ کفایہ اور نہایہ میں مذکور ہے۔ پس جو لڑکا یا کم عقل کہ بیع اور اُس کے اثر کو سمجھتا ہے اس کی بیع درست ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنے والا ایک شخص نہ ہو ایک سے زیادہ ہوں اگر دونوں طرف سے ایک ہی شخص ہوگا تو بیع صحیح نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ فائدہ: بعض صورت میں اگر دونوں طرف سے ایک ہی منعقد کرنے والا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسی واسطے بحرالرائق میں اس حکم سے استثناء کر کے کہا کہ سوائے باپ اور اس کے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کریں یا اُس سے خریدیں تو ہر ایک اُن میں سے دونوں طرف سے عقد کر سکتا ہے مگر وصی کی بیع میں یہ شرط ہے کہ اُس میں یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے ایلچی کے ایک ہی ایلچی دونوں طرف سے بیع کر سکتا ہے انتہی اور عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ سوائے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو اُس سے خرید سکتا ہے انتہی۔ ازانجملہ عقد میں یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب[2] کے موافق ہو یعنی جس چیز کو بائع نے جتنے کو بیچنے کو کہا اسی چیز کو مشتری اتنے ہی کو قبول کرے پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اُس کے سوا دوسری قبول کی یا اُسی چیز میں سے تھوڑی سی قبول کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اُس کے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول[3] کی یا بائع نے جو مول کیا تھا اُس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد ہوگی لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے ہوا اور بائع نے اس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری نے زیادہ ثمن پر قبول کر لی تو بیع منعقد ہو سکتی ہے پس اگر بائع نے وہ زیادتی اُسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع جائز ہوگی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور ازانجملہ اُن دونوں چیزوں میں کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جائیں یہ شرط ہے کہ اُن کی مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم[4] ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ازانجملہ بیع میں یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اُس میں معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا حمل فروخت کرے تو بیع منعقد نہ ہوگی۔ بدائع میں لکھا ہے۔

---

۱ بیع میں مشتری کی ملکیت ثابت اور ثمن میں بائع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے ۱۲۔ ۲ اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ چیز دو روپیہ کو تجھ سے خریدی تو یہ قول مشتری کی طرف سے ایجاب ہے پس اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو اس کی طرف قبول ہو گیا اور بائع نے کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو ایجاب بائع کی طرف سے ہوگا مشتری اگر چاہے تو قبول کر لے ۱۲۔ ۳ تاوقتیکہ بائع اس کم پر راضی نہ ہو جائے ۱۲۔ ۴ جیسے مسلمان نے اپنا مال بعوض سور یا شراب کے بیچا یا بعوض شراب کے سور خریدا ۱۲۔

(۱) ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جائے خواہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے اور اس کے متعلق دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں ۱۲۔

بیع کی ایک اور شرط کا بیان ☆

بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی مملوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہے وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت ہو۔ پس گھاس کی بیع منعقد نہیں ہوتی اگرچہ ایسی زمین میں ہو جو بائع کی ملکیت ہے ف مترجم کہتا ہے کہ گھاس سے مراد خودرو گھاس ہے جو بلا اہتمام پیدا ہو گئی ہو اور اُس چیز کی بیع بھی منعقد نہیں ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت نہیں ہے اگرچہ وہ پھر اُس کا مالک ہو جائے سوائے صورت بیع سلم کے اور مغصوب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب کی تھی اُس کو بیع کر کے پھر اُس کے مالک کو ضمان دی تو اُس کی بیع نافذ ہو جائے گی۔ یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ شرعاً قیمت دار چیز ہو اور اُسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے سپرد ہو سکتی ہو کذا فی فتح القدیر اور منجملہ اُس کے جو دونوں بیع منعقد کرنے والے ہیں اُن کو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہے اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک بیع کے منعقد ہونے میں شرط ہے پس اگر مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہ ہو گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ پس اگر مجلس کے لوگوں نے مشتری کا کلام سنا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے نہیں سنا حالانکہ بائع کی سماعت میں نقصان نہیں ہے تو قاضی اپنے حکم میں اُس کے قول کی تصدیق (۱) نہ کرے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور منجملہ اُس کے مکان بیع میں یہ شرط ہے کہ مجلس ایک ہو یعنی ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہوں اگر دو مجلسوں میں ہوئے تو بیع منعقد نہ ہو گی اور بیع کے نافذ ہونے کی شرط دو قسم پر ہے ایک تو بائع کا مالک ہونا یا ولی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بکنے والی چیز میں بائع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہ ہو اگر ہو گا تو بیع نافذ نہ ہو گی جیسے مرہون کی بیع [۱] یا اُس چیز کی جو کرایہ [۲] میں دی گئی ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ بیع کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کے واسطے وہی ہے جو منعقد ہونے کی شرط ہے اس لیے کہ جو بیع منعقد نہ ہو گی وہ صحیح نہ ہو گی اور اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو بیع صحیح نہ ہو وہ منعقد نہ ہو اس لیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہے اور نافذ بھی ہوتی ہے بشرطیکہ قبضہ اُس کے ساتھ متصل ہو جائے اور منجملہ اُس کے یہ شرط ہے کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہ ہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہ ہو گی۔ ف ☆ مثلاً ایک سال کے واسطے بیع ٹھہرائی یا جب بائع روپیہ دے دے تو مشتری بیع واپس کر دے چنانچہ بیع الوفا اسی قبیل سے ہے اور اُس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور منجملہ اُس کے بکنے والی چیز اور اُس کا مول اس طرح معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس ایسی مجہول چیز کی بیع کی جس کی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہیں ہے جیسے کہا کہ میں نے کوئی ایک بکری اس گلہ میں سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہو گی وہ دی جائے گی یا جو فلاں شخص کہہ دے گا وہ دیا جائے گا اور منجملہ اُس کے یہ شرط ہے کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع وشراء میں کچھ فائدہ نہ ہو وہ بیع فاسد ہے مثلاً ایسے دو درہم کا آپس میں خرید و فروخت کرنا کہ دونوں وزن اور صفت میں برابر ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

منجملہ اس کے بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اُس میں کوئی شرط ☆ فاسد نہ لگائی جائے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہے ازانجملہ وہ شرط ہے کہ اُس کے ہونے میں دھوکا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہے اور ازانجملہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شرع میں جائز نہ ہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اُس کو نہیں چاہتا ہے اور اُس میں بائع یا مشتری یا بکنے والی چیز کا اگر بنی آدم میں سے ہے فائدہ متصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہ ہو اور نہ آدمیوں میں اُس قسم کی شرط کرنے کی عادت جاری ہو اور منجملہ فاسد

---

[۱] راہن نے مرہون کو فروخت کیا ۱۲۔ [۲] کرایہ پر دینے والے نے اس کو بیچا ہو ۱۲۔ (۱) بیع کو جائز رکھے گا ۱۲۔

☆ بیع صحیح قرار پانے کی شرطوں کا بیان حکم نمبر ۱۶ تا ۳۳ (۵۶۶) میں ہے۔ اِن میں سے بیع صحیح قرار پانے کی عام شرطوں کا بیان حکم نمبر ۱۶ تا ۲۷ (۵۶۶) میں اور بیع صحیح قرار پانے کی خاص شرطوں کا بیان حکم نمبر ۲۸ تا ۳۳ (۵۶۶) میں ہے۔ حکم نمبر ۳ (۵۲۸) کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ (م۔م فتاویٰ عالمگیریہ)

شرطوں کے یہ ہے کہ اگر بیع عین[1] اور ثمن عین ہو تو اُس میں مدت مقرر کرنا فاسد ہے اور اگر بیع کوئی مال دین اور مول[2] دین ہو تو جائز ہے اور یہ شرط کرنا کہ ہمیں ہمیشہ اختیار ہے کہ جب چاہیں واپس کریں یا لے لیں فاسد ہے اور ایسے وقت مجہول کے خیار کی شرط مقرر کرنا جس کی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہے جیسے ہوا کا چلنا یا مینہ کا برسنا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہے جیسے کھیتی کا ٹنا اور اُس کا روندنا اور حاجیوں کا آنا وغیرہ یا ایسے خیار کی شرط کرنا جس میں بالکل وقت ہی نہیں ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار[3] شرط کرنا یہ سب شرطیں فاسد ہیں یہ بدائع میں لکھا ہے۔

بیع صحیح ہونے کی شرطیں جو خاص ہیں

ازانجملہ یہ کہ جس بیع میں مول ادا کرنے کی مدت قرار پائی ہے وہ مدت معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہے اور منجملہ اُس کے اگر مال منقولہ خریدا تو اُس کی بیع کے واسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہے اور قرض کے فروخت کرنے میں بھی قبضہ شرط ہے پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہے جیسے بیع سلم کی صورت میں جس چیز میں سلم قرار پائی ہے اُس کی اور راُس المال کی بیع اگرچہ[4] بعد پھیر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہیں ہے اور ایسے ہی کسی چیز کو بعوض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہے بیع کرنا جائز نہیں لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہے تو اُس کا حکم اُس کے برخلاف ہے ف یعنی اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو تفصیلاً جائز ہے ازانجملہ یہ ہے کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیزوں میں واقع ہوا کہ جن میں سود جاری ہوتا ہے تو دونوں بدل میں مماثلت (برابری) شرط ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ وہ سود کے شبہہ سے خالی ہو۔ ازانجملہ یہ ہے کہ اگر وہ بیع الصرف ہے تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا چاہیے ازانجملہ یہ ہے کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضعیہ میں پہلا ثمن معلوم ہونا شرط ہے۔ بیع کے لازم ہونے کی یہ شرط ہے کہ چاروں طرح کی خیاروں سے جو مشہور ہیں اور ان کے سوا اور سب طرح کی خیاروں سے خالی ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

حکم بیع کا یہ ہے کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز میں اور بائع کی ملکیت اُس کے مول میں ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہیں نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ ہے جس کا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ ہے جس کا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ ہے کہ اُس کا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ ہے کہ جس کا حکم بالکل ثابت نہیں ہوتا اور بکنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اوّل بیع[5] معین مال کی معین مال سے اُس کو بیع مقایضہ کہتے ہیں دوسری بیع[6] دین کی دین سے اور اُس کو بیع الصرف کہتے ہیں تیسری بیع دین کی عین المال سے جیسے بیع سلم اور چوتھی اس کے برعکس یعنی بیع عین کی بعوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتیں[7] ہوا کرتی ہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور ایسی ہی تسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اوّل بیع مساومہ اور وہ اس ثمن پر بیع ہے جس پر دونوں متفق ہو جائیں اور دوسری بیع مرابحہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لے کر بیچنے کو کہتے ہیں اور تیسری بیع تولیہ اور وہ فقط پہلے مول پر بدوں زیادتی و کمی کے بیع ہے اور چوتھی بیع وضعیہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیچنے کو کہتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ مبیع عین الخ یعنی ثمن و مبیع کوئی چیز معین ہوں جیسے گھوڑا بعوض مکان کے فروخت کیا ۱۲۔ [2] قولہ مبیع دین الخ یعنی مبیع و ثمن ایسی چیز ہو کہ جو معین نہ ہو مثلاً جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے خریدی۔ پس اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہی اشرفی دو روپیہ دے جو بائع و مشتری کے ہاتھ میں ہے ۱۲۔ [3] شرط خیار یہ ہے کہ مشتری خرید کو یا بائع فروخت کو اپنے اوپر لازم نہ کرے بلکہ شرط لگائے کہ اگر منظور ہوگا تو میں تین روز میں خرید لوں گا یا فروخت کردوں گا ورنہ واپس ہو جائے گی اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲۔ [4] اقالہ کرنے کے بعد بھی بدوں قبضہ جائز نہیں ہے ۱۲۔ [5] جیسے گھوڑا بعوض اونٹ کے بیچا ۱۲۔ [6] جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے بیچی ۱۲۔ [7] جیسے گھوڑا بعوض روپیہ کے بیچنا ۱۲۔

دوسرا باب:

ایسے کلمات کے بیان میں جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُس چیز کے حکم کے بیان میں جو چکانے وغیرہ کی غرض سے قبضہ میں کر لی ہو

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اُن کلمات کے بیان میں جن سے بیع منعقد ہوتی ہے

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو دو لفظ ایسے ہوں کہ جن کے معنی مالک کر دینے اور مالک ہو جانے کے ہوں اور ماضی یا حال کے صیغہ ہوں اُن سے بیع منعقد ہو جاتی ہے کذا فی المحیط خواہ وہ صیغہ فارسی ہوں یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیع منعقد ہوتی ہے اور مضارع کے صیغہ میں اصح یہ ہے کہ نیت چاہیے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے یوں کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کے عوض بیچتا ہوں یا تجھے بخشتا ہوں یا عطا کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو تجھ سے مول لیتا ہوں یا لیے لیتا ہوں اور دونوں کی نیت فی الحال بیع پورا کرنے کی ہے یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُس میں بھی نیت فی الحال بیع واجب کرنے کی ہے تو بیع منعقد ہو جائے گی اور اگر یہ نیت نہیں تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ قنیہ میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جو صیغے حال استقبال کے ہیں[1] جیسے کہ کہا اسی وقت بیچتا ہوں تو اس میں نیت کی حاجت نہیں اور جو صیغے محض استقبال کے ہیں جیسے کہا کہ میں اس کو آئندہ زمانے میں بیچتا ہوں یا اَمر کے صیغے ہوں تو اُن سے بیع منعقد نہیں ہوتی مگر اُس صورت میں کہ امر کی دلالت اُسی معنی پر ہو جو[2] ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر ثمن کو لے لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لے لیا تو یہ بھی بمنزلۂ ماضی کے ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ جب بیع امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیع میں تین لفظ ہونے چاہئیں چنانچہ اگر بائع نے کہا کہ مجھ سے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا تو بیع منعقد نہ ہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ میں نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچ ڈالا تو ضروری ہے کہ مشتری دوبارہ کہے کہ میں نے خریدا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور استفہام کے صیغہ سے سب کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی جیسے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہے یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچی تو بیع منعقد نہ ہوگی تاوقتیکہ مشتری پھر نہ کہے کہ میں نے خریدی یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی ایں چیز را از من بکذا یعنی کیا یہ چیز تو نے مجھ سے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ میں نے بیچی تو بیع تمام نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ف☆ واضح ہو کہ خریدی ایں چیز را از من اگرچہ حرف استفہام کو شامل نہیں مگر فارسی میں یہ استفہام کے محل میں مستعمل ہے۔ جس کا ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اسی واسطے بدوں تیسرے لفظ کے بیع تام نہ ہونے کا حکم خلاصہ میں ہے۔

اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا

---

[1] قال کالمقرون بالسین وسوف لماکان دخولھما اعنی لمضارع مختصابالعربیۃ علمنا انی ماتری ۱۲۔ [2] یعنی فی الحال بیع پوری کرنے کی نیت ۱۲۔

کہ میں نے قبول کیا تو اس کے بیع کے ہونے میں اختلاف ہے☆

امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس الائمہ اوز جندی اور اپنے اُستاد شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ اس صورت میں بیع منعقد ہو جائے گی اس لیے کہ بائع کے قول میں لفظ فروختم یعنی میں نے بیچی مضمر ہے اور بائع کے قول کے یہ معنی ہیں کہ خریدی کہ فروختم یہ محیط میں لکھا ہے اور مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ یہی حکم مختار ہے اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس کے بیع کے ہونے میں اختلاف ہے امام ابوبکر اسکاف نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان اقالہ کے لفظ کے ساتھ بیع منعقد ہو جائے گی اور فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ بیع منعقد نہ ہوگی اور فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور نیز یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور سلم کے لفظ سے سب روایتوں کے موافق بیع منعقد ہو جاتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو ہبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع صحیح ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بیع کا ایجاب لفظ جعل کے ساتھ عربی میں یا گردانیدن فارسی یا گردانیے اور کر دینے کے ساتھ اُردو میں صحیح ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے یہ چیز اس قدر کے عوض میں تیری کر دی تو بیع ہے اس لیے کہ امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی قرض خواہ سے یوں کہے کہ میں نے تیرے قرض دار کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض میں تیری کر دی تو بیع ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے اور اگر یہ کہا کہ میں راضی ہو گیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہے اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ میں نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جائے گی کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اس قدر ثمن کو یہ چیز مول لی اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں نے پوری کر دی یا میں نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جائیگی کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے عوض بیع ہے اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

اگر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درہم کو مول لیا اور اُس نے کہا کہ میں نے بھی کیا یا کہا کہ ہاں یا کہا کہ قیمت دے تو اُن دونوں میں بیع صحیح ہو گئی اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اُس کو اس قدر داموں کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے لے لی تو بیع تمام ہو گئی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے عوض میں دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور میں نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیع ہو گئی اور شمس الائمہ اوز جندی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا یہ کہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ذمہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے مانا تو یہ بیع ہو گئی کذا فی المحیط۔ کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور اس کا مول تجھے ہبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدا تو یہ بیع صحیح نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ لیکن اگر کسی قدر داموں کو بیچا اور مشتری نے اُس کو قبول کر لیا پھر مشتری کو دام[1] معاف کر دیے یا اس کو ہبہ کر دیے یا اُس کو صدقہ میں دے دیے تو بیع صحیح ہے اور اگر غلام کو بیچا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی (اور دام واجب نہ ہوں گے) یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بلا ثمن بیچا تو قبضہ کرنے سے بھی مبیع کا مالک نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ دو ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدا تو بیع صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیع کی

---

[1] واضح ہو کہ ثمن وہ دام ہیں جو مشتری اور بائع کے درمیان قرار پائیں اور قیمت وہ ہے جو شے کے دام بازار کے نرخ سے ہیں ۱۲۔

نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جس کے طرف عتق کی نسبت کرنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے تو اُس کی طرف بیع کی نسبت کرنے سے بیع ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو بیع بھی صحیح نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور تجنیس ناصری میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ **من فروختم ایں بندہ رابھزار درم** تو خریدی یعنی میں نے یہ غلام ہزار درہم کو بیچا تو نے خریدا اور دوسرے نے اُس کے جواب میں یوں کہا کہ خریدم یعنی میں نے خریدا تو بیع تمام ہوگئی اور اگر بائع نے اس طرح کہا کہ **من فروختم ایں بندہ رابھزار درم** اور مشتری نے کہا خریدم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع نہ ہوگی کیونکہ اس میں مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آئے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہے ☆

اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو درپیش تھی پھر بائع نے کہا کہ میں نے اس قدر ثمن کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ تجھ سے مول لیا تو بیع صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں اس کا عکس یعنی اگر مشتری نے یوں کہا کہ میں نے اس قدر ثمن کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہوگی یہ فتح القدیر[1] میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آئے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ تجھے موافق ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اور اس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان کل صورتوں میں جواب میں بیع ہو جاتی ہے ابتداء میں لازم نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پانچ سو من وزن میں ہو تو وزن کر کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدی پھر اُس کو وزن کیا تو جیسا بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع نہ ہوگی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اُس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہے اس لیے کہ یہ قول تحقیق ہوگا تعلیق نہ ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب لے جا اور آج کے دن اس کو دیکھ اگر تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درہم کو تیرے لئے ہے اور وہ اس کو لے گیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر آج تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درہم کو تیرے لئے ہے اور یہ قول بمنزلہ ایسے کہنے کے ہے کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ آج کے دن کا تجھ کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ذخیرہ میں کہا کہ یہ جواز بیع بدلیل استحسان ہے اور ہمارے تینوں عالموں نے اسی کو لیا ہے انتہیٰ کلامہ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اگر تجھ کو ایک دن رات تک منظور ہو تو یہ لینا بیع کا تمام کرنا ہے تعلیق نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ اگر یوں کہا کہ یہ چیز میں نے ہزار درہم کو بیچی بشرطیکہ فلاں شخص راضی ہو جائے تو اگر اس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کر دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا اور اس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درہم کو میرے ہاتھ نہیں بیچا اُس نے کہا کہ ہاں بیچا ہے پھر اس مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہے اور اس کی بنا اسی پر بیع فاسد پر رہے گی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر ان دونوں نے اس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع ہو جائے گی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درہم کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو دام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے اور مشتری نے قبول کر لیا اور اس دن اس کے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اس نے کہا کہ ہاں بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے لیا تو اسی وقت از سر نو بیع ہو جائے گی اس واسطے

---

(۱) قول فتح القدیر میں لکھا ہے یعنی بعد تفصیل ما اجملہ ۱۲۔

کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک دام نہ دیئے تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو یہ بیع فاسد ہے اور یہ قول مثل خیار کے نہیں ہے اور اگر تین دن کی شرط کی اور کہا کہ تین دن تک دام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو استحساناً بیع جائز ہے اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو بیع جائز نہیں لیکن اگر چار روز کی شرط میں مشتری تین ہی دن میں دام لایا اور کہا کہ مجھے دیر کرنا منظور نہیں ہے تو شیخ نے کہا کہ میں اس بیع کو جائز رکھتا ہوں بشرطیکہ تین دن میں دام لائے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اس قدر درہم اس کپڑے کے عوض مجھ کو ادا کر دے تو میں نے تیرے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا اور اس شخص نے وہ مول اسی مجلس میں ادا کر دیا تو یہ بیع ہو جائے گی اور کتاب السیر [1] میں ذکر کیا ہے کہ یہ بیع استحساناً صحیح ہے اور اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ فروختم چوں بہا بمن رسد یعنی میں نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہنچ جائے پھر اس نے قیمت اسی مجلس میں اس کو دے دی تو یہ بیع استحساناً صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ تیری باندی دس دینار کو مول لی تو نے بیچی اس نے کہا کہ فروختہ گیر یعنی بکی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراد بیع کا پورا کرنا ہے تو بیع صحیح ہوگی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ یتیمہ میں ہے کہ حسن ابن علیؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس (۲۲) دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ پچیس (۲۵) دینار سے کم نہ دوں گا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اور وہ راضی ہو گیا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور وہاں گواہ اس کی رضامندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے راضی ہو گیا تھا تو کیا یہ بیع ہے انہوں نے فرمایا کہ اس قدر سے بیع نہیں ہوتی لیکن اگر ایجاب و قبول یا کوئی ایسا فعل جو ان دونوں کے قائم مقام ہو پایا جائے تو بیع صحیح ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع (یا مشتری) نے دور سے یا دیوار کے اس طرف سے آواز دی تو جائز نہیں ہے۔ کوئی شخص بیت میں تھا اس نے دوسرے شخص سے جو چھت پر ہے یہ کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ میں نے مول لی تو اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور دور والے کو بات سننے میں شبہ نہیں ہوتا تو بیع صحیح ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ جو دوری ایسی ہو کہ جس سے ایک دوسرے کی بات سننے میں شبہ پڑتا ہے وہ بیع کی مانع ہے اور اگر ایسی نہیں تو بیع کی مانع نہیں ہے۔ یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تیرا انگور کا باغ دو ہزار درہم کو خریدتے ہیں اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اپنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیق ہونے میں دونوں نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا قول مقبول ہوگا جو ہزل کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر کچھ دام اس کو دے دیئے ہیں تو پھر ہزل کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دلال نے بائع سے کہا فروختی بدین بہا یعنی تو نے اس قیمت کو بیچا اور اس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اس نے جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونوں کی مراد تحقیق بیع ہے تو بیع منعقد ہو جائے گی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اس دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ یہ قول شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ کا ہے۔ یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ اناج تجھ سے ہزار درہم کو مول لیا تو اس کو فقیروں پر صدقہ کر دے اس نے اسی مجلس میں ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہو گئی اگرچہ زبان سے اس نے کچھ نہیں کہا کیونکہ یہ فعل اس کا قبول پر دلالت کرتا ہے اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو بیع نہیں ہے۔ اس لئے کہ قبول سے پہلے اعراض ہو چکا ہے اور اسی طرح اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا تو اس کی قمیص قطع کرا لے اس نے جدا ہونے سے پہلے ہی کیا تو بیع تمام ہو گئی۔ یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

---

[1] السیر الکبیر نام کتاب تصنیف امام ہمام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ ۱۲۔

اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھالے میرا ایک درہم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھالیا تو بیع ہوگئی ☆

فتاویٰ میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام اور صدر الشہیدؒ نے جامع کی کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ مشتری کا قول بائع کے ایجاب کا جواب ہے اور غلام آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں[1] کہا مشتری نے کہ فہو حر یعنی تو وہ آزاد ہے پس غلام آزاد ہو جائے گا اور مشتری پر ہزار درہم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے یہ روایت کی ہے کہ اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچ اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اُس کا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہے غلام پر قبضہ کرنا ہے اور غلام آزاد ہو جائے گا اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قابض بھی نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھالیا یا اُس پر سوار ہوا یا اُس کو پہن لیا تو بیع پر راضی ہوگیا یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھالے اور میرا ایک درہم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھانا کھالیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُس کے لیے حلال ہے یہ شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاستحسان کی شرح میں ذکر کیا ہے کذا فی المحیط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھ سے میں لوں تو ہر ایک پر تیرے لیے ایک درہم کا نفع ہے حالانکہ وہ کپڑے لیے جاتا اور بائع اُس کو خرید کی اجازت دیتا یہاں تک کہ مشتری کے پاس دس یا زیادہ کپڑوں کا مول جمع ہوگیا پھر مشتری نے مول اور ایک درہم نفع کے حساب سے سب دے دیا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر کپڑے اُس کے پاس ویسے ہی باقی ہیں اور اُس نے اس پر نفع دیا تو خرید بھی جائز ہے اور نفع بھی جائز ہے اور اگر اسی طرح نہیں موجود ہیں تو باطل اور نفع نہیں جائز ہے۔ کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ میں اس کو پندرہ درہم کو بیچتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو دس درہم سے زیادہ نہیں لیتا پھر مشتری اُس کو لے گیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چکاتے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ میں تھا تو پندرہ درہم واجب ہوں گے اور اگر بائع کے ہاتھ میں تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع کیا تو دس درہم واجب ہوں گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اس نے کہا کہ میں دس درہم سے زیادہ کو نہیں لیتا اور بائع نے کہا کہ میں پندرہ درہم سے کم نہیں بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری نے پھیر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لے لیا اور بائع نے اُس کو دے دیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درہم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ اگر دونوں کے کلاموں میں اختلاف ہوا اور اسی طرح پر عقد بیع ہوگیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اُن کا آخر کلام کیا تھا اسی بنا پر حکم کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اُسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ میں نے سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد ہوگی اور پہلی ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی حکم ہے اگر اُس کو پہلی قیمت کے جنس سے اُس سے کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اوّل دس درہم کو بیچا پھر نو درہم یا گیارہ درہم کو بیچا۔ اگر دوسری بار بھی دس ہی درہم کو بیچا تو دوسری بیع منعقد نہ ہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہے گی اس لیے کہ دوسری بیع بے فائدہ ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے دو ہزار درہم کو مول لیا تو بیع جائز ہے

---

[1] کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے ثابت ہو جائے کہ آزاد ہونا بیع پر ہے ۱۲۔

پس اگر وہ زیادتی بائع نے اُسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع دو ہزار درہم پر قرار پائے گی اور اگر نہ قبول کی تو ایک ہزار پر صحیح ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام دو ہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ میں نے ایک ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیع کیا میں نے اس کو تیرے ہاتھ دو ہزار کو بیع کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے دونوں بیعیں ملا کر تین ہزار کو قبول کیں تو یہ کہنا اُس کا بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ میں نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دو ہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اس پر زیادتی ہے پس بائع کو اختیار ہے چاہے اسی مجلس میں قبول کر لے اور چاہے رد کر دے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے ہزار درہم کو بیچا میں نے سو دینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اُس پر دونوں مول لازم ہوں گے اور پہلا قول کتاب الزیادات میں ہے اور وہ قوی ہے اور جب بائع نے زیادتی اُسی مجلس میں قبول کر لی تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ میں اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درہم کو دے پھر کہا کہ میں نے ہزار درہم کو لے لیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ غلام اُس نے اُس کے حوالے کر دیا تو وہ رضامند ہو گیا ورنہ رضامندی نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے تو اُسی مجلس میں قبول کرے اور چاہے رد کر دے اور اس کو خیار قبول کہتے ہیں اور اس خیار میں وراثت جاری نہیں ہوتی یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور خیار قبول کی انتہا آخر مجلس تک ہوتی ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہے اگر قبول سے پہلے وہ مر جائے تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر اُن دونوں میں کا کوئی شخص قبول واقع ہونے سے پہلے اُٹھ گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اُٹھا نہیں لیکن مجلس میں کسی اور کام میں مشغول ہوا سوائے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ نصیرؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ میں ایک پیالہ پانی تھا اُس نے پی لیا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو حکم ہے فرمایا کہ بیع پوری ہو گئی اور اسی طرح اگر ایک لقمہ کھایا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ لیکن اگر کھانے میں مشغول ہو گیا تو مجلس بدل جائے گی اور اگر دونوں سو گئے یا اُن میں سے ایک سو گیا پس اگر لیٹ کر سوئے تو مجلس جُدا ہو گئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جُدا نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں بے ہوش ہو گئے پھر دونوں کو افاقہ ہوا اور اُس کے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر دیر ہو گئی تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ چیز تجھ کو اس قیمت کو دی اور مشتری نے پھر نہ کہا پھر بائع نے کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع[1] باطل ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے قبول کیا تو جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر اُس فرض میں ایک رکعت نفل ملا لی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر مشتری گھر میں تھا پھر نکل کر کہا کہ میں نے مول لیا تو ان دونوں میں بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیادہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جانور پر دونوں سوار ہو کر چلے جاتے تھے یا دو جانوروں پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بائع کو جواب اُس کے خطاب کے ساتھ ملا ہوا دیا تو اُن دونوں میں عقد پورا ہو جائے گا اور تھوڑا سا بھی فصل ہو گیا تو بیع صحیح نہیں اور اگر دونوں ایک محمل میں تھے تو بھی یہی حکم ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی ایجاب باطل ہو گیا ۱۲۔

اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا جو وہاں حاضر نہ تھا پھر وہ اس مجلس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خریدا تو بیع صحیح ہے ☆

خلاصہ میں نوازل سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور نہر الفائق میں جمع التفارق سے نقل کیا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں انتہی فتاویٰ میں صدر الشہید نے کہا ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب نہیں صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر بائع اور مشتری دونوں کھڑے تھے اور ایک نے اُن دونوں میں سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونوں چلے مابعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر اُن دونوں نے کشتی چلنے کی حالت میں بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سکتہ پایا گیا تو اتنا توقف بیع منعقد ہونے کا مانع نہیں ہے اور کشتی کا حال بمنزلہ کوٹھڑی کے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا جو وہاں حاضر نہ تھا پھر وہ اس مجلس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خریدا تو بیع صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا اور دونوں کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہو جائے گی میرے والد مرحوم اسی طرح فرماتے تھے کذا فی الظہیر یہ اور جاننا چاہیے کہ مبیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضرور ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے انگور کا شیرہ بیچا اور مشتری نے اُس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب ہو گیا پھر شراب سے سرکہ ہو گیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر باندی بچہ جنی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں اور اسی طرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری نے قبول نہ کیے یہاں تک کہ اُن میں سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بائع نے اُس کی دیت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچی اور مشتری نے قبول نہ کی یہاں تک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بائع کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الوکالت میں ایک مسئلہ ذکر کیا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اُن دونوں میں بیع منعقد نہ ہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ میں نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشائخ کا ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ جب بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا تو اس نے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا تو اُس نے غلام کو اپنی ملک میں لے لیا اور بائع کو ثمن کا مالک کر دیا تو بعد اس کے بائع کی اجازت ضروری ہے تاکہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے اور عامۂ مشائخ کا قول ہے کہ بعد اس کے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی صحیح ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایجاب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

لیکن ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام سُنا ضروری ہے یہ تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔ مگر یتیمہ میں لکھا ہے کہ رجوع صحیح ہوتا ہے اگرچہ دوسرے کو اُس سے آگاہی نہ[1] ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہا کہ میں نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہیں سُنا اور کہا کہ میں نے خریدا تو بیع منعقد ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا اور اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ میں نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونوں ساتھ ہی نکلے تو بیع تمام نہ ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے

---

[1] یعنی کذا ذکر۔

قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائے گی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جب ایجاب وقبول پائے جائیں تو بیع لازم ہو جائے گی اور اُن دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا مگر بسبب کسی عیب یا نہ دیکھنے کے اختیار باقی رہے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اس کے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی مذہب عامۂ مشائخ کا ہے اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام ہزار درہم کو خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں تو لینا نہیں چاہتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔اگر کسی سے بطور استفہام کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ کپڑا دس درہم کو بیچا اس نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں اس کو خریدنا نہیں چاہتا ہوں تو اُس مشتری کو یہ اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔کسی شخص نے ایک شخص سے بعوض نو درہم کے ایک کپڑے کی خرید ٹھہرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ دیدہ درہم کم ندہم متدی یعنی دس درہم سے کم نہ دوں گا کیا تو نے خریدا پس اس شخص نے کہا کہ میں راضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ میں نہیں بیچتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔جاننا چاہیے کہ خط مثل خطاب کے ہے اور ایسے ہی ایلچی بھیجنا یہاں تک کہ خط پہنچنے اور پیغام پہنچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔تاج الشریعۃ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہے کہ یہ خط میں نے فلاں شخص کو لکھا اما بعد میں نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس جب اُس کو خط پہنچا اور اُس نے پڑھا اور جو کچھ اُس میں لکھا تھا اُس کو سمجھا اور اُسی مجلس میں قبول کر لیا تو بیع صحیح ہوگئی یہ عینی شرح ہدایہ میں مذکور ہے۔

پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہے کہ کہے فلاں شخص کے پاس جا اور کہہ فلاں شخص نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس وہ آیا اور اُس نے خبر دی اور اسی مجلس میں اس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ میں نے اپنا فلاں غلام فلاں شخص کے ہاتھ اس مول کو بیچا اے شخص تو جا کر اس کو خبر کر دے پس یہ شخص گیا اور خبر کر دی اور اُس نے قبول کر لیا تو بیع ہوگئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ جو اُس وقت غائب تھا اتنے کو بیچا پھر اُس غائب کو خبر پہنچی اور اُس نے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہیں ہے اور اگر اس کی طرف سے اس مجلس میں کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اُس کی اجازت پر موقوف ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس غلام کو فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا پس اے فلاں تو اُس کو خبر کر دے پھر اُس کے سوا کسی دوسرے نے اُس کو خبر کر دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ میں نے یہ غلام تیرا خریدا اور غلام کے مالک نے اُس کو لکھا کہ میں نے اُس کو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر اس کو لکھا تھا کہ میرے ہاتھ اتنے کو بیچ ڈال پھر اُس کو خط پہنچا اور اُس نے لکھا کہ میں نے اُس کو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہ ہوگی تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ میں نے خریدا یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ اپنا غلام اتنے کو میرے ہاتھ بیچا اُس نے لکھ بھیجا کہ میں نے یہ اپنا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہیں[1] ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ اگر بعد جزو عقد لکھنے یا پیغام بھیجنے کے اُس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہے خواہ ایلچی کو یہ بات معلوم ہو یا نہ ہو یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور خط لکھنے والے اور پیغام[2] بھیجنے والے کو اُس ایجاب سے جو اُس نے لکھ بھیجا یا جس کا پیغام بھیجا ہے رجوع کرنا اُس وقت تک کہ وہ دوسرے کے پاس نہیں پہنچا یا اُس نے قبول نہیں کیا ہے درست ہے خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ اگر دوسرے شخص نے اُس کے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اُس دوسرے نے کسی اور شخص سے کہا کہ تو کہہ دے کہ میں نے خریدا پس

---

۱ جب تک کہ یہ قبول نہ کرے ۱۲۔ ۲ کیونکہ پیغام پہنچانے والے نے مخاطب کا پیغام پہنچایا تو بیع ہوگئی اور وکیل سے بائع نے ایجاب نہیں کیا تھا تو نہ ہوئی ۱۲

اُس نے کہہ دیا کہ میں نے خریدا تو دیکھا جائے گا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہنچانے والے کے کہا تو خریدنا صحیح ہے اور اگر بطور وکیل کے کہا ہے تو صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین دین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہے اور اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُس کے پاس برتن نہ تھا کہ اس میں لے پھر اُس سے جُدا ہو کر برتن لایا اور اُس کو ثمن کے درہم دے دیئے تو یہ جائز ہے ☆

یہ ہر چیز میں خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہے اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور شمس الائمہ حلوائی کے نزدیک بیع تعاطی میں دونوں طرف سے دے دینا شرط ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہے اور بزازیہ میں مذکور ہے کہ یہی قول مختار ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں بدل میں سے کسی ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہے اس واسطے کہ امام محمدؒ نے صاف فرمایا کہ بیع تعاطی دونوں بدل میں سے کسی ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ قول ثمن اور بیع دونوں کو شامل ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور جس شخص کا یہ قول ہے کہ اُس کے نزدیک اس بیع میں مبیع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہے اور امام ابوالفضل کرمانی کا فتویٰ بھی اسی طرح منقول ہے یہ محیط میں لکھا ہے یہ شرط اُس چیز میں ہے جس کا مول معلوم نہیں ہے مگر روٹی اور گوشت میں مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ ف مترجم کہتا ہے کہ اُس ملک میں روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جہاں کہیں اس کا مول معروف ہو وہاں یہ حکم جاری ہوگا واللہ اعلم اور منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُس کے پاس برتن نہ تھا کہ اس میں لے پھر اُس سے جُدا ہو کر برتن لایا اور اُس کو ثمن کے درہم دے دیئے تو یہ جائز ہے کذا فی المضمرات منتقی میں ہے۔ کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جس پر یہ درہم چاہیے تھے اُس شخص سے کہ جس کے چاہیے تھے کہا کہ میں تیرے مال کے عوض دینار دیتا ہوں پس اُس نے دیناروں کا بھاؤ ٹھہرایا مگر ان دونوں میں بیع واقع نہ ہوتی اور وہ شخص جدا ہو گیا پھر وہ شخص کہ جس پر مال چاہیے تھا انہی دیناروں کو جن کا بھاؤ ٹھہرا کر جدا ہو گئے تھے لا کر اُس شخص کو جس کے چاہیے تھے دے دیئے اور بیع کو نہ دہرایا تو وہ بیع اُس وقت جائز ہو گئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک وقر[1] آٹھ درہم کو خریدی پھر بائع سے کہا کہ ایک دوسری وقر اسی ثمن کے حساب سے لا کر یہاں ڈال دے پس بائع نے دوسری وقر لا کر وہاں ڈال دی پس یہ بیع ہو گئی اور بائع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس حکم کرنے والے سے آٹھ درہم کا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور مجرد میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ تو گوشت کیونکر بیچتا ہے اُس نے کہا کہ تین رطل ایک درہم کو اُس نے کہا کہ میں نے خریدا تو میرے واسطے تول دے پھر گوشت بیچنے والے کی یہ رائے ہوئی کہ میں نہ تولوں تو اُس کو اس بات کا اختیار پہنچتا ہے اور اگر اُس نے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ہر ایک کو اُن دونوں میں سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا یا بائع نے مشتری کے حکم سے اُس کے برتن میں رکھ دیا تو بیع تمام ہو گئی اور مشتری پر ایک درہم واجب ہوا اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی قصاب سے کہا کہ جو گوشت تیرے پاس رکھا ہے اُس کو میرے واسطے تول دے یا یوں کہا کہ اس شانہ[2] میں سے میرے واسطے تول دے یا کہا کہ اس پیر میں سے میرے واسطے بحساب فی درہم تین رطل کے تول دے اور اُس نے تول دیا تو مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] گدھے اور اونٹ کا بوجھ اور وقر بیع تینچی خربزہ کی اور وقر اخضین سے کی ٹھڑی اور ایسے ہی کھانا ۱۲۔ [2] اصل میں جنب ہے جس کا ترجمہ پہلو ۱۲۔

ایک شخص نے ایک کھانچی خربزوں کی لایا کہ جس میں چھوٹے بڑے خربزے تھے اُس سے ایک شخص نے کہا کہ اُس میں سے دس خربزہ کتنے کو دے گا اُس نے کہا کہ ایک درہم کو پس اس شخص نے دس خربزہ چھانٹے اور اُن کو لے چلا بائع نے دس نکال دیئے اور اُن کو مشتری نے قبول کر لیا تو بیع تمام ہو گئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے گیہوں بیچنے والے کو پانچ دینار دیئے تا کہ اس سے گیہوں لے اور اس سے پوچھا کہ تو گیہوں کیونکر بیچتا ہے اُس نے کہا سو رطل ایک دینار کو دیتا ہوں پس مشتری ساکت ہوا پھر مشتری نے گیہوں مانگے تا کہ اُن کو لے پس بائع نے کہا کہ میں کل تجھے دوں گا اور اُن دونوں میں بیع واقع نہ ہوئی اور مشتری چلا گیا پھر دوسرے روز گیہوں لینے آیا اور حال یہ ہوا کہ بھاؤ بازار کا بدل گیا تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مشتری کو ان گیہوں کے لینے سے منع کرے بلکہ اُس پر واجب ہے کہ پہلے نرخ کے حساب سے مشتری کے حوالے کرے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے تکیہ اور بچھونے جو ہنوز بنے نہیں گئے تھے خریدے اور مدت کا ذکر نہیں کیا تو صحیح نہیں ہے پھر اگر تکیہ بن کر حوالہ کر دیئے تو بھی صحیح نہیں ہے اور تعاطی جب بیع ہوتی ہے کہ فاسد یا باطل کی بنا پر نہ ہو اور اگر بیع فاسد یا باطل کی بنا پر ہو گی تو بیع تعاطی نہ ہو گی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو ہے اُس نے کچھ ثمن بیان کیا پس اُس نے کہا کہ اپنا گدھا تو ہانک اور اُسے ہانکا تو یہ بیع نہ ہو گی مگر اُس وقت کہ لکڑیاں سپرد کر کے ثمن لے لے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے قصاب سے کہا کہ ایک درہم کا کتنا گوشت دیتا ہے اُس نے کہا کہ دو سیر اُس شخص نے کہا کہ تول دے اور ایک درہم دیا اور گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے اور دوبارہ وزن کرنا لازم نہیں ہے اور اگر وزن کیا اور کم پایا تو کمی کے موافق درہم میں سے پھیر لے اور گوشت میں سے نہیں لے سکتا اس واسطے کہ بیع کا انعقاد اُسی قدر پر ہوا ہے جو اُس نے دیا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک قصاب کے پاس ایک شخص ہر روز ایک درہم لاتا تھا اور قصاب اُس کو گوشت کا ٹکڑا تول دیا کرتا تھا اور صاحب درہم یہ گمان کرتا تھا کہ یہ گوشت ایک سیر ہے اور شہر میں گوشت کا بھاؤ بھی یہی تھا پھر ایک روز مشتری نے اپنے گھر اُس گوشت کو تولا تو وہ تین پاؤ نکلا تو وہ قصاب سے بحساب نقصان کے درہموں میں سے پھیر لے اور بقدر نقصان کے گوشت نہیں لے سکتا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ یہ شخص اُسی شہر کا رہنے والا ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی اور اگر اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے مثلاً مسافر ہو اور حال یہ ہے کہ شہر کے رہنے والوں نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر رکھا ہے اور یہ نرخ ایسا رواج پایا گیا ہے کہ کبھی فرق نہیں ہوتا پس اُس مسافر نے نان بائی یا قصاب سے کہا کہ مجھے ایک درہم کی روٹی یا ایک درہم کا گوشت دے اور اُس نے معمول سے کم دیا اور مشتری کو اُس وقت خبر نہ ہوئی پھر اُس کو معلوم ہوا تو روٹی میں اس کو نان بائی سے پھیر لینے کا اختیار ہے جیسے کہ اُس شہر کے لوگ نقصان کے سکتے ہیں اور گوشت میں رجوع کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ روٹی میں بھاؤ مقرر کر لینا معروف ہے پس سب کے حق میں (دیسی پردیسی) یہی ہو گا اور گوشت میں ایک نئی بات ہے پس اس شہر کے سوا اور لوگوں کے حق میں ظاہر نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرضہ تھا اُس نے اُس کا مطالبہ کیا پس قرض دار بقدر معلوم جو لایا اور قرض خواہ سے کہا کہ شہر کے نرخ پر لے لے[1] تو شیخ نے فرمایا کہ اگر شہر کا بھاؤ معلوم ہے اور وہ دونوں بھی جانتے ہیں تو بیع پوری ہو جائے گی اور اگر شہر کا بھاؤ معلوم نہیں یا وہ دونوں نہیں جانتے ہیں تو بیع نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اور منجملہ بیع تعاطی کے ایک یہ صورت ہے کہ مشتری نے جو چیز خریدی تھی اُس کو ایسے شخص کے سپرد کر دی جو اُس کا بطور شفعہ کے خواستگار ہے حالانکہ اُس مقام پر شفعہ جاری نہیں ہوتا اور ایسے ہی وکیل نے ایک چیز خریدی اور وہ چیز وکیل کی ذات کے واسطے ہو گئی پھر اُس نے مؤکل کے سپرد کر دی تو یہ بھی بیع تعاطی ہے۔ بشرطیکہ حکم کرنے والے نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے حکم سے انکار[2] کیا ہو حالانکہ اُسی کے واسطے وکیل نے خریدی تھی یہ بحر

---

[1] قال المترجم یعنی شہر کے بھاؤ سے جس قدر تیرا قرضہ ہے لے لے ۱۲۔ [2] اور اگر انکار نہ ہو تو تعاطی نہیں بلکہ بطور وکالت ہو گی ۱۲۔

الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے اور منجملہ بیع تعاطی کی صورتوں کے یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی تھی اور وہ شخص کسی اور باندی کے سوا اس کے جو ودیعت رکھی گئی تھی لایا اور کہا کہ یہ تیری باندی ہے اور ودیعت رکھنے والا جانتا ہے کہ وہ باندی نہیں ہے اور جس کے پاس ودیعت رکھی تھی اُس نے قسم کھالی پس اس ودیعت رکھنے والے نے اُس کو لے لیا تو اُس سے اس کو وطی کرنا حلال ہے اور باندی کو وطی پر راضی ہونا جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے درزی سے کہا کہ یہ میرا استر نہیں ہے اور درزی نے قسم کھالی کہ یہ وہی ہے تو اُس شخص کو اُس کے لیے گنجائش ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی مشتری نے کوئی باندی خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور بائع جانتا ہے کہ یہ میری باندی نہیں ہے پھر اُس نے اُس کو لے لیا اور راضی ہو گیا تو یہ بیع تعاطی ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر کسی دھوبی نے کسی شخص کو کپڑا بدل کر دے دیا اسی طرح موچی نے جوتا بدل دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بھی بیع تعاطی ہے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک خربزہ بیچنے والے کو کچھ درہم دیے تا کہ اس سے کچھ خربزہ معینہ خریدے پھر ان خربزوں کو لے لیا اور بائع کہتا جاتا ہے کہ میں اتنے کو یہ خربزہ نہ دوں گا مگر مشتری نے لے لیے اور بائع نے دام واپس نہ کیے اور مشتری کو بازاریوں کی عادت معلوم ہے کہ بائع اگر راضی نہیں ہوتا ہے تو دام پھر دیتا ہے اور اپنی چیز واپس لیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو راضی ہوتا ہے حالانکہ مشتری کے پیچھے اُس کا دل خوش کرنے کو چلایا کرتا ہے کہ میں اتنے کو نہیں دیتا تو شیخ نے فرمایا کہ بائع میں یہ بیع صحیح نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے خلفؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسدؒ سے پوچھا کہ ایک شخص نے بازار میں کہا کہ کون شخص ہے جس کے پاس ہرات کا کپڑا دس درہم کا ہو ایک شخص نے کہا کہ میں ہوں پھر اُس نے اُس کو دے دیا تو کیا یہ بیع ہے تو فرمایا کہ یہ بیع نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ لیتے وقت یہ کہے کہ میں نے دس درہم کو لیا اور جا کر اُس کو دیکھوں گا اور میں نے حسنؒ سے یہی مسئلہ پوچھا اُنہوں نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور دونوں کو اس بیع کو توڑ دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل دوم:

اُن چیزوں کے حکم کے بیان میں جو خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لے لی گئی ہوں مسئلہ مذکورہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ☆

کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے بیس درہم کو ہے مشتری نے کہا نہیں بلکہ دس درہم کو لوں گا پھر اتنی ہی گفتگو پر مشتری اُس کو لے گیا اور بائع دس درہم پر راضی نہیں ہوا پس یہ بیع نہیں ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کر دیا تو اس پر بیس درہم لازم ہوں گے اور جب تک تلف نہیں کیا تب تک اُس کو پھر دینے کا اختیار ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُس پر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے اختیار کو چھوڑ دیا کہ عرف میں بیس درہم لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے خریدنے کے واسطے ایک کپڑا لیا اور اُس نے مول کہہ دیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر مشتری کے مرنے کے بعد اس کے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ میں اسے لے جاتا ہوں اگر پسند آئے گا تو خرید لوں گا پھر اس کو لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا تو اس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اُس نے یہ کہا تھا کہ اگر راضی ہوں گا تو اُس کو دس درہم کو لوں گا پھر ضائع ہو گیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول کسی سے چکایا پھر اس کپڑے کو بغرض خریدنے کے لے لیا یا اُس چکانے کی گفتگو میں بائع نے اُس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ وہ دس درہم کا ہے پھر اس کو مشتری لے گیا تو امامؒ نے فرمایا کہ جو مول بائع نے بیان کیا اسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہے گا تاوقتیکہ مشتری اُس کو رد نہ

کرے اور رد کرنے سے یہ مراد ہے کہ مشتری مثلاً یوں کہے کہ میں نو درہم سے زیادہ کو نہ لوں گا یا میں سوائے نو درہم کے راضی نہیں[1] ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا بیس درہم کا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے دس درہم میں لیا اور لے کر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر اُس کی قیمت واجب ہے اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائع نے کہہ دیا تھا کہ میں بیس درہم سے کم نہ دوں گا اور مشتری لے کر چلا گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر بیس درہم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور فروق کرابیسی میں ہے کہ بائع نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درہم کو ہے اور مشتری نے کہا کہ لا اُس کو تا کہ میں اس کو دیکھوں یا کسی دوسرے کو دکھا لوں پھر وہ تلف ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس پر کچھ واجب نہ ہو گا یعنی وہ امانت میں تلف ہو گیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُس کو لا اگر مجھے پسند آئے گا تو میں لے لوں گا پھر وہ تلف ہو گیا تو مشتری پر جو اُس کا مول ٹھہرا تھا واجب ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں اُس نے یہ حکم کیا تھا کہ مجھ کو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہیں ہے اور دوسری صورت میں پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُس کو دینے کا حکم دیا تھا اور یہ بدون حکم کے بیع ہے تو حکم کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ بیع ہو گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر اس کو دیکھنے کی غرض سے نہیں[2] لیا پھر کہا کہ میں دیکھوں گا اور وہ ضائع ہو گیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُس پر پہلے کلام سے واجب ہو گئی ہے بری نہ کرے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک بزاز سے ایک کپڑا طلب کیا اُس نے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہے اور یہ دوسرا بیس کا اور یہ تیسرا تیس کا اور ان کو اپنے گھر لے جا جو کپڑا تجھے پسند آئے اُس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا پھر مشتری اُن کپڑوں کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر میں جل گئے تو اگر یہ صورت ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہیں کہ آگے پیچھے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے پیچھے جلے ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اوّل سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تہائی قیمت کی ضمان واجب ہو گی اور اگر پہلا معلوم ہوا تو اُس کی قیمت لازم آئے گی اور باقی دو کپڑے اُس کے پاس امانت میں جلے اور اگر دو کپڑے جل گئے اور تیسرا باقی رہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونوں میں سے پہلے کون سا جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہو گی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہیے اس واسطے کہ وہ امانت میں ہے اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو جلے ہوئے کی قیمت دے اور دونوں کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے میں سے جل گیا اور اُن دونوں میں سے یہ نہیں معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُس کے جلنے کی نقصان کی ضمان اُس پر واجب نہ ہو گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر دو کپڑوں میں سے ایک پورا اور دوسرے میں کا آدھا ساتھ ہی جل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُس کے ذمہ لازم ہو گا اور یہ اختیار اُس کو نہیں ہے جلے ہوئے کو امانت میں رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول میں لے لے اور علیٰ ہذا القیاس اگر کپڑے میں سے اتنا باقی رہا ہو جس کا کچھ مول نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیج دے پھر بزاز نے اُس کے ایلچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا پس اس شخص کے پاس پہنچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہو گیا اور اس بات کے بیچ ہونے پر سب متفق ہوئے تو اُس ایلچی پر کچھ ضمان نہیں ہے پھر جس کے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ ایلچی اُس کا ہے جس نے بھیج کر لانے کا حکم دیا تھا تو ضمان اس حکم کرنے والے پر ہے اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہے تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمان نہیں یہاں تک کہ اُس کے پاس وہ کپڑا پہنچے

---

[1] یعنی رَدکرنے سے کپڑا بائع کو پھر دینا مراد نہیں ہے بلکہ قول بائع کو جو اس نے مول کیا ہے رد کر دے مثلاً دس درہم کہے تو یہی مول ہمیشہ رہے گا جب تک مشتری اس کو رد نہ کرے کہ نہیں تو درہم سے زیادہ نہ دوں گا یا تو درہم سے زیادہ پر راضی نہیں ہوں ۱۲۔ [2] یعنی قولہ نہیں لیا بلکہ بطور خرید کے لیا تھا پھر چلتے وقت کہا کہ میں الخ ۱۲۔ [3] یعنی یہی حکم ہے ۱۲۔

اور جب کپڑا اُس کے پاس پہنچ گیا تب وہ البتہ ضامن ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار میں اُس کے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم درہموں کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُس کے پاس رکھ دیا جس نے طلب کیا تھا پھر اُس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا یا مجھ سے گر گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور منادی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور منادی پر واجب نہ ہونا اُس صورت میں ہے کہ اُس چیز کے مالک نے اس کو یہ اجازت دی ہو کہ بیع تمام ہونے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھ سے طلب کرے اس کو دیتا اور اگر یہ اجازت نہیں دی ہے تو یہ منادی اُس کی قیمت کا ضامن[1] ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

نقصان کا ضامن ہونے یا نہ ہونے کی چند مزید صورتیں ☆

جو شخص خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اُس نے ایک کپڑا خریدنے کی غرض سے لیا اور اُس کو اپنے مؤکل کو دکھلایا اور مؤکل کو وہ پسند نہ آیا اُس نے وکیل کو واپس کر دیا پھر وکیل کے پاس وہ کپڑا تلف ہو گیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے کہ وکیل اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مؤکل سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے مگر اُس صورت میں مؤکل نے اُس کو خریدنے کی غرض سے لے لینے کا حکم کیا ہو تو اُس صورت میں وکیل ضمان دے گا اور مؤکل سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے تجنیس ناصری میں ہے کہ اگر ایک کپڑا دلال کے پاس جاتا رہا اُس پر کچھ گمان نہیں ہے اور اگر کسی دُکان دار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ اُس کا کسی مشتری نے بھاؤ چکایا تھا اور دونوں سے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دُکان دار پر کپڑے کی قیمت واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ف☆ یعنی دُکان دار وہ مول جو ٹھہر گیا ہے لے لے اور مشتری کو قیمت ادا کرے[2] مثلاً چار درہم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہیے اور دُکان دار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہے اس واسطے جو قیمت اُس کی بازار میں ہو وہ دوسرے کو ادا کرے۔ ایک شخص نے ایک کمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر بائع کی اجازت سے مشتری نے اُس کو کھینچا یا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جائے گی تو تجھ پر ضمان نہیں ہے اُس نے کھینچی اور کمان ٹوٹ گئی تو اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول نہیں ٹھہرا ہے اور اُس نے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور امامؒ سے روایت ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو درہم دکھلائے اُس نے اُن کو دبا دیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُس نے اُس کو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلایا اور اُس نے اُس کو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اس کا ضامن ہے بشرطیکہ بائع نے اُس کو دبانے یا کھینچنے یا پہننے کا حکم نہ کیا ہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر وہ درہم[3] بدون دبائے نہیں دیکھ سکتا تھا تو اگر دبانے میں اُس نے حد سے تجاوز نہیں کیا تو ضامن نہ ہوگا اور حد سے تجاوز کرنے میں اُس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیشہ مجھ کو دکھلا اُس نے دکھلا کر کہا کہ اس کو اُٹھا اُس نے اُسے اُٹھایا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اُٹھانے والا اُس کا ضامن نہیں ہے کیونکہ اُس نے اُس کے حکم سے اُٹھایا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مول مذکور نہیں ہے اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزیں خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لی جاتی ہیں اُن کی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہے پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہے اُس نے کہا کہ اتنے کا ہے پھر اُس نے کہا کہ میں اُس کو لے لوں شیشہ فروش نے کہا کہ ہاں پھر اُس نے اسکو لیا اور اُس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسی صورت میں ہے کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اُٹھایا تھا اور اگر بلا اجازت اُس کے اُٹھایا تھا تو اُس کا ضامن ہے خواہ مول بیان

---

[1] قولہ ضامن الخ پھر مالک کو تاوان دے کر خریدار سے تاوان لے گا ۱۲۔ [2] مثلاً پانچ درہم یا زیادہ ۱۲۔ [3] بدوں دبائے نہیں دیکھ سکتا تھا یعنی عرف یوں ہی تھا کہ ایسا درہم دبا کر دیکھتے تھے ۱۲۔

کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک پیالہ چکایا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُس نے اُس کو دے دیا اور اُس شخص نے اس کو دیکھا پھر وہ پیالہ اُس کے ہاتھ سے چند پیالوں پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ سب پیالے ٹوٹ گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن[1] نہ ہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالوں کا ضامن ہے کیونکہ اُس نے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُس کو دے دی اور وہ تلف ہوگئی تو مشتری اُس کی قیمت کا ضامن ہے کیونکہ اُس نے خریدنے کے طور پر اُس پر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اس نے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

تیسری فصل ☆

بکنے والی چیز اور اُس کے مول کو پہچاننے اور اُن دونوں میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان میں

امام قدوریؒ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جو چیز عقد میں متعین ہوتی ہے وہ مبیع ہے اور جو متعین نہیں ہوتی وہ ثمن ہے مگر یہ کہ اُس بیع[2] کا لفظ بولا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ہاں تین قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو ہمیشہ ثمن رہتا ہے اور دوسرا وہ جو ہمیشہ مبیع رہتا ہے اور تیسرا وہ کہ مبیع بھی ہوتا ہے اور کل بھی ہوتا ہے سو جو چیز ہمیشہ ثمن ہوتی ہے وہ درہم اور دینار ہیں خواہ اُن کے مقابل انہی کے مثل واقع ہوں یا کوئی اور چیزیں اور خواہ[3] ان پر کوئی ایسا لفظ جو ثمن پر بولا جاتا ہے داخل ہو یا نہ ہو اور پیسے بھی ہمیشہ ثمن ہوتے ہیں کہ مثل درہم کے معین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ مبیع رہتی ہیں وہ چیزیں ہیں کہ جن کا مثل موجود نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزیں ہیں جو باہم ایک سی ہوں لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کر دیا جائے اور کوئی میعاد اس کے دینے کی مقرر کی جائے تو وہ ثمن ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اُس کے عوض میں کسی کپڑے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ کر لیا مگر اُس کی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہیں ہے اور اگر میعاد مقرر کر دی تو جائز ہے حتیٰ کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے تو بیع باطل نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

جو چیزیں مثلی نہیں ہیں اُن میں باہم ایک دوسرے کی بیع عین کے طور پر جائز ہے دین[4] کے طور پر جائز نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور جو چیز مبیع اور ثمن دونوں ہوتی ہے وہ کیلی اور وزنی اور ایسی چیزیں ہیں جو گنتی سے بکتی ہوں اور باہم ایک سی ہوں پس اگر اُن کے مقابلہ میں وہ چیزیں ہوں جو ثمن کہلاتی ہیں تو یہ چیزیں بیع ہوں گی اور اگر اُن کے مقابلہ میں اُنہیں کے مثل کی چیزیں کیلی اور وزنی اور عددی ہوں تو اس بات پر لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اُن دونوں کی بیع عین کی عین کے ساتھ یعنی لین دین بطور عین ہے تو جائز ہے اور اس صورت میں وہ دونوں بیع ہوں گے اور اگر ایک ان دونوں میں سے اسی وقت بطور عین دی جائے اور دوسرے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ اُدھار ٹھہرائی جائے اور جو چیز عین اس وقت دی جاتی ہے وہ بیع اور جو ذمہ لی جاتی ہے وہ ثمن قرار دی جائے تو جائز ہے اور اس

---

[1] کیونکہ دام نہیں ٹھہرے ہیں ۱۲۔ [2] یعنی مثلاً دو من گھرے گیہوں میں نے اس صندوق کے عوض بیچے ۱۲۔ [3] قال فی الاصل صحبها حرف الباء و انما ذلك اسلوب العربیته و لیس المراد دخولها بخصوصها بل المراد ما ذکرنا ۱۲۔ [4] ادھار کیا اور نظر کے روبرو معین نہ کیا ۱۲۔

قرض پر جُدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط ہے۔ف☆ یعنی یہ دین جو عین کے مقابلہ میں مول قرار پائی ہے اس پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ چاہیے اور اگر وہ چیز جو دین ہے اُس کو مبیع ٹھہرادیں اور جو چیز عین ہے یعنی اُسی وقت دی گئی ہے اُس کو مول ٹھہرادیں تو بیع جائز نہیں اگر چہ اس دین پر جُدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جائے اس لیے کہ اس صورت میں اُس بائع نے ایسی چیز بیچی جو اُس کے پاس موجود نہیں ہے اور ایسی بیع سوائے صورت بیع سلم کے اور صورت میں جائز نہیں ہے اور ثمن کی علامت یہ ہے کہ اُس کے ساتھ حرف بایا جو اُس کے معنی میں آتا ہے ف جیسے کہا کہ یہ کپڑا بعوض دس درہم کے یا عوض میں دس درہم کے دیتا ہوں اور مبیع کی علامت یہ ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور اس تقدیر پر اگر ایسی دونوں چیزیں دین ہوں تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو اُس کے پاس موجود نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ جب بیع اور ثمن کا حال معلوم ہو چکا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بیع کے حکم میں سے ایک یہ ہے کہ اگر وہ مال منقولہ ہو تو قبضہ کر لینے سے پہلے اُس کی بیع جائز نہیں ہے اور جو حکم کہ بیع کا بیان ہوا وہی حکم اُس اُجرت کا ہے کہ جو معین ٹھہرائی گئی ہو اور اُس کا فی الحال لینا[1] شرط ہو یعنی اُس کی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہیں اسی طرح جو مال کہ قرض کی صلح میں ملے اور وہ عین ہو تو اُس کی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے مگر مہر اور خلع کے بدلے کا مال اور عمداً خون کے عوض اگر مال ملا ہو اور وہ عین ہو تو اُس کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے اور ہر ایسی چیز جس کا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے اُس کا اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اُس کو بائع کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا قرض دیا یا بائع کے پاس رہن رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کسی خریدی ہوئی باندی کا قبضہ کرنے سے پہلے نکاح کر دیا تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور عدم جواز کا حکم اس صورت میں ہے کہ جب قبضہ سے پہلے مشتری کا تصرف خریدے ہوئے مال منقولہ میں کسی اجنبی[2] کے ساتھ ہو لیکن اگر بائع کے ساتھ اُس نے تصرف کیا پس اگر بائع کے ہاتھ اُس کو بیچا تو قبضہ سے پہلے بیع اُس کی کسی طرح جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر بائع کے پاس رہن کیا تو صحیح نہیں اور اگر بائع کو ہبہ کیا اور اُس نے قبول کر لیا تو بیع فسخ ہو گئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بائع نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور بیع اپنی حالت پر صحیح رہی یہ تاتارخانیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے امام محمدؒ نے کہا کہ جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح ہے اگر مشتری قبضہ سے پہلے اُس تصرف کو کرے گا تو جائز نہیں اور جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا جیسے ہبہ وغیرہ اگر اُس کو مشتری قبضہ سے پہلے کرے گا تو جائز ہے[3] یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کرخی نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہے اگر مشتری نے بائع سے قبضہ سے پہلے کہا کہ اس کو اپنے واسطے بیچ لے اُس نے قبول کر لیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یوں کہا کہ میرے واسطے بیچ دے تو بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر بیچے گا تو اُس کی بیع جائز نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اس کو بیچ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کر لیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ جس کے ہاتھ تو چاہے بیچ تو صحیح نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں خلاصہ سے منقول ہے اگر مشتری نے مملوک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کر دے اور بائع نے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری کی طرف سے نہ ہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عتق باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اُس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اس کو فروخت کر یا اُس کے ساتھ وطی

---

[1] یعنی پیشگی اجرت ۱۲۔ [2] یعنی بائع نہ ہو ۱۲۔ [3] معنی یہ ہیں کہ ہبہ بدوں قبضہ کے تمام نہیں پس اگر مشتری نے خود قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کیا تو بوجہ اس کے کہ ہبہ مستدعی قبضہ ہے قبضہ ہو کہ ہبہ ہوا پس جائز ہوگا ۱۲۔

کر یا وہ طعام[1] تھا کہ بائع سے کہا کہ اس کو کھا لے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور جب تک بائع نے ایسا نہیں کیا تب تک بیع فسخ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مال منقولہ کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہو تو اُس کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک گھریا[2] زمین خریدی اور اُس کو قبضہ سے پہلے بائع کے سوا کسی اور کو ہبہ کیا تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے بائع کو یا اُس کے سوا اور کسی کو اجارہ پر دی تو سب کے نزدیک جائز نہیں اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس میں کھیتی اُس کی بوئی ہوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز[3] ساگا تھی وہ بائع کو آدھوں آدھ کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دے دی تو جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُس پر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُس کو وقف کر دیا تو اس وقف کا حکم موقوف ہے اگر اُس کے بعد اُس نے دام ادا کر دیے اور اُس پر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ قیمتوں میں اور دین میں بدلنے کا تصرف کرنا سوائے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے اور قدوریؒ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یہ کہنا[4] سہو ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور سیر کبیر مصنفہ امام محمدؒ میں ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کر کے اپنی حرز میں اپنے ملک میں لے گئے اور کوئی مسلمان اُن کے ملک میں داخل ہوا اور اس غلام کو اُن سے خرید لیا اور دارالاسلام میں لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بعوض اُس کے مول کے دیا جائے اور پہلے مالک نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو فروخت کیا پس اگر اسی شخص کے ہاتھ بیچا جس کے پاس وہ غلام موجود ہے تو جائز ہے اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے بائع کو دینے کا حکم کیا اور بائع نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع ڈالا تو اگر اُسی مشتری کے ہاتھ جو پھیرتا ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کسی اور کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

باب نمبر ا:

ایجاب وقبول میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

اگر بائع دو چیزوں یا تین چیزوں میں ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ میں بعض میں یہ ایجاب قبول کروں اور بعض میں قبول نہ کروں پس اگر ان سب کی بولی ایک تھی تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر جدا جدا تھی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مشتری ایجاب کرے اور بائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض میں قبول کرے اور بعض میں نہیں پس اگر صفقہ ایک ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر صفقہ متفرق ہے تو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام بیچا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہیں ہے لیکن اگر بائع اُسی مجلس میں اُس پر راضی ہو جائے تو صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام قدوریؒ نے کہا کہ اس طرح کا عقد اُس وقت صحیح ہوگا کہ مبیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اُس کے مقابل ثمن میں سے کوئی حصہ معلوم ہو اور اگر باعتبار قیمت کے

---

[1] طعام گیہوں اور سب قسم اور مطلق احتجاج اور ہمارے عرف میں علی الاطلاق جو فی الحال کھانے کے واسطے مہیا ہو ۱۲۔ [2] ترجمہ: الدار هو يطلق على العرصته عندهم ويطلق على العرصته كالعقار ايضًا والمراد هونا الشئ الغير المنقول من الدور العقار و كذلك لم يلتفت الى خصوص معانيها فليتامل ۱۲۔ [3] ساگا یعنی ابھی تک بالی وغیرہ نہیں آئی تھی ۱۲۔ [4] قولہ سہو ہے اقوال قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ اختلاف فرماتے ہیں پس نسبت سہو محل تامل ہے ۱۲۔

تقسیم ہوتا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلاموں یا دو کپڑوں کی طرف ایک مرتبہ کی گئی اور مشتری نے اُن دونوں میں سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح نہ ہوگا اگرچہ بائع راضی ہو جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے واضح ہو کہ صفقہ کا ایک ہونا اور جُدا جُدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہیے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر خرید و فروخت و ثمن ایک ہو یعنی ثمن اکٹھا بیان کیا جائے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفقہ ایک کہلائے گا یہی قیاس اور استحسان دونوں دلیلوں سے ثابت ہے اور اسی طرح اگر ثمن جُدا جُدا ہو یعنی بیع کے ہر حصہ کا ثمن جُدا جُدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزیں ایک ہوں مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درہم کو ہے تو اس صورت میں بھی صفقہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع دو ہوں یا مشتری دو ہوں اور ثمن اکٹھا ذکر کیا جائے مثلاً بائع دو شخصوں سے کہے کہ میں نے یہ چیز تم دونوں کے ہاتھ اس ثمن کو بیچی اور دونوں مشتری کہیں کہ ہم نے یہ چیز تجھ سے اتنے دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفقہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

یہ بیان صفقہ کے ایک ہونے کا تھا اب صفقہ کے جُدا جُدا ہونے کا یہ بیان ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر جزو کا ثمن جُدا جُدا بیان کیا اور خرید یا فروخت کا لفظ جُدا جُدا کہا اور بائع اور مشتری دو دو ہیں یا بائع دو ہیں اور مشتری ایک ہے یا مشتری دو ہیں بائع ایک ہے تو صفقہ متفرق ہوگا اور اسی طرح اگر ثمن جُدا جُدا بیان کیا جائے اور لفظ خرید یا فروخت جُدا جُدا ہوں اور بائع اور مشتری ایک ہوں جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ میں نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اس طرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درہم کو بیچا اور یہ کپڑا پانچ درہم کو بیچا یا مشتری کہے کہ میں نے یہ کپڑے تجھ سے اس طرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درہم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درہم کو مول لیا تو بالاتفاق صفقہ متفرق ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنے والے اور ثمن دونوں تعدد ہوں تو قیاس یہ ہے کہ صفقہ متعدد ہوگا اور استحسان یہ ہے کہ متعدد نہ ہوگا اور یہی قول امام کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر دو یا کئی چیزیں مختلف مول لیں یا ایک چیز مول لی اور دام تھوڑے سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی بیع پر قبضہ کر لے پس اگر صفقہ ایک تھا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر صفقہ متفرق تھا تو جائز ہے اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس یہودی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درہم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درہم نقد دے دیے اور کہا کہ یہ دس درہم خاص اس کپڑے کی قیمت ہیں اور اُس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ صفقہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کر دی اور مشتری نے کہا کہ میں یہ کپڑا لے لیتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت مہینہ بھر پور لینے پر راضی ہو جائے تو مشتری کو اُس پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع ایک درہم کے سوائے تمام مول معاف کر دے یا ایک درہم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر راضی ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خرید میں کسی معین کپڑے کے دام نقد دینے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اس قدر نقد ثمن ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر مول سو درہم ٹھہرا اور مشتری کی بائع پر نوے درہم چاہیے ہیں اور یہ اس مول کا قصاص ہو گئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہیں تو مشتری کو باقی دس درہم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اُن کپڑوں میں سے خاص ایک کپڑے کی قیمت اگر دس دینار تھی اور باقی کپڑوں کی قیمت سو درہم اور مشتری نے صرف دینار دیے یا صرف درہم دیے تو اس کو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ایک ان میں سے غائب ہو گیا اور دوسرا موجود تھا تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اس کے پورے دام نہ دے دے اور جب پورے دام دے دے تو کل غلام پر قبضہ کر لے اور اس صورت میں دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا نہ ہوگا اور جب وہ غائب حاضر ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جب تک کہ شریک موجود

کو اس قدر حصہ ثمن نہ دے دے جو اس کے حصہ کا اس نے دیا ہے اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جس شخص شریک نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اس کے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بطور[1] امانت کے ہلاک ہوا اور جو شریک اس پر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بقدر اس کے حصہ کے لے لے اور اگر غائب حاضر ہوا اور اس نے غلام میں سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نے کہا کہ جب تک میں اس قدر دام جو تیری طرف سے ادا کر چکا ہوں نہ لے لوں گا تب تک نہ دوں گا پھر وہ غلام مر گیا تو اُس صورت میں وہ غلام اس مال کے عوض ہلاک ہوا جو اس نے دیا ہے اور ایسی صورت ہو گئی جیسے مبیع بائع کے پاس ہلاک ہو جائے[2] اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور اگر بائع نے دو مشتریوں میں سے ایک کو اس کے حصہ کے دام معاف کر دیئے یا ایک مہینہ کے بعد لینے پر راضی ہو گیا تو وہ شریک دوسرے شریک کے حصہ ثمن ادا کرنے سے پہلے اس غلام میں سے اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر اُن صورتوں میں صفقہ جدا جدا ہو تو یہ سب حکم برعکس ہو جائیں گے انتہی۔

باب چہارم:

مبیع کو ثمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اس پر قبضہ کرنے اور بیع کو سپرد کرنے کے بیان میں اور اُن صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور ایک قبضہ کا دوسرے قبضہ سے نائب ہونے کے بیان میں اور بیع میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان میں اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیع اور ثمن کے سپرد کرنے میں جو خرچ واجب ہوتا ہے اس کے بیان میں

اس باب میں چھ فصلیں ہیں

پہلی فصل ☆

مبیع کو ثمن کے واسطے روکنے کے بیان میں

ہمارے اصحابؒ نے فرمایا ہے کہ اگر دام نقد ٹھہرے ہوں تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہے کذا فی المحیط اور اگر دام کی کچھ میعاد ٹھہری ہو تو بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہے اور نہ اس کے بعد ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر تھوڑے دام نقد ٹھہرے ہوں اور تھوڑے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو بیع کے روکنے کا اختیار ہے اگر اس دام میں سے تھوڑے سے باقی رہ جائیں تو بائع تمام بیع کو روک سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے تفرید میں ہے کہ اگر بیع غائب ہو تو جب تک بائع اس کو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہے کہ دام نہ دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے خواہ اسی شہر میں ہو جہاں بیع واقع ہوئی ہے یا

---

[1] یعنی قولہ امانت یعنی وہ اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا ۱۲۔ [2] یعنی بائع نے دام وصول کرنے کے واسطے بیع کو روک رکھا اور مشتری نے ادا کرنے سے پہلے بیع اس کے پاس تلف ہوئی تو مشتری کو کچھ واجب نہیں ۱۲۔

دوسرے شہر میں ہو اور اس کے حاضر کرنے میں اُس کے ذمہ خرچہ پڑتا ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جب مشتری نے پورے دام دے دیے اور بائع نے بیع اُس کے سپرد کر دی یا بائع نے بدون ثمن پر قبضہ کیے بیع اس کے سپرد کر دی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا یا مشتری نے مبیع پر ایسے حال میں قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اس کو منع نہیں کرتا تھا تو ان سب صورتوں میں بائع کو اختیار نہیں ہے کہ بیع کو پھیر کر ثمن حاصل کرنے کے واسطے روکے اور اگر مشتری نے بدوں اجازت بائع کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری کا قبضہ باطل کر دے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر ثمن کے بدلے مشتری نے کوئی چیز رہن کر دی یا کوئی شخص ثمن کا کفیل ہو گیا تو اس سے بائع کو مبیع کے روکنے کا جو حق حاصل ہے وہ ساقط نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور زیادات میں ہے کہ بائع نے اگر ثمن کسی اپنے قرض خواہ کو مشتری پر اتر ادیا تو بائع کا مبیع کو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص[1] پر ثمن بائع کا اتر ادیا تو بائع کا حق ساقط نہ ہوگا اور کرخی نے ذکر کیا کہ یہ قول امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع کو روکنے کا حق ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر بائع نے بیع مشتری کو مستعار دی یا اس کے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور بموجب ظاہر روایت کے اب اس کے پھیرنے کا مختار نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ثمن ادا کرنے کی کچھ میعاد ہو اور مشتری کی بیع پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آ گئی تو مشتری کو اختیار ہے کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے بیع پر قبضہ کر لے اور بائع اس کو روک نہیں سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بائع نے ثمن کو لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور مشتری حاضر نہ ہوا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب جس وقت سے مشتری بیع پر قبضہ کرے گا اس وقت سے ایک سال کی میعاد ہو گی اور اگر سال معین کر دیا تھا تو فی الفور ثمن دینا واجب ہو گیا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت میں ثمن فی الحال دینا واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب بائع نے مبیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالاجماع شروع سال عقد کے وقت سے شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر بیع میں دونوں کے لیے یا ایک کے لئے خیار ہو اور میعاد میں یہ قید نہیں ہے کہ کس وقت سے شروع ہوگی تو میعاد کی ابتداء عقد لازم ہونے کے وقت سے ہو گی اور خیار رویت میں میعاد کا اعتبار عقد کے وقت سے کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع عقد کے پیچھے ثمن کچھ مدت بعد لینے پر راضی ہوا تو روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اس کو آزاد یا مدبر کر دیا اور مشتری اپنے مال میں مفلس یعنی نادار ہے تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غلام کو روکے اور عتق نافذ ہو جائے گا اور غلام اپنی قیمت کے بدلے بائع کے لئے سعی نہ کرے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے کذا فی الخلاصہ اور ظاہر روایت یہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکاتب کر دیا یا اجارہ میں دے دیا یا رہن کر دیا تو بائع کو یہ اختیار ہے کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کرے تا کہ قاضی ان تصرفات کو باطل کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے باطل نہیں کیا تھا کہ مشتری نے دام دے دیے تو کتابت جائز ہو گی اور رہن و اجارہ باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

مشتری نے جب کل دام نقد دے دیے یا بائع نے اس کو کل دام معاف کر دیے تو بیع کے روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہے اور منتقیٰ میں ہے کہ اگر کسی نے ایک دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اس پر قبضہ کر کے اس میں لوہے کی کل میخیں لگا دیں یا کپڑا لیا تھا کہ بلا اجازت اس کو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اس میں کوئی عمارت بنائی یا درخت لگا دیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اسکو لے کر روک لے پس اگر بائع یہ کہے کہ میں کیلیں اکھاڑے ڈالتا ہوں یا زمین کے درخت اکھاڑ ڈالتا ہوں تا کہ زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو جائے پس اگر اس کے دور کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے تو بائع کو اختیار ہے اور اگر نقصان ہے تو اختیار نہیں ہے اور اگر بیع بائع کے پاس

---

[1] خواہ مشتری کا قرض دار ہو یا نہ ہو ۱۲۔

ہے ضائع ہوگئی تو کیلوں اور رنگ کی قیمت کا بائع ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بیع باندی تھی اور بائع کی بلا اجازت مشتری نے قبضہ کر کے اس سے وطی کر لی پس اگر وہ حاملہ ہوئی اور جنی تو بائع کو اس کے روکنے کا اختیار نہ رہا اور اگر حاملہ نہ ہوئی اور نہ جنی تو بائع کو اُس کے روکنے کا اختیار باقی ہے اگر بائع کے پاس مرگئی تو اگر بائع نے وطی واقع ہونے کے بعد دینے سے انکار کیا تھا تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور نہ مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے روضہ میں ہے کہ کسی غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تجھ سے اس ثمن کو خریدا اور مالک نے کہا کہ میں نے بیچا تو مالک کو اختیار نہیں ہے کہ ثمن پورا حاصل کرنے کے واسطے اس کو روکے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غلام کو اس امر کا وکیل کیا کہ اپنی ذات کو اپنے مالک سے اسی اجنبی کے واسطے خرید کرے اور غلام نے مالک کو یہ خبر کر دی اور اپنی ذات کو اسی اجنبی کے واسطے خریدا تو اکا مالک اسکو ثمن کے واسطے روک نہیں سکتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

مبیع کو سپرد کرنے کے بیان میں اور اُن صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں

اگر کسی شخص نے کوئی اسباب ثمن کے عوض بیچا تو مشتری سے یہ کہا جائے گا کہ پہلے ثمن دے دے اور اگر اسباب کو اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض بیچا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کر دیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے بیع کا سپرد کرنا یہ ہے کہ مبیع اور مشتری کے درمیان میں اس طرح روک اُٹھائے کہ مشتری اس کے قبضہ کرنے پر قادر ہو جائے اور کوئی مانع نہ رہے اور ثمن کے تسلیم کرنے کی بھی یہی صورت ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اجناس میں اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ بائع کہہ دے کہ میں نے تجھ کو بیع پر قابو دے دیا تو قبضہ کر لے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے۔

مبیع کے سپرد کرنے میں یہ بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ جُدا ہو اور دوسرے کا حق اسی سے لگا نہ ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ موانع کا درمیان سے اُٹھا دینا بیع جائز میں قبضہ ہو جاتا ہے مگر بیع فاسد میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی قبضہ ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قبضہ کے واسطے تخلیہ[1] بائع کے مکان میں یعنی مبیع کو بائع کے مکان میں موانع سے خالی کر دینا امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے۔ کسی شخص نے سرکہ بیچا جو ایک مٹکی کے اندر اس کے گھر میں رکھا تھا اور اُس نے مشتری کو اس پر تخلیہ سے قابض کر دیا پس مشتری نے مٹکی پر مہر لگا دی اور اُس کو بائع کے گھر میں چھوڑ دیا بعد از اں وہ تلف ہو گئی تو امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسی پر فتاویٰ ہے یہ فتاویٰ صغرا میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی کیلی یا وزنی چیز جو اس کے گھر میں تھی کیل یا وزن کے حساب سے بیچی اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس پر تخلیہ سے قابض کر دیا اور کنجی اس کے حوالے کر دی اور نہ اس کو ناپا اور نہ تولا تو مشتری اُس پر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کو کنجی دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے بطور تخلیہ تجھ کو اس پر قبضہ دیا تو مشتری قابض نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کنجی پر قبضہ کرنا یہی گھر پر قبضہ کر لینا ہے بشرطیکہ بلا تکلف اس کو کھولنے کا اختیار حاصل ہو جائے ورنہ قبضہ نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر مکان بیچا اور مشتری کو کنجی حوالے کر دی اُس نے کنجی پر قبضہ کر لیا اور مکان کی طرف نہ گیا تو مکان پر قابض ہوگا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ کنجی اس کے قفل یا کھٹکے کی ہو ورنہ اس نے مکان سپرد نہیں کیا اور اگر کنجی اس کو سپرد کر دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے کنجی تجھ کو حوالے کر کے تیرے اور مکان کے درمیان تخلیہ کر دیا تو مکان پر

---

[1] قولہ تخلیہ یعنی ہاتھ کا قبضہ شرط نہیں ہے بلکہ روک دور کر کے قابو دینا بھی قبضہ ہے اگرچہ بائع کے گھر میں ہو ۱۲۔

قبضہ کر لے تو وہ قبضہ نہ ہوگا فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس طرح کہا کہ لے لے تو قبضہ نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ اس کو لے لے تو قبضہ ہے بشرطیکہ اس کے لینے تک پہنچ ہو اور اس کو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بیچا اور تیرے سپرد کیا اور اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہ ہوا جب تک کہ بیع کے بعد اس کو سپرد نہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے غلام یا باندی مول لی اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آ یا میرے ساتھ چل اُس نے اس کے ساتھ قدم اُٹھایا تو یہ قبضہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے ☆

اسی طرح اگر اُس کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا تو بھی قبضہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا مکان بیچا جو وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے کہا میں نے وہ تجھ کو سپرد کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا لیکن اگر مکان قریب ہے تو قبضہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قریب سے یہ مراد ہے ایسے حال میں ہو کہ اس کے بند کرنے پر قادر نہ ہو وہ دور ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام بائع کے گھر میں مول لیا بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام پر بطور تخلیہ[1] قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے اس پر انکار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے حکم کیا کہ اس پر قبضہ کر لے اور مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کسی شخص نے اس کو غصب کر لیا تو جس وقت مشتری کو بائع نے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر اس وقت مشتری بغیر کھڑے ہونے کے ہاتھ پھیلا کر اس کے قبضہ کر لینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہوگئی اور اگر بغیر کھڑے ہوئے اس پر قادر نہیں تھا تو تسلیم صحیح نہیں ہوئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی بیچی اور مشتری اس پر کھڑا ہوا تھا اور بائع نے مشتری کو بطور تخلیہ اس پر قبضہ کا اختیار دے دیا مگر مشتری نے اس کی جگہ سے اس کو نہیں ہلایا یہاں تک کہ کسی اور شخص نے اس کو جلا دیا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اس جلانے والے سے ضمان لے اور اگر کوئی اور شخص اس کا حق دار ثابت ہوا تو اس حق دار کو اختیار ہے کہ اُس جلانے والے سے ضمان لے مگر مشتری سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ اگر کسی نے مکان بیچا اور اس کو مشتری کے سپرد کر دیا حالانکہ اس میں تھوڑا اسباب بائع کا رکھا ہوا ہے تو یہ سپرد کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو بالکل خالی کر کے سپرد نہ کرے اور اگر بائع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہوگیا اس واسطے کہ وہ اسباب مشتری کے پاس ودیعت ہوگیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر ایسی زمین بیچی کہ جس میں بائع کی کھیتی ہے اور وہ زمین مشتری کو سپرد کر دی تو ایسا سپرد کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کچھ روئی جو فرش کے اندر ہے یا گیہوں بیچے جو بالیوں میں تھے اور اسی طرح سپرد کیے تو اگر مشتری بغیر بچھونا ادھیڑنے یا بالیں کوٹنے کے روئی اور گیہوں پر قادر ہو سکتا ہے تو وہ قابض ہوگیا اور اگر بغیر ادھیڑنے اور کوٹنے کے قادر نہیں ہے تو قابض نہ ہوگا اس لیے بچھونا اور ادھیڑنا اور بالیں کوٹنا بائع کے ملک میں تصرف کرنا ہے اور مشتری اس کا اختیار نہیں رکھتا ہے اگر کسی نے پھل بیچے جو درخت میں لگے ہوئے تھے اور اسی طرح سپرد کر دیے تو مشتری ان پر قابض ہوگیا اس لئے کہ بغیر بائع کے ملک میں تصرف کرنے کے ان کو توڑ سکتا ہے یہ

[1] تخلیہ یہ ہے کہ قبضہ کرنے سے روک ٹوک اٹھا دے اور غلام و مکان کا قبضہ اسی طرح دیا جاتا ہے ۱۲۔

بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک جانور خریدا اور بائع اس پر سوار ہے اور مشتری نے کہا کہ مجھ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لے اور اس نے سوار کر لیا پھر وہ جانور تھک کر ہلاک ہو گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب جانور پر زین نہ ہو اور اگر اس پر زین ہے اور مشتری بھی زین پر سوار ہوا تو اس پر قابض ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا اور اگر دونوں (۱) کی سواری کی حالت میں جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بیچا تو وہ قابض نہ ہو گا جیسے مکان بیچتے وقت بائع اور مشتری دونوں مکان کے اندر موجود ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ہارونی میں ہے کہ اگر باپ نے اپنا گھر اپنی اولاد میں سے کسی نابالغ کے ہاتھ جو اس کی پرورش میں ہے فروخت کیا اور باپ اسی گھر میں رہتا ہے تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اس پر قابض نہ ہو گا جب تک کہ باپ اس گھر کو خالی نہ کر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اس وقت تک اس میں رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا اور اسی طرح اگر اس مکان میں باپ خود نہ تھا لیکن اس کا اسباب با عیال تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جبہ بیچا جو پہنے ہوئے ہے یا طیلسان بیچا جو کاندھوں پر ڈالے ہوئے ہے یا انگوٹھی بیچی جو پہنے ہوئے ہے تو بیٹا اس پر قابض نہ ہو گا جب تک کہ باپ اس کو نہ اتار دے اور اسی طرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بیچا جس پر وہ سوار ہے یا اس کا اسباب اس پر لدا ہوا ہے تو جب تک باپ اس پر سے نہ اُترے یا اسباب نہ اتارے بیٹا قابض نہ[ا] ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دس گھوڑیاں کسی خطیرہ میں ہیں جس کا دروازہ بند ہے کہ اس سے مادیاں نکل نہیں سکتی ہیں اس میں سے ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اس پر قبضہ کرنے کا اختیار دے دیا اور مشتری نے دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اس کی قیمت جو قرار پائی ہے مشتری پر لازم ہو گی خواہ مشتری اس کے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہیں کھولا بلکہ کسی اور شخص نے یا ہوا نے دروازہ کھول دیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر مشتری خطیرہ میں جا کر اس کو پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا کذا فی الظہیریہ کسی شخص کی چند گھوڑیاں جو خطیرہ کے اندر بند ہیں ان میں سے ایک خاص مادہ کسی شخص کے ہاتھ بیچی اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس خطیرہ کے اندر جا کر اس پر قبضہ کر لے میں نے تجھے اختیار دے دیا اور وہ اس میں قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اس نے مادہ کو پکڑا اور وہ کود کر خطیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مادہ کو ایسے مقام میں سپرد کیا ہے کہ مشتری کمند کے ذریعہ سے اس کو پکڑ سکتا ہے اور اس کے پاس کمند موجود ہے اور مادہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکتی ہے تو قبضہ ہے اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہے اور بائع اس کو نہیں روک سکتا تو وہ قبضہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر مشتری اس کو کمند سے پکڑ سکتا ہے اور بغیر کمند نہیں پکڑ سکتا مگر اس کے پاس کمند نہیں ہے تو بھی قبضہ نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری اکیلا اس کے پکڑنے پر قادر نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ اور لوگ مددگار ہوں یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہے پس اس بات پر غور کیا جائے گا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہے تو قابض شمار ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مادہ بائع کے ہاتھ میں ہے اور وہ اُسے تھامے ہوئے ہے اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی اپنا ہاتھ گھوڑی پر جما دیا تا آنکہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ میں ہو گئی اور بائع مشتری سے کہہ رہا کہ میں نے گھوڑی تیرے اختیار میں دے دی اور میں اُس کو اس واسطے نہیں پکڑے ہوئے ہوں کہ تجھ کو دینے سے منع کروں بلکہ اس واسطے کہ تو اس کو اپنے قابو میں کر لے پس ناگاہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی تو

[ا] پھر اترنے یا اتارنے یا خالی کرنے کے بعد فوراً باپ کا قبضہ اس کے بیٹے کا قبضہ قرار دیا جائے گا ۱۲۔

(۱) یعنی بائع و مشتری ۱۲۔

مشتری کا مال ضائع ہوگا اور اگر گھوڑی بائع کے ہاتھ میں تھی اور مشتری کا ہاتھ اس پر نہیں پہنچتا اور بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھ کو اختیار دے دیا تو اپنے قبضہ میں لے لے اب میں تیری طرف سے پکڑے ہوئے ہوں پس وہ گھوڑی مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتری بائع سے اس کو لے لینے اور اپنے قابو میں لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور مول لیا جو ایک بڑے مکان کے اندر اڑ رہا ہے اور بغیر دروازہ کھلے اس مکان کے باہر نہیں نکل سکتا اور مشتری اس کے اڑنے سے اس کے پکڑنے پر قادر نہیں ہے اور بائع نے مشتری کو اس مکان سے پکڑنے کا اختیار دے دیا اور اس نے دروازہ کھولا اور پرند نکل گیا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ مشتری اس پر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کے سوا کسی اور شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سے کھل گیا تو مشتری اس پر قابض نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شمس الائمہ اوز جندی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو شخصوں کے درمیان میں مشترک ہے اور وہ کسی چراگاہ میں ہے اور ان میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچا اور مشتری سے کہا کہ جا کر اس پر قبضہ کر لے اور مشتری کے گھوڑے تک پہنچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہو گیا تو انہوں نے فرمایا ہے کہ دونوں کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خریدی اور وہ چراگاہ میں تھی اور بائع نے اس سے کہا کہ جا کر اس پر قبضہ کر لے تو بعض مشائخ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر گائے سامنے اس طرح نظر آتی تھی کہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا تھا تو یہ قبضہ ہے ورنہ قبضہ نہیں ہے اور یہ جواب صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے ان دونوں سے اس قدر قریب تھی کہ اگر مشتری ارادہ کرتا تو قبضہ کر سکتا تھا تو مشتری اس پر قابض ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اس کو دے دیا کہ اس میں تول دے اور اس نے مشتری کے سامنے تولا تو مشتری اس پر قابض ہو گیا اگرچہ وہ تیل بائع کی دکان یا مکان میں ہو اور اگر مشتری کے پیچھے تولا تو بعضوں نے کہا کہ قابض ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی طرح ہر کیلی اور وزنی چیزوں میں جب مشتری اپنا برتن بائع کو دے دے اور بائع اس کو ناپ یا تول کر ڈال دے تو یہی حکم ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اس پر قابض نہ ہوگا اور نہ اس کا خریدار شمار ہوگا خواہ اس کے سامنے تولا یا ہو یا اس کے پیچھے اور اس کو مالکوں کی طرح اس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور فتویٰ دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہونے کے بعد مشتری نے حقیقتاً اس پر قبضہ کر لیا تو اب اس کا خریدار اور قابض دونوں شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو بالاتفاق مشتری کا مال تلف ہو گیا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جب تک دوبارہ اس کو وزن نہ کر لے تب تک مشتری کو اس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل ایک درہم کو خریدا اور ایک شیشہ لا کر اس کے حوالے کیا کہ اس میں میرے واسطے تول دے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس میں تول کر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اس میں سے تیل بہا اور اس نے باقی بھی تولا در حالیکہ شیشہ ٹوٹنے کی دونوں کو خبر نہ تھی تو جس قدر تیل اُس نے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا وہ مشتری کا مال تلف ہوا اور اُس کے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تولا وہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اُس میں کچھ تیل باقی رہے گا اور بائع نے اُسی میں اور تیل ڈال دیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اُس کے مثل مشتری کے واسطے ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے ٹوٹا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونوں کو اس کی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتری کے حکم سے اس میں تیل ڈال دیا تو سب مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتری نے شیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ وہی رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتوں میں جو اوّل مذکور ہوئیں مشتری کا مال تلف ہوا یہ محیط میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ کسی

شخص نے گھی خریدا اور بائع کو برتن دے کر یہ حکم کیا کہ اُس میں تول دے اور برتن میں ایک سوراخ تھا کہ اس کی خبر مشتری کو نہ تھی مگر بائع اس سے خبردار تھا پس گھر تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ لازم کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری جانتا تھا اور بائع نہیں جانتا تھا یا دونوں جانتے تھے تو مشتری تمام بیع پر قابض ہوگا اور اس پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اسی کتاب میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک کر گیہوں[1] کسی ڈھیری میں سے خریدے اور بائع سے کہا میرے تھیلے میں ناپ کر ڈال دے اور تھیلا اس کے حوالے کر دیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اس پر قابض ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

قدوری میں ہے کہ اگر گیہوں مول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اس کو حکم دیا کہ گیہوں اس میں ناپ کر ڈال دے اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلا معین تھا تو ایسے معین تھیلے میں بائع کے ناپ دینے سے مشتری اس پر قابض ہو جائے گا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یوں کہا کہ مجھے کوئی تھیلا مانگے دے اور اس میں ناپ کر ڈال دے تو مشتری کے حاضر ہونے کی صورت میں قبضہ ہو گا اور غائب ہونے کی صورت میں قبضہ نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے کی صورت میں خواہ تھیلا معین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہوگا تاوقتیکہ مشتری تھیلے پر قبضہ کر کے پھر بائع کے سپرد نہ کرے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن میں رکھ دے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن میں ڈالی اور برتن ٹوٹ گیا اور مال تلف ہو گیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اس لیے کہ اس نے تولنے کے لیے اس میں ڈالا تھا کہ اس کی مقدار معلوم ہو مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہیں ڈالا تھا اور اگر اُسے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے اپنے برتن میں تول کر مشتری کے برتن میں ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیج دے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کر کے اُس کے بیٹے کے پاس بھیج دیا تو یہ قبضہ نہیں ☆

اگر تیل خریدا اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیج دینا اور راستہ میں شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے ایسا ہی کیا اور شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے اُسی طرح بھیجا اور راستہ میں تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اس لیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونے کے ہے اور بائع کا غلام بمنزلۂ بائع کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن میں میرے لئے اس قدر تول کر اپنے غلام کے ہاتھ میرے گھر بھیج دے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا اور مشتری کا مال تلف نہ ہوگا تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دے دے یا میرے غلام کو دے دے کیونکہ جب اُس نے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کی طرف سے بھیجنے کا وکیل ہو گیا پس جب اس کے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا کہ مشتری کا مال تلف ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیج دے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کر کے اُس کے بیٹے کے پاس بھیج دیا تو یہ قبضہ نہیں ہے اور اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کر کے بھیج دو تو اُس مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہے بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کر کے حوالے کیا تھا اور اگر اُس نے مزدور کو مقرر کرنے اور اس کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایک وہنڈی کسی دہی جمانے والے سے بازار

[1] کر بالفتح ایک پیمانہ ہے جو بارہ وسق کا ہوتا ہے اور وسق ساٹھ صاع کا اور صاع تقریباً ساڑھے تین سیر ۱۲۔

میں خریدی اور اُس کو اپنی دُکان پر پہنچانے کا حکم کیا اور وہ راستہ میں گر کر تلف ہو گئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور بھوسہ یا لکڑی کا گٹھ شہر میں خریدا تو بائع کے ذمہ ہے کہ مشتری کے گھر میں پہنچائے اور اگر راستہ میں تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گائے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر ہانک لے جا اور میں تیرے پیچھے پیچھے تیرے گھر آتا ہوں وہاں سے اپنے گھر لے جاؤں گا پھر وہ گائے بائع کے پاس مرگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے گائے سپرد کر دی تھی تو اس باب میں قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا۔ کسی نے ایک بیمار جانور مول لیا جو بائع کے اصطبل میں تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو یہیں رہے گا اور اگر مر جائے گا تو میرا مال تلف ہوگا اور وہ جانور مر گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا نہ مشتری کا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس رکھی تا کہ مشتری سے پورے دام لے کر اُس کے حوالے کرے اور باندی اُس کے پاس ضائع ہو گئی تو بائع کا مال گیا اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے ثمن پر قبضہ کر کے بائع کی نادانستگی میں باندی مشتری کے حوالے کر دی تو بائع کو اختیار ہے کہ اس باندی کو پھیر لے اور جب اُس کو پھیر لیا تو اختیار ہے کہ اُس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر اس صورت میں کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی وجہ سے نہ پھیر سکے تو درمیانی عادل آدمی اُس کی قیمت کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اُس پر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے کہا کہ میں تجھ پر اعتبار نہیں کرتا ہوں تو کپڑا فلانے شخص کے حوالے کر دے اور جب تک میں تجھے دام نہ دوں کپڑا اسی کے پاس رہے بائع نے اس کے حوالے کر دیا اور اُس کے پاس کپڑا تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اس لیے کہ جس کو کپڑا دیا گیا تھا اُس نے بائع کے واسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اُس کا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ بائع نے اگر مبیع ایسے شخص کے حوالے کی جو مشتری کے عیال میں سے تھا تو مشتری اُس پر قابض نہ شمار ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ چیز تلف ہو گئی تو بیع فسخ ہو جائے گی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کر کے بائع سے کہا کہ میں نے اس کو باقی دام تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اگر مبیع بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اُس کو ضائع کر دیا یا اُس میں کوئی عیب پیدا کر دیا تو یہ مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اسی طرح اگر بائع نے کوئی ایسا فعل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر مشتری نے اُس کو آزاد یا مدبر کر دیا یا یہ اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر[۲] یہ کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُس کے پیٹ میں جو کچھ تھا آزاد کر دیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا اس لیے کہ اس کا احتمال ہے کہ اس کا آزاد کرنا صحیح نہ ہو پس وہ تلف کرنے والا نہ ٹھہرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع کو اُس پر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کر لیا تو یہ مشتری کے قبضہ کے مانند نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے تفرید میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے بیع میں سے کسی نے کچھ جنایت کر دی اور مشتری نے اُس شخص مجرم کا دامن گیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قابض ہو جائے گا اور امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر بیع کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کر دیا تو یہ بیع کا اختیار کرنا

---

[۱] قول معتبر ہوگا واضح ہو کہ مدعی مدعا علیہ میں ایک کے ذمہ گواہ لانا اور اثبات ہے اور دوسرے کے قول کی سماعت ہے سو یہاں فرمایا کہ قول مشتری کا ہوگا یہ مراد نہیں ہے کہ بائع کا گواہ یا کوئی ثبوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اگر بائع گواہ قائم کرے تو اس کے موافق قاضی حکم کرے گا پھر فقط مشتری کے قول کا اعتبار نہ ہوگا اگر بائع گواہ نہ لائے تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہے ۱۲۔ [۲] سوائے اقرار ام ولد ہونے کے آزاد یا ام ولد کیا ۱۲۔

ہے اور بائع کو اختیار حاصل ہے کہ قاتل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہے گی پھر جب مشتری ثمن ادا کردے تو بائع قیمت قاتل کو پھر دے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع کو گیہوں کے پیسنے کا حکم دیا اور اُس نے پیسے تو مشتری قابض ہو گیا اور آٹا مشتری کا ہو گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اُس کو مانگنے دی یا اُجرت پر دی تو مشتری قابض شمار نہ ہو گا اور اُجرت واجب نہ ہوگی اور اگر مشتری نے کسی غیر کے پاس اس کو ودیعت رکھایا مستعار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُس کے سپرد کرے تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کہہ دے کہ میرا یہ کام کرے اور بائع نے اُس کو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلاں شخص کو ہبہ کردے اور بائع نے اُس کی فرمانبرداری کر کے جس شخص کے واسطے اُس نے حکم کیا تھا سپرد کر دیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قابض ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوئے غلام کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کر دیا تھا یا نہیں اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قابض ہو گا پھر اپنی طرف سے قابض ہو گا اور جو اُجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے ملے گی اگر وہ جنس ثمن سے ہے تو ثمن میں محسوب ہو جائے گی اور اسی طرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اُس کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور مشتری قابض ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر لیا یا اس پر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اُس کی طرف سے قبضہ نہ ہو گا ☆

اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کر دے اور بائع نے اس کی طرف سے آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع میں ایسا فعل کرنے کا حکم دیا جس سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اجرت پر یہ کام لیا یا بلا اُجرت تو مشتری قابض نہ ہو گا اور صورت یہ کہ باجرت کام لیا ہے اُس پر اُجرت دینی واجب ہوگی[1] اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُس میں نقصان آتا ہے تو مشتری قابض ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سر مونڈنے یا موچھیں کترنے یا ناخن تراشنے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا تو قابض نہ ہو گا اور اُجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کاموں میں سے کسی سے اس میں کچھ نقصان آتا ہے تو قابض ہو جائے گا اور اگر بائع کو اُس کی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر لیا یا اس پر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اُس کی طرف سے قبضہ نہ ہو گا اور اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اُس کے شوہر نے اُس سے وطی کی تو سب کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اس کا نکاح کر دیا اور اُس کے شوہر نے اُس کا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شیخ نے فرمایا کہ سزاوار اُس صورت میں یہ ہے کہ مشتری قابض شمار ہو جیسے وطی کرنے سے مشتری قابض شمار ہوتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے وطی کرنے سے پہلے وہ مر گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی اور بائع کا مال تلف ہو گا اور مہر شوہر کے ذمہ ہے اور وہ مشتری کو ملے گا اور اُس میں سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہو گا یعنی اُس کا ثمن مہر پر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہو گا پس

[1] قولہ واجب ہوگی اسی طرح موجودہ نسخوں میں موجود ہے لیکن غور طلب ہے کیونکہ قیاساً واجب نہ ہونا چاہیے ۱۲۔

جو حصہ مہر کے پڑتے میں پڑے گا وہ اس پر لازم ہوگا اور جس قدر بچ رہے اُس کو صدقہ کر دے گا اگر مہر[1] میں زیادتی ہو اور مہر اس حکم میں بمنزلہ فرزند کے ہے اور بھی منتقی میں اسی مقام میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلہ مول لیا اور ہنوز دونوں نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ اسی اثناء میں باندی کے مول لینے والے نے سو درہم کے مہر پر کسی سے اس کا نکاح کیا ہے پر وہ غلام اپنے بائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنے سے پہلے مرگیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائے گا اور باندی اُسی کے پاس پھر جائے گی جس کی تھی اور اس کا مہر بھی اُسی کو ملے گا اور اگر باندی میں کوئی نقصان آ گیا ہے تو اُس باندی کا مالک مشتری سے لے گا اور یہ مسئلہ منتقی میں دوسری جگہ بھی مذکور ہے وہاں اُس پر کچھ زیادتی کر کے یوں لکھا ہے کہ کسی شخص نے کسی سے ایک باندی غلام کے عوض خریدی اور باندی خریدنے والے نے قبضہ سے پہلے کسی شخص سے سو درہم پر اُس کا نکاح کر دیا اور باندی کی قیمت نکاح سے پہلے دو ہزار تھی اور نکاح کی وجہ سے پانچ سو درہم کم ہو گئے اور اس کے شوہر نے بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اس سے وطی کی پھر غلام اس کے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو باندی کا مہر اُس کے بائع کو ملے گا اور اس کو اختیار یہ ہے کہ چاہے باندی کو اسی نقصان کے ساتھ لے لے اور اس صورت میں اس کے سوا اور کچھ اُس کو نہ ملے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے اُس کی وہ قیمت لے لے جو اُس روز تھی کہ جس روز اس کے شوہر نے اس کے ساتھ وطی کی اور اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے بائع کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیا اور اُس نے اس کے ساتھ وطی کی پھر غلام اُس کے مشتری کے قبضہ میں دینے سے پہلے مرگیا تو باندی کا بیچنے والا کہ جس سے نکاح بھی ہوا ہے اگر چاہے تو باندی اس کے مشتری کے سپرد کر دے اور اُس سے وہ قیمت لے لے جو اُس روز اس کی قیمت تھی جس روز اُس نے بحکم نکاح اس سے وطی کی تھی اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور مشتری سے باندی پھیر لے اور نکاح ٹوٹ جائے گا اور مہر باطل ہو جائے گا اور بیع کے توڑنے یا اُسی طرح چھوڑنے کا اختیار باندی کے بیچنے والے کو ہے اور اس کے مول لینے والے کو نہیں ہے اور اُسی کے توڑنے سے بیع ٹوٹ جائے گی اگرچہ[2] قاضی نے اُس کو نہ توڑا ہو اور اگر صورت مسئلہ کی طرح واقع ہوئی کہ مشتری نے بائع کی اجازت سے باندی پر قبضہ کر کے پھر بائع کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری اُس کی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور باندی مشتری کو حوالہ کی جائے گی اور مہر بائع پر واجب ہے اور نکاح صحیح ہے اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اس پر قبضہ کیا اور پھر بائع سے ملا اور اُس کے ساتھ باندی کا نکاح کر دیا خواہ بائع کو اُس کے قبضہ کر لینے کی خبر ہو یا نہ ہو تو یہ بات بائع کی طرف سے مشتری کو سپرد کر دینے میں شمار نہیں ہے اس لیے کہ قبضہ سے پہلے بھی مشتری کو باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہے ہاں اگر بائع نے اس کے بعد بھی بحکم نکاح مشتری کے قبضہ میں اُس سے وطی کی تو یہ امر بائع کی طرف سے باندی کے سپرد کرنے میں شمار ہوگا اور اس صورت میں اگر غلام سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل سوم:

بلا اجازت بائع کی مبیع پر قبضہ کرنے کے بیان میں

اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُس سے پھیر لے اور مشتری کا بائع اور بیع کے درمیان سے روک ٹوک دور کر دینا بائع کے قابض ہونے میں شمار نہ ہوگا تاوقتیکہ اُس پر قبضہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان

---

[1] یعنی قولہ بمنزلہ فرزند کے ہے واضح ہو کہ مبیع میں زیادت ہو جانے کی صورت میں سب ثمن بیع مع زیادت متولدہ کے عوض قرار دیا جاتا ہے پس جب قبضہ نہ پایا گیا مشتری پر بعد تمامیت بیع کے ثمن سے بقدر حصہ مہر کے ہے بمنزلہ دار اس کے قرار پایا ہے اور مشتری کے ہاتھ آیا ہے واجب ہوگا پس ثمن دونوں پر تقسیم کر کے جو مہر کے پڑتے میں پڑے وہ بائع کو دے دے گا مگر وہ کو صدقہ کر دے حصول بلا عوض ہے ۱۲۔ [2] اگرچہ قاضی الیٰ آخرہ مراد یہ ہے کہ اگرچہ قاضی کے پاس پیش کر کے فسخ عقد نہ کرایا گیا ہو ۱۲۔

میں لکھا ہے۔ف☆ یعنی قبضہ سے یہاں مراد حقیقۃً قبضہ ہے اور قبضہ کرنے کی قدرت اور تخلیہ یا ارتفاع موانع سے قبضہ کا حکم ثابت نہ ہو گا اور اگر مشتری نے بیع میں اس طرح کا تصرف کیا جو ٹوٹ سکتا ہے جیسے بیع یا ہبہ یا رہن کیا یا اُجرت یا صدقہ میں دے دیا تو تصرف توڑ دیا جائے گا اور اگر ایسا تصرف ہے جو فسخ نہیں ہو سکتا ہے جیسے آزاد کرنا یا ام ولد بنانا یا مدبر کر دینا تو بائع کو اپنے قبضہ میں واپس لینے کا اختیار نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مشتری نے بائع کو ثمن دے دیا اور بائع کو یہ معلوم ہوا کہ وہ سب درہم زیوف یا ستوق تھے یا سب کا کوئی حق دار نکلا یا اُن میں سے تھوڑے ایسے تھے تو بائع کو اختیار ہو گا کہ بیع روک لے اور اگر مشتری نے اس طرح کے درہم ادا کرنے کے بعد بلا اجازت بائع کے اس پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کے قبضہ کو باطل کر دے اور اگر مشتری نے اس میں ایسا تصرف کر لیا ہے کہ جو ٹوٹ سکتا ہے تو اُس کو توڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا تو اس بات کو دیکھیں گے کہ اگر درہم زیوف پا کر پھیرے تو تینوں اماموں کے نزدیک اس کو پھرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر شوق یا رانگ کے ہیں یا کسی اور کا حق اس میں ثابت ہو کہ اس سے لے لیے گئے تو اس کو پھیرنے کا اختیار رہے لیکن اگر مشتری نے اس میں کچھ تصرف کر لیا تو بائع کو اختیار نہ رہے گا خواہ وہ تصرف ٹوٹ سکتا ہو یا نہ ٹوٹ سکتا ہو کذا فی البدائع اور اگر بائع نے کوئی اس قسم کا نقصان ثمن میں نہیں دیکھا اور مشتری نے غلام کو اجارہ پر دے کر یا بیع یا رہن کر کے دوسرے کے سپرد بھی کر دیا پھر بائع کو ثمن میں کوئی نقصان جو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا تو سب تصرف مشتری کے غلام میں جائز رہے اور بائع اُس کے واپس لینے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ اُن کو غلام پھیر لینے کی کوئی راہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک جوڑ کیواڑ یا موزے یا جوتے کا خریدا اور جوڑے میں سے ایک پر بلا اجازت بائع کے قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہو گا انتہی پس انہوں نے ایک کے قبضہ کرنے کو دوسرے کا قبضہ نہ گردانا پھر امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ اُس ایک کا جس پر مشتری نے قبضہ کیا ہے اُس کو اختیار ہے کہ چاہے لے اور چاہے واپس کرے انتہی پس امام نے حق خیار میں اُن دونوں کو مثل ایک چیز کے شمار کیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر قابض ہونے سے پہلے مشتری نے جوڑے میں سے کسی ایک میں کوئی عیب پیدا کر دیا تو وہ دونوں پر قابض ہو گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک پر قبضہ کر کے ضائع یا عیب دار کر دیا تو وہ دوسرے پر بھی قابض ہو گیا یہاں تک کہ اگر بائع کے روکنے اور منع کرنے سے پہلے ان میں کا دوسرا بائع کے پاس تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہو گا اور اگر بائع کے روکنے کے بعد تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہو گا حتیٰ کہ ثمن میں اُسی قدر حصہ ساقط ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اُن دونوں میں سے کسی ایک میں مشتری کے حکم سے بائع نے کچھ نقصان کر دیا تو مشتری دونوں پر قابض ہو گیا یہاں تک کہ اس کے بعد اگر وہ دونوں تلف ہو جائیں تو مشتری کا مال تلف ہو گا اور اس صورت میں اگر بائع دونوں کو یا ایک کو روکے تو جو تلف ہو اُس کی قیمت بائع پر واجب ہو گی اور اگر بائع نے اُن دونوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے کی مشتری کو اجازت دی تو وہ دونوں پر قبضہ کی اجازت ہے یہاں تک کہ اگر دونوں پر قبضہ کیا پھر بائع نے ایک کو پھر کر ثمن کے واسطے روکا تو غاصب شمار ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی کسی سے ہزار درہم کو خریدی اور اُس کے دام نہیں دیے اور بلا اجازت بائع کے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس نے کسی اور شخص کے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور دونوں نے باہم بیع اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہو گیا اور پہلا بائع موجود ہے اُس نے دوسرے مشتری سے باندی کے پھیر لینے کا ارادہ کیا پس اگر دوسرے مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بات یہی ہے جو یہ بائع کہتا ہے تو بائع اوّل کو اُس کے پھیر لینے کا اختیار ہو گا اور جب اُس کو پھیر لے گا تو دوسری بیع باطل ہو جائے گی اور اگر دوسرے مشتری نے پہلے بائع کے قول کی تکذیب کی یا کہا کہ میں نہیں جانتا کہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ کہتا ہے تو جب تک وہ غائب شخص حاضر نہ ہو تب تک مقدمہ[1] قائم نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی یہ مشتری مدعا علیہ نہ ہو گا اور اگر چاہو یوں ترجمہ کرو کہ ان دونوں میں کوئی خصومت نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غائب حاضر ہو یعنی غائب مشتری اور اوّل بائع میں خصومت ہو گی ۱۲۔

جب مشتری غائب حاضر ہوا اور اُس نے پہلے بائع کے قول کی تصدیق کی تو یہ تصدیق دوسرے مشتری کے حق میں[1] ضروری نہ ہوگی اور اگر تکذیب کی تو بائع اوّل سے کہا جائے گا کہ اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے پس اگر اُس نے مشتری اوّل اور ثانی کے سامنے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو بائع اوّل کو دلا دے گا اور دوسری بیع ٹوٹ جائے گی لیکن اگر اُس کے دلا دینے سے پہلے مشتری اوّل نے بائع اوّل کو اس کے دام دے دیئے تو اس صورت میں قاضی بائع اوّل کو واپس نہ دلائے گا اور اگر مشتری اوّل نے دام اُس وقت ادا کیے کہ جب بائع اوّل باندی پر قبضہ کر چکا ہے تو اُس وقت باندی مشتری اوّل کے حوالے کی جائے گی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اوّل کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُس کی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اوّل کو ملے گی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ قیمت بائع اوّل کے پاس تلف ہو جائے تو دونوں بیع ٹوٹ جائیں گی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جس قدر ثمن دیا ہے پھیر لے گا جیسے کہ اُس صورت میں پھیر لیتا کہ جب باندی بائع اوّل کے پاس پھر جانے کے بعد ہلاک ہو جاتی اور اگر بائع اوّل کے پاس قیمت تلف نہیں ہوئی یہاں تک کہ مشتری اوّل نے اُس کو ثمن ادا کر دیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لے گا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے جیسا کہ ایسی صورت میں باندی کی زندگی میں باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ ثمن پھیر لے گا جو اُس نے ادا کیا ہے اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جنس ثمن سے نہیں ہے تو یہ اُس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر جنس ثمن سے ہے اور اُس ثمن پر کچھ زیادتی ہے تو زیادتی کو صدقہ کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل چہارم:

ایسے قبضہ کے بیان میں جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور نہیں ہوتا

قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شے کسی شخص کے قبضہ میں اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُسی سے اُس کی بیع ٹھہر جائے تو یہ قبضہ بجائے قبضہ خرید کے قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہے جو خرید میں ہوتا ہے اس لیے کہ قبضہ خرید میں بھی وہ شے اپنی ذات سے ضمانت میں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں جیسے دونوں قبضہ امانت کے یا دونوں ضمان کے ہوں تو ایک دوسرے کے نائب ہو جائیں گے اور اگر مختلف ہوں تو وہ قبضہ ضمانت کا بہ دوسرے کا نائب ہو جائے گا اور دوسرا اس کا نائب نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے پس اگر کوئی چیز بطور غصب یا عقد فاسد کے قبضہ میں ہو پھر اُس کے مالک سے اُس کا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہنچنے یا اُس کے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر غصب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بیع الصرف کی مجلس میں ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لیتے ہی اُس پر قابض ہو گیا اس لیے کہ اُس کے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُس کے قبضہ میں رہتی تو اُس کی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر وہ چیز اُس کے قبضہ میں بطور عاریت یا ودیعت یا رہن کے ہو تو فقط عقد سے اُس پر قابض نہ ہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جا کر اُس کے قبضہ پر قادر ہو جائے تو اُس پر قابض شمار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر امانت یا عاریت کی

---

[1] اس کے حق میں تصدیق نہ کیا جائے گا ۱۲۔

صورت میں مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہو جاتا ہے پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ ثمن حاصل کرنے کی غرض سے مبیع کو روکے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر بائع نے اُس پر مشتری کا قبضہ پہنچنے سے پہلے اُس کے گھر میں جہاں ودیعت رکھی ہوئی ہے لے لی تو اُس کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر بیع دونوں کے سامنے موجود تھی اور بائع نے اُس کو بیچا تو بائع کو اُس کے روکنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر اُسی غلام کو اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو جائز ہے اور اگر غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہو گیا تو باپ کا مال ضائع ہوا اس لیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اُس پر قائم ہے مگر وہ قبضہ امانت کا ہے اس لیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب نہ ہوگا ف یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہے کیونکہ باپ اُس کا ولی ہے اور باپ کا قبضہ اس پر قائم ہے تو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اُس پر قبضہ ہو جائے گا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ اُس پر قبضہ امانت ہے اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہیں ہوتا اس لیے تاوقتیکہ وہ واپس نہ ہو قبضہ نہ ہوگا اور اگر غلام لوٹ آیا اور باپ اُس کے قبضہ پر قادر ہو گیا تو بیٹا قابض شمار ہوگا اس لیے کہ باپ اُس کا ولی ہے اور اگر بیٹے کے بالغ ہونے کے بعد غلام واپس ہوا تو باپ قابض نہ ہوگا اور بیٹا بذات خود قبضہ کرے گا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے مول لیا پھر بیٹا بالغ ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اُسی طرح حاصل ہوگا جیسے تھا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

چھاگل کسی سے سو دینار میں لینا ☆

اگر چاندی کی ابریق کسی سے سو دینار کو مول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کر لیا اور دینار ادا نہیں کیے یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے اور چونکہ اُسی مجلس میں ایک بدل پر قبضہ نہیں ہوا تھا بیع الصرف باطل ہو گئی تو مشتری پر واجب ہوگا کہ ابریق بائع کو پھیر دے اگر وہ ابریق[1] مشتری نے اپنے گھر میں رکھ لی اور بائع کو واپس نہ کی اور پھر بائع سے ملاقات کی اور دوبارہ دیناروں سے بیع کر کے اُس ابریق کے عوض دیناروں کو ادا کر دیا پھر دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہوگی اور صرف ابریق کے خرید نے ہی سے اُس پر قابض ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام مول لیا اور اُس پر قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا پھر دونوں نے اقالہ کر لیا پھر دوبارہ ایسے حال میں خریدا کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید صحیح ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہیں ہے اور دوسری بار خرید میں صرف خرید نے سے اُس پر قابض نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہو گیا تو اُس کا مرنا عقد اوّل میں شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونوں باطل ہو جائیں گی اور فقط خرید سے قابض نہ ہونا اس واسطے ہے کہ اقالہ کے بعد بیع اُس کے پاس مضمون بالغیر ہے یعنی ثمن اوّل کے عوض ضمانت میں ہے اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت میں ہے پس اُس کا قبضہ شے مرہون کے قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے جنس سے نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض مول لیا اور ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر کے اپنے گھر میں رکھا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے جس کا اقالہ کیا تھا اُس کو دوبارہ خرید لیا یہاں تک کہ خرید جائز ہو گئی تو مشتری صرف خرید نے سے اُس پر قابض ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر اُس کی دست رس سے پہلے وہ ہلاک ہو جائے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہوگا اور اقالہ باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی میں سے بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت میں تھے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اُنہوں نے اقالہ ایسے حال میں کیا ہو کہ غلام اور باندی دونوں زندہ موجود ہیں اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونوں کے باہمی قبضہ کر لینے کے بعد غلام ہو گیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور غلام کے خریدار پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر اس صورت میں اُس شخص نے جس کے قبضہ میں باندی ہے باندی کے پھیرنے سے پہلے اُس کے بائع سے دوبارہ

---

[1] ابریق بمعنی چھاگل جس کو فارسی میں آبریز کہتے ہیں ۱۲۔

مول لی اور باندی اُن دونوں کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے از سر نو قبضہ ہونے سے وہ باندی مرگئی تو اُس کا مرنا پہلی خرید میں شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونوں باطل ہو جائیں گی اس لیے کہ باندی غلام کے ہلاک ہونے کے بعد مشتری کے پاس اس طرح قبضہ میں تھی کہ ضمان میں اُس کے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کا قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اور اگر اقالہ کے بعد وہ دونوں قائم تھے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اُس کے پاس تھی دوسرے سے بعوض درہموں کے مول لی پھر دونوں ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہو گئے تو اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے خریدار کا مال گیا اس لیے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک اس طرح قبضہ میں ہے کہ اُس کی ضمان میں وہی چیز واجب ہوتی ہے اسی واسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خرید نے سے پہلے ان میں سے کوئی ہلاک ہو جائے تو اُس کی قیمت واجب ہوگی۔ ف ☆ خلاصہ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ پہلا قبضہ جنس خرید کے قبضہ سے ہے۔ اگر کوئی باندی بعوض درہموں کے اس شرط سے مول لی کہ مشتری کو تین دن تک اُس کا اختیار ہے اور مبیع اور ثمن پر باہم دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے خیار شرط کے حکم سے بیع فسخ کر دی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہاں تک کہ دوبارہ اُس سے مول لی تو صحیح ہے اور اس صورت میں چاہیے کہ بائع کے قبضہ میں آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اُس باندی کو مول لے تو بیع صحیح ہو جائے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہلاک ہو تو اُس کی ہلاکت دوسری خرید میں شمار ہو گی اور اگر خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جائے تو جو حکم مشتری کے خیار شرط کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت میں تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک عام اصول جو مندرجہ ذیل مسائل میں لاگو ہوتا ہے ☆

اس قسم کے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسے مقام پر جہاں مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان میں کسی ایسے سبب سے فسخ ہو جائے کہ وہ ہر طرح سے آدمیوں کے حق میں فسخ ہو یعنی اقالہ کی صورت نہ ہو پھر بائع اُس کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے خواہ اُسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہو گی اور جس مقام میں کسی ایسے سبب سے بیع فسخ ہو کہ بائع اور مشتری کے حق میں فسخ شمار ہو اور غیروں کے حق میں عقد جدید ہو جائے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اُس کو اُسی پہلے مشتری کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح ہو گی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح نہ ہو گی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہے کہ امام محمدؒ نے جامع کی بیوع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی کی ابریق دوسرے سے چاندی کی ابریق کے عوض مول لی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع فسخ کر دی پھر جدا ہونے سے پہلے دونوں نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہیں کیا اور جدا ہو گئے تو دوسری بیع اور اقالہ دونوں باطل ہو گئے اور پہلی بیع عود کرے گی اس واسطے کہ بیع الصرف میں اقالہ کے بعد دونوں بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ میں رہتے ہیں اپنی ذاتی ضمانت پر مقبوض نہیں ہوتے ہیں۔ کسی نے چاندی کی ابریق ایک دینار کے عوض خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اُس نے دینار میں کچھ زیادتی کر دی تو اگر بائع نے اس زیادتی کرنے کی مجلس میں اُس زیادتی کو قبول کر لیا تو صحیح ہے اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی ابریق پر نیا قبضہ کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر زیادتی نہیں کی لیکن ابریق کی بیع از سر نو کی جو بیع اوّل کے مقابلہ میں کمی یا زیادتی سے تھی تو دوبارہ ابریق اور ثمن ثانی پر قبضہ واجب ہوگا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع ٹوٹ جائے گی اور پہلی عود کرے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

فصل پنجم:

مبیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اس میں نقصان و جنایت کر دینے کے بیان میں

نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک کر گیہوں معین اور ایک کُر جو کہ معین تھے خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُن دونوں کو ملا دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس ملے ہوئے گیہوں کی ایک کُر کی قیمت اندازہ کی جائے اور قبل ملانے اُسی گیہوں کی ایک کُر کی قیمت اندازہ کی جائے پھر گیہوں کا جو ثمن ٹھہرا ہے وہ اس پر تقسیم کیا جائے اور مشتری سے بقدر نقصان ساقط کر دیا جائے اور مشتری ایک کُر اس مخلوط کا لے لے اور جو کو اپنے ثمن سے لے لے۔ ایسے ہی اگر ایک رطل زنبق (چنبیلی) اور سو رطل زیتون کا تیل بیچا اور زنبق کو روغن زیتون کے ساتھ ملا دیا تو زنبق کی بیع باطل ہو گئی اور زیتون کے تیل میں سے مشتری اگر چاہے تو سو رطل لے لے مگر اُس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اگر چہ اس ملانے سے کچھ نقصان نہ ہوا ہو۔ اگر کسی شخص نے زیتون کے تیل کی مٹکی میں دس رطل تیل تولا پھر اُس کو کسی شخص نے اُس سے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کو مٹکے کے تیل میں ڈال دیا تو مشتری کو اُس کے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کو سو درہم کو رہن کر دیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مر گیا تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری ان میں سے جن کے پاس رہن رکھا یا اُجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہے کسی سے ضمان نہیں[1] لے سکتا ہے لیکن اگر مشتری نے ان لوگوں میں سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لے لیں گے اور اگر بائع نے غلام کو مستعار دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا ہبہ کر دیا اُس کے پاس غلام مر گیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اُس نے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جس کی مشقت سے وہ غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو بیع کو باقی رکھے اور جس کو مستعار دیا تھا یا جس کے پاس ودیعت رکھا تھا یا ہبہ کیا تھا اُس سے ضمان لے لے اور ضمان دینے والا بائع سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بائع کو اختیار ہو گا کہ جس کے پاس ودیعت رکھا ہے اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُس نے بلاحکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مر گیا مگر جس کو مستعار دیا ہے اُس سے قیمت کی ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُس نے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی ایک غلام ہزار درہم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو آدھے داموں کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے پس اگر اُس نے بیع کا ترک کر دینا اختیار کیا تو تمام ثمن اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک اُس پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اسی طرح اگر بائع نے اُس کو قبضہ سے پہلے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو پورے داموں کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کر دے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہے کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اُس پر پورا ثمن واجب ہو گا اور مشتری ہاتھ کاٹنے والے کا دامن گیر ہو کر آدھی قیمت اُس سے لے لے گا اور جب اُس نے آدھی قیمت حاصل کی تو آدھے ثمن سے جس قدر زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کر دینا اختیار کیا تو بائع اسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامن گیر ہو کر آدھی قیمت لے گا اور آدھے ثمن سے جس قدر زائد ہو گا وہ بھی صدقہ کر دے گا کیونکہ اصل جنایت اگر چہ بائع کی ملکیت میں نہیں پائی

---

[1] در صورت فسخ بیع کے ۱۲۔

گئی مگر انجام کار کے لحاظ سے یہی ہے کہ گویا اُسی کی ملکیت میں یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اُس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مر گیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہو جائیں گے اور آدھے دام اُس پر واجب ہوں گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آئے گا اس واسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہے کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہے اور اصل شے کی ملکیت کی تاکید کرتا ہے پس بائع کی خطا اور اُس کے اثر میں مشتری کی ملکیت تصرف حائل ہو گئی تو اس اثر کرنے کی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کی جائے گی اس واسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کے مالک نے اُس کو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی صدمہ سے مر گیا تو ہاتھ کاٹنے والا فقط ہاتھ کاٹنے کی ضمان دے گا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ میں لا کر اُس کو ثمن کے واسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت میں پوری ملکیت ثابت نہیں کرتا ہے تو خطا اور اُس کے اثر میں کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہرے گی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت اُس کی خطا کی طرف منسوب رہے گا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مر گیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہو جائیں گے اور اگر کسی اور سبب سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کو کسی نے عمداً قتل کر ڈالا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق مشتری مختار ہے اگر بیع پوری کرنی اختیار کرے تو قصاص کا حق اُس کے واسطے ہے اور اگر بیع توڑ دینی اختیار کرے تو قصاص کا حق بائع کے واسطے ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک بیع اختیار کرے گا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہے اور اگر بیع توڑ دی تو قصاص نہ ہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملے گی اور امام محمدؒ نے بحکم استحسان فرمایا کہ دونوں صورتوں میں قیمت ملے گی اور قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ فعل ان کے نزدیک بمنزلہ قتل خطا کے ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُس کے قتل کر ڈالنے کا حکم کیا اور اُس نے اس کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے اور بائع کو اُس کے دام دے دے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا کچھ رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس صورت مذکورہ میں بجائے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی درزی سے کہا کہ میرے واسطے اُس کی قمیص قطع کر دے خواہ اُجرت سے یا بلا اُجرت تو مشتری درزی سے ضمان نہیں لے سکتا لیکن بائع سے قیمت لے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُس کے ذبح کرنے کا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُس کے فروخت ہو جانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہے لیکن اس صورت میں اگر مشتری نے اُس سے ضمان لے لی تو وہ بائع سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر ذبح کرنے والا اُس کے فروخت ہونے کو نہیں جانتا تھا تو مشتری اُس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کسی کو اپنی ایک بکری ذبح کرنے کا حکم کیا پھر ذبح ہونے سے پہلے اُس بکری کو بیچ ڈالا پھر بعد فروخت ہونے کے جس کو ذبح کرنے پر مامور کیا تھا اُس نے ذبح کر ڈالی تو مشتری ذبح کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہے اور یہ ذبح کرنے والا اپنے حکم کرنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگرچہ اُس کو بیع کی خبر نہ ہوئی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور غلام کے ہاتھ کاٹنے کا جو مسئلہ مذکور ہے اس صورت میں اگر خود مشتری نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو وہ غلام پر قابض ہو جائے گا پس اگر بائع کے مشتری کو دینے سے منع کرنے سے پہلے وہ غلام بائع کے پاس اس ہاتھ کاٹنے یا اور کسی سبب سے ہلاک ہوا تو مشتری پر پورا ثمن واجب

ہو گا اور اگر بائع نے اُس کو ردّ کا تھا پھر ہاتھ کٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا تو بھی مشتری پر پورا ثمن واجب ہو گا اور اگر ہاتھ کٹنے کے سوا اور وجہ سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اگر بائع نے پہلے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو وہ غلام مشتری کو آدھے داموں پر لازم ہو گا اور مشتری کو لینے و نہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے خود پہلے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو تین چوتھائی دام دے کر اُس کو لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو اس پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ خود اُس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے اُس کا پاؤں دوسری طرف سے کاٹ ڈالا پھر وہ اُن دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو بلا اختیار غلام مشتری کو لازم ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا ☆

بائع پر اس ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی آدھی قیمت واجب ہو گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ثمن ادا کرنے کی صورت میں اگر بائع نے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے اُس کا پاؤں کاٹا تو غلام مشتری کو آدھے داموں پر لازم ہے اور آدھے دام جو اُس نے دیئے ہیں بائع سے واپس لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب غلام اُن دونوں کے زخموں سے اچھا ہو گیا ہو اور اگر نہ اچھا ہوا اور دونوں کے اثر سے مر گیا پس اگر بائع نے پہلے اس کا ہاتھ کاٹا تھا پھر مشتری نے اُس کا پاؤں کاٹا اور اُن دونوں کی وجہ سے غلام بائع کے پاس مر گیا تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا تو کل ثمن کے تین آٹھویں[1] حصہ پر مشتری کو غلام لازم ہو گا اس واسطے کہ بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا اور مشتری نے پاؤں کاٹ کر باقی آدھا تلف کر دیا اور چوتھائی غلام بچا ہوا دونوں کے زخموں کے اثر سے تلف ہو گیا پس یہ چوتھائی دونوں پر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کر لے گا کیونکہ اُس نے پہلے آدھا غلام تلف کر دیا ہے اور آٹھواں حصہ غلام کی قیمت بھی لے لے گا کیونکہ مشتری کے قبضہ[2] کرنے کے بعد آٹھواں حصہ بائع کے زخم کے اثر سے تلف ہوا اور اگر ایسے مسئلہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ مشتری نے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا ہے تو اُس پر ثمن کے آٹھ حصوں میں سے پانچ حصہ واجب ہوں گے اور اگر ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہو گا اور بائع پر تین آٹھواں حصہ قیمت کا لازم آئے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس صدمہ سے مر گیا تو بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا پھر غور کیا جائے گا کہ مشتری کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی وجہ سے غلام میں کس قدر نقصان آیا ہے پس اگر باقی کے چار[3] پانچویں حصہ کے قدر نقصان آیا ہے تو آدھے ثمن کا چار پانچواں حصہ مشتری پر واجب ہو گا اور باقی یعنی پانچواں حصہ دونوں کے زخموں سے تلف ہوا تو اُس کا آدھا بھی مشتری پر واجب ہو گا پس مشتری کے ذمہ کل ثمن کے دس حصوں میں سے ساڑھے چار حصہ واجب ہوں گے اور بائع کے زخم اور اُس کے اثر کی وجہ سے دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے اوّل اُس کا

---

[1] قولہ تین آٹھواں یعنی آٹھ حصوں میں سے تین حصہ ۱۲۔ [2] اگر کہا جائے کہ وضع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ بائع کے پاس اثر زخم سے تلف ہوا اور بیان فرمایا کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد تو میں جواب دیتا ہوں کہ قبضہ سے مراد قبضہ حکمی ہے کیونکہ پاؤں کاٹ ڈالنے سے اس کا قابض ہو گیا تھا ۱۲۔

[3] پانچ سے چار حصہ ۱۲۔

ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے مل کر دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا پھر غلام اس صدمہ سے مر گیا تو مشتری کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصوں میں سے تین حصہ اور ایک تہائی حصہ اُس کے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے واجب ہوں گے اور مشتری اجنبی سے آٹھواں حصہ پورا اور ایک آٹھویں کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا اس واسطے کہ نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ثمن ساقط ہو گیا اور باقی کا نصف ان دونوں کے زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ چوتھائی ثمن عائد ہو گا اور ایک چوتھائی جو باقی ہے وہ سب کے زخم کے اثر سے تلف ہوا پس ہر ایک کے ذمہ اُس کی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ میں ایسے عدد کی ضرورت ہے جس کی چوتھائی اور اُس چوتھائی کا آدھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد چوبیس ہے ف مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ کل ثمن کے چوبیس حصہ کر کے مشتری دس حصہ ادا کرے اور چودہ حصہ ساقط ہو جائیں گے اور مشتری اجنبی سے قیمت کے چوبیس حصوں میں سے پانچ حصہ لے اور مشتری اس قیمت میں سے اگر اس قدر کے ثمن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اس لیے کہ یہ فائدہ اُس کی ملکیت اور ضمان میں حاصل ہوا ہے اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے مل کر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور غلام مر گیا تو مشتری کے ذمہ اُس کے زخم کرنے کی وجہ سے ثمن کی چوتھائی واجب ہو گی اور اُس کے زخم سے جان جانے کی وجہ سے آٹھویں کی دو تہائی واجب ہو گی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے چوتھائی قیمت لے گا اور جان جاتے رہنے کی وجہ سے آٹھویں حصہ کی دو تہائی قیمت اس کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہو گی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہے وہ مشتری کو ملے گا اس لیے کہ مشتری نے اجنبی کے زخم کے بعد جب خود پاؤں کاٹا تو اُس نے اجنبی کا دامن گیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے ملے گا اگر وہ چہارم ثمن سے زیادہ ہے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اس واسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلا ضمان چیز پر حاصل ہوا ہے اور اُس کے جان کے عوض جو کچھ لے گا اُس میں سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُس کی ضمانت میں حاصل ہوا ہے اس لیے کہ وہ اس وقت حادث ہوا جب بیع غلام مشتری کے ضمان میں داخل ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری اور اجنبی نے مل کر معاً اُس کا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور ان سب کی وجہ سے غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر اُس نے بیع کو اختیار کیا تو اُس کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصوں میں سے پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہو گی اور ثمن کے آٹھ حصوں میں کے دو حصہ پورے اور ایک حصہ کی دو تہائی ساقط ہو جائے گی جو بمقابلہ بائع کے زخم اور اُس کے اثر کے ہے پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں حصہ کی دو تہائی لے لے گا اور زیادتی کو صدقہ نہ کرے گا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع و توڑنا اختیار کیا تو جس قدر اُس کے زخم اور اُس کے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ میں ثمن کا حصہ ہے یعنی دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی وہ اُس کو دینا لازم ہو گا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور بائع اجنبی سے قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی لے گا اور اگر اس میں ثمن پر کچھ زیادتی ہو گی تو اُس زیادتی کو صدقہ کر دے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو شخصوں سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دونوں بیچنے والوں میں سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُس کا پاؤں کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اور ان سب صدموں سے غلام بائع کے قبضہ میں مر گیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہو گا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا جو اُس کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنا واجب ہو گا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے وہ آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوں گے اور وہ اُس کی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ پھیر لے گا اور جو کچھ اس کو دینا پڑا ہے اگر

اُس سے کچھ زیادہ ملے تو اُس کو صدقہ کر دے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اُس کو ملے وہ اُس کے لیے حلال ہو گی۔ اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُس کا پاؤں کاٹا پھر بائع نے اُس کی ایک آنکھ پھوڑ دی پھر غلام ان صدموں سے مر گیا پس اگر دونوں مشتریوں نے بیع توڑ دی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ واجب ہوں گے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھواں اور ایک آٹھواں کا چھٹا حصہ لازم ہو گا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا اور اگر دونوں مشتریوں نے بیع کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی تہائی واجب ہو گی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور آٹھویں کا چھٹا حصہ پھیر لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پا لیا اس واسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں ہو اُس کا بائع ضامن ہے ☆

ایک شخص نے دو بکریاں خریدیں اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینگ مارا اور وہ مر گئی پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جو کھا گیا تو بھی گدھے کو چاہے اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے کیونکہ سینگ[1] والے جانوروں کا فعل باطل ہوتا ہے تو گویا دوسری بکری آسمانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن میں لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور اسی طرح اگر ایک غلام اور کھانا خریدا پھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ ساقط نہ ہو گا اس واسطے کہ آدمی کا فعل معتبر ہوتا ہے۔ پس مشتری پہلے کے فعل سے تلف ہونے والی چیز کا قابض شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر ایک غلام اپنی موت سے مر گیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُس کے ثمن کے حصہ کے عوض لے لے اور اگر وہ چوپائے مول لے اور قبضہ کرنے سے پہلے ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو باقی کو اگر مشتری چاہے تو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور جامع میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُس کے بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی اور لڑکے میں سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو باقی کو پورے ثمن کے عوض اگر مشتری چاہے تو لے لے اور اگر چاہے ترک کر دے اور اگر اُس نے لے لیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو پورے ثمن پر اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پا لیا اس واسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں ہو اُس کا بائع ضامن ہے اور اگر کسی قدر معین جو کے عوض ایک گدھا بیچا اور بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ گدھا جو کھا گیا تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع اپنا پورا ثمن

---

[1] دلیل متعلق مسئلہ اول ۱۲۔

پانے والا شمار نہ ہوگا[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ولوالجیہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک باندی حریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مشتری نے اُس سے وطی کی پھر بائع نے ثمن کے واسطے باندی کو روک لیا اور باندی اُس کے پاس مرگئی تو بالاتفاق مشتری پر عُقر واجب نہ ہوگا یہی مختار ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

چھٹی فصل ☆

اِس بیان میں کہ دونوں عقد کرنے والوں کو مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے میں کیا مؤنث برداشت کرنا لازم ہے؟

اصل یہ ہے کہ مطلق عقد اس بات کو چاہتا ہے کہ وقت عقد کے جس پر عقد ہوا ہے وہ شے جہاں موجود تھی وہیں سپرد کی جائے اور یہ نہیں چاہتا کہ جس جگہ عقد ہوا ہے وہاں سپرد کی جائے اور ہم لوگوں کا ظاہر مذہب یہی ہے یہاں تک کہ اگر مشتری نے گیہوں خریدے اور مشتری شہر میں موجود تھا اور گیہوں سوادِ شہر میں تھے تو بائع پر ان کا سوادِ شہر میں سپرد کرنا واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گیہوں بالیوں کے اندر خریدے تو بائع پر ان کو کٹوا کر رندوا کر ورنہ صاف کرا کے مشتری کو دینا واجب ہے یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بھوسہ بائع کا ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر گیہوں ناپ کے حساب سے خریدے تو اُن کا ناپنا بائع کے ذمہ ہے اور مشتری کے برتن میں بھر[2] دینا بھی بائع کے ذمہ ہے یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی سقہ سے مشک میں پانی خریدا تو پانی کا بھر دینا سقہ کے ذمہ ہے اور ایسے باب میں رواج معتبر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو مقداری چیزیں کہ ان کو بالقطع[3] فروخت کیا جیسے چھوہارے یا انگور یا لہسن یا گاجر تو اُن کا اکھاڑنا اور کاٹنا مشتری کے ذمہ ہے اور مشتری صرف روک اُٹھا دینے سے قابض ہو جائے گا اور اگر ناپ یا تول دینے کی شرط کی تو اُس کا کاٹنا یا اُکھاڑنا بائع کے ذمہ ہے مگر اس صورت میں کہ بائع خبر دے کہ یہ چیز وزن میں اس قدر ہے پس اس صورت میں یا مشتری اُس کی تصدیق کرے گا تو وزن کرنے کی حاجت نہ ہوگی یا تکذیب کرے گا تو خود تول لے گا اور صحیح اور مختار یہ ہے کہ وزن بالکل بائع[4] پر ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ اگر ایک کشتی میں سے گیہوں خریدے تو کشتی سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہے اور اگر کسی گھر میں سے خریدے تو دروازہ کھولنا بائع کے ذمہ اور گھر سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر کچھ گیہوں یا کپڑے جو تھیلے میں بھرے ہوئے تھے بیچے اور تھیلے کو نہ پہنچا تو تھیلے کو کھولنا بائع کے ذمہ اور تھیلے سے باہر نکالنا مشتری کے ذمہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزوں کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزوں سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور ثمن تولنے والے کی اُجرت مشتری پر ہے اور یہی قول مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور ثمن پرکھنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہے اگر مشتری ثمن کھرے ہونے کا دعویٰ کرے اور صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں یہ اُجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور پرکھنے والے کی اُجرت مشتری کے ذمہ ہونا اُس وقت تک ہے کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہے اور بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

---

[1] کیونکہ جانوروں کا فعل معتبر نہیں ہے ۱۲۔ [2] یعنی گون وغیرہ جس میں باندھ لائے ۱۲۔ [3] بالقطع مثلاً مولی یا گاجر کا کھیت پچاس روپیہ کو خرید لیا اور کچھ مقدار بیان نہ ہوئی ۱۲۔ [4] ہر صورت میں خواہ بائع خبر دے یا نہیں ۱۲۔

اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اس کو میرے گھر میں ادا کرے تو جائز ہے مگر امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر کچھ لکڑیاں کسی گاؤں میں خریدیں اور خرید کے ساتھ ہی ملا کر کہا کہ اس کو میرے گھر پہنچا دے تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر ایک گٹھا لکڑی کا خریدا تو بائع پر رواج کے موافق لازم ہے کہ اُس کو مشتری کے گھر پہنچا دے اور صلح النوازل میں محمد ابن سلمہ سے روایت ہے کہ جو چیزیں چوپایوں کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہیں جیسے لکڑی یا کوئلہ وغیرہ ایسی چیزوں کو اگر بائع مشتری کے گھر پہنچا دینے سے انکار کرے تو وہ پہنچا دینے پر مجبور کیا جائے گا اسی طرح اگر چوپائے کی پشت پر لدے ہوئے گیہوں خریدے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گیہوں کی ڈھیری اس شرط پر خریدی کہ اُس کو مشتری کے مکان میں پہنچا دے تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر بکریوں کی پشم ایک بچھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے بچھونا اُدھیڑنے سے انکار کیا تو اُس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُس کے ادھیڑنے میں کچھ ضرر ہو اور دوسرے یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت میں اُس پر جبر نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہیں ہے اور دوسری صورت میں اس پر جبر کیا جائے گا لیکن اُسی قدر کہ جس سے مشتری دیکھ سکتا ہو پس اگر مشتری اُس کے لینے پر راضی ہو جائے تو بائع تمام اُدھیڑنے پر مجبور کیا جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہے اور نصاب میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوشتہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرا دینے کو کہا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائے گا کہ دو گواہوں کی گواہیاں کرا دے یہی مختار ہے کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہے لیکن یہ حکم بائع کو اُس وقت کیا جائے گا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس لائے[1] جن کو بیع پر گواہ کر دے اور بائع کو گواہوں کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ دی جائے گی یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کرے گا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کیلئے ایک نوشتہ لکھ کر اُس پر گواہی کرا دے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اسی طرح بائع قدیمی نوشتہ کو مشتری کے حوالے کر دینے پر بھی مجبور نہ کیا جائے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ولیکن بائع کو حکم کیا جائے گا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تا کہ مشتری اُس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند رہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند رہے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کہ جس سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفرؒ نے ایسی باتوں میں فرمایا کہ وہ مجبور کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب پانچواں[2]:

ان چیزوں کے بیان میں کہ جو بدوں صریح ذکر کرنے کے بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں

اس باب میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل:

دار وغیرہ کی بیع میں جو چیزیں داخل ہوتی ہیں‘ اُن کا بیان

ف☆ واضح ہو کہ دار بمعنی گھر کے ہے۔ جس کو فارسی میں سرائے کہتے ہیں اور وہ عربی محاورہ میں منزل اور بیت کو شامل ہو سکتا

---

[1] بائع نکل کر بلا لائے ۱۲۔ [2] واضح ہو بنا اس کی دو قاعدہ پر ہے۔ اوّل یہ کہ جو اسم مبیع کو عرفاً شامل ہو جیسے عمارت کہ گھر کو شامل ہے وہ بغیر ذکر صریح داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرا اس طرح مبیع سے متصل ہو کہ جو عادۃً اس طرح نہیں بنائی جاتی ہے کہ آدمی اس کو اکھاڑ ڈالے وہ بھی داخل ہو جاتی ہے ۱۲۔

اور منزل اُترنے کی جگہ کو کہتے ہیں جس میں چند بیت ہوں اور بیت ایسی عمارت کو بولتے ہیں جس کی چار دیواری اور چھت اور دروازہ ہو اور یہ محاورہ عرب کا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ جس کے اوپر بھی ایک منزل ہے تو اوپر والی اُس کی ملک نہ ہوگی مگر اُس صورت میں کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ میں نے ہر حق کے ساتھ جو اُس کو ثابت ہے خریدی یا کہا کہ اپنے مرافق یعنی نفع دینے والی چیزوں کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل وکثیر کے ساتھ کہ جو اُس میں ہے یا اُس سے ہے خریدی تو داخل ہو جائے گی اور دار کی بیع میں بالا خانہ داخل ہو جاتا ہے اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ مثل اس کے ہیں ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ بدون ذکر ہر حق وا س کی مثل کے نیچے کا مکان داخل ہو جاتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک بیت خریدا تو اُس کا بالا خانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدا ہو تاوقتیکہ صریح طور پر بالا خانہ کا ذکر نہ آئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر اُس پر بالا خانہ نہ ہو تو اُس کو بنا لینے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہے اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتوں میں بالا خانہ داخل ہو جائے گا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اس لیے کہ ہمارے محاورہ میں ہر مسکن کو خانہ کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سوائے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ محل سرائے کہلاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے ف اُمید ہے کہ اُردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورۂ عرب کے موافق علیحدہ علیحدہ حکم پر شامل نہ ہو واللہ علیم اور جناح[1] دار بیع میں داخل ہو جاتا ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور ظلہ جو راستہ پر ہوتا ہے پس وہ یا بطور چھتہ کے کہ جس کا ایک کنارہ اس مکان کی دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ دوسرے مکان کی دیوار پر وہ مکان سے باہر ستونوں پر بنایا جاتا ہے گھر کی بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدا جائے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اُس سائبان کی راہ اس دار کی طرف ہو تو بیع میں داخل ہو جائے گا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر اُس کی راہ مکان کی جانب ہو تو بیع میں داخل ہو جائے گا بشرطیکہ حقوق یا مرافق کا ذکر کیا ہے اور اگر اُس کی راہ مکان کی جانب نہیں ہے تو داخل نہ ہوگا اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بالا خانہ بنا ہوا ہو تو اُسکی بیع بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہیں تو جائز نہیں ☆

اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اُس کی عمارت بیع میں داخل ہو جائے گی اگرچہ نام بنام نہ بیان کی جائے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدا تو اُس کا خاص راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر کے داخل نہ ہوگی اور اگر اُس کو مع حقوق و مرافق خریدا تو داخل ہو جائے گی یہی اصح ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار میں سے خریدا تو اُس کا کوئی خاص راستہ اس دار میں سے منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اُس کو ہر حق و مرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل وکثیر کا لفظ کہے تو البتہ اُس کو راستہ ملے گا اور یہی حال پانی بہنے کی موری کا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار خریدا تو اُس کا خاص راستہ بدوں ذکر کے بیع میں داخل نہ ہوگا اور اگر دار بیچا اور اُس کے حقوق و مرافق کا ذکر کیا یا مع قلیل وکثیر کے جو اس میں داخل ہے اور اس سے خارج ہے فروخت کیا تو خاص راستہ داخل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر صریح طور پر یا حقوق و مرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیع میں داخل نہ ہوگا اور باقی دونوں راستہ بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح پانی بہنے کی موری کا حق جو خاص ملک میں ہو یہی حکم ہے اور کسی ملکیت خاص میں برف[2] ڈالنے کا حق بھی بیع میں بدوں ذکر کے داخل نہیں ہوتا مگر جب کہ صراحتہً ذکر کرے یا حقوق و مرافق میں شامل

---

[1] جناح دار یعنی برآمدہ ۱۲۔ [2] برف لے لے کر وہاں جمع کرے ۱۲۔

کر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔ شرب یعنی سینچنے کا حق اور گزرگاہ کے واسطے ثمن میں سے ایک حصہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے ایک دار مع گذرگاہ کے بیچا پھر گذرگاہ کے سوا اُس دار کا کوئی شخص مستحق ہوا تو ثمن دار و گذرگاہ پر تقسیم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور جب خاص راستہ بیع میں داخل نہ ہو اور اُس کی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہیں ہے تو مشتری کو بیع واپس کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ مشتری بیع کے وقت اس حال سے واقف نہ ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر بیت میں کوئی دروازہ رکھا ہوا ہے تو وہ بیت کی بیع میں بدون ذکر کے داخل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور لکڑی اور بھوسہ کہ جو بیت میں رکھا ہو بدوں شرط کے بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اگر بالاخانہ بنا ہوا ہو تو اُس کی بیع بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہیں ہے تو جائز نہیں ہے پھر پہلی صورت میں اُس کا خاص راستہ جو دار میں ہے بدون حقوق و مرافق ذکر کرنے کے بیع میں داخل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور نیچے کے مکان کی چھت اُس کے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اُس کے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ بالاخانہ گر پڑے تو مشتری کو پہنچتا ہے کہ اُس پر بالاخانہ مثل پہلے بالاخانہ کے بنالے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر نیچے کا مکان بیچا خواہ اُس کی عمارت بنی ہوئی ہو یا گرگئی ہو اُس کی بیع دونوں صورتوں[1] میں جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی منزل کا بالاخانہ خریدا اور اُس سے راستہ کا استثنٰی کیا تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک دار بیچا اور حقوق و مرافق کا یا ہر قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو جو کچھ اُس میں ہے بیت اور منزلیں اور بالاخانہ اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزیں جو اُس کے حدود اربعہ کے اندر موجود ہیں از قسم باورچی خانہ اور تنور اور پاخانہ وغیرہ سب بیع میں داخل ہو جائیں گے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور دار کی بیع میں مخرج اور اصطبل اور کنواں داخل ہو جاتا ہے خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دار میں سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزیں بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گی اور یہ حکم اُس وقت تک ہے کہ جب اصطبل وغیرہ دار مبیعہ کے اندر داخل ہوں اور اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہے ہو یا تو بدوں ذکر کے داخل نہ ہوں گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کوئی بیت بیچا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہیں کہ جس کی چھت ہو اور اس میں دروازہ لگا ہو پس اُس کی دیواریں اور چھت اور دروازہ داخل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور قریہ کا حکم دار کے مانند ہے پس اگر قریہ یا دار میں کوئی دروازہ یا گچ یا لکڑیاں یا کچی اینٹیں رکھی ہوئی ہوں تو اس میں سے کوئی چیز بیع میں داخل نہ ہوگی اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر[2] کیا جائے اور اسی طرح اگر دار کی بیع میں ہر قلیل و کثیر کہ جو اُس میں ہے یا اُس سے ہے ذکر کیا تو بھی ان چیزوں میں سے جو مذکور ہوئیں کوئی چیز بیع میں داخل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک دار بیچا کہ جس کا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اس کو اُس کے مالک نے بند کر کے اُس کا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دار کو مع حقوق کے بیع ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے منجملہ منزل کے ایک بیت معین کو اُس کے حدود اور حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل میں جائے اور منزل کا مالک اُس کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل میں ہو کر بیان کر دیا تھا تو اب اُس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر پہلے نہیں بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہا کے نزدیک اُس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرے کا پاخانہ دوسرے حجرے میں تھا اور اُس کا راستہ اور سرا پہلے حجرہ میں ہے پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جس کے اندر پاخانہ ہے اور دروازہ نہیں ہے فروخت کیا پھر اس کے بعد دوسرا حجرہ کہ جس میں پاخانہ کا سرا ہے فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کے واسطے ایک نوشتہ لکھ دیا تو ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر پہلے نوشتہ میں اُس نے

---

[1] خواہ عمارت باقی ہو یا نہ ہو ۱۲۔ [2] مگر قلیل و کثیر کے ذکر میں داخل ہوگی ۱۲۔

لکھا کہ اُس کے مشتری نے اس کو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُس میں سے پائخانہ کا کہ جس کا دروازہ دوسرے حجرہ میں ہے استثناء نہ کیا تو پائخانہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ میں اُس سے پائخانہ کا کہ جس کا دروازہ حجرہ میں ہے استثناء کر لیا ہے تو پہلے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہے کہ پائخانہ اپنے حجرہ سے دور کرے[1] یا اس کی راہ بند کر دے اور دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُس کے حصہ ثمن سے لے لے ورنہ ترک کر دے بشرطیکہ اُس عورت نے بیع میں پائخانہ کی شرط کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابو بکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہیں اور ایک کا پائخانہ دوسرے میں ہے اور اُس کا دروازہ دوسرے میں سے ہے پھر اُس نے وہ حجرہ کہ جس میں پائخانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اُس کے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کے واسطے بیع نامہ لکھ دیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ میں یہ لکھا ہے کہ مشتری نے اُس کو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُس سے اُس پائخانہ کا جو دوسرے حجرہ میں ہے استثناء نہ کیا تو پائخانہ جو دوسرے حجرہ میں ہے حجرہ ثانیہ کے واسطے اپنی حالت پر باقی رہے گا اور اگر پہلے نوشتہ میں اُس پائخانہ کا کہ جو پہلے حجرہ میں ہے استثناء مذکور نہیں ہے تو دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہے کہ پائخانہ اپنے حجرے سے دور کر دے اور اگر دور نہ کیا تو اُس کو راہ بند کرنے کا اختیار ہے اور دوسرا مشتری مختار ہے کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے ورنہ ترک کر دے اگر اس عورت نے اُس کے واسطے بیع میں پائخانہ کی شرط کی ہو یہ تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے۔ ف ☆ یہ قول امام ابو بکرؒ کا حاوی میں ہے اور فتاویٰ قاضی خان سے بھی نقل کیا گیا مگر وضع میں اختلاف ظاہر ہے اور نقل حاوی میں ایک نوع کا تامل ہے واللہ اعلم۔ ایک دار میں چند بیت ہیں کہ جس میں سے بعض معین کر کے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اُٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہو تو بائع کو اُس کے اُٹھانے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بعض بیت اُس کے حقوق سے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر بیچنے پر راضی ہو گیا تو فقہاء نے کہا ہے کہ رقبہ موری کا اگر اس کا تھا تو اُس کو ثمن میں سے حصہ ملے گا ☆

اگر بکے ہوئے دار میں بائع کے دوسرے دار یعنی گھر کا جو اُس کے پہلو میں ہے کوئی راستہ یا پانی کی موری ہے اور بیع ہر حق کے ساتھ ہوئی ہے تو سب راستہ اور موری مشتری کی ہوگی اور اُس کو روکنے کا اختیار ہوگا اور بکے ہوئے دار کی دیواروں سے دھنیان اُٹھا لینے کا بھی بائع کو حکم کیا جائے گا اسی طرح تہ خانہ جو اُس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اُس صورت میں کہ بائع استثناء کر لے اور نہ استثناء کرنے میں مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا دھنیان یا سرداب کسی اجنبی کا بطور واجبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب میں شمار ہوگا کیونکہ مشتری اُس کو منع نہیں کر سکتا ہے پس مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر رعایت کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ لازمی حق نہیں ہے اب اس صورت میں اگر بائع استثناء کا دعویٰ کرے تو اُس کا قول معتبر رکھا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک دار کہ جس میں باغ تھا خریدا تو باغ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو بیع میں داخل ہو جائے گا اور اگر اُس دار سے باہر ہو تو داخل نہ ہوگا اگر چہ اُس کا دروازہ دار میں ہو ایسا ہی فرمایا ہے ابو سلیمانؒ نے۔ ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر بیچنے پر راضی ہو گیا تو فقہا نے کہا ہے کہ رقبہ طوری کا اگر اس کا تھا تو اُس کو ثمن میں سے حصہ ملے گا اور اگر صرف پانی بہنے کا حق تھا تو اُس کو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور جب وہ گھر کے بکنے پر راضی ہوا تو اس کا حق باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور عیون میں

---

[1] قولہ یا شاید واؤ ہو جس کے معنی اور کے ہیں ۱۲۔

مذکور ہے کہ اگر ایسا دار بیچا کہ جس میں کوئی عمارت نہ تھی اور اُس میں ایک پانی کا کنواں اور کنوئیں میں کچھ پختہ اینٹیں جگت میں اور دیگر کنوئیں سے متصل ہیں تو سب بیع میں داخل ہو جائیں گی اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایسا گھر بیچا کہ جس میں کنواں تھا اور اُس کنوئیں پر چرخ لگا ہوا تھا اور ڈول اور رسی تھی پس اگر مع مرافق بیچا ہے تو رسی اور ڈول بیع میں داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ دونوں مرافق میں شمار ہیں اور اگر مرافق کا ذکر نہ کیا تو دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی لیکن چرخ ہر صورت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ اس سے متصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دار کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق تبعیت دار کے بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز عمارت سے متصل نہ ہو بدون ذکر کے داخل نہیں ہوتی لیکن اگر ایسی چیزیں ہیں کہ لوگوں میں یہ بات معروف ہے کہ اُن کے دے دینے میں بائع مشتری سے بخل نہیں کیا کرتا ہے تو بلا ذکر بھی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلق[1] بلا ذکر بیع میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور قفل دکان و دار و بیت کا بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اگرچہ بیع کے وقت دروازہ میں قفل لگا ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور غلق کی کنجی بطور استحسان کے بیع میں داخل ہو جاتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

قفل کی کنجی بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے سیڑھیاں اگر جڑی ہوئی ہوں تو دار اور بیت کی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اور اگر جڑی ہوئی نہ ہوں تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ داخل نہیں ہوتی ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور تخت وہی حکم رکھتے ہیں جو سیڑھیوں کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اجار بیع دار میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ نرکلوں کا ہو یا پکی اینٹوں کا کیونکہ وہ مرکب ہے اور اجار اصل لغت میں چھت کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد وہ سترہ ہے جو چھت کے اوپر بنا ہوا ہو اور بیت کی بیع میں مانند بالاخانہ کے یہ بھی داخل نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ تنور اگر گڑا ہوا ہے تو مکان کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر گڑا نہیں ہے تو داخل نہیں ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ عیون میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دار خریدا اور اس میں اونٹ چکی ہے اور تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خرید کیا تو یہ چکی بیع[2] میں داخل نہ ہو گی اور نہ اُس کی متاع مشتری کو ملے گی برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی اور اُس میں پن چکی ہے تو وہ پن چکی مشتری کو ملے گی اور اسی طرح جو چرخ اُس زمین میں لگا ہو وہ بھی اُس مشتری کا ہے اور چرس بائع کا ہوتا ہے اور اُس کی لکڑیوں کا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چکی کا گھر مع جمیع حقوق کے جو اُس کو ثابت ہیں یا ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں ہوں مول لیا تو امام محمدؒ نے شروط میں لکھا ہے کہ اُس کے اوپر اور نیچے کے دونوں پاٹ مشتری کے ہوں گے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے آدھی دہلیز اپنے شریک یا غیر کے ہاتھ بیچی تو باہر کا نصف دروازہ بھی بیع میں شامل ہو جائے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی پایہ لکڑی کا ساکھ کا دار میں اس طرح ہو کہ دراصل وہ عمارت میں ہے تو دار کی بیع میں بلا ذکر شامل ہو جائے گا اور اگر دراصل عمارت میں نہیں ہے بلکہ اُس کو اُٹھا کر جا بجا رکھ سکتے ہوں تو وہ بائع کا ہو گا اور یہ سیڑھیوں کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی طرح زنجیریں اور قندیلیں جو چھت میں جڑی ہوں اُن کا بھی[3] یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں فتاویٰ عتابیہ سے منقول ہے۔ اگر کسی نے ایک دار مول لیا اور دروازہ میں جھگڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہے اور مشتری نے کہا کہ میرا ہے تو اگر وہ دروازہ جڑا ہوا اور عمارت میں لگا ہوا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہیں بلکہ اُکھڑا ہوا ہے تو مکان اگر بائع کے قبضہ میں ہے تو اُس کا قول معتبر ہو گا اور اگر مشتری کے قبضہ میں ہے تو اُسکا قول مان لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] کھٹکا کہ جس کے لگانے سے کواڑ بند ہو جاتے ہیں ۱۲۔ [2] فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہوتا ہے قیاساً اور اوپر کا پتھر استحساناً بیع میں داخل ہو جائے گا ۱۲۔ [3] چنانچہ اگر چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں تو بیع میں داخل ہو جائیں گی اگر علیحدہ سے لٹکی ہوں تو نہیں ۱۲۔

منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مول لی تو اُسکے نیچے کی زمین بیع میں شامل ہو جائے گی ☆

منتقی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے یہ بیت اور جو اُس کے دروازہ کے اندر بند ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان[1] وغیرہ اُس دروازہ میں بند ہے وہ مشتری کی ملکیت نہ ہو جائے گا البتہ جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں سے ہوں گی وہ ملیں گی پس بائع کا یہ قول صرف حقوق کے معنی میں لیا جائے گا اور ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہے بیچا تو اُس کا کیا حکم ہے اُنہوں نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں ہیں وہی شامل ہوں گی اور اگر کہا کہ اس مکان اور اُس کی متاع پر بیع قرار دیتا ہوں تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں وہ متاع بھی شامل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور نوازل میں ہے کہ امام ابو بکرؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہیں اور ایک مکان کے نیچے تہہ خانہ ہے کہ اُس کا دروازہ دوسرے مکان میں ہے پس اُس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس میں تہہ خانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اس کے بعد دوسرا مکان بیچا اُنہوں نے فرمایا کہ تہہ خانہ اُس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جس کے مکان میں اُس کا دروازہ ہے اور اگر وہ مکان کہ جس کے نیچے تہہ خانہ ہے پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہہ خانہ اُس کا نہ ہوگا کہ جس کے مکان میں اُس کا دروازہ ہے شیخ ابو نصرؒ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس میں ایک تہہ خانہ ہے اور اُس کا دروازہ اس خریدار کے گھر کی طرف ہے اور اسفل اُس کا پڑوسی کے گھر کی طرف ہے یا ایک پائخانہ اسی طرح کا ہے پس اس مشتری اور پڑوسی میں باہم جھگڑا ہوا تو بیع کس کو ملنی چاہیے اُنہوں نے فرمایا کہ تہہ خانہ اُس کا ہے کہ جس کی طرف اُس کا دروازہ ہے لیکن اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُس کو دلا دے گا اور اس صورت میں اگر مشتری نے اُس مکان کو مع حقوق کے خریدا تھا تو اس کو اختیار ہے کہ بائع سے اُس قدر ثمن کہ جو اس تہہ خانہ کے حصہ میں آئے پھیر لے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کوچہ غیر نافذہ میں تھے کہ ہر ایک میں اُس نے ایک ایک شخص کو ساکن کیا پس اُن دونوں رہنے والوں میں سے ایک نے ایک سائبان بنایا جس کی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں عو درہتا ہے اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں دوسرا شخص رہتا ہے اور سائبان کا دروازہ صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہے پھر اُس سائبان بنانے والے نے مالک مکان سے اُس مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق و رافق کے اُس کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے مکان میں رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جس میں رہتا تھا مع حقوق و مرافق کے بیع کرنے کی درخواست کی اور مالک نے اُس کے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونوں مشتریوں میں جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اُس سائبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مول لی تو اُس کے نیچے کی زمین بیع میں شامل ہو جائے گی اور یہ مسئلہ تحفہ میں بدون اختلاف ذکر کرنے کے اسی طرح مذکور ہے مگر محیط میں اس کو امام محمد اور حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے لیکن اُس کی نیو کو بعض نے کہا کہ بموجب ظاہر مذہب امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک مکان یا ایک دُکان مول لی اور اُس کی دیوار گر گئی اور اس میں سے کچھ سیسہ یا سال یا اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر عمارت کی لکڑی ہے جیسے کہ اکثر دار کے نیچے رکھی جاتی[2] ہے تا کہ اُس پر بنیاد قائم کی جائے جس کو فارسی میں شخ بولتے ہیں تو وہ

---

[1] اسباب وغیرہ ۱۲۔ [2] جو بغرض استحکام عمارت رکھ دیتے ہیں جیسے لکڑی کے کھو سے وغیرہ ۱۲۔

مشتری کی ملکیت ہے اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بائع کی ملکیت ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر کسی نے ایک دُکان بیچی تو دُکان کے تختے بیع میں داخل ہو جائیں گے خواہ دُکان مع مرافق بیچی ہو یا مع مرافق نہ بیچی ہو یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر دُکان کے سامنے کوئی سائبان ہے جیسا کہ بازاروں میں ہوتا ہے پس اگر مرافق کا ذکر کیا ہو تو بیع میں داخل ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر لوہار نے اپنی دُکان بیچی تو اُس کی بھٹی بیع میں داخل ہو جائے گی اگرچہ مرافق کا ذکر نہ کیا ہو اور سُنار کی بھٹی بیع میں داخل نہیں ہوتی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اس واسطے کہ لوہار کی بھٹی اُس کی دُکان میں مرکب و متصل ہوتی ہے اور سُنار کی بھٹی جدا ہوتی ہے اور لوہار کی دھونکی جس سے وہ پھونکتا ہے بیع میں داخل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور وہ کانسے[1] کی دیگ جس میں ستو والوں کے گیہوں پکائے جاتے ہیں یا رنگریزوں کا رنگ اُبالا جاتا ہے یا گندی گردن کے کپڑے اُس میں رکھے جاتے ہوں بائع کی ملکیت ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ گندی گر کی لکڑی جس پر وہ کپڑا کوٹتا ہے بیع میں داخل نہیں ہے اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اور ستو بنانے والے کا وہ برتن جس میں وہ بھونتا ہے اگر لوہے یا کانسے کا ہو تو بائع کا ہوگا اگرچہ دُکان کی عمارت میں لگا ہوا ہوئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مٹی کا ہو تو بیع میں داخل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جو صندوق عمارت میں رکھا گیا ہے اور دھوبی اور تیلی کے ظروف اور خم اور مٹکے جو زمین میں گڑے اور عمارت میں لگے ہوں بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور یہ چیزیں گھر کی متاع اور حقوق میں سے نہیں ہیں اور دُکان کی بیع میں ایسے مسئلوں میں حقوق و مرافق کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکساں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہے وہ بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہے ☆

حمام کے فروخت کرنے میں پیالے اور فنجات[2] داخل نہیں ہوتے اگرچہ مرافق کا ذکر ہی کیوں نہ کیا ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور چرخ اور ڈول جو حمام میں ہو بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام سید ابوالقاسم نے فرمایا کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو ملے گا یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور دیگیں حمام کی بیع میں بدوں ذکر کرنے کے داخل ہو جاتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور حاوی میں مذکور ہے کہ امام ابوبکرؒ سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیع میں کیا اُس کے چراغ[3] داخل ہو جاتے ہیں فرمایا کہ نہیں کذا فی التاتارخانیہ۔

دوسری فصل ☆

اُن چیزوں کے بیان میں جو زمین اور تاک[4] کی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں

اگر کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت میں وہ کل چیزیں جو ہمیشہ کے واسطے اُس میں رکھی گئی ہیں جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہو جائیں گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ درخت

---

[1] قولہ کانسے خواہ کانسہ ہو یا پیتل و تانبا ہو کچھ فرق نہیں ہے ۱۲۔ [2] یہ لفظ معرب ہے معنی طشت ۱۲۔ [3] ظاہر امراد یہ ہے کہ چراغ کسی قیمتی چیز کے ہوں نہ مٹی کے یا نہ کہا جائے کہ شیخ نے موافق قیاس کے جواب دیا ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [4] اصل میں کرم ہے اور قہستانی نے لکھا ہے کہ کرم انگور کا باغ جس کے گرد چار دیواری ہو لیکن اطلاق کرم مطلقاً بھی ہے کما فی الحدیث الکرم قلب المومن ۱۲۔

زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام نے پھل دار اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہیں فرمائی اور صحیح یہ ہے کہ سب بدوں ذکر کے داخل ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ خواہ وہ ایندھن کے واسطے ہوں یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں مذکور ہے اور خشک درخت شامل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ وہ قطع کی حالت میں ہیں پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہیں کہ جو زمین میں رکھا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہے وہ بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہے انتہی اور کھیتی اور پھل استحسانا بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر اُس صورت میں کہ مشتری شرط کر لے یہ ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی زمین مع مرافق فروخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیع میں داخل نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں یا اُس سے اُس کے حقوق و مرافق میں سے ہے فروخت کیا تو بھی یہ دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی اور اگر حقوق و مرافق کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں موجود ہے فروخت کیا تو جو کچھ اس میں کھیتی اور ترکاری اور پھول وغیرہ ہیں سب داخل ہو جائیں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

زمین کی بیع میں وہ چیزیں جو اُس میں رکھی ہوئی ہیں جیسے ٹوٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا کچی اینٹیں داخل نہیں ہوں گی لیکن اگر اُن کی صریح شرط کر لی جائے تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جس میں قبریں ہیں تو قبروں کے سوا باقی زمین کی بیع جائز ہے اور جس جگہ کھیتی کاٹ کر ڈالی جاتی ہے وہ زمین کے مرافق میں شمار نہیں ہے اس لیے مرافق کے ذکر کرنے سے بیع میں شامل نہ ہو گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جب کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور کہا کہ میں نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مرافق کے ساتھ بیچا تو حقوق و مرافق کے ذکر سے وہ چیزیں جو بدون ان کے ذکر کے داخل نہ تھیں داخل ہو جائیں گی اور وہ سیراب کرنے کا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اگر خرما کا درخت اُس کے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اُس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بیع جائز ہو گی اور اُس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کر لے کیونکہ اس میں تفاوت نہیں ہوتا ہے اور اگر تفاوت ہو تو بیع جائز نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شہتوت اور آس کی پتی اور زعفران اور گلاب کی پتیاں بمنزلہ پھلوں کے ہوتی ہیں اور درخت اُن کے بمنزلہ خرما کے درخت کے ہیں یہ تبیین میں لکھا ہے کہ کسی نے ایک زمین بیچی کہ جس میں کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع میں داخل نہ ہو گی کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہے اور اصل قطن کی نسبت فقہا نے فرمایا ہے کہ وہ بھی داخل نہیں ہوتی اور یہی صحیح ہے اور بیگن کے درخت بدون ذکر کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ حاکم احمد سمرقندی نے ذکر کیا ہے کذا فی الظہیر یہ اور جھاؤ اور بید کے درخت بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی جنگلی درخت اور اُن درختوں کا جو ساق دار ہیں یہی حکم ہے اور امام فضلی نے بید کے درخت کی پیڑی کو پھلوں کے مانند گردانا ہے خواہ وہ کاٹنے کے لائق ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر شہتوت کے درخت خریدے تو اُن کے پتے بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی زمین میں گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کر دی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہے وہ اس طرح بیع میں داخل نہ ہو گا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہے وہ صحیح قول کے موافق داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ برسوں باقی رہتا ہے تو بمنزلہ درختوں کے ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کٹ یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہو بلا ذکر بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے کھیتی اور پھل شامل نہیں ہوتے ہیں اور

اُن چیزوں کے اصول یعنی جوز مین کے اندر پوشیدہ ہیں اُس کی نسبت بعض فقہا نے فرمایا کہ داخل نہ ہوں گے کیونکہ اُن کے تمام ہو جانے کی مدت لوگوں کو معلوم ہے تو اُن کا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہا نے فرمایا کہ داخل ہو جائیں گے کیونکہ اُن کے تمام ہونے کی مدت ہر جگہ یکساں نہیں ہوتی ہے بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہے تو بمنزلہ درختوں کے شمار ہوں گے اور قاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلوں کے حکم میں ہے پس بیع میں بلا ذکر داخل نہ ہوگی اور جس کے کٹنے کی مدت معلوم نہ ہو وہ درختوں کے مانند ہے پس زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جائے گی اور زعفران کا یہ حکم ہے کہ وہ اور اُس کی اصل بلا ذکر داخل نہیں ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیزیں باقی رکھنے کے واسطے نہیں ہیں وہ اگرچہ زمین سے متصل ہوں بیع میں داخل نہیں ہوتی ہیں جیسے نی اور جلانے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جو درخت ساق دار کہ اُس کی جڑ نہیں جاتی یہاں تک کہ پھر درخت ہو جاتا ہے وہ زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ بلا ذکر داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے اپنی زمین میں تخم ریزی کی اور اُگنے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیج بیع میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اُگنے سے پہلے زمین کا تابع نہیں ہو سکتا ہے اور اگر اس قدر اُگا ہے کہ ہنوز اُس کی کچھ قیمت نہیں ہے تو بھی فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا ہے کہ داخل نہ ہوگا اور ٹھیک یہ ہے کہ داخل ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور فتاویٰ فصلی کے حاشیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی کہ جس میں کھیتی بوئی تھی مگر ابھی جمی نہیں تھی پس اُس کا بیج اگر زمین میں گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہے اور اگر مشتری نے اس کو پانی دیا کہ اُس سے کھیتی اُگی اور بیع کے وقت بیج گلا نہ تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام میں بائع پر احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اُس میں خرما وغیرہ کے درخت ہیں بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو جائیں گے اور اگر درختوں پر بیع کے وقت پھل موجود ہوں اور اُن پھلوں کا ملنا مشتری کے واسطے شرط کیا جائے تو وہ اپنا حصہ پھلوں میں سے لے لے گا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درہم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسی قدر ہو اور پھلوں کی قیمت بھی یہی ہو تو بالاجماع ثمن کے تین حصہ کیے جائیں گے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسمانی آفت سے تلف ہوں یا بائع اُن کو کھا جائے تو مشتری سے ایک تہائی ثمن ساقط کیا جائے گا اور اُس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ثمن میں لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے یہی قول سب اماموں کا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

پھر ثمن کی تقسیم میں پھلوں کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھا جانے کے وقت تھی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہ ہوں پھر بعد اس کے قبضہ سے پہلے درخت پھل دار ہو گئے تو پھل مشتری کے ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پھلوں کی زیادتی زمین اور درخت دونوں پر شمار ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ اگر زمین اور درخت اور پھل میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم فرض کی جائے اور بائع قبضہ سے پہلے پھلوں کو کھا گیا تو امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک ایک تہائی ثمن مشتری سے ساقط کیا جائے گا اور خاص امام اعظمؒ کے نزدیک باقی دو تہائی ثمن میں درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو اختیار ہے خواہ لے یا ترک کر دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور باقی تین چوتھائی ثمن میں اگر چاہے تو زمین اور درخت خرید لے ورنہ ترک کر دے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی صورت میں اگر درخت میں دو بار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ثمن میں لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو ثلث ثمن میں لے گا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچویں حصہ ثمن میں لے گا اور تین پانچواں حصہ پھلوں کے مقابلہ میں ساقط ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زمین اور درخت پانچ آٹھویں حصہ میں لے گا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونوں کو

ایک[1] تہائی ثمن میں لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین پانچویں ثمن میں لے گا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونوں کو دو ساتویں حصہ ثمن میں لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سات بارھویں حصہ میں لے گا اسی طرح مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جن کے واسطے سیرابی کا پانی نہیں ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُس کو نہ لینے کا اختیار ہوگا ☆

اگر پھل کسی آفت آسانی سے تلف ہو گئے تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر درخت اور زمین میں سے ہر ایک کا ثمن پانچ سو درہم بیان کر دیے ہوں تو سب اماموں کے نزدیک اس صورت میں پھلوں کی زیادتی خاص کر درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع ان کو کھا جائے تو مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُس کو نہ لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پودا خریدا اور بائع کی اجازت سے اس کو چھوڑ رکھا کہ وہ بڑھ کر بڑا درخت ہو گیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُس کو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس میں پھل آئے تو مشتری پھلوں کو صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جن کے واسطے سیرابی کا پانی نہیں ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُس کو نہ لینے کا اختیار رہوگا اسی طرح منتقی میں مذکور ہے کذا فی المحیط ایک شخص نے کوئی زمین مع اُس کے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول[2] سے اس زمین کو پانی دیتا تھا اُس میں اس کے سینچنے سے زائد پانی ہے تو نوادر میں اُس کا حکم اس طرح مذکور ہے کہ پانی میں سے جس قدر اس زمین کو کفایت کرتا ہو اس قدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خریدنا بھی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک زمین خریدی کہ جس کے ایک طرف افدق[3] اور زمین و افدق کے درمیان بند آب ہے اور اس بند آب پر درخت لگے ہوئے ہیں اور زمین کے حدود اربعہ میں سے ایک حد افدق قرار دی گئی ہے تو بند آب مع اشجار کے بیع میں داخل ہو جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے خرما کسی اور قسم کا ایک درخت بیچا کہ جس میں پھل تھے تو پھل اس کے بائع کے ہوں گے مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط کر کے یوں کہے کہ میں نے یہ درخت مع پھل خریدا تو البتہ پھل مشتری کے ہوں گے خواہ وہ پھل قائم رہنے والے ہوں یا نہ ہوں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مشتری کی شرط نہ کرنے کی صورت میں تبیین میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے موافق پھلوں کی قیمت ہونے یا نہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے اور دونوں صورت میں بائع کے ہوں گے انتہی۔ اگر کسی نے ایک درخت اس شرط پر خریدا کہ درخت کو جڑ سے کھودلوں گا تو اس بیع کے جائز ہونے میں فقہا کا کلام ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ اُس کو جڑ سے کھود لے اور اگر کوئی درخت کاٹ لینے کی شرط سے خریدا تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر یہ بیان ہوا کہ کس جگہ پر سے درخت کو کاٹے گا یا کاٹنے کی جگہ لوگوں میں معروف ہے تو بیع جائز ہے ورنہ ناجائز ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ بیع ہر صورت میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور مشتری کو زمین کے اوپر سے اُس درخت کے کاٹنے کا اختیار ہے اور اُس کی جڑ جو زمین میں پھیلی ہوئی ہے مشتری کو بلا شرط نہ ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ درخت کا خریدنا تین طرح سے خالی نہیں ہے ایک یہ کہ صرف درخت بدون زمین کے جڑ سے کھود لینے کے واسطے خریدے اور اس صورت میں مشتری کو حکم دیا جائے گا کہ اُس کو جڑ سے کھودے اور مشتری کو اختیار ہے کہ مع اُس کی جڑ کے ریشوں کے اُس

---

[1] اصل میں دو تہائی مذکور ہے اور یہ غلط ہے صحیح وہ ہے جو بعض نسخہ میں ایک تہائی مذکور ہے فافہم ۱۲۔ [2] گول بخاری کاریزہ بعربی قناۃ ۱۲۔ [3] قولہ افدق حاشیہ اصل کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لفظ تمام لغت کی کتابوں میں جو اس وقت موجود تھیں پایا نہ گیا مترجم کہتا ہے کہ مجھے بھی نہ ملا واللہ اعلم ۱۲۔

کو کھود لے اور اُس کی جڑ بیع میں داخل ہو جائے گی اور مشتری کو یہ اختیار ہے کہ جڑ کے ریشوں کے پھیلنے کی انتہا تک زمین کو کھود ڈالے لیکن عرف اور عادت کے موافق البتہ کھود سکتا ہے مگر جڑ سے کھودنے کا اختیار مشتری کو اُس صورت میں نہ ہوگا کہ بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کی شرط کر لے یا کھودنے میں بائع کو کچھ ضرر پہنچتا ہو مثلاً درخت دیوار سے قریب ہے تو مشتری کو حکم کیا جائے گا کہ وہ زمین کے اوپر سے درخت کو کاٹ لے پس اگر مشتری نے وہ درخت کاٹ لیا یا کھود سکتا تھا تو جڑ سے کھود لیا پھر اُس کے جڑ سے یا ریشوں سے اور درخت اُگا تو وہ بائع کا ہوگا اور اگر اونچائی سے درخت کاٹ لیا ہے تو جو کچھ اور آگے وہ مشتری کا ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ درخت مع اس قدر زمین کے جس میں وہ جم رہا ہے خریدا تو مشتری کو اُس کی جڑ سے کھود لینے کا حکم نہ کیا جائے گا اور اگر اُس نے جڑ سے اُس کو کھود لیا تو اُس کو اختیار ہے کہ بجائے اس درخت کے دوسرا درخت لگا دے اور تیسری یہ کہ اگر مشتری نے بلا کسی شرط کے خریدا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کی زمین بیع میں داخل نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک داخل ہو جائے گی اور درخت مع جائے قرار مشتری کا ہوگا صدر الشہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ زمین داخل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے یہی مختار ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اور اس صورت میں فقہا کا اجماع ہے کہ اگر قطع کر لینے کے واسطے خریدا تو اُس کے نیچے کی زمین بیع میں داخل نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر برقرار رکھنے کے واسطے خریدا تو بالاتفاق اُس کے نیچے کی زمین داخل ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جن صورتوں میں کہ درخت کے نیچے کی زمین داخل ہوتی ہے تو مشتری کے تصرف کے وقت جس قدر درخت کی موٹائی ہے صرف اسی قدر زمین داخل ہوگی یہاں تک کہ اگر بیع کے بعد درخت زیادہ موٹا ہو جائے تو زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ اُس کو چھانٹ دے اور جہاں تک درخت کی شاخیں اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوئے ہیں وہاں تک کی زمین بیع میں داخل نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اُس کی جڑ کے ریشوں کے خریدا اور اُس درخت کے ریشوں سے اور درخت اُگے تو اُگے ہوئے درخت اگر اس طرح ہوں کہ اصل درخت کاٹ ڈالنے سے خشک ہو جائیں گے تو بیع میں شامل ہیں ورنہ شامل نہیں کیونکہ جب اصل درخت کاٹ ڈالنے سے یہ خشک ہو جاتے ہیں تو اصل درخت میں سے اُگے ہیں پس مبیع میں شمار ہوں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیاں میخوں سے بندھی ہوئی ہیں اور میخیں زمین میں گڑی ہوئی ہیں وہ بیع میں داخل ہو جائیں گی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین میں تھوڑے گڑے ہوئے ہیں اور اُن پر انگور کے درخت لٹکتے ہیں بلا ذکر بیع میں داخل ہو جائیں گے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص کی خالص زمین ہے اور دوسرے کے اُس میں درخت ہیں پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درہم کو فروخت کی یعنی ہزار درہم ثمن قرار پایا اور ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم ہے تو ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو جائے گا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسمانی آفت سے تلف ہو گئے تو مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ بیع ترک کر دے یا زمین پورے ثمن میں خریدے اس واسطے کہ مشتری درختوں کا وصفاً وتبعاً مالک ہوا تھا یعنی جب وصف جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر فوات وصف مرغوب کے مقابلے میں اُس کو خیار حاصل ہوگا نہ یہ کہ ثمن سے کچھ کم ہو جائے اور تمام ثمن زمین کے مالک کو ملے گا کیونکہ درخت کی بیع ٹوٹ گئی اور مشتری کو سوائے زمین کے کوئی چیز سپرد نہیں کی گئی اور ثمن اسی کے مقابلے میں ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اُس کے مقابلہ میں جو فوت ہو گئی اور اگر آدھے درخت تلف ہو گئے تو درختوں کے مالک کو چوتھائی ثمن ملے گا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت میں اس قدر پھل آئے کہ جن کی قیمت پانچ سو درہم ہو تو وہ تہائی ثمن درخت کے مالک کو ملے گا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملے گا اور اگر زمین اور درخت فروخت کیے اور ہر ایک کے واسطے ثمن علیحدہ بیان کیا اور زمین درخت ایک ہی شخص کے ہیں یا دو شخصوں کے پھر درخت ضائع ہو گئے تو آدھا ثمن ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ ایک طرح سے

درخت اصل ہوتے ہیں اور ایک طرح سے وصف ہیں جب اُن کے مقابل ثمن مذکور نہ ہوگا تو وصف رہیں گے اور جب ثمن مذکور ہوگا تو اصل ہو جائیں گے تو اُن کا ضائع ہونا اپنے حصہ ثمن کے مقابل ہوگا اور اگر درخت تلف نہ ہوئے بلکہ قبضہ سے پہلے اُن میں اس قدر پھل آئے جو پانچ سو درہم کی قیمت رکھتے ہیں تو سب اماموں کے نزدیک زمین کا ثمن پانچ سو درہم اور درخت اور پھلوں کا ثمن پانچ سو درہم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے میں زمین اور درختوں کی جڑوں کو ضرر پہنچتا ہے تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس میں زمین کے مالک کا ضرر ہے پس مالک کو اختیار ہے کہ اپنے سے ضرر کو دفع کرے اور بیع ٹوٹ جائے گی یہی مختار ہے اس واسطے کہ حقیقت میں گویا بائع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے فتاویٰ ابو اللیث میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خریدے پھر اُس نے نہ کاٹے یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیوں کے دن آ گئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اگر کاٹنے میں زمین یا درخت کی جڑوں کو ظاہر میں کوئی ضرر نہ ہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑوں کے مالک سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُس کو کاٹنے کا اختیار نہ ہوگا اور جب کہ مشتری کو کاٹنے کا اختیار اس صورت میں نہ ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ وہ کیا کرے گا بعضوں نے کہا کہ زمین کا مالک درختوں کی قیمت مشتری کو دے دے اور درخت اُس کے ہو جائیں گے اور پھر اس میں بھی باہم اختلاف ہے کہ آیا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے پس اُن مشائخ میں سے اکثروں نے کہا کہ کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختوں کی بیع ٹوٹ جائے گی اور زمین کا مالک مشتری کو اُس کا ثمن جو اُس نے ادا کیا ہے واپس کرے گا اور فقیہ ابو جعفر اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں اسی کو اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُس کی زمین میں جو درخت ہیں وہ ایندھن کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں اس بات پر راضی ہوئے کہ چند آدمی جن کی نظر اچھی ہے اندازہ کر کے بتائیں کہ ان درختوں میں کتنے گٹھے لکڑی ہے اُن سب ہی نے اتفاق کر کے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہے پھر مشتری نے کسی قدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب ان کو کاٹا تو لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائع نے ارادہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائع کو اس کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ کسی شخص نے ایک باغ انگور کا بیچا اور اُس کے ساتھ ہی اُس میں پانی جاری ہونے کا راستہ بھی فروخت کیا[1] اور بیع میں کہا کہ باغ بیع پانی کے راستے اور ہر حق کے ساتھ جو اُس کو ثابت ہے فروخت کیا اور پانی جاری ہونے کا راستہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں جو بائع اور دو شخصوں کے درمیان میں مشترک ہے واقع ہے اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہیں پس اگر رقبہ نہر کا بائع کی ملکیت ہے تو درخت مشتری کے ہو جائیں گے اور اگر بائع کا صرف پانی جاری ہونے کا حق تھا تو یہ درخت بائع کے ہوں گے بشرطیکہ ان درختوں کا لگانے والا بائع ہو یا معلوم نہ ہو کہ کون شخص ہے اور اگر سوائے بائع کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہوا تو درخت اُس کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی گاؤں فروخت کیا کہ جس کے حدود بیان نہ کیے تو یہ بیع صرف گاؤں کے گھروں اور عمارتوں پر واقع ہوگی اور کھیتوں پر واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کا ایک گاؤں مع زمین فروخت کیا اور اُسی گاؤں کے پہلو میں بائع کا ایک دوسرا گاؤں ہے۔

---

[1] ظاہر مراد یہ کہ مع رقبہ فروخت کیا گیا ایسے مقام پر حق اور رقبہ دونوں کو محتمل ہوتا ہے ۱۲۔

پس بائع نے کہا کہ میں نے یہ گاؤں تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور چاروں حدود میں سے کوئی حد بائع نے اپنے گاؤں کو گردانا تو اس گاؤں کی زمین جس کو نہیں فروخت کیا ہے جس قدر دوسرے گاؤں سے جس کو فروخت کیا ہے متصل ہے وہ اس گاؤں کی بیع میں داخل ہو جائے گی اور اگر چاروں حدوں میں سے کوئی حد اپنے گاؤں کی زمین گردانی تو اس گاؤں کی زمین دوسرے گاؤں میں جس کو فروخت کیا ہے[1] داخل نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

تیسری فصل ☆

اُن چیزوں کے بیان میں جو اشیاءِ منقولہ کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہیں

کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُس کے ستر کو چھپا دے بائع پر واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

غلام اور باندی کے کپڑے بیع میں بلا شرط داخل ہو جاتے ہیں اس لیے کہ رواج اسی طرح ہے لیکن اگر عمدہ کپڑے پہنا کر نخاس میں پیش کرنے کے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہ ہوں گے کیونکہ ایسے کپڑے دے دینے کا رواج نہیں ہے اس لیے کہ رواج ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا ہے پھر بائع مختار ہے اگر چاہے تو وہی کپڑے دے دے کہ جو غلام کے بدن پر ہیں اور اگر چاہے تو سوائے اِس کے دوسرے کپڑے دے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیع میں اس قدر[2] لباس داخل ہوگا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہیں ہے اور اسی وجہ سے ثمن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کر کے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر اُس لباس میں کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہو گئے یا اُن میں کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی تو اپنا پورا ثمن اُس سے لے لے[3] گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدوں اُن کپڑوں کے باندی واپس کرنے کا اختیار ہے یہ تبیین میں مذکور ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدون کپڑوں کے واپس کرنا اُس صورت میں ہے کہ کپڑے تلف ہو گئے ہوں اور اگر باقی ہوں تو مع لباس واپس کرنا ضرور ہے اگر چہ لباس تبعاً حاصل ہوا تھا انتہی۔ ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک کنگن اور دو بالیاں پہنے ہوئے ہے اور زیور کی نسبت دونوں میں کچھ شرط واقع نہیں ہوئی ہے اور بائع اس کے دینے سے انکار کرتا ہے تو امام نے فرمایا کہ زیور میں سے کچھ بیع میں داخل نہ ہوگا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دے دیا تو وہ باندی کا ہوگا اور اگر اُس نے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اُس کو دیکھ رہا ہے تو یہ بمنزلہ دے دینے کے ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسا غلام کہ جس کے پاس مال ہے فروخت کیا اور فروخت کرنے میں مال کا کچھ ذکر نہ آیا تو اُس کا مال اُس کے مالک کا ہے جس نے اُس کو بیچا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر غلام کو مع اس کے مال کے فروخت کیا اور کہا کہ میں اُس کو مع اُس کے مال کے اتنے کو بیچتا ہوں اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مال کو بیان کیا مگر وہ لوگوں پر قرض ہے یا کچھ اُس میں سے قرض ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہے بشرطیکہ مال از قسم ثمن نہ ہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا

---

[1] قولہ داخل نہ ہوگی کیونکہ اس گاؤں کی زمین سرحد ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں گاؤں سرحد ہے اور گاؤں کا اطلاق لغتاً آبادی پر ہے ۱۲۔ [2] قال فی الاصل کسوۃ مثلہا الی مثل ہذہ جاریۃ فلما کان ذلک موھماترکت الی ماذکرت ۱۲۔ [3] قولہ لے لے گا یعنی کپڑے کے عوض کمی نہ ہوگی ۱۲۔

مال درہم ہوں اور ثمن بھی درہم ہیں پس اگر ثمن اُس سے زائد ہو تو بیع جائز ہے اور اگر اُس کے برابر یا اُس سے کم ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر غلام کا مال از قسم ثمن نہ ہو جیسے کہ غلام کا ثمن درہم ہوں اور اس کا مال دینار ہوں یا اُس کا الٹا ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اُس مجلس میں دونوں پر قبضہ ہو جائے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ میں لے لیا اور اُس کا حصہ ثمن ادا کر دیا تو بھی جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

گھوڑے کی بیع میں عذار[1] بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور ایسے ہی اونٹ کی بیع میں اُس کی مُہار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور گدھے کی بیع میں جو اُس کے پکڑنے کی رسی ہے داخل نہیں ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جائے اس لیے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قابو میں نہیں آتے ہیں اور گدھا ایسا نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو رسی کہ گدھے کی گردن میں بندھی ہوئی ہوتی ہے بوجہ رواج کے بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور اگر عرف اس کے برخلاف ہو تو داخل نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ایک گدھا کہ جس پر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اُس کے نیچے کی کملی بیع میں داخل ہو جائے گی اور اگر اُس پر پالان پڑا ہوا نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے کہ پالان داخل ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ایسے ہی ظہیریہ میں لکھا ہے اور اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہیں ہے جیسے غلام کے لباس میں کوئی لباس ہو کچھ معین نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام ابوبکر محمد ابن الفضلؒ نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوئے بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اور بائع پر اس کا استحقاق نہیں ہے اور امام ابوبکر نے گدھے پالان پڑے ہوئے کی اور نہ پڑے ہوئے کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور یہی قول ظاہر ہے اس واسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ با جامہ می فروشم یعنی مع پالان بیچتا ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے انتہی اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب میں نہیں آئی ہے اور مشائخ نے کہا کہ سزاوار یہ ہے کہ بدون تصریح کیے ہوئے زین بیع میں داخل نہ ہو مگر آنکہ دام بہت ہوں کہ ایسا گھوڑا ننگی پیٹھ اتنے داموں کو نہ خریدا جاتا ہو یہ عنایہ میں لکھا ہے اور گھوڑے وغیرہ کی لگام اور بیل کے سینگ میں جو رسی بندھی ہوئی ہے اور جھول بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے کیونکہ اُس کے دینے کا رواج نہیں ہے مگر جہاں کہیں اس کے دینے کا رواج ہو گا تو داخل ہو جائے گی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اونٹنی اور دیسی گھوڑی اور مادہ خر اور گائے اور بکری ان جانوروں کا بچا ان کے ساتھ بیع کی جگہ لایا جائے تو اُن بچوں کی اپنی ماں کے ساتھ ہونے کی حالت اُن کے ساتھ بکنے پر دلالت کرتی ہے پس بیع میں داخل ہو جائیں گے لیکن اگر رواج اس کے برخلاف ہو تو داخل نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُس کے پیٹ میں موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ میں تھا تو مشتری کا ہو گا اور اگر سیپ میں نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی کا شکار کر کے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دے گا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بمنزلہ لقطہ[2] کے ہو گا کہ ایک سال تک اُس کی اعلان[3] و تعریف کے بعد پھر صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک مچھلی کے پیٹ میں دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ میں موتی پایا تو موتی بائع کا ہو گا ☆

ہر شے کہ جو مچھلی کی غذا نہیں ہوتی ہے بائع کی ہو گی اور جو چیز کہ مچھلی کی غذا ہے وہ مشتری کی ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک

---

۱ عذار جس رسی میں اس کو باندھتے ہیں ۱۲۔ ۲ پڑا مال ۱۲۔ ۳ شناخت کرانا ۱۲۔

مچھلی خریدی اور اُس کے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی تو یہ مچھلی مشتری کی ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مچھلی کے پیٹ میں عنبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرغی خریدی اور اُس کے پیٹ میں موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور تجرید میں مذکور ہے کہ جو شے چڑیوں کے پوٹوں میں پائی جائے اگر اس قسم کی چیز ہے کہ اُس کو چڑیاں کھاتی ہیں تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے نہ ہو کہ جس کو چڑیاں کھاتی ہیں تو بائع کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک مچھلی کے پیٹ میں دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ میں موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اُس کے پیٹ میں سیپ پائی کہ جس میں گوشت تھا اور اس گوشت میں موتی تھا جس طرح کہ موتی سیپ میں ہوا کرتا ہے تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سیپیاں اس واسطے خریدیں کہ جو کچھ اس میں گوشت ہے اس کو کھائے پھر بعض سیپیوں کے گوشت میں موتی پایا تو وہ مشری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جو چیز تبعاً بیع میں داخل ہوتی ہے اُس کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور اسی واسطے قنیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک دار خریدا پھر اُس کی عمارت جاتی رہی تو ثمن میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر عمارت میں کسی کا حق ثابت ہوا تو مشتری دار کو اپنے حصہ ثمن سے لے گا اور بعض فقہا نے دونوں کا حکم برابر کیا ہے بخلاف بکریوں کی پشم کے کہ اُس کے مقابلہ میں بلا ذکر کرنے کے ثمن کا کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے[1] یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

باب ششم:

خیار شرط کے بیان میں

اس میں سات فصلیں ہیں

فصل اوّل:

جن صورتوں میں خیار شرط صحیح ہے اور جن صورتوں میں صحیح نہیں ہے اُن کے بیان میں

واضح ہو کہ جس عقد بیع میں خیار ہو وہ لازم نہیں ہوتا ہے اگر خیار مشتری کو ہو تو اُس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اور اگر بائع کا ہو تو اُس کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔ بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہے دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک ہی کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونوں کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ہمارے نزدیک خیار شرط بیع فسخ کرنے کے واسطے رکھا گیا ہے اور بیع کی اجازت کے واسطے نہیں رکھا گیا ہے پس جب کہ میعاد گزر جانے کی وجہ سے بیع فسخ کرنے کا وقت نہ رہے تو بیع تمام ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خیار شرط چند طرح پر ہے ایک وہ کہ بالاتفاق فاسد ہے جیسے کہا کہ میں خریدتا ہوں اس شرط پر کہ مجھے خیار ہے یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہے یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار ہے یہ سب فاسد ہیں اور ایک جو بالاتفاق جائز ہے اُس کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے کہ مجھے تین دن یا اُس سے کم خیار ہے اور ایک وہ کہ جس میں اختلاف ہے جیسے یوں کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہے تو یہ صورت امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔

پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد کے واسطے خیار شرط جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز

---

[1] اگر بیان کرے تو حصہ ہوگا ۱۲۔

ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور صحیح قول امام کا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار کی شرط کی یا ہمیشہ کے واسطے خیار کی شرط کی یہاں تک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن میں اجازت دے دی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر تین دن سے زائد کے واسطے خیار کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دے دی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیار ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا اس میں کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہے تو ان صورتوں میں عقد فاسد بدل کر جائز ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور بنابر قول امام ابو حنیفہؒ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتداءً اس عقد کا حکم ہے پس بعضوں نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہے پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بدل کر صحیح ہو جاتا ہے اور یہ مذاہب اہل عراق کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور نہر الفائق میں کہا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے انتہیٰ اور قوی یہ ہے کہ یہ عقد موقوف ہے پس اگر چوتھے دن میں سے کچھ بھی گزر ے گا تو اسی وقت عقد فاسد ہو جائے گا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ظہیر یہ اور ذخیرہ کے فوائد سے نقل کیا ہے کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام وغیرہ مشائخ ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے انتہیٰ اور اگر خیار میں کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیار تھا اُس نے بعد تین دن کے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بن کر جائز ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے۔

اگر کسی نے رمضان میں کوئی ایسی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُس کو بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں عقد فاسد ہے ☆

فتاویٰ میں ہے کہ اگر مشتری کے واسطے ماہ رمضان کے بعد دو دن کا خیار شرط کیا گیا اور خرید آخر روز ماہ رمضان میں واقع ہوئی تو خرید جائز ہے اور مشتری کے واسطے تین دن کا خیار ہو گا ایک دن رمضان کے مہینے کا اور دو دن اُس کے بعد کے اور اگر یہ کہہ دیا کہ اُس کو رمضان میں خیار نہیں ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے رمضان میں کوئی ایسی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُس کو بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہے تو امام اعظمؒ کے قول میں عقد فاسد ہے اور ایسے ہی اگر اس صورت میں اسی طرح پر خیار بائع کا ہو تو وہ بھی فاسد ہے اور اگر مشتری نے بائع سے یہ شرط کی کہ تجھ کو رمضان میں خیار نہیں ہے اور بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہے یا بائع نے مشتری سے ایسا ہی کہا تو سب اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا دس درہم کو بیچا پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ میرا تجھ پر کپڑا ہے یا دس درہم ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے نزدیک خیار میں شمار[1] ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور خیار شرط جیسا بیع جائز میں ثابت ہوتا ہے اسی طرح بیع فاسد میں ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ایک غلام بعوض ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے اس شرط پر فروخت کیا کہ اُس کو خیار ہے پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے غلام پر قبضہ کر لیا اور اُس کو آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے نہ نافذ ہونے کی راہ سے جائز ہے نہ موقوف[2] ہونے کی راہ سے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر تین روز تک ثمن نہ ادا کرے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی شرط بھی جائز ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ بالکل وقت نہ بیان کیا جیسے اس طرح کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر تو ثمن نہ ادا کرے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے یا وقت نامعلوم بیان کیا جیسے اس

---

[1] بائع نے اس کو جا کر کا اختیار دے دیا ۱۲۔ [2] یہ بھی نہ ہو گا کہ بیع موقوف رہے حتیٰ کہ شراب کو ساقط کرنے سے آئندہ جائز ہو جائے ۱۲۔

طرح شرط کی کہ اگر تو چند روز ثمن نہ ادا کرے گا تو میرے درمیان بیع نہیں ہے اور ان دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے اور اگر کوئی وقت معلوم بیان کیا تو اگر وقت تین دن یا تین دن سے کم ہے تو تینوں اماموں کے نزدیک عقد جائز ہے اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ بیع جائز[1] ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے تین دن کے درمیان ہی ثمن ادا کر دیا تو سب امام کہتے ہیں کہ بیع جائز ہو گی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے تین دن میں ثمن دینے سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا تو عتق نافذ ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ بیع بمنزلہ مشتری کے شرط خیار کر لینے کے ہے اور اگر تین دن گزر گئے اور اُس نے ثمن نہ ادا کیا تو صحیح یہ ہے کہ بیع فاسد ہو گی فسخ نہ ہو گی یہاں تک کہ اگر اُس نے تین دن کے بعد آزاد کیا تو اُس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری کو اس کی قیمت ادا کرنی لازم ہو گی اور اگر بائع کے قبضہ میں ہو تو مشتری کا آزاد کرنا نافذ نہ ہو گا یہ مسئلہ فتاویٰ قاضی خان کی فصل شروط مفسدہ میں مذکور ہے اور اگر کوئی غلام بیچا اور ثمن نقد لے لیا اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن واپس کرے تو دونوں کے درمیان بیع نہ ہو گی تو یہ شرط جائز ہے اور یہ بائع کے واسطے شرط خیار کے معنی میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

یہاں تک کہ اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو وہ اُس کے پاس قیمت ضمان[2] میں ہو گی اگر مشتری اُس کو آزاد کرے تو اُس کا عتق نافذ نہ ہو گا اور اگر بائع آزاد کرے تو اُس کا عتق نافذ ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور خیار کی شرط کرنا جس طرح بیع کے وقت جائز ہے اُسی طرح بعد بیع کے بھی جائز ہے یہاں تک کہ اگر بیع تمام ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے کہا یا بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا اسی معنی میں اور لفظ کہے تو موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائے گا اور اگر کوئی خیار فاسد ہو تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اُس کے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہ ہو گا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور اُس کو چند روز گزر گئے پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ تجھ کو میری طرف سے خیار ہے تو اس کو جب تک مجلس میں حاضر ہے خیار حاصل ہو گا اس واسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ تجھ کو اقالہ کر لینے کا اختیار ہے اور اگر کہا کہ تجھ کو تین دن تک کا اختیار ہے تو اُس کے کہنے کے موافق مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ جس بیع کا تو عقد کرے گا اس میں میں نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلے قول سے اُس کو اس بیع میں خیار حاصل نہ ہو گا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ مجھ کو بیع یا ثمن میں خیار حاصل ہے تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ مجھ کو خیار حاصل ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر رات تک یا ظہر کے وقت تک یا تین دن تک کے خیار کی شرط کی تو اُس کو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین روز تک خیار حاصل ہو گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہے جب تک وہ نہ گزرے خیار کی بھی انتہا نہیں ہو سکتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیار میں داخل نہ ہو گی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور یہ مسئلہ کتاب اصل میں اسی طرح مذکور ہے اور حسن ابن زیاد نے امام اعظمؒ سے اس کے برخلاف نقل کیا ہے یعنی کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ مجھ کو رات تک خیار حاصل ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو اس وقت سے غروب آفتاب تک خیار ہو گا اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ف ☆ مثلاً پہر دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہے خواہ دوں یا نہ دوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلی روایت کے موافق رات بھی خیار میں داخل ہے یعنی اُس وقت سے تمام رات اُس کو خیار حاصل ہے اور صاحبین کے نزدیک

---

[1] یہی امام ابو یوسف کا قول ہے ۱۲۔ [2] اگر مشتری کے پاس غلام تلف ہو تو ثمن نہیں بلکہ اس پر قیمت واجب ہو گی ۱۲۔

رات داخل نہیں صرف اُس کو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق جو ذخیرہ میں ہے امام اعظمؒ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے والا قوی روایۃً ما فی الاصل واللہ اعلم اگر تین دن کے واسطے خیار شرط کی پھر اس میں سے ایک یا دو دن گھٹا دے تو جس قدر ساقط کیا ساقط ہو جائے گا اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اُس نے ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اُس عرصہ میں اُس کو اختیار ہو گا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اُس سے خدمت لے تو جائز ہے اور ایسا کرنے سے اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر انگور کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ میں اُس کے پھل کھائے تو بیع جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر باپ یا اُس کے وصی نے نابالغ لڑکے کے مال میں سے کوئی چیز فروخت کی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہے پس اگر مدت خیار میں لڑکا بالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف کے قول میں بیع تمام ہو گئی اور خیار باطل ہو گیا اور امام محمدؒ نے ظاہر الروایت میں فرمایا ہے کہ خیار لڑکے کو حاصل ہو گا پس اگر مدت خیار میں اُس نے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائے گی اور اگر رد کیا تو باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

عمل خیار اور اُس کے حکم کے بیان میں

اگر خیار بائع کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو مبیع بالاتفاق اُس کے ملک سے نہیں نکلتی ہے اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے نکل جاتا ہے لیکن اُس کے ملک سے نکل کر امام اعظمؒ کے قول پر بائع ملک میں داخل نہیں ہوتا ہے اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر بائع اور مشتری دونوں کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی بیع اور ثمن میں مشتری اور بائع کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر خیار مشتری کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُس کی ملک سے نہیں نکلتا ہے اور مبیع بائع کی ملک سے بالاتفاق نکل جاتی ہے لیکن اُس کی ملک سے نکل کر امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتی ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اس قاعدہ پر جو مذکور ہوا کہ جس میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے چند مسئلوں کی بنا ہے از انجملہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شرط پر خریدا کہ اس کو تین دن تک خیار حاصل ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح فاسد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جائے گا اور اگر مدت خیار میں بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ[1] تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائے گا اور اگر ثیبہ تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک خیار باطل نہ ہوگا اور اس کو رَد کا اختیار باقی رہے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص بیع کو قبول کرنے والا شمار ہو گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

سب اماموں رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہ ہو اور وہ شخص اُس سے وطی کرے تو بیع کا اختیار کرنے والا شمار ہو گا ☆

امام اعظمؒ کے نزدیک رد کرنے کا اختیار ثیبہ میں اس وقت ہے کہ اس میں وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگرچہ ثیبہ ہو واپس کرنا جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہ ہو

[1] صورتیکہ غلام تاجر نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے زید کی باکرہ باندی سے نکاح کیا اور ہنوز زفاف نہ ہوا تھا کہ اس نے یہ باندی اپنے خیار شرط پر خریدی ۱۲۔

اور وہ شخص اُس سے وطی کرے تو بیع کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خواہ اُس کو وطی سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی باندی مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچہ جنے (یعنی کسی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُس کے پیٹ رہا پھر وضع حمل سے پہلے اُس کو مثلاً تین روز کے خیار پر خریدا اور وہ اس مدت میں مشتری سے بچہ جنی) تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی امّ ولد نہ ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہ ہونا اُس صورت میں ہے کہ وہ باندی بائع کے قبضہ میں ہو اور اگر مشتری کے قبضہ میں آ کر مدت خیار میں جنی تو خیار ساقط ہو جائے گا اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور باندی بالاتفاق اس کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے عیب دار[1] ہو گئی یہ کفایہ میں لکھا ہے۔

اگر خیار کی شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جنی تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک فقط خریدنے سے اُس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور اس کا خیار اپنے حال پر باقی رہے گا کہ جب اس نے قبول کر لیا اور اُس کی ام ولد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُس کی ام ولد ہو جائے گی اور اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اُس پر ثمن ادا کرنا لازم آئے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور از انجملہ جس کو خریدا ہے اگر وہ مشتری کا قرابت[2] دار ہو تو آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہو جاؤں تو وہ آزاد ہے پھر اُس نے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے پھر اُس نے ایک غلام بشرط خیار خریدا تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائے گا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کوئی باندی شرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ حیض استبراء[3] کے واسطے کفایت نہ کرے گا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت میں ہے کہ بعض حیض مدت خیار میں پایا جائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے بیع کو فسخ کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہیں ہے خواہ فسخ کرنا اور رد کرنا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر فسخ اور رد قبضہ سے پہلے ہو تو استحساناً بائع پر استبراء واجب نہیں ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ واجب ہو اور اگر فسخ و رد قبضہ کے بعد ہو تو استحساناً و قیاساً بائع پر استبراء واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس صورت میں اجماع ہے کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ فسخ ہو پس اگر فسخ قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر استبراء واجب نہ ہوگا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہوگا اور اگر خیار بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو فسخ کر دے تو استبراء واجب نہ ہوگا اور اگر اُس نے بیع کی اجازت دے دی تو مشتری پر بعد جواز بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا استبراء بالاجماع واجب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اُس کو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ مبیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر یا اُس کے بعد تلف ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فسخ ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فسخ نہ ہو گی اور مشتری کو ثمن دینا لازم ہوگا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر خیار بائع کے واسطے ہو پس اُس نے مبیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اُس کو بائع کے پاس ودیعت

---

[1] تو واپسی ممنوع ہو گی ۱۲۔ [2] قرابتی محرم جب کسی کی ملک میں آئے تو شرعاً اور فوراً آزاد ہو جاتا ہے ۱۲۔

[3] استبراء رحم کا پاک معلوم کرنا کہ نطفہ سے ہے کمافی النکاح ۱۲۔

رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہوگئی تو سب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت مبیع پر قبضہ کر لیا اور ثمن کا حال یہ تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا میعاد مقرر تھی اور مشتری کو مبیع میں خیار رویت یا خیار عیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اُس کو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہوگئی تو سب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اُس کو ثمن ادا کرنا واجب ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام نے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے کوئی اسباب خریدا اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر بائع نے اُس کو ثمن سے بری الذمہ کر دیا تو اُس کا خیار اپنے حال پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بلا عوض مبیع کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور مبیع بائع کو بلا ثمن واپس ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائے گا اور خیار باطل[1] ہو جائے گا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر بیع قطعی ہو اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ثمن اور کرنے سے بری ہو جائے تو سب اماموں کے نزدیک اُس کو اسباب واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے نہ خیار رویت کی وجہ سے نہ خیار عیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جائے اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو سب اماموں کے نزدیک اُس کو خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہے اگرچہ وہ ثمن سے بری ہو اور یہ ظاہر ہے اور اسی طرح خیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں واپس کر سکتا ہے اگرچہ ثمن سے بری ہوں اگر اس میں کچھ عیب پایا اور ثمن سے بری ہونے کے بعد واپس کرنے کا ارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اگر قبضہ کرنے کے بعد ہے تو واپس نہیں کر سکتا یہ نہایہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سور خریدا پھر قبضہ سے پہلے دونوں یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہو جائے گی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا اُس میں دونوں کے واسطے یا ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونوں یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہو جائے گی اور باطل نہ ہوگی اور اگر بیع میں بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر مشتری مسلمان ہوا تو بیع باطل نہ ہوگی اور خیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہے گا پس اگر بائع نے بیع فسخ کرنی چاہی تو شراب اُس کو واپس ہو جائے گی اور اگر بیع کی اجازت دینی چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہے اور اگر مشتری کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائے گی اور باطل نہ ہوگی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہ ہوگی اور مشتری کا خیار اپنے حال پر رہے گا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُس کی ہو جائے گی اور اگر فسخ کر دی تو بائع کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہے یہ نہایہ میں مذکور ہے۔

از انجملہ یہ ہے کہ ایک حلال[2] شخص نے ایک ہرن بشرط خیار خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس نے احرام باندھا اس حال میں کہ ہرن اُس کے ہاتھ میں تھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائے گی اور ہرن بائع کو واپس دیا جائے گا اور مشتری پر لینا لازم نہ ہوگا اور اگر خیار بائع کے واسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے خیار شرط کے ساتھ انگور کا شیرہ خریدا پھر اُس مدت خیار میں وہ شراب ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائے گی یہ نہایہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور وہ بیع فسخ کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک زوائد[3] بائع کو واپس دی

---

[1] قولہ باطل کیونکہ منفعت رد نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔ [2] قولہ حلال یعنی جو حج یا عمرہ کا احرام باندھے نہ ہو ۱۲۔ [3] مدت خیار میں اگر زیادت متصلہ یا منفصلہ پیدا ہوگئی اور مقصود بیان منفصلہ سے ہے ۱۲۔

جائیں گی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہوں گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بعوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کر دیا تو سب اماموں کے قول کے موافق اُس کا عتق نافذ ہو جائے گا اور بیع باطل ہو جائے گی اور اگر اُس نے باندی کو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور یہ آزاد کرنا اپنے خیار کو ساقط کرنا ہوگا اور بیع تمام ہو جائے گی اور اگر اُس نے ایک ہی کلام میں دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اُس کو باندی کی قیمت دینی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونوں میں سے کسی کو صحیح نہیں ہے اور ایسے مسئلہ میں اگر خیار مشتری کے واسطے فرض کیا جائے تو سب احکام برعکس ہو جائیں گے اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خیار غلام بیچنے والے کے واسطے ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ باندی آزاد نہ ہو جائے گی اور اگر وہ اس کی زوجہ ہے تو نکاح فاسد نہ ہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُس کو آزاد کر دیا تو اُس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا اور اس کے خیار کے ساقط کرنے میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ خریدار کو تین دن تک کا خیار ہے تو جب تک تین روز نہ گزر جائیں بائع کو ثمن طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے بشرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ کی زبانی سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک غلام بشرط خیار خریدے تو میں بائع پر غلام مشتری کو دے دینے کے واسطے جبر نہ کروں گا اور مشتری پر ثمن بائع کو دینے کے واسطے جبر کروں گا اور اگر مشتری نے ثمن دے دیا تو بائع پر غلام مشتری کو دے دینے کے واسطے جبر کروں گا اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دے دیا تو مشتری کو ثمن بائع کو دے دینے کے واسطے حکم دوں گا اور مشتری کو اس کا خیار باقی رہے گا اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مشتری نے ثمن ادا کر کے غلام پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے اُس کو روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہے لیکن بائع پر ثمن واپس کر دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ خیار شرط کی وجہ سے صفقہ تمام نہیں ہوتا ہے پس اگر خیار بائع کا ہو یا مشتری کا اور بیع ایک چیز ہو یا چند چیزیں ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض میں بیع قبول کرے اور بعض میں نہ قبول کرے خواہ مبیع قبضہ میں ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے ہاں تمام ہونے کے بعد اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس وقت صفقہ کی تفریق جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر خیار بیع کے واسطے ہو اور مبیع پر قبضہ کر لیا گیا ہو پھر بعض اُس کا تلف ہو جائے یا کوئی شخص اُس کو تلف کر دے تو امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کی اجازت دے دے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مبیع ایسی چیز ہے کہ جس میں ابعاض میں باہم تفاوت ہے پس بعض تلف ہوئے تو بیع ٹوٹ جائے گی اور بائع کو باقی میں اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیزیں یا گنتی کی ایسی چیزیں ہوں کہ جن میں تفاوت نہیں ہوتا ہے پھر بعض تلف ہو جائیں تو بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کو لازم کر دے اور اگر کسی تلف کرنے والے نے مبیع کو مشتری کے قبضہ میں تلف کر دیا تو قول امام ابوحنیفہ اور پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے یہ بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو لازم کرے اور ثمن لے لے اور امام ابو یوسفؒ کا اُس کے بعد دوسرا قول یہ ہوا کہ بائع کو اُس کا مشتری پر لازم کرنے کا بدون مشتری کی رضا کے اختیار نہیں ہے اور اگر دو غلام میں سے ایک اپنے بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو بلا رضامندی مشتری کے بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ باقی غلام مشتری کے ذمہ ڈالے۔ یہ حاوی میں لکھا ہے۔

تیسری فصل ☆

اِس بیان میں کہ کن وجہوں کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہے اور کن کے ساتھ نہیں ہوتا اور کن وجہوں سے فسخ ہو جاتی ہے اور کن وجہوں سے فسخ نہیں ہوتی ہے؟

جس شخص کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو فقہا کا اتفاق ہے کہ اُس کو مدت خیار کے اندر اختیار ہے چاہے بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کر دے پس اگر دوسرے کے بے حضور یعنی نادانستگی میں اُس نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

شرط خیار اگر بائع کے واسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدت خیار میں اُس نے کلام سے بیع کی اجازت دی کذا فی السراج الوہاج مثلاً یہ کہے کہ میں نے بیع کی اجازت دی یا میں بیع سے راضی ہوا یا میں نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور الفاظ مانند اس کے کہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اس کے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھا یا مجھے خوش آیا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے سے اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا بلکہ باقی رہے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار کے اندر بائع مر جائے تو اُس کی موت کی وجہ سے خیار باطل ہو جائے گا اور بیع نافذ ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار گذر جائے اور جس کو خیار حاصل ہے اُس کی طرف سے فسخ اور اجازت کچھ نہ پائی جائے تو بیع نافذ ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی طرح جواز و نفاذ ہو جاتا ہے جب کہ اُس پر بے ہوشی طاری ہو یا مجنون ہو جائے اور تینوں دن گزر جائیں اور اگر اُس کو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمدؒ طواویسی سے منقول ہے کہ وہ صاحب خیار نہ رہے گا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا شیخ نے فرمایا کہ کتاب الماذون میں یہ حکم صریح آیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بے ہوشی اور جنون خیار کو ساقط نہیں کرتے ہیں صرف مدت کا گذرنا بدون بیع یا فسخ اختیار کرنے کے خیار کو ساقط کرتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر سوتا رہے یہاں تک کہ مدت گزر جائے تو بھی خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر شراب کے نشہ سے بے ہوش ہوا تو اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور امام احمد طواویسی سے منقول ہے کہ اگر بھنگ کے نشے سے بے ہوش ہو تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر مدت خیار میں اُس کا نشہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اُس کو تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ خیار اُس کا باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مرتد ہو گیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام لایا تو بالاجماع اپنے خیار پر رہے گا اور اگر اس مدت میں مر گیا یا مرتد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالاتفاق اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر بعد مرتد ہونے کے خیار کی راہ سے اُس نے کوئی تصرف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کا تصرف موقوف[1] رہے گا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ بیع کے فسخ کی دو صورتیں ہیں یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ یوں کہے کہ میں نے فسخ کر دیا پھر بعد اس کے دیکھا جائے گا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو فسخ صحیح ہوگا اور قاضی کے حکم کرنے کی یا مشتری کے راضی ہونے کی کچھ احتیاج نہ ہوگی اور اگر مشتری آگاہ نہ ہو تو فسخ صحیح نہ ہوگا اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک موقوف رہے گا اور اس میں امام ابو یوسفؒ کا خلاف ہے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسفؒ کا خلاف کرنا صرف قول سے فسخ کرنے کی صورت میں ہے اور اگر فعل سے فسخ کرے تو بالاتفاق حکماً بیع فسخ ہو جائے گی خواہ مشتری غائب ہو یا حاضر اور حاضر ہونے

---

[1] قولہ موقوف یعنی ابھی تک توقف ہے کہ آئندہ وہ مسلمان ہو جائے گا یا قتل ہوگا ۱۲۔

سے مراد اُس کا آگاہ ہونا ہے اور غائب ہونے سے مراد اُس کا آگاہ نہ ہونا ہے پس اگر اُس نے مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں بیع فسخ کر دی پھر اُس کو مدت خیار کے اندر خبر پہنچی تو فسخ تمام ہو گیا کیونکہ مشتری آگاہ ہو گیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر پہنچی تو بیع تمام ہو جائے گی کیونکہ فسخ سے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہوا اور اسی طرح اگر بائع نے بعد فسخ کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے پھر بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور اُس کا فسخ کرنا باطل ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

فعل کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ بائع مدت خیار کے اندر مبیع میں مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اُس کو فروخت کر دے اور اسی طرح اگر ہبہ کر کے سپرد کر دے تو ہو جائے گی اور اگر ہبہ کر کے سپرد نہ کیا تو فسخ نہ ہو گی اگر رہن کر کے سپرد کر دیا تو بیع فسخ ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اجرت پر دے دیا تو بعض جگہ مذکور ہے کہ یہ بھی فسخ ہو گا اگرچہ اُس کو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو[1] اور اسی کو علمائے مشائخ نے لیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدت خیار کے اندر مبیع مشتری کو سپرد کر دی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہے تو اس کا خیار باطل نہ ہو گا اور مشتری مالک نہ ہو گا اور اگر مالک کر دینے کی راہ سے سپرد کی ہے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل ثمن میں کرتا تو بیع کی اجازت ہو جاتی تو مبیع میں ایسا فعل کرنے سے از روئے دلالت کے بیع فسخ ہو جائے گی یہ بدائع میں لکھا ہے ایک شخص نے کوئی غلام بعوض ثمن کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک خیار ہے پھر مدت خیار کے اندر بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا اُس کو ثمن سے بری کر دیا یا اُس ثمن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اس کو خریدنا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا سب صحیح ہے اور اُس کا خیار باطل ہو جائے گا کہ اس واسطے کہ جو ثمن ذمہ رکھا جائے وہ بمنزلۂ اسباب[2] کے ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بعوض اس ثمن کے جو اُسکے ذمہ ہے کوئی چیز چکائی تو بھی خیار باطل ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز اس ثمن کے عوض خریدی تو بائع کا خیار باطل ہو گا اور خرید صحیح نہ ہو گی اور اگر ثمن قرض تھا پھر مشتری نے اُس کو ادا کر دیا اور بائع نے اُس پر قبضہ کر کے کچھ تصرف کیا تو اُس کا خیار باطل نہ ہو گا اور اسی طرح اگر بیع مشتری کو سپرد کر دی تو بھی خیار باطل نہ ہو گا اور اگر خیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اُسکو ثمن سے بری کیا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اسکا بری کرنا صحیح نہیں[3] اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اگر مدت خیار کے گزرنے یا مدت کے اندر خیار ساقط کرنے سے دونوں کے درمیان بیع تمام ہو جائے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسے مسئلوں میں حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ثمن ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے تو جب بائع ثمن پر قبضہ کر کے بیع یا ہبہ کے طور پر تصرف کرے گا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہو گا اور اگر ثمن ایسی چیز ہے کہ جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہے جیسے درہم وغیرہ تو اُس میں اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کرے تو بیع کے تمام کرنے میں شمار نہ ہو گا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ ثمن کے عوض مشتری سے کوئی کپڑا خریدا یا مثلاً ثمن ہزار درہم تھے اُسکے بدلے سو دینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے میں شمار ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اُس کو دونوں میں خیار حاصل ہے اور مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک دونوں میں سے مر گیا یا اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو باقی کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر راضی ہو جائیں اس واسطے کہ جو بیع شرط خیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق میں منعقد نہیں ہوتی ہے پس جب دونوں میں سے ایک ہلاک ہو گیا تو باقی میں بیع کی

---

[1] قولہ نہ کیا یعنی اجارہ میں قبضہ دینا شرط نہیں جیسے ہبہ و رہن میں شرط ہے ۱۲۔ [2] بمنزلۂ اسباب کے معین ہوتا ہے تو ہبہ وغیرہ صحیح ہے ۱۲۔

[3] حاصل آنکہ متوقف رہے گا ۱۲۔

اجازت گویا ازسرنو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے دونوں غلاموں کی زندگی میں یہ کہا کہ میں نے اس خاص غلام کی بیع توڑ دی یا کہا کہ میں نے ان میں سے ایک کی بیع توڑ دی تو اُس کا اس طرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اس کو دونوں میں خیار باقی رہے گا اور اسی طرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ اُس کو تین دن تک خیار ہے پھر کہا کہ میں نے اس کے نصف میں بیع توڑ دی تو یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے انڈے یا گدر کھجوریں تین دن کے خیار شرط پر بیچیں پھر مدت خیار کے اندر انڈوں میں سے بچے نکلے یا کچی کھجوریں پختہ ہوگئیں تو بیع باطل ہو جائے گی اور اس مسئلہ میں اگر مشتری کا خیار فرض کیا جائے تو اس کا خیار باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اِسی صورت میں اگر خیار کسی کا نہ ہو تو بیع باقی رہے گی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تو زمین مشتری کے پاس قیمتی ضمانت[1] میں رہے گی اور اُس کو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے ثمن حاصل کرنے کے واسطے جو اُس نے بائع کو دیا ہے زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اُس کے بعد مشتری کو اس زمین میں ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت دی اور مشتری نے اُس میں کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس امانت[2] ہو جائے گی اور بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اختیار ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے ثمن پورا لینے کے واسطے کہ جو اُس کا بائع کے ذمہ چاہیے ہے زمین کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے زمین میں زراعت کی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اُجرت کے حساب سے اُس کو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اس زمین کے قبضہ میں لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرنے کے ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر قبضہ کرنے سے منع کرے یہاں تک کہ اپنا ثمن اُس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اُجرت ہوا کرتی ہے اس کے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت اُکھاڑ ڈالنے کو بھی بُرا جانا اور اس زمین کے مالک سے کھیتی کی ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے بشرطیکہ زمین[3] کے مالک نے اُس کو کھیتی کی اجازت کھیتی تیار ہونے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے تیار ہو کر کٹنے تک اپنی زمین میں کھیتی کو بلا اُجرت چھوڑ دے تو اُس پر ضمان لازم نہ آئے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک غلام بشرط خیار بیچا پھر بائع نے اُس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر گھر میں داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو پس تو آزاد ہے تو یہ کہنا بیع کے توڑنے میں شمار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام آزاد ہے یعنی یہ بھی بیع کا توڑنا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ منتقی میں مذکور ہے اور اس اخیر صورت کی نسبت ہشام اور بشر نے امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ جب مدت خیار کی بیع ٹوٹنے سے گزر جائے گی تو بیع واجب ہو جائے گی اور وہ دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر چکی کی بیع میں خیار کی شرط تھی پھر بائع اُس کو پیسنے کے کام میں لایا تو بیع فسخ ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے خیار میں چکی سے اس واسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس چکی سے کس قدر پیسا جا سکتا ہے تو اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا اور اگر اُس سے زیادہ پیسا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا۔ فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ پیسنا زیادتی میں شمار ہے اور اس سے کم کمی میں شمار ہے کہ اس سے خیار باطل نہیں ہوتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر مبیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہو جائے گی خواہ خیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری کو یا دونوں کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر خیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہو جائے گی اس لیے کہ بیع کی ایسی حالت ہوگئی کہ اس پر انشاء[3] عقد کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو عقد کی اجازت دینے کی گنجائش بھی نہ ہوگی پس بیع بالضرور فسخ ہو جائے گی پھر اگر وہ شئی مثلی نہیں

---

[1] اس کے ضائع ہونے پر قیمت دینا پڑے گی نہ ثمن ۱۲۔ [2] ضمانت سے نکل جائے گی ۱۲۔ [3] قولہ انشاء یعنی ازسرنو اس پر عقد کرنا غیر ممکن ہے ۱۲۔

ہے تو مشتری کو قیمت دینی لازم آئے گی اور اگر مثلی ہے تو اُس کا مثل واجب ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہ ہوگی لیکن خیار باطل ہو جائے گا اور بیع لازم ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اس کو خیار حاصل ہے اور وہ باندی مشتری کو دے دی پھر مدت خیار کے اندر مشتری نے اُس کو آزاد کر دیا یا کسی سے اُس کا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا اور اُس کا نکاح کر دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے شخص سے اُس کا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اُس سے وطی کر لی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اُس باندی میں سو درہم کا نقصان آ گیا ہے اور اس وطی کا مہر سو درہم ہیں تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کے شوہر کا دامن گیر ہو کر پورا مہر لے لے اور شوہر اس کو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامن گیر ہو کر وطی کا نقصان لے یعنی سو درہم لے اور پھر مشتری اس سو درہم کو جو اُس نے ضمان میں دیے ہیں اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہیں دی اور باندی بائع کے قبضہ میں تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیا اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے شیبہ ہونے کی وجہ سے وطی سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو نکاح فاسد ہے اگر مشتری اُس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائے گا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ ہوگا اس واسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فرج اُس کی مشتری کے واسطے حلال نہیں ہوئی اور اگر مشتری اُس کے نکاح کو فسخ کر دے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اُس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھرنے کا اختیار نہیں ہے اس جہت سے وطی سے اُس میں نقصان نہیں آیا اور اگر وطی زنا سے واقع ہو تو عیب میں شمار ہوگی کہ جس کے سبب سے اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی غلام ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے بعوض درہموں کے سو دینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہے کہ اُس کے دینار واپس کرے ☆

کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اُس کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے چند درہم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا خیار توڑ کر بیع پوری کر دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ زیادتی ثمن میں زیادتی لگائی جائے گی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور بائع نے خیار توڑ دینے پر اس طرح صلح کی کہ میں ثمن سے اس قدر کم کر دوں گا یا یہ اسباب خاص بیع میں بڑھا دوں گا تو یہ بھی بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی غلام ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے بعوض درہموں کے سو دینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہے کہ اُس کے دینار واپس کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان میں دن کے خیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر میں چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائیں اور بیع واجب ہو جائے تو ایسی صورت میں کیا منادی بھیجا جائے گا امام نے فرمایا کہ ہاں میں اُس کی طرف منادی بھیجوں گا پس اگر وہ ظاہر ہو گیا تو بہتر ورنہ اُس کا خیار باطل کر دوں گا مگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہو جائے پھر میں نے کہا کہ اگر خصم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہیں بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ خیار باطل کر دو تو امام نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کروں گا پھر میں نے کہا کہ اگر خصم بیان کرے کہ میں نے منادی کی

اوراشہاد کیا پھر وہ مجھ سے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی[1] کرو۔ تو امام نے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ مجھے جس سے جھگڑا ہے میں نے اُس کی تین دن تک منادی کی کہ میں ہر روز اُس کے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھ سے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو میں نے خیار باطل کر دیا پھر اگر اس کے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُس نے انکار کیا تو میں مدعی سے خیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کروں گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک چیز تین دن کے خیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع کے دروازہ پر گیا تا کہ بیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے خصم قائم کرنے اُس کو بیع پھیر دی جائے تو فقہا نے اس باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی خصم قائم کرے گا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُس کی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خریدا اور پوشیدہ ہو جانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو اُس نے اپنی رعایت خود ترک کر دی پس اُس کی رعایت نہ کی جائے گی پس اگر قاضی نے کوئی خصم قرار نہ دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخوست کی تو امام محمدؒ سے اس باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ قاضی اس درخواست کو قبول کر کے بائع کے دروازہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جا کر پکارے کہ قاضی کہتا ہے کہ فلاں خصم تیرا تجھ پر بیع واپس کرنا چاہتا ہے پس اگر تو حاضر ہو تو بہتر ورنہ میں بیع توڑ دوں گا پس قاضی بدوں منادی کے بیع نہ توڑے گا اور دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کرے گا پس امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیے تو اُنہوں نے کہا کہ مشتری کو یہ چاہیے کہ جب اُس کو بائع کے غائب ہو جانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی ثقہ وکیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے تا کہ اگر بائع چھپ جائے تو وکیل کو واپس کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایسی چیز کو جو جلد بگڑ جاتی ہے بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہو گیا تو بائع کو اختیار ہو گا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے ☆

اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہے اس شرط پر کہ تین دن تک کا خیار ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جائے اور استحسان کی رو سے مشتری سے کہا جائے گا کہ یا بیع کو فسخ کرے یا مبیع کو لے لے اور تجھ پر کوئی ثمن واجب نہ ہو گا تاوقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس بگڑ جائے اور یہ اس واسطے کہ دونوں طرف کا ضرر دفع ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایسی چیز کو کہ جلد بگڑ جاتی ہے مبیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہو گیا تو بائع کو اختیار ہو گا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے مشتری کو اُس کا خریدنا حلال ہے اگر چہ وہ اس کے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر بائع یا مشتری کسی کو خیار حاصل تھا اُس نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر میں آج ایسا نہ کروں تو میرا خیار باطل ہے تو اُس کا خیار باطل نہ ہو گا اور اگر ایسی شرط خیار عیب میں لگائی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنا خیار کل آئندہ میں باطل کر دیا یا کہا کہ میں نے اپنا خیار باطل کر دیا جس وقت کل کا روز آئے گا پس کل کا دن آیا تو منتقی میں مذکور ہے کہ اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہیں ہے کیونکہ یہ وقت لامحالہ[2] آئے گا بخلاف پہلی صورت کے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک باندی بعوض ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی میں خیار حاصل ہے تو غلام کا ہبہ کرنا یا نخاس میں پیش کرنا بیع کی اجازت میں شمار ہو گا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا اصح قول کے موافق بیع کی فسخ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک

---

[1] کچھ لوگ گواہ کر دو کہ اس شخص نے مدعا علیہ کو تلاش کیا اور منادی کرائی کہ جس کو گواہوں نے دیکھا ہے ۱۲۔ [2] کل کا روز ضرور ہو گا ۱۲۔

شخص نے ایک باندی بشرط خیار مول لی پھر اس کے سوا دوسری باندی بائع کو واپس دے کر کہا کہ یہ وہی ہے جو میں نے تجھ سے خریدی تھی تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور بائع کو جائز ہے کہ اس کو اپنی ملکیت میں لے اور اس سے وطی کرے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرۂ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہو گیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو منتقیٰ میں ذکر کر کے کہا کہ مشتری شیرۂ انگور کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور اسی طرح امام محمدؒ سے مروی ہے۔ حاکم ابو الفضل کہتے ہیں کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ بائع اپنے خیار پر باقی رہے گا اور اگر وہ تین روز گزرنے تک خاموش رہے تو مشتری کو مبیع لازم ہو گی پھر اُس بنا پر کہ جو بشرؒ نے روایت کی ہے کہ بیع ٹوٹ جائے گی فرمایا کہ اگر اُن دونوں نے باہم جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی پھر بائع نے اپنے خیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہے اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہونا اعتبار نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

منتقیٰ میں مذکور ہے کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر اُس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع توڑنے میں شمار نہ ہوگا مگر اُس صورت میں بیع ٹوٹ جائے گی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہو جائے اور بعد قرض ہو جانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے خیار شرط پر فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر اُس کو مشتری کے پاس سے غصب کر لیا تو یہ کام بیع کے فسخ اور خیار کے باطل کرنے میں شمار نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ کی چھبیسویں فصل میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو خیار حاصل ہے فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کر ڈالا اور غلام بھی مر گیا اور مشتری نے اُس کی قیمت بائع کو دے دی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لیں گے اور بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے اُس کے مثل لے لے اور یہ صورت بمنزلہ غصب کے ہے۔ کسی نے ایک غلام خیار کی شرط پر بیچا اور غلام اُس کے قبضہ میں ہے پھر تین دن کے اندر کہا کہ میں نے بیع کو فسخ کر دیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع استحساناً جائز ہے اور اگر ایسی صورت میں بائع نے بیع میں کچھ نقصان پیدا کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو اسی طرح لے لوں گا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بائع اُس کو سپرد کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مبیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کر دیا اور خیار بائع کا تھا تو بیع فسخ نہ ہو گی اور بائع کا خیار باقی رہے گا خواہ مبیع مشتری کے قبضہ میں ہو یا بائع کے قبضہ میں ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامن گیر ہو کر ضمان لے لے[1] اور اسی طرح اگر بیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے بیع کو فسخ کر دے اور مشتری سے ضمان لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے کر ثمن لے لے اور اگر بیع میں بائع کے پاس کچھ عیب آ گیا تو یہ عیب اگر آسمانی آفت سے یا خود بیع کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہ ہو گی اور بائع کو خیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو بیع پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے کیونکہ بیع قبضہ سے پہلے متغیر ہو گئی اور اگر اس صورت میں بائع کے فعل سے عیب آ گیا ہو تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آ گیا تو بیع باطل نہ ہو گی اور بائع اپنے خیار پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر کے عیب پیدا کرنے والے کا دامن گیر ہو کر جُرمانہ لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے کر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے جُرمانہ لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہ ہو گی اور بائع کو خیار رہے گا کہ اگر چاہے تو فسخ کر کے مشتری سے قیمت لے اور اگر چاہے تو اجازت دے کر اُس سے ثمن حاصل کرے اور اسی

---

[1] ورنہ اجازت دے کر مشتری سے ثمن لے بشرطیکہ اس کے قبضہ میں ہو۱۲۔

طرح اگر مبیع مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی یا مشتری کے فعل یا آسمانی آفت سے عیب دار ہوگئی تو بھی بائع اپنے خیار پر رہے گا اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے ورنہ چاہے تو فسخ کر دے پس اگر اُس نے اجازت دی تو مشتری سے پورا ثمن لے لے گا اور مشتری اجنبی سے جرمانہ لے گا اگر عیب اُس کے فعل سے ہوا ہو اور اگر بائع نے بیع فسخ کر دی تو عیب اگر فعل مشتری یا آفت آسمانی سے ہوا تو بائع اُس عیب دار مبیع اور جرمانہ کو مشتری سے لے گا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے لیکن مشتری جو جرمانہ دے گا وہ اجنبی سے واپس لے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ میں وطی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی ☆

ابو سلیمان نے امام ابو یوسفؒ سے امالی میں روایت کی ہے کہ اگر مبیع بائع کے قبضہ میں کوئی جرم کرے اور خیار بائع کا ہو تو اگر بائع بیع کو توڑے پس بائع یا بیع کو دے گا یا اُس کا فدیہ دے گا اگر اُس نے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یہاں تک کہ مدت گزر گئی اور مشتری نے اُس کو قبول کیا اور اُس کے عیب جرم پر راضی ہو گیا تو مشتری جرم میں یا بیع کو دے گا یا اُس کا فدیہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر مشتری مر گیا اور بائع نے بیع کی اجازت دے دی تو بیٹا آزاد ہو جائے گا اور اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مکاتب یا ماذون نے کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار میں مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا یا ماذون اپنی اجازت سے مجور[1] کیا گیا تو بیع لازم ہو جائے گی اور بالاتفاق خیار باطل ہو جائے گا یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر بائع نے مدت خیار میں اُس کے پشم کاٹ لیے تو یہ بیع توڑنے میں شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ میں وطی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اس باندی نے بائع یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل کیا یا اُس کے کچھ اولاد ہوئی تو یہ زوائد اصل کے ساتھ ملا دیے جائیں گے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہوں گے اور اگر فسخ ہو جائے تو بائع کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو اس بیع کا نافذ ہونا اُن تین صورتوں کے ساتھ جو مذکور ہوئیں اور اُن کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری بیع میں مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ ہر فعل کی مشتری نے اپنے شرط خیار کے ساتھ مبیع میں کیا اگر وہ فعل ایسا ہے کہ مشتری امتحان کے واسطے اُس کے کرنے کا محتاج تھا اور کسی حال میں اُس فعل کا کرنا ایسی چیز میں جو ملک نہیں ہے حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل نہیں ہے اور اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا مگر غیر ملک میں وہ فعل کسی حال میں جائز نہیں ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی غلام کی خرید میں اگر خیار مشتری کا تھا اور اُس نے اُس کو فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب یا رہن کیا یا اُس کو ہبہ کیا خواہ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اس کو اُجرت پر دیا تو یہ سب باتیں مشتری کی طرف سے اجازت بیع میں شمار ہوں گی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک میں ہوتے ہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

یہی حکم ہے اگر غلام میں سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ وطی کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت میں شمار ہے۔ لیکن بدون شہوت کے چھونا اور

---

[1] مجور جو تصرف سے شرعاً منع کیا گیا ہو ۱۲۔

اُس کی فرج کی طرف دیکھنا اجازت میں شمار نہ ہوگا۔ بدائع میں لکھا ہے اور اگر باقی اعضاء کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ امتحان میں اس کی ضرورت ہے بخلاف بائع کے کہ اگر اُس نے بلا شہوت کے باقی اعضاء کو چھوایا اُس کی فرج کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اُس کے باقی اعضاء کی طرف دیکھا تو اُس کا خیار ساقط ہو جانا واجب ہے کیونکہ اُس کو اُس کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور یہ بدوں ملک کے حلال نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور شہوت کی تعریف معتبر یہ ہے کہ اُس کے آلۂ تناسل کی انتشار ہو یا اُس کا انتشار بڑھ جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے اُس کا بوسہ لیا یا اُس کو چھوایا اُس کی فرج دیکھی پھر اُس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر رکھا جائے گا اسی طرح امام محمدؒ سے منتقی میں روایت ہے۔ پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو چھوئے یا اُس کی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اُس کا قول معتبر ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطی واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب میں کہتے تھے کہ حرمت مصاہرہ کا فتویٰ دیا جائے گا تاوقتیکہ اُس کا بلا شہوت ہونا ثابت نہ ہو اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کے باب میں کہتے تھے کہ ایسا فتویٰ نہ دیا جائے گا تاوقتیکہ اُس کا شہوت سے ہونا ظاہر نہ ہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ اس مسئلہ میں مشتری نے اگر اس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اُس کا قول قبول نہ کیا جائے گا اور اُس کا خیار ساقط ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے اُس کا بوسہ لیا اور کہا کہ بدوں شہوت کے تھا پس اگر منہ میں لیا ہے تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر باقی بدن میں لیا ہے تو اس کا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے صدر الشہید نے کتاب البیوع میں لکھا ہے کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کو بوسہ لیا یا اُس کو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اُس نے شہوت سے کیے ہیں پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کاموں کے کرنے کا قابو دے دیا تھا تو بالاتفاق اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قابو نہ دیا اور وہ اس کو مکروہ جانتا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہیں ہوتا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت میں باندی نے اُس سے جماع کر لیا کہ اپنی فرج میں اُس کا عضو تناسل داخل کر لیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر[1] پر بلایا تو اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کا نکاح کر دیا ہو لیکن اگر اس کا شوہر اُس سے وطی کر لے تو خیار باطل ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اُس کے قبضہ میں ہو اور اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے جو دور نہیں ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائے گی اور خیار باطل ہو جائے گا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہو یا نہ ہو یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہے جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنے کا اختیار رہے گا اور فسخ اُسی صوت میں کر سکتا ہے کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جائے تو فسخ کا اختیار نہ ہوگا اور بیع لازم ہو جائے گی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر غلام بیمار ہوا اور خیار مشتری کا تھا پھر اُس نے بائع سے ملاقات کر کے کہا کہ میں نے بیع توڑ دی اور غلام تجھ کو واپس دیا اور بائع نے قبول نہ

---

[1] فقط زبان سے بلایا کوئی حرکت نہیں کی ۱۲۔

کیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مریض ہی رہا تو مشتری کو لینا لازم ہے اور اگر مدت خیار میں اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اُس گفتگو کی وجہ سے جو بائع سے رد کے باب میں کر چکا ہے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر مبیع میں کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شے سے پیدا ہوئی ہے اور اُسی کے ساتھ متصل ہے جیسے کہ موٹا ہونا یا مرض سے اچھا ہو جانا یا آنکھ سے جالا جاتا رہنا تو ایسی زیادتی کی وجہ سے بیع واپس نہیں ہو سکتی اور فسخ بیع نہیں ہو سکتی یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

جو زیادتی کہ اصل سے پیدا ہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالا تفاق رد کی مانع نہیں ☆

اگر ایسی زیادتی ہے کہ جو اصل سے متصل ہے مگر اس سے پیدا نہیں ہے جیسے کپڑے کا رنگ اور سلائی اور ستوؤں کے ساتھ مسکہ اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالا تفاق واپس کرنے کی مانع ہے اور اسی طرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اُس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دودھ اور اون یا شبہہ سے وطی کا مہر وارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنے کی مانع ہیں یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا نہ ہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالا تفاق رد کی مانع نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالا تفاق زیادتی مع اصل اُسی کی ہے اور اگر فسخ بیع کو اختیار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی مع اصل واپس کرلے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیع چوپایہ ہے اور خیار مشتری کا ہے اور وہ اُس پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُس کی چال اور قوت دریافت کرے یا مبیع کپڑا ہے اور اُس کو اس غرض سے پہنا کہ اُس کی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اُس کا حال معلوم کرنے کے واسطے اُس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہے گا اور اگر چال اور قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بیع پر راضی ہونے میں شمار ہوگا اور اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اگر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

خدمت لینے سے خیار باقی رہنا اُس وقت ہے کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے زائد خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لپیٹا تو اُس کا خیار باطل ہو گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر جانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُس کو پانی پلا دے یا اُس کے لیے چارہ لادے یا یہ کہ اُس کو بائع کو واپس کر دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ اجازت بیع میں شمار ہو لیکن استحساناً اجازت نہ ہوگی اور خیار باقی رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ بعض فقہا نے کہا کہ خیار باقی رہنا اُسی وقت ہے کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ لانا بدون اُس پر سوار ہوئے ممکن نہ ہو اور اگر بلا سواری ممکن ہو تو خیار باطل ہو جائے گا اور اُسی طرح چارہ لادنے کے واسطے سوار ہونا یعنی اگر چارہ ایک گٹھڑی میں ہو تو اُس کا بوجھ ایک طرف ہوگا پس اگر دوسری طرف بوجھ دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہ ہوگا اور اگر دونوں طرف دو گٹھڑیاں ہیں اور خود سوار ہوا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ مسئلہ سیر کبیر میں لکھا ہے۔ کذا فی محیط السرخسی اور اگر باندی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر یہ خدمت پہلی قسم کی خدمت میں سے ہے تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہے اور اگر دوسری قسم میں سے ہے تو اختیار کرنا نہیں ہے اور خدمت لینے میں زبردستی کرنا اوّل ہی مرتبہ میں بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہوگا اور امام محمدؒ نے خدمت لینے کی صورت کتاب الاجارات میں اس طرح بیان کی ہے کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کوٹھے پر لے جایا اوپر سے نیچے اُتار لایا میرے سامنے یہ کام چالاکی سے کرنا میرے پاؤں داب بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا کھانا یا روٹی پکانے کا حکم دیا بشرطیکہ تھوڑا کام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی پکانے کا حکم دیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑے پر اُس کی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اُس پر دوبارہ سوار ہوا پس اگر دوبارہ اُس کی دوسری طرح سے چال معلوم

کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اس واسطے سوار ہوا کہ اُس کا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اُس کی چوکڑی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو اُس کا خیار باقی رہے گا اور کپڑے کو اگر ایک بار لسبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا تو خیار جاتا رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر زمین مع کھیتی کے مول لی پھر کھیتی کو پانی دیا یا اس میں سے کچھ چنا یا اُس کو کاٹا یا اُس کو فروخت کرنے کے واسطے پیش کیا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر اندازہ کرنے کے واسطے پیش کیا ہو تو باطل نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر زمین کے اندر خرمے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا اُن میں پھل آنے کا نر مادہ دیا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ زمین میں کھیتی بونا یا اُس کو کھیتی کے واسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو فسخ بیع میں شمار ہے اور اگر نہر عاریۃً تھی اور اُس سے سینچا جیسے کہ پہلے پانی دیتا تھا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اسی طرح اگر اُس کو مستعار دیا یا اُجرت پر دے دیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا خواہ اُس سے مانگنے والے نے سینچا ہو یا نہ سینچا ہو یہ تاتارخانیہ میں فتاویٰ عتابیہ سے منقول ہے اور نہر اُگارنا اور کنواں پاٹنا اُس کے خیار کو ساقط کرتا ہے اور اگر کنواں گر گیا پھر اُس کو بنا دیا تو دوبارہ اُس کا خیار لوٹ نہ آئے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر میں سے اپنے چوپایوں کو پانی پلایا یا خود پیا تو اُس کا خیار نہ جائے گا کیونکہ یہ مباح ہے اور اگر اس زمین کی نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہونے میں شمار ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اُس کی نادانستگی میں پانی دے دیا ہو اور اگر مشتری کی بکریاں گھاس چر گئیں تو اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اگر دوسرے لوگوں کی بکریاں چر گئیں تو حکم اس کے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنواں یا[1] نہر خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوئیں میں بکری گر کر مر گئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہو جاتا ہے اس میں جا پڑی تو اُس کو تمام[2] پانی نکالنے سے پہلے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر مدت خیار کے اندر تمام پانی نکال ڈالا یہاں تک کہ پانی پاک ہو گیا تو اس صورت کو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے اس باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ وہ رد کر سکتا ہے اس لیے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُس کا کچھ اثر باقی نہیں ہے تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اس پر قیاس ہے کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بخار آنے لگے پھر اسی مدت میں جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے اپنے اُستاد ابوبکر بلخی سے نقل کیا ہے کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُس کو رد کا اختیار نہ ہوگا اس لیے کہ اُس میں ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ عرفاً اگرچہ وہ پاک ہے مگر بعض علماء کے نزدیک پاک نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر اپنے پینے یا وضو کرنے یا چوپایوں کو پلانے کے واسطے کنوئیں سے اس غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کا محتاج ہے اور اگر کھیتی سینچنے کے واسطے پانی نکال کر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہو گیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے اس کی احتیاج نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر چوپایہ کے کھر کاٹے یا بعض رگ اُس کی لی تو خیار باطل نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر اُس کی رگ گردن میں نشتر لگایا یا ٹھوڑی کے نیچے نشتر مارا یا بیطاروں[3] کا نشتر مارا تو یہ رضامندی میں شمار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اُس پر چارہ لادا تو خیار جاتا رہے گا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر اُس پر اُسی کا چارہ لادا تو خیار نہ جائے گا اور اگر اُس کے اور بھی چوپائے ہیں کہ اُن سب کا چارہ اس چوپایہ پر لادتا تھا تو یہ رضا میں شمار ہے

---

[1] نہر کی صورت میں مسئلہ فرض کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ اوچھی نہیں جاتی اور شاید اس کے لائق طہارت مراد ہو ۱۲۔ [2] مراد یہ کہ جس قدر سے پاکی کا حکم موافق مفتی بہ کے دیا جاتا ہے ۱۲۔ [3] بیطار چارپاؤں کے علاج کرنے والے ۱۲۔

یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک گائے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اُس کو خیار ہے پھر اس کا دودھ دوہا تو خیار جاتا رہے گا یہ فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور قدوری میں لکھا ہے اگر مشتری خود مکان میں نہیں رہا یا دوسرے کو کرایہ پر یا بلا کرایہ اُس میں بسایا اُس کی کچھ مرمت کی اُس میں کوئی عمارت بنائی یا اُس پر گچ کی یا کہگل لگائی یا اُس میں سے کچھ گرا دیا تو یہ سب بیع کے تمام کرنے میں شمار ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی کے بدون کرائے اُس کی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی گھر کہ جس میں وہ خود رہتا ہے بشرط خیار خریدا اور برابر اُس میں رہتا رہا تو خیار باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اُس گھر میں کوئی شخص اُجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اُس کی رضامندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضا میں شمار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اُس کو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کتابیں خریدیں اور خیار کی شرط کی اور ان کتابوں سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہ ہوگا اگرچہ اوراق اُلٹ دیے ہوں اور کتابوں سے پڑھنے میں خیار باطل ہوتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ نقل لینے سے خیار جاتا رہتا ہے اور کتاب میں پڑھنے سے نہیں جاتا ہے تو اُس کی بھی وجہ ہے اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی حکم لیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

اگر بشرط خیار خریدے ہوئے غلام کے پچھنے لگائے یا اُس کو دوا پلائی یا اُس کا سر منڈوایا تو یہ رضا میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امامؒ سے یہ روایت ہے کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش دے تو یہ رضا میں شمار نہ ہوگا لیکن اگر اس سے دوا مقصود ہے تو رضا میں شمار ہے اسی طرح چونے کے لیپ کرنے کا یہی حکم ہے کہ خیار ساقط نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اس کے ساتھ دوا کرنا مقصود ہو ایسے ہی سر یا داڑھی دھونے کا حکم کرنا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے پچھنے لگائے تو یہ رضا میں شمار ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا اور اُس کو دیکھا کہ سر میں باجرت پچھنے لگاتا ہے اور دیکھ کر چپ رہا تو یہ رضا میں شمار ہوگا اور اگر بلا اُجرت پچھنے لگاتے دیکھا تو رضا میں شمار نہ ہوگا کیونکہ یہ مثل استخدام[1] کے ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ کہتا کہ میرے پچھنے لگا دے پھر وہ پچھنے لگا دیتا تو رضا میں شمار نہ ہوتا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ ایک باندی خریدی اور اُس کو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دودھ پلا دے تو یہ رضا میں شمار نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اُس کو کنگھی کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضا میں شمار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اُس کو قبضہ میں لے لیا یا اُس کا ثمن ادا کر دیا تو اس فعل سے اُس کا خیار باطل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار شرط پر مول لیا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر غلام کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسی نے خود کمایا پھر غلام نے مشتری کی دانستگی میں اُس کی بلا اجازت یا اُس کی دانستگی میں اُس مال کو ضائع کر دیا تو مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھوکرا تھا اس غلام کو ہبہ کیا گیا اور غلام نے اس پر قبضہ کر لیا تو مشتری کا بیٹا آزاد ہو جائے گا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق میں باطل نہ ہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی ام ولد ہبہ میں ملی اور اُس پر غلام نے قبضہ کر لیا تو مشتری کا خیار غلام میں باطل ہو گیا اور امام نے فرمایا کہ بیٹا ام ولد کے مشابہ نہیں ہے

---

[1] استخدام خدمت لینا تا کہ اس کا حال ظاہر ہو ۱۲۔

اس جہت سے کہ ام ولد بعد ہبہ کے بھی بحکم خیار اُس کی ملک میں باقی رہتی ہے اور بیٹا باقی نہیں رہتا ہے اور اگر مشتری نے وہ چیز جو غلام کو ہبہ کی گئی تھی تلف کر دی تو اُس کا خیار غلام میں باطل ہو جائے گا اور ابن سماعہ نے یہ مسئلہ امام محمدؒ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی غلام تین دن کے خیار شرط پر خریدا اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا اور امامؒ کے نزدیک باطل نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں آئی ہیں اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک خیار باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر اُس کے پہلو میں دوسرا گھر بکتا تھا اُس کو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی راہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہیں ہے صرف طلب کرنے سے باطل ہو جائے گا خواہ اُس کے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ نہر الفائق میں مذکور ہے اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت خیار میں ثمن کے عوض اُس کو بائع کے پاس رہن کر دیا تو جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کوئی مرغی خریدی کہ جس نے مدت خیار کے اندر انڈے دیئے تو خیار ساقط ہو جائے گا مگر اُس صورت میں ساقط نہ ہوگا کہ انڈے گندے ہوں اور اگر کوئی جانور خریدا جس نے بچہ دیا تو خیار ساقط ہو جائے گا مگر اُس صورت میں ساقط نہ ہوگا کہ بچہ مردہ ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز میں خیار حاصل ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دے دی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی ☆

منبع میں یوں لکھا ہے کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ میں کوئی مردہ بچہ جنی پس اگر جننے سے اُس میں کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار باقی رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیع تمام نہیں ہوتی ہے تاوقتیکہ دونوں کی اجازت نہ ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز میں خیار حاصل ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دے دی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز منتقی میں ماہور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر دونوں نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا آزاد کرنا اُس چیز میں جس کا وہ مالک تھا جائز ہو جائے گا ف واضح ہو کہ جب دونوں کا خیار ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سب کے نزدیک غلام فروخت کرنے والے کا آزاد کرنا غلام کے حق میں اور باندی بیچنے والے کا عتق باندی کے حق میں نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں کو خیار حاصل ہے پھر بائع نے مشتری کے حضور میں کہا کہ میں نے بیع کی اجازت دے دی اور اس کے بعد مشتری نے بائع کے حضور میں کہا کہ میں نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ ہو جائے گی پس اگر مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے تین دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ثمن لازم آئے گا اس جہت سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری کا خیار رہ گیا تھا اور اگر اس غلام میں کوئی عیب اس گفتگو سے پہلے یا اُس کے بعد پیدا ہو گیا تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر ثمن لازم آئے گا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے فسخ کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی پھر غلام مر گیا تو

مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر بعد اس گفتگو کے اُس غلام میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع فسخ ہے اور مبیع کو واپس کرے اور اُس کے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہے وہ بھی دے اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے غلام میں کوئی عیب آ گیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع مشتری پر لازم ہے اور اُس کو ثمن دینا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر خیار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونوں نے بیع توڑ دی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو مشتری پر یا ثمن واجب ہوگا اگر خیار مشتری کا ہو یا قیمت لازم آئے گی اگر خیار بائع کا ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونوں کو خیار ہے اور ایک شخص دونوں میں سے صریحاً یا دلالۃً بیع پر راضی ہو گیا تو دوسرا اس کو رد نہیں کر سکتا ہے بلکہ امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رد کر سکتا ہے اور اسی طرح کا اختلاف خیار رویت اور خیار عیب میں بھی ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام دو شخصوں سے ایک ہی صفقہ میں اس شرط پر خریدا کہ دونوں بائعوں کو خیار حاصل ہے پھر اُس میں کا ایک بیع پر راضی ہو گیا اور دوسرا راضی نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں پر بیع لازم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل ☆

دونوں باہم بیع کرنے والوں کے شرط خیار کر لینے میں اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر دونوں بیع کرنے والے شرط خیار میں اختلاف کریں تو اُس کا قول لیا جائے گا جو خیار کی نفی کرتا ہے اور اگر دونوں مدت خیار کی مقدار میں اختلاف کریں تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو کمتر وقت کہتا ہے اور اگر مدت کے گزرنے میں اختلاف کریں تو اس شخص کا قول معتبر ہوگا جو اُس کے گزرنے کا منکر ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے شرط خیار میں اختلاف کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو خیار کے مدعی کے گواہ قبول ہوں گے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر خیار ایک کا تھا اور دونوں نے اجازت یا فسخ میں مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اُس کا لیا جائے گا جس کو خیار تھا خواہ وہ فسخ کا دعویٰ کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر بعد مدت گزر جانے کے دونوں نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت[1] ہے اسی کا قول لیا جائے گا اور فسخ کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے لیکن اگر خیار دونوں کا ہو اور مدت کے اندر بیع ٹوٹنے یا اجازت ہونے میں اختلاف کریں تو قول فسخ کے دعویٰ کرنے والے کا ہوگا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کریں تو اجازت کے دعویٰ کرنے والے کا قول لیا جائے گا اور بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں کے گواہ کے بیان میں تاریخ نہ ہو اور اگر دونوں کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی ادا کریں تو فسخ و اجازت دونوں کے باب میں اُس شخص کے گواہ معتبر ہوں گے جس کے گواہوں کی تاریخ پہلے ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونوں میں سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر مر

---

[1] قولہ مدعی اجازت یعنی کہتا ہے کہ بیع کی اجازت دی گئی تھی ۱۲۔

گیا تھا اور بیع ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہیں وہ زندہ ہے اور بھاگ گیا ہے تو قول اُس شخص کا معتبر ہوگا کہ جو اُس کے زندہ و بھاگ جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر دونوں گواہ قائم کریں تو گواہ بھی اُسی شخص کے معتبر ہوں گے جو اُس کے زندہ بھاگ جانے کا مدعی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں اُس کے مرنے پر متفق ہوں لیکن ایک کہے کہ وہ تین دن کے اندر مرا اور دوسرا کہے کہ تین دن کے بعد مرا تو قول اُس شخص کا معتبر ہے جو تین دن کے اندر موت کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ میں مرا لیکن فسخ اور اجازت میں اختلاف کریں اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دے دی تھی تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے بعض فقہا نے کہا کہ یہ قیاس ہے اور بدلیل استحسان اجازت کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر دونوں تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کریں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیع کی اجازت کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کی اجازت کا دعویٰ کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیع توڑنے کا دعویٰ کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کا قول لیا جائے گا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیع توڑنے کا دعویٰ کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعویٰ کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جائیں گے اور یہی حکم رہے گا اگر دونوں کا خیار ہو اور اسی طرح دونوں اختلاف کریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

نیز امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر تین دن کے اندر اُس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُس کی قیمت دو ہزار درہم ہو جانے کے بعد مشتری نے اُس کو خطا سے قتل کر ڈالا ہے اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُس کو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مر گیا ہے اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہے تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعویٰ کرتا ہے اُسی کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ہم یہ حکم دیں کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری ضمان لے لے لیکن اگر بائع یہ قصد کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُس کی ضمان مشتری سے لے تو اُس کو یہ نہیں پہنچتا ہے اور اسی طرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلاں شخص نے اس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے یا دوسرے نے تین دن کے بعد اُس کو خطا سے قتل کیا ہے تو بھی بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ قتل کے دن جو اُس کی قیمت تھی وہ قتل کرنے والے کی مددگار برادری سے لے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہے اور بائع گواہ لا دے کہ مشتری نے اُسکو تین دن کے بعد قتل کیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہونگے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص اجنبی نے تین دن کے بعد اُسکو قتل کیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے[1] نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہے تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اس صورت میں مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ جس پر بائع نے یوں گواہ قائم کیے ہیں کہ اُس نے تین روز کے بعد قتل کیا ہے اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ دوسرے نے یعنی دوسرے شخص معین پر دعویٰ کیا ۱۲۔

اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ اس شخص نے اسکو تین دن کے اندر غصب کرلیا ہے اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعویٰ کرے اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعویٰ کرے تو مشتری کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اسکا اکٹھا دعویٰ ہو تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر غصب دو شخصوں کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اُس نے غصب ثابت کیا ہے اُس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہم نے بیان کیا ہے گواہ قائم نہ ہوں تو اُس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعویٰ کرتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

پانچویں فصل ☆

بعض مبیع کے اندر خیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سوا دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرنے کے بیان میں

اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو دونوں میں سے ایک میں تین دن تک خیار حاصل ہے یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک میں خیار حاصل ہے تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جس چیز میں خیار ہے اس کو معین نہ کرے اور ثمن بھی ہر ایک کا علیحدہ بیان نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز میں خیار ہے اُس کو معین کرے لیکن ثمن ہر ایک کا بیان نہ ہو اور تیسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ کا بیان ہو لیکن جس چیز میں خیار ہے وہ معین نہ ہو اور ان تین صورتوں میں دونوں مبیع کی بیع فاسد ہے اور چوتھی صورت کہ جس میں دونوں میں بیع جائز ہوتی ہے یہ ہے کہ جس چیز میں خیار ہے اُس کو معین کرے اور ثمن میں سے ہر ایک کا حصہ علیحدہ بیان ہو پس اس صورت میں ایک کی بیع قطعی طور سے جائز ہے اور دوسرے کی بیع خیار کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیار حاصل ہے اگر وہ اجازت دے یا مر جائے یا خیار کی مدت بدوں بیع ٹوٹنے کے گزر جائے تو دونوں کی بیع تمام ہو جائے گی اور مشتری کو دونوں کا ثمن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دونوں کی بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہے یہاں تک کہ ثمن ادا کرے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری کو اُس کے آدھے میں خیار حاصل ہے تو خرید صحیح ہے خواہ ثمن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیار ہونے یا مشتری کے خیار ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے پس اگر خیار مشتری کا ہو تو اُس کو اختیار ہے کہ جس آدھے میں اُس کو خیار حاصل ہے اُس کو واپس کرے اگرچہ اس میں بائع کے حق میں صفقہ کی تفریق لازم آتی ہے کیونکہ وہ اصل تفریق پر راضی ہو گیا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے دو غلام ہر غلام ہزار درہم کے حساب سے خریدے اور بائع کے واسطے ایک میں معین کر کے خیار کی شرط کی حتیٰ کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں اُس غلام کو جس میں خیار نہیں ہے لیتا ہوں[1] اور اُس کا ثمن ادا کرتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پورا ثمن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام میں خیار نہیں ہے وہ مشتری کے سپرد کرے اور اُس کا ثمن مشتری سے لے اور دوسرے غلام کے حق میں توقف کیا اور مشتری نے کہا کہ میں کچھ نہیں لیتا ہوں اور نہ تجھ کو کچھ ثمن دیتا ہوں تاوقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ میں دونوں لے لوں یا فسخ کر دے کہ میں اس غلام کو جس کی بیع تمام ہے اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لوں تو اس بات کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ لیتا ہوں یعنی اپنے قبضہ میں لیے لیتا ہوں ۱۲۔

اگر بائع نے چاہا کہ دونوں غلام مشتری کو دے کر دونوں کا ثمن لے تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دونوں غلام لے کر دونوں کا ثمن ادا کر دوں تو بدوں رضامندی بائع کے اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اس صورت میں خیار مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے کہ جس غلام کی بیع تمام ہے اُس کو لے کر اُس کا ثمن ادا کر دے اور بائع پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں تجھ کو دونوں غلام دے کر دونوں کا ثمن لیتا ہوں اور تو اپنے خیار پر باقی رہے گا تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں تجھ کو دونوں غلام دے کر دونوں کا ثمن لیتا ہوں اور تو اپنے خیار پر باقی رہے گا تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور کسی غیر کے واسطے تین دن کے خیار کی شرط کر لی تو مشتری اور غیر میں سے جو شخص بیع کی اجازت دے گا بیع جائز ہو جائے گی اور جو شخص فسخ کرے گا فسخ ہو جائے گی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک استحساناً صحیح ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع فسخ کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ فسخ اور اجازت دی یعنی ایک نے فسخ کیا اور دوسرے نے معاً اجازت دی تو بیع کا فسخ اولیٰ ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے انتہیٰ کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط خیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اُس نے بدوں خیار کے بیع قطعی کے ساتھ یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا تو بیع موقوف رہے گی اور اگر اُس نے حکم کی فرماں برداری کر کے حکم دینے والے کے واسطے خیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جس کو حکم دیا ہے دونوں کے واسطے خیار ثابت ہو جائے گا اور جو شخص دونوں میں سے بیع کی اجازت دے یا توڑ دے تو صحیح ہے لیکن اگر مامور یعنی حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دے گا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور حکم کرنے والا اپنے خیار پر رہے گا اور باقی خیار اجازت رہے گا یہاں تک کہ اس خیار کا کوئی وقت مقرر نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرے پھر اُس نے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار دونوں کو ثابت ہو جائے گا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عقد کرنے والا اگر دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرے تو خود اُس کے واسطے بھی خیار ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اُس کو ثمن اور جنس سے آگاہ کر دیا حتیٰ کہ وکالت صحیح ہو گئی اور اُس سے کہا کہ تو اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا پس اُس نے خریدا اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گی اور اگر اُس نے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے خیار کی شرط کرے اور اُس نے بلا خیار خریدا یا خیار کی شرط اپنے واسطے کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہو گی لیکن مامور پر لازم ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اُس کو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُس نے خریدنے میں اپنے خیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہو گی اور اگر اس کو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُس نے خرید میں حکم کے موافق اُسی کے واسطے خیار کی شرط کی حتیٰ کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دے دی تو مامور کا خیار جاتا رہے گا اور حکم دینے والے کا خیار باقی رہے گا پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو غلام اس کا ہو گا اور اگر اُس نے بیع واپس کی تو غلام وکیل یعنی مامور کے ذمہ پڑے گا یہاں تک کہ اگر بعد اُس کے غلام وکیل کے پاس مر جائے تو اُس کا مال تلف ہو گا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت نہ دی تھی یہاں تک کہ حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو غلام واپس کر دے پھر اس کے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کر دے وکیل نے کہا کہ میں اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم

دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے رد کرنے کے بعد وکیل نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع حکم دینے والے کی اجازت پر موقوف رہے گی پس اگر اُس نے دوسری بیع کی اجازت دے دی تو پہلی اور دوسری دونوں بیع نافذ ہو جائیں گی اور ملک موکل کے واسطے ثابت ہو جائے گی اور اگر دوسرے ثمن میں کچھ نفع ہو تو یہ نفع اُس کو حلال ہوگا اور اگر اُس نے دوسری بیع توڑ دی تو وہی حال ہو جائے گا جو بیع ثانی سے پہلے تھا اور اگر دوسری بیع واقع ہونے کے بعد حکم دینے والے نے پہلی بیع توڑ دی تو غلام مامور کے ذمہ پڑے گا لیکن جو بیع اس سے پہلے واقع ہوئی تھی وہ اس پر نافذ نہ ہوگی پس اگر وکیل نے اس کے بعد از سرنو بیع کر لی تو نافذ ہو جائے گی اور اگر دوسرے ثمن میں کچھ نفع ہوگا تو وہ بھی اُس کے واسطے حلال ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے واسطے کوئی چیز اُس کے حکم سے خریدی اور حکم دینے والے کے حکم کے موافق اُس کے واسطے خیار کی شرط کی یہاں تک کہ موافق قاعدہ کے حکم دینے والے اور وکیل دونوں کو خیار ثابت ہو گیا بعد ازاں بائع اور وکیل میں جھگڑا ہوا بائع نے کہا کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہے اور وہ اُس وقت موجود نہ تھا اور وکیل نے اس بات سے انکار کیا تو بدوں قسم کے قول وکیل کا معتبر ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں وکیل سے قسم لینے کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں اور اصح روایت یہ ہے کہ وکیل سے قسم لی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور وکیل کے قول کا اعتبار کرنا اُسی وقت ہے کہ بائع نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم نہ کئے ہوں اور اگر اُس نے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہے تو بیع حکم دینے والے کو لازم ہوگی اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اگر بائع سے اس بات پر گواہ قائم نہ ہوئے لیکن وکیل نے اُس کے دعویٰ کی تصدیق کی کہ حکم دینے والا راضی ہو چکا ہے پھر حکم دینے والے نے مدت خیار کے اندر حاضر ہو کر راضی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے بائع کے حضور میں بیع توڑ دی ہے تو اس مسئلہ کا یوں حکم مذکور ہے کہ خرید وکیل کے ذمہ پڑے گی اور حکم دینے والے پر لازم نہ آئے گی حتیٰ کہ اگر حکم دینے والے نے ثمن وکیل کو نہیں دیا ہے تو وکیل اُس سے نہ لے سکے گا اور خرید وکیل کے ذمہ پڑنا اُس وقت ہے کہ حکم دینے والے نے یہ بات مدت خیار کے اندر کہی ہو اور اگر مدت خیار کے بعد کہے تو بیع اُسی کے ذمہ ہوگی اور وہ اپنے قول میں سچا نہ سمجھا جائے گا کیونکہ اُس نے ایسی بات کہی ہے کہ جس کا استیناف[1] نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائے گی ☆

اگر باپ نے یا وصی یا مضارب یا شریک یا وکیل نے کسی نابالغ کی طرف سے بیع کی اور اپنے واسطے یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کی تو جائز ہے اور اگر نابالغ مدت خیار کے اندر بالغ ہو گیا تو خیار باطل ہو جائے گا اور بیع تمام ہو جائے گی یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے ظاہر الروایت میں خیار اُس لڑکے کا ہو جائے گا پس اگر اُس نے مدت خیار کے اندر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر مدت خیار کی گزر چکی تو بیع نافذ[2] ہو جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائے گی اور یہی حال اُس غلام کا ہے کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی پھر اس کے مالک نے تین دن کے اندر اُسے مجور کر دیا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نابالغ کے واسطے باپ یا وصی نے کوئی چیز

---

[1] قولہ استیناف یعنی از سرنو ایسی چیز جائز نہیں ہے تو مبیع پوری ہو جائے گی اور اب اس کا قول مفید نہ ہوگا ۱۲۔

[2] اصل میں ہے کہ تنقض البیع بیع ٹوٹ جائے گی مترجم کے نزدیک یہ نسخہ کی غلطی معلوم ہوئی لہٰذا اس کا ترجمہ وہ لکھا جو مذکور ہوا واللہ اعلم ۱۲۔

بعوض قرضہ کے جواپنے ذمہ لیا ہے خرید کی اور خیار کی شرط کر لی پھر لڑکا بالغ ہوا اور باپ یا وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُن دونوں کیلئے جائز ہوگی اور لڑکے کو خیار حاصل رہے گا کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ فسخ کر دے پس اگر اُس نے اجازت دی تو اُسکے حق میں بیع تمام ہو جائیگی اور اگر فسخ کی تو اسکا حق جاتا رہے گا اور باپ یا وصی کے حق میں اجازت دینے کے سبب سے خرید صحیح ہو جائیگی اور اگر لڑکے نے کچھ اجازت نہ دی یہاں تک کہ وصی راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مر گیا تو اس یتیم کو اپنا خیار باقی رہے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ وصی نہیں مرا بلکہ مدت خیار کے اندر یا اُسکے گزرنے کے بعد غلام وصی کے قبضہ میں مر گیا یا وصی کے راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مدت خیار کے اندر اس یتیم نے انتقال کیا تو بیع مشتری کے ذمہ پڑے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

چھٹی فصل ☆

خیار تعیین کے بیان میں

واضح ہو کہ خیار تعیین قیمتی[1] چیزوں میں نہ مثلی چیزوں میں استحساناً چار چیزوں سے کم میں صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور چار چیزوں میں صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو یا تین غلاموں میں سے ایک کو یا دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری ایک پسند کر کے لے لے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور خیار تعیین جیسا مشتری کی طرف جائز ہے ویسا ہی بائع کو بھی جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جب اس طرح کی بیع واقع ہوا اور اُن دونوں پر مشتری قبضہ کرے تو دونوں میں سے ایک مشتری کی ملک ہو کر ثمن کے عوض اُس کے پاس ضمانت میں ہوگی اور دوسری بائع کی ملک رہے گی کہ مشتری کے پاس امانت میں ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ پھر بعضوں نے اس خیار تعیین کے عقد کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ اُس میں خیار شرط بھی ہو اور یہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور شمس الائمہؒ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے اور جامع کبیر میں مذکور ہے اور فخر الاسلام کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے کذا فی التبیین۔ اگر دونوں خیار شرط مع خیار تعیین پر راضی ہو جائیں تو خیار شرط کا بھی حکم ثابت ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دونوں کپڑوں میں سے تین دن کے اندر رَد کرنا جائز ہے اگر چہ یہ امر اُس کپڑے کے معین کرنے کے بعد ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو رد کیا تو یہ رد بوجہ خیار تعیین کے ہوگا اور دوسرے کی بیع خیار شرط کے ساتھ ثابت رہے گی اور اگر کسی کے واپس کرنے اور معین کرنے سے پہلے تین دن گزر گئے تو خیار شرط باطل ہو جائے گا اور ایک کی بیع قطعی ہو جائے گی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ ایک کو معین کر لے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر خیار شرط کا ذکر نہ کیا تو خیار تعیین کے واسطے امام اعظمؒ کے نزدیک تین دن کی مدت مقرر کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی مدت معلومہ ہونا چاہیے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی وقت مقرر نہ کیا اور خیار کو مطلق چھوڑ دیا تو کرخیؒ فرماتے تھے کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے اور جامع صغیر میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور ماذون میں ہے کہ شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے اسی قول کی طرف میل کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کی بھی شرط لگائی اور جس کو خیار حاصل تھا وہ مر گیا تو خیار شرط باطل ہو جائے گا یہاں تک کہ وارث کو دونوں چیزوں کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور خیار تعیین وارث[2] کو ثابت ہو جائے گا اور جب اُس نے دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا تو دوسری امانت ہوگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونوں میں سے ایک تلف ہو گئی تو تلف ہونے والی امانت کے واسطے اور باقی رہنے والی بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی اور مشتری کو باقی میں اختیار

---

[1] قیمتی وہ چیزیں کہ جن کے تاوان میں قیمت لازم آتی ہے اور ان کے مثل نہیں دی جاسکتی اور مثلی وہ چیزیں کہ جن کے تاوان میں ان کا مثل دینا پڑتا ہے ۱۲۔

[2] قولہ وارث لیکن یہ میراث نہیں ملی بلکہ مورث کی ملکیت بائع سے مختلط تھی تو جدا کرنے کے لیے مختار ہے ۱۲۔

ہے اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہوگئیں تو بیع باطل ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دو باقی رہیں تو اُس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونوں کو ترک کر دے اور اگر سب تلف ہو جائیں تو بیع باطل ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر دو میں سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونے والی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور باقی امانت ہے کہ اُس کو رد کرے اور اگر دونوں آگے پیچھے تلف ہوئیں تو پہلے تلف ہونے والی اپنے تلف ہونے سے پہلے بیع کے واسطے متعین ہوگئی اور اُس کا ثمن دینا مشتری کو لازم ہے اور اگر دونوں ساتھ تلف ہوگئیں تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر دونوں آگے پیچھے بھی ہلاک ہوں لیکن پہلے تلف ہونے والی معلوم نہ ہو تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں ہلکے داموں والی تلف ہوئی ہے تو قول مشتری کو لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر فقط ایک نے دونوں میں سے گواہ قائم کیے تو اُس کے گواہ قبول ہوں گے اور قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز قبضہ سے پہلے بائع کے پاس عیب دار ہوگئی تو عیب دار بیع کے واسطے متعین نہ ہوگی اور مشتری کو خیار رہے گا اگر چاہے تو عیب دار کو اُس کے پورے ثمن میں لے لے اور اگر چاہے تو دوسری کو لے لے اور اگر چاہے تو دونوں کو چھوڑ دے اور اگر دونوں چیزیں عیب دار ہو جائیں تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں ایک عیب دار ہوگئی تو یہ بیع کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری امانت رہے گی اور اگر دونوں عیب دار ہو جائیں پس اگر آگے پیچھے عیب دار ہوں تو پہلی مشتری پر لازم ہوگی اور دوسری بائع کو واپس کرے گا اور نقصان عیب کی ضمان نہ دے گا یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب دار ہونے والی میں جھگڑا کریں تو اُس کی صورت وہی ہے جو پہلے ذکر ہوئی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر دونوں[1] ایک ساتھ عیب دار ہو جائیں تو کوئی بیع کے واسطے متعین نہ ہوگی اور اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اُس کے ثمن کے عوض لے لے اور اُس کو دونوں کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور خیار شرط باطل ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد دونوں میں سے ایک کا عیب بڑھ جائے یا ایک میں دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے کسی ایک میں مالکانہ تصرف کیا تو اس کا تصرف جائز ہے اور وہ اسی کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور اس کا ثمن اس پر واجب ہوگا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اگر بائع نے کسی ایک میں تصرف کیا تو اُس کا تصرف موقوف رہے گا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اُس کا تصرف باطل ہو جائے گا اور اگر امانت[2] رہے تو اُس کا تصرف اُس میں نافذ ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں میں تصرف کیا اور وہ دونوں زندہ باقی ہیں تو مشتری کو اپنا خیار باقی رہے گا پس جس کو نہ اختیار کرے اس کو واپس کرے گا ولیکن اُس کو دونوں واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے دونوں کو فروخت کر دیا پھر دونوں میں سے ایک کو اختیار کیا تو جس کو اختیار کیا ہے اُس کی بیع صحیح ہے اور اگر مشتری نے دونوں کپڑوں میں سے ایک کو رنگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہو گیا اور دوسرے کو واپس کر دے اور اگر بائع نے دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا تو جو اس کو واپس ملے گا اُس کا آزاد کرنا صحیح ہے اور اگر اس غلام کو جس کو مشتری نے اختیار کیا ہے آزاد کر دیا تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر دو باندیوں میں سے دونوں کو مشتری نے اپنے تحت میں لا کر ام ولد بنایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی اور

---

[1] دونوں سے مراد اشیاء مبیعہ ہیں یعنی وہ چیزیں جو بیچی گئی ہیں ۱۲۔ [2] قولہ امانت رہے یعنی انجام کار میں اگر یہ امانت کے لیے متعین ہو جائے تو بائع کی ملکیت ہے ۱۲۔

دوسری کا عقر بائع کو دے گا اور دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہ ہونے کے مشتری سے ثابت نہ ہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے کہ دونوں میں سے کس کو اُس نے پہلے ام ولد بنایا ہے پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو خیار تعیین وارثوں کو ملے گا اور اگر وارثوں کو پہلی دونوں میں سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے ثمن اور آدھے عقر کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور دونوں باندیاں اپنی آدھی قیمت بائع کو کما کر دے گی اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ دونوں کے بچہ بھی اپنی آدھی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سعی کریں[1] یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر بائع اور مشتری دونوں کے ساتھ وطی کی اور دونوں کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے دونوں بچوں کا دعویٰ کیا تو مشتری جس سے پہلے وطی کرنا بیان کرے اُس میں اُس کی تصدیق کی جائے گی اور وہ دوسری باندی کا عقر بائع کو دے گا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی باندی کا عقر مشتری کو دے گا اور اگر بائع اور مشتری دونوں بیان ہونے سے پہلے مر گئے اور مشتری کے وارثوں کو دونوں باندیوں میں سے پہلی معلوم نہ ہوئی تو دونوں کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہ ہوگا اور باندیاں مع اولاد سب آزاد ہو جائیں گی اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو آدھا ثمن اور آدھا عقر بائع کو ضمان دے گا اور بائع آدھا عقر ہر ایک کا مشتری کو دے گا اور دونوں میں باہم مقاصہ ہو جائے گا اور ان سب کے آزاد کرنے کے حق میں دونوں شریک رہیں گے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ دو کپڑوں کی صورت میں اگر خیار بائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہے جو مذکور ہوئی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اُس کی طرف سے بیع قطعی ہے اور بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے کیونکہ اُس کو دونوں میں سے مبیع کے اندر اختیار ہے اور بائع کو دونوں کے لازم کر دینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بیع دونوں میں سے ایک ہی ہے اور قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں میں سے ایک تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اور باقی میں بائع کو خیار ہے اگر چاہے تو اسکی بیع لازم کرے ورنہ فسخ کر دے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اسکے اختیار میں نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں تلف ہو جائیں تو دونوں کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دونوں تلف ہوئے پس اگر آگے پیچھے تلف ہوئے تو پیچھے ہونے والی کی قیمت کی ضمان مشتری پر واجب ہے کیونکہ پہلا امانت میں تلف ہوا ہے اور اگر دونوں ساتھ تلف ہوئے تو مشتری کو ہر ایک کی آدھی قیمت دینا لازم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں یا ایک عیب دار ہو گیا تو بائع کا خیار اپنے حال پر باقی رہے گا اور اُس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے پس اگر اُس نے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اُس کے ترک کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بعد قبضہ ہونے کے عیب دار دیا تو بھی ترک نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب دار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے ورنہ اُس کو ترک کر دے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر بائع نے عیب دار اُس کو دیا اور وہ راضی نہ ہوا تو پھر اس کے بعد بائع کو اختیار نہیں ہے کہ بے عیب اُس کے ذمہ واجب کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر بائع چاہے تو بیع فسخ کر کے دونوں کو واپس لے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اس صورت میں اگر مشتری کے پاس دونوں عیب دار ہو گئے ہوں تو مشتری پر ہر ایک کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں یا ایک میں تصرف کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ایک میں تصرف کیا تو جائز ہے اور دوسرا بیع کے واسطے خاص ہو جائے گا اور اس کے تئیں دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فسخ کا اختیار ہے اور اگر بائع نے دونوں میں تصرف کیا تو اُس کا تصرف دونوں میں جائز ہے لیکن بیع فسخ ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ جس صورت سے خیار شرط ساقط ہو جاتا ہے اُسی سبب سے خیار تعیین بھی ساقط ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے ابن سماعہ نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خرید ے کہ جو کپڑا پسند

آئے گا وہ لے لے گا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا دس درہم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس درہم کو لے گا اور اگر پسند آ گئے تو دونوں کو لے لے گا پھر اُس نے ایک کو رنگا اور اُسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہے جس کا ثمن بیس درہم ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُس کو اختیار کیا ہے کہ جس کا ثمن دس درہم ہے تو ثمن کے باب میں مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر مشتری نے کپڑے کی قمیص قطع[1] کرالی اور اُس کو نہ سلایا پھر انہوں نے ثمن کے باب میں باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو جو ثمن مشتری کہتا ہے وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہوا کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اُس کو اسی قدر ثمن ملے گا جس قدر مشتری اقرار کرتا ہے معلّی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اس شرط پر لیے کہ ان میں سے ایک اُس قدر معلوم ثمن کے عوض لے لوں گا پھر اُن میں سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کرا لیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے جس کو قطع کرایا ہے اُس کو اختیار کر لیا تھا بعد اس کے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ میرے پاس امانت میں ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو ضائع ہوا اُس کو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کرایا ہے پس تجھ پر اس کپڑے کی جو قطع کرایا ہے قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا ہے اُس کا ثمن چاہیے ہے تو مشتری قطع کرائے ہوئے کی آدھی قیمت اور آدھے ثمن کا اور جو ضائع ہوا ہے اُس کے آدھے ثمن[2] کا ضامن ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے ان دونوں میں سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا ☆

واضح ہو کہ خیار تعیین بیع فاسد میں بھی جائز ہے صرف اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد میں جو بیع کے واسطے متعین ہو اُس کی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال ویسا ہی ہے جیسا ہم نے بیع جائز میں بیان کیا ہے پس اگر دو غلام بیع فاسد[3] کے طور پر خریدے اور وہ دونوں ایک ساتھ مر گئے تو مشتری ہر ایک کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونوں کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہوگا اور اُس کا معین کرنا مشتری کے اختیار میں ہے اور اگر کسی ایک کو معین کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو جائز ہے اور اُس پر اُس کی قیمت دینی واجب ہوگی اور مبہم کا آزاد کرنا بائع اور مشتری کسی کی طرف سے جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ان دونوں میں سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا اور اگر وہی بائع کو واپس دیا گیا تو اُس کا آزاد کرنا صحیح ہے اور اگر بائع نے دونوں کو آزاد کر دیا تھا اور دونوں بائع کو واپس دیئے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اُس کا معین کرنا بائع کے اختیار میں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

ساتویں فصل ☆

جو چیز بشرط خیار خریدی گئی تھی اُس کی تعیین میں واپس کرنے کے وقت اختلاف کرنے کے بیان میں اور مبیع بشرط خیار کے جرم اور اُس کے متعلق کے بیان میں

ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین دن کے خیار شرط پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پھر بحکم خیار بائع کو پھیر دینے کے واسطے لایا

---

[1] قطع کرالی یعنی بدوں سلائی و رنگائی وغیرہ کے ۱۲۔ [2] قولہ آدھے ثمن کیونکہ ایک کپڑا امانت رہے گا اور بائع کا قول قبول نہ ہوگا ۱۲۔

[3] قولہ بیع فاسد یعنی ایسے طور پر خریدے کہ کسی شرط سے بیع فاسد ہے کیونکہ عمداً فاسد کرنا حرام ہے ۱۲۔

پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کا قول قسم لے کر معتبر ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر اس صورت میں بیع پر قبضہ نہ ہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز میں جو بائع کے پاس موجود ہے بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے یہ تیرے ہاتھ نہیں بیچی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی فروخت کی ہے تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کسی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اُس صورت میں ہے کہ مشتری کا خیار ہو لیکن اگر خیار بائع کا ہو اور مبیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مشتری مدت خیار کے اندر مبیع کو بائع کے واپس کرنے کے لادے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھ سے اپنے قبضہ میں لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ میں دی ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر مبیع پر قبضہ نہ ہوا ہو اور بائع کسی معین مبیع میں بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ میں نے اس کو نہیں خریدا ہے تو ذکر کیا گیا ہے کہ اس صورت میں قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت خیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اس کے مالک نے آگاہ ہو کر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دے دی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا[1] نہ ہو جائے گا اور اجازت دینا صحیح ہے اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ غلام بائع کی ضمان میں عیب دار ہو گیا پس اگر مشتری نے اس کا لینا اختیار کیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس غلام کو دے یا اُس کا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں اختیار ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں صادر ہوئی ہے اور اگر مشتری کے قبضہ میں صادر ہوئی ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو اُس کا خیار باقی رہے گا پس اگر اُس نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہو جائے گی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر خیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ میں یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو خیار عیب حاصل ہو جائے گا اور خیار شرط بھی باقی رہے گا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں مختار ہوگا اور اگر اُس نے بیع توڑ دی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر اُس غلام نے خطا کی تو اُس کو بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر مدت خیار کے اندر اُس کا فدیہ دے دے تو خیار کی شرط کی وجہ سے اس کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ جو عیب آ گیا تھا وہ جاتا رہا اور اگر اُس نے فدیہ نہ دیا اور غلام کو دینا اختیار کیا تو خیار شرط ساقط ہو جائے گا اور جس وقت اُس نے خطا کے بدلے غلام کے دینے کا اقدام کیا اُسی وقت ملکیت مشتری کی غلام میں مقرر ہو گئی پس اُس پر ثمن واجب ہوگا کسی نے ایک گھر بائع یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے یا قطعی بیع کے ساتھ خریدا پھر اُس گھر میں کوئی شخص مقتول پایا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہر حال میں اُس مکان کے فی الحال قابض کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر بیع تمام ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر بیع میں خیار ہو تو فسخ یا اجازت کے سبب سے جس شخص کا وہ گھر ہو جائے گا اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر صاحبین کے قول کے موافق اگر بیع قطعی ہو اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہو یہاں تک کہ دیت مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہو جائے تو کتاب میں پھر اس کا ذکر نہیں ہے کہ مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا یا نہ ہوگا اور واجب یہ ہے کہ خیار نہ حاصل ہو اِس واسطے کہ گھر میں کوئی شخص

---

[1] قولہ اختیار کرنے والا کیونکہ جب غلام نے خطا سے قتل کیا تو حکم یہ ہے کہ چاہے غلام مقتول کے وارثوں کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور ان دونوں باتوں میں سے جو بات اختیار کرے وہ اس پر لازم ہوگی تو یہاں بیع کی اجازت سے شبہہ ہوتا تھا کہ اس نے فدیہ اختیار کیا پس دفع کر دیا کہ ایسا نہیں ہے ۱۲۔

مقتول پایا جانا حقیقتاً یا اعتباراً کوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جو گھر میں سرایت کر گیا ہو اس واسطے کہ جرم قتل کی ضمان میں اُس گھر پر کوئی استحقاق نہیں ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب ساتواں:

خیار رویت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل:

خیار رویت کے ثبوت اور اُس کے احکام کے بیان میں

جس چیز کو نہ دیکھا ہو اُس کی خرید جائز ہے یہ حاویٔ میں لکھا ہے اور مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میرے دامن میں جو کپڑا ہے اور اُس میں ایسی ایسی صفت ہے وہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یا کہا کہ جو موتی میری مٹھی میں ہے اُس کو فروخت کیا خواہ اُس کی صفت بیان کی یا نہ کی اور جیسے کہا کہ میں نے یہ باندی کہ جس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی تیرے ہاتھ فروخت کی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ جو کچھ میرے دامن یا مٹھی میں ہے فروخت کیا تو اس طرح کی بیع آیا جائز ہے یا نہیں اس کا ذکر مبسوط میں نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے کہا کہ اطلاق جواب یعنی مطلقاً بدون دیکھی چیز کی خرید جائز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بیع بھی ہمارے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ جس شخص نے کوئی نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی تو اُس کو دیکھنے کے وقت اختیار ہے خواہ اُس کو پورے ثمن میں لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے خواہ اُس نے اُسی صفت پر پایا ہو کہ جو اُس سے بیان کی گئی تھی یا اس صفت کے برخلاف پایا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

خیار رویت حکماً ثابت[1] ہو جاتا ہے کچھ شرط کی ضرورت نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور خیار رویت دونوں بدل میں ملکیت ثابت ہونے سے منع نہیں کرتا ہے لیکن بیع لازم ہو جانے سے منع کرتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور دیکھنے سے پہلے صراحۃً ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور دیکھنے کے بعد اس طرح ساقط کرنے سے ساقط ہوتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور عامۂ مشائخ کے نزدیک فسخ کر دینے کا اختیار ہے اگر کچھ نہ دیکھ لیا ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر دیکھنے سے پہلے بیع کی اجازت دے دی تو جائز نہ ہو جائے گی اور اُس کا خیار رویت اپنے حال پر باقی رہے گا پس جب اس کو دیکھے تو اُس کو اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور جس طرح مشتری کے واسطے خیار رویت مبیع میں ثابت ہوتا ہے اسی طرح اگر ثمن عین ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خیار رویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہے کہ مبیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہے کہ جو متعین نہیں[2] ہوتی تو اُس میں یہ خیار ثابت نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

ناپ اور تول کی چیزیں اگر عین ہوں تو وہ بمنزلۂ اعیان کے ہیں اور اسی طرح چاندی اور سونے کے پتر اور برتن اور خیار رویت اُن چیزوں میں کہ جن کا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم میں مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہے تو یہ خیار ثابت نہیں ہوتا ہے اور درہم اور دینار میں بھی خیار ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ وہ نقد عین ہوں یا قرض ہوں اور ناپ اور تول کی چیزیں اگر معین نہ ہوں تو وہ مثل درہم اور دینار کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ خیار تمام اُن عقدوں میں ثابت ہوتا ہے جو واپس کرنے سے فسخ ہو سکتے ہیں جیسے اجارہ یا مال

---

[1] قولہ حکماً یعنی بیع خود مقتضی ہے کہ یہ حکم ثابت ہو جائے خواہ شرط کرے یا نہ کرے ۱۲۔

[2] قولہ نہیں الخ جیسے روپیہ و اشرفی پس ان میں جیسے ٹھہرے ہوں ویسے لے لے ۱۲۔

کے دعویٰ سے صلح یا بٹوارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور ہر عقد میں کہ جو واپس کرنے سے فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے کہ مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور مانند اس کے کہ جن میں واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت میں رہتی ہے اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت میں نہیں ہوتی ہے یہ خیار ثابت نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ استروشنی نے فوائد بعض الائمہ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ائمہ بخارا سے اس بات کا فتویٰ لیا کہ خیار رویت اور خیار عیب بیع فاسد میں ثابت ہوتے ہیں یا نہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیار رویت مطلق ہے یا اُس کا وقت معین ہوتا ہے تو بعضوں نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت میں فسخ بیع کرنا ممکن ہو اُسی وقت تک وقت معین ہوتا ہے اور اگر دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا وقت ملے اور وہ فسخ نہ کرے تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس وقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحۃً یا دلالۃً نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ اُس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جائے جو خیار رویت کو باطل کرتا ہے اس وقت تک باقی رہتا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ یہی صحیح ہے انتہی اور تاوقتیکہ مشتری کی جانب سے خیار رویت ساقط نہ ہو جائے بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے ار خیار رویت میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مرجائے تو اُس کے وارثوں کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جس کو اُس نے نہیں دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اُس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ اُس کو فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق بیع جائز ہے اور اُس کو خیار[1] نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی معین چیز کو بعوض نقد معین کے کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا اور بعوض قرض کے فروخت کیا اور پھر اُس معین کو دیکھ کر واپس کیا تو اُس معین کے حصہ کی بیع ٹوٹ جائے گی اور قرض کے حصہ کی بیع نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس کو قرض کے حصہ میں خیار رویت نہ تھا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جس کو دیکھ چکا ہے پس اگر وہ متغیر ہوگئی ہے تو اس کو خیار ہوگا اور اگر نہ متغیر ہوئی تو خیار نہ ہوگا لیکن خریدتے وقت اگر اُس کو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ میں نے اس کو پہلے دیکھا ہے تو اُس کو خیار ثابت ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر متغیر ہونے میں دونوں نے اختلاف کیا اس طرح کہ مشتری نے کہا کہ متغیر ہوگئی ہے اور بائع نے کہا کہ متغیر نہیں ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کو گواہ قائم کرنے چاہئیں اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اُسی صورت میں ہے کہ مدت اس قدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مدت میں ایسی چیز متغیر نہیں ہوتی ہے اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کہ اُس کو شباب کی حالت میں دیکھا تھا پھر اُس کو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ وہ متغیر نہیں ہوئی تو قول مشتری[2] کا لیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس طرح اختلاف کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے خریدتے وقت اس کو دیکھا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز محدود تھی اور مشتری نے اس محدود پر قبضہ کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے اُس کی تمام حدیں نہیں دیکھی تھیں تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں اختلاف ہو اور بائع دعویٰ کرے کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ میں فروخت کیا اور مشتری کہتا ہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ جس میں صرف مشتری کے کہنے

---

[1] قولہ خیار الخ یعنی بائع کو یہ خیار نہیں ملتا ہے ۱۲۔ [2] قولہ قول مشتری کیونکہ مدت وسائز کے بعد تغیر نہ ہونا خلاف عادت ہے ۱۲۔

سے عقد ٹوٹ جاتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور جہاں کہیں صرف مشتری کے کہنے سے بدون بائع کی رضامندی یا حکم حاکم کے عقد نہیں ٹوٹتا ہے تو وہاں قول بائع کا معتبر ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچنے سے پہلے اُس کا اوجھ خریدا تو جائز ہے بخلاف اس صورت کے کہ خربزہ[1] تراشنے سے پہلے اُس کے بیج خریدے تو جائز نہیں ہے اگرچہ بائع اس کے کاٹنے پر راضی ہو جائے اور جب کہ اوجھ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اس کا نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا دس درہم کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس درہم کو لیا اور خرید کے وقت اُن کو نہ دیکھا تو اُس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا ☆

اگر ذبح کرنے سے پہلے اوجھ خریدا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھڑی دیکھی اور اُس کو قبول کر لیا پھر گٹھڑی کے مالک نے اُس میں سے ایک کپڑا کاٹ لیا پھر اُس کو آگاہ کر دیا کہ میں نے اس میں سے ایک کپڑا کاٹ لیا ہے مگر اُس کپڑے کو اُس کو نہ دکھلایا یہاں تک کہ جو کچھ گٹھڑی میں ہے وہ اس شخص نے خرید لیا تو اُس کو خیار رویت حاصل ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیع کے واسطے پیش کیے پھر ایک کو ایک رومال میں لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدون دیکھنے کے مشتری نے اُس سے خرید لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ اُن دونوں میں سے کون سا کپڑا ہے تو اُس کو بروقت دیکھنے کے خیار حاصل ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر بائع دونوں کپڑوں کو ایک ایک رومال میں لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ وہی دونوں کپڑے ہیں کہ جو میں نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا دس درہم کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس درہم کو لیا اور خرید کے وقت اُن کو نہ دیکھا تو اُس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا اور اگر دونوں کو مختلف ثمن کے ساتھ خریدا اس طرح کہ کہا یہ میں نے بیس درہم کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم کو خریدا تو اُس کو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو بیس درہم کو لیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کون سا کپڑا ہے تو یہ بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

منتقیٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہراتی کپڑوں کی پیش کی اور اُس نے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک نے ایک کپڑا اُس میں سے نکال کے ایک رومال میں لپیٹا اور اُس کپڑے کو اُس شخص نے جس کے سامنے گٹھڑی پیش کی تھی خرید لیا تو اُس کے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھڑی کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اُسی گٹھڑی کا ہے یہاں تک کہ اس طرح بیان کرے کہ جس سے وہ اُس کپڑے کو معین طور پر پہچان لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جس کو دیکھ چکا ہے اور خریدتے وقت اُس کو نہ پہچانا جیسے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا پھر اُس کپڑے والے نے اُس کو ایک رومال میں لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُس نے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہے یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اُس کو نقاب ڈالے ہوئے اُسی کے پاس دیکھ کر اُس سے خریدی اور یہ نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہے تو اُس کو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اگر ایک پکھال کا پانی خریدا تو اُس کو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہے اسی طرح اگر پانی کے خریدنے میں شرط کی تھی کہ دجلہ کا ہو اور وہ دجلہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

---

[1] خربزہ اور فرق ظاہر ہے کہ خربوزہ خواہ مخواہ تراشنا لازم نہ ہوگا بخلاف مذبوحہ بکری کے کہ اس کی کھال کھینچیں گے ۱۲۔

خیار رویت تمامیت[1] صفقہ کا مانع ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گٹھری زطی[2] کپڑے کی خریدی اور اُس کو نہ دیکھا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اُس کے کسی کپڑے میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اُس کو خیار رویت کی وجہ سے اُس میں سے کچھ واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بعضی قمیع کے سوا بعض میں بیع کی اجازت دے دی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اُس کے مانند خریدے اور قبضہ کرنے کے بعد اُن کو دیکھ کر ایک کو پسند کر کے کہا کہ میں نے اس کو پسند کر لیا تو بیع تمام لازم نہ ہو جائے گی اور خیار اپنے حال پر باقی رہے گا یہ محیط میں ہے لکھا ہے۔ اگر دو چیزیں خریدیں اور اُن کو دیکھ کر پھر ایک پر قبضہ کر لیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہے یہ ابن رستم نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے اور ایک کا دیکھنا دونوں کے دیکھنے کے مثل نہیں ہے مگر اُسی صورت میں کہ جس کو دیکھا تھا اُس پر قبضہ کر کے اُس کو تلف کر دیا تو اُس وقت میں اُس کو بیع لازم ہو گی اور اس میں امام ابو یوسفؒ کا خلاف ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جس کو دونوں نے نہیں دیکھا ہے اور دونوں نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اس کو دیکھا پھر ایک نے اُس کو پسند کیا اور دوسرے نے اُس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار[3] نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ دونوں کی رائے واپس کرنے پر متفق ہو جائے اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اسی طرح اگر بائع دو ہوں اور مشتری ایک ہو اور خیار دونوں بائعوں کو حاصل ہو اور ایک اُن میں سے بیع توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیع جائز نہ ہو گی تاوقتیکہ دونوں کی رائے اجازت پر متفق نہ ہو اور اگر دو شخصوں نے ایک باندی خریدی کہ اُن میں سے ایک اُس کو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دونوں نے اُس پر قبضہ کر لیا اور جس نے نہیں دیکھا تو اُس نے اُس کو دیکھا اور دونوں کی رائے اُس کے واپس کرنے پر متفق ہوئی تو دونوں اُس کو واپس کر سکتے ہیں اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اُس کو دیکھا تھا اُس نے دوسرے کے واپس کرنے سے پہلے کہا کہ میں راضی ہوا اور میں نے بیع نافذ کر دی تو جس شخص نے کہ نہیں دیکھا تھا اُس کو تمام بیع کے واپس کر دینے کا اختیار ہو گا اور شریک کا راضی ہونا بمنزلہ اُس کی رویت[4] کے ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھا اور دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اُس کو دونوں کے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک ایسی گٹھری زطی کپڑوں کی خریدی کہ جس کو اُس نے نہیں دیکھا ہے پھر اُس میں سے ایک کپڑا پہنا تو کل گٹھری میں اُس کا خیار باطل ہو گیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور خیار رویت کی وجہ سے رد کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فسخ کرنا ہے اُس میں قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہیں ہے اور صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائے گی مگر بائع کی بدون آگاہی کے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر قبضہ کر لیا اور پھر اُس کو دیکھا تو اُس کو خیار حاصل رہے گا تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اُس کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جائے[5] جو رضامندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور خیار رویت میں بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں سب کے نزدیک رضامندی صحیح ہو جاتی ہے اور رضامندی کی دو صورتیں ہیں ایک رضامندی صریح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہہ دیا کہ میں اس سے راضی ہوا یا میں نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضامندی پائی جائے جیسے خریدنے کے بعد اُس کو دیکھ کر اُس پر قبضہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

---

[1] تمامیت صفقہ الخ یعنی خیار رویت میں صفقہ تمام نہیں ہوتا ہے ۱۲۔ [2] زطی۔ زط ایک گروہ سواد عراق میں ہے انھی کی ساخت سے زطی کپڑا کہلاتا ہے ۱۲۔ [3] قولہ اختیار نہیں الخ اس واسطے کہ عیب پیدا ہونے سے واپسی ممتنع ہو گئی تو خیار مذکور باطل ہو کر صفقہ تمام ہو گیا ۱۲۔ [4] کہ رویت سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۱۲۔ [5] نہ پائی الخ جیسے اس نے عیب جان کر غلام سے خدمت لی ۱۲۔

عیب دار ہونے یا تصرف کرنے سے کہ جس سے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے اُنہی سے خیار رویت بھی جاتا رہتا ہے پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جس کے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ مطلقاً بیع کی مثلاً (یعنی اُس میں اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط نہ لگائی) یا رہن کیا یا اجارہ پر دیا تو خیار رویت دیکھنے سے پہلے اور بعد دیکھنے دونوں صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو ہر طرح سے فسخ میں شمار ہے اُس کو واپس دیا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیار رویت عود نہ کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کی یا ہبہ کر کے سپرد نہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیار رویت باطل نہ ہوگا اور اگر مبیع میں اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کرے گا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا۔ یہ کفایہ میں ہے اور اگر بعض مبیع کو دیکھنے کے بعد مبیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور صحیح قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی خریدے ہوئے غلام کو مکاتب کر دیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا اور پھر اُس کو مشتری نے دیکھا تو اُس کو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر بعض مبیع اُس کے ہاتھ سے نکل گئی یا اُس کے پاس اس میں کچھ نقصان آ گیا یا اس میں کچھ زیادتی ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی[1] ہوئی تھی یا جدا تھی تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مبیع باندی تھی اور اُس سے وطی کر لی یا اُس کو شہوت سے چھوا یا شہوت سے اُس کی فرج کی طرف دیکھا یا بیع کوئی گھوڑا تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات کے واسطے اُس پر سوار ہوا یا مثل اس کے واقع ہو تو بھی اُس کا خیار جاتا رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اسی کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کر دی تو یہ بیع مثل بیع مطلق بدون شرط کے ہے اس سے خیار رویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے یہ عینی کی شرح کنز میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر اُس کو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کر دیا تو بھی خیار باطل ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر دیکھنے سے پہلے اُس کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر دیکھنے کے ساتھ ثمن ادا کر دیا تو بھی خیار جاتا رہتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری کے پاس مبیع میں سے کچھ تلف ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے اُس میں کوئی ایسی تصرف کیا کہ جس سے اس میں کچھ نقصان آتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہی مبیع ہے تو بھی اُس کا خیار باطل ہو جائے گا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے پشم کاٹ لیے اور یہ نہ جانا کہ یہی بکری خریدی گئی ہے یا کوئی کپڑا پہن کر اس میں نقصان پیدا کر دیا حالانکہ یہ نہ جانا کہ یہی کپڑا بائع نے فروخت کیا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی باندی خریدی جس کو نہیں دیکھا تھا پھر اُس باندی کو بائع نے مشتری کے پاس ودیعت رکھا حالانکہ مشتری اُس باندی کو نہیں پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہے پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی تو مشتری اُس پر قابض شمار ہوگا اور اُس پر ثمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اُس کی ضمان میں ہلاک ہوئی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بائع کے پاس ودیعت رکھی اور وہ بائع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مر گئی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اُس پر ثمن واجب ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی موزا خریدا اور بائع نے مشتری کو سونے کی حالت میں پہنا دیا پھر وہ خواب سے اُٹھا اور اُس کو پہنے چند قدم چلا اور اس جہت سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیار رویت باطل ہو گیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیار رویت باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ زیادتی الخ زیادتی ملی ہوئی جیسے جمال بڑھ گیا یا موٹا ہو گیا اور جدا زیادتی جیسے باندی کے بچہ پیدا ہوا ۱۲۔

اگر کوئی ایسا گھر خریدا کہ جس کو نہیں دیکھا تھا پھر اُس کے پہلو میں دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اُس کو شفعہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اُس کا خیار رویت باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ[1] قاضی خان میں لکھا ہے۔ یہی مختار ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور کبریٰ میں مذکور ہے کہ اگر سیپ کے اندر کوئی موتی خریدا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ بیع جائز ہے اور جب اُس کو دیکھے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور امام محمدؒ نے کہا کہ بیع باطل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلے کے اندر یا جو کچھ اس کوٹھڑی میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اُس کو دیکھنے کے وقت خیار ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دار کے اندر یا اس گاؤں میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر جہالت بہت بڑھی ہوئی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کوئی مرغی ایک موتی نگل گئی پھر اُس کو مع موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو اگر مرغی مر جانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو لیکن مشتری کو موتی میں خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی اسباب خرید کر اُس کو کسی جگہ اُٹھا لیا گیا تو اُس کو خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ اُس کو اسی جگہ واپس لائے جہاں کے عقد ہوا تھا ورنہ رد کرنا صحیح نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ خواہ اُٹھا لے جانے سے اُس کی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ قنیہ میں زیادہ کیا ہے۔ اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہنچا دے پس اگر بیع فارسی زبان میں واقع ہوئی تو جائز ہے پس اگر مشتری نے وہ دودھ نہیں دیکھا تھا اور جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہنچا دیا تب اُس نے دودھ کو دیکھا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہے کہ اُس کو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اگر اُس نے واپس کر دیا تو بائع کو اُس کے اُٹھا لانے کی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہے کہ جو مشتری کے پاس پیدا ہو گیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خیار عیب یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے مبیع کے واپس کرنے میں جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع الفصولین میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اُس کا خیار رویت ساقط نہ ہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیار باطل ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کاشت کار کو اجازت دی کہ اس میں کھیتی کرے تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا کیونکہ کاشت کار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہے یہ عینی کی شرح کنز میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اُس زمین کا کوئی کاشت کار تھا اور اس کاشت کار نے اس مشتری کی رضامندی سے اس میں کھیتی کی اس طرح پر کہ مشتری نے اُس کو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اُس زمین کو دیکھا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تا کہ وہ اس میں زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیار ساقط نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ولوالجیہ میں مذکور ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچنے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیار رویت باقی نہ رہے تو حیلہ[2] اس باب میں یہ ہے کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دے کہ یہ اس کا ہے پھر یہ کپڑا مع زمین فروخت کر دے پھر وہ شخص کہ جس کے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہے اُس کپڑے کا استحقاق ثابت کر کے لے لے پس مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جس کو دیکھا نہیں تھا پھر اس کو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آمد یا نہ آمد یعنی پسند آیا یا نہ آیا اور کچھ لوگوں سے یہ کہا گواہ باشید بر خریدن من این خانہ را یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو

---

[1] قولہ نہ ہوگا حتیٰ کہ کہا گیا کہ وہ شفعہ لے کر بعد رویت کے واپس کر سکتا ہے ۱۲۔ [2] قولہ حیلہ آخ ایسے حیلے سے اگر مشتری کی شرارت دور کرنی مقصود ہو تو خیر ورنہ حق باطل کرنا گناہ ہے اگرچہ ظاہر شریعت میں اس کو خیار نہ رہے گا ۱۲۔

پھر یہ قصد کیا کہ میں خیار رویت کی وجہ سے اس گھر کو واپس کروں تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر میں واقع ہے اور بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے اُس کو تیرے سپرد کر دیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقتاً قبضہ کرنے کی وجہ سے ثمن ادا کرنے سے انکار کیا تو اُس کو اختیار ہے کہ خیار رویت کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اُس نے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائے گا کہ مشتری کے ساتھ اُس شہر کو جائے یا اپنا کوئی وکیل اُس کے ساتھ کرے تاکہ وکیل ثمن پر قبضہ کر لے اور گھر اُس کے سپرد کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خریدا اور اس کو اندھا پایا اور کہا کہ میں قصد کرتا ہوں کہ اس کو اپنی قسم کے کفارہ میں آزاد کروں پس اگر کافی طور پر ادا ہو جائے تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے دو کر گیہوں خریدے اور اُن کو نہیں دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے اُن دونوں میں سے ایک کی بیع کا اقالہ کر دیا تو اُس کو باقی میں خیار رویت حاصل ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اُس کو فروخت کر دے یا کہا کہ اپنے واسطے اس کو فروخت کر دے تو اسی وقت وہ واپس ہو جائے گی خواہ بائع نے اُس کو فروخت کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے کے کہا تو یہ صورت اس مسئلہ میں مذکور نہیں ہے ہاں اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ میں اس طرح مذکور ہے کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اُس پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ بائع سے کہا اس کو فروخت کر دے یا اس کو اپنے واسطے فروخت کر دے تو یہ دونوں لفظ یکساں ہیں پس اگر اس نے بکری کو نہ دیکھا ہوگا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیع ٹوٹ جائے گی اور خیار رویت کی وجہ سے بکری واپس ہو جائے گی اور اگر مشتری نے اُس کو دیکھ لیا تھا تو بیع نہ ٹوٹے گی تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا اور میں اس بکری کو بیچ لوں گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک بکری بدون دیکھے ہوئے خریدی اور بائع کو حکم دیا کہ اس کا دودھ دوہ کر صدقہ کر دے یا زمین پر پھینک دے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو دودھ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اُس کا خیار بکری میں باطل ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں جامع الفصولین سے نقل کیا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے اُن دونوں میں سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کر دیا اور مشتری نے اس مقتول کی قیمت اور اُس کا نفقہ اُس کے قاتل سے لے لیا تو اُس کا خیار دوسرے میں باطل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جس کے عوض کچھ مال لازم آتا ہے یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اُس کے ساتھ مشتری کے سوائے دوسرے شخص نے شبہہ میں وطی کر لی تو اس کو خیار رویت کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اس سے وطی کر لی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینوں صورتوں میں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر اُس صورت میں واپس کر سکتا ہے کہ بائع[1] راضی ہو جائے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال میں اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بچہ مر گیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی میں کوئی ظاہر نقصان پیدا ہو گیا تو مشتری کو بدوں رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہیں آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت کے موافق یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اُس کا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اس کو واپس کر سکتا ہے ☆

اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اُس کے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچہ مر جائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر

---

[1] قولہ راضی اس واسطے کہ شاید اس کو نقصان دینا گوارا نہ ہو ۱۲۔

مشتری کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہو جائے گی اور بائع پر قتل کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور زخمی کر دینے کی صورت میں زخم کا جرمانہ دینا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ عیسیٰ ابن ابان سے روایت ہے کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر دیا پھر اس کو اُس کے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہے اور نکاح کر دینے سے جو اس میں عیب آگیا اُس کا بدلا دینے کے واسطے مہر کافی ہے اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے زائد ہو اور بعض فقہاء نے کہا کہ زیادتی جو باقی رہ گئی ہو اُس کا تاوان دے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اُس کا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بخار آنے کی حالت میں مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اُس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا[۱] تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل کر کے بیع جائز کر دے گا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہو گیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر غلام کے اچھا ہونے کی حالت میں بائع کے حضور میں اُس کے واپس کر دینے پر گواہ کر لیے پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو بخار آنے لگا پھر اُس کا بخار جاتا رہا تو غلام بائع کے ذمہ پڑے گا یہ حاویٔ میں لکھا ہے۔

اگر دیکھی گیہوں کی ڈھیری تخمینہ سے خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کم ہو گئی تو اُس کو خیار رویت نہ ہوگا اور یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے خیار ہو وہ فسخ کر دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن تین اشخاص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو اگر ان میں سے کوئی شخص کسی چیز کو اس کی قیمت سے کم پر خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فسخ کر دینے کا مختار نہیں ہے ہاں خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

ان چیزوں کے بیان میں جن کا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق میں کل کے دیکھنے کے مانند ہے

قاعدہ یہ ہے کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز کے تابع ہو تو نہ دیکھی ہوئی چیز میں اُس کو خیار نہ ہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائے گا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے سے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز کے حال سے آگاہ نہ کیا تو اُس کا خیار رویت باقی رہے گا اور اگر اُس کے حال سے آگاہ کر دیا ہو تو اُس کا خیار رویت باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی یا غلام خریدا اور اُس کا چہرہ دیکھ کر پسند کیا تو اس کے بعد اُس کو خیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہے اور اگر بنی آدم میں سوائے چہرے کے تمام اعضاء دیکھ لیے تو اُس کا خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑا یا خچر یا گدھا وغیرہ خریدا اور اس کے چہرہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ مشتری کو خیار باقی رہے گا تاوقتیکہ اُس کا آگا و پیچھا نہ دیکھے یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر چوپایوں کے پہچاننے والوں کا یہ قول ہو کہ چوپایوں کے چاروں پاؤں کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اُن کا دیکھنا بھی خیار ساقط ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے اور کھر یا سُم اور پیشانی اور دم کا دیکھ لینا کافی نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جو بکری اپنے پاس رکھنے کے واسطے خریدی ہو اس کے تھن اور تمام بدن کا دیکھنا ضروری ہے کذا فی الظہیر یہ اور اگر گوشت کے

---

[۱] قولہ انکار کیا اس واسطے کہ وہ بخار میں مبتلا ہو گیا ہے اور معنی یہ کہ مشتری کے پاس بخار آنے لگا ۱۲۔

واسطے بکری خریدی تو اُس کا ٹٹول کر دیکھنا ضروری ہے جب تک کہ اُس کو دور سے دیکھا ہو تو اُس کا خیار باقی رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر دودھ دیتی ہوئی گائے یا اونٹنی خریدی پھر اُس کا تمام بدن دیکھا ولیکن اُس کے تھن نہیں دیکھے تو اُسکا خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور کھانے کی چیزوں میں چکھنا اور سونگھنے کی چیزوں میں سونگھنا ضرور ہے اور جہاد میں جو دف بجائے جاتے ہیں اُنکی آواز سُننا ضروری ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کوئی چکھنے کی چیز خریدی اور رات کو اسکو بلا دیکھے چکھا تو اُسکا خیار ساقط ہو جائے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی شے مال منقولہ میں سے حیوانات کے سوا خریدی پس اگر اُس کی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہے جیسے مغافر[1] میں وجہ مقصود ہوتا ہے اور اُس کے مانند تو جب تک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر کوئی خاص مقصود نہیں ہوتی ہے اور اُس میں سے تھوڑا سے دیکھ کر راضی ہو گیا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا بشرطیکہ جس قدر نہیں دیکھی ہے وہ صفت میں دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر صفت میں برابر نہ پائے بلکہ گھٹا ہوا پائے تو اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر ایک کپڑا خریدا اور اُس کو لپٹا ہوا اوپر سے دیکھ لیا اور اُس کو کھول کر نہ دیکھا پس اگر وہ کپڑا سادہ ہے کہ اُس پر نقش یا کارچوبی وغیرہ نہیں ہے تو اُس کا خیار باقی نہ رہے گا اور اگر اس پر نقش ہیں تو جب تک اُس کو کھول کر اُس کے نقش نہ دیکھے تب تک وہ اپنے خیار پر رہے گا اور اگر اُس پر نقش نہ ہوں بلکہ کارچوبی وغیرہ ہو اور اُس نے کام دیکھ لیا ہے تو پھر اُس کو خیار نہ ہوگا اور اگر اُس کی کارچوب نہیں دیکھی ہے تو اُس کو خیار حاصل ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ پھر بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم اُن کے عرف کے موافق ہے اور ہم لوگوں کے عرف کے موافق جب تک کپڑا اندر سے نہ دیکھ لے گا اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ کپڑوں میں اندر اور باہر سے اختلاف کر دینا قرار پا گیا ہے اور یہ قول امام زفر کا ہے اور مبسوط میں وہی حکم لکھا ہے کہ جو امام زفرؒ نے کہا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

بچھونوں میں جب تک اُن کا رخ اور رنگ کی جگہ نہ دیکھ لے تب تک اُس کا ظاہر دیکھنے سے خیار ساقط نہ ہوگا اور جس کپڑے کے دو رُخ مختلف ہوں اُن دونوں کا دیکھنا معتبر ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فرش کے باب میں فقہا نے کہا ہے کہ اُس کو تمام دیکھنا چاہیے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر تکیے کے اندر کچھ بھرا ہوا ہے اور اُس کو اوپر سے دیکھ لیا پس اگر وہ ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے تکیے بھرے جایا کرتے ہیں تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے تکیے نہیں بھرے جاتے ہیں تو اُس کو خیار باقی رہے گا یہ بحر الرائق میں معراج الدرایہ سے منقول ہے اور اگر استر لگا ہوا جبہ خریدا اور اُس کا استر دیکھ لیا تو اُس کے ابراد یکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا خواہ وہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین پر ہو یا نہ مقصود ہو اس واسطے کہ ابرا ہر حال میں مقصود ہوتا ہے لیکن اگر ایسی صورت ہو کے ان کا برا مقصود نہ ہو مثلاً حقیر ہو تو حکم اس کے برخلاف ہے اور اگر مشتری نے اُس کا ابرا دیکھ لیا تو اُس کو استر دیکھنے کے وقت خیار نہ ہوگا لیکن اُس صورت میں کہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین ہو یہ تاتارخانیہ میں بُرہانیہ سے منقول ہے اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر چند مکاعب[2] خریدے اور اُن کے مُنہ بعض کے بعض کی طرف کر دیے اور مشتری نے اُن کو پشت کی طرف سے دیکھا تو اُس کا خیار رویت باطل نہ ہوگا اور اگر اُن کو رُخ کی طرف سے دیکھ لیا اور چمڑا نہ دیکھا تو خیار رویت باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ بعض فقہا نے کہا کہ ہمارے زمانے میں چمڑے کے اندر فرق کر دینے اور اُس کے مقصود ہونے کی وجہ سے چمڑے کا دیکھنا بھی ضروری ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور کان کی مٹی اور سوناروں کی مٹی میں جو کچھ نکلتا ہے اُس کا دیکھنا معتبر ہے۔ اگر کوئی زین مع اُس کے سامان کے خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کا نمدا نہ دیکھا پھر اُس کا خداد یکھا تو اُس کو کل واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر چکی مع

---

[1] قولہ مغافر ظاہراً مراد اس سے آہنی خود ہیں جو لڑائی میں سر پر رکھے جاتے ہیں ۱۲۔

[2] مکاعب ظاہراً ایسے موزے مراد ہیں جن کی ایڑیوں پر چمڑے کا کام زائد ہے اور فرہنگ میں دیکھو ۱۲۔

آلات خریدی اور اُس میں کوئی چیز جو اُس سے الگ ہے نہیں دیکھی اور پھر اُس کو دیکھا تو اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر دو موزے یا دو کیواڑ یا دو جوتیاں یعنی جوڑا جوڑا خریدے اور ایک کو جوڑے میں سے دیکھ لیا تو دوسرے کے دیکھنے کے وقت اُس کو خیار رہے گا[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر مشک کا نافہ خریدا اور اُس میں سے مشک نکالا تو خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ رہا کیونکہ نکالنے سے اُس میں عیب پیدا ہو گیا اور اگر مشک نکالنے سے عیب نہ پیدا ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بے دیکھی ہوئی شکر کی زنبیل خریدی پھر اُس میں سے شکر نکال کر چھان ڈالی تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اگر کچھ تیل جو ایک شیشے میں بھرا ہوا ہے خریدا اور شیشے کو دیکھ لیا اور تیل اپنی ہتھیلی یا اُنگلی پر نہیں نکالا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تیل دیکھنے میں شمار نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے تھی کہ اُس کو پانی کے اندر دیکھا تو یہ دیکھنے میں شمار نہیں ہے اور اُس کو خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی مچھلی کہ جس کا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہے خریدی اور اُس کو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہا نے فرمایا کہ اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر مبیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا تو یہ دیکھنے میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر تاک کا ایک انگور دیکھا تو اُس کو خیار باقی رہے گا یہاں تک کہ ہر قسم کے انگوروں میں سے کچھ کچھ دیکھے اور خرما کے درختوں میں اگر بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باطل ہو جائے گا اور خرمے کی قسموں میں سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہے اور اگر کھٹے اور میٹھے انار خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے وقت اُس کو خیار حاصل ہوگا اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر خرمے کے گودھے خریدے اور بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو بیع لازم نہ ہو جائے گی یہاں تک کہ سب کو دیکھ لے اور اُس سے راضی ہو جائے اور یہی حال تمام اُن پھلوں کا ہے کہ جو ظاہر ہوں اور ناپ تول یا شمار میں آتے ہوں مگر درخت پر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

یہی مختار ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر مبیع عقار ہو تو عامہ روایات میں یہ مذکور ہے کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہو گیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہ ہو اور اگر اُس کے اندر کوئی عمارت ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہے اُس کا دیکھنا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور محیط میں فرمایا حتیٰ کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑوں کے اور دو بیت گرمیوں کے اور دو بیت کاٹھ کے ہوں تو سب کا دیکھنا شرط ہے جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہے اور باورچی خانہ اور مزبلہ پیخانہ وگھوڑا کا دیکھنا اور بالاخانہ کا دیکھنا شرط نہیں ہے لیکن ایسے شہر میں شرط ہوگا کہ جہاں بالاخانہ مقصود ہوتا ہے جیسے شہر سمرقند میں اور بعضوں نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہے اور یہی اظہر واشبہ ہے انتہیٰ اگر غلہ کے[2] واسطے کوئی بیت ہو تو اس روایت کے موافق جواب دیا جائے گا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا تو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر درختوں کی چوٹیاں باہر سے دیکھ لیں اور ہر درخت کی چوٹی دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باقی نہ رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بستان کے باب میں فقہا نے کہا ہے کہ اُس کو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہیے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزیں ہوں اور خریدتے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہیں دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ہے پس اگر ایک ہی برتن

---

[1] خیار آلخ کیونکہ جوڑا ہونے میں دونوں متحد ہیں لیکن کام کے حق میں ہر ایک ٹھیک ہونا چاہیے ۱۲۔ [2] کرایہ چلانے یا بمعنے معروف ۱۲۔

میں ہو تو اُس کو خیار نہ ہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوئے کے موافق نہ پائے تو اُس کو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہ ہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنوں میں ہو پس وہ سب اگر ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اُس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مشائخ عراق نے فرمایا ہے کہ اُس کو خیار نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر دو جنسوں کی ہو یا ایک ہی جنس میں دو صفت کی ہو تو اُس کو خیار حاصل ہوگا اور اُس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر مبیع ایسی گنتی کی چیزیں ہوں کہ جن میں آپس میں فرق ہوتا ہے جیسے کسی تھیلے کے کپڑے خریدے یا ٹوکرے میں خربزے خریدے تو ہر ایک کا دیکھنا ضروری ہے اور اگر بعض کو دیکھا تو باقی میں اُس کو خیار رہے گا لیکن اگر واپس کرنے کا قصد کرے تو کل واپس کرنے ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر گنتی کی چیزیں آپس میں قریب برابری کے ہوں جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو ان میں بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہے بشرطیکہ باقی کو دیکھے ہوئے کے برابر یا اُس سے بڑھ کر[۱] پائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

لیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب واپس کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ پس اگر ان صورتوں میں جو مذکور ہوئیں مشتری یہ دعویٰ کرے کہ میں نے باقی کو دیکھے ہوئے کی صفت پر نہیں پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تو نے اُسی کی صفت پر پایا ہے تو قسم لے کر بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کو گواہ لانا چاہئیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز جو زمین کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہیں ہے اور تاوقتیکہ سب کو نہ دیکھ لے اُس کو خیار باقی رہے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُس میں سے اس قدر اُکھاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کر سکتا ہے اور اس پر راضی ہو گیا تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور علامۂ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت میں مذکور نہیں ہے اور فقط اس کا ذکر امالی میں امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہے کہ بعد اُکھاڑنے کے ناپ یا تول میں آتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے اُس میں سے کچھ اکھاڑی یا خود بائع نے اُکھاڑی پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز ناپ یا تول کے لائق ہے اور مشتری اُس کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو سب کی بیع لازم ہو جائے گی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہوگا بشرطیکہ باقی اُسی کے مانند ہو اور اگر اُکھاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن میں نہیں آسکتی تھی تو خیار باطل نہ ہوگا اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بائع نے خود اُکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اُکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اُس میں سے کچھ اکھاڑا پس اگر اُکھاڑی ہوئی چیز اس قدر ہو کہ اُس کی کچھ قیمت ہے تو سب بیع لازم ہو جائے گی خواہ مشتری اُس سے راضی ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

خواہ دوسری جانب زمین میں وہ چیز کم نکلے یا اُس میں سے کچھ بھی نہ نکلے یہ محیط میں مذکور ہے اور اگر اکھاڑی ہوئی چیز اس قدر تھوڑی ہو کہ اس کی کچھ قیمت نہیں ہے تو مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور ان مسئلوں میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ چیزیں گنتی سے فروخت ہوتی ہوں جیسے موتی وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اُکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بائع کی بلا اجازت اُکھاڑی اور اُکھاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہے تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اُس صورت میں ہے کہ جو چیز زمین میں پوشیدہ ہے اُس کا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اُگنے سے پہلے یا اُگنے کے بعد فروخت کی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے اندر اُگی ہے یا نہیں اُگی ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسی چیز کو جو زمین

---

[۱] قولہ بڑھ کر الخ باقی کا دیکھنا ایک جنس میں کافی ہے بشرطیکہ سب باقی کے مثل ہو یا بڑھ کر ہو ۱۲۔

کے اندر موجود ہے جیسے پیاز وغیرہ فروخت کر دیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اُکھاڑ کر کہا کہ میں تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ ہر جگہ اسی طرح کثرت کے ساتھ نکلیں گی یا موجود ہے تو بیع جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر گاجریں فروخت کیں اور بائع نے کہا کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں اُس کو اُکھاڑوں اور تو راضی نہ ہو تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں اُکھاڑوں اور اچھی نہ نکلے تو میں اُس کو واپس نہ کر سکوں گا تو جو شخص اُس کے اکھاڑنے میں تطوع کرے جائز ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے اس کا قصد نہ کیا تو قاضی اُن کے عقد بیع کو فسخ کر دے گا یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے اور اگر دو کیاریاں گاجر کی خریدیں اور ایک کو اُکھاڑا اور اُس کی گاجریں اچھی پائیں اور دوسری کو اُکھاڑا اور اس کی گاجریں عیب دار پائیں تو اُن میں سے کچھ بھی واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُکھاڑنے سے اُن میں عیب آ گیا و لیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لے گا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجریں خریدیں اور اُس تھیلے کے مُنہ پر بڑی بڑی گاجریں جمائی تھیں اور اُس کے اندر چھوٹی چھوٹی پائیں پس اگر چھوٹی گاجریں بڑی گاجروں کے داموں میں نہیں بکتی ہیں تو یہ عیب میں شمار ہو گا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجریں خریدیں اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر حکم دیا کہ گاجریں اُکھاڑے پس اُس نے تمام گاجریں اُکھاڑ ڈالیں پھر مشتری آیا تو کیا اس وقت اس کو خیار رویت حاصل ہو گا امام نے فرمایا کہ ہاں پس میں نے کہا کہ اُکھاڑنے سے اُس کی تہائی قیمت گھٹ گئی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ خیار ہے[1] اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

تیسری فصل ☆

اندھے اور وکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان میں

اندھے کی خرید فروخت جائز ہے اور اُس پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اُس کو اپنی خریدی ہوئی چیز میں خیار ہے اور فروخت کی ہوئی چیز میں خیار نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو چیزیں چھونے کی ہیں اُن میں سے اندھے کا اُلٹ پلٹ کرنا اور اُس کا چھونا آنکھوں والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہے اور سونگھنے کی چیزوں میں اُس کا سونگھنا اعتبار کیا جائے گا اور چکھنے کی چیزوں میں چکھنا معتبر ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سب روایتوں میں زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کپڑا ہو تو اُس میں چھونے کے ساتھ اُس کے طول اور عرض کی صفت اور اُس کی عمدگی مرتبہ[2] کی بھی بیان کرنی ضروری ہے اور گیہوں میں چھونا اور صفت بیان کرنا ضروری ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے۔ اگر پھلوں کو درختوں پر لگا ہوا خریدا تو اشہر روایات کے موافق میں وصف کا بیان کرنا ضروری ہے باقی کچھ ضروری نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور عقار میں جب تک اُس کا وصف بیان نہ کیا جائے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہیں ہوتا اور یہی مذہب صحیح ہے یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔

یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزوں میں معتبر ہے کہ جو چھونے یا سونگھنے یا چکھنے سے نہیں پہچانی جاتی ہیں جیسے چوپائے

---

[1] قولہ خیار ہے الخ ہمارے دیار میں رسم ہے کہ مولی و گاجر و شلغم وغیرہ کا کھیت تیار ہو جانے کے بعد نمونہ پر مشتری خرید کر خیار ساقط کرتا ہے اور بائع آئندہ اس کے ہر عیب سے برات کر لیتا ہے اور اس میں مضائقہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] قولہ مرتبہ مثلاً دیباج قسم اوّل جس میں فی گز دو سیر ریشم کی تول ہے و مانند اس کے ۱۲۔

اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یہ باتیں عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہوگئی ہوں تو اب اُس کو خیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ تمرتاشی میں مذکور ہے اور اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہو گیا پھر وہ بینا ہو گیا تو اُس کا خیار عود نہ کرے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی آنکھوں والے نے کوئی چیز خریدی پھر وہ دیکھنے سے پہلے اندھا ہو گیا تو اُس کی آنکھوں سے دیکھنے کا خیار اندھوں کے مانند وصف بیان کرنے کے ساتھ ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کسی اندھے نے وصف بیان کرنے سے پہلے کہہ دیا کہ میں راضی ہو گیا تو اس کا خیار ساقط نہ ہو گا یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ اگر کچھ طعام خریدا اور اس کو نہیں دیکھا اور اس پر قبضہ کر لینے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے دیکھنے کے بعد اُس پر قبضہ کر لیا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی قاصد بھیجا اور قاصد نے دیکھنے کے بعد اُس پر قبضہ کر لیا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونوں[1] برابر ہیں اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے واپس کر دے اور چاہے لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اس وقت ہے کہ جب قبضہ کرنے کے وقت اُس کو دیکھتا ہو☆

قاعدہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک جو شخص قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا جاتا ہے وہ خیار رویت باطل کرنے کا مالک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اس وقت ہے کہ جب قبضہ کرنے کے وقت اُس کو دیکھتا ہو اور اگر[2] پوشیدگی کی حالت میں اُس پر قبضہ کر لیا پھر دیکھنے کے بعد قصداً خیار باطل کرنے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہو گا یہ کافی میں لکھا ہے اور وکیل کرنے کی صورت یہ ہے کہ مشتری کسی غیر سے کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میرا وکیل ہو یا یوں کہے کہ میں نے اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے تجھ کو وکیل کیا اور قاصد بھیجنے کی صورت یہ ہے کہ غیر شخص سے یوں کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میری طرف سے قاصد بن جا یا اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے میں نے تجھ کو حکم دیا یا اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے میں نے تجھ کو بھیجا یا کہا کہ تو فلاں شخص سے کہہ کہ وہ تجھ کو دے دے یہ بحر الرائق میں فوائد سے منقول ہے اور اس بات پر سب اماموں کا اتفاق ہے کہ خرید کے واسطے جو وکیل کیا جاتا ہے اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

موکل کو یہ اختیار نہیں رہتا ہے کہ اپنے دیکھنے کے وقت اُس کو واپس کرے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اس بات پر بھی اماموں کا اجماع ہے کہ جو شخص خریدنے کے واسطے قاصد ہوتا ہے وہ خیار باطل کرنے کا مالک نہیں ہے اور اس کا دیکھنا بھیجنے والے کے دیکھنے کے مانند نہیں ہے اور اگر بھیجنے والے نے مبیع کو نہ دیکھا ہو تو اس کو خیار رویت ثابت ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو خریدنے سے پہلے وکیل یا قاصد کیا اور اُس نے مبیع کو دیکھ لیا پھر موکل یا بھیجنے والے نے اُس کو اپنے آپ خریدا تو اُس کو خیار رویت ثابت ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر خرید کے وکیل نے کسی ایسی شے کو خریدا کہ جسے موکل نے دیکھا ہے اور وکیل اس بات کو نہیں جانتا ہے تو وکیل کے واسطے خیار رویت ثابت ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اس صورت میں خیار رویت وکیل کے واسطے ثابت ہونا اُسی وقت ہے کہ جب وہ شخص کسی غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہو اور اگر کسی معین چیز کے خریدنے کے واسطے جس کو موکل دیکھ چکا ہے وکیل[3] کیا گیا اور وکیل نے اُس کو نہیں دیکھا تھا تو وکیل کو اُس کے خریدنے میں خیار

---

[1] قولہ برابر ہیں یعنی وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط نہیں ہو گا ۱۲۔ [2] قولہ پوشیدگی یعنی مثلاً لپٹا ہوا تھان قبضہ میں لے لیا یا مشک وموتی وغیرہ ۱۲۔ [3] وکیل کیا گیا ہو پھر اس نے اتفاق سے وہی چیز خریدی جس کو موکل دیکھ چکا ہے تو وکیل کو خیار باقی ہے ۱۲۔

رویت حاصل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

مبیع دیکھنے کے قصد سے کسی کو وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر ایک شخص کو اُس کے دیکھنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر تجھ کو پسند نہ آئے تو لے لینا تو یہ جائز نہیں ہے یہ بحرالرائق میں جامع الفصولین سے منقول ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز میں جو خود بے دیکھے خریدی ہے دیکھ کر غور کرنے کے واسطے اس طرح پر وکیل کیا کہ اگر راضی ہو تو بیع تمام کر دے اور اگر راضی نہ ہو تو بیع فسخ کر دے تو اس طرح وکیل کرنا صحیح ہے اور اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہوگا کیونکہ موکل نے یہ بیع اس کی رائے اور نظر پر چھوڑ دی ہے تو یہ وکالت صحیح ہوگی جیسے کہ خیار کی شرط کے ساتھ خرید کرنے میں فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کیا صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب آٹھواں:

خیارِ عیب کے بیان میں

اور اس میں سات فصلیں ہیں

فصل اوّل:

خیارِ عیب کے ثبوت اور اُس کے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُس کی تفصیل کے بیان میں

خیار عیب بدون شرط کرنے کے ثابت ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جس میں کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُس کو معلوم نہ تھا اور پھر عیب تھوڑا یا بہت ظاہر ہوا تو اُس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اُس کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ واپس کر دے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور واپس کرنے کا اختیار اُس وقت ہے کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نہ کر سکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو خیار نہ ہوگا جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھنا ظاہر ہوا تو مشتری اُس کو حلال کر سکتا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس عیب دار کو رکھ کر بائع سے نقصان لے یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس آگاہی پر مشتری اُس کو رد کر سکتا ہے اور صرف اُس کے اس کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہ ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدون بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہ ہوگی پھر اگر اُس نے بائع کی رضامندی سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونوں کے حق میں فسخ ہوگی اور دوسروں کے حق میں نئی[1] بیع شمار ہوگی اور اگر قاضی کے حکم سے فسخ ہوئی تو ان دونوں کے حق میں اور اُن کے سوا غیروں کے حق میں بھی فسخ شمار ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

جو عقد واپس کرنے سے فسخ ہو جاتا ہے اور اُس میں بیع اپنے مقابل کے عوض ضمان میں ہوتی ہے تو ایسے عقد میں تھوڑے اور بہت دونوں طرح کے عیب سے وہ شے واپس ہو جاتی ہے اور جو عقد کہ واپس کرنے سے فسخ نہیں ہوتا ہے اور اُس میں وہ شے اپنی ذات سے ضمان میں ہوتی ہے نہ بعوض جیسے مہر اور بدل خلع و قصاص تو ایسے عقد میں تھوڑے عیب سے واپس نہ کی جائے گی فقط بہت عیب کی وجہ

---

[1] گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ بیچی ۱۲۔

سے واپس ہوسکتی ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہ ہونا صرف اُسی صورت میں ہے کہ مہر ناپ یا تول کی چیز نہ ہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہوسکتی ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور بہت عیب مہر میں یہ ہوگا کہ اُس کو اعلیٰ درجہ سے اوسط درجہ پر لائے یا اوسط درجہ سے ادنیٰ درجہ پر گرا دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور دونوں قسموں میں حد فاصل یہ ہے کہ جو عیب چند اندازہ کرنے والوں کے اندازہ میں جدا داخل ہو جائے مثلاً ایک نے اُس کو بے عیب ہزار درہم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُس کو اس عیب کے ساتھ پورے ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنے والوں کی انداز جدا نہ ہو بلکہ یکساں ہو جیسے کہ چند اندازہ کرنے والوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درہم کا ہے اور اس عیب کے ساتھ سبھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہے تو یہ کھلا ہوا بہت عیب کہلائے گا یہی فتویٰ کے واسطے اختیار کیا گیا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

خیار عیب کا یہ حکم ہے کہ مشتری کی ملک بیع میں فی الحال ثابت ہو جاتی ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ خیار عیب میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ انتہی اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خیار عیب ثابت ہونے کی چند شرطیں ہیں از انجملہ بیع کے وقت یا اس کے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اس کے پیدا ہو گیا تو خیار ثابت نہ ہوگا اور از انجملہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کر لینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبوں میں واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے عامۂ مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی نہیں اور از انجملہ بھاگنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کر دینے کے عیب میں عقل ہونا چاہیے اور از انجملہ ان تینوں عیبوں میں یکساں حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری کے پاس مختلف ہو گئی تو واپس کرنے کا حق ثابت نہ ہوگا اور از انجملہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اُس کو جانتا تھا تو اُس کو خیار نہ رہے گا اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ بائع نے مبیع کے سب عیبوں سے اپنا ذمہ پاک کر لینا شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کر لیا ہو تو مشتری کا خیار نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

کسی چیز میں عیب ہونے یا نہ ہونے میں عیب جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا ☆

قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ تاجروں کی عادت میں جس چیز سے ثمن میں نقصان آتا ہو وہ عیب ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز مال کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے میں نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤں شل ہونا اور برتنوں کا شکستہ ہونا یا اُس سے اُس مال کے نفع میں کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہے اور جس سے ان دونوں باتوں میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے اُس میں لوگوں کے رواج کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ اُس کو عیب گنتے ہیں تو عیب ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور عیب ہونے یا نہ ہونے میں عیب جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا اور وہ تاجر لوگ ہوتے ہیں اور اگر مبیع ساختہ چیزوں میں سے ہے تو مرجع اُس پیشہ کے لوگ ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اندھا ہونا اور کانا ہونا اور احول ہونا اور اُنگلی کا زائد یا ناقص ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اقبل ہونا اور اقبل وہ شخص ہوتا ہے جو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہے اور بزمی یعنی سینے کا نکلا ہوا ہونا عیب میں شمار ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اسی طرح بہرا ہونا اور گونگا ہونا اور باقی عیب جو پیدائش میں ہوتے ہیں سب عیوب میں شمار ہیں اور گندہ دہن اور بغل کا بدبو کرنا باندی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہے اس واسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری پر دلالت کرتا ہے اور بیماری فی نفسہ عیب میں شمار ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

ایسے ہی بدائع ومبسوط وتبیین میں ہے اور بحر[1] غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اور بجر پیڑو کے پھولے ہونے کو کہتے ہیں (البحر) قرن بھی عیب ہے اور وہ ایک ہڈی ہے کہ فرج میں پیدا ہو جاتی ہے اور وطی سے مانع ہوتی ہے اور عفل[ا] بھی عیب ہے اور وہ ایک قسم کا گوشت ہے کہ فرج میں پیدا ہو جاتا ہے اور وطی سے مانع ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور بعضوں نے عفل کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اُس عورت کی فرج تھیلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہ ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ جس کے بائع یا اور کسی کے پاس بچہ پیدا ہوا تھا اور مشتری اُس سے آگاہ نہ ہوا پھر اُس کو معلوم ہوا تو دو روایتوں میں ایک روایت کے موافق اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ چوپایوں میں فقط بچہ پیدا ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جس کو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی تھی تو اُس کو بائع سے جھگڑا کرنے کا اختیار نہیں ہے پس اگر وہ باندی نفاس کے اندر مر گئی تو پیٹ ہونے کے عیب کا نقصان بائع سے واپس لے گا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اُس کا پیٹ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

نصاب میں مذکور ہے کہ چوپایوں اور سواری کے جانوروں کا حمل سے ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر اُس میں کسی کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور رتق عیب ہے اور رتقاء وہ عورت کہلاتی ہے جس کے کوئی سوراخ سوائے سوراخ پیشاب کے نہ ہو فتق عیب ہے اور فتق سے مراد وہ ریح ہے جو مثانہ کے اندر ہو اور اکثر اوقات اپنا زور کر کے مرد کو ہلاک کر دیتی ہے اور یہ بدوں بدن کے اندر بیماری پیدا ہونے کے نہیں پیدا ہوتی ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور غناء اس باندی کے اندر جوام ولد بنائی جائے عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بقالی میں مذکور ہے کہ اگر اُس باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہے اور نوادر ابن رشید میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جب باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک اُن باندیوں میں ہو گا کہ جوام ولد بنانے کے واسطے خریدی جائیں اور اُن کے سوا دوسری باندیوں میں عیب نہ ہو گا لیکن اگر نخاس والے اُس کو عیب جانتے ہوں تو عیب ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہیں ہے صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ جس کا اس نے ارتکاب کیا اور اُس پر توبہ اور استغفار کرنا واجب ہو گا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا ہے کہ جس سے اُس کے مالک کی خدمت کرنے میں نقصان آتا ہے تو وہ عیب ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے۔

ایسے ہی اگر اُس پر حد واجب ہونا ظاہر ہو تو بھی عیب ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہے اور نام میں عیب نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور تمام عیبوں میں واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہے سوائے جب زنا کے جو باندی میں پایا جائے کیونکہ امام محمدؒ سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی بالغ خریدی کہ اُس نے بائع کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اگرچہ اُس نے مشتری کے پاس زنا نہ کیا ہو اور نوادر بشرؒ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اُس کے پاس سے بھاگ گئی پھر اُس نے اس کو پایا اور گواہوں کے ساتھ اس کا کوئی حق دار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اُس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہو جائے گا اور اس روایت سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اُس سے نہیں لے سکتا ہے اگر

ا عفل اور قرن میں فرق یہ کہ قرن کی وجہ سے بالکل دخول نہیں ہوتا اور عفل سے پورا دخول نہیں ہوتا ۱۲۔

(۱) بجر بباء وجیم و راء مہملہ ۱۲۔

چہ دوبارہ اُس کے پاس عود نہ ہوا اور اسی طرح جس شخص نے اُس سے خریدا وہ بھی بدوں معاودت کے اُس کو واپس کر سکتا ہے مگر اول ظاہر ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جس کے ساتھ اغلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت اغلام کراتا تھا تو یہ عیب ہے کیونکہ یہ اُس کے اُبنہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر اُجرت پر اغلام کراتا تھا تو غلام میں عیب نہیں ہے بخلاف باندی کے کہ اُس میں یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے اور بزازیہ میں مذکور ہے کہ مخنث ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو بُرے اور ردی کام کرنا اور وہ عیب ہے دوسرے سنگھار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے میں لچکنا پس اگر یہ باتیں کم ہوں تو واپس نہ کیا جائے گا اور اگر بہت ہوں تو واپس کر دیا جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور عنین ہونا عیب ہے اور ایسے ہی خصی ہونا بھی عیب ہے اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ خصی ہے اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہ ہوگا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ مرد ہو پھر دیکھا تو وہ خصی نکلا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خصیوں کا بڑا ہونا عیب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور مسوں کا ہونا عیب ہے بشرطیکہ اُس سے ثمن میں نقصان آتا ہو اور اگر ثمن میں نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہیں ہے اور تل کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ تل سے کبھی زینت ہوتی ہے کہ اُس سے مالیت میں نقصان نہیں آتا ہے جب کہ رخسار پر ہوا اور کبھی بدنما کر دیتا ہے جب کہ ناک کی نوک پر ہو اور اس سے مالیت میں نقصان آتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باندی یا غلام کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں ہے بشرطیکہ وہ دونوں دارالحرب وغیرہ سے اُٹھا لائے گئے ہوں یا دارالاسلام میں پیدا ہوئے ہوں مگر نابالغ ہوں اور اگر بالغ ہو گئے ہوں تو عیب ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ختنہ نہ ہونے سے باندی کا عیب دار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے ملک میں باندی کا ختنہ نہیں کیا جاتا ہے تو ختنہ نہ ہونا اُس میں بالکل عیب نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر باندی کو اُس کے شوہر نے طلاق دے دی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُس کی بیوی کے حکم میں ہے اس دلیل سے کہ اُس کے شوہر کو بدوں اجازت اس کے مالک کے اُس سے رجعت کرنے کا اختیار ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا کرخیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہیں ہے مثلاً اُس کی رضاعی بہن ہو یا اُس کی رضاعی ماں ہو یا اُس کی بی بی کی ماں ہو یا اُس کی بی بی کی بیٹی ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہے ☆

غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہے لیکن اگر بائع اُس کو ادا کر دے یا قرض خواہ اس کو معاف کر دیں تو عیب نہ رہے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور قنیہ میں مذکور ہے کہ قرض عیب ہوتا ہے لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان میں شمار نہیں کیا جاتا ہے تو عیب نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر غلام کو کسی کے پاس رہن یا اجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور کرخی کی کتاب میں مذکور ہے کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہے اور اس عیب ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہو اور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بائع بیع کر دینے کی وجہ سے جرمانہ دینے کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا۔ پس اگر بائع نے اُس کے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کر دیا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت میں نقصان آتا ہو تو باندی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ غلام امرد ہو اور عیب ہونا اُسی صورت میں ہے کہ شراب پینا حد سے بڑھ گیا ہو لوگوں میں ایسا نہ پایا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو باندی میں عیب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے پُرانی کھانسی

اگراز قسم بیماری ہوتو عیب ہے اور عادت کے موافق کھانسی ہونا عیب نہیں ہے اور برص عیب ہے اور جذام بھی عیب ہے اور وہ جلد کے نیچے پیپ پڑ جاتی ہے کہ دور سے اُس کی بدبو آتی ہے اور اکثر اس سے اعضا بدن کے کٹ کے گر جاتے ہیں اور وہ سب عیبوں سے بدتر عیب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

کالے اور ہرے دانت ہونا عیب ہے اور زرد دانتوں کے باب میں مختلف روایتیں آئیں ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور دانت کا ساقط ہونا عیب ہے خواہ داڑھ ہو یا دانت ہو یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے بالغ باندی کا حیض بند ہو جانا عیب ہے اور بالغ باندی وہ ہے جس کی عمر سترہ برس کی ہے اور اسی طرح اگر باندی کے ہمیشہ بطور استحاضہ کے خون جاری رہتا ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور یہ بات باندی کے کہنے سے معلوم ہوگی پس جب اس کے اقرار کے ساتھ بائع کا قسم کھانے سے باز رہنا بھی مل جائے تو واپس کر دی جائے گی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق باندی کا قول اس باب میں معتبر نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو جواری پایا پس اگر اُس کا جوا عیب میں شمار ہے جیسے نرد یا شطرنج وغیرہ کے ساتھ جوا کھیلنا تو عیب ہوگا اور اگر عرف میں اس قسم کا جُوا عیب نہیں گنا جاتا ہے جیسے اخروٹ یا خربزوں کے ساتھ جوا کھیلنا جس کو فارسی میں کوز باختن وستہ زدن وخربزہ زدن کہتے ہیں تو عیب میں شمار نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر مملوک کو سوائے اسلام کے غیر راہ پر پایا تو عیب ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اُس کو مسلمان پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس کا اُلٹا ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے اسی طرح اگر نصرانی نے کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نصرانی ہے پھر اُس کو مسلمان پایا تو اُس کو واپس کرنے کا خیار[1] ثابت نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو غلام بائیں ہاتھ سے کام کرتا ہو اور داہنے ہاتھ سے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو عیب ہے لیکن اگر تھوڑا بائیں ہاتھ والا ہو تو عیب نہیں ہے جس کو اضبط کہتے ہیں یعنی دونوں ہاتھ سے کام کر سکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور بصارت میں ایسا ضعف ہونا کہ زیادہ تاریکی یا زیادہ روشنی میں نہ دیکھ سکے عیب ہے اور عسم یعنی پٹھوں میں خشکی اور تشنج ہونا عیب ہے اور بدن میں ایسا زائد گوشت مثل غدود کے پیدا ہو جانا کہ جو ہلانے سے ہلتا ہے اور چنے سے کبھی خربوزہ کے برابر تک ہوتا ہے عیب ہے اور مسلعہ عیب ہے اور وہ زخم[2] کو کہتے ہیں اور شمس الائمہ سرخسی نے اُس کی تفسیر اُن کے زخموں کے ساتھ کی ہے جو گردن پر ہوتے ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

حنف[3] عیب ہے اور حنف دونوں انگوٹھوں میں ہر ایک کے دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں اور ابن الاعرابی نے یہ معنی بیان کیے کہ جو قدموں کی پیٹھ کے بل چلے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور صدف یعنی گردن کا جڑ سے پیچیدہ ہونا عیب ہے اور منہ کا زیادہ پھیلا ہونا عیب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور داغ ہونا عیب ہے لیکن اگر نشانی کے واسطے ہو جیسے بعض چوپایوں میں ہوتا ہے تو عیب نہ ہوگا اور قدموں کے سروں کا نزدیک ہونا اور ایڑیوں کا دور ہو جانا عیب ہے اور پہونچے کا ٹیڑھا ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ سے زیادہ آنسو جاری ہونا اگر بیماری سے ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شتر یعنی پلکوں کا اُلٹا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیریہ اور ریح السبل[4] عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور خارش آنکھ کی اور غیر آنکھ کی سب عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سفیدی جس کو ناخنہ کہتے ہیں پیدا ہونا عیب ہے اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیر یہ زردی اور سرخی کا درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیوں میں پایا جائے تو عیب ہے اور اگر رومی یا صقالبہ باندیوں میں پایا جائے تو عیب نہیں ہے کیونکہ اہل

---

[1] قولہ خیار الخ اگرچہ اس کے ہاتھ سے بکوا دیا جائے گا ۱۲۔ [2] سرد چہرہ ۱۲۔ [3] واضح ہو کہ لغت میں حنف پاؤں کے کج ہونے کو کہتے ہیں اس طرح کہ پاؤں کے سرے ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوں ۱۲۔ [4] ریح السبل آنکھوں کی بیماری ہے جس سے اندر کی رگیں مادہ ریاحی سے پھول جاتی ہیں ۱۲۔

روم سب کے بال ایسے ہی ہوتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جس کو سمجھ نہیں ہے کہ اکیلا کھانا پہننا نہیں جانتا ہے عیب نہیں ☆

اگر سر یا بدن کے بعض بال سفید اور بعض سیاہ ہوں تو عیب ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے بالوں کا معتدل رنگ سیاہ ہے اور اس کے سوا باقی رنگوں سے اگر ثمن میں نقصان آتا ہو اور سوداگر اُس کو عیب سمجھتے ہوں تو عیب ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ حاوی میں لکھا ہے کہ اگر باندی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوئے تو اگر اُس کے بعض بال سر کے سرخ ہیں اور بعض سیاہ تو اُس کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ یہ عیب ہے اور اگر صرف اُس کے بالوں میں سرخی ہے تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بالوں کا کالا ہونا بیع میں شرط تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جس کو سمجھ نہیں ہے کہ اکیلا کھانا پہننا نہیں جانتا ہے عیب نہیں ہے اور اگر چھوٹا سمجھ دار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پہن سکتا ہو تو عیب میں شمار ہوگا لیکن واپس کرنے کا حق حالت یکساں ہونے کے وقت ثابت ہوگا کذا نقل فی المضمرات عن الزاد پس اگر یہ باتیں چھوٹے غلام میں بائع اور مشتری دونوں کے پاس اُس کے چھوٹے پن میں پائی گئی ہیں یا دونوں کے پاس اُس کے بڑے پن میں پائی گئیں تو یہ عیب ہے کہ جس کے سبب سے واپس کر سکتا ہے اور اگر حالت یکساں نہ ہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن میں اور مشتری کے پاس بڑے پن میں پائی جائے تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

جنون کے ماسوائے میں چوری کرنے اور بھاگ جانے اور بچھونے پر پیشاب کرنے کی نسبت شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ظاہر جواب یہ ہے کہ ان باتوں کا مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شرط ہے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے اپنی شروح میں ذکر کیا ہے کہ مشائخ میں ان چیزوں کے دوبارہ واقع ہونے کی شرط ہونے میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح عام روایتوں میں مذکور ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب پایا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل ہو گیا تو اُس کا خیار باطل ہو گیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور بھاگنے کی تعریف یہ ہے کہ اپنے مالک سے سرکشی کر کے غائب ہو جائے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہے اور اس میں مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور جب شہر سے نکل گیا تو بالاتفاق عیب ہے خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جس کو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت دیا تھا یا جس کے پاس ودیعت رکھا تھا اُس کے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہیں گیا تو اُس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب میں شمار ہوگا اور اگر چھوٹا ہو کہ اُس پر اُس شہر کے گھر اور لوگ مخفی نہیں تو عیب نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔

گاؤں سے شہر کو بھاگ آنا بھاگنے میں شمار ہے اور ایسے ہی اُس کا الٹا بھی بھاگنے میں شمار ہے اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہیں ہے اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنے مالک کا مکان جانتا تھا اور اُس کے پاس لوٹ آنے پر قادر تھا اور پھر نہ آیا تو عیب میں شمار ہوگا اور اگر مکان نہیں جانتا تھا یا لوٹ آنے پر قادر نہ تھا عیب نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر دار الحرب میں غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے بھاگا پھر لوٹا کر غنیمت میں لایا گیا تو بھاگنے والوں میں شمار نہیں ہے اور اگر غنیمت کے اندر فروخت کیا گیا اور غنیمت تقسیم ہوئی اور وہ ایک شخص کے حصہ میں آیا پھر دار الحرب میں بھاگا تو وہ بھاگنے والے میں شمار ہے خواہ وہ اپنے

لوگوں کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور چوری اگرچہ دس درہم سے کم ہو عیب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک درہم سے کم جیسے ایک پیسہ یا دو پیسے کی چوری عیب نہیں ہے اور چوری خواہ اپنے مالک کی کی ہو یا کسی غیر کی ہو یکساں ہے اُس کے عیب ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے لیکن کھانے کی چیزوں میں فرق ہے۔ اسی طرح اگر کھانے کے واسطے اپنے مالک کی چیز چرائی تو عیب نہیں ہے اور اگر غیر کی چرائی تو عیب ہے اور اگر کھانے کی چیز فروخت کرنے کے واسطے چرائی تو خواہ مالک کی چرائی ہو یا غیر کی چرائی ہو عیب ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

جامع الفصولین میں ہے کہ اگر غلہ میں سے ایک پیاز یا خربوزہ یا پیسہ چرالیا جیسے خدمت گار چرالیا کرتے ہیں تو عیب نہ ہوگا اور اگر اجنبی کے غلہ سے کوئی خربوزہ چرالیا تو عیب ہے اور یہی مختار ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر کھانے کی کوئی چیز ذخیرہ کرنے کے واسطے چرائی تو عیب ہوگا اور مولیٰ اور اجنبی اس باب میں برابر ہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر گھر میں نقب لگایا اور کچھ لے نہیں بھاگا تو یہ عیب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے فوائد ظہیریہ میں ہے کہ اس جگہ ایک عجیب مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک نابالغ غلام خریدا پھر اُس کو دیکھا کہ وہ بچھونے پر پیشاب کر دیتا ہے تو اُس کو واپس کر دینے کا اختیار ہے پس اگر اُس نے واپس نہ کیا تھا حتیٰ کہ اُس کے پاس اُس غلام میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُس کو اختیار ہے کہ نقصان کی عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اُس نے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور بالغ ہونے کے ساتھ عیب جاتا رہا تو بائع کو جو کچھ نقصان کے عوض اُس نے دیا ہے اُس کے واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں ہے پس اس مسئلہ کی کوئی روایت کتابوں میں موجود نہیں ہے پھر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ سزاوار یہ ہے کہ واپس کر لے اور اس پر اُنہوں نے دو مسئلوں سے دلیل پکڑی تھی ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی باندی خریدی پھر بعد خرید کے دریافت ہوا کہ اُس کا شوہر موجود ہے تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے پاس اُس میں کوئی دوسرا عیب آ گیا تو مشتری بائع سے نقصان عیب کی قدر واپس لے گا اور جب اُس نے نقصان کا عوض لے لیا پھر اُس باندی کے شوہر نے اُس کو طلاق بائن دے دی تو بائع کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُس نے نقصان کے عوض دیا ہے واپس لے کیونکہ عیب جاتا رہا ہے اور ایسے ہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں واقع ہے پس اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے اور دوسرا یہ ہے کہ اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو مریض پایا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر اُس کے پاس دوسرا عیب آ گیا تو اپنے نقصان کے قدر بائع سے واپس لے اور جب اُس نے واپس لے لیا پھر غلام اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو بائع کو جو اُس نے نقصان کے عوض دیا ہے واپس کر لینے کا اختیار ہے یا نہیں ہے پس فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر اچھا ہونا دوا سے ہو تو بائع سے واپس نہیں لے سکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے اور ہمارے اس مسئلہ میں بلوغ ہونا بھی دوا کی راہ سے نہیں ہے تو بائع کو جو اُس نے دیا ہے اُس کے لے لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

پیشاب کو نہ روک سکنا عیب ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور چھوٹے پن کا جنون ہمیشہ کے واسطے عیب ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر چھوٹے پن میں بائع کے پاس مجنون ہوا پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں یا بڑے پن میں مجنون ہوا تو واپس کر سکتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جو بائع کے پاس مجنون ہوا تھا تو اُس کے واپس کر دینے کا مشتری کو اختیار ہے اگرچہ مشتری کے پاس اُس کو جنون نہ ہوا اور اکثر فقہا کا مذہب یہ ہے کہ تاوقتیکہ مشتری کے پاس جنون عود نہ کرے تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور جو جنون کہ عیب ہے کہ جس کے سبب سے واپس ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک رات دن سے زیادہ ہو اور اس سے کم عیب نہیں ہے یہ تبیین اور عینی شرح کنز میں ہے ظہیریہ میں محاضر سے نقل کیا ہے کہ گرہ کاٹنا اور مردہ کا کفن کھسوٹنا اور راہزنی کرنا مثل چوری کرنے کے غلام میں عیب ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر ایک غلام مرد خریدا پھر اُس کو ڈاڑھی مونڈا ہوا یا ڈاڑھی نوچا ہوا پایا پس اگر

یہ بات خرید نے سے اتنی مدت کے اندر معلوم ہوئی کہ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھا تو مشتری اُس کو واپس کرسکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی وکھانا پکانا نہیں جانتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے بشرطیکہ اُس نے شرط نہ کرلی ہو☆

اگر کوئی ترکی باندی خریدی کہ جو ترکی نہیں جانتی تھی یا اچھی طرح نہیں بول سکتی تھی اور مشتری اس بات سے واقف تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ تاجروں کے نزدیک یہ عیب ہوتا ہے پس اُس نے باندی پر قبضہ کرلیا پھر اُس کو معلوم ہوا کہ یہ عیب ہے پس یہ عیب اگر ایسا عیب ہے کہ جو لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جیسے کانا ہونا اور مثل اُس کے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسا کھلا عیب نہیں ہے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور کوئی ہندی باندی خریدی کہ جو ہندی نہیں جانتی تھی پس اگر تاجر لوگ اُس کو عیب گنتے ہوں تو اُس کو رد کا اختیار ہوگا اور اگر عیب نہ گنتے ہوں تو وہ واپس نہیں کرسکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی وکھانا پکانا نہیں جانتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے بشرطیکہ اُس نے شرط نہ کرلی ہو اور یہی حکم غلام کا ہے اور اگر وہ دونوں اچھی طرح کھانا پکانا جانتے تھے پھر اُس کو بائع کے پاس بھول گئے ہوں تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ پے در پے اُس کی آنکھ میں درد پیدا ہوتا ہے پس اگر یہ بیماری اُس کو نئی پیدا ہوئی تو واپس نہیں کرسکتا ہے اور اگر قدیم سے بائع کے پاس ہے تو واپس کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

ایک باندی خریدی پھر اس کو دیکھا کہ پے در پے اُس کی داڑھ میں درد پیدا ہوتا ہے پس یہ درد اگر اُس کو حال میں پیدا ہوا ہے تو واپس نہیں کرسکتا ہے اور اگر قدیم سے ہے تو واپس کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے محیط میں ہے کہ اگر خریدی ہوئی باندی نے کہا کہ مجھ کو داڑھ کے درد کی بیماری ہے تو اُس کے کہنے پر واپس نہ کی جائے گی یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر اُس کی ایک آنکھ کرنجی ہو اور دوسری کرنجی نہ ہو یا ایک سیاہ ہو اور دوسری سفید ہو تو یہ عیب ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک غلام خریدا پھر ظاہر ہوا کہ اُس کو بخار ہے تو یہ عیب ہے اور مشتری اُس کو واپس کرسکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک ثیبہ باندی اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے وطی نہیں کی ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس سے وطی کی ہے تو مشتری اُس کو واپس نہیں کرسکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ عذرا[1] ہے اور اُس پر قبضہ کرلیا اور وہ مشتری کے پاس مرگئی پھر معلوم ہوا کہ وہ ثیبہ تھی تو بائع سے کچھ واپس نہیں کرسکتا ہے خواہ اس سے باندی میں کچھ نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو یہ حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے۔ ابن مالک نے امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت کی ہے کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابالغ ہے پھر کھلا کہ وہ بالغ ہے تو اُس کو واپس نہ کرے گا خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک باندی خریدی[2] پھر اُس کو دیکھا کہ وہ بدشکل یا سیاہ ہے تو اُس کو واپس نہیں کرسکتا ہے بشرطیکہ اُس کی خلقت اعضاء پورے ہوں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اُس کا چہرہ جلا ہوا ہے جس سے اُس کا حسن وقبح کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہ ہو سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہے قیمت اندازہ کی

---

[1] قولہ عذراء، قلت العذراء هی الباکرة التی لها العذرة ای لم تزل عذرتها والباکرة تعمها وغیرها لان الباکرة العذرة اذا زنت مرة فقط حتی زالت عذرتها فهی فی حق بعض الحکم باکرة وان لم یبق عذراء وکذا قیل واقول امامنا فکانه لم یرد الا الباکرة بدلیل التقابل مالثیبه وفهم۔ ۱۲۔ [2] سامنے نہ تھی فقط باندی کے نام سے خریدی اور ایسا ہی مابعد میں ہے۔ ۱۲

جائے گی اور ایک بدون چہرہ جلی ہوئی باندی صحیح وسالم کی بدشکل کے حساب سے قیمت اندازہ کی جائے گی پس جس قدر دونوں میں فرق ہو گا اُسی قدر مشتری بائع سے واپس لے گا یہ محیط میں زیادات سے منقول ہے اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ خوبصورت ہے پھر اُس کو بدشکل پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک غلام خریدا کہ جس کے دونوں گھٹنوں میں ورم ہے اور بائع نے کہا کہ یہ ورم حال میں چوٹ لگ جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے پھر اس بنا پر مشتری نے اُس کو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی ورم ہے تو واپس نہ ہو گا شیخ نے فرمایا ہے کہ واپس نہ ہونا اس صورت میں ہے کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کر دیا پھر معلوم ہوا کہ ورم اس سبب سے نہیں بلکہ دوسرے سبب سے ہے تو مشتری واپس کر سکتا ہے چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو بخار ہے پھر بائع نے کہا کہ اس کو تیسرے دن کا بخار ہے پھر وہ اس کے سوائے دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اصل مسئلہ میں اگر بائع نے یوں کہا ہو کہ تو خرید لے اگر ورم قدیمی ہو گا تو اُس کا جواب دہ میں ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ ورم نیا ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ پرانا ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مسئلہ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کذا فی الذخیرہ ایک ایسا غلام خریدا کہ جس کے دونوں کانوں میں سے ایک کا سوراخ دماغ تک نہیں ہے تو یہ عیب ہے اور کان کا سوراخ ہندی باندی میں اگر چہ بڑا ہو عیب نہیں ہے اور ترکی باندی میں عیب ہے بشرطیکہ اُس کو لوگ عیب گنتے ہوں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بہت کھانا باندی میں عیب ہے غلام میں عیب نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور صلح الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک باندی خریدی کہ جس کے ایک زخم ہے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکے گا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب نہ تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

چوپایوں وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان میں

ایک گائے خریدی اور اس کو دیکھا کہ دودھ نہیں دیتی ہے پس اگر ایسی گائے دودھ کے واسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کر سکتا ہے اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اُس کو واپس نہیں کر سکے گا اور اگر گائے اپنے تھنوں کو منہ میں لے کر تمام دودھ چوس لیتی ہو تو یہ عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

چوپایوں میں کم کھانا عیب ہے اور بنی آدم میں عیب نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور فوائد شمس الائمہ میں ہے کہ اگر چوپایہ عادت سے بڑھ کر کھانے والا ہو تو بھی عیب نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گدھا خریدا اور جو رینگتا نہیں ہے تو یہ عیب ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک بیل خریدا جو کام کرتے وقت سوتا ہے تو یہ عیب ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی خچر خریدا پھر اُس کو چال میں سُست پایا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے نعوش کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی نعوش کھاتا ہو تو عیب نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت بانگ دیتا تھا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اُس کو کان کٹا ہوا پایا پس اگر اُس نے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور یہی حکم کل جانوروں کا ہے کہ جو قربانی نہ ہو سکتے ہوں اور اگر اُس کو قربانی کے

سوا کسی غرض سے خریدا تھا تو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا لیکن اگر کان کٹے ہونے کو لوگ عیب سمجھتے ہوں تو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا اس طرح کہ مشتری نے کہا کہ میں نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خریدنا قربانی کے زمانہ میں واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگوں میں سے ہو کہ جن پر قربانی واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک گائے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو عیب ہے اور اگر ہفتہ میں ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خریدا اور اُس کو دیکھا کہ کھیاں کھاتا ہے پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اُس پر چڑھے اور جفتی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے حکایت کیا گیا ہے کہ یہ صورت بخارا میں واقع ہوئی تھی اور جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اُس زمانہ کے مفتیوں کا جواب متفق نہ ہوا اور قاضی امام عبد الملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اُس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت میں اُن گدھوں نے اُس کے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہیں ہے اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اُس نے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے اُن گدھوں کو دے دیا تو یہ عیب ہے پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہو گئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور وخس عیب ہے اور وہ گھوڑے کے چند برسم کے ورم کو بولتے ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور دم کا ٹیڑھا ہونا عیب ہے اور چوپایہ کی ٹانگ میں ایک ایسی چیز کا نکل آنا جس کا حجم ہوتا ہے اور اُس میں سختی نہیں ہوتی ہے عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑے کے مُنہ سے اس قدر پانی بہے کہ جس سے توبڑا تر ہو جائے تو یہ عیب ہے بشرطیکہ اُس سے ثمن میں نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر جانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کر کے باندھ دیا جاتا ہو کسی حیلہ سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور قدموں کا نزدیک ہونا اور رانوں میں دوری ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور گھوڑے میں حرونی اور تابع نہ ہونا عیب ہے اور لگام دینے کے وقت نہ کھڑا ہونا عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب میں پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا پھول جانے کے تو وہ عیب میں شمار ہے اور زوائد عیب ہے اور وہ پٹھوں کے کنارے عجایہ کے پاس متفرق اور منقطع ہوتے ہیں اور اُس سے لپٹ جاتے ہیں اور عجایہ اونٹ کے کھری میں ایک پٹھا ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور چلنے میں دونوں پاؤں یا پنڈلیوں کا باہم رگڑ کھانا عیب ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مھقوع عیب دار ہوتا ہے اور کتاب الاصل میں اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ یہ لفظ ھقعہ سے مشتق ہے اور وہ ایک چکر ہوتا ہے جو اُس کے بائیں جانب سینے میں ہوتا ہے اور یہ سفید ہوتا ہے کہ اُس کو شوم جانتے ہیں اور منتقی میں اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ مھقوع وہ ہے کہ اُس کے چلتے وقت اُس کی پیشاب گاہ اور کوکھ کے بیچ میں سے کوئی آواز سنی جائے انتشار بھی عیب ہے اور وہ تعب کے وقت پٹھا پھول جانے کو کہتے ہیں اور بعضوں نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اس قدر بڑھ جانا ہے کہ قریب اس کے ہو جائے کہ آنکھ کی تمام سفیدی کو گھیر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک گھوڑا خریدا اور اُس کو بوڑھا پایا تو بعضوں نے فرمایا کہ سزاوار یہ ہے کہ واپس نہ کیا جائے لیکن اس صورت میں کہ کم سن ہونے کی شرط کر لی ہو جیسے کہ باندی کے مسئلہ کا حکم ہے جب کہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پائی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گائے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے بائع کے مکان کو چلی جاتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے اونٹنی مصراۃ خریدی یعنی اُس کے تھن بائع نے باندھ دیے تھے یہاں تک کہ اُس میں دودھ جمع ہو کر ایسے ہو گئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھر جاتا ہے اور مصراۃ حوض کو کہتے ہیں تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار

نہیں ہے اور تصریہ ہمارے نزدیک عیب نہیں ہے اسی طرح اگر اپنے غلام کی اُنگلی کے اوپر کے پور کا سرا کالا کر کے نخاس میں اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اُس کو کاتب سمجھے یا اُس کو روٹی پکانے والوں کے کپڑے پہنائے تا کہ مشتری اُس کو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو موزے خریدے اور ان کو اس قدر تنگ پایا کہ ان میں اُس کا پاؤں نہیں سماتا ہے تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے ذکر کیا ہے کہ پاؤں کا داخل نہ ہونا اگر اس سبب سے ہے کہ اس کے پاؤں میں کوئی علت ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر پاؤں میں کوئی علت نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے اور شیخ الاسلام ابوبکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور قاضی شیخ علی السعدی نے اُس کے واپس کر دینے کا فتویٰ دیا ہے خواہ اُس نے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہو کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ مثل اور لوگوں کے موزوں کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کر دے ورنہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر موزوں میں اُس کا پاؤں خوب نہیں جاتا تھا بدوں اس کے کہ اُس کے پاؤں میں کوئی علت ہو پھر بائع نے کہا کہ تیرے پاؤں میں بڑھ جائے گا اور مشتری نے اُس کو لے کر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آ کر فتویٰ طلب کیا گیا تھا تو بعض ائمہ نے جواب دیا ہے کہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے (ایک قسم کا ایسا موزہ) خریدا کہ جو لفافہ کے ساتھ پاؤں میں نہیں آتا ہے اور بدون لفافہ کے آجاتا ہے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک جبہ خریدا اور اُس میں ایک مرا ہوا چوہا پایا تو یہ عیب ہے اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہے کہ عیب اُس وقت تک ہو گا کہ جب اُس چوہے کا نکلنا جبہ میں نقصان پیدا کرے اور اگر جبہ کو پھاڑ کر نکالنے کی ضرورت نہ ہو اور جبہ میں نقصان نہ آئے تو عیب نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ ایک نجس کپڑا خریدا اور اُس کے نجس ہونے سے آگاہ نہ ہوا پھر اس سے واقف ہوا اور اُس کپڑے میں دھوڈالنے سے کوئی نقصان نہیں آتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر اس کپڑے میں تیل ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ تیل بالکل کم تر چھوٹتا ہے تو عیب میں شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک دُکان خریدی اور قبضہ کرنے کے بعد اُس کے دروازہ پر یہ لکھا دیکھا کہ یہ دُکان فلاں مسجد کے صرف میں وقف کی گئی تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسی علامتوں پر احکام کا مدار نہیں ہوتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے غیر کی دُکان میں اپنے رہنے کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کر دیا کہ دُکان کا کرایہ اس قدر ہے پھر معلوم ہوا کہ دُکان کا کرایہ اس سے زیادہ ہے تو فقہا نے فرمایا ہے کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جس مکان کو فروخت کرتا ہے اُس کے مغلاق کا سُوراخ دوسرے کی دیوار میں ہونا عیب ہے اور اسی طرح اگر اسی کی دیوار میں بڑا نقب ہو تو عیب میں شمار ہو گا یہ وجیز میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اُس کو شوم جانتے ہیں تو چاہیے کہ اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے کسی نے ایسے گیہوں خریدے کہ جو اشارہ کر کے بتا دیے گئے تھے پھر اُن کو ردی پایا تو عیب کی جہت سے اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک چاندی کا پیالہ جو معین ہے خریدا پھر اُس کو ردی پایا مگر اس میں میل نہ تھا اور نہ ٹوٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہے پس معلوم ہوا کہ ناپ تول کی چیزوں میں ردی ہونا عیب میں شمار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گیہوں گھنے ہوئے یا بدبودار پائے تو اُن کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی اس شرط پر

خریدی کہ وہ زخم دار ہے اور اُس پر قبضہ کر کے اُس کو پگھلایا تو وہ زخم دار نہ نکلی پس مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اس واسطے کہ شرط کا جاتا رہنا بمنزلۂ عیب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر روئیں قلعی خریدی اور اس میں مٹی کا میل ایا تو خواہ تھوڑی ہو یا بہت واپس کر سکتا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر ایک ساگ کی گڈیا خریدی اور اُس کے اندر گھاس پائی پس اگر یہ عیب میں شمار ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر پھلوں کی ٹوکری یا ٹوکرا خریدا اور اُس کے نیچے گھاس پائی تو واپس کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایک ڈھیری گیہوں کی خریدی اور اس کے نیچے کھتے کے سیاہ گیہوں پائے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اس میں لوگوں کی گزرگاہ پائی تو حجت کے ساتھ اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر انگور کا تاک خریدا اور اُس میں کثرت سے چیونٹیوں کے گھر پائے تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اسی طرح اگر تاک میں غیر کی گذرگاہ یا اُس کے پانی بہنے کی راہ پائی تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اس کا پانی دینا ایک ناوق پر ہے کہ جو نہر پر یا کسی اور جگہ پر بٹھایا جائے تو اُس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اُس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرنے کے ممکن نہ ہو تو بھی واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہے اور اگر دیوار کو رمص[1] پایا پس اگر اُس کو عیب میں گنتے ہوں تو عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اُس کے پانی بہنے کا راستہ دوسرے کی زمین میں ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہے اور مشتری خریدتے وقت اس وجہ سے واقف نہ ہوا تھا کہ اس پانی بہنے کا حق نہیں ہے تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کرے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر زمین اور خرما کے درخت خریدے کہ جن کے لیے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری کو یہ بات معلوم نہ تھی تو اُس کو خیار حاصل ہے یہ وجیز کردری میں لکھا اور منتقی میں لکھا ہے کہ مصحف شریف خریدا اور اُسکے حروف کٹے کٹے پائے یا اس شرط پر خریدا کہ اُس میں نقطے[2] لگے ہوئے ہیں پھر کچھ نقطے ساقط پائے تو یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قرآن شریف اس شرط پر خریدا کہ وہ پورا ہے پھر دیکھا تو اس میں سے دو آیتیں یا ایک آیت ساقط ہے تو اس عیب کی وجہ سے رد کر سکتا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر لکھا پایا ہے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کے واسطے قرآن شریف خریدا اور معلم نے کہا کہ اس میں بہت خطا ہے پس اگر اُس میں لکھنے کی غلطی ثابت ہو تو اُس کو واپس دے کر اپنا ثمن واپس لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی تاک انگور کا خریدا اور مشتری کے پاس اُس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اُسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس تھی تو واپس کر سکتا ہے ☆

اگر کسی نے ایک زمین خریدی کہ جو مشتری کے پاس سیل گئی اور بائع کے پاس بھی نمناک ہو جاتی تھی تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے زمین کے اوپر سے کچھ مٹی اُٹھا ڈالی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ مٹی اُٹھا دینے سے زمین سیل گئی ہے یا کسی دوسری جگہ سے اُس میں زیادہ پانی آ گیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس بات کی طرف لحاظ نہ کیا جائے گا کہ مشتری کے پاس بائع کے پاس سے زیادہ سیل گئی یا اسی قدر سیلی ہے بلکہ اس بات کو دیکھا جائے گا کہ اگر اسی سبب سے کہ جس سے بائع کے پاس سیلی تھی مشتری کے پاس بھی سیلی ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی تاک انگور کا خریدا اور مشتری کے پاس اُس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اُسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس تھی تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے کسی نے اگر ایک روئی

---

[1] رمص کھنجروں کی نمو دی ہوئی ۱۲۔ [2] نقطے زمانہ قدیم میں بھی تین آیات پر اور بھی دس آیات پر لگاتے تھے جیسے رکوع ہوتا ہے ۱۲۔

اس شرط پر خریدی کہ میٹھے پانی کی پکی ہوئی ہے پھر اس کے برخلاف معلوم ہوئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر لفظ شرط[1] ذکر نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر حنا یا مثل اس کے اس شرط پر خریدی کہ سب بائع کی جنس سے ہے پھر معلوم ہوا کہ جسے پہلی بار دیکھا تھا اُس جنس سے نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر پانچ سو قفیز گیہوں خریدے اور اُن میں مٹی ملی ہوئی پائی پس اگر یہ مٹی اُسی قدر ہے کہ جیسی ایسے گیہوؤں میں ہوا کرتی ہے اور اُس کو لوگ عیب نہیں جانتے ہیں تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر اتنی مٹی اس قدر گیہوؤں میں نہیں ہوتی ہے اور اُس کو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر اُس نے تمام گیہوں واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہوگا اور یہ نہیں کر سکتا کہ مٹی کو علیحدہ کر کے اُس کے حصہ ثمن کو لے کر واپس کرے اور گیہوں کو رکھ لے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اس نے مٹی اور گیہوں سے جدا کیا ہو اور اگر جدا کر لیا اور اس قدر زیادہ مٹی نکلی کہ جس کو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر مٹی اور گیہوں کو ملا کر پیمانہ پورا کر کے واپس کرتا ہے تو سب کو واپس کر دے اور اگر صاف کرنے کی وجہ سے اس میں کمی آگئی اور ملانے سے پیمانہ پورا نہیں ہوتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب واپس لے اور وہ بحساب گیہوؤں کے نقصان کے ہوگا[2] لیکن اگر بائع اُن گیہوؤں کو اس کمی کے ساتھ لینے پر راضی ہو جائے تو اُس کو یہ اختیار حاصل[3] ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر چیز جو گیہوں کے مانند ہے جیسے تل وغیرہ اگر اُن کو خریدے اور اُس میں مٹی ملی ہوئی پائے تو سب کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر تیل خریدا اور اُس کے اندر تلچھٹ پائی تو اُس کا حکم بھی اسی طرح ہے یہاں تک کہ فقط تلچھٹ کو واپس نہیں کر سکتا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر مشک خریدا اور اس میں رصاص ملا ہوا پایا تو رصاص کو جدا کر کے اُس کے حصہ ثمن کے عوض بائع کو واپس کر دے خواہ رصاص تھوڑا نکلے یا بہت ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جس چیز سے تھوڑے سی چشم پوشی کی جاتی ہے اُس کی زیادہ بھی جدا نہ کی جائے گی اور جس چیز کے تھوڑے میں چشم پوشی نہیں کی جاتی ہے اُس میں کی زیادہ بھی جدا کر دی جائے گی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہیں کی جاتی ہے پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کر دیا جائے گا اور گیہوں کے اندر تھوڑی مٹی میں چشم پوشی کی جاتی ہے اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کی جائے گی اور عامۂ مشائخ نے اس روایت کو لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی اور اُس کے اندر بہت سا نمک پایا تو اس کا حکم وہی ہے جو گیہوں کے اندر مٹی ملی ہوئی پانے کا حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں ہے۔ کہ اگر تانبے کا نقرہ خریدا اور اُس کو گلایا اور اس میں سے پتھر نکلا جیسے تانبے سے نکلتا ہے۔ تو مشتری کو اُس کے ثمن کے حصہ کے حساب سے لے لینے کا اختیار ہے اور بائع اگر یہ چاہے کہ ویسا ہی اُس کو لے کر ثمن واپس کرے تو کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

تیسری فصل ☆

ایسی چیزوں کے بیان میں کہ عیب کی وجہ سے اُنکا واپس کرنا ممکن نہیں اور جن کا واپس کرنا ممکن ہے اور جن چیزوں میں نقصان لے سکتا ہے اور جن چیزوں میں نہیں لے سکتا

قاعدہ یہ ہے کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اس میں مالکانہ تصرف کیا تو اُس کا واپس کرنے کا حق باطل ہو گیا اگر ایک چوپایہ خریدا اور اس کے کوئی زخم پایا اور اُس کی دوا کی یا اُس پر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس

---

[1] بلا شرط کے واپس کر سکتا ہے ۱۲۔ [2] مٹی کا اعتبار نہ ہوگا ۱۲۔ [3] نقصان نہ دے ۱۲۔

نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس کے کسی عیب کی دوا کی جو اُس کی دوا سے اچھا ہو گیا تو دوسرے عیب کی وجہ سے جو اچھا نہیں ہوا ہے واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضا ہے اور اگر دو بار خدمت لی تو عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اسی پر فتویٰ ہوگا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

کتاب الاجارات میں خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لے جانے یا وہاں سے اُتارنے کا حکم دے یا باندی کو بدوں شہوت کے اپنے پاؤں دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کے واسطے حکم دیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہے[1] یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر گھوڑے پر اُس کی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہوا یا کپڑے کو اُس کی مقدار دیکھنے کے واسطے پہنا تو یہ رضا میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اُس کو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اُس کے لیے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہوا تو راضی ہونے میں شمار نہیں ہے بشرطیکہ اُس کو بدون سواری کے چارہ نہ ہو جیسے کہ مثلاً دور کا فاصلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہو گیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونوں جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر سوار ہو گیا تو رضا میں شمار ہوگا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر اُس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لادی خواہ اُس پر سوار ہو یا نہ ہوا تو رضا میں شمار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر ہو پھر عیب پر واقف ہونے کے بعد اُس میں جا رہا یا اُس کی کچھ مرمت کی یا اُس میں سے کچھ گرایا تو خیار عیب ساقط ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر ایک دودھ والی باندی خریدی اور اس میں کچھ عیب پایا اور اُس کو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلا دے تو یہ راضی ہونے میں شمار نہیں ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کر دیا تو رضا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہی جواب ہے صلح الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ دودھ دوہنا بدون کھلانے اور بیع کرنے کے رضا میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دودھ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دودھ پلایا پھر مشتری نے اُس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور تلف کر دیا یا پینے کے کام میں لایا پھر اُس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ایک گائے خریدی اور اُس کا دودھ پیا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اس کے بچہ کے خریدی اور اُس کے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُس کے کسی لڑکے نے اُس کا تھن سے دودھ پیا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور یہ رضا میں شمار نہ ہوگا اگرچہ اُس نے لڑکے کو خود اُس کا دودھ تھن سے پلایا ہو اور اگر مشتری نے اُس کا کچھ دودھ دوہا اور خود پی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا یا بعد اس کے کہ عیب پر واقف ہو چکا تھا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس بکری کے بال کاٹ لیے اور پھر اُس میں عیب پایا پس اگر بال کاٹنے میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہیں ہے اور دوسرے مقام پر منتقی میں مذکور ہے کہ اگر عیب جاننے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیے تو یہ رضامندی ہے اور اگر اُس کی کچھ رگ[2] لی تو یہ رضا نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک انگور کا تاک خریدا اور اُس کے پاس اُس میں پھل آئے اور اس نے پھلوں کو اُتار کر زمین پر رکھا پھر تاک میں ایک عیب پایا کہ جس کو وہ نہیں جانتا تھا پس اگر ان پھلوں کے توڑنے سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہے تو بیع جائز ہے پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُس کو واپس نہیں

---

1 امتحان نہیں ہے ۱۲۔ 2 رگ سے یہ مراد کہ خون بہا کر داغ دینے کا علاج کیا ۱۲۔

کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس میں کچھ عیب پایا اور اُس کے بعد اُس کو مارا پس اگر مارنے کا اثر اُس میں موجود ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر طمانچہ یا دو تین کوڑے مارے اور اُس کا کچھ اثر ظاہر نہ ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اور بائع سے اس سفیدی کا حال پوچھا اُس نے کہا کہ مارنے کے سبب سے ہے کہ دس روز میں جاتی رہے گی پھر دس دن گزر گئے اور وہ زائل ہوئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ اس کو کھانسی ہے اور بعد اس دعویٰ کے غلام اُس کے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُس نے اُس سے کام لیا پھر اُس کے بعد کھانسی کا دعویٰ کیا پس وہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں اُنہوں نے فرمایا کہ اگر عیب جاننے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضا میں شمار ہے یہ تاتارخانیہ میں یتیمہ سے منقول ہے اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ وطی کی پھر اُس کے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو لیکن اگر بائع اُس کو اسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہو سکتا ہے[1] اور اسی طرح اگر اس کا شہوت سے بوسہ لیا یا اُس کو شہوت سے چھوا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اُس کو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے سوائے مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور نقصان عیب لے لے گا لیکن اگر بائع اسی طرح اُس کو واپس کرنے پر راضی ہو جائے تو ہو سکتا ہے اور اگر کسی نے شبہہ سے وطی کر لی یہاں تک کہ وطی کرنے والے پر عقر[2] واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی بھی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باندی کو خرید کر اُس کا نکاح کر دیا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ اُس کے شوہر نے اُس سے وطی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ بائع اس کے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہ ہو یہ مضمرات میں لکھا ہے اور محیط سرخسی میں لکھا ہے کہ نقصان عیب لے سکتا ہے انتہیٰ اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اُس باندی کا شوہر تھا اور اُس نے مشتری کے پاس باندی سے وطی کی پس اگر وہ باندی ثیبہ تھی اور وطی سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو بدوں رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس میں نقصان نہ آیا تو واپس کر سکتا ہے اور یہ حکم جو ہم نے ثیبہ کا ذکر کیا اُس وقت ہے کہ اُس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار دل کی ہو پھر مشتری کے پاس وطی کی ہو و لیکن اگر اُس نے بائع کے پاس وطی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وطی کی تو کتاب الاصل میں اس کا حکم مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ واپس کر سکتا ہے۔ کذا نقل فی المضمرات عن النصاب اور اگر باندی باکرہ ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان لے لے گا اور اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی واپس کر لیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر ایک برذون خریدا اور اُس کو خصی کر ڈالا پھر اُس کے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو ☆

کسی نے ایک لکڑی کندی بنانے کو خریدی اور بیع میں اُس کی شرط کر لی پس اُس کو رات میں کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اس میں عیب نہیں ہے پھر بدوں شرط کرنے کے از سر نو اُس کا عقد[3] کیا پھر اُس کو دن میں دیکھا اور عیب دار پایا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک برذون خریدا اور اُس کو خصی کر ڈالا پھر اُس کے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی اس کے برخلاف فتویٰ دیا کرتے تھے

---

1. نقصان نہ لے گا ۱۲۔ 2. جرمانہ وطی ۱۲۔ 3. بیع کی ۱۲۔

کذا فی الظہیر یہ۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُس کو اس قدر چھوٹا پایا کہ اُس کے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اُس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اُس کو درزی کو دکھلائے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اُس نے درزی کو دکھلایا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہیں ہو سکتا تھا تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر زیوف درہم ادا کیے اور اس سے کہا کہ ان کو خرچ کر اگر چل جائیں تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اُس نے اس شرط پر لے لیے اور وہ اُس کے پاس چلے تو استحساناً اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں نوازل کی کتاب الصلة سے منقول ہے مشتری نے اگر مبیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اُس سے کہا کہ تو اُس کو فروخت کر اگر کوئی خرید ے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اُس کو بیع کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام خریدا اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہیں ہے اور مشتری اُس کو واپس کر سکتا[1] ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کرایا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اس میں کوئی عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے[2] پس اگر بائع نے کہا کہ میں اُس کو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہوں تو اُس کو اختیار ہے اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اُس کا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ اس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر مشتری نے اُس کو سلا لیا پھر اُس میں پہلا عیب پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع نے کہا کہ میں اُس کو ایسا ہی لے لیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور ستوؤں کا بھی یہی حکم ہے جب کہ اُن کو گھی یا شہد کے ساتھ لت کر دیا ہو کذا فی المضمرات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اس کو بیع کے واسطے پیش کیا یا اُجرت پر دیا یا رہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو خرید کر اُس کو اُجرت پر دے دیا پھر اُس کے عیب پر مطلع ہوا تو اُس کو یہ اختیار ہے کہ اجارہ کو توڑ کر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُس کو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہے تو ایسا نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر مبیع کسی کو ہبہ کر دی اور اس کے سپرد نہیں کی تو اس کو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے ہبہ کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر کے کسی شخص کو ہبہ کر کے اُس کے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام میں خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ بیع کے اندر زیادتی دو قسم کی ہوتی ہے ایک متصلہ یعنی اُس سے ملی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنی اُس سے علیحدہ پھر متصلہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہوں اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہیں ہو سکتی ہے خواہ بائع اسی طرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو مبیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے موٹا ہو جانا یا جمال بڑھ جانا یا آنکھ کا صاف ہو جانا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے یہی صحیح ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے

پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں تجھ کو نقصان عیب نہ دوں گا لیکن تو مجھے مبیع واپس کر دے اور میں تجھ کو پورا ثمن واپس کر دوں گا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور

---

[1] اگر عیب پائے ۱۲۔ [2] لیکن نقصان لے سکتا ہے ۱۲۔

امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو اختیار رہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور زیادتی منفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو مبیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اُس کے معنی میں ہے جیسے جرمانہ اور عقر تو ایسی زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کو بوجہ تمام اسباب فسخ کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہے[1] اور دوسری وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کی یا اسباب فسخ مانع نہیں ہے اور طریقہ فسخ کا یہ ہے کہ عقد بیع کو اصل بیع میں بدون زیادتی کے فسخ کر دے اور زیادتی مفت بلا عوض مشتری کو دے دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ زیادتی مشتری کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو پس اس کا تلف ہونا اگر آسمانی آفت سے ہو تو مشتری اصل بیع کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہ ہونے کے شمار ہوگا اور جو مشتری کے فعل سے تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو قبول کر لے اور پورا ثمن واپس کر دے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے اور عیب دار ہو جانے کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

یہ تمام حکم جو مذکور ہوا اُس وقت ہے کہ مبیع پر قبضہ کر لینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کر لینے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی ایسی متصلہ ہے کہ جو مبیع سے پیدا ہوتی ہے تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ایسی زیادتی متصلہ ہے کہ جو مبیع سے پیدا نہیں ہوتی تو مشتری اُس کی وجہ سے قابض[2] ہو جائے گا اور ایسا ہوگا کہ گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا اور نقصان لے لے گا اور اگر زیادتی ایسی منفصلہ ہو کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہے جیسے کہ بچہ اور بھیڑی یا بکری کے بال یا دودھ یا پھل یا جرمانہ یا عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی واپس کر دینے کو منع نہیں کرتی ہے پس اگر چاہے تو دونوں کو واپس کر دے اور اگر چاہے تو دونوں کو پورے ثمن میں لے لے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بیع میں کوئی عیب نہ پایا لیکن زیادتی میں عیب پایا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن جب کہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا ہونے سے مبیع میں کچھ نقصان آیا ہو تو مبیع میں نقصان آنے کے سبب سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ شرح الطحاوی میں لکھا ہے اگر زیادتی اور اصل دونوں پر قبضہ کر لیا پھر مبیع میں عیب پایا تو اُس کو اُس کے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کر دے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ثمن میں سے حصہ ہو گیا اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو اُس کو بھی اُس کے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر زیادتی منفصلہ ہو اور مبیع سے پیدا نہ ہوئی ہو جیسے بیع کی کمائی یا اُس کو کچھ ہبہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہیں ہے اور جب واپس کرے گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہو گی لیکن اُس کو حلال نہ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی بائع کی ہو گی اور اُس کو بھی حلال نہ ہو گی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہو کر بیع کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق مبیع مع زیادتی کے اُسی کی ہو گی لیکن اس کے حق میں حلال نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیع پر مع زیادتی کے قبضہ کر لیا اور بیع میں عیب پایا تو امام اعظم کے نزدیک فقط بیع کو بعوض پورے ثمن کے واپس کر دے اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُس کو واپس کرے اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہیں کر سکتا اور اگر زیادتی تلف ہو گئی اور بیع عیب دار باقی رہی تو بالاتفاق اُس کو پورے ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ گیہوں خریدے اور اُس میں سے مشتری کے پاس اُس کا غبار اُڑ گیا اور اُس کے پیمانہ میں کمی آ گئی تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اُن میں رطوبت تھی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہو گئی یا کوئی تر لکڑی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] دوسری زیادتی منفصلہ ۱۲۔ [2] یہ قرار دیا جائے گا کہ گویا مشتری نے قبضہ کر لیا ۱۲۔

منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام لکھنے والا یا روٹی پکانے والا خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُس کے عیب پر مطلع ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوارے شہر رے میں خریدے اور اُن کو کوفہ کو اُٹھا لے گیا پھر وہاں جا کر اُن کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُن کے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ وہاں اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ رے میں نہ پھیر لائے اور اگر اس مسئلہ میں بجائے چھوارہ کے باندی فرض کی جائے تو امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے کہ باندی چھوارہ کے مانند نہیں ہے کیونکہ اُنہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا نرخ رے اور کوفہ میں قریب قریب ہے اور اس کے لے جانے میں ایسا خرچ بھی نہیں پڑتا جو چھواروں کے لے جانے میں خرچ پڑتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور وہ اُس کو جانتا تھا تو اُس کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے اُس پر قبضہ نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ سفیدی صاف ہو گئی اور پھر سفیدی آ گئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہو گی اور اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُس کو اختیار ہو گا اور صحیح وہی ہے جو ظاہر الروایت میں ہے کیونکہ تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اور اُس نے اُس پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ ٹوٹے ہوئے دانت جم آئے یا سیاہی اُن کی جاتی رہی پھر وہ دونوں دانت گر گئے یا سیاہی پھر آ گئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہو گی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اُس کے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی یا اُس کے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سفیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سفیدی آ گئی اور دانت گر گئے پھر اس میں اس کے سوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور اگر سفیدی اس آنکھ کی کہ جس کی سفیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی لیکن دوسری آنکھ میں سفیدی آ گئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکے گا اور اگر دوسری آنکھ میں سفیدی نہ آئی ولیکن جس آنکھ کی سفیدی جاتی رہی تھی اُسی میں مشتری کے فعل سے دوبارہ سفیدی آئی اس طرح پر کہ مشتری نے اُس کی آنکھ میں مارا کہ اس میں سفیدی آ گئی پھر باندی میں کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی لیے لیتا ہوں اور پورا ثمن تجھ کو واپس کر دیتا ہوں تو مشتری کو اختیار ہے کہ اُس کو واپس دے بخلاف اس صورت کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ میں سفیدی آ گئی تو اس صورت میں مشتری اُس کے عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اگر چہ بائع اُس کے واپس کر لینے پر راضی ہو جائے یہ کل حکم جو ہم نے ذکر کیا اُس وقت ہے کہ مشتری نے جان بوجھ کر اُس کو خریدا ہو اور اگر اُس کو خریدا اور یہ نہ جانا کہ اُس کے ایک آنکھ میں سفیدی ہے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہے پس اگر اُس نے واپس نہ کی یہاں تک کہ سفیدی جاتی رہی تو پھر اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر چہ اُس کا استحقاق سلیمہ[1] کا تھا جب کہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سفیدی آ جائے تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس میں کوئی دوسرا عیب پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی کہ جس کی ایک آنکھ میں سپیدی ہے اور اس سے واقف نہ ہوا اور نہ اس پر قبضہ کیا یہاں تک کہ اس کی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی پھر اس کی آنکھ میں سپیدی آ گئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر اس پر قبضہ کر لیا اور اُس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یہاں تک کہ سفیدی جاتی رہی پھر سفیدی آ گئی تو واپس نہیں کر

---

[1] بے عیب والی ۱۲۔

سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور سفیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آ گئی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے یا سیاہ تھے اور مشتری اس کو نہیں جانتا تھا اور اُس نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاہی زائل ہو گئی یا دانت جم آئے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر پھر دانت گر گئے یا پھر سیاہی آ گئی ہو تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس میں پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے ذبح کیے ہوئے پرند کے ریش اُکھاڑنا عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ اگر ایک مریض غلام خریدا پھر اُس کا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن نقصان عیب لے لے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام کو کہ جس کو بائع کے پاس بخار آیا کرتا تھا خریدا اور اُس کو دوسرے یا تیسرے دن بخار آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اسکو برابر بخار رہنے لگا تو منتقیٰ میں ذکر کیا ہے کہ مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چارپائی سے لگ گیا تو یہ بخار کے سوائے دوسرا عیب ہے اس کی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے اور واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اُس کے کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بہے یا چیچک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُس کے کوئی زخم تھا اور اس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُس کا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُس کا زخم موضحہ[1] تھا پھر مشتری کے پاس اُس کا زخم آمہ ہو گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بائع کے پاس غلام کو باری کا بخار آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُس کو دوسری بار بھی باری کا بخار آیا تو واپس کر سکتا ہے کیونکہ سبب متحد ہے اور اگر دوبارہ چوتھا بخار آیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ سبب مختلف ہے اور اسی طرح اگر کوئی غلام خریدا اور مشتری کے پاس اُس کو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُس کا حکم اسی تفصیل سے ہے اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہیں یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُس کو بخار آیا اور بائع کے پاس بھی اُس کو بخار آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضلؒ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب حنفیہ سے اس طرح محفوظ ہے کہ اگر اُسی وقت میں اُس کو بخار آیا کہ جس وقت میں بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر غیر وقت میں آیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر مبیع میں زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جائے اور مشتری اُس سے آگاہ نہ ہو اور وہ زخم ہو جائے اور جراح آگاہ کریں کہ اُس نے پرانے سبب سے عود کیا ہے تو واپس نہ کر سکے گا اور نقصان لے لے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کے عیب میں بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز جھگڑا چھوڑ دیا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیوں اُس کو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ میں یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُس کا عیب جاتا رہے اس واسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابو بکر ابن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا چھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے اور اُس کو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر واپس کرنے کا قصد کیا اور اُس کو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُس نے اُس کو کھلایا اور چند روز روک رکھا اور اُس میں کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اس نے بائع کو پایا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے۔ فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

---

[1] موضحته قال فی تیسیر الوصول الموضحته الشجته التی تبدی والمروبه جرح الراس والوجه انتهی یعنی سر یا چہرہ پر اگر کشادہ وہاں زخم ہو تو موضحہ ہی وقال العینی فی شرح الهدایہ الآمتہ ہی التی تبلغ ام الراس یعنی آمتہ اس شجہ کو کہتے ہیں جو ام الرأس تک پہنچ گیا ہو اور ام الرأس کھوپڑی کی ہڈی ہے ۱۲۔

منتقی میں ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خریدا پھر مشتری نے اُس کے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اس کے بعد مشتری کو اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وکیل نے مؤکل کے سامنے اُس کو فروخت کیا اور مؤکل نے وکیل سے کچھ نہ کہا تو یہ اُس کی رضامندی میں گنا جائے گا یہاں تک کہ اگر بیع پوری نہ ہو تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر وکیل نے اس کو آگاہ کیا کہ میں ابھی اُس کے فروخت کرنے کو جاتا ہوں اور مشتری نے اُس کو منع نہیں کیا تو یہ بھی رضا میں شمار ہے اور اسی طرح اگر اُس مشتری مؤکل کو کسی نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اُس کا بھاؤ ٹھہرایا ہے اور وہ اُس کو بیچنا چاہتا ہے پس مؤکل نے اُس کو منع نہ کیا تو یہ بھی رضامندی میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر سنجاب یا لومڑیوں کی کھالیں خریدیں اور اُن کو دباغت کے واسطے تر کیا پھر اُن میں کوئی عیب ظاہر ہوا تو بقدر نقصان واپس لے جیسے کہ ابریشم خرید کر اُس کو تر کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت میں نقصان عیب لینے کا حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اُس پر خراج نہ تھا اور اس میں کوئی عیب پایا پھر اُس پر خراج باندھا گیا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کسی غلام کو خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا[1] پھر اُس کی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اُس کے آدھے ثمن کا ضامن ہے اور اگر اُس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو خیار نہ ہوگا اور اگر کوئی دار خریدا اور کچھ اس میں سے فروخت کر دیا پھر اُس میں عیب پایا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہ واپس کر سکتا ہے اور نہ کچھ لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر باغ انگور خرید کر اُس کے پھل کھائے پھر اُس کے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کے لینے پر راضی ہو جائے کذا فی المحیط قلت[2] ویاخذ نقصان العیب اور اگر کرم پیلے خریدے اور اُن کو آفتاب میں رکھ دیا پھر اُس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک بسولہ خریدا اور اُس کو آگ میں ڈالا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر سونا خریدا اور اُس کو آگ میں ڈالا پھر اس کے عیب سے آگاہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے وکذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کچھ لوہا بڑھائیوں کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدا اور اُس کو لوہار کے بھٹے میں تجربے کے واسطے ڈالا اور اُس میں کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر آرہ خریدا اور اُس کو تیز کرایا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے یہ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک چھری خریدی اور اُس کو تیز کیا پھر اُس میں عیب پایا پس اگر اُس کو سوہان سے تیز کیا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس میں کمی آگئی اور اگر پتھر سے تیز کیا ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر پتھر کی نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اُس میں پکا پھر اگر اس میں عیب معلوم ہوگا تو میں پکانے کے بعد پھیر لوں گا اور تیرا ثمن پھیر دوں گا مگر مشتری نے اس میں پکایا اور اُس میں عیب ظاہر ہوا تو بدوں رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے گا اور اگر عیب پر واقف ہوا لیکن یہ نہ جانا کہ یہ عیب پرانا ہے اور اُس میں مالکانہ تصرف کیا پھر عیب کا قدیم ہونا معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام خریدا اور اس کو پھر اس طرح پایا کہ اُس کا خون بعوض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اس طرح کی رہزنی سے کہ اُس نے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کر دیا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام ثمن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن اُس کا نقصان عیب لے سکتا ہے پس

---

[1] زبان سے کہا کہ میں نے بیع کر دی ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ نقصان عیب لے لے ۱۲۔

اُس کی قیمت اس خطاواری کے ساتھ اور بدون خطاواری کے اندازہ کی جائے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ بائع سے واپس لے اور اگر کوئی غلام خریدا کہ جس نے چوری کی تھی اور مشتری کو اس کی خبر نہ ہوئی اور مشتری کے پاس اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو واپس کر کے اپنا تمام ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اُس غلام کی خطاوار اور بے خطا دونوں طرح سے قیمت اندازہ کی جائے گی اور دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے وہ بائع سے واپس لے گا اور اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونوں وجہوں سے اُس کو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس میں نیا عیب پیدا ہو گیا اور چوتھائی ثمن واپس لے گا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اُس کے آدھے کے برابر ہے اور وہ ہاتھ دو جرموں سے تلف ہوا تو چوتھائی ایک کو لازم ہوگی اور اگر بائع نے اُس کو قتل کر دیا تو مشتری بائع سے تین چوتھائی ثمن واپس لے گا اور اگر غلام چند بار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت میں اس اخیر مشتری کے پاس اُس کا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے مانند سب بائع باہم ایک دوسرے سے واپس لیں گے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہے پس اخیر کا مشتری اپنے بائع سے رجوع کر سکتا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری اس سے خبردار نہ ہو اور اگر جانتا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ نہیں لے سکتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کر سکتا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ استحقاق کے ہے اور استحقاق سے آگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

یہی جامع الصغیر میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کر دیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں لے سکتا ہے اور اگر بدون مال کے آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک رجوع کر سکتا ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو بائع کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بائع نے اُس میں کوئی پرانا عیب پایا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار بعوض درہموں کے خرید کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر دے اور اسی طرح پر اگر کسی قرض خواہ نے درہموں کو اپنے قرض دار سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اُن کو اپنے قرض خواہ کو دے دیا پھر اُس قرض خواہ نے ان کو زیوف پایا اور بدون حکم قاضی کے اُس کو واپس کر دے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ پہلے کو یعنی اپنے قرض دار کو واپس کر دے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

مشتری نے اگر خیارِ عیب میں بائع سے کہا کہ اگر میں تجھے آج واپس نہ کر دوں تو میں عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہے اور اُس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہے گا ☆

منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس کو اندھا پایا اور مشتری نے بائع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اس کو اپنے قسم کے کفارہ میں آزاد کروں پس اگر کفارہ میں اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک ہروی کپڑوں کی گٹھڑی خریدی اور مشتری نے کپڑوں میں عیب پایا اور اُس نے فقط گٹھڑی کو تلف کر دیا ہے تو منتقی میں لکھا ہے کہ تمام ثمن کے عوض کپڑوں کو واپس کر سکتا ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ باندی اور غلام میں اگر ان کے کپڑے تلف کرنے کے بعد عیب پائے تو اُن کا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بعوض پورے ثمن کے اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ

فصول عمادیہ میں ہے اور منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ مشتری نے اگر خیار عیب میں بائع سے کہا کہ اگر میں تجھے آج واپس نہ کر دوں تو میں عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہے اور اُس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُس دار میں کسی اجنبی نے اپنے پانی بہنے کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو یہ بمنزلہ عیب کے ہے پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ثمن کے عوض اُس کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے پس اگر مشتری نے اس میں کوئی عمارت بنالی ہو تو اُس کو اس عمارت کے توڑ دینے کا اختیار ہے اور اس عمارت کی قیمت لینے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر اس غلام نے کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہے کوئی چیز خریدی اور اُس کو عیب دار پایا اور حالانکہ بائع نے اُس کو ثمن معاف کر دیا یا اُس کو ہبہ کر دیا اور غلام نے اُس کو قبول کر لیا تھا تو عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی مسئلہ میں اگر بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جائے اور قبضہ کر لینے کے بعد وہ مبیع میں عیب پائے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے یوں اقرار کیا کہ یہ مبیع سوائے بائع کے فلاں شخص کی ہے اور اس شخص نے اس کو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہے کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اس کو یہ بیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور فسخ کے ہوتا ہم مشتری اوّل کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو فروخت کر دیا پھر اس کے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح فسخ ہے پھر مشتری اُس کے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام بعوض ایک کُر غیر معین[1] کے خریدا کہ جس کا وصف بیان کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے کُر میں کچھ عیب پایا اور اُس کے پاس اُس میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُس کو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہیں اور اگر خرید کے وقت کُر معین ہو تو جس قدر نقصان کُر میں ہے اُسی قدر غلام میں سے لینے کا اختیار ہے لیکن اگر بائع کر کا یعنی غلام کا خریدنے والا اس بات پر راضی ہو کہ میں اس کُر کو واپس لیتا ہوں اور غلام کو واپس دیتا ہوں تو اُس کو یہ استحقاق ہے کسی نے دوسرے شخص سے ایک کُر گیہوں قرض لیے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے سو درہم خرید کیے یعنی قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہوں خرید لیے پھر اُس نے کُر میں کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے قیاس پر واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر قرض درہم ہوں اور قرض دینے والے نے اُس کے عوض دینار خریدے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے درہموں کو زیوف پایا تو اُس کو بدل لینے کا اختیار ہے یہ قول امام ابو یوسفؒ کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہے وہاں اگر بائع کے روبرو[2] قبضہ سے پہلے یوں کہے کہ میں نے بیع باطل کر دی تو بیع ٹوٹ جائے گی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہے گا اور بائع نے قبول کر لیا تو بھی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر قبول نہ کیا تو بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر بدون حاضری بائع کے کہا تو بیع نہ ٹوٹے گی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر انگور کا تاک مع غلہ[3] کے خریدا پھر اس میں عیب پایا پس اگر واپس کرنے کا ارادہ کرے تو جس وقت اُس نے عیب دار پایا ہے اُسی وقت واپس کر دے کیونکہ اگر اُس نے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے یا مثل اس کے ایک صفقہ[4] میں خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے میں جس پر قبضہ نہیں کیا ہے عیب پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر

---

[1] کر غیر معین مثلاً کُر گیہوں سفید متوسط گھٹیا ۱۲۔ [2] قولہ بائع کے روبرو یعنی روبرو سے یہ غرض ہے کہ بائع آگاہ ہو جائے ۱۲۔ [3] غلہ پھل ۱۲۔ [4] ایک بولی ۱۲۔

چاہے تو دونوں کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ دونوں کو واپس کر دے اور ایسی صورت میں یہ اختیار نہیں ہے کہ صحیح و سالم کو لے لے اور عیب دار کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر قبضہ کیے ہوئے میں عیب پایا تو اُس میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ فقط اُس کو واپس کر دے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کو لے یا دونوں کو واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں عیب دار کو لے لیتا ہوں اور اس کا نقصان لے لوں گا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اُس نے دونوں پر قبضہ کر لیا ہو پھر ایک میں عیب پایا تو اُس کو فقط عیب دار واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

بدون رضامندی بائع کے دونوں کو واپس کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پھر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب دونوں میں سے ایک کو باقی رکھ کر اس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسی دو چیزیں ہوں کہ جس میں ایک سے نفع اٹھانے کی عادت نہیں ہے جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیاں یا کیواڑ خریدے اور اُن دونوں میں ایک کو عیب دار پائے تو اس پر اجماع ہے کہ دونوں کو لے لے گا یا دونوں کو واپس[1] کر دے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایک جوڑی بیل خریدے پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک کو عیب دار پایا اور فقط عیب دار واپس کر دینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہے کہ اُس کو ایسا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں ساتھ کام کرنے کی عادت ہو گئی اور ہر ایک ایسا ہو گیا ہے کہ بدون اُس دوسرے کے کام نہیں کرتا ہے تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور وہ دونوں بمنزلہ ایک چیز کے شمار ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو باندیاں خریدیں اور دونوں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اُن میں سے ایک میں عیب پایا اور اُس پر قبضہ کر لیا تو دونوں اُس کے ذمہ لازم ہو جائیں گی اور اگر بے عیب پر قبضہ کیا تو دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بے عیب کو دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں کو آزاد کر دیا تو اُس کو عیب دار لازم ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک ہروی کپڑوں کی گٹھڑی خریدی اور اُس میں سے ایک کپڑا نکال کر اُس کو قطع کرا کے سلایا یا اُس کو فروخت کر دیا پھر گٹھڑی کے کسی کپڑے میں عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ گٹھڑی کے باقی کپڑے رکھ لے اور فقط عیب دار کو واپس کر دے اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کہے کہ میں اس کو واپس نہیں کرتا ہوں مجھے تمام کپڑے پھیر لینا پسند ہیں لیکن اگر مشتری چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کرا کر سلایا نہ تھا اور بائع اس بات پر راضی ہوا کہ گٹھڑی مع قطع کیے ہوئے کپڑے کے واپس کرے تو اُس کو یہ اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اُس کے پاس اُس میں پھل آئے پھر پھل آسمانی آفت سے تلف ہو گئے تو کسی عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع نے اُس کو کھا لیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے ایک خرما کا درخت مع اُس کے موضع[2] زمین اور پھلوں کے خریدا اور مشتری نے اس پر ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُس کے پھل جھاڑ لیے پس اگر اُس کے پھل توڑنے سے درخت یا پھل کو کچھ نقصان پہنچا مثلاً توڑنے کے قابل نہیں ہوتے تھے تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر کچھ نقصان نہیں ہوا تو مشتری کو خیار نہیں ہے پس اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا تو فقط اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا تو فقط اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے پھل توڑے اور اس کے توڑنے سے پھلوں میں کچھ نقصان نہ آیا اور درخت کا بھی کچھ نقصان نہ ہوا پھر ایک میں عیب پایا تو اُس کو فقط ایک کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایک کے عیب کی وجہ سے دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر مشتری کے پھل توڑنے سے کسی ایک میں نقصان آیا پھر اُس نے عیب پایا تو دونوں میں سے کسی کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع اس عیب کے ساتھ جو مشتری سے پیدا ہوا ہے واپس کرے تو واپس ہوں گے اسی طرح اگر ایک

---

[1] اگرچہ بعد قبضہ کے بدوں رضامندی بائع کے ہو۱۲۔ [2] جس قدر وہ زمین میں قائم ہے۱۲۔

بکری خریدی کہ جس کی پیٹھ پر بال تھے اور بائع نے اس کے بال کاٹ لیے اور مشتری نے ہنوز اُس پر قبضہ نہیں کیا تھا یا خود مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اُس کے بال کاٹ لیے تو اُس کا حکم مثل پھلوں کے حکم کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک گابھن بکری خریدی اور وہ بائع کے پاس بچہ جنی اور جننے سے اس میں کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور ایک میں عیب پایا تو اس کو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد بکری بچہ جنی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری خریدی اور اُس کے تھنوں میں دودھ تھا پھر بائع یا مشتری نے اُس کا دودھ دوہ لیا تو یہ دودھ بمنزلہ بچہ کے شمار[1] ہوگا کیونکہ متصل ہونے کے وقت مثل بچہ کے اُس کی کچھ قیمت نہ تھی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے مولی یا شلجم زمین کے اندر پوشیدہ خریدے اور مشتری نے سب کو اُکھاڑ لیا پھر سب اُکھاڑنے کے بعد اُس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب لے لے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے درختوں کا باغ خریدا اور اُس کے بعض درخت عیب دار پائے تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا ہے کہ سب کو لے یا سب کو واپس کر دے اور صرف عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر درخت متبائنہ[2] ہوں تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر قبضہ سے پہلے ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قبضہ کے بعد ہو اور باغ مع زمین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فقط درخت خریدے ہوں تو فقط عیب دار کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بعوض ثمن معلوم کے خریدا پھر ایک اجنبی آیا اور اُس نے مبیع کے ساتھ ایک کپڑا مشتری کے واسطے زیادہ کر دیا اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا تو یہ اجنبی حطوع[3] قرار دیا جائے گا اور اُس کپڑے کے واسطے ثمن میں سے حصہ مقرر ہوگا اور کپڑے کا مالک ضمناً اس بات پر راضی ہو گیا کہ اُس کے کپڑے کا حصہ بائع کو ملے پس اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اُس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے گا اور کپڑے کا حصہ بائع کو ملے گا پھر اگر مشتری نے کپڑے میں بھی عیب پایا تو اُس کے مالک کو واپس کر دے اور بائع سے اُس کا حصہ لے لے گا اور اگر غلام میں کوئی عیب نہ پایا صرف کپڑے میں عیب پایا تو اُس کے مالک کو واپس کر دے اور اُس کا حصہ نہ لے گا پھر اگر بعد اُس کے غلام میں کوئی عیب پایا تو پورے ثمن میں بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک دروازے کے دونوں کیواڑ خریدے اور بائع کی اجازت سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرا واپس کر دے اور ایک پر قبضہ کرنا دونوں کے قبضہ کرنے کے مانند نہیں ہے اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کر کے اس کو عیب دار کر دیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہوا تو مشتری کا مال تلف ہوا ایک انگوٹھی خریدی کہ جس میں نگینہ تھا اور نگینہ کا اُکھاڑنا دونوں میں سے کسی کو مضر نہ تھا پھر نگینہ یا انگوٹھی دونوں میں سے کسی ایک میں قبضہ کے بعد عیب پایا تو اُس عیب دار کو[4] واپس کر سکتا ہے اور یہی حکم اُس تلوار کا ہے جس کے قبضہ پر چاندی چڑھی[5] ہو اور ایسے پٹی کا بھی یہی حکم ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

ناپ یا تول کی چیزوں میں جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب سب ایک ہی برتن میں ہو ☆

اگر خریدی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اُس کے کسی ٹکڑے میں عیب پایا تو اس کو فقط عیب دار کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ایک ہی قسم کی ہو اور اُس کے بعض میں عیب پائے تو فقط عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زاہد احمد طواویسی نے نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کر دیا جائے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب دار کا عیب بڑھ نہ جائے اور اسی طرح اگر بعض چھوٹی پائے اور اگر قصد کرے کہ چھلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو نیچے گر پڑے ہیں ان کو واپس کر دے

---

۱ اس کا بھی وہی حکم ہے ۱۲۔ ۲ متبائنہ سے یہ مراد ہے کہ کھیت میں متفرق ادھر ادھر بعض درخت لگانے کا دستور تھا ۱۲۔ ۳ حطوع یعنی مفت دینے والا ۱۲۔ ۴ بائع سے قیمت لے ۱۲۔ ۵ چاندی الگ کرنا مضر نہ ہو ۱۲۔

اور باقی کو لے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر اخروٹ یا انڈے خریدے اور اس میں سے بعض چھوٹے پائے اور قصد کیا کہ فقط اُنہیں چھوٹوں کو واپس کرے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے ناپ یا تول کی چیزوں میں جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب سب ایک ہی برتن میں ہو اگر جدا جدا برتنوں میں ہو اور اُس میں سے ایک برتن میں عیب دار پائی تو فقط اس برتن کی چیز واپس کر سکتا ہے اور اُنہوں نے اُس کو دو کپڑوں یا دو قسموں مثل جو گیہوں کے مانند شمار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور اُن کو یقین تھا کہ اصحاب حنیفہ سے یہ روایت آئی ہے اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہے اور مشائخ میں سے بعض نے کہا ہے کہ سب کے ایک برتن میں ہونے یا چند برتنوں میں ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے اور اُس کو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اطلاق امامؒ کا کتاب الاصل میں یعنی اس کی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے چند لفافہ ابریشم کے خریدے اور ہر لفافہ میں سے تھوڑا تھوڑا عیب دار پایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب دار جدا کر کے واپس کر دے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب دار پا کر واپس کر سکتا ہے اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر سوت کی چند پندیاں خریدیں پھر ہر پندیہ میں سے کچھ کچھ عیب دار پایا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ فقط عیب دار کو جدا کر کے واپس کر دے اور اگر بعضی پندیہ عیب دار پائے تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ناپ یا تول کی چیز میں سے تھوڑی چیز کا مستحق پیدا ہوا تو باقی کے واپس کرنے کا اختیار نہ رہے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہوا اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کر سکتا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور اُس پر مشتری نے قبضہ کر لیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری کو باقی کے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری کے پاس آسمانی یا سکی اور آفت سے اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر مشتری کو ایک دوسرے عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اُس کو نقصان عیب لینے کا حق پہنچتا ہے اور بیع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بیع کو مع اس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے بائع لینا پسند کرے تو اُس کو اختیار ہے لیکن اگر اُس کا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار بیع کو بلا عیب اندازہ کیا جائے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہے اُس کے ساتھ اندازہ کی جائے پس اگر دونوں قیمتوں میں آدھے کا فرق ہو تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لے گا اور اگر مشتری نے بیع کو عیب پر واقف ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو اُس میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں بیع مشتری کی ملک میں قائم ہو اور بائع کو اُس کا واپس کرنا برضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو ایسی صورت میں جب اُس کو اپنی ملک سے بطور بیع یا اُس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور جن صورتوں میں باوجود بیع کے ملک میں قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن نہ ہو پس جب اُس کو اپنی ملک سے بطور فروخت کر دینے یا اس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کے کسی عیب پر واقف نہ ہوا یہاں تک کہ اُس کو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس کو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر اُس کو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت میں یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ شرح تکملہ میں لکھا ہے اور جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور اس کو بلا مال آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا پھر اُس کے عیب پر مطلع ہوا تو

نقصان عیب لے سکتا ہے اور مدبر کرنا یا ام ولد بنانا مثل آزاد کرنے کے ہے اور اگر اُس کو کچھ مال لے کر آزاد کیا یا اُس سے کچھ مال لکھوا کر مکاتب کر دیا پھر اُس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور یہی محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک جبہ خریدا اور اُس کو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے ناقص ہو گیا پھر اُس کے اندر ایک مرا ہوا چوہا پایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع اُس کو ویسا ہی ناقص پھیر لینا پسند کرے تو اُس کو یہ اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اس کو عیب دار پایا اور بائع کہیں غائب ہو گیا اور مشتری اگر اُس کے حاضر ہونے تک انتظار کرتا ہے تو مچھلی سڑی جاتی ہے پس اُس نے مچھلی کو بھون کر فروخت کر دیا تو اُس کو نقصان عیب لینے کا اختیار نہیں ہے اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک جھکی ہوئی دیوار خریدی اور اُس سے واقف نہ ہوا یہاں تک کہ وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ قدوری میں ہے کہ اگر اناج یا کپڑا خریدا اور کپڑے کو پھاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ وہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور اگر کپڑے کو پہنا یہاں تک کہ پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اگر ایک غلام خریدا اور اس میں سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور بکے ہوئے حصہ کا نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور باقی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب میں ظاہر الروایت میں ہمارے اصحابؒ سے یوں روایت ہے کہ نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ اور محیط میں لکھا ہے اگر کچھ آٹا خریدا اور اس میں سے تھوڑا پکایا تو اُس کو کڑوا پایا پس امام ابو جعفرؒ نے فرمایا ہے کہ مشتری کو باقی کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دینے کا اختیار ہے اور جس قدر پکایا ہے اُس کا نقصان لے سکتا ہے اور یہ خاص امام محمدؒ کا قول ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ینابیع میں لکھا ہے۔

اگر کچھ طعام خریدا اور اُس میں عیب پایا حالانکہ اُس میں سے کچھ کھا بھی لیا تو جس قدر کھا لیا ہے اُس کا نقصان عیب لے سکتا ہے اور باقی کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتویٰ دیا ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور اگر اُس میں سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی واپس کر سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جس قدر بیچا ہے اُس کا نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ طعام ایک ہی برتن میں ہو اور اگر دو برتنوں میں ہو مثلاً دو تھیلیوں یا دو زنبیلوں وغیرہ میں ہو پھر ایک میں جس قدر تھا وہ کھا لے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہے واقف ہو تو اُس باقی کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض سب کے نزدیک واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر پگھلایا ہوا گھی خریدا اور اُس کو کھا لیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اُس میں چوہا گر کر مر گیا تھا تو اُس کو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ کسی نے روٹیاں خریدیں اور بندھے ہوئے بھاؤ سے کم پائیں تو باقی کو لے سکتا ہے اور یہی حکم ہر چیز کا ہے جس کا نرخ بندھا ہوا ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر انڈے یا خربوزے یا ککڑی یا کھیرے یا اخروٹ یا کدو یا فواکہ خریدے اور بلا عیب جانے اُن کو توڑ ڈالا اور اُن کو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے نفع نہیں اُٹھا سکتا ہے جیسے تلخ کدو یا گندا انڈا تو پورا ثمن واپس لے گا کیونکہ وہ مال نہیں ہے پس اُس کی بیع باطل ہو گی بخلاف اس صورت کے اگر عیب جان کر توڑ دیا ہو تو اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اخروٹوں میں اُس کے چھلکوں کا اچھا ہونا معتبر نہیں ہے اور اگر یہ چیزیں ایسی ہوں کہ اُس سے باوجود فاسد ہونے کے کچھ نقصان اُٹھایا جا سکتا ہے جیسے کہ اُس کو محتاج لوگ کھا سکتے ہوں یا چارہ کے کام آئے تو نقصان عیب کو واپس لے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے لیکن اگر بائع اُس کو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہو جائے تو اُس

کو اختیار ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس میں کچھ کھانہ لیا ہو اور اگر چھکنے کے بعد اُس میں سے کچھ کھالیا تو کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعضے فاسد پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع استحسانا جائز ہے اور تھوڑے سے مراد اُس قدر ہیں کہ جس قدر اخروٹوں میں عادتاً فاسد ہوا کرتے ہیں جیسے ایک سو میں اے کیا دو اور اگر خراب بہت ہوں تو بیع جائز نہیں ہے اور پورا ثمن واپس لے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

اگر بغامہ کے انڈے خریدے اور اُن کو توڑا اور دیکھا تو گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ نقصان عیب لے گا اور پورا ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُس کے چھلکے سے نفع لیا جاتا ہے تو اُس میں گندا ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت میں واجب ہے کہ کسی کا اختلاف نہ ہو اور اگر نعامہ کے انڈے توڑے اور اُس میں مردار بچہ پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اُس نے دو چیزیں خریدیں اور ایک اُن میں سے مردہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جائز ہے کیونکہ میت اپنے معدن میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امامؒ کے نزدیک جس قدر اُس میں سے درست[1] ہے اُس کی بیع جائز ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ ایک اونٹ خریدا اور جب اُس کو اپنے احاطہ کے اندر لایا تو وہ گر گیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اُس کو ذبح کر دیا پھر اُس میں کوئی قدیمی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ ذبح کرنے کے بعد عیب پر واقف ہوا ہو اور اگر عیب پر واقف ہو کر خود اُس نے یا کسی دوسرے نے اُس کی اجازت سے یا بلا اجازت اُس کو ذبح کر ڈالا تو کچھ نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک حیوان خریدا اور اُس کو خود ذبح کر ڈالا اور اُس کی انتڑیوں میں قدیمی فساد نکلا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اگر کوئی آنت کھالی پھر عیب پر واقف ہو تو جو کھالی اُس کا نقصان لے گا اور باقی کو واپس کر دے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے اگر کوئی اونٹ خریدا اور اُس میں کوئی عیب ظاہر ہوا پھر وہ گر پڑا اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اُس کو ذبح کر دیا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک اونٹ خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس میں عیب پایا اور اُس کو بائع کی طرف لے چلا تا کہ اُس کو واپس کر دے پھر وہ راہ میں ہلاک ہو گیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب ثابت کر دے تو نقصان عیب بائع سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی پھر مشتری اُس کے کسی عیب پر واقف ہوا پس جب تک وہ زندہ ہے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر باندی مر گئی تو نقصان واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اُس سے راضی نہ ہوا یا اُس میں کوئی عیب پایا اور اُس کو واپس کر دیا تو اس کو یعنی اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول کر لے جو اُس کے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان نہیں لے سکتا اور اگر ثیبہ بھی تو عقر نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی میں ایک انگلی زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اُس کو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ باندی خریدنے والے نے واپس کرنے سے پہلے اُس سے وطی کی ہے اور وطی سے باندی میں کچھ نقصان نہیں آیا تھا اور یہ اطلاع اس وقت ہوئی کہ جب باندی اُس کے مالک کے پاس مر گئی یا اُس کے اُس کو فروخت کر دیا تو اُس کو کچھ نقصان نہیں ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ خیر[2]

---

[1] یعنی چھلکا ۱۲۔ [2] بکسر اوّل وفتح سوم ۱۲۔

الوبری اور یوسف ابن محمدؒ اور عمر ابن الحافظ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے ایک بیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے گابھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور بیل خریدنے والے نے بیل میں کچھ عیب پایا اور اُس کے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اُس سے بیل کی قیمت لے گا یا گائے کی قیمت لے گا پس ان سب علماء نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لے گا یہ تاتارخانیہ میں یتیمہ سے منقول ہے اگر کسی نے ایک زمین خریدی اور اُس کو مسجد بنا دیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نہ کرے گا اور نقصان عیب لینے میں اختلاف ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ نقصان عیب لے گا چنانچہ اگر کوئی زمین خریدی اور اُس کو وقف کر دیا پھر اُس کے عیب پر آگاہ ہوا تو ہلالؒ نے ذکر کیا ہے کہ نقصان عیب واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُس سے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہے اور اُس نے ترکہ میں سے کپڑا خریدا ہے تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر کوئی اجنبی ہے کہ اُس نے نیک کام سمجھ کر کفن دیا ہے تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت خریدا اور اُس کو کاٹا اور اُس کو سوائے ایندھن جلانے کے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع کٹے ہوئے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہو جائے تو واپس کرے اور نقصان نہیں لے سکتا ہے فقہا نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس درخت کو ایندھن کے واسطے نہ خریدا اور اگر ایندھن کے واسطے خریدا ہے تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں ذکر کیا ہے کہ کسی مسلمان نے شیرۂ انگور کریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ اُس کے پاس شراب ہو گیا پھر اُس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع کہے کہ میں اُسی شراب کو واپس کیے لیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس کا واپس دینا شرع سے ممنوع ہے پس اگر مشتری نے بائع سے عیب میں جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ یہ شراب سرکہ ہو گئی تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس ہو سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں اسلام لائے پھر مشتری نے شراب میں کوئی عیب پایا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کو قبول کرے لیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر اُس نے نقصان عیب نہ لیا یہاں تک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع راضی ہو جائے تو بائع کو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ شیخ ابوالقاسم سے پوچھا گیا کہ کسی نے سرکہ خریدا اور جب مشتری کے خم میں اُس کو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سرکہ بدبودار ناکارہ ہے تو شیخ نے فرمایا کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہے گا پس اگر تلف ہو جائے یا فاسد ہو جائے تو اُس پر ضمان نہ ہوگی پھر پوچھا گیا کہ اگر مشتری نے اُس کو بگڑ جانے کی وجہ سے بہا دیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اگر یہ حالت اُس کی پہنچ گئی تھی کہ اُس کی کچھ قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دیں گے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے مبیع کو خرید لیا اور دوسرے مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا اور اُس کے پاس ایک دوسرے عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے واپس کرنے کا امکان نہ رہا اور اُس نے اپنے بائع[1] سے نقصان عیب لے لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے بائع کو یعنی پہلے مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور صاحبینؒ کا اس میں خلاف ہے یہ صغریٰ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ اس سے دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر اس کے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے

---

[1] مشتری اول ۱۲۔

لے سکتا ہے اور دوسرا بائع یعنی پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع فسخ نہ ہوگی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا بائع پہلے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس کو آزاد یا مدبر کر دیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اس نے ام ولد بنایا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہ ہوگا لیکن خود اُس کے[1] او پر حجت ہوگا تو آزاد کرنے کے اقرار سے غلام آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء موقوف رہے گی اور مدبر کے اقرار میں مدبر موقوف ہوگا اور ام ولد کے اقرار میں بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری مبیع کے اندر کوئی ایسا عیب پائے جس کا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اُس کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اصلی آزاد ہے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ میں نے اس غلام کو خریدنے کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے آزاد کر دیا ہے...... ☆

اگر مشتری نے یہ دعویٰ کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ فلاں شخص کا مملوک ہے اور فلاں شخص نے اس کے اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا تو اُس کا نقصان نہیں لے سکتا ہے اور اگر فلاں شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر پہلے عیب پر واقف ہو لیا پھر فلاں شخص کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُس نے اُس کو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے غلام میں کوئی قدیمی عیب پایا اور اُس کے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یہاں تک کہ واپس کرنا ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو بائع اُس نقصان عیب کو جو مشتری نے اُس سے لے لیا ہے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ میں نے اس غلام کو خریدنے کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے آزاد کر دیا ہے مگر اُس شخص[2] نے اُس کو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اُس کے اقرار پر آزاد ہو جائے گا اور اگر مشتری نے پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اُس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اُس نے آزاد کر دیا ہے اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی پھر مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے کہ جس نے میرے خریدنے سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرنے دونوں میں تصدیق کرے گا یا مالک ہونے میں بدون آزاد کرنے کے تصدیق کرے گا یا دونوں میں اس کو جھوٹا بتلائے گا پس پہلی صورت میں یہ غلام اُس فلاں شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور دوسری صورت میں غلام اُس فلاں شخص کو دے دیا جائے گا اور اگر اُس کا غلام رہے گا آزاد نہ ہوگا پھر اگر مشتری اس میں عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور ولاء

---

[1] مشتری ۱۲۔ [2] یعنی فلان ۱۲۔

موقوف رہے گی اور اگر مشتری غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہے کذا فی المحیط اور اس صورت میں اگر فلاں شخص دوسری بار اس کے سچے ہونے کا اقرار کرے تو بائع مشتری سے اُس نقصان کو جو اُس نے عیب کی وجہ سے لیا ہے واپس کرے گا اور اگر مشتری یہ اقرار کرلے کہ یہ غلام فلاں شخص کا تھا اور میرے خریدنے کے بعد اُس نے اس کو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے خواہ فلاں شخص اس کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل ☆

عیب کا دعویٰ اور اُس میں خصومت اور گواہ قائم کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ عیب کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر کہ جس کو قاضی آنکھوں سے دیکھ کر اور بالشاہدہ پہچان سکتا ہے جیسے زخم اور اندھا ہونا اور زائد انگلی اور مثل اس کے اور دوسری قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جس کو قاضی بالشاہدہ دیکھ کر نہیں پہچان سکتا ہے اور ظاہر کی چند قسمیں ہیں ایک قدیمی عیب ظاہر جیسے کہ زائد انگلی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو لیکن بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک اُس کے پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو[1] جیسے چیچک کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیدا کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے جیسے زخم اور چوتھی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور باطنی عیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنے نشانوں سے جو موجود ہیں پہچانا جاتا ہو جیسے ثیبہ ہونا اور حمل ہونا یا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ جس پر مرد واقف نہیں ہوتے ہیں دوسری وہ کہ جو اپنے آثار موجودہ سے نہ پہچانا جائے جیسے چوری کرنا اور بھاگ جانا اور جنون وغیرہ۔ پس اگر دعویٰ کسی عیب ظاہر میں ہو کہ جس کو قاضی بالشاہدہ پہچان سکتا ہے تو اُس کو دیکھے پس اگر اُس عیب کو پائے تو خصومت کی ساعت کرے ورنہ ساعت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا اور وہ عیب قدیمی ہے یا ایسا نو پیدا ہے کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ اُس کو واپس کر دے کیونکہ ہم نے بالشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا عیب حادث نہیں ہوتا یا اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے لیکن مشتری اس وقت واپس نہیں کر سکتا ہے کہ بائع یہ دعویٰ کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اُس کے واپس کرنے کا حق ساقط ہو گیا ہے اور اس باب میں قسم لے کر مشتری کا قول لیا جائے گا[2] یہ محیط میں ہے۔

پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلانی چاہی تو سب روایتوں کے موافق مشتری سے قسم لی جائے گی اور اگر بائع نے اُس کی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلانے میں اختلاف ہے اور ائمہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الروایہ میں اُس کو قسم نہ دلائی جائے گی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت میں اکثر قاضیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اُس سے کہا جائے گا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق جس جہت سے میں مدعی ہوں صریحاً دلالتاً ساقط نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت میں پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے اور اُس سے مقدم ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے یا اُس کے معلوم کرنے میں مشکل پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کرے گا کہ کیا یہ عیب مبیع کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اُس نے کہا کہ ہاں تو مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرنے کا حق ساقط ہو جانے کا دعویٰ کرنے کا اختیار ہے پس اگر اُس نے یہ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ بائع کا یوں ثابت ہو جائے گا کہ مشتری قسم کھانے سے باز رہا یا بائع نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اس عیب کے اپنے پاس موجود

---

[1] بلکہ قدیمی ہو ۱۲۔ [2] عیب پر راضی نہیں ہوا ۱۲۔

ہونے سے انکار کیا تو اُس کا قول قسم لے کر اختیار کیا جائے گا بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونے کے گواہ نہ ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

بائع کو قسم دلانے کی صورت میں اختلاف ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ اس طرح قسم دلائی جائے کہ تو قسم کھا کہ واللہ مشتری کا مجھے واپس کرنے کا حق بسبب اس عیب کے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ تو قاضی اُس کو بائع کو واپس نہیں کرا دے گا اور جب عیب باطنی ہو پس اگر وہ بدن کے اندر کے آثار موجود ہونے سے پہچانا جاتا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ جس پر مرد واقف ہو سکتے ہیں پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی شناخت ہے تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اُس کو شناخت نہیں ہے تو جو شخص پہچانتا ہے اُس سے دریافت کرے اور دو عادلوں کے قول پر اعتماد کرے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک ہونا کافی ہے پس اگر ایک عادل نے اس بات سے آگاہ کیا تو اُس کے قول سے جھگڑا قائم ہونے کے واسطے عیب ثابت ہو[1] جائے گا پس قاضی بائع سے قسم لے گا اور صرف اس ایک کے کہنے سے واپس نہ کر دے گا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع میں ذکر کیا ہے اور شرح آداب القاضی میں جو امام خصاف کی تصنیف سے ہے لکھا ہے۔

اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اُس قسم سے ہے کہ جو اتنی مدت میں پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دونوں کو اس کے پہچاننے میں مشکل پیش آئی اور باہم اُن میں اختلاف ہوا تو بائع کو واپس نہ دیا جائے گا بلکہ قسم لے گا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہیں ہے کہ جو اتنی مدت میں پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہوا تو واپس نہ کرائے گا اور بائع سے قسم لے گا اور اگر دو کے کہنے سے معلوم ہوا تو کتاب الاقضیہ اور قدوری میں لکھا ہے کہ قاضی اُن دونوں کے کہنے پر واپس کر دے گا اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع میں لکھا ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ سوائے عورتوں کے اُس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا ہے جیسے کہ حمل یا جو اُس کے مشابہ ہوں پس قاضی اُس کو عورتوں کو دکھلائے گا اور ایک عورت عادلہ کافی ہے اور دو میں زیادہ احتیاط ہے پس جب کہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو حمل ہے یا دو عورتوں نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونے کے حق میں عیب ثابت ہو گا پھر بعد اس کے اگر ایک نے یا دونوں نے یہ کہا کہ یہ حمل بیع کی مدت میں پیدا ہوا ہے تو قاضی بائع کو واپس نہ کرے گا ولیکن بائع سے قسم لے گا پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تب اُس کو واپس کر دے گا اور اگر ایک یا دونوں عورتوں نے کہا کہ یہ عیب بائع کے پاس ہے پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کرے گا لیکن بائع کو قسم دلائے گا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتوں نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس کر دے گا اور خصاف نے آداب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت میں آیا ہے کہ واپس نہ کرے گا اور قدوری میں لکھا ہے۔

مشہور قول امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا یہ ہے کہ اُس کو واپس نہ کرے گا اور بائع کو قسم دلائے گا اور جو قسم کھانے سے باز رہا تو اُن دونوں عورتوں کی گواہی اس کے انکار سے مضبوط ہو جائے گی تو واپس کرنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیوع میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی حاملہ ہے اور دو یا تین عورتیں کہیں کہ اس کو حمل نہیں ہے تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائے گا اور دو یا تین کا قول کہ اس کو حمل نہیں ہے اس ایک کے قول کا معارض نہیں ہو سکتا ہے اور اگر بائع

---

[1] مقدمہ قابل سماعت ہو گا ۱۲۔

قاضی سے یہ کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہونے کو بیان کرتی ہے وہ جاہل ہے[1] تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کے واسطے ایک دانستہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بالغہ خریدی پھر دعویٰ کیا کہ یہ خنثیٰ ہے یعنی اس کے مرد و عورت دونوں کا نشان ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لی جائے گی کہ یہ عورت ایسی نہیں ہے کیونکہ اس کو مرد و عورت دونوں نہیں دیکھ سکتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی نے باندی پر استحاضہ کا عیب لگایا تو اُس میں دعویٰ کے قابل سماعت ہونے کے واسطے عورتوں کی طرف رجوع کرنے میں اور اُن کی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کر دینے میں وہی حکم ہے جو حمل کے دعویٰ میں مفصل گزر چکا ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ اگر استحاضہ پر مرد گواہی دیں تو اُن کی گواہی بھی قبول کی جائے گی کیونکہ خون کے ادرار کو مرد بھی دیکھ سکتا ہے تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اس کو حیض نہیں آتا ہے تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہو گا لیکن اُس صورت میں کہ بسبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرتفع ہونے کا دعویٰ کرے پس اگر اُس نے بسبب حمل کے دعویٰ کیا تو اُس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اس باندی کو قاضی عورتوں کو دکھلائے گا اور اگر اُن عورتوں نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہے تو بائع سے اس پر قسم لی جائے گی کہ اس کو حمل اُس کے پاس نہ تھا اور اگر اُنہوں نے کہا کہ یہ حاملہ نہیں ہے تو بائع پر قسم نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بسبب بیماری کے حیض مرتفع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو طبیبوں کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس باندی کو حیض بسبب حمل کے نہیں آتا تو اس میں امام محمدؒ سے دو روایتیں آئی ہیں ایک یہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہوں تو اُس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اگر اس سے کم ہوں تو سماعت نہ ہو گی اور دوسری روایت میں صرف دو مہینہ پانچ دن ہیں اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے کذا فی مختار الفتاویٰ اور جب قاضی نے اس کے دعویٰ کی سماعت کی تو بائع سے سوال کرے گا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہے جیسی مشتری کہتا ہے پس اگر اس نے کہا کہ ہاں تو بائع کو واپس کر دے گا اور اگر اس نے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہے اور میرے پاس ایسی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائے گا کیونکہ بائع و مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونے میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اُس کو قاضی قسم دلائے گا پس اگر اُس نے قسم کھا لی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اُس کو واپس دی جائے گی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کئے تو انقطاع حیض کے دعویٰ میں قبول نہ ہوں گے اور استحاضہ کے دعویٰ میں مقبول ہوں گے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اس کو حیض منقطع ہونا جھوٹ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ اُس سے قسم لی جائے گی یا نہیں پس امام کے نزدیک اُس کو قسم نہ دلائی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک دلائی جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے۔ کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ اس کے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہے اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور مشتری نے اُس کو واپس کر دی پھر اس کے بعد بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہو گئی ہے اور اس دم بھی حمل سے ہے تو قاضی اس باب میں مشتری سے سوال کرے گا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس کا کچھ علم نہیں ہے تو قاضی اُس کو عورتوں کو دکھلا دے گا پس اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو صرف ان عورتوں کے کہنے سے مشتری کو واپس کر دینا ثابت نہ ہو گا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائے گا پس اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی جائے گی یعنی یہ قسم کھائے کہ اس کے پاس حمل پیدا نہیں ہوا ہے پس اگر اُس نے قسم کھا لی تو اُس کے ذمہ کوئی جھگڑا نہ ہو گا اور واپسی اپنے حال

---

[1] قولہ جاہل ہے یعنی دائی کا کام نہیں جانتی ۱۲۔

پر رہے گی اور اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو بائع کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کر دے گا پس اگر بائع نے کہا کہ میں باندی کو مع عیب حمل اپنے پاس رہنے دیتا ہوں اور عیب زخم کا نقصان نہ دوں گا تو اُس کو یہ اختیار ہے اور اگر اس مسئلہ میں یہ صورت واقع ہو کہ قاضی نے جس وقت مشتری سے پوچھا کہ اس کو حمل ہے اُس نے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے اور میں اُس سے آگاہ نہ تھا تو قاضی اُس کے دعویٰ کی ساعت کرے گا اور بائع کو قسم دلا دے گا پس اگر اُس نے قسم کھالی تو بائع کے پاس کا حمل ہونا ثابت نہ ہوگا اور اگر مشتری نے اپنے پاس ہونے کا اقرار کر لیا ہے[۱] تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی اُس کو واپس کر دے اور اُس کے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کر دینا صحیح تھا اور یہی کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے۔

اگر ایسا ہوا کہ جس وقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کر دینے کا حکم دیا اور مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعویٰ مشتری پر کیا کہ یہ باندی حاملہ ہے اور حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہے تو قاضی واپس کر دینے میں جلدی نہ کرے گا اور مشتری کے اُس دعویٰ پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے بائع سے قسم لے گا اور اس صورت میں مشتری کے اوپر قسم عائد نہیں ہوتی ہے کذافی المحیط اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار[۲] کے قیام سے معلوم نہ ہو جیسے بھاگنا یا جنون یا چوری یا بستر پر پیشاب کر دینا تو ایسے عیب میں اُس کے فی الحال ثابت ہونے کی ضرورت ہے اور اُس کے فی الحال موجود ہونے کو پہچاننے کے واسطے امام محمدؒ نے جامع میں یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب اس میں فی الحال موجود ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ بائع سے اُس وقت ایسا سوال کرے گا کہ جب مشتری کا دعویٰ صحیح ہو اور مشتری کا دعویٰ اُس وقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس ان عیبوں کے ہونے کا دعویٰ کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائیں لیکن جنون میں صرف بائع کے پاس ہونے کا اور مشتری کے پاس پائے جانے کا دعویٰ کافی ہے مگر بھاگنے اور چوری اور بستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبوں میں کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہے کہ مشتری یوں دعویٰ کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکساں ہے اور حالت یکساں ہونے سے یہ مراد ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے جائیں یا دونوں کے پاس بالغ ہو جانے کے بعد پائیں جائیں پس اگر بائع کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد پائے گئے تو اس طرح پایا جانا دعویٰ کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی نہ ہوگا اور عیب جنون میں خواہ بائع یا مشتری کے پاس بالغ ہونے سے پہلے ہو یا دونوں کے پاس بالغ ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بالغ ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بالغ ہو جانے کے بعد ہو تو بھی دعویٰ کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر بھاگنے کا یا اُس کے مانند ایسے عیبوں کا جن میں واپس کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ عیب دونوں کے پاس پایا جائے جس طرح بستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعویٰ کیا تو ایسے عیب میں جب بائع فی الحال موجود ہونے کا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلائے گا یہاں تک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے لیکن اگر بائع نے اُس کے فی الحال موجود ہونے کا اقرار کر لیا تو اُس کے پاس موجود ہونے کا سوال کیا جائے گا پس اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے کا اقرار کر لیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اُس کو واپس کر دے گا اور اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ

---

[۱] کیونکہ اس نے بائع کے پاس سے ہونا اقرار کیا تو اس کے پاس موجود ہونے کے زمانہ میں وہ ضرور حاملہ تھی ۱۲۔ [۲] بدن میں کوئی ایسا نشان نہیں ہو سکتا، جس سے یہ عیب ظاہر ہو ۱۲۔ [۳] یعنی قاضی ۱۲۔

طلب[۳] کرے گا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُس نے گواہ قائم کیے تو قاضی غلام بائع کو واپس کر دے گا ورنہ بائع سے قسم لے گا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میں نے اس کو فروخت کیا اور سپرد کیا حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم کبھی نہیں بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لی جائے گی کہ یوں قسم کھالے کہ واللہ میرے پاس ہرگز نہیں بھاگا ہے اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لی جائے گی اور صاحبینؒ اس میں خلاف کرتے ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس میں عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا ☆

بدون بائع کے دعویٰ کرنے کے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لی جائے گی کہ میں عیب پر راضی ہو چکا ہوں اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے پھر اگر بائع نے دعویٰ[۱] کیا تو اکثر قاضیوں کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا واپس کرنے کا حق ساقط نہیں ہوا ہے جیسا کہ بائع دعویٰ کرتا ہے نہ صریحاً اور نہ دلالتاً کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس میں عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جن میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کے موجود ہونے کے ساتھ اُس کو فروخت کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر ایک غلام کو دو صفقہ میں مول لیا اس طرح کہ آدھا اُس کا پچاس دینار کو خریدا پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خریدا پھر اُس میں کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ دونوں خریدوں سے پہلے کا ہے اور بائع نے کہا کہ دونوں کے بعد تیرے پاس پیدا ہوا ہے تو قول[۲] بائع کا لیا جائے گا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے بائع کو دوسرے آدھے میں قسم دلاتا ہوں اور پہلے آدھے میں مجھ کو تامل ہے کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود ہونے کا مجھ کو یقین اور پہلی بیع کے وقت عیب ہونے کا شک ہے تو مشتری کو یہ اختیار پہنچتا ہے پس اگر بائع نے قسم کھا لی تو بیع مشتری کو لازم ہوگی ورنہ واپس ہو جائے گی اور دوسرے آدھے میں قسم دلانے کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ پہلے آدھے میں بھی قسم لے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر دوسرے آدھے میں جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدھے میں جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُس کو پہلا آدھا واپس کر دیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدھے کو واپس کرنا چاہا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے تاوقتیکہ دوسرے آدھے میں از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں ٹکڑوں میں جھگڑا کیا تو اُس کو یہ اختیار ہے اور پہلے آدھے میں بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدھے میں بھی عیب کے اقرار کرنے میں شمار ہوگا اور اُس کا اُلٹا یعنی دوسرے میں اقرار کرنا پہلے میں اقرار کرنے میں شمار نہ ہوگا اور ایک میں بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدھے میں انکار نہ قرار دیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے دونوں ٹکڑوں میں اکٹھا جھگڑا کیا تو ایک[۳] بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونوں دعوے جمع کر دیئے ہیں پس ایک ہی قسم پر اکتفا کیا جائے گا جیسا کہ چند قرضوں کو ایک دعویٰ میں جمع کر دینے کی صورت میں ہوتا ہے پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو پورا غلام اس کے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے میں قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے میں قسم کھانے سے انکار کیا تو جس میں انکار کیا ہے وہی ٹکڑا اس کے ذمہ پڑے گا دوسرا اس کے ذمہ پڑے گا اور اگر بائع دو ہوں اور اُن دونوں نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفقہ یا دو صفقہ کر کے فروخت کیا اور اُن دونوں میں سے ایک مرگیا اور دوسرا اُس کا وارث ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں

---

۱ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہے ۱۲۔ ۲ مشتری گواہ لائے ۱۲۔ ۳ اگر بائع واحد ہو ۱۲۔

کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک ٹکڑے میں جھگڑا کرے اور اگر چاہے تو اُسی بائع سے جو زندہ ہے دونوں ٹکڑوں میں جھگڑا کرے پس اگر اُس نے ایک ٹکڑے میں جھگڑا کیا تو جو ٹکڑا اُس نے خود فروخت کیا ہے اُس ٹکڑے میں البتہ[1] اور یقین کے ساتھ قسم دلا دے گا اور جو ٹکڑا اُس کے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا اور اس پر اس کے جاننے کی قسم لے گا یعنی بائع یوں قسم کھائے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا یہ کہ میرے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا یا سپرد کیا درحالیکہ اُس میں یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادۃ التفسیر میں المحرر ہجم پس اگر بائع نے دونوں ٹکڑوں میں سے ایک میں قسم کھالی تو دوسرے ٹکڑے میں قسم کھانے سے پرواہ نہ کیا جائے گا اور اگر ایک ٹکڑے کے دعویٰ میں اُس نے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے ٹکڑے کے حق میں لازم نہ ہوگا یعنی دونوں ٹکڑے اس کے ذمہ نہ پڑیں گے اور اگر مشتری نے دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے جھگڑا پیش کیا تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو بیع ایک صفقہ میں ہوئی یا صفقہ میں واقع ہوئی پس اگر دو صفقوں میں واقع ہوئی ہو تو دونوں ٹکڑوں پر قسم دلا دے گا اور دونوں ٹکڑوں کی قسم جمع کر دے گا اس طرح کہ واللہ میں نے مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور اُس کو سپرد کر دیا اور اس میں یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اس کے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اُس کو سپرد کیا اور میں اس میں یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر صفقہ ایک ہی ہو تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا کیا جائے گا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ یقین کے ساتھ قسم کھائے اور یہی قسم اُس کے مورث کے حصہ کی قسم کی نائب ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ اُس کو فروخت کر دیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے پس تیرے مشتری نے اُس کو اس کہنے پر اپنے بائع کو واپس کر دیا اور اُس کے بائع نے اُس کو قبول کر لیا پھر دوسرے بائع نے اُس کو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اُس نے قبول نہ کیا تو فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانے کا دعویٰ کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار ہے اور اگر باندی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ ہے پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اُس نے فرماں برداری کی تھی تو اب یہ دعویٰ بمنزلۂ دعویٰ آزادی کے ہوگا اور اگر اُس نے فرماں برداری نہ کی تھی اور پھر دعویٰ کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہو گزری کہ جس سے رقیت کا اقرار ثابت ہوتا ہے تو آزادی کے دعویٰ میں اُسی کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کر لے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہاں بیع کے وقت موجود نہ تھی پھر اُس پر مشتری نے قبضہ کر لیا اور اُس نے رقیت کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اُس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ باندی دوسری بیع کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسری مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں تو قاضی اُس کا قول قبول کرے گا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے رقیت کے اقرار کرنے کے گواہ نہیں ہیں تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ظہیریہ میں لکھا ہے کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ میں یا دو صفقہ میں خریدے اس طرح کہ ایک دام ایک ہزار درہم فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درہم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونوں میں سے ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر بائع

---

[1] میں نے بیع کر سپرد کیا اور حالیکہ البتہ و یقیناً اس میں یہ عیب نہ تھا ۱۲۔

اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ واپس کیا ہے جس کے دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ واپس کیا کہ جس کے ثمن کی میعاد نہ تھی تو قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہے ہلاک ہو گیا ہو یا نہ ہو گیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی جائے گی اور اگر دونوں نے دونوں کے داموں میں جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوئے کے اس قدر دام تھے اور مشتری نے اُس کا اُلٹا کہا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے زید نے عمرو کے ہاتھ ایک غلام بیچا اور دوسرا اُس کو ہبہ کیا اور عمرو نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک مر گیا پھر عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ مبیع یہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ ہبہ کیا ہوا ہے تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ ہبہ کیا ہوا ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ ہبہ کیا ہوا مر گیا تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کر سکتا ہے لیکن بائع کو زندہ غلام میں ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار بعد اس قسم کھانے سے ہوگا کہ میں نے بائع سے مرے ہوئے کو نہیں خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوئے غلام کی قیمت لے گا (یعنی ہبہ سے رجوع کرنے کی صورت میں) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک اُن دونوں میں کا مر گیا اور زندہ کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا قصد کیا اور کہا کہ اُس کا ثمن درہم ہیں اور بائع نے کہا کہ دینار ہیں تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اُس کے واپس کرنے کا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا کہ مبیع یہ نہیں دوسرا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ سے املاء میں روایت ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درہم کو ایک صفقہ میں خریدے اور دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک میں عیب پایا پھر دونوں کی قیمت میں جو بیع واقع ہونے کے دن تھی اختلاف کیا پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درہم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور بائع نے اُس کا اُلٹا دعویٰ کیا تو دونوں میں سے کسی کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور جس دن دونوں نے جھگڑا کیا ہے اُس دن دونوں غلاموں کی قیمت دیکھی جائے گی پس اگر جھگڑے کے دن دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درہم ہو تو عیب دار آدھے ثمن پر واپس کرا دیا جائے گا مگر بعد اس کے ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو زیادتی کے باب میں دونوں کے گواہ لیے جائیں گے پس مشتری کے گواہوں کی گواہی کے موافق واپس کیے ہوئے غلام کی قیمت دو ہزار درہم قرار دی جائے گی اور بائع کے گواہوں کی گواہی کے موافق دوسرے کی قیمت دو ہزار درہم قرار دی جائے گی پس مشتری عیب دار کو آدھے ثمن میں واپس کر دے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی میں کوئی عیب پایا اور اُس کی قیمت اور مرے ہوئے کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مرے ہوئے کی قیمت میں بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یوں اندازہ کی جائے گی کہ جھگڑے کے دن ایسے کلام کی کیا قیمت ہے اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو لے آیا اور کہا کہ میں نے اس کو داڑھی مونڈا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو کس کا قول قبول کیا جائے گا؟

نوازل میں ہے کہ کسی شخص نے جو سرکہ جو ایک مٹکے کے اندر بھرا ہوا ہے خریدا اور اُس کو اپنی مشک کے اندر بھر کر لے گیا پھر اُس میں ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا تیری مشک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے مٹکے میں تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے۔ کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہے خرید کیا اور اُس پر

چندروز گزر گئے اور جب سے اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اس وقت سے اُس برتن کا منہ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُس کا منہ کھولا تو اُس میں ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ برتن کا منہ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پائے جانے کے وقت تک بیچ میں اُس کا کھلنا یا نہ کھلنا معلوم نہ ہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا منہ بند رہا ہے اور چوہا پائے جانے کے وقت تک کبھی نہیں کھلا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو لے آیا اور کہا کہ میں نے اس کو داڑھی مونڈا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائے گا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کر دیا کہ غلام آج کے روز داڑھی مونڈا موجود ہے پس اگر بیع پر اتنا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں مشتری کے پاس داڑھی نکلنے کا وہم کیا جائے تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس داڑھی مونڈا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کر جائے تب تک واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُس نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس میں کوئی عیب لگایا اور یہ بھی کہا کہ میں اُس کو آج ہی خریدا ہے حالانکہ ایسا عیب ایک روز میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے اور بائع نے کہا کہ میں نے ایک مہینہ ہوا کہ فروخت کیا ہے اور حال یہ ہے کہ ایسا عیب ایک مہینہ میں پیدا ہو سکتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس میں کچھ عیب پایا پس اُس نے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب شرط کے پاس لایا حالانکہ سلطان نے اُس کو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اُس نے ڈگری بائع پر کر کے باندی اُس کو واپس کر دی اور مشتری کے واسطے پورے ثمن کا حکم دے دیا تو مشتری کو اپنا ثمن لینے کی گنجائش ہے۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدا اور اُس کو بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر واقف ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اس پر سوار ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ میں اس واسطے سوار ہوا ہوں کہ تجھ کو واپس کر دوں تو قول مشتری کا معتبر ہے اور اس مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہے کہ حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کو بدون سوار ہوئے واپس کرنا ممکن نہ تھا یہ محیط میں ہے اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلاضرورت اس پر سوار ہوا ہے تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے مبیع کے اندر کسی عیب کا دعویٰ کیا حالانکہ بائع جانتا ہے کہ عیب اس میں فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اس کو جائز ہے کہ مبیع کو نہ واپس لے تاوقتیکہ قاضی اس کے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدون حکم قاضی کے واپس کر لے گا تو اس کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس نے دوسرے سے نہیں خریدی ہے تو اس پر لے لینا واجب ہے اور اس کو امتناع[1] کی مجال نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس میں قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا کہ میں نے بیع باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور میں کہا کہ بیع باطل ہو جائے گی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر بائع کی غیبت میں ایسا کہا تو بیع باطل نہ ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ میں نے بیع باطل کر دی تو صحیح یہ ہے کہ بدون قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیع باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان لکھا میں ہے۔

کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو اس حال میں فروخت کیا کہ اس کے فلاں جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اس کے اس جگہ زخم موجود تھا اور اس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہیں ہے اور جس زخم کا میں نے اقرار کیا تھا اس سے یہ اچھی ہو چکی ہے اور یہ نیا زخم تیرے پاس پیدا ہوا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا یہ

---

[1] یعنی انکار کرنا دیانت کے خلاف ہے ۱۲۔

محیط میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسے حال میں فروخت کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ میں سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اس کی بائیں آنکھ میں سپیدی تھی اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ سپیدی اس کے دائیں آنکھ میں تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائیں آنکھ کی سپیدی تیرے پاس پیدا ہوئی ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور اس طرح اگر باندی کے سر میں زخم ہو اور بائع یہ اقرار کرے کہ میں نے اس باندی کو ایسے حال میں فروخت کیا کہ اس کے سر میں زخم تھا باقی مسئلہ وہی رہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سر کے زخم کی صورت میں بائع یہ کہے کہ اس کا زخم موضحہ[1] تھا اور وہ تیرے پاس منقلہ ہو گیا تو اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا اور اس طرح آنکھ کی سپیدی کی صورت میں اگر بائع کہے کہ اس کی آنکھ میں ایک نقطہ تھا اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی تمام آنکھ یا اکثر سفید ہو رہی ہے تو قول بائع کا معتبر ہے اور اگر اس کی آنکھ میں ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اس کی سپیدی مثل رائی کے یا اس سے کم تھی تو شیخ رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اس کے ہو تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسے حال میں بیچا کہ اس کو بخار آتا تھا پھر مشتری اس کو بخار کی حالت میں لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہے تو بائع کی تصدیق نہ کی جائے گی اور مشتری واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو فروخت کیا اور اس میں عیب تھا پھر مشتری اس کو لایا اور اس میں کچھ عیب موجود ہے اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو ایسے حال میں بیچا تھا کہ اس کے سر میں عیب تھا پھر مشتری اس کو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ معتبر ہوگا کہ اس میں یہی عیب تھا اگرچہ بائع اس کو جھوٹا بتلا دے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے تو اس کو بیان کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری اس کو واپس کرنے لایا اور کہا کہ میں نے اس کو شوہر دار پایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اس کا شوہر تھا لیکن مر گیا اور مشتری اس کے شوہر دار ہونے کا دعویٰ کیے جاتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت نہ ہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلائے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے اور وہ شخص اس وقت غائب تھا موجود نہ تھا تو اس کے گواہوں کی طرف التفات نہ کیا جائے گا لیکن اگر اس نے اِس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اس کے نکاح کا اقرار کیا ہے تو قبول کیے جائیں گے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص اس کا شوہر تھا لیکن بیع سے پہلے اس نے طلاق بائن دے دی تھی اور مشتری اس کے شوہر موجود ہونے کا دعویٰ کیے جاتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اس کا حاضر ہوا اور اس نے نکاح کا دعویٰ کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا شوہر موجود تھا لیکن تجھ کو سپرد کرنے سے پہلے اس کو اس نے طلاق دے دی تھی یا اس کا شوہر مر گیا اور میں نے تجھ کو بے شوہر سپرد کی ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر مشتری کے پاس کوئی اس کا شوہر پایا گیا اور بائع نے کہا کہ اس کا شوہر میرے پاس اس کے سوا دوسرا شخص تھا کہ اس نے بیع سے پہلے اس کو طلاق بائن دے دی تھی یا مر گیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی خادم خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس نے اس میں کوئی عیب لگایا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہیں ہے اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہے جو میں نے تجھ سے خریدا ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے لکھا ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور دو

---

[1] موضحہ جس سے ہڈی کھل جائے۔ منقلہ جس سے ہڈی ٹوٹ جائے ۱۲۔

شخصوں میں سے ہر ایک نے اس پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے اور اس نے ثمن ادا نہیں کیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو بعوض دونوں ثمنوں کے سپرد کر دیا جائے گا پھر ہر ایک جس قدر ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اس قدر اس کو دلا دیا جائے گا اس طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ دعویٰ ثمن میں ہے اور سب اس میں برابر ہیں پس اگر اس نے اس میں کوئی عیب پایا تو دونوں میں سے ایک واپس کرے گا اور دونوں کو واپس نہ کرے گا اور اگر نقصان عیب کسی ایک سے لے لیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لے لیکن نہ اس صورت میں کہ دوسرا شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جائے اور اگر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر وہ اس کے قدیمی عیب سے واقف ہوا تو دونوں سے نقصان عیب لگا اور اس طرح اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس کے عوض کا مال اس نے لے لیا اور پھر اس میں کوئی عیب پایا تو دونوں سے نقصان عیب لگا اور دونوں کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور کوئی دونوں میں کا اس کو لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہے تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائے گا گویا قابض نے اس کو پہلے سے خریدا ہے اور دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کیا پھر دوسرے سے خریدا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگوڑا ہے تو مجھ سے اس کو خرید لے اس نے کہا کہ کتنے کو بیچتا ہے اس نے کچھ دام اس کو بتلائے پھر مشتری نے اس کو خرید لیا اور پھر اس کو بھگوڑا پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے پس اگر مشتری نے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اس کو بھگوڑا پا کر واپس کرنا چاہا اور مشتری اوّل نے اس کے بھگوڑا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اوّل کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اس کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا اور اگر بائع اوّل نے مشتری اوّل سے یہ کہا تھا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ بھگوڑا ہے یا اس شرط پر کہ میں اس کے بھگوڑے ہونے سے بری ہوں اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اس کو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہے اور گر بائع اوّل نے کہا کہ میں نے اس کو فروخت کیا اس شرط پر کہ میں بھگوڑے ہونے سے بری ہوں اور یہ نہ کہا تھا کہ میں اس کے بھگوڑے ہونے سے بری ہوں تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ اسے نے اس کو فروخت کیا اور حالیکہ وہ بھگوڑا تھا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے اس غلام کو دوسرے شخص نے چکایا اور مشتری نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ☆

منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا پھر اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہے کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اسی قرار کے جو بائع اوّل نے کہا تھا واپس کر دے کیونکہ قرض لازمی چیز ہے اور قرض خواہ کو اختیار ہے کہ قرض میں مبیع کو واپس کرا دے اور قرض کا اقرار مثل بھگوڑے ہونے کے اقرار کے بیع سے پہلے یا اس کے بعد دوسرے مشتری اور اس کے بائع کے درمیان کہ جس نے بھگوڑے ہونے کا اقرار نہ کیا تھا بیع کے فسخ کرنے کے حق میں نہیں ہے اور شوہر دار ہونے کا اقرار قرض دار ہونے کے اقرار کے مانند ہے اس باب میں کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ سے جو بائع نے کیا ہے واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے اس غلام کو دوسرے شخص نے چکایا اور مشتری نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے پھر ان دونوں کے درمیان بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے غلام میں کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہو سکتا ہے اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو

اس کوواپس کرنے کا اختیار ہےاور جس شخص نے کہ مشتری سے چکایا تھا اس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اس کے واپس کرنے کے حق کو باطل نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے چکانے والے سے یہ کہا تھا کہ تو اس کو خرید لے اور اس میں فلانا عیب نہیں ہے پھر ان دونوں میں بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصد کیا کہ اسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بجائے غلام کے کپڑا فرض کیا جائے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت رہے تو دونوں صورتوں میں مشتری کا دعویٰ نہ سنا جائے گا اور کپڑا بائع کو واپس کر سکے گا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا ہو سکتا ہے یا اتنی مدت میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے تو قاضی اس کے بیچنے والے کو غلام واپس کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے یہ اقرار کیا کہ اس کی باندی بھگوڑی ہے پھر ایک شخص کو اس کے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ نہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہے اور وکیل نے اس کو فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کرنی چاہی اور بائع نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہیں بھاگی ہے تو مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وکیل کو واپس کر دے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہے تو اس کو فروخت کر اور اس کے بھگوڑے ہونے سے بریت کر لینا پس اس کو وکیل نے فروخت کیا اور اس کے بھگوڑے ہونے سے بریت نہیں کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مقولہ معلوم ہوا تو اس کو اس مقولہ پر واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

فصول سے منقول ہے کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جس کی ایک انگلی زائد تھی تا کہ ایک شخص کو واپس کرے اور اس شخص نے باندی اس کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے اس کے خریدنے پر گواہ قائم کئے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر میں نے ہر عیب سے بریت کر لی تھی اور اس پر اس نے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور عیب کی وجہ سے اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام فروخت کر دیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری اس کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص حاضر تھا اور اس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اوّل بھی اس سے انکار کرتا ہے تو ان دونوں کا انکار بمنزلہ اقالہ کے ہوگا اور غلام واپس نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹی یا اے بھگوڑی یا اے زنا کرنے والی یا اے مجنونہ مثلاً یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اس میں موجود ہیں یہاں تک کہ اگر اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونوں نے اس کے بھگوڑے ہونے کا اقرار کیا اور یہ اقرار دونوں سے بیع کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا بھگوڑا ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اس کو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہیں ہے پھر تیسرا مشتری اس کے بھگوڑے ہونے سے اور اس کے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری کے درمیان بیع کے وقت واقع ہوا تھا واقف ہوا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور پہلے مشتری کا اس کے بھگوڑے ہونے کا اقرار ان بائعوں کے حق میں جنھوں نے اس سے نہیں خریدا ہے نافذ نہ ہوگا اور اگر مشتری اوّل نے اس کے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اوّل کو واپس کر دیا پھر بائع اوّل نے اسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اس کو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر تیسرے

مشتری کو اس کا بھگوڑا ہونا اور وہ ماجرا جو پہلے مشتری اور اس کے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونے کے گواہ قائم کیے ہونے کی وجہ سے بائع کو واپس کرا دیا تھا معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعویٰ کیا کہ وہ بھگوڑی ہے اور اس پر گواہ لایا اور اس وجہ سے قاضی نے اس کو واپس کر دیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اور قاضی نے اس کو باندی دلا دی پھر اس نے اسی مستحق علیہ کے ہاتھ اس کے فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کے بھگوڑے ہونے میں جھگڑا کیا اور حاکم کا اس کے بھگوڑے ہونے کا فیصلہ دلیل میں پیش کیا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ امام یا اس کے امین نے غنیمت محرزہ[1] فروخت کی اور مشتری نے اس میں عیب پایا تو ان دونوں پر واپس نہیں کر سکتا ہے کذا فی الکافی۔ لیکن امام کسی شخص کو اس کے ساتھ جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کرے گا اور اس شخص کا عیب کا اقرار مقبول نہ ہوگا اور جو انکار کرے تو اس پر قسم عائد نہ ہوگی اور صرف وہ اس واسطے مقرر ہے کہ اس کے مقابلے میں مشتری گواہ قائم کرے اور جس وقت اس شخص[2] نے عیب کا اقرار کیا اس وقت معزول تصور کیا جائے گا پھر جب عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کر دیا جائے پس اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت میں ملا دیا جائے گا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت ہوگا اگر چہ ثمن کم ہوا یا زیادہ ہو گیا اگر بیت المال میں سے ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اپنی صحت میں اس کو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مر گیا اور بیٹا اس کا وارث ہوا اور اس کے کوئی وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام میں کوئی قدیمی عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے مگر وہ قاضی سے استدعا کرے گا تا کہ قاضی میت کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے پس بیٹا اس خصم کو واپس کر دے گا پھر وہ اس کے باپ کے بائع کو واپس کر دے گا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کرے گا پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کرے گا اور امام محمدؒ نے اس کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی کہ اس وقت کیا حکم ہے کہ جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اس وقت کیا حکم ہے کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمدؒ کا مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری مر گیا اور بائع اس کا وارث ہوا اور اس میں کوئی عیب پایا پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اس کو واپس کر دے گا اور اگر سوا اس کے دوسرا وارث نہ ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان نہیں لے سکتا ہے اور اس طرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اس کے قبضہ کر لیا اور گواہ کر لیے پھر اس میں کوئی عیب پایا تو قاضی کے سامنے پیش کرے گا تا کہ قاضی اس کے بیٹے کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے تو باپ اس کو واپس کر دے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اس کے بائع کو واپس کر دے اور یہی حکم ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

اگر کسی مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر مکاتب بعد عیب جاننے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو اس کا مالک اس کی مبیع کو واپس کر دے گا اور مکاتب اس کا متولی ہوگا اور اگر مولیٰ نے مکاتب کو فروخت کر دیا یا مر گیا تو مولیٰ خود اس کو واپس کرے گا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کر دیا تو مالک اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اس طرح اگر اس نے اپنی ماں کو خریدا تو اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خریدا تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی مکاتب ہو جائیں گے پس ان کا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم برابر ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق یہ لوگ اس کے ساتھ مکاتب نہ ہوں گے پس بسبب عیب کے ان کے واپس

---

[1] جو کافروں کے ملک سے دارالاسلام میں نکل آئی ہے ۱۲۔ [2] جس کو امام نے مقرر کیا ۱۲۔

کر دینے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ ان کے فروخت کرنے کا مختار ہے پس اگر مالک نے بائع کے عاجز ہونے سے پہلے ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی اور اس میں عیب پایا پس اگر اس کے ساتھ اس کا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیع کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اس طرح اس کے واپس کرنے کا بھی مختار نہ ہوگا لیکن نقصان عیب لے لے گا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی مکاتب متولی ہوگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے اور اگر مکاتب کے مولیٰ نے ایسا کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہ ہو تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنے مکاتب سے کوئی غلام خریدا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کے بائع سے جھگڑا کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی مکاتب نے یا کسی حر نے کوئی غلام خریدا اور اس کو مکاتب کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر مکاتب نے یا حر نے بائع کو عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد اس کے مالک کو اور حر کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے اس کے مالک نے بائع کو بری الذمہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور یہی حال حر کے وارث کا بھی ہے کہ اس کا بری الذمہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر چہ حر کے مرض الموت میں ہو اور اگر پہلے مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد مالک اس کا بائع کو بری الذمہ کرے خواہ اس وقت تک دوسرا مکاتب عاجز ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو بری کرنا صحیح ہے اور اس طرح اگر حر کے وارث نے مورث کے مرنے کے بعد بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مر گیا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اوّل کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ اگر غلام اس کو واپس دیا جائے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر چہ فی الحال واپس کرنا ممتنع ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتب نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدا پھر اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے اپنے غلام اپنے مالک کے ہاتھ بعوض اس کے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر مالک نے اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پایا پس اگر ثمن نقد دے دیا یا دین تھا اس طرح کہ درہم یا دینار تھے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اس کے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتوں میں مالک اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثمن نقد نہ ہو یا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہے تو واپس کر سکتا ہے اور قبضہ سے پہلے سب صورتوں میں واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ کسی قرض دار غلام نے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ایک غلام خریدا اور اس کو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر اس غلام قرض دار کو قرض خواہوں نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس نہ کرے گا اور نہ نقصان لے گا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کر سکتا ہے۔ بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو ثمن ہبہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ہبہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور ثمن اس کا مشتری کو ہبہ کیا یا اس کو ثمن سے بری الذمہ کر دیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کر سکتا ہے اور بعد قبضہ کے واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

فصل پنجم:

عیبوں سے براءت کرنے اوران سے ضمانت کرنے کے بیان میں

عیبوں سے بری کر دینے کے ساتھ فروخت کر دینا حیوان وغیرہ میں جائز ہے اور اس براءت میں وہ سب عیب داخل ہو جاتے ہیں جن کا بائع کو علم نہیں ہے اور جن کا علم ہے اور جن سے مشتری واقف ہے یا واقف نہیں ہے اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہے خواہ عیبوں کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس براءت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت مبیع میں موجود ہے یا جو اس کے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہو اس سے بری نہیں ہوتا ہے یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اس کے ساتھ موجود ہے بری ہے تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونے والے عیب سے بری نہ ہوگا اور اس طرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اس کے ساتھ موجود ہے اور بعد کو پیدا ہو بری ہے تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے اس بات میں اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد نیا پیدا ہوا ہے یا بیع کے وقت کا ہے تو اس کا حکم امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی نہیں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ بائع کا قول معتبر ہوگا مگر اس طرح قسم لے کر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھائے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب براءت مطلق بیان کی تھی اور اگر براءت صرف بیع کے وقت کے عیبوں سے تھی اور پھر انہوں نے اس طرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی باندی کے مقدمہ میں ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اس کو بدیں براءت کے خرید کیا اور اس میں کوئی عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے بھگوڑی ہونے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اس کو خریدا اور اس کو بھگوڑی پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ میں اس کے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہوں پھر ایک گواہ نے اس کو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے ہر عیب سے براءت کر لی تو اس میں عیب اور بیماریاں سب داخل ہو جائیں گی اور اگر کل بیماریوں سے براءت چاہی تو سب مرضوں سے براءت ہوگی اور اس میں داغ اور زائد انگلی اور اس زخم کا اثر جو اچھا ہو گیا ہے داخل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ہر غائلہ سے براءت کر لی تو غائلہ کا لفظ چوری اور بھاگنے اور فسق و فجور کو شامل[1] ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر ہر سیاہ دانت سے براءت کر لی تو اس میں سرخ اور سبز دانت بھی داخل ہو جائیں گے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اس کے ہر قرحہ سے جو اس میں موجود ہے بریت کر لی تو اس میں وہ قرحہ جن سے خون جاری رہتا ہے داخل ہو جائیں گے اور ایسے زخموں کے نشان جو اچھے ہو گئے ہیں داخل ہوں گے اور داغ کے نشان داخل نہ ہوں گے کیونکہ داغ اور چیز ہے اور قرحہ اور چیز ہے اور اگر کہا کہ میں اس کے سر کے ہر آمہ[2] زخم سے بری ہوں پھر ناگاہ اس کے سر میں موضحہ زخم نکلے تو موضحہ سے بری نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے حق سے جو تیری جانب ہے بری ہے تو اس میں عیوب داخل ہو

---

[1] یعنی ایسی چیزوں سے بری ہوگا ۱۲۔ [2] آمہ وہ زخم سر جو کھوپڑی کی ہڈی تک پہنچا ہو اور موضحہ جس سے ہڈی کی سپیدی ظاہر ہو اس کی جمع مواضح ہے اور جس موضحہ میں پانچ اونٹ جرمانہ ہے وہ سر اور چہرہ کے ہیں اور ان دونوں کے سوائے دیگر موضحہ میں عادل پنچوں کے کہنے کے موافق جرمانہ ہوگا ۱۲۔

جائیں گے اور یہی مختار ہے اور روک داخل نہ ہوگا (یعنی ضمان روک دینا چاہئے) یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اس میں ایک شگاف مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس سے بری کیا پھر اس کے بعد مشتری بائع سے وہ کپڑا لینے آیا اور اس کے شگاف کو دیکھ کر کہا کہ یہ اتنا نہیں ہے کہ جتنے سے میں نے تجھ کو بری کیا تھا وہ ایک بالشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہے تو اس باب میں قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اس طرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی میں اس طرح اختلاف[1] ہوا تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس میں موجود تھے بری کیا یا اس کے عیبوں سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بھی اس کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس برص[2] کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ وہ نہیں ہے یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہے تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے جو اس کی آنکھ میں موجود ہے براءت کر لی پھر ناگاہ وہ کانا نکلا تو بائع بری نہ ہوگا اور اس طرح اگر کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے جو اس کے ہاتھ میں موجود ہے بری ہوں پھر ناگاہ وہ ہاتھ کٹا ہوا پایا گیا تو بری[3] نہ ہوگا اور اگر ایک انگلی یا دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو بری ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دو انگلیاں کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہیں اور اس سے بری نہ ہوگا جبکہ براءت ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہو اور اگر تمام انگلیاں مع آدھی ہتھیلی کے کٹی ہوئی ہوں تو یہ ایک عیب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے مگر بھاگنا اس کا پھر مشتری نے اس کو بھگوڑا پایا تو بائع اس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے بری ہوں مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ میں اس کے ہر شے جو اس میں موجود ہے شگاف کی قسم سے بری ہوں اور اس کپڑے میں بہت شگاف تھے کہ ان کو سی دیا تھا یا پیوند کر دیا تھا یا رفو کر دیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں شگاف آگ کے جلنے کے ہوں یا عفونت[4] تو بھی وہ ان سب سے بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ اس میں ایک عیب ہے پھر اس میں دو عیب پائے اور بسبب موت یا اس کے مانند کے اس غلام کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونوں عیبوں میں سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے پس اس غلام کو دونوں عیبوں کے ساتھ اندازہ کیا جائے گا اور پھر اسی غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جس کا نقصان لینا نہیں چاہتا ہے اندازہ کیا جائے گا پھر جو فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ لے لے گا اور اس طرح اگر اس نے تین عیب پائے اور اس کے پاس ایک اور عیب پیدا ہو جانے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبوں میں سے جن دو عیبوں کا نقصان چاہے واپس کر لے اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے پس ایک بار اس غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جس کا نقصان لینا نہیں چاہتا ہے اندازہ کیا جائے اور ایک بار اس غلام کو مع تینوں عیبوں کے اندازہ کیا جائے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ واپس لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر خریدے کہ ایک ان میں کا عیب دار ہے پھر ایک عیب دار پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر ایک میں دو عیب پائے تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور اس طرح اگر ہر ایک میں عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اس صورت میں ایک بات پر غور کیا جائے گا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونوں کو ایک ساتھ واپس کر دے اور اگر قبضہ کر چکا ہے تو مشتری جس ایک کو چاہے واپس کر دے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے پس ان کے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہے پس اگر اس نے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اس میں کوئی عیب معلوم نہ ہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جان کر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیب دار پایا تو اس کو اختیار ہے کہ جس

---

[1] کمی و بیشی ۱۲۔ [2] سفید داغ ۱۲۔ [3] قولہ بری نہ ہوگا کیونکہ ہاتھ ہی موجود نہیں ہے ۱۲۔ [4] قولہ عفونت یعنی گل جانا ۱۲۔

ایک کو چاہے واپس کر دے پس اگر اس نے اس غلام کے واپس کرنے کا قصد کیا کہ جس پر عیب جان کے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ تو نے اس کا عیب جان کر اس پر قبضہ کیا پس تو اس کے عیب پر راضی ہو چکا ہے تو بائع کے کلام پر التفات نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے دونوں کا عیب جان کر پھر دونوں پر قبضہ کیا یا ایک پر قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونوں کے اختیار کرنے میں شمار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک چیز اس شرط پر فروخت کی کہ میں ہر ایک عیب سے بری ہوں تو ایسا کہنا اس غلام کے اندر عیب ہونے کا اقرار کرنا نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے ایک یا دو عیبوں سے بریت کی شرط لگائی تو یہ بریت اس عیب کے موجود ہونے کے اقرار میں شمار ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہے اور دونوں مشتری کو سپرد کر دیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے میں عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا پس دونوں غلاموں کو صحیح و سالم مان کر ثمن ان دونوں پر تقسیم کیا جائے گا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہے جب اس کا حصہ معلوم ہو جائے تو اس قدر مشتری بائع سے واپس کرے گا اور اگر دو غلام ایک ہی ثمن میں اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہے پھر دونوں میں سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام میں کہ جس کے کہ ایک عیب سے براءت ہو چکی ہے ایک عیب پایا تو ثمن دونوں پر تقسیم کیا جائے گا اس طرح کہ جو غلام حق دار کو کیا اس کی قیمت صحیح و سالم کی اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونوں قیمتوں پر ثمن تقسیم کیا جائے پس جب اس غلام کا حصہ معلوم ہو جائے جو حق دار نے لیا ہے تو اس قدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن ایک عیب سے اس نے بریت کر لی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اس میں دو عیب پائے اور کسی سبب سے اس کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام میں یہ نہ کہا تھا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اس کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہے اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں چند عیب پائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا پس اگر اس کے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلے تو اس کا حصہ ثمن مشتری واپس کر لے گا پس دونوں کو بے عیب مان کر ثمن ان پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر دونوں کو اس شرط پر خریدا کہ بائع ایک کے سر کے تین زخموں سے بری ہے پھر مشتری نے ایک کے سر میں تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہوا پس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخموں کے ساتھ ثمن دونوں پر تقسیم کیا جائے اور مستحق کا حصہ مشتری بائع سے واپس کر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے ☆

نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور تیسرا شخص اس کے عیبوں کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پا کر واپس کر دیا تو امام حنیفہؒ کے قیاس میں ضامن پر ضمانت نہ ہوگی اور یہ عہدہ[1] پر ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ عیبوں کا ضامن ہے اور یہ مثل ضمانت درک کے ہے استحقاق میں اور اس طرح اگر مشتری

[1] یعنی بیع کا عہدہ بائع پر ہے وہی اس کا عہدہ دار ہوگا نہ ضامن اور واضح ہو کہ ضمان درک کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص مشتری کے واسطے ضامن ہو کہ جو حادثہ بعد بیع کے مبیع میں پیدا ہوگا اس کا میں ضامن ہوں ۱۲۔

کے واسطے کسی شخص نے چرایا ہوا ہونے اور آزاد ہونے کی ضمانت[1] کی پھر مشتری نے اس کو آزاد یا چرایا ہوا پایا تو ضامن سے ضمانت لے گا اور اس طرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اس کو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا ثمن لے لے گا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب ادا کرنے کا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے پس اگر اس میں کوئی عیب پائے تو بائع کو واپس کرے کہ اس کو اختیار ہوگا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن ضامن سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فصل شثم:

عیبوں سے صلح[2] کرنے کے بیان میں

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر اس میں کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری کے ساتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درہم شمردہ فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دے دے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر عیب سے ایک دینار پر صلح کی پس اگر اس دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہے اور ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن نقد لے لیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس کے بائع نے اس عیب سے چند درہموں پر صلح کی تو جائز نہیں ہے پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا اور اس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جائے اور دونوں قبضہ کر لیں پھر مشتری غلام میں کوئی عیب پائے اور بائع سے صلح کرے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہو تو یہ استیفاء ہے استبدال نہیں ہے پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہے خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہے پس جہاں افتراق از عین بدین پایا جائے جائز ہے اور جس موقع پر افتراق از دین بدین ہو وہاں جائز نہیں ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے معین ہو اور دونوں قبضہ کر لیں اور پھر کسی قدر ثمن پر اس کی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ میعادی ہو یا نقد ہو جائز ہے بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہے وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہ ہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن میعادی پر صلح جائز نہیں ہے اور فی الحال ادا کرنے کی صورت میں جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا وہ معین ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہے پس جو کچھ بائع سے اس کے بدلے لیا ہے یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہے وہ اس کو

---

1. یعنی یہ غلام مسروقہ یا آزاد نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں ۱۲۔ 2. واضح ہو کہ عیب سے صلح کرنے میں یا تو بائع عیب سے منکر ہوگا یا مقر ہوگا اور ثمن یا غیر معین یعنی دین ہوگا جیسے درہم و دینار اور کمیل و موزون غیر معین یا ثمن معین ہوگا جیسے کمیل و موزون معین وغیرہ اور صلح یا ثمن کے موجود ہونے کی صورت میں واقع ہوئی یا بعد تلف ہونے کے واقع ہوئی اور علیٰ ہذا القیاس مثمن کی جانب سے اور بدل صلح یا نقد دینا ٹھہرا یا میعادی اور افتراق بدل الصلح پر قبضہ سے پہلے ہوا یا بعد اور صلح یا ثمن کے بعض حصہ کے واپس کرنے پر ٹھہری یعنی کم کر دینے پر یا دوسری چیز خواہ نقد یا جنس یا میعادی ٹھہری اور انھیں وجوہ کے باہم اختلاط کی صورتیں و مسائل اس فصل میں مذکور ہیں اور مترجم نے یہاں تک تنبیہ کر دی ہے یقین ہے کہ اب مسائل کے سمجھنے میں بہت آسانی ہو اور قیود و الفاظ جو مترجم نے مرعی رکھے ہیں اس سے بھی سمجھدار کو آگاہی ہوگی۔ واللہ الموفق ۱۲۔

واپس کر دے گا جبکہ اس کی ملک میں زائل ہو جائے اور اگر اس کی ملک سے نکل جانے کے بعد زائل ہو تو واپس نہ کرے گا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے ایک درہم پر صلح کی تو جائز ہے اگر چہ اس میں کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے باندی کی آنکھ میں عیب لگایا اور بائع نے اس کی آنکھ پر کچھ دے کر صلح کر لی تو جائز ہے اگر چہ عیب کا ذکر نہ کیا اور محل عیب کا ذکر کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسواں حصہ گھٹائے اور کوئی اجنبی بعوض گھٹائے ہوئے کے ماسوائے[1] کے لے اور اجنبی اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مشتری کا گھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے کپڑا دھولایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دھوبی کے پاس کا ہے یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کر لی کہ ایک درہم دھوبی دے اور ایک درہم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کر لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درہم دھوبی دے اور ایک درہم مشتری اور بائع اس کو قبول کرے تو بھی جائز ہے بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہے کہ دھوبی پہلے ایک درہم مشتری کو دے پھر مشتری اس کو بائع کو دے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور فتاویٰ فضلیؒ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اس میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ بائع اس قدر درہم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہے اور اگر دونوں نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اس قدر درہم ادا کر دے اور باندی کو بائع لے لے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر مشتری اس باندی کو اس کا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اس سے کم ثمن پر بائع کے ہاتھ فروخت کر دے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کسی نے ایک کپڑا خرید کر اس کی قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اس میں کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہے پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ میں اس کپڑے کو لیے لیتا ہوں اور ثمن میں سے مشتری مجھ سے کم لے تو یہ جائز ہے اور ثمن سے جس قدر بائع کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اس نقصان کے شمار کیا جائے گا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے میں کر دیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اس پر قبضہ کر لیا اور پھر اس میں کچھ عیب لگایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو انچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہے اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اس میں لحاظ کیا جائے گا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ دینار اس کو حلال نہ ہو گا اور مشتری کو واپس کر دینا واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہیں ہے اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے پس اگر وہ عیب ایسا ہے کہ اس کا مثل نہیں[2] پیدا ہو سکتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہے اور اگر بائع نے اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چپ رہا تو چپ رہنا اور انکار کرنا دونوں کا حکم ایک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی مبیع کے ساتھ زیادتی میں شمار ہو گی ☆

اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا لیا اس شرط سے کہ وہ باندی پھیر لینا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کر دے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونوں برابر ہیں اور اگر بجائے کپڑے کے کچھ درہم ہوں پس اگر اسی مجلس میں ان درہموں پر قبضہ ہو گیا

---

[1] یعنی بعد گھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دے کر لے لے ۱۲۔ [2] جیسے زائد انگلی ۱۲۔

تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ درہم میعادی ادا کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہے اور اگر بجائے درہم کے کچھ طعام تھا کہ جس کا وصف بیان کر کے اس کے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی اور حال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے اور دونوں نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا اور عیب ایسا ہے کہ جس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو طعام باطل ہو گیا کیونکہ یہ معاوضۃ دین کا دین سے ہے اور ثمن کے دینار اس باندی صحیح کی قیمت پر اور اس کی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جائیں گے اور جس قدر ثمن باندی کے مقابل آئے گا اس قدر مشتری کو واپس کر دے گا اور جو کچھ نقصان کے مقابل آئے وہ رکھ لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی مبیع کے ساتھ زیادتی میں شمار ہوگی تو وہ ثمن کہ جس سے غلام خریدا ہے وہ غلام اور باندی دونوں کی قیمت پر تقسیم ہوگا یہاں تک کہ اگر ایک میں کوئی عیب پائے تو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے گا اور اگر یہ صلح مشتری کے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واقع ہوئی تو باندی عیب کے بدلے شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو ثمن میں سے جو حصہ غلام کے عیب کے عوض[1] ہے اس قدر پر باندی واپس کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے اس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لے کر عیب سے صلح کر لی اور دونوں پر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونوں غلاموں میں سے ایک کا کوئی حقدار نکلا تو جو غلام کہ حقدار نے لیا اس کا حصہ ثمن مشتری واپس کرے گا گویا اس نے دونوں غلاموں کو ایک بار خریدا ہے اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر اس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لے کر صلح کی اور ثمن ادا کر دیا پھر خریدے ہوئے غلام کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو دوسرے غلام کی صلح باطل ہو جائے گی یہ محیط میں اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک مہینہ تک اپنی حاجت کے واسطے بائع کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط پر عیب سے صلح کی تو جائز ہے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شہر کے اندر اس کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط کی ہو اور اگر شہر سے باہر سوار ہونے کی شرط کی یا شہر کے اندر یا باہر کا ذکر نہ کیا مطلق صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مشتری کے پاس سے مبیع کسی اس کے حق دار نے لے لی اور اس نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اس کے بائع نے کچھ قلیل مال پر صلح کی تو اس بائع کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے پورا ثمن واپس کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ کے مسائل استحقاق میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے باندی کے اندر عیب ہونے کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس انکار کیا پھر کسی قدر مال لے کر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کرے پھر یہ معلوم ہوا کہ اس باندی میں یہ عیب نہ تھا یا تھا لیکن وہ اس عیب سے اچھی ہو گئی تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے وہ مال جو اس نے صلح کے بدلے دیا ہے واپس کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

اگر کسی مشتری نے باندی کی آنکھ میں سپیدی ہونے کا عیب لگایا اور بائع کے ساتھ اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری اس کو ایک درہم کم دے تو جائز ہے پھر اس کے بعد اگر سپیدی جاتی رہی تو درہم بائع کو واپس کر دے گا اور اسی طرح اگر باندی کے حمل ہونے کا عیب لگایا اور بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درہم کم دے پھر ظاہر ہوا کہ اس کو حمل نہ تھا تو مشتری پر درہم واپس کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اس کو کسی کے نکاح میں پایا اور بائع کو واپس دینا چاہا اور بائع نے کچھ درہم دے کر اس سے صلح کر لی پھر باندی کے شوہر نے اس کو طلاق بائن دے دی تو مشتری کو وہ درہم دینا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اس کی قمیص قطع کرائی اور اس کو سلایا پھر اس کے بعد خواہ فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہاں تک کہ اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا یا عیب

---

[1] قولہ عوض آلخ اور اس کے معلوم کرنے کی یہ صورت ہے کہ غلام کی قیمت سالم اور قیمت عیب دار پر ثمن تقسیم کیا جائے جس قدر فرق ہو وہی حصہ عیب ہے تو یہی باندی کی قیمت ہوتی ہے ۱۲۔

ظاہر ہونے کے بعد اس کو فروخت کر دیا پھر اس عیب کے عوض چند درہم لے کر صلح کر لی تو صلح جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس کو سرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہاں تک کہ عیب سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے اور اگر اس کو قطع کرایا اور نہ سلایا یہاں تک کہ اس کو فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کر لی تو صلح صحیح نہیں ہے اور سیاہ رنگنا امام اعظمؒ کے نزدیک فقط قطع کرنے کے مانند ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک گدھا خریدا اور اس میں کوئی قدیمی عیب پایا اور اس کو واپس کرنا چاہا پھر دونوں میں ایک دینار پر صلح کرا دی گئی پھر اس میں دوسرا عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ گدھا مع دینار کے واپس کر دے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ کسی دوسرے شخص سے ایک کر گیہوں دس درہم کو خریدے اور کر پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ کر میں اتنا عیب پایا کہ دسویں حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک کر جو معین دینے پر اس سے صلح کی تو یہ جائز ہے اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہوں گے اور اگر کر جو کا غیر معین ہو اور اس کا وصف بیان کر کے اس کی میعاد مقرر کی جائے تو صلح باطل ہے کیونکہ یہ صورت بمنزلہ ایسی بیع سلم کی صورت کے ہے کہ جس میں راس المال ادا نہ کیا گیا ہو پس اگر اس نے دسواں حصہ ثمن کا دے دیا اور کہا کہ یہ ایک کر جو کا حصہ ہے تو جائز ہے اور جو سلم میں ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر اس کو پورا ثمن دے دیا تو بھی جائز ہے اور اگر اس کو دسواں حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہے تو جو کچھ ادا کیا ہے وہ منجملہ ثمن کے ہوگا تو دسواں حصہ کر شعیر کا ثابت ہوگا اور نو دسویں[1] حصہ باطل ہو جائیں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل نہم:

وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شریٰ کے بیان میں

اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اس کا عہدہ (ضمان درک) اس کے ذمہ ہے اور عیب کی وجہ سے اس کو واپس کیا جائے گا۔

اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوائے ثمن کے ایک ہزار درہم کا قرض دار ہو کر مر گیا اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اس غلام میں کچھ عیب پایا اور بدوں قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرض خواہ اس تصرف کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وصی بائع سے آدھا ثمن لے کر قرض خواہ کو دے گا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اس نے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اس کو واپس نہ کرے گا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونوں کو تقسیم کر دے گا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہ ہوگا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور اگر قاضی واقف نہ ہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دے گا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائے گا پس اگر دوسرے قرض خواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جس کو غلام واپس دیا گیا ہے مختار کیا جائے گا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرض خواہ کو غلام کا آدھا ثمن دے دے پس ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی واپس کر دے تاکہ دونوں کے قرضہ میں فروخت کیا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قال المترجم وذلک لانہ لما جعل ما نقد من جملۃ الثمن ای عشرہ صار ما ادی من کر الشعیر عشرہ لان کل درہم من العشرۃ عشر الثمن وفیما عشر الدرہم وہو حصۃ الشعیر فیکون فی درہم واحد عشر من الشعیر فثبت قدر ما ادی علی وجہ المسلم وبطل الباقی لانہ صار بمنزلۃ سلم لم یدفع رأس مالہ فلیتامل ۱۲۔

پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اس میں کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو یا اس نے اس کو آزاد یا مدبر کر دیا ہو یا باندی کی صورت میں اس کو اُم ولد بنالیا ہو تو بائع کو آدھا ثمن ادا کرنا متعین ہو کر ضرور ہو گا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اس کے ثمن سے اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو وہ عفو کر دی جائے گی اور اگر اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ اس کو نہیں اٹھاتے ہیں تو عفو نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنی صحت میں ہزار درہم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ بیمار ہوا اور اس پر ایک ہزار درہم قرض تھے پھر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور بدوں قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اس نے اقالہ کرلیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو جو کچھ اس نے کیا ہے سب صحیح ہو گا اور اگر مرض سے اچھا نہ ہوا اور مر گیا اور غلام کی قیمت اس کے ثمن کے برابر یا اس سے کم ہے اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو اس کا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہو گا کہ جب اس نے غلام قاضی کے بدوں حکم کے واپس کر دیا تھا یا اس نے بیع کا اقالہ کر دیا تھا اور غلام کی قیمت اس کے ثمن کے برابر یا اس سے کم تھی اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت میں قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کر دے گا خواہ دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہو یا نہ ہو پس اگر مشتری اپنی بیماری میں وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مر گیا تو اس کا حکم مثل وصی کی اس صورت کے حکم کے ہے کہ جب اس نے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف نہ ہوا تھا لیکن اتنا فرق ہے کہ اس صورت میں اگر غلام کی قیمت اس کے ثمن سے زیادہ ہو گی تو بائع مختار نہ رہے گا بلکہ واپسی توڑ دی جائے گی اور غلام فروخت کر دیا جائے گا اور اس کا ثمن دونوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بائع نے کہا کہ میں غلام لیے لیتا ہوں اور آدھی قیمت دیتا ہوں تا کہ محاباۃ[1] رفع ہو تو یہ اختیار اس کو نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اس سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا گیا اور اس نے مبیع کو بدوں حکم قاضی کے قبول کیا تو مبیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور مؤکل کے ذمہ نہ ہو گی اور مبیع وکیل کی ہو جائے گی اور اس کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ مؤکل سے جھگڑا کرے اور اگر اس میں جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب مؤکل کے پاس کا ہے تو اس کے گواہ قبول نہ کیے جائیں گے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے اور اگر وہ عیب قدیمی ہو کہ جس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو عامہ رُوایات بیوع و رہن و وکالت و ماذون میں یہ مذکور ہے کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہی صحیح ہے اور اسی کو فقیہ ابو بکر بلخی نے لیا ہے۔ اگر واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو مؤکل کو لازم ہو گی خواہ عیب قدیمی ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو یہ واپسی مؤکل کے ذمہ ہو گی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہو گا کہ مؤکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ یہ عیب مؤکل کے پاس کا ہے تو وہ شے قاضی مؤکل کو واپس کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وکیل کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ مؤکل سے قسم لے پس اگر وہ قسم سے باز رہا تو قاضی اس کو واپس کر دے گا اور اگر اس نے قسم کھالی تو وہ شے وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہ سب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر مکاتب یا ایسا غلام ہو کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا جھگڑا انہی دونوں کے ساتھ رہے گا اور وہ

---

[1] یعنی واپسی میں جو محاباۃ لازم آتی ہے کہ زیادہ قیمت کی چیز بعوض کم ثمن کے واپس ہوتی ہے ۱۲۔

دونوں اپنے مولیٰ پر رجوع نہیں کر سکتے ہیں لیکن وہ غلام کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے اس ثمن کے عوض فروخت ہوگا اور مکاتب کے ذمہ قرض لازم ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہے اور اسی کو واپس بھی دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عہدۂ وکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عہدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس طرح کہ مجور غلام ہو یا لڑکا ہو تو مؤکل کو واپس کیا جائے گا پس اگر وکیل اس عہدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو مؤکل کو واپس کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے واسطے ہزار درہم کو خرید اس نے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو میرے ہاتھ فلاں شخص کے واسطے ہزار درہم کو فروخت کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اس کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور وہی غلام اس میں والی خصومت ہوگا اور خود غلام کو بدوں حکم کرنے والے کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی مؤکل کے واسطے خریدی اور اس کو مؤکل کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اس میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے خواہ مؤکل حاضر ہو یا غائب ہو اور مؤکل کو سپرد کر دینے کے بعد اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر مؤکل حکم کر دے تو ہو سکتا ہے پس اگر پہلی صورت میں بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ مؤکل اس عیب پر راضی ہو گیا ہے اور مؤکل وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا مؤکل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کر دی پھر مؤکل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو اس کے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ مؤکل عیب پر راضی ہو گیا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے یہاں تک کہ اس کو جھگڑا کرنے کا حق نہ رہے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ مؤکل نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو اس کے اقرار کی اس کی ذات پر تصدیق کی جائے گی اور مبیع اس کے ذمہ پڑے گی لیکن اگر مؤکل لینے پر راضی ہو جائے یا اس بات پر گواہ قائم ہوں کہ مؤکل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو مؤکل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر اس مسئلہ میں خرید کے وکیل کی جگہ عیب میں خصومت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعویٰ کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا ہے تو وکیل کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ مؤکل خود حاضر ہو کر قسم[1] کھائے یہ محیط میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اس کو مؤکل کے سپرد کر دیا اور مؤکل نے اس میں کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کر دے پھر وکیل بائع کو واپس کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں قبضہ سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کر دیا تو جائز ہے اور مبیع مؤکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی نہ مؤکل کو کذا فی الخلاصہ جس شخص نے وکیل سے خریدا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کرے گا اگرچہ ثمن مؤکل کے پاس پہنچ گیا ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خریدا جس کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اس کے عیب پر واقف ہوا تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اس نے واپس کر دیا تو واپس ہو جائے گا اور اگر عیب پر راضی ہو گیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو

---

[1] کہ میں راضی نہیں ہوا ۱۲۔

بیع موکل پر نافذ ہوگی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور یہ استحسان ہے لیکن اگر موکل راضی ہو جائے تو بیع کا نفاذ اسی پر ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

منتقی میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق اگر مبیع مع عیب کے اس قدر ثمن کے جس کے عوض خریدی گئی ہے برابر ہو اور وکیل اس پر راضی ہو جائے تو مبیع موکل کے ذمہ پڑے گی اور زیادات میں ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہو گیا تو مبیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہوا تو وکیل کے ذمہ پڑے گی موکل کو لازم نہ ہوگی اور اس میں تفصیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہیں ہے اور صحیح وہ ہے کہ جو منتقی میں مذکور ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ میں اس عیب پر راضی نہیں ہوتا ہوں پھر وکیل اس پر راضی ہو گیا تو موکل کو اختیار ہے کہ مبیع اس کے ذمہ ڈالے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے پھر اس نے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ وکیل کو واپس کر دے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کہ یہ غلام بھگوڑا ہے بیع کرنے سے پہلے سنا تھا پھر وہ غلام اس سے خرید کیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وکیل کو واپس کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وکیل سے خرید کرنے والے شخص نے غلام میں کوئی عیب پالیا تو اپنا ثمن وکیل سے لے گا اگر اس کو ادا کر چکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو موکل سے لے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اس میں عیب پایا اور اس کو پہلے مشتری کو واپس کر دیا پس اگر اس نے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہے تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تھا پھر مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپسی بقضائے قاضی بگواہان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہے اور بقضائے قاضی باقرار عیب کے معنی یہ ہیں کہ مشتری اوّل نے اقرار سے انکار کیا پھر وہ اقرار بگواہ ثابت کیا گیا اور اگر اس کو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ جو عیب ایسے ہیں کہ پیدا ہو سکتے ہیں جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں جیسے زائد انگلی دونوں کا حکم یکساں ہے یہ کافی میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اس کو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پھر اس دار میں کوئی عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ دار اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے اور ان دونوں نے بیع سلم توڑ دی تو بھی اس کو یہ اختیار ہے کہ بائع کو واپس کر دے اور یہ حکم ضروری ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عقار کی بیع ان کے نزدیک ناجائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر اسے سو دینار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کر کے پچاس دینار ثمن میں زیادہ کر دیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دے دی پھر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسی بائع کو واپس کر دیا تو اپنا ثمن اور زیادتی واپس کرے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہوگا۔ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایسی صورت میں اگر بائع اور مشتری دونوں نے دوبارہ از سر نو پہلے ثمن سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے یا

نہیں ہوسکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے ثمن میں ایک معین اسباب بڑھا دیا پھر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کر سکتا ہے اور گر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائے گا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک میں آجائے گی پس اگر دوسرے مشتری نے اس کے بعد غلام میں کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کر دیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہے کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کر دے اور اگر وہ اسباب تلف نہ ہوا ہو لیکن مشتری نے تہائی غلام میں بیع کا اقالہ کر لیا پھر باقی میں عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصومیت پر عزم کر لیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے۔ تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کیا اور قسم کھالی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ بائع اوّل کو واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مشتری کو جب یہ بات معلوم ہے کہ وہ بیع کے دعویٰ کرنے میں صادق ہے تو اس کو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک سمجھ کر واپس کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن اگر اس نے اس بات کا عزم کیا کہ میں اگر کبھی گواہ بھی لاؤں گا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کروں گا تو اللہ کے نزدیک بھی اس کو واپس کرنے کی گنجائش ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونے کی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلجیہ کے تھی یا اس میں خیار شرط یا خیار رویت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط تھی پھر اس کو خیار والے نے توڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونوں اپنے اس اقرار سے یوں پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہیں کیا ہے تو قاضی ان دونوں کا انکار بیع کے فسخ میں شمار کرے گا یہاں تک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھنے یا آزاد کرنے کا ارادہ کرے تو صحیح نہ ہوگا اور دوسرا بائع پہلے کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس میں کوئی عیب پایا اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا خواہ وہ فلاں شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور وہ شخص موجود تھا لیکن دونوں خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو چکایا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے وہ تجھ کو ہبہ کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو ہبہ کر دیے اور اس نے اپنے قبضہ میں لے لیے پھر مشتری یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کذا فی القنیہ۔

باب نہم:

ان چیزوں کے بیان میں جن کی بیع جائز ہے اور جن کی بیع جائز نہیں ہے

اس میں دس فصلیں ہیں

فصل اوّل:

دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمنوں کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جدا ہو جانے کے عقد کے باطل ہو جانے کے بیان میں

دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہے جبکہ دونوں بدل پر حقیقتاً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقتاً اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں شخص مجلس سے جدا ہوں خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور دونوں بدل پر حقیقتاً قبضہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درہم کو خریدا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دونوں کے حضور میں درہم موجود نہ تھے پھر دونوں اسی مجلس میں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو یہ بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر پیسے یا طعام بعوض درہموں کے خریدا اور یہ بیع صرف نہ ہوئی اور یہ چیزیں ان دونوں کے حضور میں موجود نہ تھیں پھر اسی مجلس میں دونوں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو جائز ہے اور دونوں بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درہم قرض تھے اور اس کا اس پر ایک دینار قرض تھا پھر ایک نے اپنا قرض بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا یہاں تک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہو اسی طرح پر کہ کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درہم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور ایک بدل پر حقیقتاً اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درہم قرض تھے پس اس قرض دار نے ان قرض کے درہموں کو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گیہوں قرض تھے پھر ان گیہوں کے قرض دار نے ان گیہوں کو چند درہم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درہم اسی مجلس میں ادا کر دیے تو جائز ہے اور صلح الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اس گیہوں کے مسئلہ میں بیع جائز نہ ہوگی اگرچہ درہم اسی مجلس میں ادا کر دے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح الفتاویٰ میں مذکور ہے یہ اس صورت پر محمول ہے کہ وہ گیہوں اس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر یہ گیہوں بطریق قرضہ کے ہوں یا کسی بیع کا ثمن ہوں تو جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر فقط ایک بدل پر حقیقتاً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہو جائیں پس اگر اس ایک بدل پر حقیقتاً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہوئے تو سوائے بیع صرف کے اور بیع میں جائز ہے اور بیع صرف میں جائز نہیں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار دس درہم کو خریدا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درہم سپرد نہ کیے یا دس درہم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر پیسے یا طعام بعوض درہموں کے خریدا یہاں تک کہ بیع صرف نہ واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقتاً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز نہیں ہے خواہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور اس کا بیان یہ ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اس دینار کے قرض دار نے اس کو دس درہم کو مول لیا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درہم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل

ہے اور یہ اس طرح اگر اس کے پیسے یا طعام قرض تھا اور اس پیسے یا طعام کے قرض دار نے چند درہموں کو خریدا اور درہم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور ایسی فصل کا یاد رکھنا واجب ہے حالانکہ لوگ اس سے غافل ہیں کذا فی الذخیرہ۔

کسی نے دوسرے سے ہزار درہم بعوض سو دینار کے مول لیے اور درہموں کے خریدار نے دینار ادا کر دیئے اور درہم بیچنے والے نے درہموں کو نہ ادا کیا اور اس درہم بیچنے والے کے درہم والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درہم قرض تھے پھر اس درہم بیچنے والے نے اس کے خریدار سے کہا کہ میرے قرضہ کے ہزار درہم جو تجھ پر واجب ہیں اس عقد صرف میں جو درہم تجھ پر واجب ہوئے ہیں ان میں بطور مقاصد لگا لے اور مشتری اس پر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف استحساناً جائز ہے اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد بسبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اس کے مقاصد کر لینے میں اختلاف ہے مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درہم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار اس کو ادا کر دیا اور درہموں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس درہم خریدنے والے نے درہم فروخت کرنے والے سے بعوض اتنے درہموں کے ایک کپڑا خریدا پھر درہموں کے بائع نے درہموں کے مشتری سے یہ کہا کہ جو میرے درہم تجھ پر اس کپڑے کے عوض واجب ہوئے ان کو تو ان درہموں میں لگا لے جو تیرے درہم مجھ پر بیع صرف کی وجہ سے واجب ہوئے ہیں اور دونوں اس پر راضی ہو گئے تو ابو سلیمان کی روایت میں مذکور ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور زیادات میں بھی اس طرف اشارہ ہے اور ابو حفص ؒ کی روایت میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک معین پیسہ دو معین پیسوں کے عوض بیچا تو معین ہونے کے سبب سے بیع جائز ہے یہاں تک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہو جائے تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی شخص اس کے مثل ادا کرنا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہو گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر ایک غیر معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسوں کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں اسی مجلس میں قبضہ کر لیں اور اگر ایک معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسوں کے عوض بیچا یا اس کا الٹا کیا تو جائز نہیں تاوقتیکہ جو قرض ہے اس پر اسی مجلس میں قبضہ نہ ہو جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

امام اجل شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسوں کا مذکور ہوا وہی حکم بخارا کے درہموں کا ہے یعنی عطارفہ کا اور ایسا ہی حکم رصاص اور ستوق کا ہے اور مشائخ نے کہا ہے کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعوض دو عدالی وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر ہاتھوں ہاتھ لین دین ہوا تو جائز ہے یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر چند پیسوں کو بعوض درہموں کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونوں میں سے خیار حاصل ہے اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر خیار دونوں میں سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظم ؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور قدوری نے بھی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد ؒ نے فرمایا کہ اگر کچھ پیسے بعوض پیسوں کے اس شرط پر خریدے کہ دونوں کو خیار حاصل ہے اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہے قدوری نے کہا کہ واجب ہے کہ یہ قول امام محمد ؒ اور امام ابو یوسف ؒ دونوں کا ہو اور مراد قدوری کی یہ ہے کہ جب خیار ایک کا ہو تو دونوں کے نزدیک بیع جائز ہونی چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسوں کے ایسے مقام پر خریدا کہ جہاں ان پیسوں کا رواج نہیں ہے پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہے اور اگر معین نہ تھے تو جائز نہیں ہے۔

ناپ یا تول کی چیزوں میں سوائے درہم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

امام محمد ؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک کر طعام قرض لیا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے

قرض دینے والے سے وہ کُر جو اس پر قرض ہے سو درہم کو خرید لیا تو جائز ہے اور اس قرض دینے والے پر قرض لینے والے کا اسی کُر کے مانند دوسرا کُر واجب ہوگا پس اس کی خرید صحیح ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کُر کے قرض دار کے سوائے دوسرے شخص نے وہ کُر خریدا تو جائز نہیں ہے اور جب اس صورت میں خرید جائز ہوگئی پس اگر ان سو درہموں کو اسی مجلس میں نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہوگئی اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خرید باطل ہوگئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر قرض لینے والے کا قرض دینے والے پر بھی کوئی کُر گیہوں کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونوں میں سے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا اور دونوں جدا ہو گئے کیونکہ ایسی صورت میں بیع جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم کتاب میں مذکور ہوا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرضہ کا کُر گیہوں کا قرض لینے والے کی ملک نہ ہوگا جب تک کہ بعد قبضہ کے وہ اس کو[1] نابود نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں پس خرید صحیح نہ ہوگی اور جب اس نے اس کو نابود کر دیا پھر اب اس سے خریدا تو بلا اختلاف خریدنا صحیح ہے پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے سو درہم اسی مجلس میں ادا کر دیے پھر اس قبضہ کے کُر میں کچھ عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے بلکہ ثمن میں سے نقصان عیب واپس لے گا اور اگر وہ کُر قرض کہ جس پر قبضہ ہو چکا ہے تلف ہو گیا ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے لیکن پہلی[2] صورت میں اختلاف ہوگا اور دوسری[3] صورت میں اجماع ہوگا اور اسی طرح ہر ناپ یا تول کی چیزوں میں سوائے درہم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہوں تو یہی حکم ہے اور اگر قرض لینے والے نے اس کُر کو جو اس پر قرض ہے اسی کے مانند دوسرے کُر کے عوض خریدا تو خرید جائز ہے بشرطیکہ یہ کُر عین نقد ہو اور اگر دین[4] ہوگا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے تو جائز ہوگا پس اگر قرض لینے والے نے قرض میں کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اس کو واپس نہیں کر سکتا اور نہ اس کا نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوئے کُر کو بعینہ خریدا حالانکہ اس پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خریدنا صحیح نہیں ہے اور امام[5] ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اسی کو خرید لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر صحیح نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درہم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہیں اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا پھر اس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درہم بعوض دس دینار کے خریدے تو صحیح ہے پھر جبکہ یہاں بالا تفاق خرید صحیح ہوگئی پس اگر اس نے دینار اسی مجلس میں ادا نہ کیے اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر دیناروں پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو بیع پوری ہوگئی پس اگر قرض لینے والے نے وہ قرض کے درہم زیوف یا نبہرہ پائے تو ان کو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص کے پاس دس درہم ثابت تھے اور اس نے کسی شخص کے ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہموں کے عوض فروخت کرنا چاہا تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے تو حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درہم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درہم پر قبضہ کرا کے پھر وہ درہم اس سے معاف کرا لے یہ حسامیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہے اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز سو دینار کو خریدی پھر باہم دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں آتا تھا تو بیع باطل ہے خواہ وہ دونوں جدا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور اگر درہم یا دینار یا پیسے اپنے دعویٰ میں بیان کیے اور ان کو مدعا علیہ نے بعوض درہموں کے خریدا اور درہم ادا کر دیے پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں چاہیے تھا پس درہم اور دینار کی

---

[1] نابود کرنے سے یہ مراد ہے کہ کسی طور سے خواہ انتفاع حاصل کرنے میں یا کسی اور طور سے اس کو معدوم کرے ۱۲۔ [2] یعنی اگر تلف نہ ہوا ہو ۱۲۔
[3] جبکہ تلف ہو چکا ہے ۱۲۔ [4] قولہ دین یعنی وصف بیان کر کے اپنے ذمہ ٹھہرایا ہو ۱۲۔ [5] کیونکہ اس کی ملک ہو چکا ہے ۱۲۔

صورت میں اگر دونوں جدا نہ ہوئے اور اسی مجلس میں جو خریدا ہے اس کے مانند لے لیا تو بیع ہو جائے گی اور اگر مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور پیسوں کی صورت میں عقد بیع باطل نہ ہوگا اگرچہ جس چیز کو خریدا ہے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک بڑا درہم بعوض چھوٹے درہم کے یا ایک جید درہم بعوض ردی درہم کے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ اس میں ان دونوں کی کوئی ٹھیک غرض ہے لیکن اگر دونوں درہم مقدار اور صفت میں برابر ہوں تو بعضوں نے کہا ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ بیع ناجائز ہے اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب میں اشارہ فرمایا ہے اور امام ابو احمدؒ حاکم[1] اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سکہ کے درہم تین طرح کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو یا تین چوتھائی پیتل اور چوتھائی چاندی ہو یا پانچ چھٹا پیتل اور چھٹا چاندی ہو یا پیتل ہی اس میں اکثر ہو اور دوسری قسم اس کی یہ ہے کہ دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یا تین چوتھائی چاندی اور چوتھائی پیتل ہو یا چاندی ہی اس میں اکثر ہو اور تیسری قسم یہ ہے کہ پیتل اور چاندی برابر ہو آدھا یہ اور آدھا وہ پس پہلی قسم کے درہم دو مختلف چیزیں پیتل اور چاندی کے حکم میں گنے جائیں گے اور دونوں میں سے کوئی چیز کسی کی تابع نہ ہوگی اور ہر ایک کا حکم علیحدہ اعتبار کیا جائے گا اور اگر اس قسم کے درہموں سے خالص چاندی یا جو چیز خالص چاندی کے حکم میں ہے خریدی پس اگر خالص چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے کم ہو یا علیحدہ چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے برابر ہو یا اس کا وزن معلوم نہ ہو تو ہمارے علماء کے نزدیک بیع جائز نہ ہوگی۔ اگر خالص چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے زیادہ ہو تو بیع جائز ہوگی اور چاندی کے مقابل چاندی ہو جائے گی اور خالص چاندی میں جو زیادتی ہے وہ پیتل کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور ایسی بیع میں صرف کی شرطیں معتبر ہوں گی یہاں تک کہ اگر کوئی شرط اس کی شرطوں میں سے رعایت نہ کی گئی تو بیع صرف فاسد اور پیتل کے حق میں بھی باطل ہو جائے گی اور اگر ایسے قسم کے درہموں سے سونا خریدا تو ہر طرح جائز ہے مگر بیع صرف کی شرطوں میں سے اگر کوئی شرط فوت ہوئی تو بیع صرف باطل ہوگی اور پیتل کی بیع بھی باطل ہو جائے گی اور اگر اس قسم کے درہموں میں بعض کو بعض کے ساتھ فروخت کیا تو برابری کے ساتھ یا بڑھتی کے ساتھ ہر طرح جائز ہے اور دونوں پر قبضہ کر لینا اس بیع کی شرط سے ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر ایسے درہم کہ جس میں اکثر میل ہے اور کم چاندی ہے بعوض اسی جنس کے درہموں کے خریدے اور دونوں میں سے ایک ادھار[2] رکھے گئے تو بیع جائز نہیں ہے اگرچہ یہ درہم رائج ہوں اور اسی طرح اگر دو مختلف جنسوں کے ہوں اور ایک بدل ادھار رکھا جائے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اس طرح جن کو ادا کیا ہے اگر وہ درہم رائج ہوں اور جو ادھار ہیں وہ غیر رائج ہوں تو بھی جائز نہیں ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ دوسری صورت کے درہموں میں کہ جن کے میل میں چاندی غالب ہے اس طرح کہ دو ثلث چاندی اور ایک ثلث پیتل ہے اور وہ خالص چاندی کے بدلے فروخت ہوئے تو برابر برابر کے سوائے جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرۃ۔ اس طرح بعض درہم اس قسم کے اگر اسی قسم کے بعض کے ساتھ فروخت ہوں تو سوائے برابر برابر کے جائز نہیں ہے۔ یہ بدائع میں لکھا ہے اور تیسری صورت کے درہموں میں کہ جس میں آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہے اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہوئے پس اگر وہ چاندی جو درہموں میں ہے پیتل سے زائد ہے تو اس کی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر برابر جائز ہے اور اگر چاندی غالب[3] نہ ہو بلکہ پیتل اور چاندی ٹھیک برابر ہوں تو اس کا حکم پہلی قسم کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور ان درہموں کے عوض بیع کرنا یا ان کا قرض دینا جائز نہیں ہے مگر وزن ہی کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت میں ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا تو یہ ان کی مقدار اور وصف کا بیان ہو جائے گا جیسا جید کی

---

[1] حاکم بعض نے فرمایا کہ حاکم فقہ وہ ہے کہ سوالا کھ جزئیات یاد رکھتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ جمیع پر حاوی ہو وبالجملہ تعریف مختلف ہے جیسا کہ حاکم حدیث کی تعریف میں اختلاف ہے فصلہ فی المجلد یب ۱۲۔ [2] خواہ از جانب مشتری از جانب بائع ۱۲۔ [3] یہ چاندی کے حکم میں ہیں ۱۲۔

طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہے ہوتا ہے۔ اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درہم تلف ہو جائیں تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرف میں دس درہموں کا حکم ان درہموں کے مانند ہے کہ جن میں میل اکثر ہے یہاں تک کہ اگر ان درہموں کو ان کی جنس سے فروخت کیا جائے تو اعتبار[1] کے ساتھ جائز ہے اور اگر خالص چاندی کے عوض فروخت کیا جائے تو جائز نہ ہوگا تاوقتیکہ خالص چاندی درہموں کی چاندی سے زائد نہ ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ جامع میں ہے کہ اگر درہموں میں دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اس کے عوض کسی شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال میں جائز ہے اور یہ درہم متعین نہ ہوں گے اور اگر ان درہموں میں سے چند درہموں کے عوض بدوں معین کیے ہوئے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درہم ان کے درمیان میں وزن کے حساب سے ہیں تو ایسی بیع میں کچھ خیر نہیں[2] ہے اور اگر ان کو معین کر کے گنتی سے خریدا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اگرچہ لوگوں میں ان کے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر اس کے بعد اگر ان کے سوائے دوسرے درہم ادا کیے تو ان درہموں کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انہی درہموں کو ادا کیا تو بدوں وزن کے ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ خالص درہموں میں ہوتا ہے اور اگر ان درہموں کو معین کیا اور ان کا شمار رکھ دیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے یہ اسباب بعوض اتنے درہموں کے خریدا کہ ان کا اتنا وزن ہے۔ لوگوں میں ان کے ہم وزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی تو یہ وزن پر رہے گا[3] اور اگر لوگوں میں ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر ان کو بدوں معین کیے گنتی کی راہ سے ان کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہے اگرچہ ان میں ہلکے اور بھاری ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ مذکورہ میں بیع کس صورت میں باطل قرار پائے گی؟

اگر درہم اس قسم کے ہوں کہ اس میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو یہ درہم بمنزلہ زیوف اور بہ نبہرہ کے ہیں اور اگر ان کے عوض کوئی چیز خرید یہ پس اگر یہ درہم اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید جائز نہیں ہے مگر وزن کی راہ سے جائز ہے جیسا کہ کل کھوٹی چاندی ہونے کی صورت میں جائز ہوتی ہے اور اگر درہموں کو اشارہ سے معین کر دیا تو بدوں وزن کرنے کے ان کے عوض خرید کرنا جائز ہے اور اگر درہم ایسے ہوں کہ ان میں آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ان کا حکم باطل ان درہموں کے مانند ہے کہ جن میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسے درہموں کے ساتھ کوئی اسباب خریدا پھر ان درہموں کا رواج جاتا رہا اور لوگوں نے ان درہموں کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی پھر غور کیا جائے گا کہ اگر بیع بعینہ موجود ہے تو بائع اس کو لے لے گا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو مشتری اس کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور صاحبینؒ نے کہا کہ بیع جائز رہے گی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمدؒ کے نزدیک اس آخر دن میں جو قیمت تھی کہ جب تک لوگوں نے ان درہموں کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان پیسوں کا رواج جاتا رہا تو اس میں بھی اسی قسم کا اختلاف ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور عیون میں شرط مذکور ہے کہ ناروا جی تمام ملک میں ہو اور اگر بعض شہر میں ہو اور بعض میں نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع باطل نہ ہوگی اور مشائخ نے کہا کہ یہ جو عیون میں مذکور ہے امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور واجب ہے کہ بسبب ناروا جی اسی شہر کے کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہے بیع منتفی ہو جائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا بعوض چند معین درہموں کے جو اس قسم کے تھے کہ ان میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی

---

[1] شرط مذکور کا اعتبار ہوگا ۱۲۔ [2] شاید مراد مکروہ ہے اور یہی غالب استعمال ہے واللہ اعلم وقولہ فیما بعد کچھ خوف نہیں ہے یا کچھ ڈر نہیں ہے مراد یہ ہے کہ خیر جائز ہے ۱۲۔ [3] یہ اس وقت ہے کہ وزن سے فروخت کی عادت ہو ۱۲۔

پیتل تھا خرید کیا اور یہ درہم ان لوگوں میں وزن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اس نے یہ درہم ادا نہ کیے یہاں تک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیع نہ ٹوٹے گی اور مشتری بائع کو اس کے مثل ادا کرے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ ان کی گنتی یا وزن معلوم ہوتا کہ مشتری ان کے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کر سکے جیسا امام محمدؒ نے کتاب میں لکھا ہے اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہ ہو تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر درہم اس قسم کے تھے کہ جس میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل تھا تو وہ بمنزلہ بنہرہ اور زیوف درہموں کے ہوں گے کہ ان کے تلف ہونے سے بیع نہ ٹوٹے گی اور مشتری ان کے وزن کے حساب سے ادا کر دے گا بشرطیکہ ان کا وزن معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہوگا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ان میں بھی یہی حکم ہے اور اگر درہموں میں دو تہائی پیتل ہو اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوئے ہوں تو واجب ہے کہ معین کرنے سے متعین ہو جائیں پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیع باطل ہو جائے گی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کذا فی المحیط اور اگر اس قسم کے درہم کاسد (بے چلن ۱۲) ہو کر ایسے ہو گئے کہ لوگوں میں ان کا رواج نہ رہا تو ان کا حکم بمنزلہ فلوس کاسدہ اور زیوف [1] اور رصاص کے ہے یہاں تک کہ ان کی طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیں گے۔

اسی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہاں تک کہ اگر ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جائیں تو عقد باطل ہو جائے گا لیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بائع اور مشتری دونوں اس حال سے واقف ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دونوں نہ جانتے ہوں یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونوں جانتے ہوں لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہے تو عقد ان معین کے ساتھ اور اس کی جنس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا بلکہ جو درہم رائج ہیں کہ جن سے لوگ اس شہر میں معاملہ کرتے ہیں ان سے متعلق ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب یہ درہم بالکل رائج نہ ہوں اور گر کچھ رائج ہوں کہ کوئی ان کو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو ان کا حکم زیوف [2] درہموں کا حکم ہے اور ان کے ساتھ خرید کرنا جائز ہے اور عقد بیع خاص ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا بلکہ ایسے زیوف درہموں کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع ان کے حال سے واقف ہو اور اگر بائع ان کے حال کو نہیں جانتا ہے تو عقد ان مشار الیہ کی جنس سے متعلق نہ ہوگا بلکہ اس شہر کے جید درہموں کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

خلاصہ اور بزازیہ میں منتقی سے منقول ہے کہ اگر پیسے گراں یا ارزاں ہو گئے تو قول امام اعظمؒ اور اول قول امام ابو یوسفؒ میں مشتری پر ان کے سوا دوسرے واجب نہ ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں بیع کے دن جو قیمت بیع کی تھی وہ دینی پڑے گی اور قرض میں قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑے گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر درہم کی اقسام مختلف ہوں بعض ان میں کے ایسے ہوں کہ ان میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہو اور بعضوں میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو اور بعضوں میں آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ایک قسم کے درہم کے بعوض دوسری قسم درہم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ادھار میں خیر نہیں [3] ہے اور اگر ان کی ایک جنس کو اسی درہم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم میں کہ چاندی غالب ہے تو اس میں صرف برابری برابر کے ساتھ جائز ہے اور جس قسم میں کہ پیتل غالب ہے یا چاندی اور پیتل دونوں برابر ہیں تو اس برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے لیکن صورتاً چاندی کا لحاظ کر کے یہ شرط ہے کہ ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کر کے مشائخ نے کہا کہ اگر عدالی جو ہمارے زمانہ میں رائج ہیں ان میں سے اگر ایک بعوض دو کے فروخت کیا تو ہاتھوں

---

[1] زیوف الخ رصاص رانگ کے درہم اور شاید زیوف سے ستوقہ مراد ہوں جو متاغ کے مانند ہوتے ہیں ورنہ زیوف کو بیت المال یعنی خزانہ نہیں لیتا ہے اور اس کے سوائے بازاری تاجروں میں برابر چلتے ہیں اور ستوقہ البتہ نہیں چلتے ۱۲۔ [2] زیوف جس میں میل ہو اور پیتل بہ نسبت چاندی کے زائد ہو ۱۲۔

[3] مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔ [4] مترجم کہتا ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں ہے چنانچہ آگے آتا ہے ۱۲۔

ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا اور یہ جامع کبیر سے مذکور ہے کذافی المحیط اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدالی اور عطارفہ میں اس طرح کی بیع کے جواز پر فتویٰ نہیں دیا ہے کیونکہ یہی مال ہمارے ملک میں بہت بڑھ کر ہے پس اگر اسی میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جائے تو سود کا دروازہ کھل جائے گا یہ ہدایہ اور تبیین میں لکھا ہے۔

فصل دوم:

پھلوں اور انگور کے خوشوں' پتوں' فالیزوں کی بیع اور کھیتی' رطبہ اور گھاس کی بیع کے بیان میں

پھلوں کی بیع ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہیں ہے اور اگر ان کو نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح[1] ہے اور اگر نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ بنی آدم یا چوپایوں کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری پر اس کا فی الحال توڑ لینا واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ان کو بلاشرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختوں پر چھوڑ رکھے جائیں تو بیع فاسد ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ان کا بڑھنا پورا نہ ہولیا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہو گیا ہو اور ان کو بلاشرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر ان کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک قیاساً صحیح نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اسرار میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ کذافی الکافی۔

تحفہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول صحیح ہے کذافی النہر الفائق۔ اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعض ظاہر ہو گئے تھے اور بعض ظاہر نہ ہوئے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق یہ بیع صحیح نہیں ہے۔ شمس الائمہ حلوائی اور امام فضلیؒ دونوں شیخ پھلوں اور بینگن اور خربزوں وغیرہ میں استحساناً بتعامل الناس جواز کا فتویٰ دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے ان کو عقد میں اصل گردانتے اور جو معدوم ہوتے ان کو تابع گردانتے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر پھلوں کو مطلقاً خریدا اور بائع کی اجازت سے ان کو درخت پر چھوڑ دیا تو ان کی زیادتی مشتری کو حلال ہے اور اگر بائع کی بلا اجازت ان کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات میں بڑھ گئے تو جس قدر زیادتی ان کی ذات میں ہوئی وہ صدقہ کر دے اور اگر ان کی بڑھاؤ پوری ہونے کے بعد بلا اجازت ان کو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے ان کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے ان کو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلومہ تک اجارہ پر لیا تو اجارہ باطل ہے اور اس کو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر پھلوں کو مطلقاً بدوں توڑ لینے کی شرط کے خریدا اور اس درخت میں پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلوں کے درمیان تخلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہوا تو بیع فاسد نہ ہوگی اور دونوں کی شرکت ہو جائے گی اور زائد پھلوں کی مقدار بیان کرنے میں مشتری سے قسم لے کر اس کا قول معتبر رکھا جائے گا اور یہی حال بینگن اور خربزوں کا ہے اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے آئے ہیں وہ میرے ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ بینگن اور خربزہ اور رطبہ کے اصول خریدے تا کہ جو کچھ پیدا ہو وہ اس کی ملک میں پیدا ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر انگور کے خوشے خریدے اور ان میں کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہیں پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہیں تو بیع جائز ہے اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پک گئے ہیں تو جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ بیع دونوں صورتوں میں جائز ہے اور یہ

---

[1] یعنی بالاتفاق ۱۲۔

جواز اس وقت ہے کہ کل فروخت کر دیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اس میں کے بعض کچے اور بعض پکے ہیں یا سب کچے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر وہ تاک دو شخصوں میں مشترک ہوا اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اس میں کے بعض کچے یا سب کچے ہیں تو بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سوائے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو رکن الاسلام علی سغدی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بیع جائز نہیں ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اس کے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ کل فروخت کر دے پھر آدھی یا تہائی وغیرہ حصہ کہ بیع فسخ کر دے اور اگر انگور کے خوشے پکنے اور کدّر ہو جانے کے بعد خواہ مشاع ہو یا غیر مشاع [1] ہو فروخت کیے تو جائز ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر انگور مع غلہ کے خرید کیا اور اس پر قبضہ کر لیا پس اگر کاشتکار راضی ہوا تو بیع جائز ہے اور اس کو ثمن میں سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہ ہوا تو بیع جائز نہ ہوگی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ پھل خریدے کہ جن میں بعض کی صلاحیت ظاہر ہو گئی ہے اور باقی قریب صلاحیت کے ہیں اور ان کا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے ہو تو پکے ہوؤں کی بیع جائز ہے اور باقی کی بیع ناجائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاگ انگور کے عیب اس شرط پر خریدے کہ وہ سو من ہیں پھر اس میں سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے دس من کے حصہ ثمن کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے شہتوت کے پتے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ عرفاً معلوم ہے تو صحیح ہے اور اگر شاخیں چھوڑ دیں تو اس کو دوسرے سال کاٹنے کا اختیار ہے اور اگر انگور ایک مدت تک چھوڑ دیا پھر ان کے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ اختیار ہے بشرطیکہ اس سے درخت کو نقصان نہ پہنچتا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر سرخ شہتوت کے پتے درخت پر ظاہر ہو جانے کے بعد خریدے اور ان کو قطع نہ کیا یہاں تک کہ وقت اس کا جاتا رہا تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر پتے مع شاخوں کے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان کر دی تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے بیع کو واپس کرے اور اس پر پتے توڑنے کے واسطے جبر کیا جائے گا لیکن اگر شاخوں کا کاٹنا درخت کو مضر ہوتا ہو تو بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو کاٹنے پر راضی ہو جائے اور اگر صرف پتے بدوں شاخوں کے خریدے پس اگر اس شرط پر خریدے کہ ان کو اسی وقت توڑ لے گا تو جائز ہے اور اگر اس شرط پر خریدے کہ ان کے تھوڑا تھوڑا کر کے توڑ لے گا یا اس شرط پر کہ ان کو درخت پر چھوڑ رکھے گا تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر کسی طرح کی شرط نہ کی اور ان کو خریدا پس اگر اسی روز درخت پر سے توڑ لیا تو بیع جائز ہے اور اگر اسی روز نہ توڑے تو بیع فاسد ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اس باب میں حیلہ یہ ہے کہ درخت کو جڑ سے خرید لے پھر پتوں کو توڑے پھر درخت بائع کے ہاتھ فروخت کرے یا ہبہ کر دے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ بید کے درخت کی پیڑی بیچنی جائز ہے اگرچہ وہ دم بہ دم بڑھتے ہیں اور کراث (گندنا ۱۲) کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے اور وہ دم بہ دم بڑھتی ہیں تو ان میں جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے امام نسفیؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بید کے درخت کی پیڑی بیچنی نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر خربزوں کی فالیز ایک شخص کی تھی اور اس میں پتیاں نکلنے سے پہلے اس لفظ کے ساتھ فروخت کیا این خیار زار رافروختم تو یہ بیع خربزوں کے درختوں پر جائز ہے اور جو پتیاں نکلتی ہیں۔ ان پر جائز نہیں ہوگی ہاں پھر جو کچھ پتیاں نکلیں گی اس کی ملک میں ہوں [2] گی اور اگر یہ ارادہ کیا کہ اس کو زمین میں چھوڑ دے اور شرعی طور پر اس کو ولایت حاصل رہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ گھاس اور خربزے کے درخت بعض ثمن کے عوض خریدے اور بعض ثمن کے عوض زمین کو کرایہ پر واسطے چند روز معلومہ کے لے اور جامع صغیر میں

---

[1] مشترک غیر مقسوم ہو یا نہ ہو ۱۲۔ [2] مگر مالک زمین کو اختیار ہے کہ مشتری سے ابھی درخت اکھڑوا دے اسی واسطے آگے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ کیا آہ ۱۲۔

لکھا ہے کہ جائز نہیں کذافی الخلاصہ۔ صاحب حیلہ کو چاہیے کہ درخت یا پھلوں یا گھاس کی بیع مقدم کرے اور پیچھے زمین اجارہ پر لے کیونکہ اگر اس نے اجارہ کو مقدم کیا تو جائز نہ ہوگا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر خربزے کے درخت فروخت کیے اور زمین کو مستعار دیا تو بھی جائز ہے لیکن عاریت[1] دینا لازمی نہ ہوگا اور اس شخص کو اپنی عاریت دینے سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک فالیز دو شریکوں کی ہے اور ایک نے اپنا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے توڑنے میں بائع کے سوا دوسرے شریک کو ضرر پہنچتا ہے اور کسی شخص پر ضرر اٹھالینے کے واسطے جبر نہیں کیا جاتا ہے اگرچہ وہ راضی ہو گیا ہو پس لازم یہ ہے کہ تمام فالیز دونوں شریکوں سے خریدے پھر بیع کو دوسرے شریک کے حصہ میں فسخ کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ فالیز تیرے ہاتھ دس درہم کو فروخت کیا اور یہ کہنا بتیاں نکلنے سے پہلے تھا تو امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور خربزے کے درختوں پر واقع ہوگی اور اس کے بعد جو بتیاں نکلیں گی مشتری کی ہوں گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہیں ہے پس اگر وہ فالیز مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اس میں سے فروخت کر دیا تو جائز نہیں ہے پس اگر اس نے اپنا حصہ فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تاوقتیکہ بیع نہ ٹوٹے اور اگر شریک نے کہ جس نے فروخت نہیں کیا ہے دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اس کو اختیار ہے کہ راضی[2] نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کھیتی جو بقل ہے فروخت کی پس اگر اس کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو کاٹ لے یا اس میں اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اس کو چر لیں تو بیع جائز ہے اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پکنے کے وقت تک اس کو کھیت میں چھوڑ دے تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہے اور یہی مختار ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

فتاویٰ ابو اللیث میں مذکور ہے کہ ایک زمین دو شخصوں میں مشترک تھی کہ اس میں دونوں کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے آدھی کھیتی یعنی اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدوں زمین کے فروخت کر دیا اگر کھیتی پک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر پکی نہ ہو تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کا ساتھی راضی ہو تو جائز ہے خواہ اس نے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا شریک راضی ہو جائے اور اگر دونوں میں سے ایک نے آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائے گا پھر پہلی صورت میں جب کہ آدھی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اس نے عقد بیع کو فسخ نہ کیا یہاں تک کہ کھیتی پک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو جائے گا اور اگر پہلی صورت میں کھیتی مع زمین کے دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدوں زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کر دے پس اگر کھیتی نہ پکی ہو تو بیع جائز نہ ہوگی کذافی المحیط۔ یہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا کذافی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہے کپاس اور تمام قسم کی کھیتیوں کا جب کہ وہ دو شخصوں میں مشترک ہوں اور ایک اپنا حصہ بدوں زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدوں اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہے اور اجناس میں ہے کہ اگر آدھی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو ظاہر الروایہ میں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

شیخ نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ☆

فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ اگر ایک درخت دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو

---

[1] کیونکہ عقد عاریت لازمی نہیں ہوتا ہے ۱۲۔ [2] یعنی رضامندی سے پھر جائے ۱۲۔

جائز نہیں ہے اور اگر تین شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونوں ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کھیتی زمین دار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمین دار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمین دار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے کیونکہ وہ سپرد کرنے میں تقسیم کا محتاج نہیں ہے اور اگر ایسی کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جامع الاصغر کی کتاب المزارعت میں لکھا ہے کہ شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر زمین دار نے ایسی زمین بیچی کہ جس میں اس کی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت میں کاشتکار کی اجازت پر بیع موقوف ہو گی خواہ اس نے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدوں کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اس نے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونوں کی بیع کی اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور ثمن زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہو گا پس جس قدر زمین کے حصہ میں آئے وہ زمین دار کا ہے اور جو کھیتی کے حصہ میں پڑے وہ زمین دار اور کاشتکار میں آدھا آدھا[1] تقسیم ہو جائے گا اور اس صورت میں اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار نہ ہو گا کہ اگر چاہے تو کھیتی پکنے تک توقف کرے ورنہ چاہے تو ابھی بیع توڑ دے۔

اگر زمین دار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہو گی اور کھیتی زمین دار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہے گی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر زمین دار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری زمین کو اور زمین دار کے کھیتی کے حصہ کو پورے ثمن میں لے لے گا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور پختہ ہونے کی صورت میں اگر کاشتکار نے بیع فسخ کرنی چاہی پس اگر بیع کے وقت کھیتی پکی ہوئی تھی تو صحیح یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہ ہو گا اور اسی صورت میں اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیع بلاتوقف جائز ہے اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی تو زمین کی اور زمین دار کی کھیتی کے حصہ کی بیع نافذ ہو جائے گی اور کاشتکار کے حصہ کی بیع متوقف رہے گی پس اگر اس نے اجازت دے دی تو اس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو جائے گی اور اس کی کھیتی کے حصہ کا عوض ثمن میں سے ملے گا اور باقی ثمن زمین دار کا ہو گا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا بشرطیکہ خرید نے کے وقت اس کو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہ ہوا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک زمین میں کھیتی تھی اور زمین دار نے زمین بدوں کھیتی کے یا کھیتی بدوں زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر آدھی زمین بدوں کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہے اور اگر آدھی کھیتی بدوں زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ایسی بیع زمین دار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمین دار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور اگر زمین دار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس صوت میں ہے کہ بیج زمین دار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اس صوت میں اگر کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمین دار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ جامع الاصغر کے باب مزارعت میں لکھا ہے کہ اگر تہائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ زمین دار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدوں زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اس وقت تک پکی نہ تھی یہاں تک کہ اس کی بیع بسبب اس کے کہ شریک کو ضرر

---

[1] یہ اس صورت میں کہ کھیتی آدھے کی بٹائی پر ہو ۱۲۔

نہ پہنچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اس شریک نے اس کے بعد اپنا حصہ بھی اسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا تو وہ پہلی بیع جائز ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر جاننا چاہیے کہ آدمی کھیتی بدوں زمین کے بیچنا صرف اسی موقع پر ناجائز ہے کہ جہاں کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت میں کھیتی بوئی ہے لیکن اگر اس کو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہ ہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اس میں کھیتی کر لی تو آدمی کھیتی کی بیع جائز ہوگی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر آدمی عمارت بدوں زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے میں حقدار تھا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

یتیمہ میں ہے کہ بقالیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اس میں کھیتی بوئی اور کھیتی اور زمین میں شریک کر لیا تو جائز ہے اور اگر فقط کھیتی میں شریک کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہے اور اگر ساگ کے کھیت میں لگا ساگ خریدا تو جائز نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوارے ٹوٹے ہوئے خشک چھواروں کے عوض بدوں پیمانہ کے خریدے تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اس میں درخت لگا دے اور اس نے شہتوت کے درخت اس میں لگائے پھر مدت گزرنے کے بعد زمین دار نے اپنی زمین اور اپنا پودوں کا حصہ فروخت کر دیا تو صحیح ہے پس اگر قبضہ سے پہلے مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم ضروری ہے کہ امام محمدؒ کے قول پر ہو اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی کیونکہ عقار کی بیع ان دونوں کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر گندنے کو جم کر اونچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اتنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہیں ہے اسی طرح گیہوں کے درخت کا بھی حال ہے اگر ان کو فی الحال بڑھ جانے کے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہے اور اسی طرح درختوں میں اگر ان کو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹنے یا اُکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ گھاس کا بیع کرنا اور اس کا اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ گھاس اس کی زمین میں ہو سوائے اس کے کہ مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین میں آنے نہ دے اور جب اس نے روکا تو غیر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یوں کہے کہ تیری زمین میں میرا بھی حق ہے پس یا تو مجھ کو اس تک پہنچنے دے یا اس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم یعنی گھاس میں غیر کا حق متعلق ہونا اس وقت ہے کہ وہ گھاس خود اُگی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اس زمین کو گھاس اگانے کے واسطے سینچا اور آراستہ کیا ہو اور اس میں گھاس اُگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ اس کی ملک ہے۔ اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اس کو نرکل اگانے کے واسطے مہیا کیا اور اس میں نرکل اگے تو وہ اس کی ملکیت ہو جائیں گے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں کذا فی بحر الرائق اور اگر اس کو کسی شخص نے اس کی بلا اجازت کاٹ لیا تو اس کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جس قدر اجرت یا ثمن پر اس کا مالک راضی ہو اجارہ لے پس اس سے دونوں کی غرض حاصل ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

گھاس کے حکم میں سب قسم کے چارے کہ جن کو چوپایہ چرتے ہیں خواہ وہ خشک ہوں یا تر داخل ہیں بخلاف درختوں کے کہ وہ داخل نہیں ہیں کیونکہ گھاس وہ ہے جس کی ساق نہ ہو اور درخت وہ ہے جس میں ساق ہو پس درخت گھاس میں داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ

۱؎ قال ذلک ان القول نے الترجمہ اگر اپنی زمین کے صید کے پرندے کے انڈے فروخت کیے حالانکہ وہ ابھی ہاتھ نہیں آئے ہیں تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۱۲۔

اگر درخت اس کی زمین میں اُگے تو اس کو فرخت کر سکتا ہے اور کماۃ کا حکم گھاس کے مانند ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر اپنی[1] زمین کے شکار کے پرند کے انڈے کہ ہنوز وہ ہاتھ میں نہیں آئے فروخت کیے تو ان کا بیچنا جائز نہیں ہے کذا فی الحاوی۔

فصل سوم:

مرہوں اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور ارض قطعیہ اجارہ اکارہ کی بیع کے بیان میں

مرہون یعنی رہن کی ہوئی چیز کی بیع میں اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک اس کی بیع موقوف ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے حتیٰ کہ اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کر دیا یا رہن رکھنے والے نے اس کو قرضہ معاف کر دیا یا مرتہن اس کو پھیر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اس پر راضی ہو گیا تو پہلی بیع تمام ہو جائے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہ ہو گی کذا فی الغیاثیہ۔ اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ مبیع میرے سپرد کی جائے تو قاضی دونوں میں عقد بیع فسخ کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیز اجارہ پر لی گئی تھی اس کی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامہ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہے تو اس کو خیار حاصل ہو گا کذا فی الذخیرہ۔

صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہے کہ اس کو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہو گا یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

اگر اجرت پر لینے والے نے بائع اور مشتری کے درمیان بیع فسخ کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہیدؒ نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق اس کو یہ اختیار ہے اور طحاوی کی روایت میں یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس میں دونوں روایتیں آئی ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر اجارہ دراز ہو اور اس نے فروخت کر دیا پھر فسخ کے ایام آ گئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اس کی بیع نافذ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ مرتہن فسخ بیع کرا سکتا ہے یا نہیں پس بعضوں نے کہا کہ فسخ کرا سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے پھر اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ دونوں میں اجارہ ٹوٹ گیا تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور یہی حال مرتہن کا ہے کہ اگر بیع نہ ٹوٹی[1] یہاں تک کہ راہن نے قرض ادا کر دیا تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور رہن کرنے والے اور اجرت دینے والے کو فسخ کرنے کا حق بالکل نہیں ہے پس اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور مبیع اس کے ہاتھ سے نہ نکالی جائے گی یہاں تک کہ اس کا مال[(1)] اس کے پاس پہنچ جائے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر اجرت پر دی ہوئی چیز اجرت پر لینے والے کے پاس اپنا مال[(2)] حاصل کرنے کے واسطے روکنے کی صورت میں تلف ہو جانے کا خوف رکھتی ہو تو بخلاف رہن کے اس سے قرضہ ساقط نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے گھر کے مالک نے اس اجرت پر دیے ہوئے گھر کو بدوں اجرت پر لینے والے کی رضامندی کے فروخت کر دیا پھر اجرت پر لینے والے نے اجرت میں کچھ بڑھا کر از سر نو اجارہ کا عقد کرنا چاہا تو بیع موقوف نافذ ہو جائے گی کیونکہ دوبارہ

---

[1] یعنی مشتری نے قاضی سے بیع فسخ نہ کرائی یا ہنوز قاضی نے حکم نہ دیا تھا محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ مرتہن نے بیع فسخ نہ کی بنابر قول بعض مشائخ واللہ اعلم ۱۲۔

[2] اس لیے کہ بیع اولیٰ ہے اجارہ سے ۱۲۔

(۱) یعنی کرایہ جو پیشگی دے چکا ہے ۱۲۔ (۲) یعنی دیا ہوا کرایہ ۱۲۔

اجارہ کرنا پہلے اجارہ کے فسخ کو شامل ہے پس جب وہ فسخ ہوا تو بیع نافذ[۲] ہو جائے گی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر اجرت پر دینے والے نے اجرت پر دی ہوئی چیز کسی کے ہاتھ اجرت پر لینے والے کی بلا اجازت فروخت کر دی پھر اس کو اجرت پر لینے والے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ دوسری بیع صحیح ہے اور پہلی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر اس نے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر اجرت پر لینے والے نے دونوں بیع کی اجازت دے دی تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور دوسری باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا اجرت پر دیا ہوا غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو اجرت پر لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس سے ضمان لے بخلاف مرتہن کے کہ اس کو یہ اختیار ہے کہ اس مرہون کی قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اجرت پر لینے والے نے یہ سنا کہ اجرت کی چیز فروخت ہو گئی اور مشتری سے یہ کہا کہ یہ چیز میرے اجارہ میں ہے لیکن تیرا احسان ہوگا کہ تو اتنی مدت تک چھوڑ دے کہ میں اپنی اجرت جو میں نے بائع کو دی ہے لے لوں تو یہ اجازت دینے میں شمار ہے اور بیع نافذ ہو جائے گی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ رہن کرنے والے سے اگر کسی نے غلام خرید کر فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا پھر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا بیع یا آزاد کرنا بلا اختلاف نافذ ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر رہن کرنے والے نے بلا اجازت مرتہن کے مرہون کو فروخت کیا پھر اس کو مرتہن کے ہاتھ فروخت کیا تو مرتہن کے ہاتھ بیع جائز ہو جائے گی اور پہلی بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر راہن نے رہن کی ہوئی چیز بلا اجازت مرتہن کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر مرتہن کی بلا اجازت دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں بیع میں سے ایک کی مرتہن نے اجازت دی تو وہ بیع نافذ ہوگی جس کے ساتھ اجازت مرتہن لاحق ہوئی اور ثمن مرتہن کے پاس آئے گا کہ وہ اس میں سے اپنا حق پورا لے لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ ایسی صورت میں اگر بجائے دوسری بیع کے رہن یا اجارہ واقع ہوا اور مرتہن اس رہن یا اجارہ کی اجازت دے دے تو بیع جو پہلے واقع ہوئی ہے نافذ ہو جائے[۱] گی۔ رہن اور اجارہ باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک رہن کیا ہوا غلام فروخت کیا اور مشتری نے اس کو مرتہن سے لے کر اپنے قبضہ میں لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور مشتری اس کی قیمت مرتہن کو ضمان دے گا اور بائع کا اس پر کچھ ثمن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ رہن کرنے والے نے مرہون کو فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر فک رہن سے پہلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر فک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ ہونا اولیٰ[۲] ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سوائے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی اور یہی صحیح ہے پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جائے گی اور لازم ہو جائے گی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہیں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اگر بائع کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے مشتری کو سپرد نہ کی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اس کو دوسرے[۳] سے خرید کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور بیع فاسد نہیں بلکہ باطل ہوگی اور صرف اسی صورت میں جائز ہوگی کہ جب بیع کرنے سے پہلے اس کی ملکیت کا سبب قائم ہو حتیٰ کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اس شے کے مالک کو ضمان دے دی تو بیع جائز ہو جائے گی اور اگر غاصب نے مالک سے اس کو خرید ایا مالک نے اس کو ہبہ کی یا اس کو اس سے میراث میں پہنچی تو اس سے پہلے اس کی بیع نافذ نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں

۱؎ قال و ذلک لانہ لما رضی باسقاط حقہ باجارۃ الاجارۃ سقط حقہ ثم تعارض البیع والاجارۃ فیتقدم الاذنے وھوالبیع ۱۲۔ ۲؎ یعنی وہی نافذ ہوئی ۱۲۔

۳؎ دوسرے یعنی مالک سے خرید کر اپنے مشتری کو سپرد کری ۱۲۔

لکھا ہے۔ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اس کو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکینوں کے ہاتھوں میں موجود تھا کہ غاصب نے اس کے مالک سے اس کو خریدا تو اس کی خرید جائز ہے اور اپنے صدقہ سے رجوع کر لے اور اس کی قسم کے کفارہ کے عوض جائز نہ ہوگا اور اگر مسکینوں نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اس کے ضامن ہوں گے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اس کی قیمت کی ضمان دے دی تو اس کا صدقہ جائز ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور صدقہ سے رجوع نہ کرے گا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینوں کے ہاتھ میں تلف ہو گیا تو خرید باطل ہے لیکن اگر غاصب یوں کہے کہ میں اس طعام کو خریدتا ہوں جو تیرا مجھ پر ہے تو خرید جائز ہے اور صدقہ بھی جائز ہے۔

اگر غصب کرنے والے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اس کا عتق نافذ نہ ہوگا ☆

امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اس غلام کو اس کے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اس نے خرید لیا تو خرید صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا اور اس طرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اس کو خرید اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اس کو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اس کے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہو گی اور گر کوئی اسباب[1] دے کر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہے پس پہلی بیع باطل ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر غاصب نے اس کو آزاد کیا پھر اس کی قیمت کی ضمان دی تو اس کا . . ذکر نا جائز نہ ہوگا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر غصب کرنے والے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اس کا عتق نافذ نہ ہوگا اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استحساناً اس کا عتق نافذ ہو جائے گا اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اس کو فروخت کر دیا تو پھر اس کے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری کی دوسری بیع نافذ نہ ہو گی اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے غصب کرنے والے نے اگر مغصوب کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس کو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہاں تک کہ چند بار وہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو یہی عقد بیع نافذ ہو جائے گا کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک نے غاصب سے ضمان لے لی تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور مشتری کی بیع باطل ہو جائے گی کذا فی فصول العمادیہ۔

اگر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اس کے عوض کا مال لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دے دی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا ہوگا اور جس قدر آدھے ثمن سے زائد ہو گا وہ صدقہ کر دے گا اور اگر غلام مر گیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے اجازت دی تو اس کی اجازت صحیح نہیں ہے اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب کر کے اس کو فروخت کر دیا پھر اس کا مالک آیا اور اس نے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اس کا مالک غلام کے لے لینے پر قادر تھا تو اس کی اجازت جائز ہو گی ورنہ نہیں اور اگر اس غلام کو شہر میں غصب کیا تھا اور غلام کوفہ

---

[1] عروض کا ترجمہ اسباب کے ساتھ اصطلاح مترجم ۱۲۔

میں موجود ہے اور غاصب اور غلام کا مالک دونوں دیے میں موجود ہیں اور اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی اجازت[1] جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر اس کا مالک اس کو زندہ جانتا ہے تو اس کا اجازت دینا جائز اور اگر اس کا زندہ یا مردہ ہونا نہیں جانتا ہے تو اس کا اجازت دینا باطل ہے اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے کذا فی الظہیر یہ۔ اگر مالک نے غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اس کو دینے کا حکم دیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایت میں صحیح ہے۔

اگر اس غلام کا قیام نہ جانتا[2] ہو اس طرح پر کہ وہ بھاگ گیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایت میں اس کی اجازت صحیح ہے اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام[3] نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اس سے شبہ سے وطی کرنے کے عوض عقر ملا یا غلام کے ہاتھ کٹنے کے عوض مال ملا تو یہ سب مشتری کا ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ جامع میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور پھر ایک شخص نے اسی[4] کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونوں نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر پہنچی اور اس نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع باطل ہوگی اور اگر غلام اور باندی کے مالک دو اشخاص ہوں اور ان دونوں کو اس کی خبر پہنچی اور دونوں نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہو جائے گی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہو جائے گی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا ہو جائے گا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہوگی اور اس کو مالک کو ادا کرے اور باندی غصب کرنے والے پر باندی کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک ہی شخص کے ایک نے کچھ درہم غصب کیے اور دوسرے نے اس کے کچھ دینار غصب کیے اور دونوں نے باہم بیع کر کے قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہے اس کے مثل کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جائے گی اور فلوس درہم و دینار کے علم میں ہیں اور اگر ایک غاصب نے اس کے درہم غصب کیے اور دوسرے نے اسی کی باندی غصب کر لی اور دونوں نے باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہے پس اگر باندی غصب کرنے والے نے درہم لے لیے پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئے تو امانت میں تلف ہو گئے لیکن باندی خریدنے والا ان کے مثل درہموں کا خود ضامن[5] ہوگا پس اگر باندی غصب کرنے والے کے درہموں پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی پھر اس نے درہموں پر قبضہ کیا اور اس کے پاس تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے مشتری سے ضمان لی تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اس کے مثل مشتری سے واپس لے گا اور وہ اسی کے ہوں گے اور جب اس نے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اس سے لیا ہے وہ اس کو سپرد کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے متعلق فقہاء کی آراء☆

بھاگے ہوئے کی بیع ناجائز ہے پس اگر وہ بھاگنے سے لوٹ آیا اور اس کو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وہ بیع جائز ہوگی اور اسی کو کرخی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی قاضی اسبیجابی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور ان کی شرح میں یوں مذکور ہے کہ اگر بھاگا ہوا غلام حاضر ہو جائے اور بائع مشتری کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی اور دونوں میں سے جو شخص انکار کرے خواہ بائع سپرد کرنے سے یا مشتری قبضہ کرنے سے تو اس پر جبر کیا جائے گا اور از سر نو بیع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی لیکن

---

[1] اس کا اجازت دینا مطلقاً صحیح ہے بیع جائز ہو جائے گی ۱۲۔ [2] وہ زندہ ہے یا کیا حال ہے ۱۲۔ [3] یعنی بجائے غلام باندی کے قرض کی جائے ۱۲۔ [4] جس کی باندی ایک شخص نے غصب کر لی ہے ۱۲۔ [5] بوجہ اپنے غصب کے ۱۲۔

اگر مشتری اس جھگڑے کو قاضی کے روبرو پیش کرے اور بائع سے قبضہ لانے کی درخواست کرے اور سپرد کرنے سے اس کا عجز ثابت ہو اور قاضی دونوں کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اس وقت میں نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور دوسری روایت محمدؒ سے یہ آئی ہے کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے اور نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور ایک جماعت مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ابو عبد اللہ البلخی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ میں ایسا ہی ذکر کیا ہے کذافی المحیط۔ فقہاء نے فرمایا کہ مختار یہی ہے اور پہلی روایت کی تاویل یہ ہے کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونوں پھر باہم راضی ہو جائیں یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص بھاگے ہوئے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہوا غلام میرے پاس موجود ہے اور میں نے اس کو پکڑ لیا ہے تو اس کو میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اس نے بیچ ڈالا تو جائز ہے۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جب کہ اس کی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اس پر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے کہ میں اس پر اس واسطے قبضہ کرتا ہوں تاکہ اس کے مالک کو واپس کروں تو اب قابض شمار نہ ہوگا پس اگر مشتری کے واپس کرنے اور جدید قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور مشتری اپنا ثمن واپس کر لے گا اور اگر اس نے گواہ نہیں کیے تھے تو قابض شمار[1] ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر اس نے آن کر یہ کہا کہ وہ غلام فلاں شخص کے پاس موجود ہے اور اس نے اس کو پکڑ لیا ہے تو میرے ہاتھ اس کو بیچ ڈال اور اس نے اس کی تصدیق کر کے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز نہیں ہے لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر اس پر قبضہ پا لے گا تو مالک ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خریدا اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے فسخ کرنے کا مشتری کو اختیار ہے اور تاوقتیکہ غلام بھاگا ہوا حاضر نہ ہو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس بیٹے کو یا کسی یتیم کو جو اس کے پاس پرورش پاتا ہے وہ غلام ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور بھاگے ہوئے غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا زندہ ہونا اور اس کی جگہ معلوم ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

اگر غصب کیا ہوا غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اسی حالت میں کہ وہ بھاگا ہوا تھا غاصب کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ زمین خراجی کی بیع جائز ہے اور مراد اس سے اراضِ سواد ہے اور زمین مطیعہ کی بیع بھی جائز ہے اور قطیعہ وہ زمین ہے کہ اس کو[2] امام نے کسی قوم کے واسطے جدا کر کے انہی کے واسطے خاص کر دی ہو یہ حاوی میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ ارضِ اجارہ اس زمین کو کہتے ہیں کہ جو خراب پڑی تھی اور اس کو کسی شخص نے اس کے مالک کے حکم سے لے کر آباد کیا اور اس میں زراعت کی اور ارضِ اکارہ وہ زمین ہے کہ جو کاشتکاروں کے پاس ہو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسی زمین کو اس کے مالک نے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اس شخص نے فروخت کیا جس کے پاس اس کا آباد کرنا یا کاشت ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر زمین کو اس نے فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت میں تھی تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت میں استحقاق رکھتا ہے خواہ بیج دونوں میں سے کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دے دی تو اس کے عمل کی کچھ اجرت نہ ملے گی اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونوں حصے مشتری کو ملیں گے یعنی جب کہ زمین میں غلہ ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اس نے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہ ہوگی اور یہی حال تاک انگور کا ہے خواہ پھل ظاہر ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں بعض فقہا نے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم اس تفصیل سے ہے کہ اگر بیج کاشتکار کے ہوں تو اس کے حق کی بیع جائز نہ ہوگی اور اگر زمین دار کے ہوں اور تخم ریزی ہو گئی ہے تو بھی ناجائز ہے اور اگر زمین میں بیج نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی تاک انگور میں بھی اگر پھل ظاہر نہ ہوئے ہوں تو بیع جائز ہے اور امام

---

[1] کیونکہ غاصب تھا ۱۲۔ [2] امام المسلمین خلیفہ ۱۲۔

ظہیر الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی لیکن ہل چلا لیا اور نہریں کھود لی ہیں تو ظاہر الروایت میں اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اور یہی اصح ہے اور اگر تاک انگور کو بیچا تو اس کی بیع عامل کے حق میں نافذ نہ ہوگی خواہ اس نے تاک میں کچھ درستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک گاؤں خریدا اور اس سے مسجد اور مقبرہ کا استثناء نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد بیع اس صورت میں ہے کہ مسجد آباد ہو اور اگر اس کا گردو پیش خراب ہو گیا اور لوگ اس سے بے پرواہ ہو گئے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی اور اس میں ایک قطعہ وقف کا ہے تو مثل مسجد کے اس کی بیع بھی ناجائز ہے اس کو شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے اور رکن الاسلام علی السغدیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی بیع جائز ہے اور تفرید میں مذکور ہے کہ ان دونوں نے رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ملکی زمین وقفی زمین کے ساتھ فروخت کی اور ثمن زمین میں سے ملکی زمین کا حصہ استثناء نہ کیا تو دو قولوں میں سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع جائز ہے اور اگر ملکی زمین خریدی اور اس میں لوگوں کا عام راستہ ہے تو بیع فاسد نہ ہوگی اور راستہ ہونا عیب ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ راستہ اگر محدود نہ ہو اور اس کی مقدار معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور اس کے اندر مسجد ہے اور قریہ کی بیع میں مسجد کا استثناء کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے میں یا نہ کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی اختلاف حوضوں اور عام لوگوں کے راستہ میں ہے اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے لیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضروری نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک پہاڑ میں کوگرد تھا تو اس کو وہاں سے لا کر فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے اسی طرح اگر پہاڑ کے احجار میں سے لا کر فروخت کیا جائے تو بھی کچھ خوف نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس پہاڑ میں پستہ کے درخت تھے اور اس میں سے پستہ لا کر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم نمک کا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس جگہ سے لایا جائے وہ کسی کی ملک نہ ہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہم نے ذکر کی ہیں جائز نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ۔

فصل چہارم:

حیوانات کی بیع کے بیان میں

جو مچھلی دریا کنویں میں ہے اس کی بیع ناجائز ہے پس اگر اس شخص نے کوئی خطیرہ بنایا ہو اور اس میں مچھلی آ جائے تو دو حال سے خالی نہیں کہ اس نے خطیرہ اسی واسطے بنایا تھا یا اس واسطے نہیں بنایا تھا پس پہلی صورت میں جو چیز خطیرہ کے اندر آ جائے وہ اس کی ملک ہے اور کوئی اس کو نہیں لے سکتا ہے پھر اگر اس کے اندر کی مچھلی بدوں شکار کرنے کے پکڑی جا سکے تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر بدوں شکار کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں جو چیز حظیرہ کے اندر آ جائے گی وہ اس کی ملک نہ ہوگی تو اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی لیکن جب مچھلی اس کے اندر آ جائے اور وہ خطیرہ کو بند کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا پس اگر وہ بلا حیلہ پکڑی جا سکے تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر بدوں شکار کے پکڑی نہ جا سکے تو جائز نہیں ہے۔ اگر اس نے خطیرہ کو اس واسطے نہیں بنایا تھا لیکن اس نے مچھلی پکڑ کر حظیرہ میں ڈال دی تو اس کا مالک ہو جائے گا پس اگر وہ بلا شکار ہاتھ آئے تو اس کی بیع جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ پھر جن صورتوں میں پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہے ان صورتوں میں جب مشتری اس پر قبضہ کرے گا اور اس کو دیکھے گا تو اس کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑ کر پانی کے گڈھے میں ڈال دی پس بر اہ حکم جو صورتیں تفصیل کے ساتھ ہم نے حظیرہ میں بیان کی ہیں وہی یہاں نکلتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مچھلی کسی بڑی نہر میں پڑی ہو تو اس کی بیع کسی حال میں جائز نہیں ہے اگرچہ بیع کے بعد بائع اس کے سپرد کر دینے پر قادر ہو جائے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر اس نے مچھلی پکڑی پھر وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر

میں جاپڑی مگراتنا فرق ہے کہ اس صورت میں فسخ بیع سے پہلے اگر سپرد کردینے پر قادر ہو جائے تو بیع جائز رہے گی اور مشتری کو خیار رویت رہے گا خواہ اس سے پہلے اس نے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اور یہ حکم امام ابوالحسن کرخی کے نزدیک ہے اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ وہ سپرد کردینے پر قادر ہو جائے یہ نیابیع میں لکھا ہے۔

اگر حظیرہ کے اندر مچھلی اور قصب ہو اور اس نے دونوں کو ایک بار فروخت کر دیا پس اگر مچھلی بدوں شکار کرنے کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو کل کی بیع فاسد ہے خواہ اس سے پہلے اس نے مچھلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدوں شکار کے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اس نے اس سے پہلے مچھلی شکار نہ کی ہو تو مچھلی کی بیع فاسد ہے اور قصب کی بیع میں فقہاء نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق فاسد ہو گی۔ صاحبین کے قول کے موافق فاسد نہ ہو گی اور صحیح یہ ہے کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع فاسد ہو گی اور اگر اس سے پہلے اس نے مچھلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کبوتروں کی اگر گنتی معلوم ہو اور ان کا سپرد کرنا ممکن ہو تو ان کی بیع جائز ہے پس اگر وہ اپنے برجوں[1] میں ہوں کہ جن کا نکلنے کا راستہ بند ہے تو اس کی بیع جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر وہ اڑنے کی حالت میں ہوں اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ آئیں گے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایک برج کہ جس میں کبوتر رہتا تھا اس کو مع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات[2] میں فروخت کر دیا تو جائز ہے منتقیٰ میں مذکور ہے کہ اگر پانی کے اندر کوئی چڑیا یا کوئی مچھلی فروخت کی اور وہ لوٹ کر اس کے پاس آجاتی ہے یا کوئی ایسا پرندکہ جو آسمان میں اڑتا ہے اور اس کے پاس چلا آتا ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور جب وہ لوٹ کر اس کے پاس آئے تو اس وقت سپرد کر دے گا اور اسی طرح اگر کوئی ہرن پالو کہ وہ تھان سے مانوس ہے اور لوٹ کر اس کے پاس چلا آتا ہے تو اس کی بیع بھی جائز ہے اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلاشکار کے ہاتھ نہ آئے اور اس کو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی ہونہار گھوڑا ایسا بدکتا ہو کہ بدوں حیلہ کے اس کا اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو تو اس کی بیع ناجائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد کی مکھیوں کی بیع ☆

شہد کی مکھیوں کو جبکہ اکٹھی موجود ہوں بیع کرنا جائز نہیں ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے لیکن اگر اس کے چھتوں میں شہد ہو اور چھتے کو مع ان مکھیوں کے جو اس کے اندر ہیں خرید کرے تو جائز ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر شہد کی مکھیاں اکٹھی جمع ہوں تو ان کا بیع کرنا جائز ہے۔ کذا فی الحاوی۔ شہد کی مکھیوں کی بیع امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ جونک کا خرید کرنا جائز ہے اور اسی کو صدر الشہیدؒ نے لیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے اجرت پر لیا ہے کہ وہ اس کے جونک لگا دے تو بالاتفاق جائز ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور کرم پیلے کے انڈے بیچنا امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ واقعات میں لکھا ہے اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جوان کے مانند زمین کے جانور ہیں ان کا بیچنا جائز نہیں ہے اور جو چیزیں دریا میں ہوتی ہیں ان میں سوائے مچھلی کے مینڈک اور کیکڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہیں ہے اور بھی ان کی ہڈی اور کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ سانپ اگر دوا کے کام میں آئیں تو ان کی بیع جائز ہے اور اگر کسی کام نہ آئیں تو بیع جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل چیزوں کی بیع جن سے کچھ نفع حاصل ہو جائز ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

سیکھے ہوئے کتے کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے اور ایسی ہے بلی اور وحشی درندہ جانوروں اور پرندوں شکاری کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے خواہ وہ سیکھے ہوئے ہوں یا نہ ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو کتا کہ سیکھا ہوا نہ ہو اس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ

---

[1] برج شامل ہے ہر طرح کے ڈربے کو ۱۲۔ [2] قولہ رات آلخ کیونکہ رات کو اس میں اس نے بسیرا لیا ہے جیسا کہ جانوروں میں عادتاً جاری ہے ۱۲۔

سکھلانے کے قابل ہو ورنہ جائز نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ شیر کی بیع میں بھی ہمارا یہی قول ہے کہ اگر وہ تعلیم قبول کرے اور اس سے شکار کیا جا سکے تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ چیتے اور باز ہر حال میں سیکھ جاتے ہیں تو ان کی بیع بھی ہر حال میں جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ چھوٹے بھیڑیے کی بیع کہ جو تعلیم[1] نہ قبول کرے جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھوٹا بھیڑیا اور بڑا دونوں برابر ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ ہاتھی کا بیچنا جائز ہے اور بندر کے بیچنے میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں آئی ایک روایت میں ہے کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور سوائے سور کے تمام حیوانات کی بیع جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت بیچنی جائز ہے اور ان گھروں کی زمین بیچنی جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور بغداد کے گھر اور بازار کی دکانیں جو سلطانی ہیں ان کا بیچنا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا شفعہ بھی نہیں ہے کذافی التہذیب۔

فصل پنجم:

احرام باندھنے والے کا شکار کو بیع کرنے اور محرمات کی بیع کے بیان میں

محرم یعنی احرام باندھنے والا اگر شکار کو فروخت کرے تو جائز نہیں ہے اسی طرح حرم کا شکار بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ حرم کے اندر شکار کا بیچنا جائز نہیں ہے خواہ محرم فروخت کرے یا حلال کہ جس نے احرام نہیں باندھا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ حرم کے اندر دو حلالوں نے کسی شکار کی جو حل میں ہے خرید و فروخت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن حرم سے حل کی طرف نکل کر اس کو سپرد کرے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے احرام باندھا اور اس کے قبضہ میں دوسرے کا شکار ہے اور اس شکار کو اس کے مالک نے فروخت کیا اور وہ حلال تھا تو بیع جائز ہے اور سپرد کر دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر اس نے تلف کر دیا تو اس پر جزا لازم آئے گی اور اگر کسی محرم نے ایک شکار کے بیچنے کے واسطے کسی حلال کو وکیل بنایا اور اس نے فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ بیع باطل ہے۔ کذافی الحاوی۔ اگر حلال نے کسی محرم کو ایک شکار کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز[2] نہیں ہے اگر کسی شخص نے ایک شخص کو کسی شکار بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے احرام باندھا اور وکیل نے شکار فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی حلال نے دوسرے حلال سے ایک شکار خریدا اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھا تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ جو ذبیحہ کہ مجوسی یا مرتد یا سوائے اہل کتاب کے دوسرے کا ہو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور اسی طرح وہ ذبیحہ کہ جس پر بسم اللہ کہنا عمداً چھوڑ دیا گیا ہو اس کی بیع بھی ناجائز ہے کذافی الذخیرہ۔ تجرید میں لکھا ہے۔ اسی طرح ایسے بچہ کا کہ جو نہیں سمجھتا ہے اور مجنوں کا ذبح کیا ہوا اس کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور جس شکار کو محرم نے ذبح کیا ہو یا حلال نے حرم میں ذبح کیا ہو اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے اور اہل[3] کتاب کا ذبیحہ بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کافر اگر کسی مردار کو آپس میں

---

[1] ہذہ المسئلۃ کا نہا ذکرت استطراداً ۱۲۔ [2] قولہ جائز نہیں یعنی محرم کا وکیل ہونا اور اس کا کوئی ایسا تصرف جائز نہ ہوگا نہ یہ کہ توکیل باطل ہے فانہ مختلف فیہ فان المحرم محل لذلک بالذات فافہم ۱۲۔ [3] اہل کتاب کا ذبیحہ آہ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اس مسئلہ میں مشہور اختلاف ہے اور عوام الناس نے اپنی نظر کے موافق نصرانیان زمانہ کے ذبائح میں اسی روایت پر مدار رکھا ہے اور حق یہ ہے کہ جو اہل کتاب یعنی جو اپنی کتاب الٰہی ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں ان کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے نصرانی یا یہودی کا ذبیحہ جائز نہ فرمایا بلکہ اہل کتاب یعنی جو اپنی کتاب آسمانی پر چلتے ہوں اور تفصیل و تحقیق مسئلہ کی مترجم کی جامع تفسیر اردو موسومہ مواہب الرحمٰن میں ہے ۱۲۔

فروخت کریں تو جائز نہیں ہے اور اگر اپنے ذبیحہ کو باہم فروخت کریں حالانکہ ان کا ذبیحہ یہ ہو کہ بکری کا گلا گھونٹ دیں یا اس کو اس قدر ماریں کہ مر جائے تو ان کا آپس میں بیع کرنا جائز ہے یہ واقعات میں لکھا ہے اگر دو ذمیوں نے شراب یا سور کی باہم خرید و فروخت کر لی پھر قبضہ سے پہلے دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک اسلام لایا تو بیع ٹوٹ جائے گی یعنی فسخ کرنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور اگر دونوں نے شراب پر قبضہ کر لیا پھر دونوں یا ایک مسلمان ہوا تو بیع جائز ہو گی خواہ ثمن پر قبضہ ہو گیا ہو یا نہ ہوا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان غلام خرید ا تو بیع جائز ہے اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے خواہ یہ ذمی نابالغ ہو یا بالغ ہو یہ تاتارخانیہ میں تجنیس سے منقول ہے اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر سے ایک مسلمان غلام بطور بیع فاسد کے خرید ا تو مشتری پر جبر کیا جائے گا کہ واپس کر دے اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے اور اگر ذمی[1] نے اس غلام کو آزاد یا مدبر کر دیا تو جائز ہے اور وہ مدبر سعی[2] کرے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ باندی تھی کہ اس کو ذمی نے ام ولد بنایا ہو اور ذمی کو زدوکوب کی تکلیف پہنچائی جائے[3] گی اور اگر باندی کو اس نے مکاتب کر دیا تو کتابت جائز رہے گی اور نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے۔

اگر ذمی نے قرآن شریف خرید ا ہو اور اسی طرح اگر ذمی کسی مسلمان غلام کے ایک حصہ کا مالک ہوا تو ٹکڑے کا حکم پورے کے حکم کے مانند ہے اور اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان دونوں کے درمیان صرف وہی امر جائز ہو گا جو دو مسلمانوں میں جائز ہوتا ہے اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو شراب کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اور اگر چند یتیم نصرانی تھے کہ ان کا ایک غلام اسلام لایا تو سب پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دیں پس اگر ان کا کوئی وصی ہو گا تو وہ فروخت کرے گا اور اگر نہ ہو گا تو قاضی ان کا کوئی وصی مقرر کر دے گا کہ وہ ان کی طرف سے فروخت کرے گا اور اگر کسی مسلمان نے کوئی مسلمان غلام کسی کافر کو ہبہ کیا یا صدقہ میں دیا اور اس کے سپرد کر دیا تو جائز ہے اور کافر پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ عیون میں مذکور ہے کہ ہاتھی وغیرہ مرداروں کی ہڈیاں بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن آدمی اور سور کی ہڈی بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ہاتھی وغیرہ کی ہڈی پر چکنائی نہ باقی ہو اور اگر باقی ہو گی تو وہ نجس ہے اور اس کی بیع ناجائز[4] ہے اور فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ انہوں نے ذبح ہونے کے بعد اس گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف کیا ہے اور صدر الشہید نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پاک ہے اور اگر کسی نے سور کو ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ذبح کیے ہوئے درندوں کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھوں کا گوشت فروخت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہے اور مردار درندوں کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ درندوں اور گدھوں اور خچروں کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوئے یا دباغت کیے ہوئے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے اور جو ایسے نہ ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہے کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سور کی کھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہو گئے تو ان سے نفع اٹھانا جائز ٹھہرا پس ان کی بیع ہو سکتی ہے اور مردار کے بال اور اس کی ہڈی اور پشم اور سینگ سے نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پٹھے کے باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس سے نفع اٹھانا اور اس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سور کے بال بیچنا

---

[1] یعنی مسلمان کے ہاتھ ۱۲۔ [2] مشقت کر کے مال ادا کر کے آزاد ہو جائے گا ۱۲۔ [3] بوجہ ام ولد بنانے کے واللہ اعلم ۱۲۔ [4] قولہ جائز ہے اس واسطے کہ ذبح کرنے سے نجاست نہ رہی لیکن آدمی کو کھانا حرام رہا ہاں اگر شکرہ وغیرہ کو دے دے تو کارآمد ہو گا پھر یہ روایت اس پر ہے کہ کتا جس العین نہیں جیسے گدھا اور لعاب و خون اس کا نجس ہے اور متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے ۱۲۔

جائز نہیں ہے اور کونچیاں بنا کر اس سے نفع اٹھانا موزہ دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالوں کا بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور اگر کسی[1] نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اس کو بہت بڑا ہدیہ پیش کیا نہ بطور خرید و فرخت کے دیا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ عورت کا دودھ اگرچہ کسی پیالہ میں ہو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اس کے تلف کر دینے والے پر ضمان نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ملاقیح اور مضامین کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے اور ملقوح اس کو کہتے ہیں جو مادہ کے رحم میں ہو قال المترجم مضامین وہ نطفے ہیں جو باپ کی پیٹھ میں ہوں۔ اس[2] حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہے کہ گابھن کرائی میں نر کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ گوبر اور مینگنی کا بیچنا اور ان دونوں سے نفع اٹھانا جائز ہے اور گوہ[3] سے کچھ نفع اٹھانا جائز نہیں ہے تاوقتیکہ وہ مٹی سے نہ مل جائے اور مٹی اس پر غالب نہ ہو جائے اور اسی طرح گوہ کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے تاوقتیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور رباطات کا گوبر بیچنا جائز نہیں ہے مگر جب اس کو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ کبوتر کی بیٹ اگر بہت[4] ہو تو اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ مل جائے جیسے شراب اور چوہا گھی یا گوندھے ہوئے آٹے میں جا پڑے تو اس کے فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جائے کہ یہ اس طرح مختلط ہے اور یہ جواز اس وقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اس کے برابر نہ ہو جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

بربط اور طبل اور مزمار اور دف اور نرد اور ان کے مانند چیزوں کو بیچنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں جائز ہے ☆

سوائے کھانے کے اس سے اور طرح نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیشاب یا خون[6] کا سرکہ یا زیتون کے تیل میں جا پڑے تو اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور[7] جو چیز ایسی ہو کہ اس پر حرام چیز غالب ہو تو اس کا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زیتون کے تیل میں مردار کی پگھلی ہوئی چربی پڑ جائے پس اگر تیل غالب ہو تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر چربی غالب ہو تو جائز نہیں ہے اور واضح ہو کہ حلال کے حرام پر غالب ہونے کی صورت میں نفع[7] اٹھانے کا حکم جو مذکور ہوا اور اس سے یہ مراد ہے کہ سوائے بدن[8] کے اور کاموں میں نفع اٹھایا جائے اور بدن میں نفع اٹھانا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بربط اور طبل اور مزمار اور دف اور نرد اور ان کے مانند[9] چیزوں کو بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے قول میں جائز ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ توڑ دینے سے پہلے ان چیزوں کا بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ اجارات اصل میں بلا تفصیل مذکور ہے اور سیر کبیر میں صاحبین کے قول کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ ان چیزوں کو اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا کہ جو ان کو خود استعمال میں نہیں لاتا ہے اور نہ ایسے شخص

---

[1] یعنی اگر کسی کے پاس موئے مبارک آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور اس سے کوئی شخص اس موئے مبارک کو لے تو بطور بیع کے اس کی عوض کچھ دینا جائز نہیں ہے اور اگر ہبہ کے طور بھاری ہدیہ پیش کرے تو مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم اے استخرجنہ منہ فان حرمتہ بیع حسب الحمل منصوصۃ وقد عدہ بعضہم من الکبائر ۱۲۔ [3] عذرہ پلید چیز نجس ولیکن بنا برین گوہر مینگنی کو بھی شامل ہے والمراد ماذکرنا ۱۲۔ [4] یہ قید اس واسطے ہے کہ خفیف بے قیمت ہوتی ہے پس مال نہ ہوگی ۱۲۔ [5] یہ حکم خاص بیع کے واسطے ہے کھانے کے واسطے نہیں ہے ۱۲۔ [6] خون سے بہتا ہوا خون مراد ہونا چاہیے ۱۲۔ [7] اختلاط احرام و حلال اس طرح ہو کہ حلال پر حرام غالب ہو جائے ۱۲۔ [8] یعنی نفع اٹھانے کے جواز کا ۱۲۔ [9] آلات الملاہی الواجب ۱۲۔

کے ہاتھ بیچتا ہے کہ جوان کو استعمال میں لائے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز ہے اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچا کہ جوان کو استعمال میں لاتا ہے یا ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے جوان کو استعمال میں لائے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ جو حکم اصل کتاب میں مطلقاً مذکور ہے وہ اس تفصیل پر جو سیر کبیر میں مذکور ہے محمول ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر ان چیزوں کو کسی شخص نے تلف کر دیا پس اگر تلف کر دینا قاضی کے حکم سے تھا تو کوئی شخص[1] ضامن نہ ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے نہ تھا تو بھی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا غلام بعوض اس کے فروخت کیا کہ میں اپنے اونٹ مشتری کی زمین میں چراؤں گا یا اس کے عوض کہ میں اس کے کنوئیں سے پانی پیوں گا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر غلام بائع یا مشتری کی باندیوں میں سے کسی باندی کے عوض فروخت کیا اور اس باندی کو معین نہ کیا تو بیع منعقد ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ سوائے خمر یعنی شراب[2] کے جتنی پینے کی چیزیں حرام ہیں سب کی بیع جائز ہے اور ان کے تلف کرنے والوں کو ضمان دینی پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے اور ان کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں کہ جو اس سے شراب بنا دے گا کچھ خوف نہیں ہے اور زمین ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں کہ جو اس کا کلیسا[3] بنا دے گا کچھ ڈر نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ مکاتب[4] اور مدبر اور ام ولد اور جس غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو ان سب کی بیع جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ام ولد کو فروخت کر کے سپرد کر دیا تو مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور یہی حکم اس غلام کا ہے جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اور ایسے ہی مدبر کا بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب فروخت ہونے پر راضی ہو گیا تو اس باب میں دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ مجمع میں لکھا ہے کہ مکاتب نے اگر اپنی بیع کی اجازت دے دی تو فاسد نہ ہوگی اور یہی روایت مختار ہے اور عامہ مشائخ اسی پر ہیں یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر آزاد یا ام ولد یا مدبر یا مکاتب مشتری کے پاس ہلاک ہو گئے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ (۱) نے فرمایا کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے بخلاف مکاتب کے کہ اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور وہ اس کے پاس مر گیا تو بالاتفاق اس کا ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک قیمتی مال بعوض مکاتب یا ام ولد کے خریدا اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اسی[5] کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہے اور ایسے ہی مدبر کو اسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ مال نہیں ہے اس لئے کہ اس سے تمول نہیں ہوتا ہے اور اس قیاس پر اگر کسی نے مردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اس کو لوگ دباغت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہیں تو بیع منعقد ہو جائے گی اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور وہ مر گیا تو سیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اس کی قیمت کا

---

[1] اشارالی انہ لا تخصص ماتحسب ومن لہ نوع خصوصیۃ ۱۲۔ [2] قال المترجم ویعنی ان یکون المراد بالخمر ما یتخذ من العنب اذ الخمر عند مطلق علیہ علی کل ولذلک اور ولفظ آنخ فی الترجمہ ۱۲۔ [3] کلیسا ر عبادت خانہ نصرانیاں گرجا ۱۲۔ [4] مکاتب سے یہ مراد ہے کہ مادام مکاتب رہے اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو جائے تو فروخت ہو سکتا ہے ۱۲۔ [5] خود ام ولد کے ہاتھ ۱۲۔ [6] مترجم کہتا ہے کہ یعنی مثلاً مکاتب کا بیٹا مکاتب کی باندی سے پیدا ہوا تو وہ بھی بمنزلہ اصل کے یعنی باپ کے مکاتب رہے گا اور یہ مربوط ہے مابعد سے واگر الولد سے مالک لوگ مراد ہوں تو عبادت سابق سے معلوم کیا جائے مگر حاوی کہاں ہے وبا ایں عبارت شاہد نہیں ہے ہاں ایسے ہی لوگ مکاتب وغیرہ مراد ہو سکتے ہیں ۱۲۔

(۱) خلفا للشافعی وائمۃ الحدیث فی المدبر ۱۲

ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور باندیوں کی اولاد جو ایسے لوگوں سے ہو بمنزلہ اصول کے شمار کی جاتی ہے اور اسی طرح حالت کتابت میں خریدا ہوا اور بیٹا اور ماں باپ کا بھی یہی حکم ہے مگر سوائے ان کے ناتے والے[1] کتابت میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور مکاتب کو ان کا بیع کر دینا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ یہ حاوی میں لکھا ہے۔

فصل ششم:

ربوٰا اور اس کے احکام کے بیان میں

واضح ہو کہ ربوٰا شرع میں اس مال کو کہتے ہیں کہ جو مال کے عوض مال لینے میں زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں نہ ہو اور یہ ربوٰا ہر ناپ یا تول کی چیزوں میں جو اپنے جنس کے ساتھ بیچی جائیں حرام ہے اور اس کی علت مقدار اور جنسیت ہے اور مقدار سے ہماری مراد ناپ کی چیزوں میں پیمانہ ہے اور وزنی چیزوں میں وزن ہے پس جب ناپ کی چیزیں جیسے گیہوں اور جو اور چھوارے اور نمک اور تول کی چیزیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ جو اوقیہ کے حساب سے بیچی جاتی ہیں اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کی جائیں تو بیع صحیح ہے اور اگر کوئی بڑھتی ہوگی تو بیع صحیح نہیں ہے اور اس جنس کی ردی اور جید دونوں برابر ہوتی ہیں یہاں تک کہ جن چیزوں میں ربوٰا جاری ہوتا ہے اگر ان میں کی جید بعوض ردی کے بدون برابری کے بیچی جائے تو صحیح نہیں ہے اور ایک لپ بھر کے چیز بدلے دو لپ بھر کے فروخت کرنا جائز ہے اور ایک سیب دو سیبوں کے عوض بیچنا جائز ہے اور جو آدھے صاع سے کم ہو وہ ایک لپ بھر کے شمار میں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سوائے کھانے کے ہے اپنی جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے گچ اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جس چیز میں مقدار اور جنسیت دونوں پائی جائیں اس میں زیادتی سے بیچنا اور ادھار بیچنا دونوں جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو زیادتی حلال ہے اور ادھار بیچنا حرام ہے اور اگر دونوں نہ پائی جائیں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ کیلی چیزیں ہمیشہ کیلی ہی رہیں گی ☆

جن چیزوں میں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیل کے حساب سے بڑھتی بیچنے کی حرمت پر صریح حکم فرمادیا ہے وہ ہمیشہ کیلی رہے گی یعنی ناپ کی چیزوں میں رہے گی اگرچہ لوگ اس کا ناپنا چھوڑ دیں جیسے گیہوں اور جو و چھوارے اور نمک اور جن چیزوں میں رسول اللہ ﷺ نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہے وہ ہمیشہ وزنی رہے گی اگرچہ لوگ ان کا وزن کرنا ترک کر دیں جیسا سونا اور چاندی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جن چیزوں میں آنحضرت ﷺ کا صریح حکم نہیں ہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہے گی اگرچہ لوگ اس کو وزن کر کے بیچنے کی عادت کریں اور جس کا کہ اس وقت میں وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہے گی اور جس چیز میں کہ کچھ صریح حکم نہیں ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا اس کا حال معلوم ہے تو اس میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگوں میں وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہے تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ اور وزن دونوں کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی اور وزنی دونوں ہوگی اور یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کذا فی المحیط۔ پس اس بناء پر جو مذکور ہوا اگر گیہوں کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اگرچہ لوگوں کے عرف میں اسی طرح بکتی ہو یہ

---

[1] واضح ہو کہ ناتے سے مراد رحم کا ناتا ہے نہ جو ہندوستان میں معروف ہے ۱۲۔

کافی میں لکھا ہے۔

پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر چہ جس طور پر فروخت کی گئی ہیں باہم برابر ہوں تاوقتیکہ ان کا برابر ہونا اپنے اصل[۱] طور[۲] پر نہ معلوم ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہونا صریح حکم سے ثابت ہو گیا ہے اگر اس کو وزن کر کے درہموں کے عوض فروخت کرے تو جائز ہے اسی طرح جس کا وزنی ہونا صریح ثابت ہوا ہے اگر پیمانہ کے حساب سے درہموں کے عوض فروخت کی جائے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جو چیزیں کہ مثل تیل وغیرہ کے منوں[۳] یا اوقیوں کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں وہ وزنی ہیں۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ پس جو چیز کہ رطلی ہے یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہے اگر اس کو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر اس کی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہو اور جس قدر اس کیل میں سماتا ہے اس کا وزن معلوم نہ ہو فروخت کریں تو جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کریں اور وزن میں وہ دونوں برابر رہیں تو بیع صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ بدبودار گیہوں اور جید گیہوں ایک جنس ہیں اور ایسے خرما میں سیراب کردہ زمین کا اور نجسی[۴] بے سینچی زمین کا دونوں ایک جنس ہیں اور فارسی چھوارہ[۵] اور دقل دونوں ایک جنس ہیں باوجود اس کے کہ وصف میں اختلاف ہے اور ایسے علکہ اور رخوہ چھوارہ ایک جنس ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فقہاء نے یتیم کے مالوں میں سے جن مالوں میں ربوٰا جاری ہوتا ہے اس میں جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہے پس وصی کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس کا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقف کے مال میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

ایک انڈے کا دو انڈوں کے عوض اور ایک چھوارے کا دو چھوارے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹوں کے عوض بیچنا صحیح ہے اور ایک پیسے معین کو دو معین پیسوں کے عوض فروخت کرنا امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ تر انگور کا خشک کے ساتھ برابر پیمانہ کے حساب سے بیچنا امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبینؒ کا اس میں خلاف ہے اور اسی طرح ہر پھل کہ جو خشک ہو جاتے ہیں جیسے انجیر اور کشمش اور اخروٹ و کمثری[۶] اور انار اور آلو بخارا ان میں تر بدلے تر کے اور خشک بدلے خشک کے بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور چھوارے کا حلوا چھوارے کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن اگر یہ بیع ایسی جگہ واقع ہو جہاں چھوارہ وزن سے بکتا ہے۔ تو اس طرح ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ واقع ہو کہ جہاں چھوارہ پیمانہ سے بکتا ہے تو ادھار بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابو الحسن کرخیؒ نے ذکر کیا ہے کہ درخت خرما کے سب پھل ایک جنس میں اور باقی پھلوں میں ہر قسم کے درخت کے پھل ایک جنس ہوتے ہیں جیسے کہ انگور سب ایک جنس ہیں اگر چہ اس کی اقسام مختلف ہیں اور اسی طرح امرود ایک جنس ہیں اگر چہ اس کی بھی اقسام مختلف ہیں اور یہی حال سیب کا ہے یہاں تک کہ ایک قسم کا انگور دوسری قسم کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہی حال سیب اور امرود کا ہے اور امرود کو سیب کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے

۱۔ یعنی اگر کیلی ہے تو کیل کے حساب سے اور وزنی ہے تو وزن کے حساب سے ۱۲۔ ۲۔ جو اصل سابق میں مذکور ہوئی ہے ۱۲۔ ۳۔ مترجم کہتا ہے کہ بیناورا س سے ہندوستان کا من ہے اگر چہ اصل میں من کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے مگر مراد واحد ہے یا لفظ من کا ترجمہ باعتبار اختلاف معروف و من سیر شاہی و تبریزی وغیرہ کے ذکر کیا جائے بہر حال سیر کا ذکر کرنا بلحاظ عموم کے اولیٰ ہے پس تنبیہ ہے کہ سیر کہہ سکتے ہیں ۱۲۔ ۴۔ نجس اصل میں وہ زمین ہے جو بدون پانی دیے اگاتی ہے اور نجسی منسوب بآن و سقی برعکس آن ۱۲۔ ۵۔ ایک قسم ہے عمدہ چھوارے کی ۱۲۔ ۶۔ کمثری منتخب میں ہے کہ میوہ امرود ہذا ہو المعروف اور یہاں میوہ کشمش وغیرہ ۱۲۔

اور ایسے ہی سیب کو انگور کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ☆

تازہ انگور کو دوشاب کے ساتھ بیچنا ہر طرح جائز ہونا چاہیے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ نمناک گیہوں کو نمناک گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی نمناک کا خشک کے ساتھ بیچنا اور تازہ تر کا تازہ تر کے عوض بیچنا اور تازہ تر کا خشک کے عوض بیچنا بھی جائز ہے اور تازہ تر باقلاء کا تر کے عوض بیچنا جائز ہے اور خشک انگور کا بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا اور بھگوئے ہوئے کا بغیر بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے یہ سب امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں خشک ہو کر برابر ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ بھنے ہوئے گیہوں بغیر بھنے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں پیمانہ سے برابر ہوں اور بھنے ہوئے گیہوں بھنے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ پیمانہ کی راہ سے برابر ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر یا زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ہے اور آٹے کو آٹے کے عوض کیل کی راہ سے برابر بیچنا ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور چوکر کو آٹے کے عوض بیچنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اعتبار کے طور پر جائز ہے اس طرح لحاظ کیا جائے کہ خالص چوکر اس چوکر سے جو آٹے کے اندر ہے زائد ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک اس طرح اعتبار کے طور پر جائز نہیں ہے بلکہ جب پیمانہ کی راہ سے دونوں برابر ہوں تو جائز ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر آٹے کو آٹے کے عوض وزن کر کے بیچا تو جائز نہیں ہے جیسے گیہوں کو گیہوں کے عوض وزن کر کے بیچنا جائز نہیں ہے اور ستو کو ستو کے عوض بیچنا اور چوکر کو ستو کے عوض بیچنا بھی یہی حکم رکھتا ہے[1] اور اگر چھانا ہوا آٹا بے چھانے ہوئے آٹے کے عوض بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں برابر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے آٹے کو چنے کے عوض بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ گیہوں کو روٹی کے عوض اور روٹی کو گیہوں کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضوں کے نزدیک برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ گیہوں اور آٹا کیلی ہے۔

روٹی وزنی ہے پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہو گی بشرطیکہ دونوں نقد ادا کیے جائیں اور اگر دونوں میں سے کوئی ادھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب اماموں کے نزدیک بیع جائز ہے اور اگر گیہوں یا آٹا نقد ادا کیا جائے اور روٹی ادھار ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہی امام اعظمؒ سے بھی روایت آئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرض بعوض دو قرضوں کے ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ دونوں میں بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اماموں کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک گردہ روٹی نقد بعوض دو گردوں روٹی ادھار کے بیچا تو جائز ہے اور اگر دونوں روٹیاں نقد ادا کی جائیں اور ایک روٹی ادھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر روٹیوں کے ٹکڑے فروخت کیے تو نقد اور ادھار ہر طرح جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک روٹی کا قرض لینا جائز نہیں ہے نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وزن و عدد دونوں طرح سے اس کا قرض لینا جائز ہے کیونکہ تعامل الناس ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وزن سے جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ تبیین میں لکھا ہے۔ شرح مجمع میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے کہ بحر الرائق میں لکھا ہے آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھوں ہاتھ ادا کیے جائیں تو برابری اور زیادتی دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ گیہوں کو گیہوں کے عوض انکل پر بیچنا ناجائز ہے اور فقہا نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب گیہوں

---

[1] جو آٹے کو آٹے کے عوض بیچنے میں بیان ہوا ۱۲۔

اتنے ہوں کہ پیمانہ میں ناپے جاسکیں اور اگر تھوڑے ہوں تو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسا ہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہے اور اگر گیہوں بعوض گیہوں کے انکل پر بیچے گئے پھر دونوں پیمانہ کئے گئے اور دونوں برابر نکلے تو بیع جائز ہو جائے گی اور قاعدہ[1] کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ دونوں بدلوں کا معیار شرعی میں برابر ہونا عقد بیع جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہاں وقت عقد بیع واقع ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کچھ طعام بعوض طعام مثل کے خریدا اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کر دیا اور مشتری نے جو خود خریدا تھا اس کو چھوڑ دیا اور اس پر قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور کھانے کو کھانے کے عوض اسی کی جنس یا اس کے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے میں دونوں کا اسی مجلس میں باہم قبضہ کر لینا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر گیہوں کو جو کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لے کر فروخت کیا تو جائز ہے اگر چہ جو کے اندر گیہوں کے دانہ اس قدر رہوں کہ جتنے جو میں ہوا کرتے ہیں ایسے ہی اگر گیہوں کو گیہوں کے عوض فروخت کیا تو جائز نہیں ہے مگر جب دونوں برابر ہوں تو جائز ہے اگر چہ ہر ایک میں جو کے دانہ موجود ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ گیہوں جو بالیوں کے اندر ہیں بعوض صاف کیے ہوئے گیہوں کے خریدے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ صاف کیے ہوئے گیہوں اس سے زائد ہیں تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر گیہوں کی چری[2] گیہوں کے عوض پیمانہ یا انکل سے فروخت کیا تو جائز ہے بشرطیکہ اس نے چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر زیتون کا تیل بعوض زیتون کے یا تلوں کا تیل بعوض تلوں کے یا ایسی بکری جس کی پیٹھ پر پشم تھی بعوض پشم کے یا ایسی بکری کو کہ جس کے تھنوں میں دودھ تھا بعوض دودھ کے یا شیرہ انگور کو بعوض انگور کے یا تر خرما کو بعوض دوشاب کے یا دودھ کو بعوض روغن کے یا روئی کو بعوض روئی کے بیج کے یا خرما کی گٹھلیوں کو بعوض چھوارے کے یا ایسا گھر کہ جس میں سونے کے پتر تھے بعوض سونے کے یا ایسی تلوار کہ جس میں چاندی لگی تھی بعوض چاندی کے یا صاف کیے ہوئے گیہوں بعوض ایسے گیہوں کے جو بالیوں میں ہیں فروخت کیا پس اگر خالص یا جدا کیا ہوا پوشیدہ یا ملے ہوئے سے زائد ہو تو بیع جائز ہے اور جو چیز علیحدہ دی جاتی ہے اگر وہ ملی ہوئی سے کم یا اس کے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہ ہو تو بالا جماع بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم یعنی خالص کا زائد ہونا اس وقت ہے کہ جب دوسرے بدل کا فضلہ[3] کچھ قیمت رکھتا ہو اور اگر اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو بیع جائز نہ ہو گی جیسا کہ اگر گھی کو مسکہ کے عوض فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن جب کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ خالص گھی اس گھی کے برابر ہے جو مسکہ میں نکلے گا تو بیع جائز ہو گی اور یہ قید یعنی فضلہ کا قیمت دار ہونا امام ابو حنیفہؒ سے صراحتاً روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کپاس کو بعوض اس کے سوت کے فروخت کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ اظہر ہے اور اگر اوٹی ہوئی روئی کو بے اوٹی ہوئی روئی کے بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ خالص روئی اس سے زائد ہے جو بے اوٹی ہوئی میں نکلے گی اور اگر بے اوٹی ہوئی بعوض کپاس کے فروخت کی تو ضروری ہے کہ خالص اس سے زیادہ ہو جو کپاس میں نکلے گی یہ نہر الرائق میں لکھا ہے اور کپاس کو روئی کے عوض بالا جماع ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلوں میں فرق ہو گیا تو ان کو دو جنس شمار کریں گے ☆

روئی کے سوت کو روئی کے کپڑے کے عوض ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس طرح ہر جنس کا سوت اسی جنس

---

[1] قولہ قاعدہ کلیہ یعنی جہاں بیع جائز ہونے کے بعد شرع نے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ دونوں چیزیں پیمانہ یا وزن میں برابر ہونی چاہیے ہیں، تو یہاں برابری معلوم ہونا بیع کے وقت شرط ہے حتیٰ کہ اگر یہ علم نہ ہو تو بیع باطل ہے اگر چہ اتفاق سے دونوں برابر نکلیں ۱۲۔ [2] قولہ چری یعنی گیہوؤں کا کھیت جس میں دانہ دار بالیاں نہ ہوں ۱۲۔ [3] یعنی دوسرے میں جو اور ایک چیز ہے جیسے گیہوؤں میں بھوسہ اور تل میں کھلی وغیرہ ۱۲۔

کے کپڑے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ ایسے کپڑے وزن سے بکتے ہوں یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک قفیز تل خوشبو میں بسائے ہوئے کو دو قفیز تل بے بسائے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے اور زیادتی خوشبو کے مقابلہ میں رکھی جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ خوشبو کا اعتبار صرف اسی وقت ہوگا کہ جب اس سے وزن میں کچھ زیادتی ہو کہ اگر وہ تل خالص رہ جائیں تو ان کا وزن گھٹ جائے یہ حاوی میں لکھا ہے اور بنفشہ اور خیری کا تیل دو جنس ہیں اور مختلف تیلوں کے اصول اجناس ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور تل اور زیتون کا تیل دو جنس ہیں اور اس طرح اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلوں میں فرق ہو گیا تو ان کو دو جنس شمار کریں گے اگرچہ ان کی اصل ایک ہی ہو پس فقہا نے فرمایا کہ بسائے ہوئے تلوں کے تیل کہ ایک قفیز کو بے بسائے تلوں کے تیل کی دو قفیزوں کے عوض بیچنا جائز ہے اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہے اور زیتوں کا ایک رطل تیل کہ جس میں خوشبو ملائی ہے بعوض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا نہیں جائز ہے کیونکہ خوشبو زائد ہے پس گویا اس نے زیتوں کا تیل بعوض زیتوں کے تیل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر ایک مکوک[1] تل بنفشہ میں پروردہ بعوض پانچ مکوک تل بے پروردہ کے ہاتھوں ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اور اگر پروردہ پیمانہ میں بے پروردہ کے برابر ہو تو جائز نہیں ہے اور اس طرح جن ستوؤں میں روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو ان کو بعوض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک بکری بعوض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جس کی چربی اور انتڑیاں نکال ڈالی گئی ہیں خریدی پس اگر دونوں برابر ہوں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر بعوض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جس کی کھال نہیں کھینچی گئی ہے خریدی پس اگر یہ گوشت اس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی میں ہے یا اس کے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہے۔ اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہ ہو لیکن جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ گوشت اس بکری کے گوشت سے زائد ہے تو جائز ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔ استحسانا ہر حال میں جائز ہے اور یہ قول امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شرط یہ ہے کہ نقد معین کیا جائے اور ادھار جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعوض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دو زندہ بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں تو جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جس قدر مسلوخئیں[2] میں زیادتی ہے وہ غیر مسلوخہ کے سقط کے مقابلہ میں رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری خریدیں تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی سود ہوگی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدیں تو جائز نہیں ہے اس واسطے کہ یہاں گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہے۔ پس زیادتی سود ہے لیکن اگر دونوں وزن میں برابر معلوم ہوں تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

گوشت کا اعتبار[3] اپنی اصل پر ہوتا ہے پس گائے اور بھینس ایک جنس ہیں کہ ان میں سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اونٹ میں بختی اور اعرابی ایک جنس ہیں اور ایسے ہی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ کچا گوشت پکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور زیادتی حرام ہے لیکن

---

[1] پیمانہ معروف ۱۲۔ [2] مسلوخئیں صاف کی ہوئی اور سقط سے مراد سوائے گوشت کے کھال واوجھ وغیرہ ہے ۱۲۔ [3] یعنی جس کا گوشت ہو ۱۲۔

اگر پکے ہوئے گوشت میں کچھ مصالحہ پڑا ہو تو زیادتی حرام نہ ہو گی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اونٹ اور گائے اور بکری کے گوشت اور ان کے دودھ مختلف جنسیں ہیں کہ اس میں بعض کو بعوض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ بیچنا جائز ہے اور ادھار میں خیر[1] نہیں ہے اور ایسے ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسیں ہیں کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی[2] سے ہاتھوں ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہے اور وہ پیٹ کی چربی اور چکتی کے ساتھ دو جنسیں ہیں اور ہاں سب میں ادھار جائز نہیں ہے اور سری اور پائے اور چمڑے کو ہاتھوں ہاتھ ہر طرح بیچنا جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ شراب کا سرکہ بعوض شکر کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ کذا فی الحاوی اور بھی خرمائے[3] قل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر سرکہ شیرۂ انگور کے عوض زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ شیرۂ انگور ثانی الحال میں سرکہ ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ چھاچ کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھاچ دو حصہ ہو اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہے اور اگر چھاچ ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو اس میں بہتری نہیں ہے اس جہت سے کہ تازہ دودھ میں مسکہ زیادہ ہوتا ہے اور بھی کہا گیا ہے کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اس کا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹ جائے گا تو جائز ہے اور اگر کم نہ ہو گا تو اس میں بہتری نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور پرندوں کا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے پرند کو بعوض پرند کے گوشت کے اگرچہ دونوں ایک قسم کے ہوں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز رکھا ہے۔ یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایک مرغی کو دو مرغیوں کے عوض بیچنے میں کہ جو ذبح کی گئی ہوں خواہ وہ بھونی ہوئی ہوں یا نہ ہوں کچھ ڈر نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور مچھلی میں ایک کو دو کے عوض بیچنا جائز ہے کیونکہ مچھلی وزن نہیں کی جاتی[4] ہے اور اگر کسی جنس کی مچھلی وزن کی جاتی ہو تو اس میں سوائے برابر برابر لینے کے بہتری نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ جس شہر میں گوشت وزن سے نہ بکتا ہو وہاں ایک تابہ[5] دو تابوں کے عوض بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس باب میں اہل شہر کا حال دیکھا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کپڑے کی جنس اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے اگرچہ ان کا نام ایک ہی رہے

اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض بیچا تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ پانی ان دونوں کے نزدیک کیلی یا وزنی نہیں ہے تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہو گا اور برف اگر وزن سے بکتا ہو تو اس کو برف کے عوض بیچنا جائز ہے مگر برابری شرط ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور لوہا اور رانگا اور کانسہ سب مختلف جنسیں نہر الفائق ہیں نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تاروں سے بنا ہوا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس میں جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضروری ہے کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ کپڑے کی جنسیں اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے اگرچہ ان کا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی[1] او رجو مری بغداد میں بنا جاتا ہے وہ اور ہے اور جو خراسان میں بنا جاتا ہے وہ دوسرا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایسے ہی کتان سے بُنا ہوا روئی سے بُنا ہوا اور دو ہیں نجی اور ایسے ہی زندنجی اور روذاری دو جنس مختلف ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اراضی نمدہ[2] اور طالقانی دو جنس ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

---

[1] ناجائز ہے ۱۲۔ [2] خراب قسم خرما ۱۲۔ [3] یہاں سے ظاہر ہوا کہ ہندوستان میں بحساب وزن کے بکنے کے یہ حکم نہ ہونا چاہیے ۱۲۔

[4] قولہ تابہ طباق وغیرہ اور اگر موافق عرف کے جھابہ کے ساتھ تفسیر کی جائے تو گنجائش ہے ۱۲۔ [5] قال فی الاصل کالھروی مع المروی فتحمل ان یراد کا لہروی الذی یباع بالمروی واللہ اعلم ۱۲۔ [6] نمدہ ترجمہ لبد ست وجاء فی الحدیث علیہ کسار البدائے فشن والمراد لبہتا ماذ کر ۱۲۔

روئی کا سوت کتان کے عوض یا صوف کو بالوں کے عوض ایک حصہ کو دو حصوں کے ساتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر کوئی ان میں کا ادھار ہوگا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ وزن سے بکتے ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اس طرح ریشم کا تاگا روئی کے تاگے کے عوض فقط نقد بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ روئی کا سوت نرم باریک اس کے کھرے کے سوت کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جس چھوارے میں سے گٹھلی نکال ڈالی گئی ہو اس کو بے گٹھلی نکالے ہوئے کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر نمدے کو صوف کے عوض فروخت کیا پس اگر نمدا ایسا ہے کہ ریختہ ہو جانے کے بعد صوف ہو جائے گا تو اس میں وزن کی برابری کا اعتبار ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اعتبار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ صابون کو صابون کے عوض برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ غلام اور آقا کے درمیان سود نہیں ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام پر اتنا قرضہ نہ ہو کہ جتنے کا وہ خود ہے اور اگر ایسا قرضہ ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور محیط کی کتاب الصرف میں لکھا ہے کہ غلام اور اس کے آقا میں سود نہیں ہوتا ہے اگر چہ اس غلام پر قرض ہو کذا فی التبیین اور مدبر اور ام ولد بھی غلام کے مانند ہیں بخلاف مکاتب کے کہ اس کا یہ حکم نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور متفاوضین[1] میں سود نہیں ہوتا ہے اور ایسے ہی دو شریک عنان اگر مال شرکت میں باہم خرید و فروخت کریں تو بھی سود نہیں ہے اور اگر سوائے مال شرکت کے ایسا کریں تو جائز نہیں ہے کذا فی التبیین۔

مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں ربٰوا نہیں ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں دار الحرب میں بھی ربٰوا ثابت ہوتا ہے اور اس طرح اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لے کر گیا اور وہاں اس نے کسی ایسے مسلمان کے ساتھ کہ جو دار الحرب میں ایمان لایا ہے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہے خرید و فروخت کی تو اس کے ساتھ سود لینا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ مسلمان دار الاسلام میں ہجرت کر آیا اور پھر دار الحرب کو لوٹ گیا تو اس سے سود لینا جائز نہ ہوگا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ[2]۔ ایسے ہی اگر دار الحرب میں دو شخص ایمان لائے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو ان کو باہم سود لینا جائز[3] ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر ایسے دو مسلمانوں نے دار الحرب میں باہم بطور فاسد بیع کی تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

فصل ہفتم:

پانی اور برف کی بیع کے بیان میں

جو پانی کنویں اور نہر میں ہے اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے کذا فی الحاوی۔ اس کا حیلہ یہ ہے کہ ڈول اور رسی کو اجرت پر دے دے[4] یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جب اس پانی کو نکال کر اپنی مشک[5] یا اور کسی برتن[6] میں بھر لیا تو یہ احراز ہے پس اس کا حقدار ہو گیا تو مثل پکڑے ہوئے شکار کے اس میں تصرف اور اس کو فروخت کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اسی طرح مینہ کے پانی کو اپنے برتن میں محرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ایسے پانی کا فروخت کرنا جس کو کسی شخص نے اپنے حوض میں جمع کر لیا ہے تو شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ نے شرح کتاب الشرب میں ذکر کیا کہ اگر حوض گچ کیا ہوا یا تانبے یا پیتل کا ہو تو بیع ہر حال میں جائز ہے پس

---

[1] شریکین بالمفاوضہ ۱۲۔ [2] یعنی بالاتفاق ۱۲۔ [3] عند الامام اعظم ۱۲۔ [4] خریدار کے ہاتھ اس کا پانی فروخت نہ کرے بلکہ ڈول رسی اس کو اجرت پر دے اور اجرت اس قدر بڑھائے کہ پانی کی بھی قیمت آ جائے ۱۲۔ [5] قال فی الاصل جرۃ یعنی گھڑا وغیرہ وانما عدل تعلیما ۱۲۔ [6] اکثر فقہا نے شرط لگائی کہ وہ برتن ایسا ہو کہ زیادہ اس میں پانی جذب نہ ہو جاتا ہو ۱۲۔

شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض میں کر لینے کی وجہ سے پانی کا نگاہدار گردانا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جائے تا کہ مبیع غیر مبیع کے ساتھ مختلط نہ ہو جائے اور اگر حوض تانبے یا پیتل کا یا گچ کیا ہوا نہ ہو تو اس میں مشائخ نے ایسا ہے اختلاف کیا ہی جیسا کہ گرمیوں میں برف کے مجمدہ[1] کے اندر برف کے بیچنے میں اختلاف ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر بائع نے اس کو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اس کے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہیں ہے۔ کذا فی المحیط۔

صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اس کا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک برف کا چہ بچہ بیچا تو اصح یہ ہے کہ بیع جائز ہے خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے۔ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے میں زیادہ احتیاط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ فقیہ ابو نصر محمد بن سلام البلخیؒ سپرد کرنے سے پہلے اور پیچھے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے میں زیادہ مدت نہ ہو جائے اس طرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہیں کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ ماوراء النہر کا ہے پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے میں دیکھنے کے وقت خیار رویت ثابت ہوگا پس اگر اس نے سپردگی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گزرنے پر واقع ہوئی تو اس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اس کو خیار رویت حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر صرف سینچنے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمدؒ نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا ہے اور فقیہ ابو نصر بن سلام نے کہا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اسی کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک سقے سے کسی قدر مشکیں آب فرات[2] کی خریدیں پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز استحساناً اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اس مشک کی مقدار نہ ہو تو بیع جائز نہیں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درہم لے کر تو میرے چوپاؤں کو اتنے مہینہ پانی پلائے تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکیں پلا دے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کو مشک دکھلا دے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے تیری زمین قراح[3] بھر پانی سے سیراب کروں گا پھر اس کے لیے نہر کھول کر اس کو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ اپنے چوپایوں کو میری نہر یا میرے فلاں حوض سے پانی پلا لے تو یہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

فصل ہشتم:

مبیع یا ثمن کے نامعلوم ہونے کے بیان میں

جس شخص نے بیع میں ثمن کو مطلق چھوڑ دیا اس طرح کہ مقدار ذکر کی اور صفت ذکر نہ کی تو اس شہر میں جو نقدی زیادہ چلتی ہوگی اسی پر بیع واقع ہوگی اور اگر شہر میں نقود مختلف رائج ہوں تو بیع فاسد ہو جائے گی لیکن اگر ان میں سے ایک بیان کر دے تو یا کوئی زیادہ رائج

---

[1] مجمدہ جائے اجتماع برف وسیانی فی کتاب الغصب اسم اختلفوا فیما علی ثلاثۃ صور ۱۲۔ [2] فرات بمعنے آب خالص و شیرین و نام دریائے معروف زیر کوفہ اور یہی یہاں مراد ہے ۱۲۔ [3] قراح بالفتح زمینے کہ آب و درخت نداشتہ باشد ۱۲۔

ہوتو وہی لیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ان نقدوں کی مالیت مختلف ہو اور اگر مالیت میں برابر ہوں تو بیع جائز ہو جائے گی اور جو مقدار بیان کی ہے وہ ہر قسم کے نقد میں سے لی جا سکتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک قسم کے درہم آحادی ہوں اور دوسری قسم کے ثنائی ہوں یا ثلاثی ہوں تو ثنائی کے دو یا ثلاثی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہے اور ثنائی یا ثلاثی میں سے ایک کو ان کے عرف میں درہم نہیں کہتے ہیں بلکہ درہم یا احادی میں سے ایک کو یا ثنائی میں سے دو کو یا ثلاثی میں سے تین کو کہتے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ذکر نہ کیا بیع فاسد ہو گی اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلا ثمن بیع کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اسے قبول کیا تو بیع باطل ہو گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے قرض دار سے کہ جس پر اس کے دس درہم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کپڑا میرے ہاتھ دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم میں کے باقی داموں کو بیچا اور اس نے کہا کہ ہاں میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز[1] ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ کیا یہ کپڑا تو نے میرے ہاتھ دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور اس نے کہا کہ ہاں میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہو گی کیونکہ اس صورت میں دس درہم میں سے کچھ حصہ مجہول باقی رہا یعنی دس پورے ہونا ضروری نہیں بخلاف اس کے پہلی صورت میں دس پورے ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مبیع یا ثمن کا نا معلوم ہونا بیع کے جائز ہونے کا مانع ہے جبکہ اس نا معلوم ہونے کے ساتھ سپرد کرنا متعذر ہو اور اگر سپرد کرنا متعذر نہ ہو تو عقد بیع فاسد نہ ہو گا جیسے کہ کسی ڈھیری کے پیمانوں کی تعداد معلوم نہ ہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کتنے پیمانہ تھی اور جیسے کچھ معین کپڑوں کی گنتی نہ معلوم ہو اس طرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور ان کی گنتی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بیچا اس حساب سے کہ ایک قفیز اس کی ایک درہم کو تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں سے ایک قفیز کی بیع ایک درہم کے عوض جائز ہے اور باقی کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اس وقت جائز ہو سکتی ہے کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قفیزیں معلوم ہو جائیں پس اس کو خیار حاصل ہو گا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز کو ایک درہم کے عوض سب خرید لے ورنہ سب کو ترک کر دے اور اس کو بیع ایک درہم کے عوض لازم ہو گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیع ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے جائز ہے خواہ مشتری کو تمام قفیزیں معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں اور اگر اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قفیز اس کے دو درہم کے حساب سے یا ہر تین قفیز اس کے تین درہم کے حساب سے فروخت کر دی تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

پس اگر مشتری اور بائع میں جھگڑا نہ ہوا یہاں تک کہ بائع نے سب کو یا بعض کو ناپ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جس قدر سپرد کیا ہے وہ سب امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو لازم ہو گا اور باقی کی بیع باطل ہو گی اور ایسا ہی اختلاف ہر وزنی چیز میں ہے کہ جس کے ٹکڑے کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو جیسے شہد یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مضمرات میں لکھا ہے اور گز سے ناپنے کی چیزوں میں اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ سب زمین اس میں سے ہر گز ایک درہم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ کل کی بیع جائز نہیں ہے یعنی نہ ایک گز کی بیع جائز ہے اور نہ باقی کی جائز ہے لیکن اگر مشتری کو تمام گز اسی مجلس میں معلوم ہو جائیں تو اس کو خیار حاصل ہو گا اور اگر جاننے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع کا فاسد ہونا بڑھ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی ایک گز ایک درہم کے حساب سے سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو کچھ خیار نہیں ہے اور اس طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے یہ سب کپڑا اس کے ہر دو گز درہموں کے حساب سے یا تین گز اس کے تین درہموں کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور

---

[1] یعنی اس کے بعد پھر قرض خواہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا ۱۲۔

یہی حکم ان وزنی چیزوں کا بھی ہے کہ جن کے ٹکڑے کرنے میں بائع کو مضرت پہنچتی ہو لیکن جو چیزیں گنتی کی ہیں ان میں لحاظ کیا جائے گا اگر وہ چیزیں باہم قریب قریب برابر کے ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو کیلی اور وزنی میں مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی کی چیزوں میں باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا ہر بکری اس کی دس درہم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ گزوں کے ناپنے کی چیزوں میں مذکور ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریاں اس کی بیس درہم کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو سب کے قول میں بالاتفاق پورے گلہ میں بیع جائز نہیں ہے اور اگر مشتری کو اسی مجلس میں سب کی گنتی معلوم ہو گئی اور اس نے بیع کو اختیار کر لیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گیہوں اور یہ جو ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے ☆

اگر معین ڈھیری میں سے سوائے ایک قفیز کے سب ڈھیری کو بیچا تو سب کی بیع سوائے ایک قفیز کے جائز ہو گی بخلاف اس صورت کے کہ کہا کہ میں نے اس بکری کے گلہ کو اس میں سے ایک بکری غیر معین کے سوا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر ایک موتی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک مثقال وزن میں ہے پھر مشتری نے اس کو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد[1] کر دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گیہوں اور یہ جو ہر قفیز[2] ایک درہم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے یہاں تک کہ کل قفیزیں معلوم ہوں اور جب معلوم ہو گئیں تو اس کو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز گیہوں کی ایک درہم کے حساب سے خرید لے اور صاحبینؒ کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے اور اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درہم کو ہے تو ایک قفیز کی بیع جائز ہو گی کہ جس میں آدھے گیہوں اور آدھے جو ہوں گے اور باقی کی بیع جائز نہ ہو گی اور جب مشتری کو سب قفیز معلوم ہو گئیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو خیار حاصل ہو گا اور اگر بائع نے اس کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دس قفیز ہے اور ہر قفیز ایک درہم کو ہے تو ہر ایک آدھے ثمن میں مشتری کو لازم ہو گی یہاں تک کہ اگر بعد قبضہ کرنے کے ایک میں عیب پائے تو فقط اس کو آدھے ثمن میں واپس کر سکتا ہے۔ اگر اس میں حساب سے بیچا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درہم کو ہے پھر ایک میں عیب پایا تو خاص اس عیب دار کو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے پس اگر گیہوں کی قیمت جو کی قیمت سے دو چند ہو تو جو کو ایک تہائی ثمن میں اور گیہوں کو دو تہائی ثمن میں واپس کرے گا اور اگر بائع نے کہا کہ قفیز دونوں میں سے ایک درہم کو ہے پس گویا کہ اس نے یہ کہا کہ ہر قفیز ان دونوں میں سے ایک درہم کو ہے اور اگر کسی نے ایک ڈھیری گیہوں کی اور ایک گلہ بکریوں کا اس شرط پر بیچا کہ ڈھیری دس قفیز ہے اور گلہ میں دس بکریاں ہیں اس حساب سے کہ ایک بکری اور ایک قفیز دس درہم کو ہے پس اگر مشتری نے ہر ایک کو دس پایا تو بیع جائز ہے اور جو گلہ میں گیارہ بکریاں پائیں تو سب کی بیع فاسد ہے اور اگر گلہ میں دس بکریاں پائیں اور ڈھیری میں گیارہ قفیزیں پائیں تو بیع صحیح ہے اور اگر اس نے ہر ایک کو نو پایا تو بیع جائز[3] ہو گی اور ہر دس کو ایک بکری اور ایک قفیز پر تقسیم کیا جائے اور جو بکری کہ زائد ہے اس کے ساتھ ان گیہوں میں سے ایک قفیز ملائی جائے پس جب سب گیہوں کا حصہ معلوم ہو جائے تو اس میں سے دسواں نکال ڈالا جائے اور بقیہ ثمن کے عوض سب کو لینے یا ترک کرنے کا وہ مختار ہو گا اور اگر اس نے گلہ کو نو اور ڈھیری کو دس پایا تو ڈھیری کی ایک قفیز کی بیع فاسد ہو گی کیونکہ اس کا ثمن معلوم نہیں ہے کس واسطے کہ اس کا ثمن نہیں پہنچانا جا سکتا مگر اس

---

[1] قولہ سپرد کر دیا آخ متاخرین نے کہا کہ یہاں قیاس چھوڑ کر فتویٰ ہونا چاہیے کہ بیع رد کی جائے ۱۲۔ [2] یہ نہ کہا کہ گیہوں کی ایک قفیز یا جو کی ایک قفیز ۱۲۔

[3] قولہ بیع جائز قول نسخ موجودہ میں یہی موجود ہے کہ ہر ایک کو نو پایا حالانکہ بکریوں میں اشکال ہے اور شاید صحیح یہ ہے کہ بکریاں دس اور فقط گیہوں کو نو پایا ۱۲۔

کے کہ بعد ثمن اس پر اور اس بکری پر کہ جو کم ہے تقسیم کیا جائے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جب بعض مبیع میں صفقہ فاسد ہو جائے تو کل میں فاسد ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کل میں فاسد نہیں ہوتا ہے اس لیے نو بکریوں اور نو قفیزوں میں ان کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

قدوری میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ یہ گوشت ہر رطل اتنے کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے انگور خریدے اس حساب سے کہ ہر ٹوکرا اتنے کو اور وہ ٹوکرا ان لوگوں میں معروف تھا پس اگر انگور ایک ہی جنس کے ہوں تو واجب ہے کہ ایک ٹوکرے کی بیع امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہو جیسا کہ ڈھیری میں ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے بیچنے میں ایک قفیز کی بیع جائز ہوتی ہے اور اگر انگور کی جنسیں مختلف ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک بالکل بیع جائز نہ ہوگی جیسا کہ بکری کے گلہ میں کسی بکری کی بیع جائز نہیں ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر انگور کی ایک ہی جنس ہو تو سب انگوروں کی بیع جس حساب سے اس نے ذکر کیا ہے جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر جنسیں مختلف ہوں تو بھی یہی حکم ہے۔ اس طرح صدر الشہیدؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور فقیہہ ابو اللیث نے اس طرح ذکر کیا کہ اگر انگور ایک جنس کے ہوں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر کئی جنس کے ہوں تو اس میں اختلاف ہے اور فقیہہ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر آسانی کرنے کے واسطے فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اینٹوں[1] کا انبار ہر ہزار اینٹ کو دس درہم کے حساب سے فروخت کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس میں سے ایک ہزار اینٹ دس درہم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پس اگر اس نے ہزار اینٹ گن دیں[2] تو اس کی بیع تمام ہو جائے گی اور جب تک شمار نہیں کی ہیں تب تک ہر ایک کو دونوں میں سے بیع سے انکار کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاک کے انگور اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک ہزار من ہیں پھر معلوم ہوا کہ نو سو من ہیں تو بائع کو سو من[3] کا حصہ ثمن حلال[4] ہے اور امام اعظمؒ کے قیاس کے موافق باقی کا عقد فاسد ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر بیع کیلی ہو اور سب پیمانوں کا شمار بتلا دیا تو جس قدر پیمانوں کا ذکر کیا ہے انہی کے ساتھ عقد متعلق ہوگا مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ڈھیری اس شرط پر فروخت کی کہ یہ سو قفیز ہے کہ ہر قفیز اس میں کی ایک درہم کو ہے یا یوں کہا کہ سو قفیز سو درہم کو ہے اور ہر قفیز کا ثمن بھی علیحدہ بیان کیا یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مشتری نے بائع کے کہنے کے موافق پایا تو بہتر ہے اور وہ مشتری کا ہو جائے گا اور اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر مشتری نے ڈھیری کو سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہ ہوگی اور مشتری کو سو درہم کے عوض اس قدر ملے گا کہ جس قدر بائع نے بیان کیا ہے اور اس صورت میں بھی اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اور اگر اس کو مشتری نے سو قفیز سے کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو بعوض حصہ ثمن کے لے لے ورنہ ترک کر دے اور حصہ نقصان کو خواہ ہر قفیز کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا کل کا ایک ہی ثمن بیان کیا ہو ہر طرح دے دے گا اور مقصود پہلے کیل سے متعین ہو جائے گا اور جو اس کے بعد ہیں ان کا اعتبار نہیں اور یہی حکم سب کیلی چیزوں میں اور سب وزنی چیزوں میں ہے کہ جن کے ٹکڑے کرنے میں مضرت نہ ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا دس درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے یا کوئی زمین سو درہم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ وہ سو گز ہے پھر مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے اس کو زیادہ پایا تو وہ مشتری کا ہوگا اور بائع کو خیار نہ ہوگا اور کم پانے کی صورت میں وصف مرغوب فوت ہو جانے سے بسبب اختلال رضا مندی کے مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے مگر ثمن[5] میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا یا یہ

[1] پختہ اینٹ ۱۲۔ [2] علیحدہ ۱۲۔ [3] ایک سو من ۱۲۔ [4] یعنی عند الامام اعظم واللہ اعلم والظاہر بالاتفاق ۱۲۔ [5] اس واسطے کہ ثمن بمقابلہ اوصاف نہیں ہوتا ہے تاوقتیکہ حکم عین نہ پیدا کرے مثلاً فی گز ایک درہم کو ہے ۱۲۔

زمین تیرے ہاتھ اس شرط پر کہ یہ دس گز ہے ہر گز کو ایک درہم کے حساب سے فروخت کیا پھر مشتری نے اس کو دس گز پایا تو وہ دس درہم کے عوض اس کے ذمہ پڑے گی اور اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر مشتری نے اس کو پندرہ گز پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو سب کو ہر گز ایک درہم کے حساب سے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اس نے نو گز یا اس سے کم پایا تو اس کو اس کے حصہ ثمن کے عوض اگر چاہے[1] تو خرید لے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہر گز ایک درہم کے حساب سے خریدا پھر اس کو ساڑھے دس گز پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو دس درہم کو خرید لے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اس کو نو درہم کے عوض لے لینے کا اختیار ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر اس نے ساڑھے دس گز پایا تو گیارہ درہم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اس کو دس درہم کے عوض لینے کا اختیار ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ اگر ساڑھے دس گز پایا تو ساڑھے دس درہم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو ساڑھے نو درہم کو لے سکتا ہے اور ان قولوں میں سے امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم گزوں سے ناپنے کی ان چیزوں میں ہے کہ جن کے کناروں میں تفاوت ہوتا ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس کے کناروں میں تفاوت نہ ہو جیسے کہ کرماس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے بعوض کسی قدر داموں کے خریدے اور اس کو زائد پائے تو زیادتی مشتری کو نہ دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

یہی حکم گزوں سے ناپنے کی سب چیزوں میں ہے جیسے لکڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزنی چیز کا ہے کہ جس کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہوتا ہے جیسے پیتل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یوں کہے کہ میں نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درہم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہے پھر مشتری نے اس کو ناقص یا زائد پایا تو اس کا وہی حکم ہے خواہ بائع نے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارے سے اس کنارہ تک بیچتا ہوں اور وہ تیرہ (۱۳) گز ہے اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور بائع نے کہا کہ میں نے غلطی کی تو اس کے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا اور یہ کپڑا اسی ثمن کے عوض جو اس نے بیان کیا ہے قاضی کے حکم میں مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ[2] ہونی چاہئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اس کا وزن سو مثقال ہے دس دینار کو خریدی اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر مشتری نے اس کا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملے گا اور ثمن میں کچھ زیادتی نہ کی جائے گی اور اگر اس کو مشتری نے اسی (۸۰) یا نوے (۹۰) مثقال پایا تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن علیحدہ بیان کر دیا اور کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہے پر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس کا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن میں پانچ دینار زیادہ کر کے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اس کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیع باطل ہو جائے گی اور باقی میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دس (۱۰) دینار کے عوض اس کا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہو جائے ورنہ سب کو واپس کر کے اپنے دینار پھیر لے اور اگر مشتری نے اس کو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہو گیا تو اس کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کر کے اپنے سب دینار پھیر لے یا راضی ہو جائے اور ثمن میں سے پانچ دینار واپس کر لے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعوض درہموں کے خریدی تو اس کا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر ڈھلی ہوئی چیز کو اسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اس کو زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس

---

[1] اس کو اختیار ہے ۱۲۔ [2] یعنی عند اللہ اس کو وہ لینا روا نہیں ہے ۱۲۔

سے آگاہ ہوا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن کو بڑھا دے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اس سے آگاہ ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ مقدار زائد کے مقابل حصہ ثمن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس پر راضی ہو کر اپنے ثمن کی زیادتی واپس کر لے ورنہ سب کو واپس کر دے خواہ بیع کے وقت ایک درہم کے وزن کو ایک درہم کے حساب سے بیچنا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ گنتی کی چیزوں میں حکم یہ ہے کہ اگر گنتی کی چیزیں باہم قریب برابر برابر کے ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے تو اس کا حکم کیلی اور وزنی چیزوں کا حکم ہے پس اگر سب کا ایک ثمن یا ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان کیا ہو تو عقد بیع اس کی مقدار سے متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزیں باہم متفاوت ہوں جیسے بکری اور گائے وغیرہ پس اگر اس نے ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سو ہیں یا اس نے ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا مثلاً اسی صورت میں یوں کہا کہ ہر بکری دس (۱۰) درہم کو ہے پس اگر مشتری نے موافق کہنے کے سو بکریاں پائیں تو خیر اور اگر زیادہ پائیں تو سب کی بیع فاسد ہو جائے گی خواہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اس نے کم پائیں پس اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان نہیں کیا ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا ہے تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو (موجود کو ۱۲) بعوض اس ثمن کے جو بیان کیا ہے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور یہی حکم سب عددی چیزوں میں جو باہم متفاوت ہوں جاری ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا اس کی ہر دو بکریاں بیس (۲۰) درہم کے حساب سے فروخت کیں اور سب بکریوں کی تعداد ایک سو (۱۰۰) بتلائی تو بیع فاسد ہے اگرچہ اس کو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہے پھر اس کو دس (۱۰) قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ دس (۱۰) قفیز سے کم ہے پھر اس کو دس سے کم پایا تو جائز ہے اور اگر دس (۱۰) یا زیادہ پایا تو جائز نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس (۱۰) گز ہے تو سب صورتوں میں بیع جائز ہے۔ یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر گیہوں کو اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک کُر سے کم[۱] ہیں یا اس سے زیادہ ہیں پھر اس کو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر پورا کُر پایا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر گیہوں کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کُر یا اس سے کم ہیں تو ہر طرح جائز ہے اور مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے کیونکہ اگر اس نے پورا کُر یا اس سے کم پایا[۲] تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہ ہوگی اور اس کو ایک[۳] کُر بعوض سو درہم کے ملے گا اور اسی طرح اگر ان گیہوں کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کُر یا اس سے زائد ہیں تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب اس نے کم پائے تو حصہ نقصان کو نکال ڈالے گا اور اس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر گیہوں کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک کُر ہیں پھر ان کو ناپا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا عقد امام اعظمؒ کے نزدیک فسخ ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے اور اسی بناء پر اگر سو (۱۰۰) اخروٹ ہر اخروٹ ایک پیسے کے حساب سے خریدے پھر بعض اخروٹ خالی پائے تو عقد بیع جائز نہ ہوگا کذا فی الحاوی۔ فساد بیع باقی کی طرف متعدی ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور اسی طرح اگر سو انڈے ہر انڈا ایک دانگ کے حساب سے خریدے اور بعض انڈے گندے پائے تو گندے انڈوں کا عقد فاسد[۴] ہو جائے گا اور امام اعظمؒ[۵] کے نزدیک یہ فساد باقی کی طرف متعدی ہوگا اور اگر کسی نے کچھ انگور معین کسی خاص انگور کے باغ کے اس شرط پر خریدے کہ یہ اتنے من ہیں پھر ان کو اسی قدر یا اس سے کم یا زیادہ پایا تو پہلے مسئلوں پر قیاس کر کے اس کی سب صورتوں کا حکم نکلتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

۱ یعنی کمی پر فروخت کیا یا زیادتی پر فروخت کیا ۱۲۔ ۲ ایک دفعہ کہا کہ ایک کُر یا کم ہیں ۱۲۔ ۳ مگر کمی پر یقین نہ کیا جائیگا کیونکہ زائد پائے گئے ہیں ۱۲۔ ۴ اعلم انه باطل قیل هذا کلام بجمع بها مطلقاً قلت قد صرح لذلك ۱۲۔ ۵ وظنی انه علی اصل ان الصفقه متی فسدت فی الکل عنده خلافاً لهما فعلی هذا ینبغی ان یجوز عند هما فی الباقی ۱۲۔

اگر کسی نے ایک کپڑوں کی گٹھڑی اس شرط پر کہ یہ دس (۱۰) کپڑے ہیں فروخت کی پھر ایک کپڑا گھٹا یا بڑھا پایا تو بیع فاسد ہو گئی کذانی الکافی اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کر دیا گیا تھا اور پھر گھٹا تو باقی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا (چاہے لے یا چھوڑ دے ۱۲) اور اگر بڑھا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک گھٹنے کی صورت میں بھی بیع فاسد ہو جائے گی اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں جائز ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے۔ کسی شخص کے پاس گیہوں یا کوئی ناپ کی دوسری چیز تھی یا تول کی چیز تھی کہ اس شخص کے نزدیک وہ چار ہزار من تھی اور اس نے اس کو چار شخصوں کے ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ اس میں سے ایک ہزار من بعوض ثمن معلوم کے فروخت کی پھر اس میں کمی پائی تو بعضوں نے کہا کہ چاروں مشتریوں کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہیں تو موجودہ کو بعوض حصہ ثمن کے لے لیں ورنہ ترک کر دیں تو ٹھیک جواب وہ ہے جو بعضوں نے دیا ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ اگر بائع نے ان سب کے ہاتھ ایک بارگی بیچا تھا تو البتہ یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر اس نے آگے پیچھے بیچا تھا تو کمی پچھلے مشتری پر پڑے گی پہلوں پر نہ پڑے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جس قدر پاتا ہے اس کو لے لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک مشک[1] زیتون کا تیل سو درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ مشک اور جو کچھ اس میں تیل ہے سب اس کا ہوگا بشرطیکہ اس سب کا وزن سو رطل ہو پھر مشتری نے اس کو وزن کیا تو سب نوے (۹۰) رطل نکلا کہ جس میں بیس (۲۰) رطل کی مشک اور ستر (۷۰) رطل تیل تھا تو نقصان خاص کر تیل میں شمار ہوگا پس ثمن کو مشک کی قیمت اور اسی (۸۰) رطل تیل کی قیمت پر تقسیم کریں گے پس جو کچھ تیل کے پڑتہ میں پڑے گا اس میں سے نقصان طرح دے کر باقی مشتری پر واجب ہوگا لیکن مشتری کو باقی میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو اس ثمن پر جو ہم نے بتلایا ہے خرید ے ورنہ ترک کر دے اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک سب کا عقد فاسد ہو جانا چاہئے اور اگر مشتری نے مشک کو ساٹھ رطل اور تیل کو چالیس رطل پایا پس اگر لوگوں کی آپس کی خرید و فروخت میں مشک اس مقدار کو نہیں پہنچا کرتی ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے مشک کو سو (۱۰۰) رطل اور تیل کو پچاس (۵۰) رطل پایا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر مشک کا وزن بیس رطل اور تیل کا وزن سو (۱۰۰) رطل پایا تو مشک اور اسی (۸۰) رطل تیل بعوض پورے ثمن کے مشتری کے ذمہ لازم ہوگا اور باقی بائع کو واپس کر دے گا اور اسی طرح اگر مشک علیحدہ تھی اور تیل علیحدہ تھا پھر مشتری نے ان دونوں کو ایک ساتھ ملا کر خریدا تو اس کا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہوگا جو مذکور ہوئی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے زیتون کا تیل اس شرط پر خریدا کہ اس کو میرے برتن[2] میں وزن کرے گا اور برتن کے ہر وزن کے بدلے پچاس رطل کم لگا تا جائے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہے اس قدر کم لگائے گا تو جائز ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی برتن میں سے زیتون کا تیل اور دوسرے برتن میں سے گھی خریدا اور دونوں کو بدوں برتن کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سو (۱۰۰) رطل ہیں پھر گھی کو چالیس رطل اور تیل کو ساٹھ رطل پایا تو تیل میں سے دس رطل بائع کو واپس کر دے گا اور گھی کے ثمن میں سے دس رطل کا ثمن کم کرے گا اور اسی طرح اگر ایک گون کے گیہوں اور دوسری گون کے جو بغیر گون کے اس شرط پر خریدے کہ یہ سب سو (۱۰۰) من ہیں تو اس کا حکم بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر سو (۱۰۰) کو تین کیلی چیزوں کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع میں ہر قسم کی چیز سو کی

---

[1] بجائے مشک کے اگر کپا کہا جائے تو اظہر اور قریب الفہم ہے مگر بخوف جدال کے اثر مترجم نے ترک کیا مگر تنبیہ کر دی مشک وہاں کا محاورہ عرف ہے ۱۲۔

[2] صورت یہ ہے کہ ایک مرتبان دیا کہ اس میں تیل تو لتا جائے اور ہر تول میں پچاس رطل اس مرتبان کا وزن سمجھ کر کم کرتا جائے پس اگر ایک تول میں سو رطل چڑھا تو گویا پچاس رطل تیل اور پچاس رطل برتن کا وزن ہوا اور طونکہ تخمینہ ہے اس واسطے بیع فاسد ہے ۱۲۔

ایک تہائی واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک معین[1] برتن کہ جس کی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو دونوں کے اندازہ پر بیع کرنا جائز ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ جائز نہیں ہے اور اول اصح ہے کذانی الکافی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ برتن منکبس[2] یا منقبض یا منضبط نہ ہوتا ہو اور اگر منکبس ہوتا ہو جیسے زنبیل اور ٹوکری وغیرہ تو جائز نہیں ہے لیکن صرف پانی کی مشک میں استحساناً بسبب لوگوں کے تعامل کے جائز ہے اور اسی طرح اگر پتھر کے ریزہ ریزہ ٹوٹ کر جھڑتے ہوں تو بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایسی چیز کے وزن کے انداز سے بیچا کہ جو خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے جیسے خربزہ ککڑی وغیرہ تو بھی جائز نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ ایسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہے کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال کا باقی رہے پس اگر مبیع کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک درہم موجود تھا اور اس نے دوسرے سے کہا کہ میں مثلاً یہ کپڑا تجھ سے اس کے عوض خریدتا ہوں اور یہ اشارہ اس درہم کی طرف کیا پھر بائع نے اس درہم کو مستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی چیز اس کی رقم کے ساتھ خریدی اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا ☆

کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہمیانی لایا اور کہا کہ میں نے یہ باندی بعوض اس ہمیانی کے یا بعوض اُس چیز کے جو اس ہمیانی میں ہے خریدی پھر بائع نے جو ہمیانی میں تھا اس کو اس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کو واپس کر کے جو نقد اس شہر میں جاری ہے لے لے اور اگر اس نے اس میں اسی شہر کا نقد پایا تو اس کو اختیار نہ ہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ باندی بعوض اس چیز کے جو اس خم میں ہے خرید لی پھر بائع نے وہ درہم جو اس خم میں تھے دیکھے تو اس کو خیار حاصل ہوگا اور یہ خیارِ کیت کہلاتا ہے نہ خیار رویت کیونکہ رویت نقود میں ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی چیز اس کی[3] رقم کے ساتھ خریدی (ایسی علامت بتائی گئی کہ جس سے ثمن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اس کے بعد اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو عقد جائز ہو جائے گا اور امام شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ اگر اسی مجلس میں اس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہ ہو جائے گا لیکن اگر بائع برابر اپنی رضامندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اس کے ساتھ راضی ہوا تو رضامندی طرفین کے سبب سے دونوں میں عقد ابتدائی منعقد ہو جائے گا کذانی الذخیرہ۔ اگر آگاہی سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو عقد باطل ہوگا اور اسی طرح اگر یوں فروخت کیا کہ میں نے اسی قدر کو بیچا جتنے کو فلانے نے بیچا ہے اور بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا ہے پس اگر مشتری اسی مجلس میں آگاہ ہو گیا تو عقد صحیح ہے ورنہ باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس کی رقم کے ساتھ خریدا پھر بائع نے ثمن بیان کرنے سے پہلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے بیع کرنا جائز ہے اور اگر بائع نے پہلے مشتری کو ثمن سے آگاہ کیا اور ہنوز اس نے بائع کو اجازتی جواب نہ دیا تھا یہاں تک کہ بائع نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری کے ثمن سے آگاہ ہونے سے پہلے اس کپڑے کو تلف کر دیا تو اس کو قیمت دینی پڑے گی

---

[1] صورت اولیٰ یوں ہے کہ ایک روپیہ کے عوض یہ معین پیالہ بھر کے دس پیالے اور دوسرے کی صورت ایک روپیہ کا اس معین پتھر کے وزن بھر ہے ۱۲۔ [2] منکبس یعنی کھڑا دبانے سے اس کا عمق کم نہ ہو جاتا ہو بدوں زیادت قطر عرضی یا طولی اور انقباض کی باعتبار قطر بن عرضی وطولی و انبساط زیادت باعتبار قطریں عرضی وطولی فافہم ۱۲۔ [3] رقم بسکون قاف ایسی علامت کہ جس سے مقدار ثمن معلوم ہو جیسے کپڑے وغیرہ پر نشان ڈالا دیتے ہیں جس کو آنکھ کہتے ہیں ۱۲۔

کذا فی الظہیریہ[1] اصل میں مذکور ہے اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ چیز تجھ سے اتنے کے برابر کہ جتنے کو لوگ بیچا کرتے ہیں لے لی تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر اس نے کہا کہ مثل اتنے داموں کے لیتا ہوں جتنے کو فلانے نے خریدا پس اگر دونوں کو عقد بیع کے وقت ان داموں کی مقدار سے آگاہی ہوگئی تو بیع جائز ہوگی اور اگر دونوں آگاہ نہ ہوئے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر اس کے بعد پھر دونوں کو آگاہی ہوئی پس اگر یہ آگاہی اسی مجلس[2] میں ہوئی تو عقد بیع جائز ہو جائے گا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کیونکہ جو ثمن مشتری پر لازم آتا ہے وہ فی الحال ہی ظاہر ہوا اور ایسے خیار کو خیار تکشیف الحال کہتے ہیں۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور شرح شافی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز مثل ان داموں کے جتنے کو فلانے نے فروخت کی ہے فروخت کی پس اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جس کے بھاؤ میں فرق نہیں پڑتا ہے جیسے روٹی اور گوشت تو جائز ہے اور اگر زطی کپڑوں کی گٹھڑی بعوض اس کی انداز[3] قیمت یا حکم کے خریدی تو بسبب جہالت کے جائز نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو دس گیارہ کے نفع پر بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ بائع نے کتنے کو خریدی ہے تو بیع فاسد ہے یہاں تک کہ مشتری اس سے آگاہ ہو پھر یا مبیع کو اختیار کرے گا یا ترک کر دے گا یہ ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے پس اگر مشتری آگاہ ہو کر راضی ہوگیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے یہ روایت کی کہ یہ بیع فاسد ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بیع اجازت[4] پر موقوف ہے اور اگر مشتری نے آگاہ ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر کے اس کو آزاد یا فروخت کر دیا یا مشتری مر گیا تو آزاد کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ مبیع قرابت کے حکم سے مشتری کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری کو قبضہ کر لینے تک اس کے ثمن سے آگاہی نہ ہوئی تھی تو اس پر قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دار یا حمام کے دس (۱۰) گز کا بیچنا امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے جبکہ دار[5] سو (۱۰۰) گز ہو اور امام صاحب کے نزدیک اس طرح کہنا کہ دس (۱۰) گز کو سو گزوں میں سے یا نہ کہنا اصح قول کے موافق دونوں برابر[6] ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ صاحبین کے قول کے موافق اگر بائع نے تمام گز نہ بیان کیے ہوں تو مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی خاص کے دار کے دس (۱۰) حصوں میں کا ایک حصہ فروخت کیا تو اس کے جائز ہونے پر اجماع ہے اور اگر کہا کہ ایک گز اس خاص دار میں کا فروخت کیا پس اگر یہ بیان کر دیا کہ اس طرف سے لیکن ہنوز یہ نہ بتلایا کہ وہ کس جگہ کا گز ہے تو بیع منعقد ہوگی لیکن نافذ نہ ہوگی حتیٰ کہ بائع پر سپرد کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور اگر اس گز کا موضع کسی طرف سے معین نہ کیا تو امام اعظمؒ کے قول پر بالکل جائز نہیں ہے اور صاحبین کے قول پر جائز ہے اور وہ دار ناپا جائے گا اگر دس (۱۰) گز نکلے تو مشتری دار کے دسویں حصہ کا شریک ہو جائے گا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ صاحبین کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع ان کے نزدیک جائز ہے اور اگر ایک دار میں کا ایک حصہ فروخت کیا اور اس کا موضع معین نہ کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس کپڑے میں سے ایک گز تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا موضع معین نہ کیا یا یہ کہا کہ میں نے اس لکڑی میں سے ایک گز تیرے ہاتھ بیچا اور اس کا موضع معین نہ کیا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ دار کے مسئلہ میں مذکور ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی لکڑی یا کپڑے میں

---

[1] اس مقام پر یہ عبارت بھی مذکور ہے والرقم بسکون القاف علامۃ یعلم بہا مقدار ماوقع بہ البیع یعنی رقم بسکون وہ علامت جس سے معلوم ہو کہ بیع کتنے پر واقع ہوتی ہے اور مترجم نے پہلے لکھدی ہے ۱۲۔ [2] جو کچھ اس کی قیمت فلاں شخص اندازہ کرے یا فیصلہ کر دے ۱۲۔ [3] دس کے گیارہ مع نفع یعنی ہر دہائی پر ایک نفع ۱۲۔ [4] مشتری کی اجازت ۱۲۔ [5] قولہ جب کہ دار سو گز ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ صاحبین کے نزدیک جواز بیع کے واسطے یہ شرط ہے کہ دار سو گز ہو بلکہ بیان مسئلہ یوں ہے کہ اگر سو گز کے دار میں سے دس گز فروخت کیا یعنی مقدار معلوم ہونا چاہیے ہے کہ جس گز کا حصہ نکلتا ہو ۱۲۔ [6] جائز نہیں ہے ۱۲۔

سے ایک گز کسی جانب معلوم سے خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے اس کو کاٹ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو بیع بھی جائز نہیں[1] ہے لیکن اگر مشتری اس کو قبول کر لے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ یہ فاسد ہے لیکن اگر کاٹ کر اس نے مشتری کے سپرد کر دیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکے لینے سے انکار کرے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس گھر میں سے اپنا حصہ تیرے ہاتھ اتنے کو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری اس کے حصہ کی مقدار کو اس گھر میں سے جانتا ہو اگر چہ بائع اس کو نہ جانتا ہو لیکن مشتری کے قول کی تصدیق[2] کرنا شرط ہے اور اگر مشتری اس کے حصہ کو نہ جانتا ہو تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے خواہ بائع کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک جزو پانچ سہموں[3] میں سے یا دو سہم ان میں سے یا اپنا نصیب ان میں سے یا اپنا نصیب پانچ نصیبوں میں سے یا ایک جزو یا ایک نصیب اس میں[4] سے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً جائز ہے قیاساً جائز نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے شخص سے ایک میدان یا زمین خریدی اور بائع نے اس کے حدود ذکر کر دیئے اور طول اور عرض کو گزوں کی پیمائش سے ذکر نہ کیا تو جائز ہے۔ مشتری نے جب حدود کو جان لیا اور ہمسایہ کو نہ جانا[5] تو جائز ہے اور اگر حدود کو ذکر نہ کیا اور مشتری نے حدود کو نہ پہچانا تو در حالیکہ دونوں پوری مبیع کو پہچانتے ہوں بیع جائز ہے بشرطیکہ دونوں باہم اختلاط نہ کریں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی زمین کے گڈھے کے اندر کچھ گیہوں بھرے ہوئے تھے ان کو کسی شخص نے فروخت کیا حالانکہ مشتری ان گیہوں کی مقدار نہیں جانتا ہے اور نہ اس کھتے کی انتہا جانتا ہے تو مشائخ نے کہا کہ مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر مشتری کو کھتے کی انتہا معلوم ہے لیکن گیہوں کی مقدار نہیں معلوم ہوئی تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ اس کھتے کے نیچے دکان یا اس کے مانند کوئی چیز نکلے تو ایسا نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض ان سو بکریوں کے ہر ایک بکری ایک بکری کے عوض فروخت کی تو بیع فاسد ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گائے جو زندہ[6] تھی ہر رطل ایک درہم کے حساب سے فروخت کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری اس کی قیمت[7] کا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ بکری ہر تین رطل ایک درہم کے حساب سے بقدر اس کے جثہ[8] کے فروخت کی تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر اس کا تمام وزن پچاس رطل بیان کر دیا اور مشتری نے اس سے ہر تین رطل ایک درہم کے حساب سے خریدا تو بھی باطل ہے اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ انار اس کے وزن بھر درہموں کے عوض بیچا تو باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ غلام اتنے کو بیچا اور اس کا نام نہ لیا اور اس کو مشتری نے نہیں دیکھا ہے تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچا تو بیع فاسد ہے بشرطیکہ بائع کا دوسرا غلام بھی ہو پس اگر بائع اور مشتری دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ مبیع یہ غلام ہے تو بیع جائز ہوگی اور قولہ بیع جائز ہوگی اس کے معنی میں مشائخ کا اس طرح اختلاف ہے کہ بعضوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلی بیع اتفاق کے وقت جائز ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ دوسری بیع دست بدست منعقد ہو جائے گی نہ یہ کہ پہلی منقلب ہو کر جائز ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ شرح کتاب العتاق میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اس کا ایک ہی غلام ہے پس اگر اس نے کہا کہ اپنا غلام جو فلاں مکان[9] میں موجود

---

[1] لازم نہیں ہے ۱۲۔ [2] جس قدر مشتری مقدار بیان کرتا ہے ۱۲۔ [3] قولہ سہموں سہم و نصیب و ایک حصہ عرف میں چھٹے حصہ کو کہتے ہیں ۱۲۔
[4] دانہ نہ زمین سے ۱۲۔ [5] کہ کون لوگ ہیں ۱۲۔ [6] یہ کہنا اس حال میں تھا کہ گائے زندہ تھی ۱۲۔ [7] بیع فاسد ہے پس مبیع مقبوضہ کی قیمت کا ضامن ہوگا ۱۲۔ [8] تمام بکری بوزن اس کے جثہ کے ۱۲۔ [9] یعنی مقام ۱۲۔

ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے شیخؒ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذافی المحیط۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سب جو کچھ اس دار میں ہے غلام اور چوپائے اور کپڑے سب فروخت کر دیئے اور مشتری نہیں جانتا کہ دار کے اندر کیا کیا چیز ہے تو بیع فاسد ہوگی اور بجائے دار کے (کہ جس کا ترجمہ جابجا گھر کیا گیا ہے) بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی اپنے حال پر رہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلا ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیریہ۔

نویں فصل ☆

ان چیزوں کی بیع کے بیان میں جو دوسری چیز سے متصل ہوں اور ایسی بیع کے بیان میں جس میں استثناء ہو

جو دودھ تھنوں کے اندر ہے یا جو بچہ پیٹ میں ہے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے اور اس پشم کا جو بکری کی پیٹھ پر ہے روایت مشہورہ میں جائز نہیں ہے کذافی محیط السرخسی۔ اگر عقد واقع ہونے کے بعد بائع نے پشم یا دودھ کو سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں اور وہ عقد صحیح نہ ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ جانوروں کی جفتی[1] میں بیع بالکل[2] نہیں ہوتی ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ گیہوں جو بالیوں کے اندر موجود ہیں ان کا بیچنا ناپ اور تول دونوں طرح سے جائز ہے اگرچہ ہنوز دانہ سخت نہ ہوئے ہوں یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ بیع مزابنہ جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوارے درخت پر لگے ہوئے ہیں ان کو ٹوٹے ہوئے چھواروں کے عوض انہی کے کیل کے مثل پر انداز و کوت سے فروخت کرے اور بیع محاقلہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بالیوں کے گیہوؤں کو انہی کے مثل پیمانہ پر انداز و کوت کر کے گیہوں کے عوض فروخت کرے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے۔ اگر ایسے گیہوؤں کا بھوسہ خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر روندنے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بیع ملامسہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکا دیں اور دونوں کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ جب مشتری اس چیز کو چھولے تو بائع کی طرف سے بیع ہوگئی اور کنکری پھینکنے کی بیع جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ کنکری پھینکے اور وہاں چند کپڑے رکھے ہوں پس جس کپڑے پر کنکری جا پڑے وہی مبیع ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ وہ معین ہو یا غیر معین ہو یعنی یہ فرق معتبر نہیں ہے لیکن یہ ضرور چاہیے کہ وہ دونوں پہلے سے ثمن پر راضی ہو لیں اور اسی طرح بیع منابذہ بھی جائز نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکنے کو نہ دیکھا اس بنا پر[3] کہ یہ پھینکنا بیع ہے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے۔

گیہوؤں کا درخت بدوں گیہوؤں کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر سیپ فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر خربوزے کے اندر کے بیج کسی نے خریدنا چاہے اور بائع نے فروخت کر دیئے اور خربوزہ والا اس بات پر راضی ہو گیا کہ خربوزہ تراش دے تو بیع باطل ہے بالکل جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذافی جواہرالاخلاطی اور اسی طرح اگر چھوارے[4] کے اندر کی گٹھلی اور تلی کے اندر کا تیل اور زیتون کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بائع نے اس کو مشتری کے سپرد کر دیا تو بھی جائز[5] نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی جولاہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عمامہ اپنے ریشمی تار[6] ڈال کر بُن دے اور اس نے بُن دیا پھر اس سے وہ ابریشم جو اس نے عمامہ میں بُنا ہے خرید کیا تو جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور عیون میں لکھا

---

[1] یعنی گابھن کرائی بطور بیع کے ناجائز ہے وقد مرت المسئلہ ۱۲۔ [2] محض باطل ہے ۱۲۔ [3] قولہ اس بنا پر یعنی پھینکنا اس معنی میں سمجھیں ۱۲۔
[4] محتمل ست کہ مراد تخم ہر کہ باشد یعنی پھل کے اندر کے بیج ۱۲۔ [5] بیع منقلب ہو کر جائز نہ ہو جائے گی ۱۲۔ [6] قولہ تار یا تانہ ۱۲۔

ہے کہ اگر مٹکا جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہے کہ جس کا نکالنا بدوں دروازہ توڑنے کے ممکن نہیں ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لا کر سپرد کرے اور اگر مشتری نے جانا کہ بیت کے اندر بائع اس کو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے پس اگر بدوں توڑنے کے قدرت نہیں رکھتا ہے تو اس کو توڑے گا اور نکالے گا اور بعضوں نے کہا کہ بیع باطل ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس خاص کپاس کے حبوب[1] فروخت کئے تو جائز نہیں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ فقیہہ ابواللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کھال اور اوجھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے پس اگر اس کے بعد بائع نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جدا کر کے دے دیا تو عقد جائز نہ ہو جائے گا۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے شہتیر جو چھت میں پڑا ہوا ہے یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم میں سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ میں سے یا تلوار کی چاندی کہ جو بلا ضرر نہیں چھوٹ سکتی ہے یا آدمی کھیتی کہ جو ابھی پکی نہ تھی یا دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہیں پس اگر بائع اس بات پر راضی ہو گیا کہ شہتیر اُکھاڑ دے یا کپڑے اور لکڑی میں سے ایک گز قطع کر دے یا تلوار میں سے چاندی جدا کر دے یا کھیتی کو جب کہ سب اسی کی تھی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ کوئی بائع ایسا فعل کرے بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے بائع نے کوئی فعل ان میں سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اس کو خیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اپنی دیوار میں شہتیر (لینٹر) وغیرہ رکھنے دینے کا مسئلہ☆

دیوار میں سے شہتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور انگوٹھی کے اندر نگینہ فروخت کرنے کی دو صورتیں ہیں کہ اگر اس کے نکالنے میں ضرر ہو تو بیع جائز نہ ہوگی اور انگوٹھی اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو امانت رہے گی اور اگر اس کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس کے نکالنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے اور اس صورت میں اگر انگوٹھی اس کے پاس تلف ہو جائے تو اس پر نگینہ کا ثمن واجب ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے انگوٹھی کے اندر ایک نگینہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان میں سے بدوں ضرر کے نہیں نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اس کا مالک ہوگا یا یہ بیع موقوف ہے تو امام محمدؒ نے جدا کر دینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیع موقوف رہے گی مشتری مالک نہ ہو گا تاوقتیکہ بائع کو اس میں خیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنی مبیع کے اُکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اس کا ایسا حال ہو جائے[2] کہ بائع اس کے سپرد کرنے سے انکار نہ کر سکتا ہو تو مشتری مالک ہو جائے گا اور اگر مشتری نے اس میں کچھ جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے پوری انگوٹھی یا بیت دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیع کو توڑ دے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ منتقی میں اس جنس کے مسئلوں کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ جن چیزوں میں ہم بائع پر یہ جبر کر سکتے ہیں کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا بر اس بیع کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور جن چیزوں میں ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہیں کر سکتے اور بائع نے اس کے سپرد کر دی تو مشتری قابض نہ ہوگا اور ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے کچھ صوف جو بچھونے میں بھرا ہوا ہے فروخت کیا اور بائع نے اس کے اُدھیڑنے سے انکار کیا پس اگر اس کے اُدھیڑنے میں ضرر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو جائز ہے پس اگر اُدھیڑنے کے باب میں دونوں اختلاف کریں تو بائع پر واجب ہوگا کہ تھوڑا سا اُدھیڑ کر مشتری کو دکھلا دے

---

[1] حبوب اے بنولے ۱۲۔ [2] یعنی اکھاڑ ڈالے ۱۲۔

پس اگر وہ دیکھ کر راضی ہو گیا تو باقی اُدھیڑنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جائے گا اور اسی طرح زمین کے اندر گاجر کی بیع کا بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دکان کے اندر کی عمارت[1] اور زمین کے درختوں کی بیع کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس کے جدا کرنے میں بائع کی ملک کو ضرر نہ پہنچتا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

ابن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے کہا کہ اگر بالفرض میں نے ایک شہتیر غصب کر لیا اور اس کو ایک بیت کی چھت میں ڈالا یا میں نے کچھ پختہ اینٹیں غصب کر لیں اور اس سے ایک دار بنایا یا میں نے ایک چوکھٹ غصب کر لی اور اس کو ایک دروازہ میں لگایا پھر میں نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کر دیا تو کیا ایسی بیع کو آپ جائز سمجھتے ہیں اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اس کو واپس کرنے کا اختیار ہو گا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی کاشتکار کی کسی شخص کی زمین (کھیت ۱۲) میں عمارت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنا یا درخت تھا تو جائز ہے بشرطیکہ زمین میں چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کھیت کی گوڑائی یا نہر کا اُکارنا یا اس کے مثل ہو تو جائز نہیں ہے۔ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر مبیع کوئی دار یا زمین ہو کہ جو دو شخصوں میں بلا تقسیم مشترک ہو پھر ایک ان میں سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو بیع جائز نہیں ہے نہ اس کے حصہ کی اور نہ اس کے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے دار یا زمین میں سے اپنا پورا حصہ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ پانی بہنے کے راستہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور گزرگاہ[2] کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی[3] نے ایک ایسی باندی کہ جس کے پیٹ میں بچہ تھا کہ جس کے حق میں یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلاں شخص کو دیا جائے فروخت کر دی پھر جس شخص کو دے دینے کے واسطے وصیت کی گئی تھی اس نے بیع کی اجازت دے دی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جنی تو اس شخص کو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی تو ثمن میں سے اس کا حصہ ہو گا لیکن اگر قبضہ سے پہلے وہ بچہ مر گیا تو کچھ حصہ نہ ہو گا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی اور اس شخص نے کہ جس کے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیع کی اجازت نہ دی یا بچہ کو آزاد کر دیا تو اب مشتری باندی کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے گا اور بچہ جننے کے بعد اس شخص کا اجازت دینا کسی حال میں صحیح نہیں ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر مبیع میں سے ایسی چیز کو استثناء کیا کہ جس کا جدا بیچنا جائز ہے تو استثناء جائز ہو گا چنانچہ اگر ایک ڈھیری فروخت کی مگر ایک صاع اس میں سے یعنی ایک صاع کا استثناء کیا یا یوں کہا کہ میں نے یہ مثلاً سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس (۱۰) سیر۔ اسی طرح اگر کوئی عددی چیزیں ہوں کہ جو باہم قریب قریب ہیں اور ان میں سے استثناء کیا تو بیع جائز ہو گی اور اگر مبیع میں سے ایسی چیز کا استثناء کیا کہ جس کا الگ بیچنا جائز نہیں ہے تو استثناء صحیح نہ ہو گا جیسے کوئی باندی بدوں اس کے حمل کے یا کوئی بکری بدوں اس کے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریوں کا بدوں ایک بکری کے یا چاندی[4] چڑھی ہوئی تلوار بدوں اس کے چاندی کے فروخت کی تو بیع جائز نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی عمارت یا دار فروخت کرنے میں اس میں کی لکڑی کو استثناء کیا یا کچی اور پکی اینٹیں اور مٹی کو استثناء کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری نے اس کو توڑ ڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کرنے میں اس میں سے چند رطل معلومہ کا استثناء کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پھل ٹوٹے ہوئے ہوں اور سب کو فروخت کرنے میں اس میں سے ایک صاع کا استثناء کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ روایت[5] امام حسن بن زیاد کی ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق جائز ہونا چاہئے اور اگر ایک خرما کا باغ فروخت کیا اور اس میں سے ایک درخت معلوم استثناء کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر ایک

---

[1] کسی قسم کی تعمیر ہو کہ جس سے آبادانی مقصود ہوتی ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ گھر ہو ۱۲۔ [2] یعنی خاص راستہ جو مملوک ۱۲۔ [3] مثلاً وارث نے ۱۲۔ [4] قولہ جبکہ چاندی بلاضرر چھوٹ سکتی ہو ۱۲۔ [5] یعنی عدم جواز کی ۱۲۔

دھیڑی سو درہم کے عوض سوائے اس کے دسویں حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے ثمن میں اس کا نو دسواں حصہ ملے گا اور اگر بائع نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اس کا دسواں حصہ میرا رہے گا تو مشتری کو اس کا نو دسواں حصہ بعوض ثمن کے نو دسویں حصہ کے ملے گا اور امام محمدؒ سے اس کے بر خلاف روایت کیا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں بعوض پورے ثمن کے ملے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض سو درہموں کے اس شرط پر بیچتا ہوں یہ یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ بدوں اس بکری کے بیچتا ہوں تو ننانوے (۹۹) بکریاں بعوض سو درہم کے مشتری کو ملیں گی کذانی فتح القدیر اور اگر کہا کہ یہ سو بکریاں تیرے لیے بعوض سو درہم کے بدوں اس کے آدھے کے ہیں تو آدھی بکریاں بعوض سو درہم کے ہوں گی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اس کی آدھی رہیں گی تو مشتری کو اس کی آدھی پچاس درہم کو ملیں گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کچھ بکریاں یا کپڑے کی گٹھڑی بعوض سو درہم کے فروخت کی اور اس میں سے ایک غیر معین کو استثناء کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر معین کا استثناء کیا تو جائز ہے کذانی الخلاصہ۔ یہی حکم ہر ایسی عددی چیزوں کا ہے جو باہم متفاوت ہوں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ایسی باندی کی بیع کہ جس کے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ کی نظیر گیارہ مسئلہ اور ہیں یک وہ ہے کہ عقد اور استثناء دونوں جائز ہوں اور وہ یہ ہے کہ باندی کے دے دینے کی کسی کو وصیت کی اور اس کے پیٹ کا بچہ استثناء کیا یا پیٹ کے بچہ کو دے دینے کی وصیت کی اور باندی کا استثناء کیا تو استثناء صحیح ہے اور چار مسئلے اس میں سے وہ ہیں کہ جن میں عقد اور استثناء دونوں فاسد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر باندی کو فروخت کیا یا اس کو مکاتب کیا یا اجرت پر دیا یا قرضہ سے اس کے دینے پر صلح کی اور اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو یہ سب عقود فاسد ہیں اور چھ (۶) صورتیں اس میں سے وہ ہیں کہ جس میں عقد جائز ہے اور استثناء باطل ہے اور وہ یہ کہ اگر باندی کو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا اس کو مہر میں دے دیا یا عمداً خون کرنے کی صلح میں اس کو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے خلع کرانے میں دے دیا یا اس باندی کو آزاد کر دیا یا ان سب صورتوں میں اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو ان سب عقود میں استثناء باطل ہے اور عقود نافذ ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امالی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزار درہم کو مگر نصف اس کا پانچ سو درہم کو تو پورے غلام کی بیع ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) درہم کو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اس کا سو درہم کو بیچا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار ایک سو درہم کو ملے گا اور بھی امالی میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اس کا آدھا بعوض تین سو درہم یا تہائی ثمن یا سو دینار کے رہے گا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو سوائے سو گز کے فروخت کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع فاسد ہے ☆

کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اس میں آمد و رفت کا حق رہے گا تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر دار کے مالک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو بالا خانہ اس پر برقرار رکھنے کا حق رہے تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

ابن سماعہؒ نے اپنے نوادر میں امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اس میں کا ایک راستہ اس جگہ سے اور دار کے دروازہ تک استثناء کیا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا اور اس کو اپنے یا غیر کے واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہے اور جو ثمن کہ ذکر کیا ہے وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہوگا اور اگر دار کی فروخت میں یہ شرط کی کہ اس میں ایک راستہ بائع کا ہوگا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں اپنا یہ دار تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر

بیچتا ہوں کہ یہ معین بیت میرا رہے گا تو صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچتا ہوں تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اس کی عمارت کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور بنا بیع میں داخل نہ ہوگی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس میں سے ایک درخت معین کو مع اس کے جائے قرار کے استثناء کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اس درخت کی شاخوں کو اپنی ملک میں لٹکنے نہ دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں ابو یوسف و زفر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو سوائے سو (۱۰۰) گز کے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا جبکہ وہ دار کے تمام گزوں کی پیمائش سے واقف ہو پس اس کو اختیار ہے کہ اگر راضی ہو تو بائع اس کے ساتھ دار میں سو گز کا شریک ہوگا اور اگر نہ راضی ہو تو بیع کو ترک کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو یہ طعام سوائے دس (۱۰) قفیز کے اس میں سے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور جب اس میں سے دس (۱۰) قفیز نکالی جائیں تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر کسی چیز[1] کو بعوض سو دینار کے باستثناء ایک دینار کے ان سو دیناروں میں سے فروخت کیا تو بیع ننانوے (۹۹) دینار پر قرار پائے گی کذا فی البحر الرائق۔

دسویں فصل ☆

ایسی دو چیزوں کے فروخت کرنے کے بیان میں کہ جن میں ایک کی بیع جائز ہی نہ ہو اور فروخت کی ہوئی چیز کو جتنے کو بیچا ہے اس سے کم پر خریدنے کے بیان میں

جو شخص آزاد و غلام دونوں کو جمع کر کے فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونوں کو جمع کر کے فروخت کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں کی بیع باطل ہے خواہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کھال کھنچی ہوئی مذبوحہ دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی نکلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جس نے اس پر عمداً اللہ کا نام نہیں لیا ہے تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے محض غلام کو اور مدبر یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو محض غلام کی بیع اس کے حصہ ثمن کے عوض جائز ہوگی اور جس نے وقف اور ملک کو جمع کیا اور ثمن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک[2] کی بیع صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو مٹکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک[3] شراب کا ہے پس اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ نہ بیان کیا گیا تو دونوں کا عقد فاسد[4] ہوگا اور اگر بیان کر دیا گیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس طرح بیچ ڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم ہے تو مقبوض کی بیع جائز ہے اور غیر مقبوض کی بیع جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو

---

[1] قال المترجم وفی الاصل اذا باع بمائۃ الا دینارا الخ یعنی سو پر سوائے ایک دینار کے فہذا محتمل ان یقصد بارادہ ان ذکر التمیز فی المستثنیٰ بہذا الوجہ معروف الی المستثنیٰ منہ بعین ماذکر فی المستثنیٰ وہذا فصل اختلف فیہ وقد ذکرہ فی باب الاستثناء فی مواضع من الکتاب وعلی ہذا فیتعلق الحکم بہ بنوع اسلوب العربیۃ ولا مجال الترجمۃ فی ذلک ویحتمل ان یراد بہ کما ذکرہ المترجم فالمراد بہ الثمن ولما کان ہذا فی صورۃ واحدۃ ووضع واحد لم یذکرہ فی العنوان فلیتامل ۱۲۔ [2] وقال المترجم قد قالوا ان الملک یکون بکل الثمن ویخیر اذا لم یعلم بہ وقت العقد ۱۲۔ [3] ایک من شراب ہے ۱۲۔ [4] بالاتفاق ۱۲۔

ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک فقط اس کے غلام کی بیع جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کرلیا اور قیمت نہ ادا کی یہاں تک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اسی بائع کے ہاتھ ہزار درہم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانچ سو درہم کا ہے فروخت کر دیا تو اس کے غلام کی بیع جائز ہوگی اور جو خریدا ہے اس کی بیع جائز نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

منتقیٰ میں ہے کہ کسی شخص نے ایک دار اور ایک مسلمانوں کا راستہ جو محدود معلوم تھا جمع کر کے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق ثابت کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ مختلط تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر راستہ اس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا اور دار اپنے حصہ ثمن کے عوض مشتری کے ذمہ پڑے گا اور اگر راستہ اس طرح محدود نہ ہو کہ اس کی مقدار دریافت نہ ہو جائے تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بجائے راستہ کے مسجد[1] خاص کو ملا کر خریدے تو اس کا حکم راستہ معلومہ کا حکم ہے اور اگر مسجد جماعت ہو تو سب کی بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے[2] کہ جامع مسجد کی بیع جائز و حلال نہیں ہے اسی طرح اگر وہ گری ہوئی پڑی ہو یا میدان ہو کہ جس میں کچھ عمارت تو نہیں موجود ہے مگر دراصل وہ جامع مسجد ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زمین دو شخصوں میں مشترک ہو کہ دونوں میں سے ایک نے پوری زمین اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ سے ایک ایسے دار[3] پر صلح کی جو دونوں میں مشترک تھا تو اس صورت میں بھی یہی فرماتے تھے کہ صلح فاسد ہے اور اگر کسی نے ایک غلام خرید کر پانچ سو روپیہ نقد دیئے تو پانچ سو وہ جو اس کے فلاں شخص پر قرض تھے ثمن میں ٹھہرائے یا پانچ سو کی یوں میعاد ٹھہرائی کہ جب عطا ہوں[4] تو دوں گا تو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ سب کی بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک محدود زمین دس (۱۰) درہم اور ہزار من[5] گیہوؤں کے عوض کہ جس کا وصف بیان کر دیا تھا خریدی لیکن گیہوں ادا کرنے کی جگہ بیان نہ کرنے کی وجہ سے گیہوؤں کے حصہ کی بیع امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہوگئی پس آیا یہ فساد باقی کی طرف امام اعظمؒ کے قول کے موافق متعدی ہوگا یا نہیں تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق شیخ نے فرمایا کہ باقی کی طرف فساد متعدی نہ ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ خود کوئی چیز فروخت کی یا اس کی طرف سے اس کے وکیل نے بیچی اور مشتری نے ہنوز ثمن نہیں ادا کیا ہے اور مبیع کی ذات میں کچھ نقصان بھی نہیں آیا ہے تو ایسی حالت میں اس مشتری یا اس کے وارث سے نہ اس شخص سے جس کو ہبہ کی گئی یا اس کے لئے وصیت کر دی گئی ہو بائع کو یہ جائز نہیں ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے لئے ایسے شخص کو جائز ہے کہ جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو کہ جتنے کو بیچی ہے اس کی جنس سے اس سے کم ثمن پر اپنے واسطے یا غیر کے واسطے مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید کرے اور اس مقام پر اور شفعہ میں درہم و دینار ایک جنس شمار کئے جاتے ہیں کذا فی الکافی۔ اگر مشتری پر ثمن ادا کرنے میں کچھ باقی رہ جائے تو بھی[6] یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر پہلے اس کو دیناروں کے عوض بیچا پھر درہموں کے عوض کم پر خرید کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پہلے اس کو دیناروں کے عوض بیچا پھر چاندی کے پتروں[7] کے عوض کمی سے خریدا تو جائز ہے اور اگر پیسوں کے عوض کمی پر خریدا تو امام محمدؒ کے قول پر ناجائز ہے اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسری جنس ثمن کے عوض خریدی یا

---

[1] قولہ مسجد خاص جو عام جماعت کے لیے نہ ہو ۱۲۔ [2] اصل عربی فرمودہ کہ این عبارت اور بعض نسخ منتقیٰ یافتہ شد ۱۲۔ [3] یعنی پورے دار پر ۱۲۔

[4] اس لیے کہ وعدہ عطاء وعدہ مجہول ہے و کذا الاول ۱۲۔ [5] قولہ من قال المترجم من سے مراد من شرعی جو قریب سیر کے ہوتا ہے اور ہم خطبہ میں تفصیل کر چکے ۱۲۔ [6] تاوقتیکہ پورا ثمن ادا نہ ہو جائے تب تک یہی حکم ہے ۱۲۔ [7] یعنی سکہ نہ تھا ۱۲۔

عیب دار ہو جانے کے بعد خریدی تو جائز ہے۔ یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ثمن اوّل ادا کرنے سے پہلے یا بعد کو زیادتی کے ساتھ خریدی تو جائز ہے اور اگر نرخ گھٹ گیا اور مبیع میں اس نرخ کی وجہ سے گھٹی آئی پھر بائع نے اس کو جتنے کو بیچا تھا اُن سے کم پر خرید کیا تو جائز نہیں ہے اور نرخ کا اعتبار نہ ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے آدھے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر آدھے کو آدھے ثمن سے کم پر خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے مشتری پر حوالہ[1] کر دیا پھر اس کو کمی کے ساتھ خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اوّل نے دوسرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر وہ چیز (مبیع ۱۲) پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیع سب لوگوں کے حق میں فسخ شمار ہو تو پہلے بائع کی خرید کمی کے ساتھ جائز نہ ہوگی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیع صرف ان دونوں کے حق میں فسخ کا اور تیسرے کے حق میں نئی بیع کا حکم رکھے تو پہلا بائع اس کو اپنے فروخت کئے ہوئے داموں سے کمی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اس کو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر ان درہموں کو زیوف پایا (بائع نے ۱۲) اور واپس کر دیا تو جواز باطل نہ ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر ثمن سے صلح کر لی اور بائع نے اس پر قبضہ بھی کر لیا پھر اس چیز کو کمی سے خریدا پھر کپڑے میں کوئی عیب پایا اور اس کو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہ ہوگی اور اگر بائع نے درہموں کو ستوق[2] پایا ہو تو خرید فاسد ہو جائے گی اور اگر اس چیز کو جس کو بائع نے فروخت کیا ہے بائع کے باپ یا بیٹے نے کمی کے ساتھ اپنے لئے خرید لیا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کمی سے خرید لیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سو درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سو درہم کو فروخت کی پھر اس باندی کو غلام اور سو درہم کے عوض خریدا تو آدھی باندی کی بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درہم اُدھار پر فروخت کیا اور کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی پھر اس اجنبی نے بیع کی اجازت دے دی پھر اس اجنبی نے اس کو پانچ سو درہم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے[3] خرید لیا تو جائز ہے اور اگر جو شخص بائع ہے وہی خریدے تو جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر اس کے بعد جس کو ہبہ کی ہے اس نے ہبہ کرنے والے یعنی مشتری کو ہبہ کر دی پھر اُس مشتری سے اس کے بائع نے کمی پر خریدی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اس نے بیچا تھا اس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً مبیع ہبہ کر کے اس کے سپرد کر دی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کمی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درہم کو بیچنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے اس کو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اس کے حکم سے جتنے کو بیچا ہے اس سے کمی پر خریدے تو جائز نہیں ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اس کے مولیٰ کو کمی کے ساتھ خرید کرنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس نے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو

---

[1] یعنی مثلاً بائع نے اپنے قرض خواہ زید کو مشتری پر حوالہ کر دیا یعنی اتر ادیا کہ اس سے تو اس قدر لے لے اور مشتری نے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور حوالہ کے شرائط کتاب الحوالہ میں آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ [2] ستوق کیونکہ ستوق میں پیتل غالب ہوتا ہے اور وہ جنس درہم میں شمار نہیں ہیں اس واسطے مبیع متحقق نہ ہونے سے خرید ثانی باطل قرار دی جائے گی بخلاف زیوف کے کہ زیوف میں اس کے برعکس ہے اور تجار لوگ اپنے معاملات میں ان کو رد نہیں کرتے ہیں بخلاف بیت المال کے وقد فصلنا کل ذلک فی المقدمۃ ۱۲۔ [3] یعنی مشتری سے خرید ۱۲۔

وکیل کیا تا کہ وہ کمی کے ساتھ خریدے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ جو چیز فروخت کی ہے اس کے ساتھ ملا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کمی کے ساتھ خریدنے میں اس دوسری چیز کی بیع صحیح ہوتی ہے مثلاً ایک باندی پانچ سو درہم کو خریدی اور اس کو اور اس کے ساتھ ملا کر دوسری کو بائع کے ہاتھ ثمن ادا کرنے سے پہلے پانچ سو درہم کو بیچا تو جس باندی کو نہیں خریدا تھا اس کی بیع جائز ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ قدوری میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو بعوض ایسے ثمن کے جو فی الحال ادا کیا جائے فروخت کر کے پھر اس کو اسی ثمن کے عوض میعاد مقرر کر کے خرید کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ایک ہزار درہم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اس کو ایک ہزار کو دو برس کے وعدہ پر خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر ثمن میں ایک درہم یا زیادہ بڑھائے تو جائز ہے اور ثمن ثانی کی زیادتی بمقابلہ اس نقصان کے قرار دی جائے گی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہوگئی ہے کذا فی المحیط۔

بناب دلچم:

ان شرطوں کے بیان میں جن سے بیع فاسد ہوتی ہے اور جن سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے

جاننا چاہئے کہ بیع میں جو شرط کی گئی یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جس کو عقد بیع چاہتا ہے یعنی وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہے پس ایسی چیز کی شرط کرنے سے عقد میں فساد نہیں آتا ہے جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ مبیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ پر شرط لگانا کہ ثمن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جس کو عقد نہ چاہتا ہو یعنی بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہ ہو لیکن یہ شرط اس عقد سے مناسب ہے یعنی اس عقد کا استحکام کرتی ہے مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کا کوئی کفیل دے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اس مجلس میں موجود ہو اور کفالت قبول کرلے یا موجود نہ ہو اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہو کر کفالت قبول کرلے تو استحساناً بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن دے اور وہ رہن اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحساناً جائز ہے کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد میں سے نہیں ہے مگر موجب عقد کا موکد ہے اور مغنی میں لکھا ہے کہ اگر وہ رہن معین نہ ہو لیکن اس کا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جس کا وصف بیان کر دیا گیا ہے تو جائز ہے اور اگر رہن معین نہ ہو اور اس کا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونوں میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہوگی لیکن اگر دونوں رضامندی کے ساتھ اسی مجلس میں وہ رہن معین کر دیں اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اس کو بائع کے سپرد کر دے یا یہ کہ مشتری ثمن کو فی الحال ادا کر دے اور میعاد کو باطل کر دے تو بیع استحساناً جائز ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل معین نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اس مجلس عقد میں موجود ہو خواہ اس نے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن کفالت قبول نہ کی یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے یا اس نے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحساناً فاسد ہو جائے گی خواہ اس کے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر یہ شرط کی کہ جید گیہوؤں کا ایک کر رہن کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ جہالت مفسد بیع نہیں ہے اور اگر بیع میں کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا لیکن اس سے کہا جائے گا کہ یا تو رہن یا اس کی قیمت یا ثمن ادا کر دیا عقد فسخ کر دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے ان سب صورتوں سے انکار کیا تو بائع کو پہنچتا ہے کہ بیع کو فسخ کرا دے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس

شرط پر خریدی کہ فلاں شخص کفیل بالدرک[1] رہے تو یہ بمنزلہ ایسے شرطیہ خریدنے کے ہے کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل اس مجلس میں حاضر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دے گا کہ ثمن اس سے لے لے تو بیع قیاساً و استحساناً فاسد ہے اور اگر یہ شرط ہوئی کہ مشتری بائع کو اپنے سوا دوسرے[2] پر ثمن لینے کا حوالہ کر دے گا تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور بعض مشائخ نے حوالہ کی صورت میں یہ کہا ہے کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار پر اترا دے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اترا دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور حاکم نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہر طرح جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہیں ہے لیکن شرع میں اس کا جواز وارد ہوا جیسے شرط خیار اور میعاد یا شرع میں اس کا ورود نہیں ہوا لیکن لوگوں میں متعارف ہے مثلاً کوئی نعل[3] اور اس کا تسمہ اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے تو بیع استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر چمڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کا موزہ یا قلنسوہ بنا دے بشرطیکہ اس کا استر اپنے پاس سے لگا دے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک موزہ کہ جس میں شگاف تھا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے یا کوئی کپڑا کہ جس میں چھید تھا کسی گدڑی فروش سے اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے اور اس پر پیوند لگا دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کرباس اس شرط پر خریدا کہ اس کو قطع کر کے سی دے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا عرف نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جس کا شرع میں جائز ہونا کسی صورت میں وارد نہ ہوا اور نہ وہ لوگوں میں متعارف ہے پس ایسی شرط میں اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کا نفع یا جس پر عقد قرار پایا ہے اس کا نفع ہو اور وہ غیر[4] پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کر دے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کر دے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس نے بیع کرنے میں ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام مجھے بطور زیادت[5] کے عطا کر تو یہ جائز ہے اور یہ ثمن کے اندر زیادتی میں شمار ہوگا[6] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اس کو فروخت کرے تو بائع اس کے ثمن کا زیادہ حقدار ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اس کو لے کر اس نہر سے تجاوز نہ کرے گا اور مجھ کو پھیر دے گا تو میں اس کو قبول کر لوں گا ورنہ نہیں پھیروں گا تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تاوقتیکہ تو اس کو لے کر کل تک تجاوز نہ کرے گا تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی چیز اس واسطے خریدی کہ بائع کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر کچھ پھل اس واسطے خریدے تا کہ بائع اس کو توڑ دے یا بائع ایک ہزار درہم مشتری کو قرض دے تو بیع فاسد ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو کچھ ہبہ کرے یا صدقہ دے یا کوئی چیز اس کے ہاتھ بیچ ڈالے یا اس کو کچھ قرض دے تو بیع

---

[1] کفیل بالدرک الخ انچہ بعد بیع حادث شود بران کفالت کند یعنی اگر مبیع میں مثلاً استحقاق وغیرہ پیدا ہو تو یہ شخص ثمن کا ضامن رہے ۱۲۔ [2] یعنی قرضدار مشتری ۱۲۔

[3] نعل عرب وغیرہ میں تسمہ دار جوتیاں ہوتی ہیں، چنانچہ اکثر لوگ اس کو جانتے ہیں ۱۲۔ [4] قولہ غیر پر کسی حق آہ یعنی بنی آدم ہو فلو قا من بنی آدم کما قال اہل المتون کان اخصر ولکن لم تفہم مند الوجہ المفہوم بہذا افافہم ۱۲۔ [5] پس معنی یہ ہوئے کہ ثمن میں اس قدر اور بڑھا دے ۱۲۔ [6] قال المترجم فعلی ہذا ذا کان العبد الذی برید زیادۃ بساوی اشتراہ تبغی ان لا یجوز الملہم الا ان یقال انہ متی دخل فی الثمن صار الکل ثمنا والثمن ما تراضیا علیہ والا یجری فی الحیوان لربوا فتامل ۱۲۔

فاسد ہے اور اگر فلاں شخص اجنبی کے قرض دینے کی شرط کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پھر جب اس خریدی ہوئی چیز کے نفع کی شرط کی تو عقد کا فاسد ہو جانا صرف اسی صورت میں ہے کہ وہ چیز یہ لیاقت رکھتی ہو کہ دوسرے پر اس کا استحقاق حاصل ہو اور ایسی چیز رقیق ہے اور سوائے رقیق کے اور حیوانات کے جن کا غیر پر حق ثابت نہیں ہوتا ہے اور اس کے نفع کی شرط پر خریدی یعنی ایسی شرط کے ساتھ کہ جس میں اس کا نفع ہے تو عقد فاسد نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی چیز سوائے رقیق کے حیوان میں سے اس شرط پر خریدی کہ اس کو فروخت نہ کرے گا یا ہبہ نہ کرے گا تو بیع جائز ہوگی اگر چہ اس میں معقود علیہ کا نفع مشروط ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام یا باندی اس شرط پر فروخت کی کہ تو اس کو نہ بیچنا اور نہ اس کو ہبہ کرنا اور نہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالنا تو بیع فاسد ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو کھانا کھلائے تو بیع جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اس کو خبیص[1] یا گوشت کھلائے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو آزاد کر دے تو ظاہر الروایہ میں بیع فاسد ہوگی یہاں تک کہ اگر مشتری نے اس کو قبضہ کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہوگا اور اگر اس پر قبضہ کیا پھر اس کو آزاد کر دیا تو پہلا عقد جائز ہو جائے گا اور یہ امام ابو حنیفہؒ کا استحسان ہے حتیٰ کہ مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک عقد جائز نہ ہوگا اور اس کو قیمت دینی پڑے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہو جاتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد باطل ہوگا ☆

اس بات پر اجماع ہے کہ اگر وہ غلام مشتری کے پاس آزاد کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کو قیمت دینی پڑے گی اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا اس کو ہبہ کر دیا تو بھی اس پر قیمت واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری اس کو دیبا کے (ریشمی ۱۲) کپڑے پہنائے گا یا یہ کہ اس کو نہیں مارے گا یا یہ کہ اس کو ایذا نہ پہنچائے گا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو مدبر بنائے یا ام ولد بنائے تو بیع فاسد ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر منفعت کی شرط دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک اور دوسرے اجنبی کے درمیان جاری ہوئی بایں طور کہ مشتری نے اس شرط پر خرید کیا کہ بائع کو اتنے درہم فلاں اجنبی قرض دے اور مشتری نے اس کو قبول کر لیا تو صدر الشہیدؒ نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد نہ ہوگا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہو جائے گا اور جو قدوری نے ذکر کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ چیز اس شرط پر خریدی کہ تو مجھ کو یا فلاں شخص کو قرض دے اور اس صورت[2] میں قدوریؒ نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہو جاتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد باطل ہوگا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط بائع پر لگانی نہیں جائز ہے اگر غیر بائع پر عقد میں مشروط ہو تو عقد باطل ہوگا از انجملہ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کو بیس (۲۰) درہم ہبہ کرے تو یہ باطل ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فلاں شخص مجھ کو بیس (۲۰) درہم ہبہ کرے تو بھی باطل ہے اور ہر ایسی شرط کہ جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد نہ ہوتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد فاسد نہ ہوگا (جائز ہوگا ۱۲) اور اس کو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلاں شخص اجنبی مجھ سے اس قدر گھٹائے تو بیع جائز ہے اور اس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور ابن سماعہؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع مشتری کے

---

[1] خبیص ایک قسم کا حلوا ہوتا ہے ۱۲۔ [2] قلت فہذہ تحمل الشرط بالمفہوم المراد فاحتمل ان یکون الحکم بالفساد بہذا الوجہ ولذلک ذکرہ صاحب الذخیرہ فافہم ۱۲۔

بیٹے یا اجنبی کو ثمن میں سے اس قدر دے[1] اس قدر دے دے تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا (دستوری مشروط ۱۲) اس شرط پر بیچا کہ اس کو مشتری فروخت نہ کرے اور نہ اس کو ہبہ کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو ہبہ یا فروخت نہ کرے یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اس کو نہ کھائے نہ فروخت کرے تو کتاب المزارعت میں جو مذکور ہے وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی مجرد میں حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور یہی ظاہر مذہب ہے کذا فی الہدایہ حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو چارہ نہ چرائے[2] تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ شرط ہے کہ مشتری اس کو ذبح کر ڈالے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر صرف یہ شرط لگائی کہ مشتری اس کو فروخت یا ہبہ کر دے اور فلاں شخص کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور منتقی میں لکھا ہے کہ اسی طرح ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو بدوں اجازت فلاں شخص کے فروخت نہ کرے یا کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو نہ گرا دے اور نہ اس کو بنائے بدوں اجازت فلاں شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے ہاتھ بعوض سو درہم کے حرام کمائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ میں اس کا ثمن اس کے فروخت سے ادا کروں گا تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنا دے تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اس کو فقیروں پر صدقہ کر دے تو بھی فاسد ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو سقایہ[3] یا مسلمانوں کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر شیرۂ انگور میں یہ شرط کی کہ اس کو شراب بنا دے تو بیع[4] جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ تین سو درہم کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درہم کو بیچتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے گا یا تین سو درہم میں لیتا ہوں اور ایک سال تیری خدمت کرے گا تو یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس بیع میں اجارہ کی شرط ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کے واسطے بیچتا ہوں تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو جلا دے یا کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس کو ڈھائے تو بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں نہ نفع ہو اور نہ ضرر ہے مثلاً کچھ کھانا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو کھالے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اس کو پہن لے تو بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اس سے وطی کرے یا یہ کہ وطی نہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درہم کو جو تیرے فلاں شخص پر قرض ہیں وہ تجھ کو اس کی طرف سے ادا[5] کرنے کی غرض سے بیچتا ہوں تو بیع جائز ہوگی اور بائع اس فلاں شخص کی طرف سے ادا کرنے میں متطوع قرار دیا جائے گا اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلاں پر ہے اور وہ ایک ہزار

---

[1] قولہ اس قدر دیوے مثلاً ثمن بارہ درہم میں سے چار درہم دے اور اس سے نکلانہ ظور و پیہ وغیرہ دستوری جو معروف ہے وہ بمنزلہ مشروط ہوتی ہے اور اس سے بیع فاسد ہوتی ہے ۱۲۔ [2] قولہ چارہ یعنی باندھ کر گھر میں کھلائے ۱۲۔ [3] سقایہ سبیل خانہ ۱۲۔ [4] قولہ جائز لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۱۲۔ [5] قولہ ادا یعنی ثمن سے تیرے قرض دار کا قرضہ تجھے ادا ہو جائے ۱۲۔

درہم ہیں فروخت کیا اور فلاں شخص بھی راضی ہوا تو بیع جائز ہوگی اور وہ مال اس قرضدار پر جس پر قرضہ تھا بائع کا ہو جائے گا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کا ثمن بائع کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کی طرف سے اس کے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیع فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو[1] درہم اس کام کے دوں گا پس اس شخص نے اس فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو بیع کیا اور بیع میں وہ شرط ذکر نہ کی تو بیع جائز ہوگی اور اس شخص کو سو درہم دینا لازم نہ ہوں گے اور اگر اس نے دے دیئے ہوں تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس سے رجوع کرے (واپس کرے ۱۲) اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں تجھ کو سو درہم ہبہ کروں گا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا یہ غلام ان سو درہموں کے عوض خریدتا ہوں جو فلاں شخص پر ہیں تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ میں اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض ان سو (۱۰۰) درہموں کے جو تیرے فلاں شخص پر آتے ہیں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ وہ شخص اس سے جو تیرا اس پر آتا ہے بری ہو جائے تو یہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے اس کو شرط پر فروخت کی کہ میں اس کے ثمن سے اس قدر کم کروں گا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میں اس کے ثمن سے اس قدر تجھ کو ہبہ کر دوں گا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ میں نے تیرے ذمہ سے اتنا کم کر دیا یا کہا کہ اس شرط پر کہ اس قدر میں نے تجھ کو ہبہ کیا تو بیع جائز ہوگی کیونکہ ہبہ قبل واجب ہونے کے کم کرنے[2] کا حکم رکھتا ہے اور پہلی صورت میں ہبہ کی شرط بعد واجب ہونے کے تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط خیار کر کے اس شرط پر خریدا کہ اگر مشتری اس کو بیع کے واسطے پیش کرے یا اس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا تو یہ بیع[3] فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پر ایک دینار تھا اور اس نے اس سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اس دینار کا مقاصہ نہ کرے تو ظاہر الروایہ کے موافق بیع فاسد ہوگی یہاں تک کہ اگر بجائے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اس کو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً وہ عقد جائز ہو جائے گا یہاں تک کہ مشتری کو اس کا ثمن دینا پڑے گا اور صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو قیمت دینی پڑے گی۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے انگور کے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع باغ کی دیواریں بنوا دے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور میں اس کی دیواریں بنوا دوں گا تو بیع جائز ہوگی اور دیواریں بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جائے گا لیکن اگر اس نے نہ بنوائیں تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی چیز کی فروخت میں یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیع میں یہ شرط قرار پائی تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر بیع میں یہ شرط نہ تھی لیکن بعد بیع کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پہنچتا ہے کہ وہ یکبارگی لے لے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اس کو مشتری کے مکان میں ادا کرے پس لحاظ کیا جائے گا کہ اگر وہ چیز شہر میں ہو اور اس کا مکان بھی شہر میں ہو تو استحساناً اس شرط کے ساتھ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر اس کا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اس کا مکان شہر میں ہو تو بالاجماع جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں شہر سے باہر ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کے مکان تک

---

[1] قولہ سو درہم یہ شرط مفسد ہے پس جب بیع کے وقت مذکور نہ ہوئی تو بیع جائز رہی ۱۲۔ [2] یعنی گھٹا دینے کے حکم میں ہے ۱۲۔ [3] قولہ فاسد یعنی خدمت یعنی بانخاس میں پیش کرنے کی شرط مفسد ہے ۱۲۔

اٹھوا دینے کی شرط کی تو بالا جماع جائز نہیں ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایندھن کسی گاؤں میں صحیح طور پر خرید ااور الفاظ بیع کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اس کو اٹھوا دے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہے اور شرط نہیں ہے پس بائع کا جی چاہے تو اٹھا دے ورنہ نہ اٹھائے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلاں شخص اس مبیع کو اس کے سپرد کرے خواہ اس کو یہ معلوم کہ اس فلاں شخص کی اس میں کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہوا تو بیع فاسد ہوگی اور حسنؒ نے کہا کہ اس کو یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص کی اس میں کچھ چیز ہے پس اگر اس نے مبیع کو سپرد کر دیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دے دے ورنہ بیع باطل کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے ثمن میں سو درہم زیادہ کر دیئے بشرطیکہ تو اس کو میرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو بیچ اور اس نے ایسا ہی کیا تو بیع جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سو درہم پر قرار پائے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ میں تجھ کو ثمن میں سو درہم زیادہ ہبہ کروں گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو ثمن دوسرے شہر میں ادا کرے گا تو بیع فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ثمن فی الحال دینا قرار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی میعاد پر ایک ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری ثمن دوسرے شہر میں ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درہم کے عوض بیع جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اس نے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم (مدت معلومہ ۱۲) کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے شہر کا ذکر فقط ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا اور جگہ معین کرنا ایسی چیزوں میں جن میں بار برداری اور خرچ نہیں ہے صحیح نہیں ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہوتی ہے تو اس کے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہے اور بیع بھی جائز ہوگی۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے ادھار پر اتنے کو اور دو مہینے کے ادھار پر اتنے کو تو جائز نہیں ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں یہ مشک اور اس کے اندر جو زیتون کا تیل ہے تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ مشک پچاس رطل ہے اور زیتون کا تیل پچاس رطل ہے کہ ایک رطل ان دونوں میں کا بعوض ایک درہم کے ہے پھر مشتری نے مشک ساٹھ رطل پائی اور تیل چالیس رطل پایا تو ثمن تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پھر ثمن پر ان دس رطلوں کا حصہ جو اس نے مشک میں زائد پائے ہیں بڑھا دیا جائے گا اور ان دس رطلوں کا حصہ کہ جو اس نے تیل میں سے کم پائے ہیں گھٹایا جائے گا پھر اس کو اختیار دیا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دیسی گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ خوش رفتار ہے تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدی کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدی کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو ظاہر الروایت میں جائز نہیں ہے جیسا کہ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کے ساتھ بچہ ہے تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے ایک ہزار درہم بخارا میں اس شرط پر قرض لئے کہ اس کے مثل سمرقند میں ادا کرے گا یا ایک ہزار درہم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا میں اس شرط پر قرض لئے کہ ان کے مثل سمرقند میں ادا کرے گا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گابھن ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ[1] سے ہے تو فقیہ ابو بکر بلخی نے ذکر کیا ہے کہ مشائخ نے اس بیع کے جائز ہونے میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ یہ بھی مانند چوپایوں میں حمل کی شرط کرنے کے جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ بیع جائز ہے اور فقیہ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کی طرف

---

[1] قولہ پیٹ سے یعنی حاملہ ہے اور اگر بطور براءت عیب ہو تو جائز ہے ۱۲۔

سے ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی فروخت کی اور اس کے حاملہ ہونے سے براءت کر لی خواہ اس کو حمل تھا یا نہ تھا تو بیع جائز ہے۔ یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی گائے اس شرط پر خریدی کہ وہ حلوب[1] یا لبون ہے تو طحاوی نے کہا کہ جائز نہیں ہے۔ شیخ امام استاد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور کرخی نے کہا کہ جائز ہے اور اسی کو فقیہ[2] نے لیا ہے اور اسی پر صدر الشہید[3] نے فتویٰ دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ دودھ والی ہے تو ابوبکر محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ بیع فاسد ہے اور فقیہ ابو جعفر سے ذکر کیا گیا کہ جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ہنر کے ہے پس یہ ایسا ہے کہ گویا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ لکھنے والا یا روٹی پکانے والا ہے اور اس صورت میں بیع جائز ہے پس ویسے ہی اس صورت میں بھی جائز ہوگی اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی خربوزہ اس شرط پر خریدا کہ وہ شیریں ہے یا زیتون یا تل اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے میں تیل نکلے گا یا دھان خام خریدے بدیں شرط کہ ان دھانوں میں فیصدی[4] اتنے میں سفید چاول نکلیں گے یا کوئی بکری یا بیل زندہ اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے من گوشت نکلے گا تو ان سب کی بیع فاسد ہے کیونکہ مشروط کا پہچاننا قبل عمل کے ممکن نہیں[5] ہے۔ یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ اس قدر دودھ دے گی تو سب روایتوں کے موافق بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر اس کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک مہینہ بعد بچہ دے گی تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی[6] نے کہا کہ میں یہ گائے تجھ سے اس شرط پر خریدتا ہوں کہ وہ دودھ دیتی ہے اور بائع نے کہا کہ میں بھی اسی طرح بیچتا ہوں پھر دونوں نے عقد کرتے وقت بلا ذکر اس شرط کے عقد کر لیا پھر اس گائے کو ایسا نہ پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی دار خریدا اور اس دار کے ساتھ فناء دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہ ہوگی ☆

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ایسا ایسا راگ گاتی ہے پھر وہ ناگاہ ایسی نکلی کہ گانا بھی نہیں جانتی تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس صفت کو عیب سے براءت چاہنے کے طور پر ذکر کیا ہو یعنی گانا عیب ہے اور بائع نے جب یہ ذکر کیا تو یہ ذکر کرنا اس کا بطور اظہار عیب کے تھا اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے قول پر اور دو قولوں میں سے امام محمدؒ کے ایک قول پر اس شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے اور پہلا حکم اختیار کیا گیا ہے یعنی جواز اور اسی بنا پر لڑنے والے مینڈھے اور لڑنے والے مرغ کی بیع بھی جائز ہوگی جبکہ یہ صفت اس میں بطور عیب کے براءت چاہنے کے ذکر کی ہو یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اگر اخروٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ ناکارہ ہے تو بیع جائز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ اخروٹ بہت ہوں کہ جتنے ایندھن کے واسطے خریدے جا سکتے ہوں تو جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کبوتر اس شرط پر خریدا کہ وہ ایسی آوازیں بولتا ہے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ ایسی آوازیں بولنے کے واسطے کبوتر پر جبر نہیں کیا جا سکتا ہے اور مشروط کا فی الحال پہچاننا ممکن نہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر کوئی کتا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کٹہا ہے یا کوئی کبوتر اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گردان ہے تو بیع جائز نہ ہوگی لیکن اگر یہ شرط بطور عیب بیان کرنے کے ذکر کی تو بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دار خریدا اور اس دار کے ساتھ فناء دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہ ہوگی اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس کے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر مشتری اس میں کوئی نئی بات پیدا کرے گا اور پھر اس زمین کا کوئی حقدار

---

[1] قولہ حلوب یعنی فی الحال اس نے بچہ دیا ہے یا لبون یعنی قریب سال کے گزر چکا ہے کہ وہ گابھن ہونے والی ہے ۱۲۔ [2] ابو اللیثؒ ۱۲۔
[3] حسام الدینؒ ۱۲۔ [4] قولہ یعنی ہر سو من میں اتنے من ۱۲۔ [5] قولہ نہیں یعنی یہ امر کہ ان تلوں میں اتنا تیل ہے بدوں تیل نکالنے کے صحیح نہیں معلوم ہو سکتا ہے علیٰ ہذا باقی میں بھی یہی بات ہے ۱۲۔ [6] یعنی عقد سے پہلے ۱۲۔

نکلے گا تو بائع مشتری کی پیدا کی ہوئی چیزوں کا ضامن ہوگا تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ بائع مثل گڈھے وغیرہ چیزوں کا ضامن نہ ہوگا صرف وہ عمارت اور پودوں اور کھیتی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہے یا اس قدر لکھتی ہے تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ساگا[1] کھیتی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس میں اپنے چوپایہ چھوڑ دے تو استحساناً جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور قیاس کی دلیل سے فاسد ہے اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا خراج بائع کے ذمہ ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا پس اگر اصل خراج میں سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر اصل خراج سے زیادتی بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہوگی اور اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا خراج تین درہم ہے پھر معلوم ہوا کہ چار درہم ہے یا کہا کہ چار درہم ہے پھر معلوم ہوا کہ تین درہم ہے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب معلوم ہوا اور اگر نہ جانتا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا اگر چاہے تو اس زمین کو اس کے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کر دے اور اگر خراجی زمین بغیر خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اس طرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اس کا خراج اس زمین پر لگا کر اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کو معلوم کیا[2] ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کی چوری کا ہمیشہ ذمہ دار ہے اور اس کا مجنون ہونا چاند دیکھے تک بائع کے ذمہ ہے پھر چاند دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہو گیا اور اس نے بائع کو واپس کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو فقہا نے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی پس جب اس نے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اس کو اپنے ہاتھ سے گرفت کر سکتا تھا تو مشتری اس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور بائع کا اس پر کچھ نہیں چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام رکن الاسلام علی السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس درہم ہیں اور اس کے مالک نے اس کو پندرہ درہم خراج پر فروخت کیا کہ اس پر پانچ درہم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھا دیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر کم کر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہ ہو اور بائع اور مشتری اس کی مقدار میں اختلاف کریں مشتری کم کا دعویٰ کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اس گاؤں کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جائے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلائے کہ وہ نہیں جانتا کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہے تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے پس امام[3] نے جواب میں فرمایا کہ خراج کے باب میں مخاصم بادشاہ کا نائب[4] ہوگا پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر گاؤں خراجی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر خراج کیوں کر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہیں اور ایسے ہی قدیم سے ان میں چلا آتا ہے پھر ایک شخص نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے پس انہوں نے فرمایا کہ یہ عرف حکم شرعی کے مخالف ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اس کا خراج اپنے ذمہ اٹھائے گا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے یہ گمان کر کے کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اس زمین کو شفعہ میں لے لیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ بیع فاسد ہے تو امام ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں شفیع کا حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا جب تک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل نہ ہو جائے پس اگر شفیع نے اس زمین کو دونوں کی رضامندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیع ہو جائے گی پس اگر شفعہ کے ساتھ لینے میں دونوں نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اس کا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفیع واپس کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر خریدی کہ پڑوسی لوگ اس کا بار

---

۱ قولہ ساگا کھیتی یعنی ہنوز اس میں بلیاں نہیں آئی ہیں ۱۲۔ ۲ یعنی جانتا ہے ۱۲۔ ۳ یعنی علی سغدی ۱۲۔ ۴ یعنی وہ قسم دلا سکتا ہے ۱۲۔

اٹھا ئیں تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اس کی جبایت[1] نہ لی جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس شرط پر خریدی کہ جبایت اوّل مشتری کے ذمہ نہ ہوگی اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تو بیع جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس کا خراج ذکر نہ کیا اور اس کو بیع میں شرط نہ گردانا تو بیع جائز ہے پھر لحاظ کیا جائے گا کہ اس کا خراج اگر اس قدر زیادہ ہے کہ جو لوگوں میں عیب گنا جاتا ہے تو مشتری کو بسبب عیب کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کو خیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین بیچی اور کہا کہ اس کا خراج اس قدر ہے پھر اس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اس قدر ہو کہ جس کو لوگ عیب گنتے ہیں تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ اس پر نوائب نہیں بندھے ہیں پھر مشتری سے نوائب طلب کئے گئے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بائع زندہ ہو تو اس کو اور اگر مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خریدا کہ اس کا قانون آدھا دانگ ہے پھر وہ زیادہ نکلا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دکان اس شرط پر خریدی کہ اس میں بیس درہم کرایہ آتا ہے پھر معلوم ہوا کہ پندرہ درہم آتا ہے پس اگر اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں اس میں بیس درہم کرایہ آتا تھا تو عقد بیع فاسد نہ ہوگا اور اگر یہ مراد تھی کہ آئندہ بھی اس میں اسی قدر آتا رہے گا تو عقد فاسد[2] ہوگا اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اس میں اس قدر درخت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں اس قدر بیت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہوگا اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں اس قدر درخت ہیں کہ ان پر پھل آ گئے ہیں اور سب کو مع پھلوں کے فروخت کیا اور اس میں ایک درخت ایسا تھا کہ جس پر پھل نہیں آئے تھے تو بیع فاسد ہوگی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اس کا ایک پاؤں ران سے کٹا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں خرما کا درخت اور اس کے علاوہ اور درخت ہیں پھر اس میں کوئی درخت نہ نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا اور اگر اس زمین کو معہ درختوں اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اس میں خرما کے درخت یا اور درخت ہیں دونوں برابر[3] ہیں اور اسی طرح اگر ایک دار مع نیچے کے مکان اور بالا خانہ کے بیچا پھر دیکھا گیا کہ اس میں بالا خانہ نہیں ہے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ دار مع اس کے شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں کے تیرے ہاتھ فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ اس میں نہ شہتیر[4] ہے اور نہ دروازے اور نہ لکڑی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اس کے اندر دو دروازے اور دو شہتیر ہوں تو اس کو خیار نہ ہوگا اور[5] اگر ایک دروازہ یا ایک شہتیر ہو تو خیار ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میں نے اس دار کو تیرے ہاتھ جو کچھ اس میں شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں اور درختوں سے ہو فروخت کیا پھر مشتری نے ان چیزوں میں سے کچھ نہ پایا تو اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر کوئی تلوار اس شرط پر خریدی کہ وہ بقدر سو درہم چاندی کے محلی[6] ہے یا کوئی جوتا اس شرط پر کہ اس میں تسمہ لگا ہے یا کوئی انگوٹھی اس شرط پر کہ اس کا نگینہ یاقوت ہے یا کوئی نگینہ اس شرط پر کہ اس میں سونے کا حلقہ پڑا ہے پھر دیکھا تو تسمہ وغیرہ نہ نکلے یا یہ چیزیں شرط کے موافق تھیں لیکن قبضہ سے پہلے تلف ہو گئیں تو مشتری کو ان صورتوں میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے لیکن نگینہ کی صورت میں جب یہ شرط کی کہ اس میں سونے کا حلقہ ہے اور حلقہ نہ پایا گیا تو بیع

---

[1] قولہ جبایت جو سلطان اپنی رعیت سے پر مانند ٹکس کے باندھے وفالواہی حرام ۱۲۔ [2] کیونکہ آئندہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ کتنے کرایہ پر اٹھے گی ۱۲۔
[3] دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہے ۱۲۔ [4] دھنیان وغیرہ ۱۲۔ [5] بیع پوری ہوگی ۱۲۔ [6] چاندی چڑھی ہوئی قولہ محلّٰی حلیہ یعنی زیور سے آراستہ اور محلّٰہ وملمع میں فرق یہ کہ حلیہ چاندی یا سونے کے پتر وں سے ہوتا ہے جو علیحدہ ہو سکتا ہے بخلاف ملمع کے جو محض پانی ہے ۱۲۔

فاسد ہو گی اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ ہر شے جس کی بیع میں اس کا غیر تبعاً بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے جب ایسی شے فروخت کی جائے اور اس کے ساتھ اس غیر کی شرط کی جائے پھر یہ شے بدوں اس غیر کے پائی جائے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس شے کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور جس شے کی بیع میں اس کا غیر تبعاً بلا ذکر داخل نہیں ہوتا ہے تو ایسی شے جب فروخت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کا غیر بیع میں شرط کیا جائے پھر یہ غیر نہ پایا جائے تو مشتری اس شے کو اس کے حصۂ ثمن کے عوض لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور جب اس شے کا حصہ ثمن معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر کے مسئلہ میں مذکور ہوا فافہم۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کسم سے رنگا ہوا ہے پھر وہ سپید نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا جیسا کہ اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں عمارت ہے اور اس میں کچھ عمارت نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ سفید ہے پھر وہ کسم کے رنگ کا نکلا تو بیع فاسد ہو جائے گی چنانچہ اگر ایک دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں عمارت نہیں ہے پھر اس میں عمارت پائی گئی تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مکان سیمنٹ کی چنائی کا کہہ کر بیچا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ مٹی اور چونے کی چنائی ہے ☆

اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس کی عمارت پختہ اینٹوں کی ہے اور وہ کچی اینٹوں کی نکلی تو تجرید میں مذکور ہے کہ بیع فاسد ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اس شرط پر بیچا کہ وہ عصفر (کسم ۱۲) کا رنگا ہوا ہے اور وہ زعفران کا رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہو گی اور اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اس کا تانا ایک ہزار ہے پھر وہ گیارہ سو نکلا تو کپڑا مشتری کے سپرد کیا جائے گا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ چھکا ہے اور پنجا نکلا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ کپڑا قز[1] یا خز کا فروخت کیا اور اس کپڑے میں ملاؤ تھا پس اگر تانا شرط کے موافق تھا اور بانا غیر تھا تو بیع باطل ہو گی اور اگر بانا شرط کے موافق تھا تو بیع جائز اور قز کی صورت میں مشتری کو خیار ہوگا اور خز کی صورت میں اختیار نہ ہوگا بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا اس شرط پر لیا کہ وہ کتان کا ہے پھر اس میں ایک تہائی سوت نکلا تو فرمایا کہ اس کو واپس[2] کر سکتا ہے اور اگر قطع کر لیا تو کچھ واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس میں اکثر سوت ہو تو بیع فاسد ہو گی۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر سَو اس شرط پر خریدے کہ اس میں ایک سیر مسکہ لتھ کیا ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا اور مشتری اس کو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اس نے آدھ سیر سے لتھ کیا ہے تو بیع جائز ہو گی اور مشتری کو خیار نہ ہوگا جیسا کہ اگر صابون اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے ٹپے تیل دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس سے کم دیا ہے اور مشتری صابون خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلا خیار بیع جائز ہو گی اور اسی طرح اگر ایک قمیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہے اور مشتری اس کو دیکھتا تھا پھر وہ نو گز کی بنی ہوئی نکلی تو بیع بلا خیار جائز ہو گی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ابریشم فروخت کیا اور بائع نے مشتری کو تول دیا اور مشتری اس کو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ میں نے اس کو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ کمی ہوا کے سبب سے آ گئی ہو یا ایسا نقصان ہو کہ دو دفعہ تولنے سے آ جاتا ہے تو بائع پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر نقصان ہوا سے نہ ہوا اور اس قدر نہ ہو کہ دوبارہ تولنے سے واقع ہوتا ہے پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہیں کیا تھا کہ یہ اتنے من ہے یعنی جس قدر تول دیا اس کا اقرار نہیں کر چکا تھا تو اس کو اختیار ہوگا کہ حصہ نقصان کا ثمن نہ دے اور اگر ثمن ادا کر چکا ہو تو واپس لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے من میرے قبضہ میں آ گیا ہے پھر کہا کہ میں نے کم پایا تو اس کو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اگر دانہ ہائے گندم کو خریدا پھر اس میں آدھا بھوسا پایا تو اس کو آدھے ثمن میں لے گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے ایک کھنا گیہوں کا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے پھر اس نے کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر

---

[1] قولہ قز یا خز اس کی تفسیر کتاب اللباس جلد چہارم میں مذکور ہے ۱۲۔ [2] نقصان نہیں لے سکتا ہے ۱۲۔

دے اسی طرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب النکاح امام محمدؒ کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ کتاب الطلاق یا کتاب الطب ہے یا وہ کتاب النکاح تھی مگر امام محمدؒ کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع جائز ہو گی اس واسطے کہ سفید پر سیاہ تحریر یہی کتاب ہے اور یہ امر جنس واحد ہے ہاں اختلاف اس میں فقط انواع کا ہوتا ہے اور وہ مانع جواز بیع نہیں ہے اور اگر کوئی شاة[1] اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہے پھر وہ بکری نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہو گا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ چکی چلانے کا ہے پھر اس کو ایسا نہ پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی انسان کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی[2] ہے پھر کھلا کہ وہ غلام ہے تو ان دونوں میں بیع واقع نہ ہو گی اور یہ استحسان ہے کہ اس کو ہمارے علما نے اختیار کیا ہے اور اس طرح کے مسئلوں میں قاعدہ یہ ہے کہ جب عقد بیع میں اشارہ کے ساتھ نام رکھ دیا جائے اور پھر مشار الیہ اس کے سوا دوسرا پایا جائے پس اگر وہ باعتبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہو گی چنانچہ اگر کسی شخص نے ایک نگینہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یاقوت ہے پھر وہ شیشے کا نکلا تو بیع باطل ہو گی اور اگر مشار الیہ اسی جنس کا ہو لیکن صفت میں فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہو گا چنانچہ اگر ایک نگینہ اس شرط پر خریدا کہ وہ یاقوت سرخ ہے اور دیکھا تو وہ یاقوت زرد نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری مختار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ٹوپ اس شرط پر خریدا کہ اس میں روئی بھری ہے پھر مشتری نے اس کو اُدھیڑا تو صوف پایا پس بعض مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہے اور مشتری اس کو اور اس کے ساتھ ادھیڑنے کے نقصان کو واپس کر دے اور بعضوں نے کہا کہ بیع جائز ہے اور بقدر نقصان (بائع سے ۱۲) واپس کر لے اور یہ اصح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی جبہ اس شرط پر خریدا کہ اس کا ابرا ایسا ہے اور استر ایسا اور بھراؤ ایسا ہے پھر ابرا شرط کے موافق پایا اور استر اور بھراؤ اس کے برخلاف تو بیع جائز اور مشتری مختار ہو گا اور اگر ابرا شرط کے برخلاف پایا تو بیع باطل ہو گی اور اگر کوئی قبا اس شرط پر بیچی کہ اس کا استر کوہی ہے پھر وہ مروی نکلا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری مختار ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اس کا بھراؤ قز کا ہے پھر وہ روئی کا نکلا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ زمین خریدی اور اس کا ثمن ادا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اس شرط پر خریدا تھا کہ وہ دو جریب ہے پھر وہ کم نکلی اور بائع نے کہا کہ میں نے اس کو جیسی ہے ویسی بیچی تھی اور کچھ شرط نہیں کی تو بائع کا قول قسم لے کر معتبر رکھا جائے گا اور اگر کوئی گدھا بیچا اور کہا کہ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ لوٹ کا ہے تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر اس کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مجھ سے تو ثمن واپس نہ کرے تو بیع فاسد ہو گی۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدا کہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کر لیا پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اس کو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے ☆

اگر کوئی باندی ثیبہ[3] اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اس سے تا سپردگی مشتری وطی نہیں کی ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اس سے وطی کی تھی تو بیع لازم ہو گی اور مشتری واپس نہیں کر سکتا۔ یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ باکرہ ہے پھر وہ باکرہ نہ نکلی پس اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے اس کو باکرہ نہیں پایا اور بائع نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے تیرے ہاتھ اس کو باکرہ سپرد کیا ہے پھر اس کی بکارت جاتی رہی تو بائع کا قول قسم سے معتبر ہو گا اور بائع یوں قسم کھائے گا کہ میں نے اس کو بیچا اور سپرد کیا در حالیکہ وہ باکرہ

---

[1] قولہ شاة بھیڑ و بکری دونوں کو شامل ہے مگر اس نے اپنی مرغوب شرط کر لی تھی ۱۲۔ [2] آدمی کی صورت نظر آئی تھی اور یہ تمیز نہ تھا کہ مرد ہے یا عورت مثلاً برقعہ پڑا ہوا تھا یا اندھیرا تھا یا دور تھا ۱۲۔ [3] ثیبہ جس عورت سے وطی کی گئی ہو وہ ثیبہ ہو جاتی ہے مگر کنواری آزاد عورت سے اگر ایک دفعہ خفیہ زنا واقع ہوا تو کہا گیا ہے کہ وہ کنواری کے حکم میں ہے اقول در حقیقت وہ ثیبہ ہے پس ثیبہ وہی ہے جس سے وطی کی گئی ہو ۱۲۔

تھی اور یہ مذکور نہیں کہ قاضی اس کو دائیوں کو دکھائے گا اور کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ دایہ کو دکھلائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک مچھلی اس شرط پر خریدی کہ وہ دس رطل ہے اور اس کو تول کر مشتری کو دے دیا پھر مشتری نے اس کے پیٹ میں ایک پتھر پایا کہ اس کا وزن مثلاً تین رطل تھا اور مچھلی اپنے حال پر باقی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اس کے معلوم کرنے سے پہلے اس نے مچھلی کو بھون لیا تو مچھلی کے دس رطل وزن کی قیمت اور اس کے سات رطل کے وزن کی قیمت دونوں کو اندازہ کر کے جو کچھ فرق ہوا اس قدر حصہ[1] مشتری واپس لے اور اگر اس کے پیٹ میں مٹی یا اس کے مانند ایسی چیزیں پائی جائیں کہ جس کو مچھلی کھاتی ہے تو بیع بلا خیار مشتری کو لازم ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدا کہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کر لیا پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری کے پاس اس میں کچھ عیب آ گیا اور بائع نے بسبب عیب کے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس طشت کے دس سیر ہونے پر اس کی قیمت بیس درہم تھی اور پانچ سیر ہونے پر دس درہم تھی اور عیب سے اس میں ایک درہم کا نقصان آ گیا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن بسبب نقصان وزن کے واپس لے اور بھی دسواں حصہ ثمن کا بسبب عیب کے واپس لے کہ جو ایک[2] درہم ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ آواز نہیں کرتا پھر اس کو دیکھا کہ آواز کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ واپس کر دے اور یہ جواب اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب اس کا آواز کرنا عادت سے زیادہ ہو کہ جس کو لوگ عیب شمار کرتے ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جنی نہیں ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ بچہ جنی ہے تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ اس کا ثمن میرے ذمہ اور غلام فلاں مشتری کا ہوگا تو ظاہر الروایت کے موافق ایسی بیع جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ ایک ہزار درہم کو بیچ ڈال اس شرط پر کہ میں تیرے لئے ثمن میں سے پانچ سو درہم کا ضامن ہوں تو بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا اس شرط پر خریدا کہ یہ نیشاپوری (نام شہر ۱۲) ہے پھر وہ بخارا کا نکلا یا عمامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہرستانی (نام شہر ۱۲) ہے پھر وہ سمرقندی (نام شہر ۱۲) نکلا تو بیع فاسد ہوگی۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوفہ کی پیدائش ہے پھر معلوم ہو کہ بصرہ کی پیدائش ہے تو واپس کر دے گا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ ہراتی ہے پھر وہ بلخی نکلا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہوگی تو اور بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہے پھر اس میں سوائے ساکھو کے اور لکڑی پائی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اس کی درستی کے واسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ثمن میں لے لینا پڑے گی اور خیار نہ ہوگا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی تو ان دونوں کے درمیان بیع واقع نہ ہوگی اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہے اور کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اس نے کہا کہ اتنے کا ہے پھر دونوں میں بیع ہو گئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کہنا ہراتی ہونے کی شرط کرنے کے مانند ہے اور یہی میرا قول ہے اور مراد امام اعظمؒ کی اس سے یہ ہے کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر مبیع معین میں مدت کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جائے گا اور اگر ثمن میں مدت کی شرط اور ثمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی اور منجملہ مجہول مدتوں کے نوروز اور

---

[1] قولہ حصہ یعنی تمام ثمن اس کے دس رطل اور سات رطل کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر دونوں میں تفاوت ہو اس قدر حصہ ثمن واپس لے گا ۱۲۔

[2] اس صورت میں ۱۲۔

مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہے اور امام محمدؒ نے نوروز اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیع مطلقاً فاسد ہوتی ہے اور صحیح حکم یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروز مجوس کا یا نوروز سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونوں اس کا وقت پہچانتے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

بیع میں حاجیوں کے آنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اس کے روندنے اور روئی چننے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر نصاریٰ کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہے کہ نصاریٰ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے تو جائز ہے اور ان کا روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے پس اگر مدت فاسدہ کو اس کے گزرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور ہمارا قول صحیح ہے اس واسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسد کرنے والی چیز نکال ڈالی جائے تو جائز ہو جائے گا اور اس کو کرخی نے امام اعظمؒ سے صریح روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے اور باقی بیوع فاسدہ کو کرخی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ مفسد کے دور کرنے سے جائز ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہوتی ہے یہ مبسوط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بیع کرتے وقت ثمن ادا کرنے کی کوئی مدت نہیں مقرر کی پھر بعد اس کے ثمن ادا کرنے کا کوئی وقت ان وقتوں میں سے مقرر کیا تو بیع جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہے اور اگر رجب کے مہینے میں کہا کہ میں نے رجب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آئندہ رجب تک ہوگی اور اگر کہا کہ رجب گزرنے تک کی مدت مقرر کی تو وہ اسی رجب تک ہوگی اور میلاد کے وعدہ تک کی بیع فاسد ہے امام محمدؒ نے کتاب میں ایسا ہی ذکر کیا ہے پس اگر مراد میلاد بہائم ہے تو اس کا جواب ایسا ہے جیسا کتاب میں مذکور ہوا اگر مراد میلاد عیسیٰ علیہ السلام ہے تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول[1] کیا جائے گا کہ جب دونوں اس کا وقت نہ پہچانتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک اسباب ہزار درہم کو دس مہینے کے وعدہ سے اس شرط پر خریدا کہ جس قسم کا نقد اس وقت رائج ہوگا وہی ثمن میں دوں گا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ثمن ہر ہفتہ میں ادا کرے یہاں تک کہ مہینہ کے گزرنے پر پانچ سو درہم ادا کرے تو بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشک کو تول سے خریدا اور اس میں رانگ ملا ہوا پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رانگ واپس کر کے بقدر اس کے وزن کے ثمن میں سے کم کر لے اور اگر چاہے تو بیع کو ترک کر دے اور اگر گھی وزن سے خریدا اور اس میں رب ملا پایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس قدر تھا جو گھی میں ہوا کرتا ہے اور عیب نہیں گنا جاتا ہے تو اس کو پورے ثمن میں لے لینا پڑے گا اور اگر اتنا ہو کہ عیب گنا جاتا ہے پس اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ گھی میں نہیں ہوتی پس اگر چاہے تو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غیر ہراتی کپڑوں کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے قصد کر کے کپڑے تھیلی میں سے یا چھوارے زنبیل میں سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کر دی اور کپڑے چھوڑ دیے یا فروخت نہ کیے لیکن اس سے نفع اٹھایا تو کپڑے اور چھوارے مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے اور وہ بسبب تھیلی یا زنبیل کے ان کے لینے سے انکار نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک دانہ موتی خریدا اور اس میں وزن کی شرط کر کے دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اس کو کم پایا اور وہ اس کو تلف کر چکا ہے تو امام اعظمؒ کے قیاس میں کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن امام نے اس کو قبیح جان کر قیاس اپنا اس میں ترک کر دیا کیونکہ موتی کی کمی سے ثمن میں سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس کو اختیار ہے کہ نقصان واپس کر لے اور باب لا جارہ اور آخر کتاب الصرف میں لکھا ہے کہ اگر

---

[1] واضح[لصحیح] عندی اطلاق محمدؒ اذلن یوجد میلاد عیسیٰ علیہ السلام فی شئے من الازمنۃ الآتیۃ فضلاً عن معرفتہ ۱۲۔

موتی اس شرط پر بیچا کہ اس کا وزن ایک مثقال ہے پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلاثمن مشتری کے سپرد کی جائے گی اس لیے کہ جن چیزوں میں ٹکڑے کرنا ضرر کرتا ہے ان میں وزن بمنزلہ وصف کے ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک باغ خریدا کہ جس میں خرما وغیرہ کے درخت ہیں اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہے اور بدون ناپنے کے اس پر قبضہ کر لیا اور چند سال تک اس کے پھل کھائے پھر اس کو نو جریب پایا تو امام اعظمؒ کے قیاس میں اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہے اور اس میں انگور کے درخت ہیں اور چند سال تک اس کے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ جریب ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اندازہ کیا جائے کہ یہ زمین پانچ جریب ہونے میں کتنے کی ہوگی اور اگر دس جریب ہوتی تو کتنے کی ہوتی پھر ان دونوں کے درمیان میں جو فرق ہے اس قدر بائع سے واپس لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہوں ایک زنبیل میں ہیں پھر ایک قفیز ایک درہم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اس نے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اس میں سے ایک قفیز ایک درہم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہو گئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے باقی قفیز کا آدھا آدھے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک درہم کو لے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بائع چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز میں کچھ حق نہ ہوگا صرف اس کو باقی میں لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہے پھر اگر بائع نے دونوں قفیزوں کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اس میں کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اوّل نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوائے واپس کیے ہوئے کے لے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونوں میں سے آدھا آدھا لے تو بائع کو یہ پہنچتا ہے اور اگر باقی قفیز تلف ہو گیا اور واپس کیا ہوا کہ جس میں عیب ہے باقی رہا اور مشتری اوّل نے اس کا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پہنچتا ہے اور اگر کل کا لینا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر چاہا کہ اس کا آدھا لے اور آدھا چھوڑ دے تو اس کو بھی کر سکتا ہے اور اگر تلف ہونے والا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہے اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جس میں عیب نہیں ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس کا آدھا لے اور سب نہیں لے سکتا ہے اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہے کہ انکار کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔☆☆☆

کسی نے ایک زمین مع اس کے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اس کے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اس کے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ ثمن بائع سے واپس[1] کر لے اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ طعام[2] پیمانہ سے خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا تو اس کا کھانا اور بیچنا اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو دوبارہ پیمانہ کرے اور اس طرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کر کے خریدا تو بھی مشتری کو جائز نہیں ہے اس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اس کا بیچنا اور کھانا بدوں دوبارہ پیمانہ کرنے کے جائز نہ ہوگا کذانی المحیط۔ پھر عامہ مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہے کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اس کا پیمانہ کیا اور مشتری اس کو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد بیع کے اس کا پیمانہ کیا تو اس میں تصرف کرنا جائز ہے اگر چہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذانی المہذیب۔ اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں اس کا پیمانہ کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

---

[1] یہاں شراب یعنی سینچنے کے پانی کو حکم عین دے دیا فلیتنبہ ۱۲۔ [2] قولہ طعام یعنی اناج و تیل و گندم ۱۲۔

اگر کسی نے دوسرے سے کچھ گیہوں اندازہ[1] پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے ان کو دوسرے کے ہاتھ پیانہ سے فروخت کیا تو ان میں ایک ہی بار پیانہ کرنا کافی ہے اور اس طرح اگر کسی سے ایک کُر گیہوں اس شرط پر کہ وہ ایک کیا میں قرض لیے پھر ان کو پیانہ کے حساب سے فروخت کیا تو اس میں بھی ایک ہی بار پیانہ کرنا کافی ہے خواہ یہ مشتری پیانہ کرے خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے سامنے پیانہ کر لے اور اگر کچھ گیہوں اندازہ سے خریدے اور ان کو بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا اپنی زمین میں سے کچھ گیہوں یا ہبہ کے طور پر کچھ گیہوں پائے اور ان کو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا ثمن میں[2] کچھ گیہوں اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہیں اس کے قبضہ میں آئے اور پیانہ کرنے سے پہلے ان کو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہے ایسا ہی ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے اور اگر کچھ گیہوں پیانہ سے خریدے اور پھر پیانہ کرنے سے پہلے ان کو دوسرے کے ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمدؒ کا کتاب الاصل میں اطلاق دلالت کرتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور ابن رستم نے اپنی نوادر میں ذکر کیا ہے کہ جائز ہے اور اگر ان کو پیانہ کرنے سے پہلے پیانہ کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے پس اس مسئلہ[3] میں دو روایتیں ہو گئیں اور واضح[4] ہو کہ جو حکم کیلی چیزوں میں معلوم ہوا وہی وزنی چیزوں میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

گنتی کی چیزوں میں دوبارہ شمار کرنا ایک روایت میں واجب ہے اور دوسری روایت میں واجب نہیں ☆

اگر دوسرے شخص سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے تو اس کو ناپنے سے پہلے اس کی بیع کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہے اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے سے خریدی تو اس کا دوبارہ شمار کرنے کا حکم امام محمدؒ نے ظاہر کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور مشائخ کہتے ہیں کہ کرخی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے قول پر تصرف جائز ہونے کے واسطے اس کا دوبارہ گننا شرط ہے اور صاحبین کے قول پر شرط نہیں ہے اور شرح قدوری میں لکھا ہے کہ گنتی کی چیزوں میں دوبارہ شمار کرنا ایک روایت میں واجب ہے اور دوسری روایت میں واجب نہیں ہے اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے اگر کسی نے کچھ مال پیانہ یا وزن کے حساب سے بطور بیع فاسد کے خریدا اور بدون پیانہ کے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اس پر قبضہ کیا تو بیع ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ پیانہ کا حکم صرف دونوں بیع صحیح میں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک کُر طعام پیانہ کے حساب سے سو درہم کو خریدا پھر اس کو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کرا لیا پھر اس نے دوسرے کے ہاتھ پہلے ثمن کے عوض تولیہ بیچ ڈالا[5] تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ پیانہ کرنے کے اس پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کے سامنے اس کو اپنے واسطے پیانہ کر لیا تھا پس اگر دوسرا مشتری پیانہ کرنے سے اس کو ایک قفیز زائد پائے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دے خواہ یہ زیادتی ایسی ہو کہ دوبارہ پیانہ کرنے میں جاری ہوتی ہے یا ایسی نہ ہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دی تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہے کہ دوبارہ پیانہ کرنے میں آ گئی تو پہلے مشتری کی ہوگی کہ اس کو اپنے بائع کو واپس نہ کرے۔

اگر دوسرے مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ پہلے مشتری سے حصہ نقصان لے خواہ یہ نقصان دوبارہ پیانہ کرنے سے آتا ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ پیانہ کرنے سے آتا ہے تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو اور ایسا نہ ہونا گواہوں سے یا بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا اس نقصان کو واپس لے سکتا ہے اور یہ حکم بیع تولیہ کا تھا اور اگر بیع ثانی بیع مرابحہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی مسئلہ میں اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام میں سے ایک قفیز فروخت

---

[1] قولہ اندازہ یعنی بدوں پیانہ کے ڈھیری خریدی ۱۲۔ [2] یعنی کوئی چیز گیہوؤں کے عوض فروخت کی ۱۲۔ [3] یعنی انداز پر فروخت کرتے ہیں ۱۲۔

[4] واضح قول محمدؒ الکان النص ۱۲۔ [5] یعنی بطور بیع تولیہ کے ۱۲۔

کر کے مشتری کو دے دی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کُر ہے پھر مشتری ثانی نے اس کا پیمانہ کیا اور اس کو پورا کُر پایا تو یہ جائز ہے اور اس کو خیار نہ ہوگا لیکن کُر کا ثمن اکتالیس حصوں پر تقسیم کیا جائے گا پھر جو کچھ ایک قفیز کے حصہ میں پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جائے گا اور باقی اس کو دینا پڑے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اس مسئلہ میں اگر دوسری بیع مرابحۃً واقع ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک کُر سو درہم کو اس شرط پر خرید ا کہ وہ چالیس قفیز ہے اور اس کو پیمانہ کر لیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر تری پا کر وہ پچاس قفیز ہو گیا اور اس کو پانی نے فاسد کر دیا پھر اس مشتری نے اس کو بمرابحۃً یا بتولیۃً فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہے اور مشتری ثانی کو اس میں سے چالیس قفیز ملے گا اور دس قفیز اس کے پاس باقی رہ جائے گا اور اگر اس نے ان دس زائد قفیزوں کو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا تو پانچویں حصہ ثمن پر فروخت کرے گا اور یہ صاحبینؒ کا قیاس ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مرابحۃً نہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اس کو پانی پہنچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لے لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کُر گیہوں سو درہم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس قفیز ہیں خریدے اور ان کو پیمانہ کیا تو چالیس قفیز نکلے پھر مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اس کو پیمانہ کیا پس وہ ایک قفیز بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہے تو زیادتی مع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ رہے گا حتیٰ کہ ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اگر اس کُر کو پانی پہنچا اور ایک قفیز بڑھ گیا اور بائع اس پر راضی ہو گیا تو یہ سب اسی کا ہوگا لیکن اگر اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کر کے اقالہ باطل کر دے اور پہلی بیع عود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیہوں بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا کُر تھے پھر خشک ہو کر مشتری کے پاس کم ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا اور بائع نے اس کا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جانا کہ یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہے یا دونوں سچائی سے اس پر متفق ہوئے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر بیع معین مشار الیہ ہو کر جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہے تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اس میں پیدا ہو وہ بائع کی ہوگی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہوگی اور اگر مبیع معین مشار الیہ نہ ہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہے اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہوگی اگر کچھ طعام ایک درہم کو اس شرط پر خرید ا کہ وہ ایک قفیز ہے پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہو گیا پھر اس کو پیمانہ کیا پس وہ سوا قفیز[1] نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس میں سے ایک قفیز لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے زائد ہو گیا تو زیادتی مشتری کی اور بسبب تری کے اس کو خیار ہوگا اور اگر بعد پیمانہ کرنے کے کم ہو گیا تو پورے ثمن میں لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن میں لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کے واسطے اس کے سامنے پیمانہ کر دیا اور وہ ایک قفیز نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے میں واقع ہوتا ہے تو مشتری کو پورے ثمن میں لازم ہوگا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہو گئی اور پہلے پیمانہ میں خطا ظاہر نہیں ہوئی حتیٰ کہ اگر زیادتی یا نقصان اس قدر نہ ہو کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے میں آ جاتا ہے تو اگر

---

[1] یعنی ایک قفیز و ایک چوتھائی ۱۲۔

زیادتی ہوگی تو بائع کو واپس کی جائے گی اور اگر کمی ہوگی تو حصہ ثمن میں دونوں[1] حالتوں میں لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز ایک درہم میں خرید ااور بائع نے اس سے ایک قفیز نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اس کے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قفیز کو پانی پہنچا اور ہر قفیز ایک چوتھائی بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو صرف ایک قفیز جس میں سے چاہے دے اور مشتری کو اس کے لینے کا خیار حاصل ہوگا اور اگر ڈھیری اور وہ قفیز کم ہو جائے اس طرح کہ پہلے نمناک تھی پھر خشک ہو گئی تو مشتری کو پورا قفیز چاہیے اور دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا اور جو ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز خریدا اور تمام ڈھیری میں سے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا پھر اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر ایک قفیز معین دوسری قفیز معین کے عوض باہم بیع کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہوا چوتھائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اس کو خیار ہوگا اور بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جس کا قفیز خشک ہے اس کو ایک قفیز کے لینے اور ترک کرنے میں امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قفیز معین کو بعوض ایک ڈھیری کے ایک قفیز[2] کے بیع کی اور ڈھیر والے نے ایک قفیز اس میں سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قفیز کو پانی پہنچا تو خشک قفیز والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو ایک قفیز نمناک لے ورنہ ترک کر دے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف علیحدہ کیا ہوا قفیز ہوا تو اس پر ایک خشک قفیز کا سونپنا واجب ہے اور دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا کذا فی المحیط السرخسی۔

باب گیارہ:

بیع غیر جائز کے احکام میں

واضح ہو کہ بیع دو قسم کی ہے ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہے کہ جس کا محل بیع قیمت دار مال نہ ہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مردار یا دم مسفوح خرید کیا اور ایسی بیع ملک کا فائدہ نہیں دیتی اور فاسد وہ ہے کہ جس کے دونوں بدل مال ہوں مثلاً کوئی چیز بعوض شراب یا سور یا صید حرم یا مدبر یا مکاتب یا ام ولد کے خریدی یا اس میں کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اس کے تو ایسی بیع بعوض قیمت مبیع کے منعقد ہوتی ہے اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ مبیع ضمانت میں رہتی ہے یا امانت میں پس بعضوں نے کہا کہ امانت میں اور بعضوں نے کہا کہ ضمانت میں رہتی ہے (یہی مختار ہے ۱۲) یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ شرط یہ ہے کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور بلا اجازت بائع کے بیع فاسد میں قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم میں ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اگر بیع فاسد میں مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اسی مجلس میں ہو تو استحساناً صحیح ہوگا اور ملک ثابت ہو جائے گی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً اور استحساناً دونوں طرح صحیح نہیں اور ملک ثابت نہ ہوگی۔

اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اسی مجلس میں یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاساً اور استحساناً ثابت ہو جائے گی لیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہے اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اس میں تملیک[3] یا نفع اٹھانے کی راہ سے اس کو تصرف کرنا مکروہ ہے لیکن بایں ہمہ اگر اس نے اس میں تصرف کر لیا تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور اس کے سبب سے بائع کا حق واپسی باطل ہو جائے گا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جا سکتا ہے جیسے بیع وغیرہ یا ایسا نہ ہو جیسے آزاد کرنا

---

[1] قولہ دونوں حالتوں میں آخ اوّل حالت جو وہ مسئلہ اوّل محیط سرخسی میں آیا ہے کہ اگر اس سے پہلے کم ہو تو حصہ ثمن میں لے گا اور دوسری حالت وہ جو یہاں مذکور ہے ۱۲۔ [2] قولہ ایک قفیز آخ یعنی ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز کے عوض ۱۲۔ [3] کسی دوسرے کو مالک کر دینا ۱۲۔

وغیرہ لیکن اجارہ اور نکاح[1] کا تصرف بائع کے حق واپسی کو باطل نہیں کرتا ہے کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا مدبر یا بیع کیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ مشتری کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر باندی کی قیمت دینی واجب ہو گی اور عقر کی نسبت بیوع میں لکھا ہے کہ اس کا ڈانڈ نہ دے اور کتاب الشرب میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ عقر کا ضامن نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس کو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہو گی پس اگر غلام کتابت کا مال ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان مقرر رہو گئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر محض مملوک ہو گیا پس اگر یہ مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو غلام دے دینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہے اور اگر مر گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اس کو اس غلام پر از سرنو ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اس میں اگر مشتری بطور بیع فاسد کے خرید کے مر جائے تو بائع اس کے وارثوں سے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر بائع مر جائے تو اس کے وارثوں کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خرید ا اور قبضہ کر کے اس کو قطع کرایا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہو گا اور اس کی قیمت کا ضامن نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مبیع ایک زمین خالی تھی کہ اس میں مشتری نے کوئی گھر بنایا درخت لگائے تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بائع کا حق فسخ باطل ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور بیع فاسد کے ذمہ مبیع کی قیمت واجب ہوتی ہے اگر وہ قیمتی[2] چیزوں میں سے ہو یا اس کا مثل چیزوں میں سے ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مبیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اس کو تلف کرے یا ہبہ کر کے سپرد کر دے اور بائع کا واپس کرنے کا حق بھی جاتا رہے اور اس طرح اگر اس نے رہن کی یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہے پس اگر اس نے فک رہن کیا یا ہبہ سے رجوع کر لیا یا مبیع[3] اس کے پاس ایسے سبب سے آ گئی کہ جو ہر طرح[4] فسخ ہے تو بائع کو واپس کر لینے کا اختیار ہو گا اور یہ واپس کرنا اس وقت تک ہے کہ قاضی نے مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر ایسا حکم دیا تو بائع کا حق واپسی جاتا رہا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر مبیع مشتری کے پاس قائم ہو کہ نہ بڑھی ہو اور نہ گھٹی ہو تو بیع فسخ کر کے بائع کو واپس دی جائے گی لیکن اگر فساد بہت قوی ہو کہ بدل یا مبدل (مبیع و ثمن ۱۲) میں سمایا ہو تو ہر ایک کو دوسرے کے سامنے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ایک دوسرے کی موجودگی اور نا موجودگی میں فسخ کر سکتا ہے اور اگر فساد ایسا قوی نہ ہو بلکہ صرف کسی ایسی شرط لگانے سے کہ جس میں دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کا نفع ہی آ گیا ہو تو ہر ایک کو قبضہ سے پہلے فسخ کا اختیار ہے اور قبضہ کے بعد وہی دوسرے کے سامنے فسخ کا مالک ہے جس نے شرط کی ہے اور دوسرا نہیں ہے اور اگر مشتری کے پاس مبیع میں کچھ زیادتی ہو گئی پس دو حال سے خالی نہیں ہے کہ وہ زیادتی متصلہ ہو گی یا منفصلہ ہو گی اور ہر ایک کی دو قسمیں ہیں متصلہ یا اصل سے پیدا ہو گی جیسے حسن و جمال یا اصل سے پیدا نہ ہو گی جیسے کپڑے میں رنگ یا ستو میں سکہ اور منفصلہ بھی یا اصل سے پیدا ہو گی جیسے بچہ اور عقر اور پھل یا اصل سے پیدا نہ ہو گی جیسے کمائی اور ہبہ اور صدقہ پس اگر وہ زیادتی متصلہ اصل سے پیدا ہو تو اس سے بائع کا حق واپسی نہیں جاتا ہے اور اگر متصلہ اصل سے

---

[1] جیسے خرید کردہ باندی کا نکاح کر دیا ۱۲۔ [2] قولہ قیمتی یعنی ایسی چیزوں میں سے ہوں جس کے عوض قیمت تاوان دینی لازم آتی ہے کہ اس کا مثل نہیں ہو سکتا ۱۲۔ [3] در صورتیکہ اس کو بیع کر دیا ہے ۱۲۔ [4] قولہ ہر طرح یعنی بطور اقالہ نہ ہو جو ان دونوں میں اقالہ کہلاتا ہے لیکن دوسروں کے حق میں گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ فروخت کی ۱۲۔

پیدا نہ ہو جیسے رنگ وغیرہ تو بائع کا حق واپسی جاتا رہے گا اور مشتری پر یا قیمت واجب ہوگی یا اس کا مثل اگر مثلی ہو اور اسی طرح اگر بیع روئی تھی کہ اس کو مشتری نے کاتا یا سوت تھا کہ اس کو بنا یا یا گیہوں تھے کہ ان کو پیسا تو بائع کا حق جاتا رہا اور مشتری کو قیمت یا مثل دینا پڑے گی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو پس اگر وہ اصل سے پیدا ہو تو فسخ کی مانع نہیں اور مشتری دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر باندی میں بچہ جننے سے کچھ نقصان آیا تو مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا کیونکہ اس کا بچہ اس نقصان کو پورا کرتا ہے اور اگر یہ زیادتی مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو مشتری اس کا ضامن نہیں لیکن نقصان ولادت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے خود تلف کر دی تو ضمان دے گا۔

اگر زیادتی منفصلہ اصل سے پیدا نہ ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مبیع کو مع زیادتی کے واپس کر لے ☆

اگر بیع تلف ہوگئی اور زیادتی قائم ہے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی واپس لے اور مبیع کی جو قیمت قبضہ کرنے کے وقت تھی وہ مشتری سے لے اور اگر وہ زیادتی منفصلہ اصل سے پیدا نہ ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مبیع کو مع زیادتی کے واپس کر لے اور یہ زیادتی اس کو حلال نہ ہوگی اور اگر مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر اس نے خود تلف کر دی تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر ضمان ہوگی اور اگر مشتری نے مبیع کو تلف کر دیا اور زیادتی اس کے پاس رہ گئی تو اس پر مبیع کی ضمان واجب اور زیادتی اسی کی ہوگی۔ اگر مشتری کے پاس مبیع میں کچھ نقصان آیا پس اگر یہ نقصان آسمانی آفت سے ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے مبیع کو لے کر اس نقصان کا جرمانہ لے اور اگر مشتری کے فعل یا خود مبیع کے فعل سے نقصان آئے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان آیا تو بائع اس سے جرمانہ لے سکتا ہے اور مشتری سے اجنبی واپس نہ لے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے لے پھر مشتری اجنبی سے لے اور اگر اس اجنبی نے مبیع کو قتل کر ڈالا تو بائع مشتری سے قیمت لے سکتا ہے اور قاتل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری اس قاتل کی مددگار برادری سے تین سال میں قیمت وصول کرے گا اور اگر بائع کے فعل سے اس میں کچھ نقصان آیا تو مبیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جائے اور اس کی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ پایا جائے جو روکنے میں شمار ہے تو اس کا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہے گا اور اگر اس کی طرف سے روکنا پایا جائے پھر وہ تلف ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو بیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن نہ ہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہیں ہوئی تو مشتری اس کا ضامن ہے اور بائع کے جرم کا نقصان اس کے ذمہ سے کم کر دیا جائے گا اور اگر بائع نے اس کو قتل کر دیا یا مبیع ایسے کنوئیں میں کہ جس کو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اس کو نفع سے بیچ ڈالا تو اس کا نفع صدقہ کر دے اور اگر اس[1] کے ثمن سے کوئی چیز خرید کر اس کا نفع اٹھایا تو یہ نفع اس کو حلال ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو شفیع[2] کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کو لے لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں کر لیا پھر اس کو آزاد یا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اس کی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اس پر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعوض اپنے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اس کا مالک ہو جائے گا اور مکاتب یا مدبر یا ام ولد کا خریدار اُس کا مالک نہ ہوگا اگرچہ باجازت بائع کے قبضہ کیا ہو

---

[1] قال المترجم یہ مسئلہ بیسویں باب بیوع مکروہ میں آیا ہے اور اس سے واضح ہے کہ باندی متعین ہے اس کا نفع ناجائز ہے اور ثمن غیر معین پس بائع کو اس کا نفع جائز ہے ۱۲۔ [2] قولہ شفیع کو اختیار ہوگا اقوال فیہ نظر ۱۲۔

اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اس کی بلا اجازت خرید اتو غلام کا خرید اراس کا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہ ہوگا تاوقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعوض شرب کے یا[1] ایسے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنویں میں جو غیر محرز ہے خرید ایا بعوض دانوں کے جو ہنوز کاٹے نہیں گئے ہیں خرید اتو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس سے وطی کرنا نہ چاہیے پس اگر اس نے وطی کر لی اور اس میں نطفہ[2] نہ ڈالا تو بائع اس کو واپس لے سکتا ہے اور جب اس کو واپس کر لیا تو مشتری اس کا عقر بائع کو دے گا اور اگر اس میں نطفہ ڈال دیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو شمس الائمہ سرخسی کے قول پر عقر مشتری پر نہ ہوگا اور بنابر آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کتاب البیوع کی روایت سے اس پر عقر نہیں ہے اور کتاب الشرب کی روایت سے اس پر عقر واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اس کو آزاد کر دیا اور بائع نے اس کے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی غلا بطور بیع فاسد کے خرید ا اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید ا اور اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو آزاد نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد کہا کہ وہ آزاد ہے پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد[3] ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کچھ گیہوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو حکم دیا کہ اس کو پیسے اور اس نے پیسا تو آٹا بائع کا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اس کے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک قفیز گیہوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو میرے اناج میں ملائے اور اس نے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اس کا مثل بائع[4] کو ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی قدر مہر مقرر کر کے اس کا نکاح کر دیا اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کی اور وہ باندی باکرہ تھی پھر بائع نے نالش کر کے وہ باندی لے لی تو نکاح جائز اور مہر بائع کو ملے گا پھر اگر یہ مہر اتنا ہے جو اس باندی کی بکارت زائل ہونے کے نقصان کو پورا کرتا ہے تو مشتری پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہے تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور ایک باندی کو بعوض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور اس کے پاس اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تو مشتری اس کو مع نصف[5] قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو بائع کو اختیار ہے کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے ضمان لے یا مشتری سے اسکی قیمت لے پھر مشتری آنکھ پھوڑنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بچے جنی اور ایک مر گیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لے گا اور مردہ بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لے گا اور نقصان ولادت کی ضمان اگر اس بچہ سے پوری نہ ہو تو مشتری سے لے گا اور اگر ایک بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر فقط باندی مر گئی تو بائع دونوں بچوں کے ساتھ باندی کی قیمت لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونوں نے بیع توڑ دی پھر بائع نے

---

[1] سینچنے کا مقرری حصہ ۱۲۔ [2] یعنی حمل نہ رہا ۱۲۔ [3] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ولست احصلہ فلتراجع المقدمۃ ۱۲۔ [4] کیونکہ گیہوں مثلی ہیں ۱۲۔ [5] کیونکہ آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ آدمی میں نصف قیمت ہے ۱۲۔

مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی ☆

اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر کے بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے تو مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن پورا لے لینے تک غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مر گیا اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اس کے قرض خواہوں میں سے زیادہ حقدار ہے پس اسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے برابر ہو تو سب مشتری لے لے گا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرض خواہوں کے واسطے ہوگی اور اگر دوسرا ثمن کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرض خواہوں کے ساتھ جو کچھ ترکہ میں نظر آئے حصہ رسد شریک کیا جائے گا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس کو قیمت دینی پڑے گی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعوض ایک ہزار درہم قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کے ذمہ چاہیے تھا بطور بیع فاسد کے خریدا اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کر لینے کی وجہ سے اس کو روکنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پس اگر بائع مر گیا اور اس پر بہت سے قرض تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت میں کہ جب بیع فاسد ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونوں نے بیع توڑ دی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے یہ کہا کہ میں نے تجھ کو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری بری ہو گیا کیونکہ جب اس نے غلام سے بری کیا تو اس کی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت میں رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمانت لازم نہ آئے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام پانچ سو کو بطور بیع فاسد کے خریدا اور اس کی قیمت بھی پانچ سو تھی اور قبضہ کر لیا پھر نرخ کی راہ سے اس کی قیمت بڑھ کر ایک ہزار ہو گئی پھر مشتری نے اس کو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار کر کے مشتری کو صرف پانچ سو دینا پڑے گی اور اگر کسی ایسے غلام کو جس کی قیمت ایک ہزار تھی غصب کیا پھر بڑھ کر اس کی قیمت دو ہزار ہو گئی پھر اس کو غاصب نے اس کے مالک سے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر غلام مر گیا پس اگر خریدنے کے بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اس پر دو ہزار واجب ہوں گے اور اگر نہیں ملا بلکہ مر گیا تو اس پر ایک ہزار واجب ہوں گے کیونکہ غصب میں زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہو جاتی ہے اور قبضہ یہاں نہیں پایا گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ غلام کے غصب کرنے والے نے جب اس کو اسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید کر کے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا کیونکہ اس نے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے مبیع کو بیع فاسد میں بائع کو واپس کر دیا تو جس طرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع یا ہبہ یا صدقہ یا عاریت یا ودیعت کے سب طرح بیع فسخ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس کو بائع کے وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اس کو سپرد کیا تو اس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر اس کو بائع کے ایسے غلام کے ہاتھ کہ جس کو اس نے تجارت کی اجازت دی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن بیع فاسد تھی پس پہلی بیع فسخ ہو جائے گی اور ضمان سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ مبیع تک نہ پہنچے اور اگر اس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہو جائے گی اور اگر ایسے غلام سے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی اور اس پر قرض ہے خرید کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کر لیا تھا پھر غلام کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز ہے لیکن بیع ٹوٹ جائے گی اور اس کے مالک کو واپس کرنے کی وجہ سے ضمانت سے بری ہو جائے گا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے اور اگر اس خریدے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو

بیع صحیح اور ضمانت لازم ہو جائے گی اور پہلی بیع فسخ نہ ہوگی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اس نے اپنے اس مشتری سے اپنے مؤکل کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا ثمن اس پر واجب ہوگا اور اس کی ضمان پہلے مشتری پر واجب ہوگی پس اگر دونوں ثمنوں میں برابری ہو تو دونوں برابر بدلا سمجھ لیں اور اگر کسی میں زیادتی ہو تو وہ دوسرے کو دے دے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر بیع کوئی کپڑا تھا کہ اس کو مشتری نے مثلاً سرخ یا زرد رنگا کہ جس سے مبیع میں زیادتی ہو گئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ[1] سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اس سے اس کی قیمت کی ضمان لے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری نے اس کو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تاوقتیکہ اس میں عمارت نہ بنادے حق فسخ باطل نہ ہوگا اور جب عمارت بنالی تو امام اعظمؒ کے نزدیک فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور درختوں کا بو دینا عمارت بنانے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا پھر مشتری نے اس کو تجارت کی اجازت دی اور اس پر قرض ہو گیا پھر بائع نے غلام واپس کر لینے میں مشتری سے جھگڑا کیا تو غلام اس کو واپس دیا جائے گا اور قرض خواہوں کو اس غلام[2] سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری غلام کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہو وہ قرض خواہوں کو دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا پھر بیع فاسد ہونے کی وجہ سے بائع نے چاہا کہ اس کو مشتری سے واپس لے اور مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے پس اگر بائع نے اس کی تصدیق کی تو مشتری سے اس کی قیمت کی ضمان لے اور اگر تکذیب کی تو اس کو پھیر لے سکتا ہے پس اگر بائع نے باندی واپس لی پھر وہ شخص جو غائب تھا حاضر ہوا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اس کو اختیار ہے کہ باندی کو بائع سے پھیر لے اور اگر بائع اوّل نے مشتری کی تصدیق کر کے اس سے قیمت لے لی پھر وہ شخص حاضر ہوا تو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے باندی واپس کرے خواہ اس شخص نے مشتری اوّل کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور اس کا نام[3] نہ لیا اور بائع نے اس کی تکذیب کی تو بائع اس باندی کو واپس لے سکتا ہے پس اگر اس نے واپس لی پھر ایک شخص آیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس[4] شخص کو کہا تھا پس اگر اس شخص نے مشتری کی تکذیب کی تو واپس ہو جانا صحیح رہا اور اگر تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں عقد بیع کرنے والے اختلاف کریں اس طرح کہ ایک بیع صحیح ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا بیع فاسد ہونے کا دعویٰ کرے پس اگر فاسد ہونے کا مدعی کسی شرط فاسد یا مدت فاسد کی وجہ سے فساد کا دعویٰ کرتا ہے تو سب روایتوں کے موافق صحت کے مدعی کا قول اور فساد کے مدعی کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر فساد کا دعویٰ کسی ایسے سبب سے کرتا ہے جو نفس عقد میں ہے مثلاً کہتا ہے کہ اس نے اس چیز کو بعوض ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے خریدا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف ایک ہزار درہم کو خریدا ہے تو بھی ظاہر الروایت کے موافق بیع صحیح ہونے کے مدعی کا قول اور مدعی فساد کے گواہ جیسا کہ پہلی صورت میں ہے معتبر ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب بارہ:

بیع موقوف کے احکام اور دو شریکوں میں ایک کے بیع کرنے کے بیان میں

---

[1] یعنی قیمت میں جو زیادتی ہوئی ہے ۱۲۔ [2] قرضخواہ لوگ غلام مذکور کو ماخوذ نہیں کر سکتے ہیں پس اس کو فروخت نہیں کرا سکتے ہیں ۱۲۔ [3] یعنی معین نہ کیا ۱۲۔ [4] خریدار سے میری مراد یہ شخص تھا ۱۲۔

اگر کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اجازت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والے اور جس چیز پر عقد ہوا ہے قائم ہوں اور ثمن اگر نقود میں سے ہے تو اس کا قائم ہونا شرط نہیں ہے اور اگر اسباب[1] میں سے ہے تو اس کا بھی قائم ہونا شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پھر جب اجازت ایسی صورت میں صحیح ہو کہ جس میں ثمن معین کرنے سے معین ہو سکتا ہے اور وہ ثمن قائم ہو تو ثمن بائع کو ملے گا اجازت دینے والے کو نہیں ملے گا اور اجازت دینے والا بائع سے اپنے مال کی قیمت لے گا اگر مال قیمتی چیزوں میں سے ہو یا اس کا مثل لے گا اگر مثلی چیزوں میں سے ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ثمن بائع کے پاس اجازت سے پہلے یا بعد تلف ہو گیا تو امانت میں تلف ہوا اور اگر مبیع مشتری کے پاس تلف ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں (بائع و مشتری ۱۲) میں سے جس شخص سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے مشتری سے ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اس کو ادا کر دیا ہے اور اگر اس نے بائع سے ضمان لی پس اگر مبیع اس کے پاس ضمانت میں تھی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر امانت میں تھی پس اگر اس نے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہ ہوگی اور جو کچھ اس نے ضمان میں دیا ہے وہ مشتری سے لے گا کذا فی المحیط السرخسی۔ اگر مالک مر گیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی اور مالک کی اجازت کے بعد مشتری اس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہوئی ہے مالک ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے غیر شخص کے واسطے خریدی تو یہ بیع اس پر نافذ ہوگی لیکن یہ اگر مشتری لڑکا یا مجور[2] ہے تو بیع موقوف رہے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کر دی اور یوں کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہے گی اور صحیح یہ ہے کہ بیع موقوف ہونے کے واسطے اس قدر کافی ہے کہ ایجاب یا قبول کسی میں فلاں شخص کی طرف نسبت ہو اور فروق کرابیسی میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے واسطے اتنے کو خریدا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اصح روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلاں شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا یا میں نے خریدا یا کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے اس غلام کو فلاں شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا تو ایسا عقد مشتری کے ذمہ نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہے گا اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے قبول کیا یا فلاں شخص کے واسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام فلاں شخص کے واسطے خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ عقد موقوف رہے گا اور درمیانی پر نافذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دوسرے شخص سے کہ جس کا غلام نہ تھا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس غلام کا مالک حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اس وقت بیع ہو جائے گی کسی نے دوسرے کا غلام بدوں اس کی اجازت کے فروخت کیا اور اس کے مالک نے کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور تجھ کو اچھی توفیق ملی تو یہ اس کا کلام بیع کی اجازت میں شمار نہ ہوگا اور مشتری سے اس کو واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی

---

[1] اسباب ترجمہ عروض وہو من اصطلاح المترجم کما نبہ علیہ فی المقدمہ ۱۲۔ [2] مجور جو تصرفات سے ممنوع ہو جیسے غلام مجور بالاتفاق و مثلاً آزاد سفیہ مجور از نب قاضی صاحبینؒ کے نزدیک فقط ۱۲۔

اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ تو نے مجھ کو بیع کی مشقت سے بچایا اچھا کیا اللہ تجھے جزائے خیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت نہیں ہے لیکن امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا استحساناً اجازت ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں اور بیع پر راضی ہوں یا جب تک زندہ ہوں میں نے اس کی اجازت دی تو یہ اجازت میں شمار ہے اور اگر کہا کہ میں اس کو نگاہ میں رکھوں گا جب تک زندہ ہوں تو یہ اجازت نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ منتقی میں لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ تو نے بڑا کام کیا اجازت میں شمار ہے بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا غلام بلا اس کی اجازت کے فروخت کیا پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے بائع سے کہا کہ میں نے ثمن تجھ کو ہبہ کیا یا مجھ کو صدقہ میں دیا تو یہ اجازت میں شمار ہے بشرطیکہ مبیع موجود ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

مالک کو خبر پہنچی کہ کسی درمیانی نے اس کی ملک فروخت کر دی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہیں ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مالک کو بیع کی خبر پہنچی اور اس کے ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے اس نے اجازت دے دی پھر مقدار ثمن کی معلوم کی اور مبیع کا واپس کرنا چاہا تو اس کا اجازت دینا معتبر ہوگا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اس شخص نے جس کے پاس ودیعت تھی ودیعت رکھنے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک گواہ لایا کہ مبیع کے قائم ہونے کی حالت میں اس نے (میں نے ۱۲) بیع کی اجازت دی تھی تو مشتری سے ثمن وصول کرنے پر قادر نہ ہوگا لیکن اگر درمیانی کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا وکیل ہو کر آئے تو لے سکتا ہے کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مر گیا پھر مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بیع کرنے کا حکم دیا تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر مالک نے کہا کہ مجھ کو بیع کی خبر پہنچی اور میں نے اس کی اجازت دی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کا غلام سو درہم کو اس کی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اس غلام کے مالک کے پاس آیا اور خبر دی کہ فلاں شخص نے تیرا غلام اتنے کو بیچ ڈالا پھر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درہم کو بیچا ہے تو میں نے اجازت دے دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر فلاں شخص نے سو یا زیادہ درہم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر سو دینار کو بیچا تو بھی جائز نہ ہوگی اور اجازت اس کی اسی قسم کے نقد پر رہے گی جو اس نے اجازت میں بیان کیا ہے اور اسی طرح اگر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا تو بیع[1] جائز ہے تو اس کی بھی یہی صورتیں ہیں جو بیان ہوئیں اور اگر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درہم کو بیچے گا تو میں اس کی اجازت دوں گا تو بیع جائز نہ ہوگی اور یہ اجازت نہیں ہے بلکہ وعدہ ہے پس اگر اس نے اس کے بعد بیع کیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کو بائع کے ہاتھ سو دینار کو بیچ ڈالا پس اگر بائع نے اس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے فسخ کرنے میں شمار ہوگا ☆

کسی نے دوسرے کا کپڑا اس کی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری نے اس کو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہے اور اگر اس کو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے بھی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ مبیع تلف ہوگئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اس کی نسبت نہ کی یہاں تک کہ خرید اسی درمیانی کے واسطے ہوگئی پھر مشتری اور جس شخص کے واسطے خریدی ہے دونوں نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسی کے واسطے ہے جس کے لیے خریدی ہے پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اسی ثمن کے عوض کہ جتنے کو خریدی ہے اس شخص کے سپرد کر دی اور جس شخص کے واسطے خریدی تھی اس نے قبول کر لی پھر

[1] یعنی میں نے اجازت دی ۱۲۔

مشتری نے چاہا کہ بدوں اس کی رضامندی کے اس سے واپس کر لے تو اس کو ایسا اختیار نہیں پہنچتا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس طرح کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے تجھ کو خریدنے کا حکم دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بدوں تیرے حکم کے اس کو تیرے واسطے خرید کیا ہے تو اس شخص کا قول معتبر ہوگا کیونکہ مشتری نے جب یہ کہا کہ میں نے اس کو تیرے واسطے خریدا ہے تو یہ اس کی جانب سے اس شخص کا حکم دہی کا اقرار کرتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کو بائع کے ہاتھ سو دینار کو بیچ ڈالا پس اگر بائع نے اس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے فسخ کرنے میں شمار ہوگا اور جب تک قبضہ نہیں کیا بت تک بیع فاسد فسخ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے کا غلام بدوں اس کے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے اس کو قبول کر لیا پھر اس کو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدوں اس کے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا اور مشتری ثالث نے اس کو قبول کر لیا تو دونوں عقد موقوف رہیں گے اور جب اس کے مالک کو خبر پہنچی اور اس نے دونوں عقد کی اجازت دی تو دونوں عقد آدھے آدھے ہو جائیں گے اور ہر ایک کو دونوں مشتریوں میں سے خیار حاصل ہوگا کذا فی المحیط۔ ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اس نے دونوں کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اس صورت میں ہے کہ جب اس نے دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونوں عقد آگے پیچھے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا فسخ کرنے والا ہوگا اور بعض نے مشائخ حنفیہ میں سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کے واسطے فسخ کرنے والا نہیں جانتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اس کی اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچ ڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہے جس کو اجازت ہے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جس کو اس نے اجازت خرید و فروخت کی دے دی ہے خواہ اس غلام کا قرض ہے یا نہیں ہے پھر اس بائع نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ میں نے تیرا کپڑا بیچ ڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ہاتھ بیچا ہے تو یہ بیع ناجائز ہوگی مگر ایک صورت کہ جس میں اپنے غلام قرض دار کے ہاتھ بیچا ہے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہے یعنی بیع ان پر مقدم رکھی جائے گی یہاں تک کہ اگر کسی درمیانی نے کسی شخص کی باندی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اس کا کسی دوسرے سے نکاح کر دیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونوں[1] کی ایک ساتھ اجازت دے دی تو بیع جائز ہوگی اور اس کے سوائے[2] جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اپنے سوائے دوسرے عقود پر مقدم ہے اور ہبہ اور اجارہ رہن پر مقدم[3] ہے اور عقد ہبہ اجارہ پر مقدم ہے اور دار کے حق میں بیع ہبہ پر مقدم ہے اور غلام کے حق میں دونوں برابر ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے سے اور فلاں شخص سے کل کے دن ایک ہزار درہم کو خریدا تھا پس اس کے مالک نے کہا کہ میں راضی ہوں تو کچھ بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام کل کے دن خریدا آدھا اپنے سے پانچ سو درہم کو اور آدھا فلاں شخص سے پانچ سو درہم کو پس اگر مالک کہے کہ میں نے اجازت دی تو اس آدھے کی بیع جس کو فلاں شخص سے خریدا ہے جائز ہوگی کذا فی المحیط اور اجازت مالک سے پہلے مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور بیع موقوف میں سے ایک اس مجور لڑکے کی بیع ہے کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہے کہ اس کا خرید و فروخت کرنا اس

---

[1] یعنی دونوں عقد کی کہ ایک بیع ہے اور دوسرا نکاح یا اجارہ ہے ۱۲۔ [2] یہ قید توضیح کے واسطے ہے کیونکہ کوئی شے اپنی ذات پر مقدم نہیں ہو سکتی ہے یہ بدیہی بات ہے ۱۲۔ [3] قولہ مقدم یعنی مثلاً رہن و اجارہ کی اجازت معاً ہو تو رہن باطل ہوگا اور اجارہ جائز ہوگا اور اگر اجارہ و ہبہ کا معارضہ ہو تو ہبہ مقدم ہوگا ۱۲۔

کے باپ یا وصی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف رہے گا اور ایسے ہی بیوقوف اور اس مجور لڑکے کی بیع وشری کہ جو بالغ ہو کر بیوقوف رہا وصی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہے اور مجور غلام نے اگر مالک کے مال میں سے یا جو اس کو ہبہ کیا گیا ہے کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرض دار کو جس کو اس نے تجارت کی اجازت دی تھی بدون قرض خواہ ہونے کی اجازت کے فروخت کیا تو قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر مالک نے ایسے غلام کو جس کے لیے تجارت کی اجازت دی گئی ہے بدون قرض خواہوں کی اجازت کے فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گیا پھر قرض خواہوں نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ ثمن قرض خواہوں کا مال تلف ہوگا اور اگر بعضوں نے بیع کی اجازت دی اور بعضوں نے غلام اور مشتری کی موجودگی میں بیع توڑ دی تو اجازت صحیح نہیں ہے اور بیع باطل ہو جائے گی اور منجملہ موقوف کے یہ ہے کہ اگر مریض نے اپنے مرض الموت میں کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالوں میں سے کوئی معین مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہے پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہو گیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اس مرض میں مر گیا اور وارثوں نے اجازت دی تو بیع باطل ہو جائے گی اور از انجملہ مرتد کی بیع ہے اگر اس نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہے گی پس اگر وہ اپنے مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دارالحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو ایک مدت معلومہ کے واسطے اس شرط پر دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں اور کاشتکار نے اس کو بویا یا نہیں بویا پھر زمین کے مالک نے اس کو فروخت کیا تو یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاویٰ[1] قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ دس درہم کی زیادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت دے دی تو اجازت سے یہ بیع جائز نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اس کو فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو آزاد کر دیا پھر دوسرے شریک نے بیع کی اجازت دی تو اس کے حصہ کی بیع جائز نہیں ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر دو شریکوں نے آدھا دار مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اس کے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک درمیانی شخص نے دو شخصوں کی شرکت کا آدھا دار فروخت کیا تو یہ بیع دونوں کے حصوں سے متعلق ہوگی پس اگر ایک نے دونوں میں سے اجازت دے دی تو اس کے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ اور زفرؒ نے فرمایا ہے کہ چوتھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک ڈھیری اناج کی دو شخصوں میں مشترک تھی ایک نے اس میں سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی یا نہ دی ہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام ثمن بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیز فروخت کیا پھر شریک نے اجازت دی پھر اس نے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہو گیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیز چاہیے ہے اور مشتری سے لینے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری سے آدھا قفیز[2] لے لے گا اور اگر شریک نے ایک قفیز مشترک ڈھیری میں سے جدا کر کے اس کو فروخت کیا اور دوسرے شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی تو ثمن دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر شریک نے اجازت نہ دی اور مشتری نے آدھا قفیز لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا قفیز[3] لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا ثمن واپس کر لے ورنہ بیع ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک گاؤں دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اس میں سے چند گھر اور دو یا تین قراح[4] فروخت کیے تو نصف میں جائز ہے

---

[1] اس واسطے کہ یہ اجارہ ہے ۱۲۔ [2] کیونکہ بیع پوری نہیں ہوئی ۱۲۔ [3] یہ قفیز نصف باقی سے پورا کرا لے ۱۲۔ [4] قراح کمائی ہوئی زمین جو کھیتی و باغ لگانے کے قابل ہو یا کھیت ہو ۱۲۔

اور اگر آدھا قراح فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اس طرح اگر ایک حجرہ اس میں سے فروخت کیا تو بھی جائز نہیں ہے اور ایسے ہی دونوں کی مشترک زمین کا راستہ بیچنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ وہ دوسرا راضی ہو اور اگر دار میں سے ایک بیت بیچا پھر باقی دار فروخت کیا تو آدھے میں جائز ہے اور اگر آدھی عمارت بدون اس کی زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گیہوں یا کوئی وزنی[1] چیز دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک یا اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ شرکت اس سبب سے ہوئی کہ دونوں نے اپنے اختیار سے دلا دیا تھا یا بلا اختیار مل جانے کے سبب سے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے سریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اجنبی کے ہاتھ جائز نہیں مگر جب کہ اس کا شریک اجازت دے اور اگر یہ شرکت بسبب میراث یا خرید یا ہبہ کے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اجنبی کے ہاتھ بھی اپنے شریک کی اجازت کے بعد بیچنا جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ میں تصرف کرنے کا مالک نہ ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے نوازل میں مذکور ہے کہ ایک شریک نے بدوں اپنے شریک کی اجازت کے باغ میں سے اپنا حصہ سوائے زمین کے فروخت کیا پس اگر وہ درخت کاٹنے کی معیاد پر پہنچ گئے تھے تو بیع جائز ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اور واقعات میں لکھا ہے کہ ایک خرما کا درخت کہ جس پر خرمے پھلے ہوئے تھے دو شخصوں میں مشترک تھا یا ایک زمین کہ جس میں کھیتی تھی دو شخصوں میں مشترک تھی پس اس کی بیع کا مسئلہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور چاہیے کہ جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کپڑے یا بکریاں یا اس کے مانند جو چیزیں کہ منقسم ہوتی ہیں دو شخصوں میں مشترک تھیں ☆

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا حصہ اس گھر میں سے اتنے کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری اس کا حصہ جانتا ہے اور بائع نہیں جانتا تو یہ بیع جائز ہے بشرطیکہ بائع نے یہ اقرار کر لیا ہو کہ اس کا حصہ ایسا ہے جیسا کہ مشتری کہتا ہے اور اگر مشتری نہیں جانتا ہے تو امام محمدؒ اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بیع جائز نہیں ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ جائز ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کپڑے یا بکریاں یا اس کے مانند جو چیزیں کہ منقسم ہوتی ہیں دو شخصوں میں مشترک تھیں کہ ایک نے اپنا حصہ مثلاً ایک بکری یا کپڑے میں فروخت کیا تو یہ جائز ہے اور شریک اس کو امام محمدؒ کی روایت پر باطل نہیں کر سکتا ہے اور حسن بن زیادؒ نے روایت کی کہ بیع جائز نہیں مگر جبکہ اس کا شریک اجازت دے اور اسی کو طحاویؒ نے لیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک زمین اور کنواں دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ کنویں میں سے مع اس کے راستہ کے کہ جو زمین میں ہو اگر تھا فروخت کر دیا تو کنویں کی بیع جائز اور راستہ کی جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور راستہ کی بیع اس کے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اس نے اجازت دی تو سب کی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر آدھا کنواں بدون راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر آدھی عمارت مع آدھی زمین کے فروخت کی تو جائز ہے خواہ اجنبی کے ہاتھ بیچی یا شریک کے ہاتھ اور اگر آدھی عمارت بدون آدھی زمین کے اجنبی یا شریک کے ہاتھ فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ عمارت واجبی حق سے بنائی ہو اور اگر ناحق ہو تو آدھی عمارت کی بیع اجنبی یا شریک کے ہاتھ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک شخص کا غلام بیچا اور مشتری نے غلام پھیر دینا چاہا اور کہا کہ تو نے اس کے مالک کی بلا اجازت فروخت کیا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کے مالک کے حکم سے فروخت کیا ہے پھر مشتری نے غلام کے مالک کے اس اقرار پر کہ اس نے بائع کو غلام کے بیچنے کی اجازت نہیں دی تھی گواہ پیش کیے یا اس بات پر گواہ پیش کیے کہ بائع نے ایسا اقرار کیا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ غلام کے مالک نے اس کو بیع کی اجازت نہیں دی تو بیع باطل ہو جائے گی

[1] یعنی جو چیز وزن سے بکنے کی ہے ۱۲۔

بشرطیکہ مشتری اس کا خواستگار ہو اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہو گیا اور بائع سے فسخ کرانا چاہا تو قاضی بیع کو فسخ کر دے گا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ فسخ میں تاخیر کی جائے تا کہ غلام کے مالک سے اس کے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر نہ کی جائے گی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور اس نے قسم کھالی تو غلام مشتری سے لے لیا جائے گا۔ اگر قسم سے انکار کیا تو بیع عود کرے گی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہیں لے سکتا ہے اور بائع کو اختیار ہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کہ واللہ میں نے تجھ کو اس غلام کے بیچنے کا حکم نہیں کیا ہے پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کا حکم دینا ثابت ہو گیا اور اگر قسم کھالی تو بائع ضمانت[1] دے گا اور اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے مر گیا اور اس کا وارث یہی بائع ہوا اور اس نے اس کے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مر جانے کے بعد اقرار کیا کہ اس نے بیع کا حکم نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس کا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہوا پس اگر دوسرے نے اس کے حکم دینے سے انکار کیا تو اس کا دعویٰ سنا یا جائے گا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو قسم دلائے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ غلام کے مالک نے اس کی بیع کرنے کا حکم اس بائع کو دیا ہے پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہوا اور اگر قسم کھالی تو آدھا غلام لے لیا جائے گا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لے گا اور باقی آدھے میں اس کو اختیار ہوگا یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اس حکم دینے والے کی ملک ہے اگر اس نے انکار کیا تو اس حکم دینے والے کا قول لغو ہوگا تا وقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اس غلام کا مالک ہے کذا فی الکافی۔

باب نمبرہ:

اقالہ کے بیان میں

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اقالہ دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں فسخ اور ان دونوں کے سوا دوسروں کے حق میں از سر نو بیع ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اس کا فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی ایک ہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایک ہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانچ سو کا ذکر لغو ہے اور اگر دونوں نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر مبیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں آیا ہے تو یہ اقالہ ایک ہزار پر صحیح ہو جائے گا اور پانچ سو کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایک ہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اس میں کچھ عیب آ گیا ہو تو پانچ سو پر اقالہ صحیح ہے اور یہ کمی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعوض دوسری جنس کے ہو تو عامہً کتب میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ اقالہ پہلے ثمن پر صحیح ہو جائے گا اور دوسری جنس کا ذکر کرنا لغو ہوگا اور اگر مبیع میں زیادتی پیدا ہو گئی پھر دونوں نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی متصلہ[2] ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصلہ ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے اور میں تجھ کو ثمن میں ایک سال تک تاخیر دوں گا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کر لے اور

---

[1] قیمت غلام کا ضامن ہوگا ۱۲۔ [2] قولہ زیادتی متصلہ اقول لفظ زیادتی کا استعمال بر سبیل غلط انعام ہے اور زیادتی متصلہ جیسے حسن و جمال وغیرہ اور منفصلہ جیسے بچہ وغیرہ ۱۲۔

میں پچاس درہم تجھ کو چھوڑ دوں گا تو اقالہ صحیح ہو گا اور تاخیر اور کم کر دینا صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے اور اصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ ایسے دو لفظوں کے ساتھ کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل ہو صحیح ہو جاتا ہے مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کرالے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اقالہ کیا تو ان کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوتا مگر صرف[1] دو ماضی کے لفظوں کے ساتھ مانند بیع کے اور فتاویٰ میں امام محمدؒ کا قول مختار رکھا گیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کر لے اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت میں امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ اقالہ نہ ہو گا تاوقتیکہ بائع اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں نے اجازت دی تو یہ اقالہ ہو گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بائع نے کہا کہ بیع مجھ کو پھیر دے اس نے کہا کہ پھیر دی تو یہ اقالہ صحیح نہ ہو گا تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے مشتری سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ ثمن لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہے کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

دلاّل بائع کے مطلق[2]

حکم سے بیچ ڈالنے کے بعد ثمن لے کر بائع کے پاس آیا اور بائع نے کہا کہ میں اتنے کو نہیں دوں گا پھر دلاّل نے مشتری کو خبر دی اور اس نے کہا کہ میں نے بھی نہیں چاہتا ہوں تو بیع فسخ نہ ہو گی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ تعاطی سے اقالہ منعقد ہوتا ہے اگر چہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے مشتری نے طعام پر قبضہ کر لیا اور بعض ثمن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ ثمن گراں ہے پس بائع نے وہ بعض ثمن کہ جس پر قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہے کہ ایک جانب کی تعاطی سے بیع منعقد ہو جاتی ہے اقالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کوئی شخص ابریشم خرید کر لے گیا پھر بائع سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہیں ہے تو اس کو لے اور میرا ثمن واپس کر دے اور بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ میں نے ثمن سے اس قدر تجھ کو چھوڑا باقی مجھے پھیر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہو گا نہ ابتدائی بیع۔ بائع[3] نے مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اس نے کہا کہ میرا ثمن دے دے پس بائع اس کو ایک قبالہ لکھ کر دے دیا اس نے لے کر بیع واپس کر دی تو یہ فسخ آخر یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا اور مشتری نے اس سے کہا کہ میں نے اس کپڑے کی بیع میں تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہے تو اس کی قمیص قطع کرالے اس نے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں اقالہ کرنے والے راضی ہوں اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع صرف کے اقالہ میں دونوں بدل پر باہم قبضہ ہو اور مبیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ[4] ہو جیسے کہ خیار شرط یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اس میں ایسی زیادتی ہو جائے کہ ان سببوں کے ساتھ فسخ کرنا ممنوع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ صحیح نہ ہو گا اور یہ شرط ہے کہ اقالہ کے وقت مبیع قائم ہو پس اگر اس وقت تلف ہو چکی ہو تو اقالہ صحیح نہ ہو گا لیکن ثمن کا اس وقت قائم ہونا شرط نہیں ہے اگر کسی معین کو بعوض دین کے مثل درہم و دینار کے خواہ یہ دونوں معین کیے جائیں یا نہ کیے جائیں اور فلوس اور کیلی اور وزنی اور عددی کہ جو وصف کر کے اپنے ذمہ

---

[1] دونوں صیغے ماضی ہونے چاہیے ہیں جیسے بیع میں ہے۔۱۲ [2] قولہ مطلق حکم اس سے یہ مراد ہے کہ بائع نے دلال کو حکم دیا کہ اس کو فروخت کر دے اور ثمن کی جنس و مقدار کچھ نہیں بیان کی ہے۔۱۲ [3] پس بائع کو پورا ثمن واپس کرنا پڑے گا۔۱۲ [4] قولہ فسخ یعنی جن سببوں سے عقد فسخ ہو سکتا ہے وہ یہاں طاری ہو سکتے ہوں۔۱۲

رکھی[1] گئی ہیں فروخت کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے پاس موجود ہے تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر اس معین مال کے تلف ہونے کے بعد اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مال عین اقالہ کے وقت موجود ہو پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے تلف ہو جائے تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بیع دو غلام ہوں اور بائع اور مشتری دونوں[2] نے قبضہ کر لیا پھر دونوں غلام مر گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک اقالہ کے وقت مر گیا تھا اور دوسرا موجود تھا اور اقالہ صحیح ہو گیا پھر واپس کرنے سے پہلے دوسرا بھی مر گیا تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں نے ایک معین مال کو دوسرے معین کے عوض باہم بیع کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر ایک کے پاس وہ مال تلف ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تلف ہونے والے کے خریدار کو اس کا مثل دینا چاہیے اگر وہ مثلی ہو یا اس کی قیمت دوسرے کو دے کر اپنا مال معین واپس کر لے اور اسی طرح اگر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ دونوں مال معین اس وقت موجود تھے پھر اقالہ کے بعد واپس دینے سے پہلے ایک تلف ہو گیا تو اقالہ باطل نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر دونوں واپس دینے سے پہلے تلف ہوئے تو اقالہ باطل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے انگور کا باغ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کیا اور مشتری نے ایک سال اس کے پھل کھائے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر زیادتی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تلف ہو جائے یا اس کو کوئی اجنبی تلف کر دے تو بھی اقالہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اناج کی بیع سلم میں ایک غلام دیا اور اناج پر قبضہ کیا پھر غلام مر گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح ہے اور اس کو اس غلام کی قیمت دینی پڑے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر غلام بعوض گداختہ چاندی یا ڈھلی[3] ہوئی چاندی کی چیز کے خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ چاندی بائع کے پاس موجود تھی تو اقالہ صحیح ہوگا اور بائع کو وہ چاندی پھیر دینی چاہیے اور مشتری سے غلام کی قیمت سونے کی قسم[4] سے لے نہ چاندی کی قسم سے اگر وہ غلام اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے مر گیا تو بائع کو چاہیے کہ وہ چاندی واپس کر دے اور غلام کی قیمت میں خواہ سونا لے یا چاندی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے تر صابون خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ اس کے پاس خشک ہو کر بسبب خشکی کے وزن میں گھٹ گیا پھر دونوں نے بیع فسخ کر لی تو فسخ صحیح ہے اور مشتری کو اس نقصان کے سبب سے کچھ نہ دینا پڑے گا کسی نے گوشت یا مچھلی یا اور کوئی ایسی چیز جو جلدی بگڑ جاتی ہے خریدی پھر مشتری ثمن لانے کو اپنے گھر گیا اور وہاں اس کو دیر ہوئی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائے گی تو استحساناً اس کو جائز ہے کہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دوسرے کو اس سے خریدنا بھی جائز ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ دوسرا ثمن پہلے ثمن سے زائد ہو تو بائع پر واجب ہے کہ زیادتی صدقہ کر دے اور اگر کم ہو تو یہ نقصان بائع کے مال میں ہوگا پہلے مشتری کے ذمہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعویٰ کرتا ہے تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ☆

کسی نے ایک گدھا خرید کر قبضہ کیا پھر چار روز کے بعد اس کو لایا اور بائع کو واپس دیا اور بائع نے صریحاً قبول نہ کیا اور بائع اس کو چند روز اپنے کام میں لایا پھر ثمن واپس دینے سے اور اقالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور مشتری نے اس کے خریدنے سے انکار کیا تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے جب تک کہ ترک خصومت پر عزم نہ کرے کیونکہ مشتری کے انکار سے بیع فسخ نہیں ہوتی[5] ہے اور اسی طرح اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعویٰ کرتا ہے تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے پھر اگر مشتری نے دعویٰ کرنا چھوڑا اور بائع نے سن لیا کہ اس نے جھگڑا چھوڑ دیا ہے

---

[1] تاکہ دین ہو جائیں ۱۲۔ [2] یعنی بائع نے ثمن پر اور مشتری نے بیع پر ۱۲۔ [3] یعنی سکہ دار نہیں ہے مثلاً چاندی کا خاصدان وغیرہ ہے ۱۲۔ [4] یعنی مثلاً دینار ۱۲۔ [5] پھر اگر بائع نے ترک خصومت پر عزم کر لیا تو اس کو حلال ہے کہ باندی سے وطی کرے ۱۲۔

تو اس کو وطی کرنا حلال ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خرید کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے آدھا غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازاں باندی کی بیع کا اقالہ جائز ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اسی طرح اگر اس نے غلام فروخت نہ کیا لیکن اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس کے عوض کا مال اس نے لے لیا پھر باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور ثمن دے دیا اور غلام پر قبضہ نہ کیا پھر بائع نے اس سے ملاقات کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو غلام اور ثمن ہبہ کیا تو یہ کہنا بیع کا توڑنا ہے اور ثمن کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک قوم کشتی میں سوار تھی اور اس میں کے کسی شخص سے ان لوگوں نے کشتی میں کچھ اسباب خریدا پھر کشتی کے ڈوب جانے کا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی میں سے کچھ اسباب پھینک دینا چاہیے تاکہ کشتی ہلکی ہو جائے پس اسباب بیچنے والے نے کہا کہ جو شخص تم میں سے اس اسباب کو جو مجھ سے خریدا گیا ہے پھینک دے گا تو میں نے بیع کا اقالہ کیا پس انہوں نے پھینک دیا تو استحساناً اقالہ صحیح ہو جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو ثمن ادا کرنے سے پہلے جتنے کو خریدا تھا اس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور بائع نے دعویٰ کیا کہ اس نے بیع کا اقالہ کر لیا تو انکار اقالہ کے باب میں مشتری کا قول قسم لے کر معتبر رکھا جائے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اس کو مشتری سے ثمن ادا ہونے سے پہلے جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خریدا ہے اور مشتری اقالہ کا دعویٰ کرتا ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو قسم دلائی جائے گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ جو شخص بیع کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہے وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہے اور وکیل خرید کی نسبت شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے مؤکل کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہے اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہے اور موصی لہٗ کا اقالہ جائز نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور کیلی چیزوں میں بدون[1] کیلی کے اقالہ جائز ہے اور اقالہ کا شرط کے ساتھ متعلق کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اس کو سستا خریدا اور اس نے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خرید پائے تو اس کے ہاتھ بیچ ڈالنا پھر اس نے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیع منعقد نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد شرطوں سے اقالہ باطل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ فسخ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ جس کا کسی شخص پر معیادی قرض ہے اگر قرض دار سے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو قرض کی معیاد عود نہ کرے گی اور اگر اس کو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہر وجہ سے فسخ ہوا تو میعاد[2] عود کرے گی اور قرض کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں صورتوں میں عود[3] نہ کرے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ایک گائے بیچی اور اپنے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہے پس مشتری نے کہا کہ اگر سستی ہو تو اس کو بیچ اور اپنے واسطے نفع اٹھا اور مجھ کو میری اس گائے کا ثمن جو تو نے میرے ہاتھ بیچی ہے پہنچا دے پس بائع نے اس کو بیچا اور نفع اٹھایا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد لیکن مشتری نے اس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیچ لے تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا ورنہ بیع کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع مؤکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین جو اس کے اور اس کے بالغ بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیع کی اجازت دی پھر اس عورت نے بیع کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اس عورت نے بیٹے کی بلا اجازت فروخت کی تو بیع جائز ہے اور اس کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے مبیع عقد کرنے والے کی ملک میں آجاتی ہے مؤکل اور اجازت دینے والے کی ملک میں نہیں جاتی

[1] کیل ہونا اقالہ کے واسطے ضروری نہیں ہے ۱۲۔ [2] گویہ بیع واقع نہیں ہوئی ہے ۱۲۔ [3] عود نہ کرے گی بلکہ فی الحال واجب الادا ہو جائے گا ۱۲۔

ہے۔ تاک[1] انگور بعوض سونے کے خریدا اور بجائے اس کے گیہوں دے دیے پھر دونوں نے بیع فسخ کر لی تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ گیہوں طلب کرے اور اگر جید درہموں کے عوض کوئی چیز خریدی اور بجائے ان کے زیوف دے دے اور بائع نے ان سے چشم پوشی کی پھر دونوں نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ مشتری بائع سے جید درہم واپس[2] کر لے۔ ایسی کوئی چیز خریدی کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہے اور مشتری اس کو دوسری جگہ لے گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو واپسی کا صرف بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اس پر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اس کا دودھ دوہتا تھا اور کھاتا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس دودھ کی مثل[3] طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور مشتری سے دودھ کی ضمان ساقط نہ ہوگی بسبب اس کے کہ اقالہ موجود کے حق میں ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق میں یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین مع اس کی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اس کے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درہم کاسد[4] ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو بائع انہیں کاسد درہموں کو واپس کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کوئی ایسی زمین خریدی جس میں درخت تھے کہ ان کو مشتری نے کاٹ لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہے اور بائع کو درختوں کی قیمت سے کچھ نہ ملے گا اور درخت مشتری کو دے دیئے جائیں گے اور یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بائع درختوں کے کٹ جانے سے آگاہ ہو اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں[5] لے ورنہ ترک کر دے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہے لیکن بیع سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے بیع کا اقالہ کیا پھر اس بائع نے اپنے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیع کیا تو بھی جائز ہے کذا فی محیط السرخسی۔

باب چودہ:

بیع مرابحہ اور تولیہ اور وضیعہ کے بیان میں

بیع مرابحہ وہ ہے کہ مثل پہلے ثمن[6] پر کچھ نفع زیادہ لے کر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن پر بدوں زیادتی کے فروخت کرے اور وضیعہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز مرابحہ بیچی پس اگر ثمن مثلی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ نفع معلوم ہو خواہ وہ نفع ثمن اوّل کی جنس سے ہو یا نہ ہو اور اگر ثمن مثلی نہ ہو جیسے اسباب پس اگر وہ شے مرابحۃً ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اس اسباب کا مالک نہیں ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اس اسباب کا مالک ہے پس اگر بعوض اس اسباب کے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دس کے نفع پر بیچے تو جائز ہے اور اگر دہ یازدہ[7] کے نفع پر بیچے تو جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ثمن اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو جائز ہے اور اس کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اس نے بیع اختیار کر لی اور استحساناً اس کے ذمہ گیارہ لازم ہوں گے اور اسی طرح اگر وہ شے بتولیہ بیچی اور مشتری نہیں جانتا کہ کتنے میں اس کو پڑے گی تو جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ثمن اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو جائز ہے اور اس

---

[1] باغ انگور چار دیواری دار ۱۲۔ [2] مشتری کو ایسا اختیار ہے قضا ۱۲۔ [3] قولہ اس واسطے کہ دودھ مثلی چیزوں میں سے ہے ۱۲۔ [4] کاسد ہو گئے انہے چلن جاتا رہا ۱۲۔ [5] قولی یعنی اقالہ قبول کرے ۱۲۔ [6] قولہ مثل پہلے ثمن اوّل یعنی پہلے ثمن کے مثل ثمن پر اور مثل اس واسطے کہا کہ بعینہٖ ثمن ہونا ضرور نہیں ہے ۱۲۔ [7] قولہ یعنی دس کے گیارہ یعنی فی دہائی ایک کا نفع ۱۲۔

کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا پھر اس کے عوض ایک دینار اور کپڑا دیا تو راس المال دس ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کو مرابحۃ فروخت کیا تو دوسرے مشتری کو دس درہم دینے پڑے گے اور اگر ایک کپڑا بعوض دس درہم کے جو اس شہر کے نقد کے برخلاف میں خریدا اور اس کو ایک درہم نفع سے بیچا تو دس درہم ویسے ہی ملیں گے جیسے اس نے ادا کیے ہیں اور ایک درہم اس شہر کے نقد میں سے ملے گا اور اگر نفع کو راس المال کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ میں تیرے ہاتھ دہ یازدہ کے نفع سے بیچتا ہوں تو نفع ثمن کی جنس سے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بجائے جید درہموں کے زیوف ادا کیے اور بائع نے اس سے چشم پوشی کی تو اس کو یہ جائز ہے کہ جید کے حساب سے نفع لے کر مرابحۃ فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اس نے ثمن کے عوض کوئی اسباب دیا یا رہن[۱] دیا اور وہ تلف[۲] ہو گیا تو[۳] درہموں پر نفع لے کر مرابحۃ فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کوئی اسباب مرابحۃ فروخت کیا اور اس کو خبر دی کہ میرا راس المال سو دینار ہیں پھر مشتری نے اس کو ثمن ادا کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو شامی دیناروں کے عوض خریدا ہے حالانکہ یہ بیع[۴] بغداد میں واقع ہوئی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو سوائے نقد بغداد کے دوسرا[۵] نہ ملے گا اور اگر وہ گواہ اس بات پر گواہ لایا کہ میں نے اس کو شامی دیناروں سے خریدا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری کو خیار[۶] حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک جنس کے دو کپڑوں کی بیع سلم میں دس درہم دے اور ان دونوں کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی ☆

اگر مشتری نے بیع کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو اس کو مرابحۃ بیچنا جائز ہے اور اسی طرح اگر اس نے فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب یا خیار یا اقالہ کے اس کو واپس مل گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر وہ بیع تمام ہو جائے پھر بسبب میراث یا ہبہ کے اس کے پاس واپس آئے تو اس کو مرابحۃ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مبیع سب ایسی ہو جو ناپی یا تولی یا گنی جاتی ہے بشرطیکہ اعداد میں تفاوت[۷] نہ ہو تو مشتری کو اس میں سے تھوڑی بیچنا جائز ہے اور اگر وہ مبیع پوری مختلف ہو یا اعداد میں تفاوت ہو کہ بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہو پس اگر مرابحۃ بعض کو غیر منقسم فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر معین کر کے فروخت کیا پس اگر ثمن اکٹھا ہو تو جائز نہیں اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا گیا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس ثمن پر جو بیان ہوا ہے نفع لے کر مرابحۃ بیچ سکتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک جنس کے دو کپڑوں کی بیع سلم میں دس درہم دے اور ان دونوں کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی[۸] اور وقت کے آنے[۹] پر ان دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ان دونوں کو پانچ پر نفع سے بیچنا چاہا تو تاوقتیکہ بیان نہ کر دے مکروہ ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اس کا آدھا جل گیا تو یہ جائز نہیں کہ باقی آدھے کو آدھے ثمن پر مرابحۃ فروخت کرے اگرچہ باقی کپڑا باعتبار گزوں کے آدھا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جائے کہ جو بھاگنے کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آئے تو غاصب کو جائز ہے کہ مرابحۃ اس قیمت پر فروخت کرے جو اس نے ڈانڈ دی ہے مگر وہ کہے گا کہ یہ غلام مجھ کو اتنے میں پڑا ہے ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے عوض خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اس پر حکم کیا کہ

---

[۱] جو کہ ثمن کے برابر تھا ۱۲۔ [۲] یہاں تک کہ مشتری کے ذمہ سے بائع کا قرضہ ساقط ہو گیا ۱۲۔ [۳] ثمن پر درہم ہوں یا دینار ہوں ۱۲۔ [۴] بیع مرابحۃ ۱۲۔ [۵] خواہ شامی ہو یا کوئی اور ہو ۱۲۔ [۶] چاہے خریدے یا ترک کرے ۱۲۔ [۷] قریب قریب برابر ہوں ۱۲۔ [۸] ہر ایک بظاہر پانچ درہم تک ہوتا ہے اگرچہ تصریح نہیں ہے ۱۲۔ [۹] جو مدت بیع سلم کے آنے کی ٹھہری ہے ۱۲۔

بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر ہبہ کیا اور دونوں نے باہم قبضہ کرلیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مال صلح کے مانند اس کو مرابحۃً بیچنا جائز نہیں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ[1] کے نزدیک اگر عوض مثل ہبہ کی قیمت کے ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مجھے یہ مال اتنے میں پڑا ہے اور یہ نہ کہنا چاہے کہ میں نے اس کو خریدا ہے کسی کو ایک غلام میراث میں ملا اور اس نے اس کو ایک ہزار درہم کو بیچا پھر دونوں نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیع کا اقالہ کر لیا اور اس کو مرابحۃً بیچنا چاہا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر ایک مختوم گیہوں دو مختوم جو کے عوض جو غیر معین تھے فروخت کیے اور دونوں نے قبضہ کرلیا تو گیہوں کو مرابحۃً بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیزوں کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گیہوں کی ایک قفیز کو دو قفیز جو کے عوض جو غیر معین ہیں خریدا پھر گیہوں کو چوتھائی گیہوں کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اس کو ایک درہم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو کپڑوں کو خریدا اور ہر ایک کا ثمن بیان نہ کیا تو ایک کو مرابحۃً بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس کا ثمن بہت گراں دیا پھر اسی ثمن پر اس کو مرابحۃً فروخت کیا تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اس نے کردی ہے کہ جتنا ٹوٹا[2] لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ اس کو مرابحۃً فروخت کرے تاوقتیکہ بیان نہ کردے کہ میں نے ثمن گراں دیا ہے۔ اگر دو شخصوں نے کیلی یا وزنی چیز یا ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہیں خریدی اور اس کو تقسیم کرلیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز ہے اور اگر کپڑا یا اس کے مانند کوئی چیز ہو اور اس کو وزن نے تقسیم کرلیا اور ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر درہموں کے عوض دینار خریدے اور دیناروں کو مرابحۃً بیچنا چاہا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اس کے ثمن سے زیادہ اس پر رقم ڈال دی اور اس کو اس رقم پر مرابحۃً بیچا تو جائز ہے مگر یہ نہ کہے کہ مجھ کو اتنے میں پڑا ہے اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میراث میں پایا یا اس کو ہبہ میں ملی اور اس پر رقم ڈال کر مرابحۃً بیچا تو بھی جائز ہے اور یہ سب اس وقت میں جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جانتا ہو کہ مشتری جانتا ہے کہ رقم سوائے ثمن کے ہوتا ہے اور اگر یہ جانتا ہے کہ مشتری کے علم میں ثمن اور رقم برابر ہیں تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر آدھا غلام سو درہم کو خریدا پھر باقی آدھا دو سو درہم کو خریدا تو اس کو اختیار ہے کہ جس آدھے کو چاہے اس کے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سو درہم پر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ راس المال میں دھلوائی اور رنگائی اور نقش کرائی کی مزدوری اور بٹنے کی مزدوری اور بکریاں ہانکنے کی مزدوری اور حمالی ملانا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ تاجروں کا عرف بیع مرابحہ میں معتبر ہے پس جن چیزوں کا راس المال میں ملانا ان کے عرف میں ہوگا وہ ملائی جائیں گی ورنہ نہیں ملائی جائیں گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

جو کچھ اس شخص نے سفر میں اپنی ذات پر خرچ کیا ہے کھانے اور کرایہ وغیرہ سے وہ اس میں نہ ملائے کیونکہ اس میں عرف کا نہ ہونا ظاہر ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ چرواہے کی اجرت اور غلام کو کوئی ہنر سکھلانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے مکان کا کرایہ راس المال میں نہ ملائے اور اسی طرح غلاموں کے محافظ یا اناج کے محافظ کی اجرت

---

[1] کیونکہ ہبہ بشرط عوض مثل بیع کے ہے حتیٰ کہ حق شفعہ ثابت ہوتا ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم اس کلام سے مراد ہے کہ اتنے دام کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہیں کرتا ہے اور یہی مراد ہر جگہ ہے جیسا کہ مترجم نے مقدمہ میں تنبیہ کردی ہے ۱۲۔

بھی نہ ملادے گا اور ایسے ہی طبیب کی اجرت اور رائض اور بیطار کی اجرت اور آبق[1] کی مزدوری اور خادموں کی اجرت اور جرم کا جرمانہ اور جو اس سے راہ میں ظلم سے لیا گیا راس المال میں نہ ملائے مگر اس صورت میں کہ ان کے ملانے کی عادت جاری ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور پچھنے لگانے والے کی اجرت نہ ملائے اور اناج کے ثمن میں پیمانہ کرنے والوں کی اجرت نہ بڑھادے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ظاہر الروایت میں دلال کی اجرت بڑھادے گا اور چوپاؤں کی بیع میں جھولوں یا اس کے مانند چیزوں کا ثمن نہ ملادے اور غلام کی بیع میں کھانے اور کپڑے کا خرچ ملادے مگر وہ نہ ملائے جو اسراف اور زیادتی ہو اور چوپاؤں کے چارہ کے دام ملائے لیکن اگر کوئی چیز ان سے مثل دودھ یا صوف یا روغن کے پیدا ہو کر اس کو مل گئی ہو تو بقدر اس کی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اس کو ملادے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اجرت پر دیا اور اس کی اجرت لے لی تو باوجود اس کے جو کچھ اس نے ان چیزوں پر خرچ کیا ہے وہ راس المال میں ملا کر مرابحہ فروخت کرے گا کیونکہ اجرت ان کی ذات سے نہیں پیدا ہوئی ہے ایسے ہی مرغی کے انڈوں کو حساب کرے گا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہو گا اس کو ملادے گا اور گچ کرانے اور کہگل لگانے اور کنواں کھودانے کی اجرت جب تک یہ چیزیں گھر کے اندر باقی ہوں راس المال میں ملائے گا پس اگر یہ چیزیں زائل ہو جائے تو نہیں ملادے گا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو سینچنے کی اجرت اور اس کے پیراستہ کرانے کی اجرت بھی ملادے گا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کہگل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود کیے تو کچھ نہ ملادے گا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر ماعاریتاً کردے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ نہر کھودنے اور کاریز بنانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جوتنے اور درخت لگانے میں جو خرچ ہو وہ ان چیزوں کے باقی رہنے تک ملادے گا اور ایسے ہی پھل پھاڑنے والے اور میوہ چنے والے کی اجرت بھی ملادے اور ان کی حفاظت کرنے والے کی اجرت نہ ملادے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی بکری خریدی اور اس کے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور نمک دینے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اجرت راس المال میں ملادے گا اور ایسے ہی اگر تانبا خریدا اور اس کے برتن بنانے والے کو اجرت پر مقرر کیا تو اس کو بھی حساب کرنے اور ایسے ہی لکڑی کی صورت میں دروازہ بنانے کے واسطے بڑھئی کی اجرت بھی ملادے اور ایسے ہی اگر لکڑی خریدی اور اس کا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بھٹی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اجرت راس المال میں ملادے ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ اگر غلام کا نکاح کر دیا تو اس کا مہر راس المال میں نہ ملادے اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو اس کا راس المال میں سے مہر کم نہ کرے اگر موتی خریدے اور اس میں سوراخ کرائے تو اس کی اجرت ملالے اور یاقوت کی صورت میں اگر چھید کرانا اس کو ناقص کرتا ہو تو چھید کرائی کی مزدوری نہ ملائے اگر چھید کرانے سے اس کی قیمت بڑھتی ہو یا چھید کرانا ضروری ہو تو ملائے اگر ابرا اور استر خریدا اور دونوں کا جبہ بنایا اور اس میں ایسی روئی بھری جو اس کو وراثت یا ہبہ میں ملی ہے تو ڈھلائی اور سلائی کو ثمن میں ملائے اور اگر کپڑا اس کو وراثت میں ملا اور اس کے نیچے ایسا پوستین لگایا کہ جس کو اس نے خریدا ہے یا پوستین میراث میں اور دوسرا میراث ملا ہو اور ابرا اس نے خریدا تو پوستین کا ثمن اور سلائی راس المال میں ملادے اور اگر دو کپڑے کہ ایک خریدا ہو میں ملا ہو پھر دونوں کو مرابحتہ بیچا اور کہا کہ دونوں مجھ کو دس درہم میں پڑے ہیں تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ میراث کا کپڑا اس نے کسی چیز کے عوض نہیں خریدا ہے اور اگر اس نے اس میراث کے کپڑے کو ایک درہم خرچ کر کے عصفر سے رنگایا پھر دونوں کو مرابحتہ فروخت کیا اور کہا کہ مجھ کو دس درہم میں پڑے ہیں تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر بیع میں کچھ عیب تھا اور اس کو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اس کو دیکھا تو اس پر راضی

[1] یعنی جو شخص بھگوڑے غلام کو پکڑ کر لایا ہے جو اس کو محنتانہ دیا ہے ۱۲۔

ہو گیا تو اس کو مرابحتاً بیچنا جائز ہے ☆

اگر بائع نے بیع مرابحۃ میں خیانت کی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر بیع تولیہ میں اس نے خیانت کی تو ثمن میں سے کم کر دے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور خیانت کی صورت میں اگر مبیع واپس کرنے سے پہلے تلف ہوئی یا اس میں کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی کہ جس سے فسخ ممنوع ہوتا ہے اور یہ خیانت ظاہر ہونے کے وقت ہوا تو مشتری کو پورے ثمن پر لازم ہوگی اور اس کا خیار امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہو جائے گا اور یہی امام محمدؒ کا مشہور قول ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر مبیع میں کچھ عیب تھا اور اس کو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اس کو دیکھا تو اس پر راضی ہو گیا تو اس کو مرابحۃ بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی[1] اگر اس کو مرابحۃ خرید کیا پھر اس کو اس کا مالک لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جتنے کو لیا ہے اس پر نفع لے کر مرابحۃ فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر مبیع میں بائع کے پاس یا مشتری کے پاس آسمانی آفت سے یا مشتری کے فعل سے یا خود مبیع کے فعل سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس کو مرابحۃ پورے ثمن پر بدون بیان کرنے کے ہمارے تینوں[2] اماموں کے نزدیک بیچنا جائز ہے اور اگر بائع کے فعل یا اجنبی کے فعل سے اس میں کچھ عیب پیدا ہوا تو جب تک بیان نہ کرے اس کو مرابحۃ بیچنا جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر مبیع میں کچھ زیادتی پیدا ہوئی جیسے پھل یا بچہ یا صوف اور وہ اس کے پاس موجود ہے پھر اس کے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے تلف ہوگئی تو بدون بیان کرنے کے اس کو مرابحۃ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر آسمانی آفت سے تلف ہوئی تو بدون بیان کے مرابحۃ بیچنا جائز ہے اور اگر کوئی ثیبہ باندی خریدی اور اس سے وطی کی تو بدوں بیان کرنے کے اس کو بیچنا جائز ہے اور اگر باکرہ ہو تو بدوں بیان کرنے کے اس کو مرابحۃ بیچنا جائز نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اس کو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ نے جلا دیا تو بلا بیان اس کو مرابحۃ بیچ سکتا ہے اور اگر اس کے کھولنے یا لپیٹنے میں مسک کر نقصان آئے تو اس کو بیان کرنا لازم ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی دار یا زمین کو کرایہ پر چلایا بدوں اس کے کہ اس میں کچھ نقصان آئے تو اس کو جائز ہے کہ بدوں بیان کے مرابحۃ فروخت کرے اور اگر کوئی شے ادھار خریدی تو بدون بیان کرنے کے اس کو مرابحۃ فروخت نہ کرے اور یہ حکم ایسی معیاد میں ہے کہ جس کی شرط لگائی ہو اور اگر شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن اس کی رسم تاجروں کے درمیان جاری ہو جیسے کہ اکثر[3] بیع میں شے کو فروخت کر کے اس کے ثمن کا ایک بارگی مطالبہ نہیں کرتا ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہر مہینہ یا ہر دن میں بائع لے لیتا ہے تو ایسی صورت میں اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضروری نہیں ہے پھر جو مدت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت میں بدوں بیان کے فروخت کیا اور مشتری اس سے آگاہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضامند ہو کر اس کو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے مبیع کو تلف کر دیا یا خود تلف ہوگئی پھر مدت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرض دار سے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان داموں کو نہ لیتا تو اس کو مرابحۃ بیچنا بدون بیان کے جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے سے بھی ان داموں کو لے لیتا تو مرابحۃ بیچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید میں فرق ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ہر جگہ بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اس سے آگاہ ہو تو اس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں بیع تمام کرے ورنہ مبیع واپس کر دے پس اگر مبیع اس کے پاس موجود نہ ہو تو اس کو پورا ثمن دینا پڑے گا اور خیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرابحۃ فروخت کرے گا اور اس طرح اگر بیچنے کے بعد اس نے کم

---

[1] ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲۔ [2] امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ۱۲۔ [3] بائع اکثر فروخت کرتے ہیں اور ثمن کو پورا ایکبارگی نہیں لیتے ہیں ۱۲۔

کردیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اس کو مع حصہ[1] نفع کے کم کردے گا اور اگر بائع نے بیع مرابحۃ سے اس کو بیع تولیہ کردیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جائے گا اور اگر مشتری نے ثمن میں زیادہ کردیا تو اس کو اصل اور زیادتی دونوں پر مرابحۃ بیچے گا اور یہ مذہب ایمہ ثلاثہ کا ہے اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اس کا ثمن نہیں ادا کیا ہے پھر اس کو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد اس کو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اس پر واجب نہیں ہے کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے میں مہلت دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کو پورا ثمن ہبہ کردیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اس پر مرابحۃ بیچنا جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اس کو نفع سے بیچا پھر اس کو خریدا پس اگر مرابحۃ بیچنا چاہا ہے تو جو نفع اٹھا ہے اس کو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کرلیا تو مرابحۃ فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اخیر ثمن پر مرابحۃ بیچ سکتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا پھر اس کو پندرہ درہم کو بیچا اور دونوں نے قبضہ کرلیا پھر اس کو دس درہم میں خریدا تو اس کو پانچ درہم پر مرابحۃ فروخت کرے اور کہے کہ مجھ کو پانچ درہم میں پڑا ہے اور یہ نہ کہے کہ میں نے پانچ درہم میں خریدا ہے اور اگر اس کو دس درہم میں خریدا اور بیس درہم میں بیچا پھر اس کو دس درہم میں خریدا تو اس کو مرابحۃ سے بیچنا جائز نہیں ہے ایک غلام نے کہا کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر اتنا قرض تھا کہ جو اس غلام کی قیمت کو محیط ہے اس نے ایک کپڑا دس درہم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درہم کو بیچا تو اس کا مالک دس درہم پر مرابحۃ فروخت کرے گا اگر اس کے مالک نے دس درہم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درہم کو بیچا تو وہ غلام دس درہم پر نفع سے فروخت کرے گا اور مکاتب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہے اور اگر اس کے مالک نے یہ بیان کردیا کہ میں نے اس کو اپنے مکاتب یا قرض دار غلام سے کہ جس کو میں نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا ہے تو اس کو پندرہ درہم پر مرابحۃ بیچنا جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضاربت خریدا تو اس کے حصہ نفع کے اوپر اس کو مرابحۃ بیچنا جائز ہے ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خریدا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر ایسے شریک سے جس کو شرکت عنان ہے کوئی چیز خریدی تو اس کو مرابحۃ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ شے خاص شریک کی ہو اور اس کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر وہ شے شرکت کی ہو اور اس کو خاص اپنے واسطے خریدا ہو تو اس کو جائز ہے کہ شریک کے حصہ کو خرید پر مرابحۃ سے فروخت کرے اور اپنا ذاتی حصہ پہلے ثمن پر مرابحۃ سے فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کرلیا پھر اس کو ایک ہزار ایک سو درہم پر مرابحۃ سے فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کرلیا پھر دوسرے مشتری کو معلوم ہوا کہ پہلی خرید ایک ہزار درہم پر تھی اور اس نے جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ پیش کیے پس بائع نے کہا کہ پہلے میں نے اس کو ایک ہزار درہم میں خریدا تھا پھر اس کو بائع کو ہبہ کردیا پھر ایک ہزار ایک سو درہم میں خریدا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی پس اگر اس نے مشتری کے علم پر قسم طلب کی اور کہا کہ ہبہ کے وقت اور ایک ہزار ایک سو کی خرید کے وقت یہ حاضر تھا تو اس سے اس کی آگاہی پر قسم لے جائے گی اور اگر مشتری اوّل نے یہ دعویٰ نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ سو درہم زائد میں نے اس کے کھانے اور بار برداری میں جہاں سے خریدا تھا یہاں تک لانے میں خرچ کیے ہیں اگر اس نے مرابحۃ فروخت کرتے وقت یہ کہا تھا کہ مجھ کو اتنے میں پڑا ہے تو اس کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ میں نے اس کو ایک ہزار ایک سو کو خریدا ہے تو اس کا قول اس باب میں کہ یہ ایک سو درہم خرچ پڑے ہیں مقبول نہ ہوگا کسی نے ایک کپڑا پندرہ درہم کو خریدا اور ثمن ادا کردیا پھر اس کو دہ یازدہ[2] کے نفع پر فروخت کیا اور خبر دی

---

[1] نفع میں سے جتنا حصہ پرتے میں پڑے ۱۲۔ [2] قولہ دہ یازدہ مراد یہ ہے کہ ہر دس درہم کی چیز گیارہ درہم کو اسی حساب سے پس اگر وہ چیز سو درہم کی ہو تو ایک سو دس درہم پر مرابحۃ میں پڑے گی اور اسی طرح اگر صاف کہہ دیا کہ ہر دس درہم پر ایک درہم نفع لوں گا تو یہ بھی اسی کے مانند ہے ۱۲۔

کہ مجھ کو دس درہم میں پڑا ہے پھر دس درہم اور اس کا نفع لے لیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے غلطی کی مجھ کو پندرہ درہم میں پڑا ہے اور مشتری نے اس کو جھٹلایا تو اس راس المال کے دعویٰ میں بائع کی دلیل مقبول نہ ہوگی اور اگر مشتری نے اس کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا کہ ساڑھے پانچ درہم ادا کرے یا مبیع کو واپس کرے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری سے زیادتی نہ لی جائے گی صرف بائع سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر کے کپڑا لے لے اور جو تو نے لیا ہے واپس کر دے اور اگر چاہے تو اتنے داموں میں جو تجھ کو ملے مبیع کو سپرد کر دے کہ اس سے زیادہ نہ دیے جائیں گے اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے پانچ درہم میں خریدا اور خیانت کر کے اپنا راس المال دس درہم بتلایا اور اس پر اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع پر قسم نہ آئے گی اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میرا راس المال پانچ درہم ہیں یا اس پر گواہ قائم کئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واپس کیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں بلکہ اگر مشتری چاہے تو مبیع واپس کرے ورنہ جو ثمن ادا کیا ہے اس کے عوض لے لے اور اگر ان دونوں مسئلوں میں بیع تولیہ واقع ہوئی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زیادتی اور نقصان میں دونوں ایک دوسرے سے واپس لیں گے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا نقصان کی صورت میں ہے اور ایسے ہی ان کے قول کا قیاس زیادتی میں ہے اور اس طرح اگر اس کپڑے کو دس درہم پر ایک درہم کے نفع سے خریدا تو سب صورتوں میں اس کا حکم وہ یازدہ کا حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے وہ یازدہ کے نفع سے یا جو اس کے مانند ہے فروخت کیا پس مشتری ثمن[1] سے آگاہ ہونے کے وقت اگر چاہے گا تو اس کو لے گا ورنہ ترک کرے گا اور اگر عقد بیع واقع ہونے سے پہلے ثمن سے آگاہ ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر کسی نے ایک کپڑا پانچ درہم کو خریدا اور دوسرے نے چھ درہم کو دوسرا خریدا پھر دونوں نے دونوں کپڑے ایک ہی صفقہ میں نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو ان دونوں نے راس المال کے حساب سے ثمن دونوں میں تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا جو دس کی مالیت تھا دس درہم میں خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس میں خریدا اور اس کو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کر دے پس اس نے بیچتے وقت مشتری سے کہا کہ دونوں مجھے بیس میں پڑے ہیں اور میں تیرے ہاتھ ان کو دس درہم کے نفع سے بیچتا ہوں پس اس نے دونوں کو خرید کر قبضہ میں لیا اور حکم دینے[2] والے کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ میں نے دونوں کو ایک صفقہ میں بیس درہم کو خریدا ہے اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہو کر یہ کپڑا دو ثلث ثمن پر واپس کرتا ہوں اور بائع نے کہا کہ دو صفقہ میں بیع ہوئی پس آدھے میں واپس کر تو مشتری کا قول اُس کی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھائے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہے جیسا بائع کہتا ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور بائع سے دو ثلث ثمن واپس کر لے گا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درہم لے گا اور پانچ درہم دے گا اور اگر مشتری نے دو صفقوں کا دعویٰ کیا اور بائع نے ایک صفقہ کا تو بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کے گواہ یہ کافی میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کیا تو دس (۱۰) درہم میں واپس کرے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے میں عیب پایا تو اُس کو پندرہ درہم میں واپس کرے کیونکہ مشتری نے اصل میں پندرہ درہم کا دعویٰ کیا ہے اور بائع نے پانچ درہم زائد کا اقرار کیا ہے پس اگر چاہے تو تصدیق کر کے اُس سے لے لے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ پانچ درہم نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ثمن یعنی وہ یازدہ کے حساب سے کل ثمن کس قدر ہوا ۱۲۔ [2] قولہ حکم دینے والے یعنی جس نے فروخت کا حکم دیا جس کا کپڑا بیس درہم قیمتی ہے ۱۲۔

کسی نے کوئی چیز جتنے میں اُس کو پڑی ہے دوسرے کو بطریق تولیہ دے دی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اُس کو پڑی ہے تو بیع فاسد ہے پس اگر بائع نے اُس مجلس میں اُس کو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کوئی کپڑا دس (۱۰) درہم کو خریدا پھر اُس کو دہ یازدہ کی کمی سے بیچ ڈالا تو راس المال کے ہر درہم کے گیارہ جزء کیے جائیں گے پس سب ایک سودس (۱۱۰) جزء ہوں گے پھر اُس میں سے گیارہ کا ایک جزء کم کیا جائے گا اور وہ دس (۱۰) درہم ہوئے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتوں میں جاری کیا جاتا ہے مثلاً اگر وہ دوازدہ[1] کی کمی سے بیچا تو ہر درہم کے بارہ حصہ کیے جائیں گے پس کل ایک سو بیس (۱۲۰) حصہ ہوئے اور اُس میں سے بیس (۲۰) ساقط ہو جائیں گے کذا فی المحیط۔

باب پندرھواں (۱۵):

استحقاق کے بیان میں

بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلا عقد حقدار کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق اُس کا ٹوٹ جانا اور فسخ ہو جانا واجب نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس باب میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب تک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہیں ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر مستحق نے قاضی سے حکم پانے کے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر مبیع ایک شے ہو جیسے ایک کپڑا اور ایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اُس کے ٹکڑے کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو مشتری کو باقی میں خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہیں جیسے دو غلام یا دو کپڑے اور دونوں کے قبضہ سے پہلے ایک کا کوئی حقدار نکلا یا ایک کے قبضہ کے بعد دوسرے کا حقدار پیدا ہوا تو مشتری کو دوسرے میں خیار حاصل ہوگا اور اگر دونوں کے قبضہ کے بعد کوئی حقدار نکلا تو اُس کو دوسری میں خیار نہ ہوگا اگرچہ صفقہ جدا ہو گیا اور اگر مبیع کیلی یا وزنی چیز ہو اور قبضہ سے پہلے اُس میں بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو باقی میں خیار ہوگا اور قبضہ سے بعد اُس کے بعض کے حقدار ہونے میں امام اعظمؒ سے دو[2] روایتیں آئیں ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی کے پاس تین قفیز گیہوں ہیں کہ اُس میں ایک قفیز ایک کے ہاتھ پھر دوسرا دوسرے کے ہاتھ پھر تیسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سب کو تینوں قفیزیں ناپ دیں پھر سب میں سے ایک قفیز کا کوئی حق دار پیدا ہو تو وہ تیسرا قفیز لے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر مبیع یا مغصوب کے بکنے یا غصب ہونے کے وقت سے کوئی حق دار نکلا تو مشتری اپنا ثمن واپس کر لے اور غاصب بری ہو گیا اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا یا غصب کر کے اُس کی قمیض سلائی یا گیہوں خرید کر پسائے یا بکری خرید کر اُس کو بھونا (حلال کر کے ۱۲) پھر اُس کا کوئی حقدار نکلا تو مشتری ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے اور غاصب بری نہ ہوگا بلکہ مالک اُس سے ضمان لے سکتا ہے اور اگر نہ سلایا یا نہ بھونا تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور غاصب بری ہوگا اور اگر مستحق دلیل لایا کہ اس کا سر میرا ہے اور دوسرا دلیل لایا کہ اس کا گوشت میرا ہے اور تیسرا کہ اس کی کھال میری ہے تو بھی بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر ایک کپڑا خریدا اور اُس کو نہ سلایا اور ایک شخص اس بات پر دلیل لایا کہ آستینیں میری ہیں اور دوسرا اس بات پر کہ کلیاں میری ہیں اور تیسرا اس بات پر کہ باقی میرا ہے تو بھی مشتری بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ دہ دوازدہ یعنی بارہ کی چیز دس (۱۰) کو گھٹی کے ساتھ ۱۲۔ [2] قولہ دو روایتیں یعنی ایک روایت کے موافق باقی واپس کرنے میں مختار ہے اور دوسری روایت میں نہیں بلکہ اس کے حصہ ثمن میں لینا واجب ہے ۱۲۔

اگر غلام کے مستحق نے قبل اس کے کہ غلام دلانے کا اُس کے واسطے حکم دیا جائے بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع اور ہبہ دونوں جائز ہیں ☆

اگر قبضہ سے پہلے مبیع کا حقدار نکلا اور بائع اور مشتری دونوں نے دعویٰ کیا کہ بائع نے اس کو مستحق سے خریدا اور قبضہ کر لیا پھر مشتری کے ہاتھ بیچا ہے تو ان دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر بائع نے گواہ نہ پائے تو قاضی دونوں کے درمیان بیع توڑ دے گا اور بائع مشتری کو ثمن واپس کر دے گا پھر اگر بائع نے گواہ پائے تو قاضی کا توڑا ہوا پھر نہ ٹوٹے گا ہاں اگر استحقاق مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو اُس کو توڑ دے گا اور مبیع مشتری اخیر کے ذمہ پڑے گی اور اگر بدوں حکم قاضی کے دونوں نے بیع توڑ دی تھی بایںطور کہ مشتری نے اُس سے ثمن مانگا اور اُس نے دے دیا تو اُن کا توڑنا کسی حال میں مرتفع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے بدوں بائع کی رضامندی کے بیع توڑی تو نہ ٹوٹے گی تاوقتیکہ قاضی نہ توڑے یہ حاوی میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے یا بعد بائع نے ثمن مشتری کو ہبہ کیا پھر غلام کا کوئی حقدار نکلا تو مشتری کو بائع سے ثمن لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر غلام کے مستحق نے قبل اس کے کہ غلام دلانے کا اُس کے واسطے حکم دیا جائے بیع کی اجازت دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع اور ہبہ دونوں جائز ہیں اگر ہبہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو بائع اُس کے غلام کے مالک کو ضمان دے اور قبضہ کرنے کے بعد ہبہ جائز نہیں ہے پس مشتری کو ادا کرے گا اور وہ غلام کے مثل مالک کا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر اُس کو بکر کو ہبہ کر دیا پھر بکر نے خالد کے ہاتھ بیچا پھر خالد کے پاس اُس کا حقدار پیدا ہوا تو زید اپنا ثمن عمرو سے نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ خالد اپنا ثمن بکر سے نہ لے اور جب اُس (خالد ۱۲) نے لے لیا تو وہ بھی (زید ۱۲) لے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے زید نے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا پھر بکر کو ہبہ یا صدقہ میں دیا پھر خالد نے آ کر بکر کے ہاتھ سے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو زید اپنے بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہے اور اگر زید نے عمرو سے خریدا اور بکر کے ہاتھ بیچ کر سپرد کر دیا پھر بکر کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دوسرے مشتری کے ثمن واپس کرنے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ خریدی ہوئی باندی مشتری کے پاس بچہ جنی جو مشتری کا نہ تھا پھر اُس باندی کا گواہوں سے کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اس کا بچہ اُس کے تابع ہوگا اور مشتری نے اقرار کیا کہ باندی فلاں شخص کی ہے تو بچہ اُس کے تابع نہ ہوگا اور اگر حقدار کے واسطے اصل شے کا حکم دیا گیا اور زوائد کا حال نہ معلوم[1] ہوا تو زوائد قاضی کے حکم میں داخل نہ ہوں گی اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور غائب ہو تو بھی یہ زوائد قاضی کے زیر حکم نہ داخل ہوں گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام[2] ہوں اور اُس نے خرید لیا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اس طرح غائب ہو کہ پہچانا[3] جا سکتا ہے تو اس غلام کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر بائع اس طرح غائب ہو کہ نہیں پہچانا جا سکتا ہے مثلاً اُس کا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اپنا مال ثمن اُس شخص سے لے گا کہ جس نے اُس سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام ہوں پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اُس نے مشتری کو واپس دیا ہے اُس شخص سے لے کہ جس نے اُس کو بیچا تھا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق مجہول کا دعویٰ کیا یعنی کسی قدر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر سو درہم پر صلح کی ان کو مدعی نے لے لیا پھر دار کے ٹکڑے

---

[1] قولہ نہ معلوم یعنی قاضی کو حکم دینے کے وقت یہ ظاہر نہ ہوا کہ یہاں مبیع کے ساتھ کچھ زوائد بھی پیدا ہوئے ہیں تو قاضی کے حکم میں فقط اصل چیز داخل ہے اور زوائد داخل نہیں ہیں ۱۲۔ [2] قولہ میں غلام ہوں مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا یہ غلام خرید لے بکر نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے یا غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لے ۱۲۔ [3] یعنی ٹھکانا معلوم ہے ۱۲۔

کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے پورے دار کا دعویٰ کیا تھا اور سو درہم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا ٹوٹ جانا ضروری ہے اور اگر مدعی نے اس پر گواہ قائم کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے مگر اس صورت میں کہ یہ دعویٰ کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہے تو دعویٰ صحیح اور گواہ قبول کیے جائیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر اُس شخص نے کسی مقدار معلومہ کا دعویٰ کیا مثلاً چوتھیائی وغیرہ تو جب تک مدعا علیہ کے پاس اس قدر ہے تب تک مدعی سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے اور اگر اس سے کم رہ جائے تو بحساب استحقاق کے واپس کرے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اُس نے (باندی ۱۲) دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ یا فلاں شخص کی ملک یا آزاد کی ہوئی یا مدبر یا اُس کی ام ولد ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی یا مشتری سے قسم لی اور اُس نے انکار کیا تو بائع سے اپنا ثمن نہیں لے سکتا ہے اور اگر فلاں شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک ہے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہے گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اور اگر مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہے اور وہ دعویٰ بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہے اور بیع واقع ہونے سے پہلے اُس نے اُس کو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور ثمن بائع سے واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں پس تیسرے نے بائع اُس کے کہنے پر واپس کر دیا اور اُس نے قبول کر لیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اُس نے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ باندی آزاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تو پہلے کو نہ قبول کرنا جائز ہے اور اگر دعویٰ کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہے بس اگر بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرمانبرداری[1] سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعویٰ کے ہے اور اگر اس وقت فرمانبردار نہ تھی پھر دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے تو پہلے بائع کو قبول کرنا جائز نہیں ہے کسی نے ایک باندی خریدی اور وہ بیع کے وقت حاضر نہ تھی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کیا اور اُس نے بندہ ہونے کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُس کو بیچا اور وہ اس وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اُس پر قبضہ کیا پھر اُس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو قاضی اس کا قول قبول کرے گا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا ثمن واپس کر لیں پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے بندہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے اقرار کے کوئی دلیل نہیں ہے تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا ثمن لے لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اُس نے ایک شخص کے ہاتھ اُس کا آدھا فروخت کیا اور سپرد نہ کیا حتیٰ کہ دوسرے کے ہاتھ اُس کا آدھا فروخت کر کے آدھا اُس کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص گواہوں سے آدھے غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اُس کا استحقاق دونوں بیع میں سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہیں کیا تو استحقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونوں نے قبضہ کر لیا ہو تو استحقاق دونوں میں سے ہوگا کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درہم کو خریدے اور دونوں پر قبضہ کیا پھر ایک معصوم غلام کے آدھے کا کوئی حق دار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اس غلام کے آدھے میں امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ میں لی اور ثمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُس کا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا ثمن بائع سے لے ☆

اگر بائع نے آدھا اُس کے ہاتھ بیچا اور آدھا اُس کے پاس ودیعت رکھا یا آدھا بیچا پھر آدھا بعوض مردار یا خون کے فروخت کیا

[1] قولہ فرمانبرداری یعنی لونڈی کی طرح مطیع بیع رہی ۱۲۔

تو مشتری اُس حقدار کا مخاصم نہ ہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیچا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت رکھا تو بکے ہوئے کا آدھا بھی قضاءً دلایا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی زمین خریدی اور اس میں عمارت بنائی اور اُس کا کوئی حق دار پیدا ہوا تو جو کچھ اُس نے اُس کی عمارت میں صرف کیا ہے اس کو بائع سے واپس لینے کی کوئی روایت نہیں آئی ہے اور بعضوں نے کہا کہ واپس نہ لے گا اور شمس الاسلام اوزجندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی خریدی پھر کھلا کہ وہ حرہ ہے اور بائع مر چکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اُس کا وارث و وصی ہے مگر اس مردہ بائع کا بائع موجود تھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اس سے ثمن واپس کرلے پھر وہ میت کی طرف سے اُس کے بائع سے ثمن واپس کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُس کے پاس سے استحقاق میں لے لی گئی اور مشتری نے بائع سے اپنا ثمن لے لیا پھر کسی وجہ سے وہ مبیع مشتری کے پاس پہنچی تو اُس کو یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اُس نے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک ہے اور باقی مسئلہ یہی ہو تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ میں لی اور ثمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُس کا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا ثمن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں اور باندی میری ہی تھی مشتری نے کہا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ باندی تیری تھی اور گواہ جھوٹے ہیں تو اس سے مشتری کا ثمن واپس لینے کا حق باطل نہ ہوگا ہاں اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آئے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کیا پھر اس سے دارالحرب کے لوگوں نے خرید لی پھر اُن سے اس شخص نے خرید لی پھر گواہوں سے اُس کا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اُس کے دے دینے کا حکم کیا تو مشتری اپنے پہلے بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اُس سے درک کی ضمانت کر لی اور اُس نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو کسی کو اختیار نہ ہوگا اپنے بائع سے واپس کرے جب تک قاضی اُس پر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل کا ہے تاوقتیکہ قاضی اُس پر حکم نہ کرے پہلا مشتری اُس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا اگر کسی نے ان میں سے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام بائع کا ہے بعد اس ازانکہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دے دیا تھا تو اس کے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر غلام کا کوئی بجائے باندی کے حقدار نکلا لیکن خود اُس نے اُس پر گواہ پیش کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں یا یہ کہ میں فلاں شخص کا غلام تھا پھر اُس نے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہے اور اُن میں سے کسی امر کا قاضی نے حکم دے دیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر بکر نے اُس کا دعویٰ کیا اُس سے بھی زید نے خرید لی پھر اُس کا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اس کا بچہ جنی تھی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں ثمن ہر دو بائع سے واپس لے اور دوسرے شخص سے خریدنے کے چھ (۶) مہینے سے زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اس بچہ کی قیمت جو اس نے مستحق کو ادا کی ہے واپس لے اگر اُس وقت سے چھ (۶) مہینہ سے کم مدت میں جنی تو دونوں بائع میں سے کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور بھی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر خریدی ہوئی زمین میں استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب کی ضمان دے گا اور کھیتی کی ضمانت کی صورت یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اُس کی قیمت ہے وہ بائع ادا کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مستحق سے لیا ہے اور اُس کا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشتری

بائع سے کچھ ثمن نہیں واپس کر سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا پھر اُس کا دوسرے نے دعویٰ کیا پھر اُس سے بھی مشتری نے خرید لیا پس بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مدعی سے نصف کے استحقاق کے بعد خریدا ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور وہ بائع سے آدھا ثمن واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک صاف زمین خریدی اور اُس میں عمارت بنائی پھر وہ زمین استحقاق میں نکال گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اُس نے گرا کر تلف کر دی تو عمارت کی قیمت بائع پر نہ چاہیے یہ تلف کرنا اس نے خود اختیار کیا ہے اور اگر اُس نے تلف نہ کی لیکن بارش سے اس میں فساد آیا یا کسی نے اُس کو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہے وہ بائع کو دینا پڑے گا اور بائع اگر چاہے تو اس ٹوٹی ہوئی کو اُس حال میں لے لے اور اُس کی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اُس میں جو نقصان آیا ہے اُس کے ہر طرح کا نقصان اُس قیمت سے کم کرے پس اگر اُس نے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہے کہ اگر چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آ جائے اُس میں مشتری اور بائع دونوں کو خیار ہوگا پاس ان دو صورتوں میں اگر کسی پر متفق ہوں گے تو وہ اُن کے درمیان جاری کی جائے گی اور اگر اختلاف کیا تو وہ مشتری کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور بائع ٹوٹی ہوئی اور بنی ہوئی کے درمیان کی زیادتی ادا کرے گا اور اگر نقصان بدون کسی کے جرم کے آیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہے کہ مشتری کو اُس کے روکنے اور زیادتی لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک دار خریدا اور اُس میں عمارت بنا کر غائب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُس کو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلے کی عمارت توڑ کر اُس میں عمارت بنائی پھر پہلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزوں سے بنائی ہے تو پہلے مشتری کو اُس کی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور ٹوٹن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُس کو تلف کر دیا تو اُس کی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُسی کی چیزوں سے بنائی ہے تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُس کو دفع نہیں کر سکتا ہے پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت میں کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کاریگروں کی اُجرت کے دے دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُس کو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیے ہے اور ایسے ہی اگر بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذاً باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کرے گا اور یہ آزاد کرنا نہ کرنے میں شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری ان کی قیمت ادا کرے گا اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لے گا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک مطلق[1] کے ساتھ اُس کے پاس سے استحقاق میں لے لی گئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کئے کہ یہ باندی میری ملک میں میری باندی سے پیدا ہوئی ہے اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہے اور تجھ کو مجھ سے ثمن واپس لینے کا حق نہیں ہے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے بشرطیکہ اُس نے مستحق کے سامنے قائم کئے ہوں اور بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی کا فتویٰ نقل کیا گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ دونوں نے اُس کو

---

[1] قولہ ملک مطلق یعنی مدعی نے صرف اپنی ملک کے گواہ قائم کئے اور سبب کی تفصیل نہیں بیان کی ۱۲۔

کسی سے خریدا تھا اور ایک نے اُس کو اُم ولد بنایا اور دوسرے کو اُس کی آدھی قیمت اور آدھا عقر ادا کر دیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُس کا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے ام ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونوں بچوں کی قیمت اور عقر اُس کو ادا کرے تو اُم ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُس نے دیا ہے لے گا پھر دونوں اپنا ثمن بائع سے لیں گے پھر ام ولد بنانے والا بائع سے دونوں بچوں کی آدھی قیمت بقدر حصہ ٔخرید کے لے گا اور باقی آدھی قیمت نہ لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک ساکھو کا لٹھا جو راستہ میں پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان موانع سے تخلیہ کر دیا اور مشتری نے اُس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلایا تو اُس پر قابض شمار ہو گا پس اگر اُس کو کسی نے جلا دیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر بگواہ اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُس کو اختیار ہو گا کہ چاہے جلا دینے والے سے ضمان لے یا بائع سے بشرطیکہ اس نے اُس کو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اُس کو کوئی راہ نہیں ہے بشرطیکہ مشتری نے اُس کو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کر کے کسی کے پاس سے بخارا میں لے لیا اور اس شخص نے سجل قاضی بخارا کا لے لیا اور اُس کا بائع سمرقند میں تھا پس قاضی سمرقند کے پاس آ کر قاضی بخارا کا سجل دکھلا کر بائع سے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور قاضی کے سجل ہونے سے انکار کیا پھر اُس شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ سجل قاضی بخارا کا سجل ہے تو قاضی سمرقند کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اُس شخص کے لیے ثمن واپس کر لینے کا حکم دینا جائز ہے تا وقتیکہ گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اُس نے اس بائع سے خریدا تھا اُس کو مستحق کو دے دے اور اس کے پاس سے دلوا دیا[1] یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور اس پر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہوں گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہے اور امام ظہیر الدینؒ نے فرمایا کی گدھے کا ہونا شرط نہیں ہے اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعویٰ کرنے میں اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہیں ہے اور مستحق علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب میں شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

باب سولہواں (۱۶):

ثمن میں زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان میں

جو زیادتی کہ مبیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے بچہ اور عقر اور ارش (جرمانہ ۱۲) اور پھل اور دودھ اور صوف وغیرہ وہ بھی بیع ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس اگر یہ زیادتیاں قبضہ سے پہلے پیدا ہوں تو اُن کے لیے ثمن میں سے حصہ ہو گا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہوں تو تبعاً مبیع ہوں گی اور ثمن میں سے اُن کا کچھ حصہ نہ ہو گا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہے بائع نے تلف کر دی تو ثمن میں سے اُس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور ثمن کو مبیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُس کے بچہ کے تلف کر دینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو خیار نہ ہو گا اور صاحبینؒ نے کہا کہ اس کو خیار ہو گا اور اگر زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور وہ بیع کے ساتھ ملا کر مبیع قرار دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ثمن اور مبیع میں دونوں کی موجودگی میں زیادتی کرنا جائز ہے خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملا دی جائے گی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد نادم ہوا تو انکار کے وقت اُس پر جبر کیا جائے گا اور عیب وغیرہ سے واپسی میں یہ زیادتی معتبر ہو گی گویا اُس نے مع اُس زیادتی کے

---

[1] قولہ دلوا دیا یعنی اس حکم کی تعمیل بھی کرا دی ۱۲۔

فروخت کیا ہے اور اگر ثمن میں زیادہ کیا تو دوسرے کا اُسی مجلس میں قبول کرنا ضرور ہے حتیٰ کہ اگر قبول نہ کیا اور جُدا ہو گئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اور زیادتی اُسی صورت میں صحیح ہے کہ جب مبیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اُس کو اُجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُس کی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اُس کا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی لیکن اگر اُس نے مرتہن یا مساجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کر دیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر آزاد کر دیا یا مکاتب یا مدبر کیا یا اُم ولد بنایا یا وہ مر گیا یا قتل کیا یا ہبہ کیا یا بیع کیا یا پسا پایا بھنا پایا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان ہوا تو زیادتی صحیح نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر آٹا تھا کہ اُس کی روٹی پکائی یا گوشت کا قلیہ یا کباب[(1)] بنائے پھر ثمن میں زیادتی کی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر شراب کے سرکہ ہو جانے کے بعد زیادہ کیا تو بلا خلاف زیادتی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک غلام ایک ہزار کو خرید ا پھر دوسرے کے ہاتھ سو دینار کو بیچا پھر دوسرے نے پچاس دینار اور زیادہ کیے اور بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو ثمن اور زیادتی واپس کرے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینار کا ہوتا تھا یا پھر وہ مشتری اوّل کے قبضہ سے پہلے تلف ہو گیا تو تہائی غلام کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر اُس نے دو تہائی غلام بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو پُورا غلام واپس کر سکتا ہے اور اگر اُن دونوں نے ایک تہائی میں اقالہ کر لیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

پھر جس صورت میں مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہے وہاں اجنبی کی طرف سے بھی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری پر دینی واجب ہے اور اجنبی پر واجب نہ ہوگی اور گر اُس کے بلا حکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر مشتری نے اجازت دی تو اُس کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اُس نے اجازت نہ دی تو باطل ہو جائے گی اور اگر زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ضامن ہوا یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اُس کو (اجنبی پر ۱۲) لازم آئے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اُس سے واپس لے گا ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ زیادتی متولدہ زیادتی مشروطہ میں مبیع کی[ل]مزاحم نہیں ہوتی ہے جب تک مبیع قائم رہے یہاں تک کہ زیادتی مشروطہ مبیع پر زیادتی ہوتی ہے نہ ولد پر اور ثمن پہلے مبیع اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جو ثمن مبیع کے پرتہ میں پڑے وہ اُس پر اور بچہ پر تقسیم ہوگا اور اصل مبیع کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروط کی قیمت زیادتی کے دن کی اور بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایک ہزار درہم کو کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے پھر بائع نے مشتری کے لیے ایک غلام بڑھا دیا کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے پھر بچہ کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی پھر مشتری نے اُن سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درہم ادا کر دیئے پھر بچہ میں کوئی عیب پایا تو اُس کو تہائی ہزار میں واپس کرے اور اگر اُس باندی میں کوئی عیب پایا تو اُس کو ایک چھٹے حصہ ہزار میں پھر دے گا اور اگر زیادتی میں کچھ عیب پایا تو آدھے ہزار میں واپس دے گا اور اسی طرح اگر باندی نہیں حتیٰ لیکن عقد کے وقت اُس کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ جاتی رہی پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اُس کی آنکھ پھوڑ دی پس اُس غلام کو اُس کے مالک نے بسبب جُرم کے بائع کو دے دیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ صورت اور پہلی صورت برابر ہے پس جب مشتری اُن پر قبضہ کرے گا تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا وہ اُس

ل قولہ مزاحم یعنی مثلاً زید نے گھوڑی خریدی اور بائع نے ایک گدھی زیادہ کر دی پھر گھوڑی سے بچہ پیدا ہوا تو گدھی کچھ بچہ پر زیادتی نہ ہوگی بلکہ فقط گھوڑی کے ساتھ ہوگی چنانچہ تفصیل سے ظاہر ہے ۱۲۔

(۱) یا بکری کے پارچہ پارچہ کر ڈالے ۱۲۔

کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور دیئے ہوئے[1] غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پس اگر اُن میں سے کسی میں عیب پائے گا تو اس کے حصہ کے عوض واپس کرے گا اور اگر باندی کی دونوں آنکھیں بیع کے وقت صحیح ہوں اور اُس کی قیمت ایک ہزار درہم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اُس کی آنکھ میں صدمہ پہنچایا پھر اُس میں سپیدی آ گئی پس اُس غلام کو اُس کے مالک نے بائع کو دے دیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درہم کا ہوتا تھا پس ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا اُس پر اور اُس غلام پر جو واپس کیا گیا ہے برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مر جائے پھر بائع نے مشتری کو مبیع میں ایک گھوڑا بڑھا دیا کہ جو ایک ہزار درہم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ بسبب اُس کے قبضہ سے پہلے مر جانے کے ساقط کیا جائے گا اور حصہ ولد و غلام واپس کیے ہوئے کا اس پر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیے ہوئے غلام کی قیمت لی جائے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو اُن میں سے اپنے قبضہ میں نہ لیا یہاں تک کہ زیادتی تلف ہو گئی تو بعوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیے ہوئے غلام کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ خیار سوائے اُس خیار کے ہے جو اُس کو بسبب باندی کے قبضہ سے پہلے مر جانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مر گیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو باندیاں ایک ہزار کو خریدیں اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مر گئی پھر بائع نے ایک غلام بڑھایا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اُن پر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن دونوں باندیوں پر آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑا وہ اُس پر اور اُس کے بیٹے پر تین ٹکڑے کر کے تقسیم ہوگا بسبب اس کے کہ بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی اعتبار کی جائے گی اور اُس کی ماں کی قیمت بیع کے دن کی اور اُس کا حصہ بسبب مر جانے کے ساقط ہوگا اور تہائی[2] ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دو پانچواں حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچواں حصہ ملایا جائے گا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہے اُس پر اور دو پانچویں زیادتی پر چھ (۶) حصہ کر کے باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو (۲) پانچویں زیادتی کی قیمت چار سو ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سہم گردانا جائے گا پس دو (۲) پانچویں زیادتی کا ایک سہم ہوا اور بچہ کے پانچ سہم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اُس پر اور غلام کے تین (۳) پانچویں پر آٹھ حصہ کر کے بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہے اور تین (۳) پانچویں زیادتی کی قیمت چھ (۶) سو ہیں پس ہر دو سو کا ایک سہم گردانا گیا پس باندی کے پانچ (۵) سہم ہوئے اور تین (۳) پانچویں زیادتی کے تین سہم ہوئے اور یہ سب آٹھ سہم ہوئے پس ظاہر ہوا کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مر گیا تو اُس کے مقابل کچھ نہ ہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن میں ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اُس کی تابع ہے اور بسبب اس کے کہ قبضہ سے پہلے مبیع متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اُس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو بسبب اُس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس اس کا ثمن اس پر اور تہائی غلام پر تقسیم ہوتا کیونکہ وہ غلام بچہ اور زندہ باندی کے درمیان تین حصہ کیا

---

[1] یعنی جو غلام کہ آنکھ پھوڑنے کے جرم میں بائع نے دے دیا ۱۲۔ [2] ہو معنی قولہ وثلث الثمن للولد و ہکذا فی النسخ الموجودۃ ولعل الاصح ثلثی الثمن یعنی دو تہائی ثمن ۱۲۔

گیا کہ دو (۲) ثلث اُس کے تابع اور ایک ثلث بچہ کے بقدر اُن کی قیمت کے چار ٹکڑے کر کے ایک چوتھائی ثلث زیادتی میں اور تین چوتھائی بچہ کے ثمن میں ملایا جاتا اگر زندہ کا ثمن اُس پر اور غلام کی تہائی پر پانچ ٹکڑے کیا جاتا تو تین (۳) پانچواں زندہ کے ثمن میں اور دو پانچوں دو تہائی زیادتی میں ملایا جاتا یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے دو غلام ایک ہزار میں خریدے کہ ایک کی قیمت ایک ہزار ہے اور دوسرے کی پانچ سو پھر پہلے کی قیمت ایک ہزار ہوگئی پھر مشتری نے کچھ زیادتی کی تو زیادتی اُن دونوں پر عقد کے روز کی قیمت کے حساب سے تین حصہ کی جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک غلام زیادتی کے دن ہلاک ہو جائے تو بقدر موجود کے زیادتی صحیح ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھادی پھر پہلی باندی استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری باقی باندی کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے گا ☆

منتقی میں ہے کہ کسی نے دو غلام یا ایک صفقہ میں ایک ہزار درہم کو خریدے اور دونوں باہم قبضہ کیا یا نہ کیا پھر مشتری نے ایک سو درہم ایک معین غلام کے ثمن میں بڑھادیئے یا کہا کہ دونوں میں سے ایک کے ثمن سے ایک کے ثمن میں زیادہ کرتا ہوں اور معین نہ کیا تو زیادتی جائز نہیں ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ معلوم ہو اور کسی معین میں بڑھادے تو جائز ہے اور اس صورت میں غیر معین کے ثمن میں بڑھانا بھی جائز ہے اور کسی ثمن کی طرف اس زیادتی کی نسبت کرنے میں مشتر کا قول معتبر ہوگا اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر دو غلام ایک صفقہ میں ایک ہزار درہم کو خریدے پھر مشتری نے ایک معین غلام کے ثمن میں زیادہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز ہو اور ثمن دونوں غلاموں پر تقسیم کیا جائے پھر زیادتی اُس غلام معین کے حصہ میں ملائی جائے اور اسی طرح اگر ایک غیر معین کے ثمن میں ایک باندی بڑھادی تو جائز ہے اور مشتری کا خیار ہوگا کہ جس کے ثمن کی طرف چاہے ملائے اور ایسے ہی اگر کوئی اسباب بڑھایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھادی پھر پہلی باندی استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری باقی باندی کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

بعض ثمن کا کم کر دینا صحیح ہے اور یہ اصل عقد کے ساتھ ہمارے نزدیک ملایا جاتا ہے خواہ کم کرنے کے وقت مبیع مقابلہ کا محل[1] باقی رہی ہو یا نہ رہی ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر قبضہ سے پہلے بعض (مثلاً چوتھائی ۱۲) ثمن مشتری کو ہبہ کیا یا اُس کو بری کیا تو یہ کم کر دینے میں شمار ہے پس اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہو پھر کہے کہ میں نے تجھ کو بعض ثمن ہبہ کیا یا بعض ثمن تیرے ذمہ سے کم کر دیا تو صحیح ہے اور بائع پر واجب ہے کہ اُس کے مثل مشتری کو واپس کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو بعض ثمن سے بری کیا تو یہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پورا ثمن گھٹا دیا یا ہبہ کیا یا اس سے بری کیا پس اگر یہ قبضہ سے پہلے ہو تو . ب صحیح ہے لیکن اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا اور اگر ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو کم کر دینا اور ہبہ کر دینا صحیح ہے اور بری کر دینا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اقالہ کے بعد ثمن سے بری کرنا جائز ہے اور بعد اقالہ کے مبیع مشتری کے پاس امانت ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام بیع فاسد کے طور پر بیچا پھر بائع نے اس کو قیمت سے بری کیا بعد اس کے کہ دونوں قبضہ کر چکے تھے پر وہ غلام مر گیا تو وہ اُس کی قیمت کا ضامن[2] ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو غلام سے بری کیا تو وہ بری ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ محل یعنی کم کرنے کی صورت میں بیع کا باقی ہونا شرط نہیں کیونکہ میر قمی ہے تو وجود موضوع ضرور نہیں بخلاف زیادتی کے کہ وہ ایجاب ہے تو موضوع کا وجود ہونا ضرور ہے ۱۲۔ [2] قولہ ضامن ہے کیونکہ براءت بعد قبضہ کے باطل ہے تو بیع اپنی قسمت کے عوض اس کی ضمانت میں رہی ۱۲۔

سترھواں باب:

باپ، وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اُس کیلئے خرید نے کے بیان میں

باپ کو اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اس سے خریدنا استحساناً جائز ہے اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہوں گے اور باپ اُس کے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو اپنے باپ سے ثمن کے مطالبہ کا مالک ہوتا ہے اور اگر باپ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا بالغ ہوا تو خود مطالبہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مشائخ کا اختلاف ہے کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب وقبول شرط ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر باپ نے کہا کہ میں نے یہ چیز اپنے لڑکے فلاں کے ہاتھ فروخت کی یا خریدی تو بیع تمام ہو جائے گی اور یہ شرط ہے کہ کہے کہ میں نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باپ کی طرف سے یہ بیع بعوض مثل قیمت کے اور بعوض اس قدر قیمت کے کہ لوگ اپنے انداز میں اس میں ٹوٹا اٹھاتے ہیں جائز ہے اور جب باپ نہ موجود ہو تو باپ کا باپ یعنی دادا بجائے اس کے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باپ نے اپنے لڑکے کی زمین یا عقار مثل قیمت پر فروخت کیا پس اگر اس شخص کا حال لوگوں میں اچھا مشہور ہو یا مستور ہو تو جائز ہے اور اگر مفسد مشہور ہو تو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر اس کا مال منقولہ بیچا اور وہ مفسد ہے تو ایک روایت میں ناجائز ہے مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس میں نابالغ کی بہتری ہو اور یہی اصح ہے اور بالغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ مجنون ہو اور اس کا جنون طویل ہو تو باپ کا بیچنا جائز ہے اور اگر طویل نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور جنون طویل اس کو کہتے ہیں کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر باپ یا وصی نے نابالغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اس بیع کا توڑ دینا نابالغ کے حق میں بہتر ہو تو اس کو توڑ سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر باپ نے نابالغ کے ہاتھ کوئی چیز اس کے مثل ثمن پر بیچی اور قاضی نے اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اس طرح اگر بائع نے کوئی وصی گروانا پھر اس نے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہوں کہ اس نے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور جب دونوں بالغ ہو جائیں گے تو یہ صحیح مذہب کے موافق عہدہ[1] انہیں دونوں پر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض نہ ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اس سے پہلے تلف ہو جائے کہ باپ اس پر حقیقتاً قابض ہو سکتا ہے تو باپ کا مال تلف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو ثمن کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہے وہ اس سے بری نہ ہوگا جب تک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک وکیل نہ قائم کرے کہ وہ باپ سے اپنے قبضہ میں لے کر پھر اس کو واپس کر دے تاکہ بیٹے کی طرف سے اس کے پاس ودیعت رہے اور اگر باپ نے کوئی گھر اپنے بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باپ اس میں رہا کرتا ہے تو بیٹا قابض نہ ہوگا حتیٰ کہ باپ اس کو خالی کرے اور یہ شرط ہے کہ قاضی کے امین کو سپرد کر دے کذافی محیط السرخسی۔

پھر اگر باپ وہاں سے چلے جانے کے بعد آکر اس مکان میں رہا یا اس میں اپنا اسباب رکھا یا اپنے بال بچوں کو اس میں بسایا حالانکہ وہ مالدار آدمی ہے تو بمنزلہ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے کوئی کپڑا یا خادم خریدا اور اپنے مال سے اس کا ثمن ادا کیا تو اپنے کپڑے سے نہیں لے سکتا ہے مگر اس صورت میں کہ اس بات پر گواہ کرے کہ میں نے اس کو اپنے

---

[1] قولہ عہدہ یعنی بیع کے حقوق میں ثمن بائع کو اور بیع مشتری کو پہنچنے اور ان کو مسلم بنے کے ذمہ دار یہی ہوں گے ۱۲۔

لڑکے کے واسطے خریدا ہے۔ اگر اس نے ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو ثمن اس کے ترکہ سے دلایا جائے گا پھر باقی وارث اس ثمن کو اس لڑکے سے نہیں لے سکتے ہیں بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہوں کہ میں نے اس کو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہے اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی پھر ثمن کا ضامن ہو گیا پھر ثمن کو ادا کر دیا تو قیاس چاہتا ہے کہ لڑکے سے لے لے اور استحساناً نہیں لے سکتا ہے اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ میں اس کو ادا کرتا ہوں تاکہ اپنے لڑکے سے لے لوں تو اس سے لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اُس کا ثمن لے سکتا ہے اگرچہ گواہ نہ کیے ہوں کیوں کہ یہ اُس پر واجب تھا بخلاف گھر یا عقار خریدنے کے کہ وہ واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے سپرد کر دیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے مبیع کو واپس کر کے رُوک سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی عورت نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اس ثمن واپس نہ لے گی تو استحساناً جائز ہے اور وہ عورت اپنی ذات کے واسطے مشتری ہو گی پھر وہ زمین اُس کی طرف سے اُس کے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے ہبہ ہو جائے گی اور اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ زمین اس لڑکے کو نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک گھر ایک مرد اور اُس کی عورت میں مشترک تھا اور ان دونوں سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اُس کے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ میں نے اُس کو بیچا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونوں سے کہا میں نے تم دونوں سے یہ گھر اپنے بیٹے کے واسطے اُس کے مال سے خریدا اور دونوں نے کہا کہ ہم نے بیچا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور ہشامؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اُس کو کام میں لائے یا اُس پر قبضہ کرے یا اُس کو کسی کام کا حکم دے مر گیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے بیچا پھر باپ نے اُس کو آزاد کر دیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا بالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ باپ پر ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو تعبیر نہ کر سکتا ہو مگر اس صورت میں جائز ہو گا کہ اُس عقد کو وکیل سے اُس کا باپ قبول کرے اور صحیح یہ ہے کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہوں گے اور اس بات میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ باپ کا تصرف اپنے واسطے ہو گا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہو گا اور عقد بیع کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہوں گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہیں وہ وکیل پر ہوں گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹوں میں سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو شخصوں کو وکیل کیا اور اُنھوں نے باہم بیع کی تو جائز ہے باپ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اُس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں ہے کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر اپنے مرض میں کہا کہ میں فلاں شخص سے ثمن وصول پایا پھر اسی مرض میں مر گیا تو اُس کا اقرار جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے مرض میں فلاں شخص سے دو سو وصول پائے اور وہ ضائع ہو گئے تو تصدیق کی جائے گی اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے قبضہ کر کے اُن کو تلف کر دیا تو سچا نہ جانا جائے گا اور مشتری اُن درہموں سے بری نہ ہو گا اور مشتری کو یہ بھی اختیار نہ ہو گا کہ جب لڑکے کے واسطے اُس سے ثمن لیا جائے تو باپ یا اُس کے ثمن سے وصول[1]

---

[1] قولہ وصول کرے یعنی متوفی باپ کے اس اقرار پر کہ میں نے قبضہ کر کے تلف کر ڈالے ہیں مشتری کو اختیار نہیں ہے کہ اس کے مال ترکہ سے وصول کرے ۱۲۔

کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر باپ نے صغیر کا کوئی ذورحم لڑکے کے مال سے خرید کیا تو یہ بیع باپ پر نافذ ہو گی نہ لڑکے پر یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر بیوقوف لڑکے کے واسطے کوئی باندی خریدی کہ وہ نکاح کے ساتھ اُس کو اپنے تصرف میں لایا تو قیاساً وہ باندی باپ پر لازم ہو گی اور استحسان میں یہ بیع بیوقوف لڑکے پر جائز ہو گی اور اوّل اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر اپنے بالغ بیوقوف لڑکے کے واسطے اس کے مال سے ایسا شخص خریدا جو اُس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا تو یہ بیع اُس پر نافذ نہ ہو گی بلکہ باپ پر نافذ ہو گی پھر اگر یہ خریدا ہوا شخص باپ کا قریب ہو تو اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اجنبی ہو جیسے نابالغ یا بیوقوف کی ماں یا بھائی یا بہن تو اُس کی (باپ کی ۱۲) طرف سے آزاد نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باپ نے بیٹے کی ملک فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ میں فروخت ہونے کے وقت بالغ تھا میری بلا اجازت فروخت کی ہے اور باپ نے کہا کہ تو نابالغ تھا تو بیٹے کا قول معتبر ہو گا اگر ایک عورت مر گئی اور اُس نے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی پھر نابالغ کے باپ نے ترکہ میں سے کوئی چیز تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کی تو نابالغ کے حصہ میں صحیح ہو گی بشرطیکہ یہ بیع اس کی مثل قیمت پر ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اُس میں یتیم کی بہتری ہو اور عقار کے سوا چیزوں میں شمس الائمہ نے بہتری کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اپنا مال جو پندرہ درہم کا ہوتا ہے دس درہم میں دے اور یتیم کا مال جو دس درہم کا ہوتا ہے اپنے واسطے پندرہ درہم میں لے اور عقار میں بہتری بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے واسطے دوگنی قیمت میں خریدے اور یتیم کے ہاتھ آدھی قیمت میں بیچے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پھر جب وصی کی بیع اپنے واسطے جائز ہوئی جیسا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے تو کیا وصی صرف میں نے خریدا یا میں نے بیچا کہے گا جیسا کہ باپ کہتا ہے یا دونوں[1] جزو کہنا چاہیے اور اُس کو امام محمدؒ نے کسی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور ناطفی نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ اس کو دونوں جزو کہنا چاہیے بخلاف باپ کے یہ محیط میں لکھا ہے۔

وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے میں اُس کی بہتری ہے فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اُس کا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بیع جائز ہے ☆

اگر وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ اس کی مثل قیمت پر فروخت کیا تو جائز اور بعضوں نے کہا کہ اُس کا تصرف صرف ان تین شرطوں میں سے ایک شرط پائی جانے کے ساتھ جائز ہے یا تو دوگنی قیمت پر فروخت کرے یا نابالغ کو اُس کے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرضہ ہو جو بدوں اُس کے فروخت کرنے کے ادا نہ ہو سکے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ یتیم کے مال میں سے کوئی چیز خریدے اور اُس نے اپنے موکل کے واسطے خریدی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایسے لڑکے نے کہ جس کو خرید و فروخت کی اجازت دی گئی ہے اپنا مال وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو اُس کا فروخت کرنا خود وصی کے فروخت کرنے کے مانند ہے اور اگر ایسے لڑکے نے جس کو خرید و فروخت کی اجازت ہے اجنبی کے ہاتھ کھلے[2] ہوئے خسارہ کے ساتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے میں اُس کی بہتری ہے فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اُس کا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بیع جائز ہے اور اگر اُس نے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہے تو یتیم کو اُس کی ضمان دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُس نے دونوں کو تجارت کی اجازت دی تا کہ دونوں خرید فروخت کریں تو بھی جائز نہیں اور اسی طرح اگر دونوں کے غلاموں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے

[1] قولہ دونوں جز یعنی میں نے خریدا اور بیچا ۱۲۔ [2] یعنی اتنی کمی کو کوئی انداز کرنے والا اندازہ نہ کرے ۱۲۔

دوسرے کے ہاتھ بیع کی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر باپ ولی ہو تو دونوں بیٹوں یا اُن کے دونوں غلاموں کے اجازت دینے سے ایسی بیع درست ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ قاضی نے اگر اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اُس کا مال خود خریدا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہے اگرچہ اسی قاضی نے اُس کو وصی بنایا ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان جس کی قیمت پچاس دینار تھی بیس میں خریدا پھر جب قرض پورا لے لیا تو بیع کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اُدھار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھ کر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اُدھار پر نہیں فروخت ہوتا ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو لیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد پر منکر جائے گا یا اُس سے ثمن وصول نہ ہوگا تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا خوف نہ ہو تو بیع جائز ہوگی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درہم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے سے مالدار ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہوں تو اُس کا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا عقار یا اسباب جائز ہے خواہ ورثہ حاضر ہوں یا غائب ہوں خواہ میت پر قرض ہو یا نہ ہو لیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے داموں پر کہ جتنا ٹوٹا لوگ اندازہ میں اُٹھاتے ہیں فروخت کر سکتا ہے اور شمس الائمہ نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ یہ فتویٰ سلف کا ہے اور متاخرین کے نزدیک عقار کی بیع ان تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اُس کی دوچند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اُس کے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدوں اُس کے بیچنے کے ادا نہ ہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہ ہو تو وصی کو ترکہ میں بالکل تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن میت کے قرضے وصول کر کے وارثوں کو دے دے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو گھیرے تو اُس پر اجماع ہے کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کرے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض نہ ہے[1] لیکن میت نے چند وصیتیں کی ہوں پس اگر وہ وصیت تہائی یا اُس سے کم میں ہو تو وصی اس کو جاری کر دے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثوں کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو ترکہ سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اس پر اجماع ہے کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد میں ویسا ہی اختلاف[2] ہے جو مذکور ہوا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو نہ ادا کر دیں اور اگر اُنھوں نے ایسا کیا تو وصی کو ترکہ بیچنے کا اختیار بالکل نہ رہے گا اور اگر وارث غائب ہوں جس کی میعاد امام محمدؒ سے تین دن روایت کی گئی ہے پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ ہو تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہے اور عقار نہیں بیچ سکتا ہے اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اُس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ مالک نہ ہوگا اور اگر ترکہ پر قبضہ ہو تو اسباب میں حکم یہ کہ اس کو بقدر دین کے اور اُس سے زائد بالکل فروخت کر سکتا ہے اور عقار کے باب میں وہی اختلاف ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اگر وارثوں میں بعض نابالغ اور بعضے بالغ ہوں پس اگر بالغ غائب ہوں اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہ ہو تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہے اور عقار میں سے نابالغوں کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور بالغوں کے حصہ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور ایسی

---

[1] قولہ قرض نہ ہو یعنی میت قرضدار نہیں مرا کیونکہ اگر قرضدار ہو تو ترکہ سے قرضہ ادا کرنا بالاجماع مقدم ہے ۱۲۔ [2] امام کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہیں ۱۲۔

صورت میں اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو عقار اور منقول دونوں کو بیچ سکتا ہے اور اگر گھیرے ہوئے نہ ہو تو بالا جماع عقار اور مال منقولہ میں سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہے اور اس سے زیادہ کی بیع میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر مانع وارث حاضر ہوں پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ ہو تو بالا جماع نابالغوں کا حصہ عقار و منقول سے فروخت کر سکتا ہے اور بالغوں کے حصہ کی بیع میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو وہ کل کو بیچ سکتا ہے اور اگر گھیرے ہوئے نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ میں اختلاف ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے وصی کا اور دادا یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اُس کے وصی کے وصی کا اور قاضی کے وصی کا اور اُس کے وصی کے وصی کا بھی حکم ہے پس قاضی کا وصی بھی بمنزلہ باپ کے وصی کے ہے مگر صرف ایک صورت میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اُسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لیے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا کہ قیمت اُس کی بھی ہزار درہم ہے اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اندر غلام کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہوگئی تو وصی کو بیع کا نافذ کرنا جائز نہیں ہے اور یہی قول امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اُس کے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اُس کی طرف سے وصیہ ہے اور اس کے شوہر کے چھوٹی نابالغ اولاد ہیں پھر ایک مدت کے بعد اُس عورت نے کہا کہ میں وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ مشتری کے حق میں اُس عورت کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نابالغوں کے بالغ ہونے تک اُس بیع میں توقف ہوگا پس اگر اُنھوں نے بالغ ہونے کے بعد اُس عورت کی تصدیق کی کہ یہ وصیہ تھی تو اُس کی بیع جائز ہوگی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہو جائے گی پس اگر مشتری نے اُس سے خریدی ہوئی زمین میں کھاد دے کر اس کو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کر سکے گا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ عورت نے بیع کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں وصیہ نہ تھی اور اگر کسی لڑکے نے یہ دعویٰ کیا کہ اُس عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو لڑکے کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اُس لڑکے کو تجارت یا خصومت میں ایسے شخص کی طرف سے کہ جو والی خصومت ہے جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اُس عورت سے اس چیز کی جو اُس نے فروخت کی تھی قیمت کی ضمان لے گا بنا بر اس روایت کے کہ بائع عقار کو بیع کر دینے اور سپرد کر دینے سے اُس کی قیمت کا ضامن ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

لڑکے یا بیوقوف کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہے اور قاضی نے اس لڑکے یا بیوقوف کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اُس کی اجازت جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے مؤخر ہے کذا فی القنیہ۔

باب اٹھارھواں:

بیع علم کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں

فصل اول ☆

اُس کی تفسیر اور رکن اور شرائط اور حکم کے بیان میں

بیع سلم ایک ایسا عقد ہے کہ اُس سے ثمن میں بالفعل ملک ثابت ہوتی ہے اور ثمن میں کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہے اور رُکن بیع سلم کا یہ ہے کہ دوسرے سے کہے کہ میں نے تجھ کو دس (۱۰) درہم ایک کُر گیہوں کے عوض سلم میں دیئے یا سلف میں دیئے اور دوسرا کہ کہ میں نے قبول کیے اور حسنؒ کی روایت کے موافق بیع سلم لفظ بیع کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے بیع سلم کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے اور دوسری بدن کی طرف رجوع کرتی ہے جو شرط کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے وہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والوں کو یا ایک کو اس عقد میں شرط خیار نہ ہو بخلاف مستحق کے خیار کے کہ اس سے بیع سلم باطل نہیں ہوتی ہے حتیٰ کہ راس المال کا اگر کوئی شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونوں عقد کرنے والے قبضہ کر کے جُدا ہو چکے ہوں پھر مستحق اجازت دے تو بیع سلم صحیح ہے اور اگر خیار شرط والے نے بدنی جُدائی سے پہلے اپنا خیار باطل کر دیا اور راس المال مسلم الیہ[1] کے پاس قائم ہے تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جائے گا اور اگر راس المال تلف ہو گیا یا اُس نے تلف کر دیا ہو تو بالا جماع جائز نہ ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور جو شرطیں کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ سولہ (۱۶) ہیں اُن میں سے چھ (۶) راس المال میں اور دس (۱۰) مسلم فیہ میں ہیں پس راس المال کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ راس المال کی جنس بیان کرے کہ وہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا ناپنے کی چیزوں میں سے مثل گیہوں یا جَو کے ہے اور دوسرے یہ کہ اُس کی نوع[2] بیان کرے کہ یہ درہم عطریفی ہیں یا عدالی یا دینار محمودی ہیں یا ہروی ہیں اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ اس شہر میں نقود مختلف رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جنس کا ذکر کرنا کافی ہے اور تیسری (۳) صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ جید ہے یا ردی ہے یا درمیانی ہے کذا فی النہایہ اور چوتھی (۴) راس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزوں میں کہ جن کی مقدار کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عددی چیزیں اگر چہ اُس کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اُس کی مقدار کا پہچاننا شرط نہیں ہے پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دراہم ایک کُر گیہوں کے عوض تجھ کو سلم میں دیئے اور درہموں کا وزن نہ معلوم ہوا یا اُس نے کہا کہ میں نے یہ گیہوں تجھ کو اتنے من زعفران کے عوض سلم میں دیئے اور گیہوؤں کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے کذا فی الکافی۔

دو مختلف چیزوں میں بیع سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی چیزوں میں سے ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جب تک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ راس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہ ہوگی ☆

اگر راس المال ایسی چیزوں میں سے ہو کہ جن کی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہیں ہوتا ہے اُن میں مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہیں ہے بالا جماع اشارہ پر اکتفا کیا جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر دو مختلف چیزوں میں بیع سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی چیزوں میں سے ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جب تک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ راس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہ ہوگی اور اگر راس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان سب میں جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر دو جنسیں[3] سلم میں دیں اور ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونوں کی سلم صحیح نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور پانچویں شرط درہم اور دیناروں کا منعقد (پرکھنا) ہونا چاہیے اور یہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط

---

[1] واضح ہو کہ اگر دس درہم زید نے ایک کُر گیہوں کے عوض عمرو کو دیئے تو زید اب السلم ہے اور عمرو مسلم الیہ ہے اور گیہوں مسلم فیہ ہیں اور دس درہم راس المال ہیں اور اس کو یاد رکھنا چاہیے ۱۲۔ [2] مثلاً چہرہ دار یا چھوٹی گولی یا جیسوری یا مرشد آبادی یا انگریزی ہے ۱۲۔ [3] مثلاً درہم اور دینار ۱۲۔

ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور چھٹی (۶) یہ کہ راس المال مجلس سلم میں قبضہ میں آنا چاہیے خواہ وہ راس المال دین ہو یا عین اور یہ عامہ علما کے نزدیک استحساناً شرط ہے خواہ اوّل مجلس میں قبضہ کیا یا آخر میں کیونکہ مجلس کی سب ساعتوں کا حکم ایک ہے اور ایسے ہی اگر اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی جُدائی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

نوادر میں لکھا ہے اگر دونوں نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہ ہوا پھر راس المال پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں یا ایک سو گیا پس اگر وہ دونوں بیٹھے تھے تو یہ جدائی میں شمار نہیں ہے کیوں کہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے اور اگر دونوں لیٹے تھے تو یہ جُدائی میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ کسی نے دس (۱۰) درہم دس (۱۰) قفیز گیہوں کے عوض سلم میں دیئے اور درہم اُس کے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تا کہ درہم لائے پس اگر ایسی جگہ گیا ہے کہ اُس کو مسلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہ ہوگی اور اگر اُس کی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر ایک شخص پانی میں گھسا اور اُس میں غوطہ لگایا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو جدائی ثابت نہ ہوگی اور اگر گندلا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو جُدائی ثابت ہو جائے گی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اگر مسلم الیہ نے راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کیا تو حاکم اُس پر جبر کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

جو شرطیں کہ مسلم فیہ میں ہوتی ہیں اُس میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گیہوں یا جَو بیان کرنا چاہیے اور دوسری اُس کی قسم کہ مثلاً[1] خشکی کے گیہوں یا پہاڑی میں بیان کرنا چاہیے تیسری گیہوں کی صفت کہ جید ہیں یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیے یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے گیہوں کے سلم میں بیان کیا کہ گندم نیکو یا نیک یا سرہ یعنی کھرے تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے اور چوتھی یہ کہ مسلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ چاہیے کہ اس کی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار کی لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہ ہو اور اگر اُس کی مقدار کسی معین پیمانہ سے معلوم کی جائے جیسے کہا کہ اس خاص برتن کے پیمانہ یا اُس پتھر کے وزن سے لوں گا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن میں کس قدر سماتا ہے یا اس پتھر کا کیا وزن ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور ایسے ہی گزوں سے بکنے کی چیزوں میں چاہیے کہ اُس کی مقدار ایسے گزوں سے بیان کی جائے کہ جس کا لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہ ہو پس اگر کوئی معین لکڑی کو بتلایا کہ جس کی ناپ نہیں معلوم ہے یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلاں شخص کے ہاتھ کی ناپ بتلائی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اُس کا گز عام لوگوں کے گز اور پیمانہ سے مغایر ہو تو اُس کے حساب سے بیع سلم صحیح نہیں ہے اور اگر اُس کا گز یا پیمانہ عام لوگوں کے موافق ہو تو اُس کی قید لگانا لغو ہوگی اور سلم جائز ہوگی یہ ینابیع میں لکھا ہے اور یہ ضروری ہے کہ پیمانہ ایسا نہ ہو کہ جو بھینچ جاتا ہو یا کشادہ ہو جاتا ہو جیسے پیالے اور اگر زنبیل یا تھیلی کے مانند ہو تو سلم جائز نہ ہوگی مگر صرف پانی کی مشک میں بسبب تعامل کے جائز ہے ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور پانچویں شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ میعادی اور میعاد معلوم ہو حتیٰ کہ فی الحال کی سلم جائز نہیں ہے اور ادنیٰ میعاد کہ بدوں اُس کے سلم جائز نہیں ہے امام محمدؒ کی تقدیر پر ایک مہینہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور رب السلم کے مرنے سے میعاد باطل نہیں ہوتی ہے اور مسلم الیہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ سلم اُس کے ترکہ سے فی الحال لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور چھٹی یہ کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد آنے تک موجود ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر عقد کے وقت نہ ہو اور میعاد کے وقت موجود ہو یا اُس کا عکس ہو یا عقد کے وقت اور میعاد کے وقت موجود اور درمیان میں موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور موجود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بازار

---

[1] جیسے اودسر و کھادر و غیرہ کے ۱۲۔

میں آتی رہے اور موجود نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بازار میں نہ آتی ہو اگرچہ گھروں میں پائی جائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر ایسی چیز میں سلم کی کہ جو میعاد تک پائی جاتی ہے اور اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ بازار سے جاتی رہی تو سلم اپنے حال پر رہے گی اور رب السلم کو اختیار ہے کہ چاہے سلم کو توڑ دے ورنہ اُس کے پائے جانے کا انتظار کرے یہ ینابیع میں لکھا ہے ساتویں شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہے یہاں تک کہ درہم و دینار میں سلم صحیح نہیں ہے اور پتروں میں روایت صرف کے قیاس پر جائز نہیں ہے اور کتابت الشرکت کے قیاس پر جائز ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

آٹھویں یہ کہ مسلم فیہ ان چار جنسوں سے ہونا چاہیے کیلی یا وزنی یا عددی کہ جو باہم قریب برابر کے ہیں یا گزوں سے ناپنے کی چیز ہو یہ محیط میں لکھا ہے پس حیوان اور اس کی سری پایوں میں سلم جائز نہیں ہے ایسے ہی غلام اور باندیوں میں بھی اس سبب سے کہ اُن کی عقل اور اخلاق جدا جدا ہوتے ہیں جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے نویں شرط یہ ہے کہ جن چیزوں میں بار برداری وغیرہ ہوتی ہے جیسے گیہوں اُن کے ادا کرنے کا مکان بیان کرنا چاہیے کذافی الکافی اور یہی صحیح ہے نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ شرط نہیں ہے لیکن اگر دونوں شرط کر لیں تو صحیح ہوگی اور اگر شرط نہ کریں تو جس جگہ عقد ہوا ہے وہی سپرد کرنے کی جگہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے یہ شرط کی کہ سلم کو فلاں شہر میں سپرد کرے تو مسلم الیہ جس مقام پر اس شہر میں سے چاہے ادا کر سکتا ہے اور رب السلم کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس کو دوسری جگہ سپرد کرنے کے واسطے تکلیف دے کذافی المحیط۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب وہ شہر بڑا نہ ہو اور اگر بڑا ہو کہ اُس کے دونوں کناروں میں ایک فرسخ کا فاصلہ ہو تو جب تک اس کا کوئی کنارہ بیان نہ کرے جائز نہیں ہے اس واسطے کہ اُس کی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جن چیزوں میں بار برداری وغیرہ نہیں ہے جیسے مشک و کافور اُن میں ادا کرنے کا مکان معین کرنا بالا جماع شرط نہیں ہے اور کتاب البیوع و جامع صغیر کی روایت کے وافق جہاں عقد ہے وہی ادا کرنے کے واسطے معین ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں اور عنایہ میں لکھا ہے۔

اجارات میں لکھا ہے کہ وہ مکان معین نہ ہوگا اور اُس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے ادا کرے اور یہی اصح ہے یہ کافی اور ہدایہ میں لکھا ہے پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضوں نے کہا ہے کہ متعین نہ ہوگا کیونکہ ایسی چیز کے لے جانے میں کچھ بار برداری نہیں ہے اور نہ جگہ کے بدلنے سے اُس کی مالیت بدلتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ متعین ہوگا اور یہی اصح ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے اور اگر سمندر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایسی چیزوں میں کہ جن میں بار برداری اور مشقت ہے بیع سلم کی تو جونسا مکان وہاں سے قریب ہوگا اُس مکان (مقام ۱۲) میں ادا کرے گا یہ ینابیع میں لکھا ہے اور دسویں شرط یہ ہے کہ دونوں بدلوں کو کوئی وصف علت ربو کا شامل نہ ہو اور وہ قدر[!] و جنس ہے اور یہ ہر جگہ جاری ہے مگر ثمنوں میں نہیں جاری ہے کہ اُن کا سلم وزنی چیزوں میں لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے بیع سلم کا حکم یہ ہے کہ رب السلم کو مسلم فیہ میں ایک مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہے اور مسلم الیہ کو راس المال معین اور موصوف میں فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور جب بیع سلم صحیح ہوگئی اور مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب السلم کو اُس میں خیار نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اپنی شرط کے برخلاف پائے تو اس صورت میں مسلم الیہ پر جبر کیا جائے گا کہ جس چیز پر عقد ہوا ہے اُس کو حاضر کرے یہ ینابیع میں لکھا ہے۔

! قولہ قدر یعنی راس المال و مسلم فیہ میں متحد قدر و جنس کی علت نہ ہو یا یہ بات نہ ہو جس سے اُدھار جائز نہ ہو اور اس کی مثال شرح مسئلہ فصل دوم میں آتی ہے ۱۲۔

فصل دوم:

اُن چیزوں کے بیان میں جن میں سلم جائز اور جن میں جائز نہیں ہے

اگر کوئی ہروی کپڑا ہروی کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایک قفیز گیہوں کو ایک قفیز جَو کی سلم میں دیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کیلی چیز کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہے بشرطیکہ وزنی چیز مسلم فیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس طرح کہ اُس کا وصف بیان کر دینے سے مبیع متعین ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر گیہوں کو سونے یا چاندی کی سلم میں دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور عقد باطل ہوگا اور یہی اصح ہے اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور وزنی کو وزنی کی سلم میں دینا جب کہ دونوں عقد میں متعین ہو جاتے ہوں جیسے لوہا اور زعفران تو جائز نہیں ہے اور اگر درہم و دینار کو وزنی کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور اگر گلائی ہوئی چاندی یا سونے کا تیر یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم میں دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر پیسوں کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہے مگر جب پیسوں کو اُسی جنس میں دیا تو جائز نہیں ہے اگر پیتل کے برتن وزنی چیز کی سلم میں دیئے پس اگر یہ برتن وزن سے بکتے ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر گنتی سے بکتے ہوں تو جائز ہے لیکن اگر برتنوں کو اپنی جنس کے ساتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہ ہو اور دونوں کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اُدھار فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ وہ سلم فیہ وصف بیان کر دینے سے ایسی ہو جائے کہ مثلی چیزوں کے ساتھ مل جائے اور اگر ایسی نہ ہو تو جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک ہروی کپڑا ایک جوہر یا موتی کے سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات میں ہے اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیزیں ایک قسم کی ہوں تو ہمارے علما کے قول پر دو چیزوں کو ایک کے عوض ہاتھوں ہاتھ دینا روا ہے اور اُس میں اُدھار بہتر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دو کپڑے ہروی ایک ہروی کی سلم میں دیئے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا یا کسی چیز کو اُس کی جنس اور غیر جنس کی سلم میں دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تمام کا عقد باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور غیر جنس کے حصہ میں صحیح ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو ایک نوع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت کسی وقت ہو اور بعض کی مدت دوسرے وقت ہو تو روا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں ہے اور اگر رب السلم نے قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ مسلم فیہ جاتی رہی اور اُس کا مثل معدوم ہو گیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سلم باطل نہ ہوگی لیکن رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کے مثل موجود ہونے تک انتظار کر کے اُس کو لے ورنہ اپنا راس المال لے لے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر درہموں کو زعفران کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور پیسوں کو لوہے اور رصاص کے مانند چیزوں کی سلم میں دینا روا ہے اور اگر پیسوں[1] کو پیتل کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور پیسوں سے مراد رائج پیسے ہیں اگر غیر رائج ہوں تو اُن کو لوہے اور رانگہ کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور اگر تیر وغیرہ کی پوریاں یا تلوار کو لوہے کی سلم میں دیئے تو جائز نہیں ہے اور اگر تلوار کو پیتل کی سلم میں دیا تو جائز ہے بشرطیکہ تلوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اُس میں بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم

---

[1] یہ اس وقت ہے کہ پیتل کے پیسے ہوں اور اس ملک میں پیسوں کو تانبے کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے خواہ پیتل کے ہوں یا تانبے کے ہوں ۱۲۔

ٹھہرائی تو جائز ہے☆

گیہوں کو میعادی درہموں کی سلم میں دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جب اُس کا سلم صحیح نہیں ہوا تو عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کیلی چیز میں بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور جائز ہونے پر اعتماد ہے اور اسی طرح اگر وزنی چیز میں بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اُس میں بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور یہی حکم سرکہ اور شیرہ انگور کا ہے پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ میں وقت کی قید لگانا اُن کے شہروں کے موافق ہے اس لیے کہ اُن کے یہاں کبھی کبھی دودھ کا بازار میں آنا موقوف ہو جاتا ہے اور ہمارے ملکوں میں موقوف نہیں ہوتا تو ہر وقت جائز ہے اور یہی حال سرکہ کا ہے مگر شیرۂ انگور ہر وقت نہیں پایا جاتا پس اُس کی سلم میں وقت[1] کی شرط کرنی چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اور گھی کی سلم میں پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے مگر امام محمدؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ وزن سے نہیں جائز ہے اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہے اس کا پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے گیہوں کی سلم میں اُن کے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر کسی خاص مقام میں گیہوں میں سلم قرار دی پس اگر اس کے جاتے رہنے کا گمان نہ ہو تو سلم جائز ہوگی اور اسی طرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج میں سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج میں جائز نہیں ولایت کے اناج میں جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اُس کا اناج معدوم نہ ہو تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اُس کا اناج معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کوئی خاص زمین یا گاؤں تو اُس کی سلم جائز نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر قریہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت[2] بیان کرنے کے واسطے ہو جیسے بخار کی چشم دنی تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر میراث کے گیہوں میں سلم قرار دی تو جائز نہیں ہے اور اگر ہرات کے کپڑوں میں سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شرطیں بیان کیں تو جائز ہے یہ شرح طحاویٰ میں لکھا ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ بغداد کو مروی کپڑا امرد کے مروی کی سلم میں دینا جائز ہے اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی اہواز اور مروی واسط کی سلم میں دینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ہرات کی روئی ہراتی کپڑے کی سلم میں دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر[3] بالوں کو بالوں کے موزے یا صوف کے نمدے کی سلم میں دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم میں دیا پس اگر وہ ٹوٹ کر بال نہ ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور[4] اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جو گنتی کی چیزیں ایسی ہوں کہ اُن کے عددوں میں فرق ہو جیسے انار اور خربوزہ وغیرہ تو اُن کی سلم گنتی سے جائز نہیں ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور جو گنتی کی چیزیں باہم قریب ہوں اُن میں جائز ہے حتیٰ کہ اخروٹ اور انڈے میں گنتی سے اور پیمانہ اور وزن سے بھی جائز ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اخروٹ اور انڈے کی سلم میں جب کہ مرغی یا بطہ کا انڈا بیان کر دیا تو جائز ہے اگرچہ جید اور ردی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب عددی چیزوں کے اعداد جُدا جُدا قیمت سے بکتے ہوں یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ عددی متفاوت کہلاتی ہیں اور جن کے ہر ایک عدد کی قیمت یکساں ہو وہ عددی متقارب ہیں یعنی باہم برابر ہیں اور بھی امام ابو یوسفؒ سے

---

[1] قولہ وقت یعنی جس وقت میں شیرہ موجود ہو اس وقت جائز ہے ورنہ نہیں ۱۲۔ [2] قولہ صفت یعنی جہاں کا عمدہ گیہوں مثلاً مشہور ہو ۱۲۔
[3] قولہ بالوں الخ عربی اصل میں شعر لکھا ہے اور بظاہر غلط الکاتب ہے ۱۲۔ [4] قولہ نہیں ہے جیسے گلید وغیرہ ہوتا ہے ۱۲۔

روایت ہے کہ اگر بط کے انڈوں کو مرغی کے انڈے کی سلم میں دیا یا النعامہ کے انڈوں کو مرغی کے انڈوں کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور اگر مرغی کے انڈوں کو ان دونوں (بط یا النعامہ ۱۲) میں سے کسی کے انڈوں کی سلم میں پس اگر ایسے وقت میں دیا کہ دونوں کے انڈے ملتے ہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کاغذ میں گنتی کی راہ سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو میں نے فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور پیسوں میں گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر الروایت میں جائز کذا فی النیابیع اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ بیگنوں کی سلم گنتی سے صحیح ہے اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

حسنؒ نے روایت کی ہے کہ پیاز[1] اور لہسن کی سلم پیمانہ اور گنتی سے جائز ہے کیونکہ وہ عددی متقارب ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم میں بہتری نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اُس کا وزن معلوم شرط کیا جائے اور یہی حال زجاج[2] کا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے یتیمیہ میں لکھا ہے کہ اگر سونے اور چاندی کے برتن میں سلم قرار دی اور راس المال میں سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہیں اُن کی سلم بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ عددی متفاوت ہیں تابہ[3] کی سلم جائز ہے جب کہ اُس کی کوئی قسم معلوم بیان کردی جائے اور مٹی کے پختہ برتنوں کی بیع سلم اگر اُس کی کوئی ایسی نوع بیان کی جائے جو لوگوں کو معلوم ہے تو جائز ہے اور کوزوں کا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کچی اور پکی اینٹوں کی بیع سلم روا ہے جب کہ اُس کا پیمانہ معلوم بیان کر دیا جائے اور پیمانہ معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اُس کا طول اور عرض و عمق عام لوگوں کے استعمالی گز سے بیان کر دیا جائے اور اگر اُس شہر کے لوگوں نے اینٹوں کا ایک ہی پیمانہ کیا ہو تو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ ینابیع میں لکھا ہے اور ایسے ہی کپڑوں کی بیع سلم میں اُن کا طول و عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہے خواہ کپڑا روئی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے میں وزن ذکر کرنا ضروری نہیں ہے اور حریر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وزن شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وزن بیان کیا اور گز نہ بیان کیے تو بیع سلم جائز نہ ہوگی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریر میں وزن شرط کیا اور گزوں کی شرط نہ کی تو بیع کا جائز نہ ہونا اُس وقت ہے کہ جب ہر گز کا ثمن نہ بیان کیا ہو اور گر ہر گز کا ثمن بیان کر دیا تو جائز ہے اور اگر خز کے کپڑے میں سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ[4] بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہے اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہیں ہے اور ایک روایت آئی ہے کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر چند گزوں کی مطلقاً شرط کی تو دونوں کا لحاظ کر کے درمیانی گز سے دیا جائے گا اور واضح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہے کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جائے گا کہ نہ بہت کھینچا جائے اور نہ ڈھیلا کیا جائے اور بعض مشائخؒ نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہے اور وہ بازاروں میں چھوٹا بڑا اور درمیانی ہوتا ہے پس مراد درمیانی گز ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ جب بیع سلم میں گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دونوں معنی[5] کا لحاظ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

بچھونے اور چٹائی اور بوریوں کی بیع سلم میں اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے ☆

---

[1] یہ شاید ان کے ملک میں ہو اور ہمارے ملک میں گنتی سے جائز نہیں ہے اور بیگنوں کا بھی یہی حال ہے ۱۲۔ [2] زجاج آبگینہ داس کا جو ہر معروف ہے ۱۲۔ [3] ناپ تو اور اس کی قسم ہمارے دیار میں معروف ہونا مشکل ہے ۱۲۔ [4] رقعہ سے مراد اس کا مرتبہ ہے ۱۲۔ [5] قولہ دونوں معنی یعنی بازاروں کے درمیانی گز سے درمیانی طور پر ناپا جائے ۱۲۔

اصل میں لکھا ہے کہ انجیر کی سلم میں اگر اُس کا پیانہ معلوم ہو اور پیانہ اُس کا وہ جوال[1] ہے جس میں انجیر بھرے جاتے ہیں تو جائز ہے ورنہ بہتر نہیں ہے اور مشائخ نے اُس کے باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ وہ ہر حال میں کیلی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں میں وزن سے بکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیانہ سے بکنے کا عرف ہو تو کیلی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سناروں اور کان کی مٹی میں بیع سلم جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے بچھونے اور چٹائی اور بوریوں کی بیع سلم میں اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور جوال اور موزے اور چادروں کی اگر صفت معلوم ہو اور طول وعرض اور رقعہ معلوم ہو تو جائز ہے اور پوستینوں میں جائز نہیں ہے کیوں کہ اُن میں باہم تفاوت ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اونٹ اور گائے اور بکری کے چمڑے کی بیع سلم میں بہتری نہیں یعنی ناروا ہے اور اگر اُس میں سے کسی کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مبسوط میں ہے کہ چمڑے کی سلم جائز نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ جب اُس کی کوئی ایسی قسم ہو کہ جس کا طول وعرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہو گی اور ایسے ہی اگر چمڑا وزن سے بکتا ہو تو اُس کی سلم میں وزن اس طرح ذکر کرنے سے کہ جس سے لین دین میں جھگڑا نہ ہو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور سری اور پایوں میں نہیں جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک گوشت میں سلم صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ اُس کی جنس اور نوع اور سن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کر دی جائے مثلاً بکری خصی دو دانت والی کے پہلو اور ران میں سے فربہ اور سو رطل اور ہڈی کے گودہ میں دو روایتیں آئی ہیں اور اصح یہ ہے کہ نا جائز ہے اور حقائق اور عیون میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور جب حاکم نے اس کے جواز کا حکم دیا تو بالاتفاق صحیح ہو جائے گا اور چکتی اور چربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور مچھلی کی سلم میں یا تازہ مچھلی ہو گی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہو گی یا وزن سے پس اگر اُس نے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہیں خواہ مچھلی تر ہو یا خشک اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچھلی خشک ہے تو جائز ہے اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اس مچھلی کے موجود ہونے کے زمانہ میں واقع ہو اور میعاد تک موجود رہے کہ درمیان میں جاتی نہ رہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر چھوٹی مچھلیوں میں پیانہ یا وزن سے سلم ٹھہرائی تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الینابیع اور بڑی مچھلیوں میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں پس ظاہر الروایت میں جائز ہے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ پرندوں میں سے کسی میں سلم ٹھہرانا بہتر نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جن پرندوں میں تفاوت نہیں ہوتا جیسے کنجشک تو بھی بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور پرندوں کے گوشت میں بھی جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اُن پرندوں کے حق میں ہے جو جمع کر کے انڈے بچوں کے واسطے نہیں رکھے جاتے ہیں ورنہ جو ایسے ہوں ان کی نسبت بعض مشائخ نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک روٹی میں سلم نہ وزن سے جائز اور نہ گنتی سے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وزن سے جائز ہے اور مشائخ نے فتویٰ کے واسطے قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہے لیکن قبضہ کے وقت احتیاط کرنا واجب ہے کہ اُسی جنس سے لے جو اُس نے بیان کی ہے تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آئے یہ محیط میں لکھا ہے۔

روٹی کو گیہوں یا آٹے کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تہذیب میں لکھا ہے

---

[1] جوال معرب گوالی وہ لوگو کھار او غیرہ جس میں انجیر وفروخت ہوتے ہیں ۱۲۔

اور آٹے کی سلم پیمانہ اور وزن سے جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور جواہر اور موتیوں کی سلم میں بہتری نہیں ہے اور چھوٹے موتی جو وزن سے بیچے جاتے ہیں اور دواؤں میں ڈالے جاتے ہیں اُن کی سلم وزن سے جائز ہے اور گچ اور چونے کی سلم میں پیمانہ معلوم کے حساب سے کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ اس کا کیلی ہونا معلوم ہے اور ہر وقت سپرد کیا جا سکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے تیل کی اگر کوئی قسم معلوم شرط کر دی تو اُس کی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے اور خوشبودار اور غیر خوشبودار کا حکم یکساں ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور صوف کے وزن سے بیع سلم کرنے میں خوف نہیں ہے اور اگر بغیر وزن کے کچھ ڈھیریوں کی شرط کی تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے خاص بکری کے صوف کی سلم کی تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم بکریوں کے دودھ اور گھی کا ہے اور جو گھی یا زیتون کا تیل یا گیہوں کہ اس سال[1] پیدا ہوں اُن کی سلم میں بہتری نہیں ہے تلوار کے پھل کی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ اُس کا طول و عرض و صفت معلوم ہو اور صوف[2] کو بالوں کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں میں علت ربا کی یعنی وزن مشترک ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ بال وزن سے بکتے ہوں اور اگر وزن سے نہ بکتے ہوں تو اُدھار حرام نہیں ہے مترجم کہتا ہے یعنی سلم جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو ذمیوں کا شراب میں بیع سلم کرنا جائز ہے اور سور میں جائز نہیں ہے پس اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہوا تو بیع سلم باطل ہو جائے گی اور مسلمان اور نصرانی تمام احکام سلم میں سوائے شراب کے برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے روئی اور کتان اور ابریشم اور تانبا پتر اور لوہا اور رانگ اور پیتل اور کانسہ ان چیزوں کی بیع سلم میں خوف نہیں ہے اور یہ چیزیں مثلی ہیں اور حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزیں جو کیلی ہوں انھیں چیزوں کے مانند ہیں اور تر خوشبودار چیزیں اور ساگ اور ایندھن مثلی نہیں ہیں تو اُن میں سلم جائز نہ ہوگی اور جبن (خیر ۱۲) کا بنانا اگر اُس پیشہ والوں کو اس طرح معلوم ہو کہ اُس میں فرق نہ پڑے تو اُس کی بیع سلم میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر شہتیروں کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی اور اُس کا طول اور موٹائی اور میعاد اور وہ مکان کہ جس میں ادا کیے جائیں بیان کر کے بیع سلم کی تو جائز ہے اور یہی حکم ساکھو اور عیدن اور لکڑی اور نرکل کا ہے اور نرکل میں موٹائی بیان کرنے کی صورت یہ ہے کہ بالشت یا گز[3] وغیرہ کے انداز سے جس سے اُس کا گٹھا باندھا جاتا ہے بیان کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اور رطبہ کی سلم میں بہتری نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سوت مثلی چیزوں میں ہے اس کو شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا ہے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جو وزنی چیز ہے وہ مثلی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور طشت اور معمہ اور موزوں اور ایسی چیزوں کی بیع سلم میں خوف نہیں ہے بشرطیکہ اُن کی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور کٹ کی بیع سلم میں وزن کے حساب سے کچھ خوف نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر پانی میں وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتائے تو جائز ہے اور جب پانی میں جائز ہے تو برف میں بھی جائز ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

فصل سوم:

---

[1] یعنی اسی سال کے گیہوں ۱۲۔ [2] قولہ صوف اقول اس طرح بالوں کو صوف کی سلم میں دینا بھی جائز نہیں ہے اور اگر بال وصوف کو کمل و نمدہ کی سلم میں دے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ کمل یا نمدہ ایسا ہے کہ کھل کر بال ہو جائیں گے جیسے اکثر نمدہ ہوا کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے ورنہ جائز ہے ۱۲۔ [3] قولہ گز یعنی ناپ میں مشروط سے زیادہ تھا اور کمی کی صورت میں گویا اس نے مقصود علیہ کو تبدیل کیا حالانکہ وہ بھی ادھار ہے اور اگر بدون اس کے رب السلم نے قبول کیا تو گویا چشم پوشی کر کے مشروط سے گھٹا ہوا قبول کر لیا یا وصف ساقط کر دیا اور کیلی و وزنی میں کھرے کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں ہو سکتی ہاں اگر عین مال میں زیادتی یا کمی ہو تو زیادتی و کمی جائز ہے اور کپڑے میں ناپ اگرچہ وصف ہے لیکن زیادتی میں اعتبار کرنا استحسان ہے اور امام ابو یوسف کا قول آسان ہے اور یہاں یہی عرف ہے ۱۲۔

اُن احکام کے بیان میں جوراس المال اور مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے متعلق ہیں

مسلم الیہ کو جائز نہیں ہے کہ راس المال سے رب السلم کو بری کردے اور اگر اُس نے بری کیا اور رب السلم نے براءت قبول کر لی تو عقد سلم باطل ہو جائے گا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ راس المال کے عوض کوئی چیز اُس کے غیر جنس کے لے اور اگر اُسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے ردی دیا اور مسلم الیہ نے ردی کو اختیار کر لیا تو جائز ہے اور اگر اُس کے حق سے جید دیا تو اس کے لینے پر مجبور کیا جائے گا اور امام زفر نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جائے گا اور اپنی رضامندی سے لے گا اور یہی مختار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مسلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہیں ہے اور اگر مسلم الیہ نے بجائے ردی کے جید دیا تو ہمارے نزدیک رب السلم پر اُس کے قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر بجائے جید کے ردی دیا تو جبر نہ کیا جائے گا اور اگر سلم میں جید کپڑا ٹھہرا تھا اور وہ ردی لایا اور کہا کہ تو اُس کو لے لے اور میں ایک درہم تجھ کو واپس دوں گا تو اس قسم کے آٹھ مسئلے نکلتے ہیں چار مسئلہ گزوں کی چیزوں میں اور چار کیلی اور وزنی چیزوں میں پس گزوں کی چیزوں کے یہ ہیں کہ اگر سلم میں ایک کپڑا ٹھہرا تھا پھر مسلم الیہ اُس سے وصف میں بڑھ کر یا گز میں بڑھ کر لایا اور کہا کہ تو اس کو لے لے اور مجھ کو ایک درہم بڑھا دے تو جائز ہے اور یہ درہم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی خوبی یا گز کے ہوگی اور اگر ردی کپڑا لایا یا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اس کو لے اور میں تجھ کو ایک درہم واپس دوں گا اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے ردی دے کر یہ نہ کہا کہ میں تجھ کو ایک درہم واپس دوں گا اور رب السلم نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہ وصف سے بری کرنے میں شمار ہوگا اور اگر سلم کیلی یا وزنی چیزوں میں ہو مثلاً دس قفیز گیہوں کے عوض دس درہم دیئے تھے اور وہ جید گیہوں لایا اور کہا کہ اس کو لے اور ایک درہم بڑھا دے تو جائز نہیں ہے اور اگر گیارہ قفیز لایا اور کہا کہ اس کو لے اور ایک درہم بڑھا دے یا نو قفیز لا کر دیں اور کہا کہ ایک درہم واپس کر دوں گا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر دس قفیز ردی گیہوں لایا اور کہا کہ تو اس کو قبول کر لے اور میں ایک درہم واپس دوں گا تو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ سب صورتوں میں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

راس المال کے عوض کوئی شے رہن کرنا یا کسی پر حوالہ کرنا یا اُس کا کفیل کر دینا صحیح ہے پس اگر رب السلم اور مسلم الیہ راس المال پر قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جائے گا اگرچہ جس شخص نے کفالت کی ہے یا جس پر اُترا یا ہے مجلس میں موجود ہو اور اگر دونوں عقد کرنے والے مجلس میں موجود ہوں تو کفیل کا یا اُس شخص کا جس پر حوالہ کیا ہے جدا ہو جانا معتبر نہیں ہے اور اگر راس المال کے عوض کچھ رہن کر لیا اور دونوں جدا ہو گئے حالانکہ رہن قائم ہے تو عقد ٹوٹ جائے گا اور اگر رہن اسی مجلس میں تلف ہو گیا تو عقد سلم اپنی صحت پر رہے گا اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن کے عوض رہن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو رب السلم کو اپنا پورا حق مل گیا اور رہن تلف نہ ہوا لیکن مسلم الیہ مر گیا اور اُس پر بہت سے قرض ہیں تو رب السلم اس رہن کا زیادہ حقدار ہے لیکن یہ رہن اُس کو نہ دیا جائے گا بلکہ اُس کے قرضہ کی جنس میں بیچا جائے گا تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آئے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مسلم الیہ کے پاس آیا اور اُس کے اور مسلم فیہ کے درمیان سے روک اُٹھا دی تو وہ مانند اور قرضوں کے اس پر بھی قابض شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور مسلم فیہ کا کسی پر اُترانا جائز ہے اور ایسے ہی کفالت کرنا بھی جائز ہے لیکن اُترانے کی صورت میں مسلم الیہ بری ہو جائے گا اور کفیل[1] کرنے کی صورت میں بری نہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو مسلم الیہ سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے

---

[1] قولہ کفیل یعنی اگر مسلم الیہ نے مال سلم کے واسطے کفیل کو دیا تو وہ بری نہ ہوگا ۱۲۔

اور رب السلم کو کفیل سے بدل کرنا جائز نہیں ہے اور کفیل کو جائز ہے کہ جو اُس نے رب السلم کو ادا کیا ہے اُس کے بدلے میں مسلم الیہ سے لے لے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل تھا پھر اُس نے سلم کو مسلم الیہ سے اقتضا کے طور پر پورا لے لیا پھر اُس کو بیچ کر اُس میں نفع اُٹھایا تو یہ اُس کے لیے حلال ہے بشرطیکہ رب السلم کو اُس کے مثل ادا کر دے اور ایسی صورت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ جب مسلم فیہ پر اُس کی ملکیت بسبب اس کے کہ اُس نے طعام سلم کو ادا کر دیا ہے مقرر ہو گئی صرف خلاف اس صورت میں ہے کہ اگر رب السلم کو طعام سلم ادا کرنے والا خود مسلم الیہ ہو تو کفیل سے جو اُس نے کفیل کو دیا ہے اُس کے مثل واپس لے گا پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ کفیل نے جو نفع اُٹھایا وہ اُس کو حلال ہے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ میں دیانۃً دوست رکھتا ہوں کہ یہ نفع مسلم الیہ کو واپس کر دے اور قضاءً میں اُس پر جبر نہیں کرتا اور کتاب الکفالت میں لکھا ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زیادتی صدقہ کر دے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ سلم کو کفیل نے اقتضا[1] کے طور پر لیا ہو اور اگر رسول بن کر لیا ہو اس طرح پر کہ مسلم الیہ نے طعام سلم اُس کے سپرد کیا ہو تا کہ اس کو رب السلم کے پاس پہنچا دے اور اُس نے اُس میں تصرف کیا اور نفع اُٹھایا تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نفع اُس کو حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میرا حق جو تجھ پر چاہیے ہے اُس کو اپنے تھیلوں میں ناپ یا کہا کہ اُس کو ناپ کر اپنے گھر میں جدا رکھ دے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو رب السلم قابض نہ شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کُر گیہوں میں بیع سلم ٹھہرائی تھی اور لیتے وقت رب السلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ میرے تھیلوں میں اس کو ناپ دے اور اُس نے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُس وقت غائب تھا تو یہ قبضہ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وہ تلف ہو جائے تو مسلم الیہ کا مال تلف ہو گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر رب السلم اُس وقت حاضر ہو تو بالاتفاق قابض ہو گا خواہ تھیلے اُس کے ہوں یا مسلم الیہ کے ہوں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر رب السلم نے اپنے تھیلے مسلم الیہ کو دیئے اور اُس میں اناج تھا اور کہا کہ جو میرا تجھ پر چاہیے ہے وہ ان تھیلوں میں ناپ کر بھر دے پھر اُس نے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُس وقت غائب تھا تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ قابض شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اُس نے رب السلم کے حکم سے اُس کو پیسا یا تو رب السلم قابض نہ ہو گا یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور اگر رب السلم نے آٹا لے لیا تو اُس کو حرام ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر رب السلم نے حکم دیا کہ اس کو دریا میں پھینک دے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو مسلم الیہ کا مال گیا یہ عنایہ میں لکھا ہے۔

اور اگر رب السلم نے مسلم الیہ کے غلام یا اُس کے بیٹے کو سلم پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم الیہ کو راس المال دینے کے واسطے کوئی وکیل کیا تو وکالت صحیح ہے پس اگر وکیل نے اُس حال میں دے دیا کہ وہ دونوں[2] مجلس میں موجود تھے تو صحیح ہے اور اگر وکیل مجلس سے دے دینے سے پہلے چلا گیا اور وہ دونوں ابھی مجلس میں موجود ہیں تو سلم باطل نہ ہو گی اور اگر وکیل کے دے دینے سے پہلے رب السلم یا مسلم الیہ مجلس سے چلا گیا تو سلم باطل ہو جائے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو بھی یہی صورتیں ہیں زید نے عمرو کو کچھ درہم ایک کُر گیہوں کی سلم میں دیئے پھر عمرو نے بکر سے گیہوں اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک کُر ہیں اور رب السلم کو ادا کر دیئے تو رب السلم اُس میں کھانے یا بیچنے وغیرہ کا تصرف مباح ہونے کے واسطے دو دفعہ پیمانہ کرنے کا محتاج ہے ایک دفعہ مسلم الیہ کی طرف سے اور ایک دفعہ اپنی طرف سے اور اگر مسلم الیہ نے ناپ لیا ہو تو رب السلم کو اُس کا ناپنا کافی[3] نہیں ہے اگرچہ یہ اُس کے ناپ لینے کے وقت حاضر ہو اور اسی

---

[1] اقتضا وصول حق کے طور پر لینا ہے ۱۲۔ [2] قولہ وہ دونوں یعنی رب السلم و مسلم الیہ ۱۲۔ [3] قولہ کافی نہیں ہے یعنی اپنا تصرف مباح ہونے کے لئے صرف مسلم الیہ کا ناپنا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ خود بھی ناپ نہ لے ۱۲۔

طرح اگر مسلم نے رب السلم کو اُس پر قبضہ کر لینے کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کیا تو بھی دو[۱] دفعہ ناپنے کا محتاج ہے پہلے مسلم الیہ کی طرف سے اُس کا نائب ہو کر پیمانہ کرے پھر اپنے واسطے پیمانہ کرے اور ایک ہی پیمانہ کافی نہیں ہے اور اسی طرح اگر مسلم الیہ نے کچھ درہم رب السلم کو اپنے واسطے بشرط پیمانہ گیہوں خریدنے کو دیئے اور اُس نے خرید کر قبضہ کر کے ناپ لئے پھر ان کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اُس پر دوبارہ پیمانہ کرنا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر راس المال درہم اور دینار میں سے ہو اور اُس پر قبضہ کر لیا اگر اُس میں کچھ عیب پایا تو یا اُس کو استحقاق پائے گا یا ستوق پائے گا یا زیوف پائے گا ☆

اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گیہوں خریدے یا اپنی زمین سے پائے یا میراث یا ہبہ یا وصیت میں پائے اور ان کو رب السلم کو ادا کر دیا اور اُس کے سامنے ناپ دیا تو رب السلم کو یکبار پیمانہ کرنا کافی ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر اُس نے کچھ اناج پیمانہ سے قرض لیا اور رب السلم کے سپرد کر دیا تو دوبارہ پیمانہ کرنے کی حاجت نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے اور جو حکم کیلی چیزوں میں معلوم ہوا وہی وزنی چیزوں میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر راس المال عین ہو کہ اُس کو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اُس کا کوئی مستحق ہے یا عیب دار پایا پس اگر مستحق نے اجازت نہ دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم باطل ہو جائے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر مستحق نے اجازت دے دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم جائز ہوگی خواہ راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور پھر مستحق کو راس المال کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اُس کو اختیار ہوگا کہ رب السلم سے اُس کا مثل لے لے اگر وہ مثلی ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر راس المال درہم اور دینار میں سے ہوا اور اُس پر قبضہ کر لیا اگر اُس میں کچھ عیب پایا تو یا اُس کو استحقاق[۲] پائے گا یا ستوق پائے گا یا زیوف پائے گا اور یا مجلس میں ایسا پائے گا یا بعد جدا ہونے کے پس اگر اُس نے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اُس کا کوئی حقدار ہے پس اگر مستحق نے اجازت دے دی تو سلم جائز ہوگی بشرطیکہ راس المال قائم ہو یہ جامع میں صریح مذکور ہے اور اگر اجازت نہ دی تو اُس قدر کا قبضہ ٹوٹ جائے گا اور ایسا ہو جائے گا گویا اُس نے قبضہ ہی نہیں کیا پس اگر اُس نے اُسی مجلس میں اس کے مثل پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُن کو ستوق پایا پس اگر مجلس عقد میں پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو سلم جائز[(۱)] نہ ہوگی اور اُن کو واپس کر کے بجائے اُن کے اسی مجلس میں کھرے درہم لے لئے تو جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوف[۳] یا نبہرہ پایا اور مجلس عقد میں ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کر کے اسی مجلس میں بدل لیتے تو جائز ہے اور اگر بدلنے سے پہلے جدا ہو گئے تو سلم باطل ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اُن درہموں میں سے کچھ درہم ایسے پائے جن کا کوئی مستحق ہے اور مجلس سے جُدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق[۴] نے اجازت دے دی اور ہنوز راس المال موجود ہے تو مسلم جائز ہوگی اور اگر اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُس کے سلم باطل ہو جائے گی اور اگر کچھ درہم اُن میں سے ستوق پائے اور یہ مجلس سے جُدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُس کے سلم باطل ہو جائے گی خواہ یہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کر دیا ہو خواہ بجائے اُن کے بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہ ہو جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر اُن میں سے کچھ درہم زیوف پائے اور یہ جُدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کیا تو

---

[۱] قولہ بشرطیکہ مسلم الیہ نے خود اس کو نہ ناپا ہو بلکہ اناج فروخت کرنے والے کے کہنے پر اعتبار کر لیا ہو۱۲۔ [۲] یعنی کسی دوسرے کی حقیقت میں ۱۲۔

[۳] زیوف کو بیت المال کھوٹا رکھتا ہے نہ تاجر۔ نبہرہ کو تاجر بھی رد کرتے ہیں ۱۲۔ [۴] مستحق یعنی اصلی مالک وہ ثابت ہوا ۱۲۔

(۱) کیونکہ ستوق حقیقتاً درہم نہیں ہیں ۱۲

بالا جماع اگر اُس نے واپسی کی مجلس میں نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہو جائے گی اور اگر واپسی کی مجلس میں بجائے اُنکے بدل لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تھوڑے ہوں تو باطل نہ ہوگی اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہے اور اگر بہت ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً باطل نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر روایات ظاہرہ مشہورہ میں بالا تفاق امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جو نصف سے زیادہ ہے اور نصف کے باب میں دو[1] روایتیں آئی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تہائی بہت ہے اور یہی روایت اصح ہے اور احوط ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور حاویٰ میں لکھا ہے کہ نصیرؒ روایت کرتے ہیں کہ شہدادؒ فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جدا ہونے کے درہموں کو زیوف پائے تو چاہیے کہ بدل کو پہلے لے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہے (واجب نہیں ہے ۱۲) پس اگر اُس نے زیوف کو واپس کیا اور پھر جدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علما کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ یہ زیوف نصف سے کم ہوں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ راس المال کے برابر رب السلم کا قرضہ ہو تو اُس کی دو صورتیں ہیں یا یہ قرضہ بسبب عقد[2] کے لازم آیا ہے یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہے پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُس کی بھی دو صورتیں ہیں یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس (۱۰) درہم میں بیچا تھا اور درہموں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اُس کو دس (۱۰) درہم سلم کے گیہوؤں میں دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونوں اپنا اپنا قرضہ برابر کر لیں یا بدلا کر لینے پر راضی ہو جائیں تو بدلا ہو جائے گا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہے تو بدلا نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ دونوں باہم بدلا کرنا چاہیں اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہے مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہو جائے گا خواہ وہ دونوں اُس کو بدلا کریں یا نہ کریں بشرطیکہ دوسرا قرضہ (غصب وغیرہ ۱۲) اس عقد سے پیچھے ہو اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں قرضہ برابر ہوں اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پر راضی ہو تو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جائے گا اور اگر زیادتی والا انکار کرتا ہے تو بدلا نہ ہوگا اور اگر کمی والا انکار کرتا ہے تو بدلا ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے زیارات میں لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم میں سو (۱۰۰) درہم ایک کُر درمیانی گیہوں کے عوض ایک میعاد معلوم تک کے واسطے دیئے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کُر درمیانی گیہوؤں کے جو مثل مسلم فیہ کے ہیں فروخت کیا اُس کُر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُس کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار روایت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدوں حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگوں کے حق میں ٹوٹ گیا تو رب السلم واجب ہوگا کہ وہ کُر جو اُس نے غلام کا ثمن لیا ہے وہ غلام کی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرنے پس اگر غلام بیچنے والے نے یعنی رب السلم نے کہا کہ میں وہ کُر رہنے دیتا ہوں اور اُس کا مثل پھیروں گا تو اُس کو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب السلم نے وہ کُر جو غلام کا ثمن ہے واپس نہ کیا یہاں تک کہ بیع سلم کی میعاد آ گئی تو وہ کُر مسلم فیہ کا قصاص ہو جائے خواہ دونوں بدلا کریں یا نہ کریں اور ایسے ہی اگر دونوں میں غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی لیکن وہ کُر جو ثمن ہے بعد عقد سلم کے قبضہ میں آیا پھر انھیں سببوں سے جو ہم نے ذکر کیے عقد بیع دونوں میں فسخ ہو گیا تو بیع سلم کی مدت آ جانے کے وقت وہ کُر جو غلام کا ثمن ہے مسلم فیہ کا بدلا ہو جائے گا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہے اس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضا

---

[1] دو روایتیں یعنی ایک میں نصف بہت ہے اور دوئم میں نہیں ۱۲۔ [2] عقد یعنی مسلم الیہ نے کوئی معاملہ دے کر ٹھہرایا جس کے معاوضہ میں اس کو اتنا روپیہ دینا چاہیے یا قبضہ سے یعنی مسلم الیہ نے غصب وغیرہ کے طور پر اتنا روپیہ لے لیا تھا جو اس پر قرضہ ہوا ۱۲۔

مندی سے واپس کیا یا اقالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ کُر جو ثمن ہے دونوں صورتوں میں سلم کا بدلا نہ ہوگا خواہ دونوں بدلا کریں یا نہ کریں اور اگر عقد سلم سے پہلے عقد بیع واقع ہوا اور اُس نے گیہوں پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو وہ کرُ جو غلام کا ثمن ہے سلم کا بدلہ نہ ہوگا اگرچہ دونوں بدلا کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر رب السلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ مضمون کے ضمانت میں ہو گیا ہے جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد سلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلا ہوا جائے گا اگر عقد سلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُس کے پاس موجود ہے یہاں تک کہ سلم کی میعاد آ گئی پس بدلا کرنے سے بدلا ہو جائے گا خواہ دونوں حاضر[1] ہوں یا نہ ہوں بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور عقد سلم سے پہلے یا بعد ایک کُر رب السلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اس کو بدلا کرنا چاہا تو بدلا نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ کُر دونوں کے سامنے موجود ہو یا رب السلم اُس پر دوبارہ[2] قبضہ کر لے اور اگر سلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کُر غصب کیا پھر میعاد آ گئی تو بدلا ہو جائے گا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلا کرنے سے بدلا ہوگا اور یہ سب اُس وقت ہے کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت میں بدلا نہ ہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہو جائے تو بدلا ہو جائے گا اور گھٹیا کی صورت میں بھی رب السلم کی رضامندی سے بدلا ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے زید نے عمرو کو سو درہم ایک کُر کی سلم میں دے پھر عمرو نے زید سے ایک کُر اُس کے مانند بعوض دو سو درہم کے میعادی اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کُر اس کے پاس ہے اور رب السلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُس پر قبضہ کر لے تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے قبضہ کر لیا اور اُس کو پایا تو اُس کو اُس کے مانند دینا واجب ہوگا اور یہ واجب سلم کا بدلا نہ جائے گا اگرچہ دونوں اُس پر راضی ہو جائیں پس اگر مسلم الیہ نے ضمان[3] لے لی پھر مسلم فیہ کے عوض اُس کو ادا کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے نہ پایا لیکن اُس میں اس کے پاس عیب آ گیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے اُس کو لے یا اُس کی ضمان لے پس اگر اُس کا مثل ضمان میں لیا تو بدلا(1) نہ ہوگا اور اگر لے کر پھر ادا کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُس کُر کا بعینہ لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُس کو بدلا کیا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں اس پر راضی ہو جائیں اور اگر بدلا کر لینے پر دونوں نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمدؒ نے کتاب میں اُس کو ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُس نے بدلا نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عیب دار کُر لے لیا پھر رب السلم نے اُس کو غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلا ہو جائے گا اور مسلم الیہ کی رضامندی نہ دیکھی جائے گی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کُر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب السلم کو غاصب پر اُتار دیا کہ اُس سے لے کُر سلم میں قبضہ کرے تو یہ جائز نہیں اور حوالہ کرنا باطل ہے پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیب دار ہوا اور رب السلم اس[4] سے راضی ہے تو جائز ہوگا اور ایسے ہی گر وہ کُر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہو اور رب السلم اُس سے راضی ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ غصب کی صورت میں اگر وہ کُر قبضہ سے پہلے تلف ہو جائے تو حوالہ باطل نہ ہوگا اور ودیعت کی صورت میں باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے تر چھوارے کی ایک قفیز میں سلم ٹھہرائی اور اُس کی میعاد اُس کے پائے جانے کے وقت میں مقرر کی تا کہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجائے اُس کے ایک قفیز خشک چھوارہ ادا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اُس نے ایک قفیز خشک چھوارہ میں بیع سلم ٹھہرائی اور اُس نے بجائے اُس کے ایک قفیز تر چھوارہ ادا کیے اور رب السلم نے اُس شے چشم پوشی کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ تر چھوارہ ہوں اور بجائے اُن کے خشک ادا کرے تو ہر حال میں ناجائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ گویا

---

[1] حاضر مراد یہ کہ دونوں کی موجودگی ایک مجلس میں ہو یا نہ ہو اور آگاہی بھی ضروری نہیں ۱۲۔ [2] دوبارہ یعنی واپس جا کر بلا ممانعت کے قابض ہونے پر قادر ہو ۱۲۔ [3] ضمان یعنی اپنے مال غصب کے مثل تاوان لیا ۱۲۔ [4] اُس کے لینے یا بدلہ کرنے پر راضی ہے ۱۲۔

(1) اختیار کیا تو صرف اختیار سے بدلا نہ ہوگا ۱۲۔

اُس نے تین چوتھائی خشک چھوارے میں سلم ٹھہرائی پھر اُس کا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے ایک قفیز تر چھوارے ادا کیے تو صاحبینؒ کے نزدیک اُس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُس نے اپنا پورا حق لے لینے کے طور پر قبضہ کیا بایں طور کہ مسلم الیہ نے رب السلم سے کہا کہ اُس کو اپنے حق میں یا اپنے حق کے ادا ہونے کے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے لے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسرے یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو بایں طور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اس کو اپنے حق کی صلح میں اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح میں لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہے میں اُس سے بری ہوں تو پہلی صورت باطل ہے اور دوسرے صورت صلح کی لحاظ کی جائے گی اور غور کیا جائے گا کہ یہ تر چھوارہ خشک ہو کر کس قدر کم ہوں گے پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جس قدر سے کم نہیں ہوتا اُسی بنا پر حکم دیا جائے گا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جائیں گے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہ ہوں گے اور تین چوتھائی باقی رہ جائیں گے تو پھر لحاظ[1] کیا جائے گا کہ تر چھوارے کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو صلح جائز ہو گی اور اگر اُس کی قیمت زیادہ ہو گی تو صلح باطل ہو گی کسی نے ایک قفیز گیہوں میں سلم ٹھہرائی اور بجائے اس کے ایک قفیز بھولے ہوئے گیہوں دیئے تو بالا جماع جائز نہیں ہے اور ایسے ہی ایک قفیز گدر چھوارہ سبز یا زرد میں اُن کے موجود ہونے کے وقت میں سلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجائے اس کے مطبوخ بسر (اُبالے ہوئے ۱۲) کا قفیز دیا یا ایک قفیز گیہوؤں میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے مطبوخ گیہوں کا ایک قفیز دیا یا آٹے کا ایک قفیز دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایک قفیز گیہوؤں میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے ایسے گیہوں کا ایک قفیز دیا جو پانی میں پڑ کر پھول گئے تھے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے زیتون میں سلم ٹھہرائی اور بجائے اُس کے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہے اگر چہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تیل اس سے کم ہے[2] جتنا کہ اس قدر زیتون میں نکلتا ہے کذا فی المحیط۔

چوتھی فصل ☆

رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف[3] واقع ہونے کے بیان میں

اگر مسلم فیہ کی جنس میں دونوں اختلاف کریں مثلاً رب السلم کہے کہ میں نے تجھ کو دس (۱۰) درہم ایک کر گیہوں کی سلم میں دیئے ہیں اور مسلم الیہ کہے کہ ایک کر جو کی سلم میں دیئے ہیں پس اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لی جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے رب السلم سے لی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دونوں نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو پس اگر دونوں نے یا ایک مالک نے کہا کہ ہم عقد کو فسخ کرنا چاہتے ہیں تو قاضی فسخ کر دے گا اور اگر اُنھوں نے فسخ کرنا نہ چاہا تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے گا اس اُمید پر کہ کوئی دوسرے (دونوں میں سے ۱۲) کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور دونوں میں سے جو شخص انکار کرے (قسم سے ۱۲) اُسی پر مدعی کے دعویٰ کا قاضی حکم کر دے گا کذا فی شرح الطحاوی اور دونوں میں سے جو شخص گواہ قائم کرے اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونوں مجلس عقد سے جدا نہیں ہوئے ہیں تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا پس رب السلم پر بیس درہم کا حکم دیا جائے گا اور مسلم الیہ پر ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں مجلس سے جدا ہو چکے اور رب السلم نے صرف دس (۱۰) درہم ادا

---

[1] لحاظ یہ ہے کہ صلح میں عین حق سے کمی ضرور ہے پس جب یہاں پائی جائے تو صحیح ہے ورنہ نہیں ۱۲۔ [2] قولہ کم ہے یعنی تا کہ صلح کے طور پر کمی سے جواز ہو کیونکہ مبادلہ میں زیادتی ضروری ہے فافہم ۱۲۔ [3] اختلاف واضح ہو کہ اختلاف کے بہت وجوہ ہیں ایک مسلم فیہ میں خواہ جنس میں یا مقدار میں یا صفت میں اور دوم راس المال سوم میعاد وغیرہ پس مسائل میں غور کرنا چاہیے ۱۲۔

کر دیئے ہیں تو رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر صورت میں رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مسلم فیہ کی مقدار میں دونوں اختلاف کریں تو اس کا اور مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف کرنے کا ایک حکم ہے اور اگر مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کریں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قیاس میں دونوں سے قسم لی جائے گی اور استحساناً قسم نہ لی جائے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہیں پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا خواہ وہ طالب (مدعی ۱۲) ہو یا مطلوب اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول پر قاضی رب السلم کے گواہوں پر ایک ہی عقد کا حکم دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دے گا اور یہی قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دس (۱۰) درہم ایک کُر گیہوں کی سلم میں دیئے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے ردی گیہوں شرط کیے تھے اور رب السلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہیں کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اُس کا اُلٹا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک قول رب السلم کا لیا جائے اور صاحبینؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر راس المال میں دونوں نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے متعین نہیں[1] ہوتی ہے پس اگر دونوں نے اُس کی جنس میں اختلاف کیا مثلاً رب السلم نے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک کُر گیہوں کی سلم میں دس (۱۰) درہم دیئے ہیں اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک دینار دیا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں تو قیاساً دونوں باہم قسم نہ کھائیں گے اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونوں قسم کھائیں گے پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور رب السلم پر ایک دینار اور دس درہم کا اور مسلم الیہ پر دو کُر گیہوں کا بشرطیکہ دونوں مجلس سے جدا نہ ہوئے ہوں اور اس مسئلہ میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول کتاب میں مذکور نہیں ہے لیکن ابن سماعہ نے اپنے نوادر میں دونوں سے روایت کی ہے کہ قاضی[2] دو عقدوں کا حکم دے گا اور کرخی نے روایت کی ہے کہ مسلم الیہ کی دلیل کے موافق صرف ایک عقد کا حکم دے گا اور یہی صحیح ہے اور اگر راس المال کی مقدار یا اُس کی صفت میں اختلاف واقع ہوا تو اُس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا مسلم فیہ کی صفت اور مقدار میں اختلاف ہونے کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ اگر مسلم فیہ کی جنس یا مقدار یا صفت میں یا راس المال کی جنس یا مقدار یا صفت میں دونوں اختلاف کریں اور دونوں گواہ پیش کریں تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جب تک ممکن ہوگا ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا اور جب ناممکن ہوگا تو دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور[3] امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور جب متعذر ہوگا تو ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر مسلم فیہ اور راس المال میں دونوں نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز ہے جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی[4] ہے پس اگر مسلم فیہ اور راس المال کی جنس میں اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قیاساً و استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ دیئے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے پس اگر وہ دونوں مجلس عقد سے جدا نہیں ہوئے تو

---

[1] نہیں الخ مانند درہم و دینار وغیرہ ۱۲۔ [2] قولہ دو عقدوں یعنی گویا دس درہم بعوض ایک کُر گیہوں کے دیئے اور ایک دینار بعوض دوسرے ایک کُر کے دیا ہے اور دونوں فریق گواہوں نے اپنے اپنے معاملہ کی گواہی دی لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ دونوں فقط ایک ہی عقد کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا کرخیؒ کی روایت میں ایک فریق کو ترجیح دی اور وہ مسلم الیہ ہے کیونکہ وہی گیہوں ادا کرنے والا ہے ۱۲۔ [3] قولہ امام محمدؒ یعنی ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ہر گواہی سے جو ثابت ہو وہ علیحدہ عقد ہے لیکن اگر ایسی صورت واقع ہو کہ وہاں دو عقد نہیں بن سکتے ہیں تو بمجبوری ایک عقد کا حکم ہوگا برعکس قول شیخین ۱۲۔ [4] قدم و دینار ۱۲۔

تینوں اماموں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ قاضی دوعقدوں کا حکم دے گا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال کی مقدار[1] میں اختلاف کیا اور کسی کے پاس گواہ نہیں تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک قاضی دوعقدوں کا حکم دے گا بشرطیکہ مجلس سے دونوں جُدا نہ ہوئے ہوں اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک عقد کا حکم دے گا اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کیا تو قسم کھانے کے حق میں قیاساً و استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی اور دلیل پیش کرنے کی صورت میں بالا جماع سب کے نزدیک ویسا ہی حکم ہے کہ مسلم فیہ یا راس المال کی صفت میں اختلاف کرنے کا تھا پس جو حکم وہاں معلوم ہوا ہے وہی یہاں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اور اگر راس المال معین ہو مثلاً کوئی اسباب ہو پس اگر دونوں نے مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف کیا تو قیاساً دونوں سے قسم نہ لی جائے گی اور مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا لیکن استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی پھر باقی صورتوں کا حکم مثل مسئلہ مذکورہ یعنی اختلاف جنس مسلم فیہ یا اُس کی قدر یا صفت یا راس المال[2] کی ایسی ہی اختلاف کے ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی گواہ پیش کرے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو بالا جماع ایک عقد[3] کا حکم دیا جائے گا اور اگر مسلم فیہ کی مقدار میں دونوں نے اختلاف کیا تو بالا جماع سب کے نزدیک قسم کھانے اور دلیل پیش (گواہ ۱۲) کرنے کا ویسا ہی حکم ہے جیسا پہلی صورت میں گزرا اور فیہ کی صفت میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً دونوں قسم کھائیں گے اور استحساناً نہ کھائیں گے اور ہم قیاس کر لیتے ہیں اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اسی پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو بالا جماع سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر راس المال کی جنس میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً دونوں سے قسم نہ لی جائے گی اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک دوعقدوں کا حکم دیا جائے گا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک عقد[4] کا حکم دیا جائے گا اور یہ کرخی کی روایت ہے اور یہی اصح ہے اگر راس المال کی مقدار میں اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل پیش کی تو قیاساً رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہ کھائیں گے لیکن استحساناً دونوں قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور اگر راس المال کی صفت میں اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم نہ کھائیں گے اور قول رب السلم کا معتبر ہوگا اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال دونوں میں اختلاف[5] کیا پس اگر

---

[1] جنس میں اتفاق ہے ۱۲۔ [2] قولہ راس المال یعنی رأس المال کی جنس میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ درہم تھے اور دوسرے نے کہا کہ دینار تھے یا جنس میں اتفاق ہے کہ وہ درہم تھے لیکن مقدار میں اختلاف کیا کہ وہ سو درہم یا دو سو درہم تھے یا صفت میں کہ سو درہم دودھیا تھے یا سیاہ تھے اسی طرح مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف ہوا کہ گیہوں ٹھہرے یا چنے تھے یا گیہوں پر اتفاق ہے لیکن مقدار ایک نے پانچ میں اور دوسرے نے سات میں کہے یا صفت میں مثلاً پانچ من کھرے سپید تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ پانچ میں سرخہ تھے ۱۲۔ [3] قولہ ایک عقد آلخ یہ بیان نہ کیا کہ کس کے گواہوں پر اور ظاہر یہ کہ مسلم الیہ کے گواہ مرجح ہوں گے ۱۲۔ [4] قولہ ایک عقد یعنی مسلم الیہ کے گواہ قبول ہوں گے ۱۲۔ [5] قولہ اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی تین حال سے خالی نہیں یا تو دونوں کی جنس میں ہوگا مثلاً راس المال درہم تھے یا دینار تھے اور مسلم فیہ گیہوں تھے یا چنے تھے اور یا دونوں کی مقدار میں مثلاً سو درہم یا دو سو درہم تھے اور دس من گیہوں یا سات من تھے اور یا دونوں کی صفت میں اختلاف ہو یا رأس المال کی جنس میں ہو اور مسلم فیہ کے عقد میں ہو پس مسائل پر غور کر کے سمجھنا چاہیے ۱۲۔

راس المال اور مسلم فیہ دونوں کی جنس میں اختلاف کیا اور کسی نے گواہ نہ دیئے تو قیاساً و استحساناً دونوں قسم کھائیں گے اگر ایک نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں کی مقدار میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً و استحساناً دونوں قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ دیئے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور ہر ایک کی دلیل زیادتی[1] کے ثابت کرنے میں مقبول ہوگی اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اُس پر فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور زیادتی دعویٰ کے اثبات میں ہر ایک[2] کی دلیل مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے ادا کرنے کی جگہ میں اختلاف کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ مسلم الیہ کا قول لیا جائے گا اور دونوں قسم نہ کھائیں گے اور صاحبینؒ نے کہا کہ دونوں قسم کھائیں اور بعض مشائخ نے کہا کا اختلاف اس کے برعکس ہے اور پہلی روایت اصح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ کوئی شخص دلیل نہ پیش کرے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو خواہ وہ طالب (مدعی) ہو یا مطلوب (مدعا علیہ ۱۲) اُس کی دلیل پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو طالب کی دلیل پر فیصلہ کیا جائے گا اور ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مسلم کی میعاد[3] میں دونوں نے اختلاف کیا تو اُس میں اختلاف کرنے سے باہم قسم کھانا اور باہم واپس کرنا لازم نہیں آتا ہے اور یہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے پس اگر اصل میعاد میں اختلاف کیا اور رب السلم میعاد ہونے کا مدعی تھا تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور اگر مسلم الیہ اُس کا مدعی تھا اور رب السلم منکر تھا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً عقد صحیح رہے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور عقد فاسد ہو جائے گا کذا فی الحاوی اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب کسی نے دلیل نہ پیش کی ہو اور اگر کسی نے پیش کی تو اُس کی دلیل مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو مدعی میعاد کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر میعاد مقرر ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا لیکن اُس کی مقدار میں اختلاف کیا تو رب السلم کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قول کا معتبر ہونا اُس وقت ہے کہ جب کوئی شخص گواہ پیش نہ کرے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کے گواہ لیے جائیں گے اور بالا جماع دو عقدوں کا حکم نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مدت ایک مہینہ تھی لیکن اُس کے گزر جانے میں اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا کذا فی التہذیب اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کا بینہ لے جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مدت کی مقدار اور اُس کے گزرنے دونوں میں اختلاف کیا تو مقدار میں رب السلم کا قول لیا جائے گا اور گزرنے میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس زیادتی کے ثابت کرنے کے واسطے کہ مدت ابھی نہیں گزری ہے مسلم الیہ کے گواہ معتبر ہوں گے کذا فی شرح الطحاوی۔

---

[1] قولہ زیادتی آخ مثلاً راس المال کی مقدار ایک نے سو درہم اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درہم بتلائی اور ہر ایک نے گواہ دیئے تو دونوں قبول ہو کر یہ حکم ہوگا کہ ایک سو پچاس درہم پر مقدمہ اور مسلم فیہ میں مسلم الیہ نے کہا کہ دس من گیہوں تھے اور رب السلم نے کہا کہ پندرہ من ٹھہرے اور ہر ایک نے گواہ دیئے تو قبول ہو کر پندرہ من قرار پائیں گے پس دونوں فریق گواہوں سے یوں لیا گیا کہ بعوض ڈیڑھ سو درہم کے پندرہ من گیہوں پر سلم ٹھہری ہے ۱۲۔ [2] قولہ ہر ایک کی مثلاً مالک سلم کے گواہوں پر گیہوں کھرے چیدہ وغیرہ صفات قبول ہوں گے اور مسلم الیہ کے گواہوں پر درہم کھرے دو دھیا وغیرہ صفات ثابت ہوں گے ۱۲۔

[3] قولہ میعاد یعنی میعاد ہے یا نہیں ہے ۱۲۔

قال[1] فی الحاشیة کذافی جمیع النسخ الحاضرة والظاهران یقال اثبات زیادة الاجل دانه لم یمیض انتهیٰ قال لمترجم لاوجه لظهوره بل الظاهر هو مافی النسخ الحاضرة فا المعنی ان البینته فی المقدار بنیة رب السلم ایضاً ولکن عدم لمعنی زیادة علی مقدار الاجل فیقبل فیها بنیة المسلم الیه فهم المحشی وهم فا فهم۔ اور اگر راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے میں دونوں میں اختلاف ہوا اور رب السلم گواہ لایا کہ راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے اور مسلم الیہ گواہ لایا کہ جُدا ہونے سے پہلے راس المال پر قبضہ ہو گیا ہے پس اگر راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ میں ہو تو اُس کی دلیل لی جائے گی اور سلم جائز ہو گی کذانی الذخیرہ اور اگر وہ درہم معینہ رب السلم کے ہاتھ میں ہیں اور مسلم الیہ کہے کہ میں نے اُس کو قبضہ کے بعد ودیعت دیئے ہیں یا اُس نے غصب کر لیے ہیں اور قبضہ ہونے پر گواہ قائم ہو چکے ہوں تو اُسی کا قول معتبر ہو گا اور درہم ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا کذانی الحاوی۔ اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو رب السلم کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور مسلم الیہ کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر کسی نے بینہ پیش نہ کی پس اگر وہ درہم مطلوب (مسلم الیہ۱۲) کے ہاتھ میں ہیں اور طالب (رب السلم ۱۲) اُس پر غصب یا ودیعت کا دعویٰ نہیں کرتا ہے صرف راس المال پر قبضہ نہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آئے گی اور اگر طالب نے مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد غصب یا ودیعت کا دعویٰ کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہو گا اور اگر وہ درہم رب السلم کے پاس ہوں اور مطلوب نے قبضہ کا دعویٰ کیا اور طالب (رب السلم ۱۲) پر غصب کر لینے یا ودیعت رکھنے کا اس کے بعد دعویٰ نہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آئے گی اور اگر مجلس میں راس المال پر قبضہ کرنے کے دعوے کے بعد مطلوب نے غصب یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور طالب نے انکار کیا تو مشائخ میں سے بعض نے کہا کہ قسم لے کر مطلوب کا قول معتبر ہو گا پس اُس سے قسم لی جائے گی اور سلم جائز ہو گی اور راس المال کو رب السلم سے لے لے گا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب طالب نے یہ قول کہ تو نے قبضہ نہیں کیا ہے جُدا کر کے اس طرح کہا ہو کہ میں نے تجھ کو سلم میں دیئے پھر خاموش رہ کر کہا مگر تو نے قبضہ نہیں کیا یا یوں کہا کہ میں نے تجھ کو سلم میں دیئے اور تو نے قبضہ نہ کیا تو یہی حکم ہو گا اور اگر اُس نے ملا کر کہا کہ تو نے قبضہ نہیں کیا اور مطلوب کہتا ہے کہ میں نے قبضہ کیا تو اس مسئلہ میں طالب کا قول مقبول ہونا واجب ہے اور مطلوب کا قول معتبر نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مجلس سے جُدا ہونے کے بعد مسلم الیہ آدھا راس المال لے کر آیا اور کہا کہ میں نے اس کو زیوف پایا ہے پس اگر رب السلم نے اُس کی تصدیق کی تو اُس کو اختیار ہو گا کہ رب السلم کو واپس کر دے اور اگر اس کی تکذیب کی اور مسلم الیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ تیرے درہموں میں سے ہے پس اگر مسلم الیہ نے اس سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے جید درہموں پر قبضہ کیا ہے یا اپنے حق پر قبضہ کیا ہے یا راس المال پر قبضہ کیا ہے یا کہا کہ میں نے درہم پورے پائے ہیں تو ان چار صورتوں میں اُس کا دعویٰ نہ سُنا جائے گا اور رب السلم سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے درہموں پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ رب السلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اور اگر اُس نے کہا تھا کہ میں نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا کذانی الذخیرہ۔ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے درہموں پر قبضہ کر لیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ وہ ستوق[2] ہیں تو مقبول نہ ہو گا اور اگر قبضہ کر کے کچھ اقرار نہ کیا پھر ستوق ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس کا

---

[1] قولہ تعالیٰ الخ محشی نے شرح طحاوی کی عبارت پر اپنی فہم کے موافق اعتراض کیا تھا اور مترجم نے جواب دے کر ظاہر کیا کہ شرح طحاوی کا مسئلہ اپنی عبارت سے بالکل درست ہے اور محشی کی سمجھ کا قصور ہے ۱۲۔ [2] قولہ ستوق کیونکہ یہ درحقیقت درہم نہیں ہیں اور نبہرہ کھوٹے اور رصاص رانگ کے درہم پر چاندی کا ملمع ۱۲۔

(۱) یعنی قبضہ ہوا تھا یا نہیں ۱۲۔

قول مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کچھ راس المال نبہرہ نکلا یا اُس کو کسی حقدار نے لے لیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور رب السلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ آدھا تھا تو قسم لے کر رب السلم کا قول معتبر ہوگیا اور اگر ستوق یا رصاص نکلا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر رب السلم نے کہا کہ تو نے مجھے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلاں محلّہ میں ادا کروں گا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس محلّہ کے سوا دوسرے محلّہ میں ادا کروں تو رب السلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا ☆

اگر کپڑے کی سلم میں جید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ جید ہے اور رب السلم نے انکار کیا تو قاضی اُس پیشہ کے دو آدمیوں کو دکھلائے گا اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہے پس اگر اُس نے کہا کہ جید ہے تو اُس پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ کو دس (۱۰) درہم ایک کُر گیہوں کی سلم میں دیئے تھے مگر میں نے اُن پر قبضہ نہ کیا پس اگر اُس نے اپنا یہ قول کہ میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا اپنے کلام میں ملا کر کہا ہے تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جائے گا اور اگر جُدا کر کے کہا ہے بایں طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جائے گا اور استحساناً سچا نہ سمجھا جائے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس نے کہا تو نے مجھ کو سلم میں دیئے اور اگر اُس نے کہا کہ تو نے مجھ کو دے دیئے یا کہا کہ تو نے مجھ کو نقد دیئے لیکن میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ خواہ وہ ملا کر کہے یا جُدا کر کے کہ سچا نہ سمجھا جائے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ملا کر کہا تو تصدیق کی جائے گی اور اگر جُدا کر کے کہا تو نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر رب السلم نے کہا کہ تو نے مجھ سے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلاں محلّہ میں ادا کروں گا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس محلّہ کے سوا دوسرے محلّہ میں ادا کروں تو رب السلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر عقد سلم میں یہ شرط ہو کہ فلاں جگہ اس کو ادا کروں گا پھر مسلم الیہ کہے کہ تو اُس کو مجھ سے فلاں جگہ لے لے جو اس جگہ کے سوا ہے اور اُس جگہ تک کا مجھ سے کرایہ لے لے اور رب السلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے لیکن کرایہ لینا جائز نہیں ہے اور جو کرایہ لیا ہو اس کا واپس کرنا واجب ہے اور اُس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کر دے تاکہ اُس جگہ جو شرط کی گئی ہو ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اُس کے پاس تلف ہوگئی تو اُس کو کچھ نہ ملے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر یہ شرط کی کہ مسلم فیہ کو پہلے فلاں محلّہ میں ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر میں ادا کرے تو عامہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے اور فقیہ ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً سلم جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر یہ شرط کی کہ اُس کو پہلے میرے گھر میں ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہ ہو اور استحساناً جائز ہے اور حاکم شہیدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ قیاس اور استحسان اُس صورت میں ہے کہ جب اُس نے اپنا گھر بتلایا ہو اور مسلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلّہ میں ہے اور اگر اُس نے بیان کر دیا یا مسلم الیہ اُس کو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز[1] ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے رب السلم نے سلم کی میعاد آ جانے کے بعد مسلم الیہ سے سوائے اس شہر کے جس میں ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر میں ملاقات کی تو اُس کو اختیار ہے کہ اس سے مسلم فیہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہ کی قیمت اس شہر میں اتنی ہی ہو جتنی اُس شہر میں ہے کہ جہاں ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہے یا اُس سے کم ہو اور شیخؒ نے فرمایا

---

[1] قولہ جائز ہے پھر وہاں سے دوسری جگہ پہنچانے کی شرط اب بھی باطل ہے ۱۲۔

کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اس کو دوسرے شہر میں مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ حکم مجھ کو پسند ہے مگر اسی جگہ جہاں ضرورت واقع ہو تو مطالبہ کرسکتا ہے مثلاً مسلم الیہ کسی دوسرے شہر میں جارہا تو رب السلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جائے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

فصل پنجم:

بیع سلم میں اقالہ اور صلح اور خیار عیب کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ سلم میں اقالہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر تمام مسلم فیہ میں اقالہ کرلیا تو جائز ہے خواہ بعد میعاد آجانے کے اقالہ کیا ہو یا اس سے پہلے اور خواہ راس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر راس المال ایسا ہے کہ جو معین کرنے سے متعین ہوتا ہے اور وہ موجود بھی ہے تو مسلم الیہ پر واجب ہے کہ اُس کو بعینہ رب السلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہے کہ اُس کا مثل موجود ہے تو اُس کو مثل واپس کرنا چاہیے اور اگر مثل نہ ہو تو اُس کی قیمت واپس کرنا چاہیے اور اگر راس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے تو اُس پر مثل واپس کرنا واجب ہے خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اسی طرح اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کرلیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ اُس کے پاس موجود ہے تو اقالہ جائز ہے اور رب السلم پر واجب ہے کہ جس پر اُس نے قبضہ کیا ہے اس کو بعینہ واپس کرے اور اگر دونوں نے بعض مسلم فیہ میں اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آجانے کے تھا تو بقدر بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ جس قدر باقی ہے وہ معلوم ہے جیسے کہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد عائمہ علما کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آنے سے پہلے اُس نے اقالہ کیا پس اگر اقالہ میں باقی کا فی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر اُس نے باقی کا فی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہیں اور اقالہ صحیح ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قیاس ہے کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک فسخ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اور اگر اقالہ کرنے کے بعد رب السلم نے راس المال سے کوئی چیز بدلنا چاہی تو استحساناً جائز نہیں ہے اور اسی کو تینوں اماموں نے اختیار کیا ہے اور فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ بیع سلم کے اقالہ میں راس المال پر اُسی مجلس اقالہ میں قبضہ کرلینا اقالہ کے صحیح ہونے کو واسطے شرط نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی ایک کُر گیہوں کی سلم میں دی اور مسلم الیہ نے اُس پر قبضہ کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہے اور اُس کو باندی کی وہ قیمت جو اُس پر قبضہ کرنے کے دن تھی ادا کرنی واجب ہے اور اگر باندی کے مرجانے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہے اور اُس پر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے راس المال سے زیادہ پر یا بعوض راس المال کے خرید کیا تو کیا یہ بیع سلم کا اقالہ ہوگا تو اُنھوں نے فرمایا کہ خریدنا صحیح نہیں ہے اور نہ اقالہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

رب السلم نے مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ہاتھ بعوض راس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اقالہ ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر سلم میں دونوں نے اقالہ کیا پھر راس المال میں اختلاف کیا تو مطلوب (مسلم الیہ۱۲) کا قول معتبر ہوگا اور اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اُس کے پاس موجود ہے پھر دونوں نے سلم کا اقالہ کیا پھر راس المال کی مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں میں سلم ٹھہرائی پھر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو آدھی سلم سے بری کیا اور مسلم الیہ نے قبول کرلیا تو اُس پر واجب ہے کہ آدھا راس المال واپس کرے کیونکہ یہ کہنا آدھی سلم کا اقالہ ہے ایسا ہی فرمایا ہے ابو نصر محمد بن اسلام اور فقیہ ابو بکر اسکاف نے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ رب السلم نے اگر

مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ سلم کا اقالہ[1] ہے اور اُس کو راس المال واپس کرنا لازم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے سلم کو فسخ کیا اور راس المال کوئی اسباب تھا کہ اُس کو رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کسی نصرانی نے شراب میں بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک[2] مسلمان ہو گیا تو یہ مثل اقالہ کے ہے یہاں تک کہ بعد فسخ کے راس المال کے عوض بدل لینا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے نوادر ابن رستم میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس (۱۰) درہم ایک کُر گیہوں کی سلم میں دیئے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کُر بوعدۂ ایک سال کے آتا ہے پس زید نے عمرو سے بیع سلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرض کا کُر فی الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہے اور قرض اپنے وقت[3] پر ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مسلم فیہ گیہوں تھے اور راس المال سو درہم تھے پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ رب السلم کو دو سو درہم یا ڈیڑھ سو درہم واپس کرے تو صلح باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے بیع سلم میں سو درہم راس المال پر صلح کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ راس المال میں سے پچاس درہم پر صلح کی تو بھی جائز ہے اس لئے کہ باب سلم میں راس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہے پھر اس کے بعد مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ جب اُس نے کہا کہ میں نے تجھ سے راس المال سے پچاس درہم پر بیع سلم سے صلح کی تو یہ پوری سلم کا اقالہ ہو گا یا آدھی سلم کا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ راس المال سے دو سو درہم پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ زیادتی جائز نہ ہو گی لیکن بقدر راس المال کے اقالہ صحیح ہو گا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں اشارہ کیا کہ اس صورت میں بالکل اقالہ باطل (یعنی پورا اقالہ ۱۲) ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کسی شخص سے کچھ اناج میں بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک نے اس سے اپنے راس المال پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صلح موقوف رہے گی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہو جائے گی اور راس المال میں سے جو قبضہ میں آیا وہ دونوں میں مشترک ہو گا اور جس قدر اناج بیع سلم کا باقی رہا وہ بھی دونوں میں مشترک ہو گا اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو صلح کرنے والا ہے اُس کے اور مسلم الیہ کے درمیان صلح جائز ہے اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور دونوں رب السلم میں سے کسی ایک نے اپنے راس المال پر کفیل سے صلح کر لی تو کفیل سے صلح کرنا اصیل سے صلح کرنے مانند ہے اور وہی اختلاف ہے جو ہم نے بیان کیا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

جب راس المال از جنس نقود یعنی درہم و دینار میں سے ہو کہ جو معین نہیں ہوتے ہیں تو اس میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے ☆

یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب دونوں نے دس (۱۰) درہم مشترک کسی شخص کو ایک کُر اناج کی سلم میں دیئے ہوں اور اگر دس مشترک نہ ہوں بلکہ دونوں نے دس درہم پر سلم ٹھہرائی پھر ہر ایک نے پانچ درہم آکر دیئے تو یہ صورت امام محمدؒ نے نہیں ذکر فرمائی اور بعض مشائخ نے شرح بیوع میں ذکر کیا ہے کہ ایسی صلح بالاجماع صلح کرنے والے کے حصہ میں جائز ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ امام محمدؒ نے ذکر نہیں کیا بلکہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل کی صلح میں یہ صورت ذکر کی ہے اور اس میں امام اعظمؒ کا وہی قول ذکر کیا ہے جو پہلی صورت میں ہے اور اگر دونوں رب السلم میں سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے سلم کا اقالہ کیا تو یہ صورت بھی کسی

---

[1] قولہ اقالہ ہے کیونکہ ہبہ باطل ہے تو لامحالہ فسخ ہو کر یہی حکم ہو گا ۱۲۔ [2] قولہ ایک یعنی رب السلم یا مسلم الیہ کوئی مسلمان ہو ۱۲۔ [3] یعنی شرط باطل ہے ۱۲۔

کتاب میں مذکور نہیں ہے اور اس میں بھی مشائخ کا ویسا ہی اختلاف ہے جیسا پہلی صورت میں ہم نے ذکر کیا ہے کذا فی المحیط۔ اگر کسی نے سلم ٹھہرائی اور اُس کا کوئی کفیل لے لیا پھر کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی خواہ کفالت اُس کے حکم سے ہو یا بدوں اُس کے حکم کے ہو پس اگر اُس نے اجازت دی تو صلح جائز ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بیع سلم اپنے حال پر باقی رہے گی اور یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اگر اجنبی نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اختلافی اُس صورت میں ہے کہ جب راس المال از جنس نقود یعنی درہم و دینار میں سے ہو کہ جو معین نہیں ہوتے ہیں اور اگر غلام یا کپڑے وغیرہ کے مانند معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر کفیل نے اقالہ کیا اور رب السلم نے قبول کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پس بعضوں نے کہا کہ اقالہ اور صلح یکساں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ بالا جماع مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر رب السلم نے سلم کے گیہوں قبضہ میں لیے اور وہ اُس کے پاس عیب دار ہو گئے پھر اُس میں کوئی پرانا عیب پایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیہوں کو نئے عیب کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کرے گی اور اگر اُس نے انکار کیا تو اُس کو اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر عیب دار کو قبول کرنے سے انکار کرے تو رب السلم مثل اُن گیہوں کے جو اُس نے قبضہ میں لئے ہیں واپس کر دے گا اور جیسے اُس نے سلم میں شرط کیے ہیں ویسے لے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وہ واپس لینے سے انکار کرے تو رب السلم راس المال میں سے بقدر نقصان کے واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو اُس کو واپس کر دے اور اگر اُس میں دوسرا عیب پایا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہو کر قبول کرے اور رب السلم کو بے عیب مسلم فیہ سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ رب السلم کا عقد واپسی اور نقصان عیب لینے کا حق باطل ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ عیب کی زیادتی رب السلم کے پاس آسمانی آفت یا رب السلم کے فعل سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور رب السلم اُس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اُس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اس کا قبول کرنا نہیں لازم ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

ہشام نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع سلم کے طور پر دس درہم دے کر لیا اور اُس کو قطع کرایا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو اُنھوں نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں[1] لے سکتا ہے اور بھی ہشام نے لکھا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دو درہم سلم میں دیئے ایک درہم گیہوں میں اور دوسرا جوار میں پھر مسلم الیہ نے ایک درہم ستوق پایا تو امامؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں ایک ساتھ دیئے ہوں تو آدھے گیہوں اور آدھی جوار کی بیع فاسد ہوگی اور اگر علیحدہ علیحدہ دیئے ہوں پس اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مسلم الیہ کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو دونوں قسم کھائیں گے اور پوری سلم فاسد ہو جائے گی اور ابراہیم بن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درہم قفیز گیہوں کی سلم میں علیحدہ اور پانچ قفیز جو کو سلم میں علیحدہ دیئے پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد اُس نے ایک درہم ستوق پایا اور رب السلم نے کہا کہ وہ گیہوں کے درہم میں ہے اور مسلم الیہ نے کہا کہ جو کے درہم میں ہے تو رب السلم کو قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے باہم تصدیق کی کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس میں سے ہے تو مسلم الیہ درہم اور واپس کرے اور گیہوں اور جو دونوں میں سے جو دونوں میں سے پانچواں حصہ کم ہو جائے گا اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں کی سلم دس درہم میں ٹھہرائی اور ایک کُر جو کی سلم پانچ درہم میں ٹھہرائی اور دس درہم گیہوں والے دیئے پھر جو والے پانچ درہم ادا کئے پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد اُس نے ایک درہم ستوق پایا اور مسلم الیہ

---

[1] قولہ نہیں الخ پس یہاں فقط قطع کرانے سے یہ حکم دے دیا اگرچہ سلایا نہ ہو لہٰذا یہ نوادر کی روایت ہے ۱۲۔

نے کہا کہ یہ درہم گیہوں کے درہموں میں سے ہے اور رب السلم نے کہا کہ جَو کے درہموں میں سے ہے تو امام نے فرمایا کہ اگر مسلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اُسی کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے سچ کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ کس میں سے ہے تو امام نے فرمایا کہ آدھا درہم گیہوں میں اور آدھا جَو میں رکھا جائے گا پس بیسواں[1] حصہ گیہوں میں سے اور دسواں حصہ جَو میں سے کم ہو جائے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ اُس نے پندرہ درہم ایک ہی صفقہ میں ادا کئے ہوں تو گیہوں کے دسویں حصہ کی دو تہائی[2] اور جَو کے پانچویں حصہ کی ایک تہائی کم ہو جائے گی کذافی المحیط۔

فصل ششم:

بیع سلم میں وکیل کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کر کے کچھ درہم اس واسطے دیئے کہ ایک کُر گیہوں کی سلم میں دیئے اور اُس نے وہ درہم بیع سلم کی شرطوں کے ساتھ دیئے تو جائز ہے یہ شرح تکملہ میں لکھا ہے اور میعاد پر مسلم فیہ سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کرے گا اور وہی راس المال سپرد کرے گا پھر اگر وکیل نے موکل کے درہم ادا کیے ہیں تو مسلم فیہ کو لے کر موکل کر دے گا اور اگر اس نے اپنے درہم ادا کئے ہیں اور موکل نے اُس کو کچھ نہیں دیا ہے تو بقدر اپنے درہم کے موکل سے لے گا کذافی الذخیرہ اور وکیل کو اختیار ہے کہ سلم پر قبضہ کر لے اور قبضہ کر کے موکل کو نہ دے یہاں تک کہ اُس سے اپنے پورے درہم حاصل کر لے اور اگر مسلم فیہ اُس کے قبضہ میں تلف ہو جائے پس اگر اُس کا تلف ہونا موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے[3] ہو تو امانت میں تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ رہن کے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہو جائے گا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول امام اعظمؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پس اگر اُس نے راس المال کو موکل کے مال سے دیا اور سلم پر کوئی کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہے پس اگر میعاد آنے کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا مسلم الیہ کو سلم سے بری کر دیا یا اُس کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور وکیل اپنے موکل کو ضمان دے گا اور اسی طرح اگر اُس نے کسی غنی یا غیر غنی پر حوالہ[4] لیا اور پہلے کو اُس نے بری کر دیا تو خاصۃً وکیل پر جائز ہے اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دے گا اور اگر اُس نے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹ کر لے لیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مثل شرط کے اُس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک (فسخ کر دیا ۱۲) کر دیا تو جائز ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اپنے موکل کے واسطے سلم کا ضامن ہوگا کذافی الحاوی۔ اگر سلم کا اقالہ کر لیا تو جائز ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سلم کا نصف موکل کو ضمان میں دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا پھر موکل[5] کو اُس نے راس المال ادا کرنے کا حکم دیا اور چلا گیا تو سلم باطل ہو جائے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی

---

[1] قولہ بیسواں حصہ آہ اصل عربی کی نسخ موجودہ میں یوں لکھا ہے فینتقض عشر الحنطۃ ونصف عشر الشعیر انتہیٰ یعنی گیہوں کے دسویں حصہ اور جو کے بیسویں حصہ کی بیع ٹوٹ جائے گی۔ مترجم کے نزدیک یہ غلطی کاتب ہے اور صحیح یہ کہ بیسواں حصہ گیہوں سے اور دسواں حصہ جو سے کم ہوگا کیونکہ گیہوں کی سلم میں دس درہم سے نصف درہم کم ہوا تو بیسواں حصہ ہوا اور یہ بالکل ظاہر ہے ۱۲۔ [2] قولہ دو تہائی اس واسطے کہ پندرہ درہم میں سے ایک درہم ساقط ہوا تو وہ گیہوں و جو کے درہموں میں سے نصف نصف نہیں بلکہ بحساب حقدار کے رکھا جائے گا اور مقدار میں جو کے پانچ درہم سے گیہوں کے دس درہم دو چند ہیں تو اس درہم کے دو حصے جو میں اور ایک حصہ جو میں آیا پس گیہوں کے دسویں حصہ میں سے دو تہائی ساقط ہوا اور جو کے پانچویں میں سے تہائی ساقط ہوا فافہم ۱۲۔ [3] قولہ روک لینے یعنی پہلے تو مسلم فیہ اس کے پاس امانت تھی اور جب اس نے اپنے درہموں کے لئے روک لی تو رہن کی ضمانت ہوگئی ۱۲۔ [4] اتر ائی قبول کی ۱۲۔

[5] قولہ پھر موکل آہ ہو قولہ ثم امر الموکل باداء راس المال وذہب الوکیل آہ اور مترجم کے نزدیک معنی یہ کہ پھر موکل کو راس المال ادا کر دینے کا حکم دے کر خود وکیل چلا گیا فافہم یعنی موکل کے ادا کر دینے سے پہلے چلا گیا اور مسلم الیہ نے ہنوز قبضہ بھی نہیں کیا ہے ۱۲۔

شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو سلم باطل ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر سلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اُس چیز کے سوا کہ جس میں موکل نے بیع سلم کرنے کو کہا تھا دوسری چیز میں سلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درہموں کی ضمان لے اور اگر چاہے تو مسلم الیہ سے ضمان لے پس اگر اُس نے وکیل سے ضمان لی تو بیع سلم وکیل کے ساتھ صحیح رہے گی اور اگر مسلم الیہ سے ضمان لی پس اگر ایسی حالت میں ضمان لی کہ وکیل اور مسلم الیہ دونوں مجلس عقد میں موجود ہیں اور وکیل نے دوسرے درہم ادا کر دیئے تو سلم جائز رہے گی اور اگر ایسے حال میں ضمان لی کہ دونوں مجلس سے جدا ہو گئے ہیں تو سلم باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو دس درہم اس واسطے دیئے کہ ان کو اناج کی سلم میں دیئے پھر وکیل نے ایک شخص کو دے کر بیع ٹھہرائی پس اگر اُس نے بیع کی نسبت موکل کے درہموں کی طرف کی ہو تو بیع اُس کے لیے ہو گی اور اگر اُس نے اپنے درہموں کی طرف نسبت کی ہو تو اپنے واسطے بیع کرنے والا ہو گا اور اگر مطلق دس درہم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کے واسطے اُن کی نیت کی تو بیع اُس کے لئے ہو گی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہو گی اور اگر اُس کی کچھ نیت ہی نہ ہوئی اور اُس نے اپنے درہم ادا کئے تو بیع اُس کے لیے ہو گی اور موکل کے درہم ادا کیے تو موکل کے لیے ہو گی یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب تک وہ عقد کے وقت موکل کی نیت نہ کرے تب تک عقد اُسی کے واسطے ہو گا اور اگر دونوں نے نیت میں جھگڑا کیا اور موکل نے کہا تو نے میری نیت کی ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اپنے نیت کی ہے تو بالاتفاق سلم کا اناج اُس شخص کو ملے گا جس کے درہم اُس نے ادا کیے ہیں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے کچھ درہم اناج کی بیع سلم میں لے لے[1] پھر وکیل نے وہ درہم لے کر موکل کو دے دیئے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہے گا اور وکیل کے یہ درہم موکل پر قرض ہوں گے اور اگر اُس کے وکیل نے اناج میں بیع سلم ٹھہرا دی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا مسلم الیہ کے ساتھ عقد سلم کو فسخ کر دیا تو استحساناً جائز ہے اور مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے انکار کرے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اگر دو شخصوں کو اس واسطے وکیل کیا کہ اُس کے لیے بیع سلم ٹھہرائے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہیں ہے اور یہ بالاجماع ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درہم اناج کی سلم میں علیحدہ دیئے اور اُس نے دونوں کی سلم ایک ہی عقد میں ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر اُس نے دونوں کے درہم ملا دیئے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اُس کے[2] واسطے ہو گی اور ملا دینے کے سبب سے دونوں کے مال کا ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس ایک وکیل نے دونوں میں سے ہر ایک موکل کے درہم ایک شخص کو علیحدہ دیئے پھر اُس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونوں موکلوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا حق ہے تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور اگر مسلم الیہ نے آ کر وکیل کی تکذیب کی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعوض درہموں کے اپنا کپڑا بیچنے کو واسطے وکیل کیا اور اُس نے اُس کپڑے کو بعوض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم میں دیا تو یہ بیع اُس کی (یعنی وکیل ۱۲) ذات کے واسطے ہو گی اور اگر موکل نے اُس کو فروخت کرنے کا حکم دیا اور ثمن نہ بیان کیا ہو اور اُس نے اناج کی سلم میں کسی مدت تک بیع کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع موکل پر نافذ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے وکیل کو یہ حکم دیا کہ میرے درہم کسی شخص کو سلم میں دیئے پھر اُس نے دوسرے کو سلم میں دے دیئے تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اگر کسی نے بیع سلم کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے عقد سلم میں کوئی ایسی شرط لگائی کہ جس سے عقد فاسد ہو گیا

---

[1] اناج والے نے جو مسلم الیہ سے بیع سلم کے لئے اپنی طرف سے وکیل کیا جیسے دلال ہوتے ہیں ۱۲۔ [2] یعنی وکیل کے ۱۲۔

تو وکیل ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ دس درہم طعام کی سلم میں دیئے تو ہمارے نزدیک استحساناً طعام سے مراد گیہوں اور اُس کا آٹا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب درہم بہت ہوں اور تھوڑے ہوں تو یہ قول مطلق روٹیوں کی طرف رجوع کرے گا اور آٹے کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں وہ بمنزلہ گیہوں کے ہے اور دوسری روایت میں بمنزلہ روٹی کے ہے اور ایسا ہی قیاس[1] خرید کے وکیل میں ثابت ہے پس اگر اُس کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے درہم طعام کی سلم میں دیئے اور اُس نے جَو وغیرہ کی سلم میں دے دیئے تو اُس نے مخالفت کی اور موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درہموں کی ضمان لے اور اگر چاہے تو اُن کو مسلم الیہ سے لے لے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر ایسے شریک کو جو اُس کے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے ☆

اگر کسی ذمی کو عقد سلم کے واسطے وکیل کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے وکیل سلم نے اگر بیع میں کھلا ہوا ٹوٹا[2] اُٹھالیا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر وکیل نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ سلم پر مسلم الیہ سے لے کر قبضہ کرے اور اُس نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ بری ہو جائے گا پس اگر وکیل کا وکیل یا اُس کا غلام یا اُس کا بیٹا ہو جو اُس کی پرورش میں ہے یا اُس کا اجیر ہو تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا اور اگر کوئی اجنبی ہو تو پہلا وکیل طعام سلم کا ضامن ہوگا اگر اُس کے وکیل کے پاس تلف ہو جائے اور اگر اُس تک پہنچ جائے تو وہ اور اُس کا وکیل ضمان سے بری ہو جائیں گے یہ حاوی میں لکھا ہے اور وکیل سلم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے مگر جب مؤکل یہ کہہ دے کہ جو تو چاہے[3] وہ کر یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے وکیل سلم نے اگر اپنے کو یا اپنے مفاوض کو یا اپنے غلام کو مسلم الیہ بنایا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسے شریک کو جو اُس کے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے بشرطیکہ مسلم فیہ اُن دونوں کی تجارت میں نہ ہو اور اگر اپنے بیٹے یا اپنی زوجہ یا ماں باپ میں سے کسی کو بنایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اس میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ میرا تجھ پر چاہیے ہے وہ ایک کُر گیہوں کی سلم میں دے دے پس اگر اُس نے کسی شخص کو معین کیا تو بالاجماع وکالت صحیح ہے اور اگر معین نہ کیا تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بحالت صحیح نہیں ہے یہ ینابیع میں ہے اگر وکیل نے بیع سلم ٹھہرانے میں دوم اُس چیز کی سلم میں دے دے جس کا موکل نے حکم کیا تھا اور مسلم الیہ کے اس اقرار پر کہ میں نے درہم پورے پا لیے ہیں گواہ نہیں کیے پھر مسلم الیہ زیوف درہم واپس کرنے کو لایا اور کہا کہ میں نے اُنھیں درہموں میں پائے ہیں تو اُس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وکیل نے مسلم الیہ کے اس اقرار پر گواہ کر لیے ہوں تو پھر اُس کے دعویٰ کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے جید درہم پورے حاصل کر لیے یا اپنا پورا حق لے لیا یا راس المال پورا لے لیا تو پھر اُس کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ درہم زیوف ہیں اُس کے اقرار کو توڑتا ہے پس اُس کی سماعت نہ ہوگی اور اُس کے گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے اور نہ مدعا علیہ پر قسم آئے گی اور اگر اُس نے پورے درہم پالینے کا اقرار کیا ہو تو درہم کا لفظ زیوف اور جید دونوں کو شامل ہے پس اُس کا دعویٰ[4] اُس کے اقرار کو نہ توڑے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر قطن میں سلم ٹھہرائی تو اُس میں دراہم[5] نہ دیا جائے گا جیسا بیع میں ہے اور اس پر ہمارے زمانے کے مشائخ متفق ہیں بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو ایک کُر گیہوں کو سلم میں ایک غلام دیا پھر مسلم الیہ نے وہ غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کے سپرد کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام میں کوئی عیب پا کر مسلم الیہ کو بغیر حکم قاضی کے واپس کیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے

---

[1] قولہ قیاس یعنی اگر خرید کے واسطے وکیل کیا تو سلم کی طرح اس میں بھی یہی حکم ہے ۱۲۔ [2] جتنا کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہیں کرتا ۱۲۔
[3] قولہ چاہے یعنی اس معاملہ میں اپنی رائے سے عمل کرنا ۱۲۔ [4] زیوف ہونے کا دعویٰ ۱۲۔ [5] قولہ دراہم ناکارہ بنولے ملی ہوئی قسم ہے ۱۲۔

بیع سلم کا اقالہ چاہا پس اگر رب السلم نے کہا کہ میرا غلام مجھے واپس دے اور میں نے تجھ کو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے میں نے تجھ کو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مجھ سے سلم کا اقالہ کر لے تو یہ سلم باطل ہے اور اگر اس نے کہا کہ مجھے سلم کا اقالہ کر دے اور غلام کا ذکر نہ کیا یا کہا کہ مجھ کو سلم سے بری کر دے اور اپنا راس المال لے لے اور غلام کا ذکر نہ کیا تو سلم ٹوٹ جائے گی اور اُس کو راس المال میں غلام کی قیمت ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کپڑے کے جس کا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے فروخت کیا تو اُس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کپڑے کے ادا کرنے میں میعاد ہو اور دوسری یہ کہ نہ ہو دوسری صورت جائز نہیں ہے اور پہلی صورت جائز ہے پس اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو عقد باطل نہ ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔

اگر رب السلم نے راس المال میں کچھ بڑھایا تو فی الحال ادا کرنا جائز ہے اور میعادی جائز نہیں ہے پس اگر اُس کو مجلس میں ادا کر دیا تو صحیح ہے اور اگر زیادتی پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بقدر زیادتی کے سلم باطل ہو جائے گی اور مسلم الیہ نے کچھ زیادہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ راس المال معین (مثلاً موتی ۱۲) ہے اور وہ موجود ہے تو فی الحال اور میعاد پر دونوں طرح جائز ہے اور اگر راس المال غیر معین ہے پس اگر مسلم الیہ سے معین چیز زیادہ کی تو فی الحال اور میعاد پر دونوں طرح جائز ہے اور اگر درہم یا دینار زیادہ کیے تو مجلس میں زیادتی پر قبضہ ہو جانا شرط ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب انیسواں:

قرض اور قرض لینے اور کوئی چیز بنوانے کے بیان میں

جو چیزیں مثلی ہیں اُن کا قرض جائز ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مانند انڈے وغیرہ کے اور جو چیزیں مثلی نہیں ہیں جیسے حیوان اور کپڑے اور عددی متفاوت اُن میں قرض جائز نہیں ہے اور قرض فاسد میں اگر مقروض چیز پر قبضہ کیا تو اُس کا مالک ہو گیا جیسا کہ بیع فاسد میں قبضہ کی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن قرض فاسد میں جس چیز پر قبضہ کیا ہے خاص اُسی کو واپس کرے اور قرض جائز میں اگر قرض مقبوض قرض لینے والے کے پاس موجود ہو تو وہی واپس کرنے کے واسطے معین نہ ہوگا بلکہ اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس کو واپس کرے یا اُس کا مثل واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پھر جس جگہ قرض جائز نہیں ہوا تو اُس قرضہ سے نفع اُٹھانا بھی جائز نہیں ہے لیکن اُس کا فروخت کرنا جائز ہے کذا فی العمادیہ اور روٹی کا وزن کے حساب سے نہ گنتی کے حساب سے قرض لینا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی[1] وغیرہ میں لکھا ہے نوادر ہشام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ گیہوں اور آٹے کا وزن سے قرض لینا اور ایسے یہ خشک چھوارے کا اس طرح قرض لینا ضروری[2] نہیں اور نہ اُس میں بہتری ہے اگر چہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں یہ چیزیں وزن کی[3] جاتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اصل میں مذکور ہے کہ اگر آٹا تول کر قرض لیا تو اُس کو وزن سے نہ واپس کرے لیکن دونوں کی قیمت پر صلح[4] کر لیں اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ اُس کا وزن سے قرض لینا استحساناً جائز ہے جب کہ لوگوں میں اُس کا وزنی ہونا رائج ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ ایندھن اور لکڑی اور قصب اور تر خوشبودار چیزیں اور ساگ کا قرض لینا جائز نہیں ہے لیکن حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزیں کہ جو پیمانہ سے بکتی ہیں اُن کے قرض لینے میں کچھ خوف نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور کاغذ کا گنتی

---

[1] قاضی خان وظہیریہ ۱۲۔ [2] یعنی ضرورت کی وجہ سے جائز ہونا ان میں نہیں ہے ۱۲۔ [3] رواج میں ۱۲۔ [4] قولہ قیمت یعنی بعد صلح کے چاہے قیمت جس قدر ردیں ۱۲۔

سے قرض لینا جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اخروٹ کا پیمانہ سے قرض لینا اور بیگنوں[1] کا گنتی سے قرض لینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ابن سلام سے نقل کیا ہے کہ کچی اور پکی اینٹوں کا گنتی سے قرض لینا جائز ہے بشرطیکہ اُن میں تفاوت نہ ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور گوشت کا قرض لینا جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور گوشت کا وزن سے قرض لینا جائز ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور ہمارے شہروں میں خمیر کو[2] وزن سے قرض لینا جائز اور یہی مختار ہے یہ مختاری الفتاویٰ میں لکھا ہے اور زعفران کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور پیمانہ سے جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور برف کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور اگر گرمیوں میں قرض لیا اور جاڑوں میں ادا کیا تو اُس کے عہدہ[3] سے نکل گیا اور برف اُن چیزوں میں ہے کہ جن کے عوض قیمت لی جاتی ہے اور اگر برف والے نے کہا کہ میں اس سال تجھ سے نہ لوں گا تو ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ میں اس مقام پر سوائے اس کے کوئی حیلہ نہیں جانتا کہ جس شخص پر برف آتا ہے وہ اُس کے برابر برف تول کر برف والے کے کھتے میں پھینک دے تاکہ قرض سے بری ہو جائے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک چھٹکارہ اس میں ہے کہ یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ جس قدر اُس پر قرض ہے اتنے لینے پر قاضی اُس کو مجبور کرے جیسا اس صورت میں کہ کسی نے دوسرے سے گیہوں قرض لیے پھر اُس کا بھاؤ بدل جانے کے بعد اُن کے مثل گیہوں اُس کو دے تو قرض خواہ کو اُن کے قبول کرنے پر قاضی مجبور کرے گا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور سونے اور چاندی کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور عدد سے قرض لینا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایسے درہم ہوں کہ جن میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہے اور ان کو کسی شخص نے گنتی سے قرض لیا اور وہ لوگوں میں بھی گنتی سے رائج ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر لوگوں میں فقط وزن سے رائج ہیں تو صرف وزن سے اُن کا قرض لینا جائز ہوگا اور اگر ایسے درہم ہوں جن میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہے تو اُن کا قرض لینا فقط وزن سے جائز ہے اگرچہ لوگوں کا معمول ہو گیا ہو کہ اُن کے ساتھ گنتی سے فروخت کرتے ہوں اور اگر درہموں میں آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُن کا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصرف میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرائے مکروہ جانتے تھے ☆

جس سرگین کا فروخت کرنا جائز ہے اُس کا قرض لینا بھی جائز ہے قال المترجم یعنی گوبروں میں سے کھاد کا بیچنا جائز ہے تو اُس کا قرض لینا بھی جائز ہے اور وہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے کہ سرگین کے تلف کرنے والے پر اُس کی قیمت واجب ہوتی ہے اور وہ ایسی چیزوں میں ہے کہ جس کا مقابل قیمت ہوتی ہے تو اس روایت کے موافق اُس کا قرض لینا جائز نہ ہوگا اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر میعادی قرض دیا یا بعد قرض کے مدت مقرر کی تو مدت باطل ہوگی اور مال فی الحال دینا واجب ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی نے اپنے مال میں سے فلاں شخص کو ایک مہینہ کے واسطے قرض دینے کی وصیت[4] کی کذافی التاتارخانیہ اور قرض کے تلف کر دینے کے بعد مدت مقرر کرنے یا اُس سے پہلے مدت مقرر کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور قرض کی میعاد لازم ہو جانے میں یہ حیلہ ہے کہ قرض لینے والا قرض دار کا قرض کسی پر اُتر ادے پھر قرض لینے والا اُس شخص سے کہ جس پر اُترایا ہے مدت مقرر کرلے پس

---

[1] قولہ بیگنوں اقول ہمارے دیار میں یہ حکم مشکل ہے علاوہ بریں اس میں سود جاری ہے اور ہر پھل کی علیحدہ قیمت ہے ۱۲۔ [2] یعنی بسبب عرف کے بنا بریں مترجم کے دیار میں خمیر اور آٹے کا قرض لینا بھی وزن سے روا ہونا چاہیے ۱۲۔ [3] قولہ عہدہ یعنی ذمہ دار پاک ہو گیا اگرچہ بے موسم اس کو ادا کیا ۱۲۔
[4] وصیت یعنی اس وصیت کو نافذ کرنا چاہیے اور قرض میں مدت اصل نہیں ہے ۱۲۔

میعاد لازم آئے گی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرائے[2] مکروہ جانتے تھے اور کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب نفع قرض لینے میں شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ[1] کے درہم اس واسطے دیے کہ اُس کو صحیح درہم ادا کر دے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط عقد نہ ہو اور قرض لینے والا قرض سے جید ادا کرے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درہم یا دینار اس واسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اُس کا کوئی اسباب گران ثمن میں خریدے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط نہ ہو اور قرض لینے کے بعد اُس نے گران ثمن میں خرید لیا تو کرخی کے قول پر کچھ خوف نہ ہوگا اور خصاف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

کہ میں اس کو اچھا نہیں جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں لکھا کہ سلف کے لوگ اس کو مکروہ جانتے تھے لیکن خصافؒ نے کراہت کو ذکر نہیں کیا صرف یہ کہا کہ میں یہ اس کے لیے اچھا نہیں جانتا ہوں پس یہ کراہت سے قریب ہے ولیکن کراہت سے کم ہے اور امام محمدؒ نے اس میں کچھ خوف نہیں جانا کیونکہ اُنہوں نے کتاب الصرف میں فرمایا ہے کہ اگر قرض لینے والے نے قرض خواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس کی تفصیل نہیں فرمائی پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اُنہوں نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کہا کہ جو امام محمدؒ نے سلف کا قول نقل کیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب قرض لینے میں کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہے اور جو امام محمدؒ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب قرض میں ہدیہ کی شرط نہ ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہیں ہے اور قرض میں بیع کی صورت جو مکروہ لکھی گئی اُس وقت ہے کہ جب قرضہ بیع سے پہلے ہوا اور اگر بیع قرضہ سے پہلے ہوا اور اُس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سو دینار کا معاملہ کرے اور عمرو نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا کہ جس کی قیمت بیس دینار ہیں چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اُس کو ساٹھ دینار قرض دیے یہاں تک کہ قرض خواہ کے سو دینار زید پر قرض ہو گئے اور زید کو حقیقت میں اسی دینار حاصل ہوئے ہیں تو اس صورت کو خصاف نے ذکر کیا کہ جائز ہے اور محمد بن سلمہ امام بلخ کا یہی مذہب ہے اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سلمہ کے پاس بہت اسباب تھا جب اور کوئی شخص اُن سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اُس کے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اُس کی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اُس کو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہے جو نفع حاصل کراتا ہے اور مشائخ میں سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض[2] اور بیع دونوں ایک مجلس میں واقع ہوں تو مکروہ ہے اور اگر دونوں کی مجلس مختلف ہو تو کچھ خوف نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی خصاف اور محمد بن سلمہ دونوں کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

قرض دار کا ہدیہ لینے میں کچھ خوف نہیں[3] ہے اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہے تو افضل یہ ہے کہ اُس کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہیں دیتا بلکہ قرابت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہے تو اُس سے پرہیز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرض دار سخاوت اور کرم میں مشہور ہو تو بھی پرہیز نہ کرنا چاہیے کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُن میں سے کوئی بات نہ ہو تو یہ صورت مشکل ہے پس چاہیے کہ اُس سے پرہیز کرے جب تک کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اُس نے بسبب قرضہ کے ہدیہ نہیں بھیجا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس پر قرض ہے اُس کی دعوت قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہے اور افضل یہ ہے اُس کی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہے یا اُس کو اشتباہ پیدا ہو جائے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ جو امام محمدؒ نے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ اگر قرض دار قبل قرض لینے کے

---

۱ یعنی ٹوٹن ملے ہوئے ۱۲۔ ۲ پیدا کرائے یعنی قرض کے ذریعہ سے کچھ نفع کھینچے اور یہ صحابہؓ سے صریح منقول ہے ۱۲۔ ۳ قول خوف نہیں الخ اس میں اشارہ ہے کہ یہ محل خوف ہے تو بہتر نہیں ہے ۱۲۔

اس کی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اُس کی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اس کی دعوت نہیں کرتا تھا یا پہلے ہر بیسوں میں اُس کی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر دس دن میں اُس کی دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہیں ہے اور وہ کھانا جلیت[1] ہوگا اگر قرض کا بدلا واجب ہونا قرض میں شرط نہ کیا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دوسرے پر کچھ درہم قرض تھے اور اُس نے قرض دار کے درہموں پر قابو پایا تو اُس کو اُن درہموں کے لے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ اُس کے درہم جید نہ ہوں اور قرض میعادی نہ ہو اگر اُس کے دیناروں پر قابو پایا تو ظاہر الروایت میں نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے قرض دار نے اگر قرض کو جیسا اُس پر چاہیے تھا اُس سے جید ادا کیا تو قرض خواہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا کہ گھٹیا ہونے کی صورت میں جبر نہ کیا جائے اور اگر اُس نے خود قبول کر لیا تو جائز ہے چنانچہ اگر قرض دار نے اُس کی جنس کے برخلاف دیا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر قرض میعادی تھا اور قرض دار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرض خواہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر قرض دار نے جتنا اُس پر تھا اُس سے زیادہ وزن میں ادا کیا پس اگر اُس قدر زیادتی ہو جو دوبارہ وزن کرنے میں آجاتی ہے تو جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ سو درہم میں ایک دانگ ایسا ہے کہ جو دوبارہ وزن میں زیادہ ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دونوں وزن میں نہیں آتی ہے مثلاً ایک درہم یا دو درہم ہو تو بہت ہے اور جائز نہیں ہے اور آدھے درہم میں اختلاف ہے ابو نصر دبوسیؒ نے فرمایا کہ سو درہم میں آدھا درہم زائد ہے پس اُس کے مالک کو واپس کیا جائے اور اگر قرض دار کو زیادتی کی خبر نہ ہو تو زیادتی کثیرہ اُس کو واپس کی جائے گی اور اگر اُس کو خبر ہو اور اُس نے اپنے اختیار سے دی ہو تو زیادتی کے قبضہ کرنے والے کو حلال نہیں ہے اگر یہ دیے ہوئے درہم شکستہ ہوں یا ثابت ہوں کہ جن کو ٹکڑے کرنا ضرر نہیں کرتا ہے تو یہ زیادتی جائز نہ ہوگی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر یہ درہم ثابت ہوں اور شکستہ کرنا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اگر اس قدر ہو کہ بدون توڑنے کے اس کا جدا کرنا ممکن ہے مثلاً ان درہموں میں ایک درہم کم حقدار کا ہو اور اسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہیں ہے اور اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنے کے اُس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو تو بطریق ہبہ کے جائز ہے اور اگر کوفہ میں اُس شرط سے قرض دیا کہ اُس کو بصرے میں ادا کرے تو جائز نہیں ہے کذا فی المحیط اور[2] سفتجہ مکروہ ہے لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرض دار نے دوسرے شہر میں ادا کیا تو جائز ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھ کو ہزار درہم اس شرط پر قرض دے کہ میں تجھ کو اپنی یہ زمین عاریت دوں گا کہ تو اس میں کھیتی کرنا جب تک کہ تیرے درہم میرے پاس رہیں پس قرض خواہ نے کھیتی کی تو کوئی چیز صدقہ نہ کرے گا اور میں اُس کے لیے یہ حاصل مکروہ جانتا ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے پیسے یا عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد ہو گئے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اُس پر اُن کے مثل کا سد ادا کرنا واجب ہیں اور اُن کی قیمت کی ضمان نہ دے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُن پر قبضہ کرنے کے دن جو اُن کی قیمت تھی ادا کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کے رائج ہونے کے آخری دن جو ان کی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ہمارے زمانے میں اُنہیں کا قول قریب الصواب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص کو بخارا میں بخاری درہم قرض دیے۔ پھر قرض دار سے ایسے شہر میں ملا کہ جہاں وہ شخص ایسے درہموں پر قاصد نہ تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے کہ اُس کو مسافت اندازہ سے آنے جانے کی مہلت دے اور اُس کی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے ورنہ اُن کی قیمت لے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس سے ایسے شہر میں ملا کہ جس میں یہ درہم چلتے ہیں لیکن پائے نہیں جاتے ہیں تو وہ اُس کو بقدر مسافت کے آنے جانے کی مہلت دے گا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس

---

[1] یعنی اس کھانے کو کھانا ۱۲۔ [2] یہ لفظ معرب ہے اور مراد یہ کہ قرض اس شرط سے دیا کہ اس کو قرض دار دوسرے شہر میں پھر پورا ادا کرے گا ۱۲۔

میں یہ درہم نہیں چلتے ہیں تو اُن کی قیمت لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درہم قرض تھے اور اُس نے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُن پر راضی ہو گیا تو جائز ہے ☆

اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر قرض دار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت میں ساقط ہونا آیا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر شراب کی قیمت واجب ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے یہ بحر الرائق کے متفرقات میں لکھا ہے۔ کسی نے وزنی یا کیلی چیز قرض لی پھر بازار میں اُس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرض خواہ کو مہلت دینے پر مجبور کیا جائے گا یہاں تک کہ کھیتی[1] پک جائے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درہم قرض تھے اور اُس نے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُن پر راضی ہو گیا تو جائز ہے پس اگر اُس نے اُن کو صرف کیا تو مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زیوف یا نبہرہ کا قرض لینا مکروہ ہے اور قرض دار پر اُن کے مثل واجب ہوں گے پس اگر ان کا رواج جاتا رہے تو اُس پر اُن کی قیمت واجب ہو گی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر میں قرض لیا کہ جہاں وہ طعام ارزاں ہے پھر قرض خواہ اس سے دوسرے شہر میں ملا کہ جہاں یہ طعام گراں ہے پھر قرض خواہ نے اُس سے اپنا حق مانگا اور اس کو پکڑا تو اُس کو پکڑ رکھنے کا اختیار نہ ہو گا اور قرض دار کو حکم دیا جائے گا کہ قرض خواہ کی مضبوطی کر دے اور اُس کا طعام قرض اُسی شہر میں جہاں اُس نے قرض لیا ہے ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درہم قرض دیے اور قرض دار نے اُن پر قبضہ کر لیا پھر قرض خواہ نے قرض دار سے کہا کہ اُن درہموں کو جو میرے تجھ پر ہیں بعوض دیناروں کے بیع صرف کر لے پس اگر اُس نے کسی شخص کو مثلاً زید کو معین کیا اور کہا کہ اُس کے ساتھ بیع صرف کر لے اور اُس نے بیع صرف کر لی تو بالا جماع جائز ہے ف یعنی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ سب کے نزدیک بالا تفاق بحق قرض خواہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ بیع قرض دینے والے پر جائز نہ ہو گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز ہو گی پھر اگر قرض خواہ نے قرض دار سے دینار لینا چاہے اور قرض دار نے اختیار سے اُس کو دے دیے تو بالا جماع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درہم قرض تھے پھر ان میں سے سو درہم پر کسی مدت کے وعدہ پر اس سے صلح کر لی تو یہ کم کر دینا صحیح ہے اور سو فی الحال دینا چاہیں اور قرض دار قرض سے انکار[2] کرتا تھا تو یہ سو درہم میعاد پر ملیں گے کسی نے دوسرے کو ایک کُر گیہوں قرض دیے پھر قرض دار نے اُس سے یہ قرضہ بعوض درہموں کے خریدا تو جائز ہے خواہ یہ قرضہ اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور جب خریدنا جائز ٹھہرا پس اگر اس نے درہم اسی مجلس میں ادا کر دے تو خرید صحیح ہو گئی اور اگر اسی مجلس میں ادا نہ کیے تو باطل ہو جائے گی اور یہ صورت اس کے برخلاف ہے کہ جب قرض دار کا بھی ایک کُر گیہوں قرض خواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُس پر آتا تھا بعوض اُس کے جو اُس کا اُس میرے پر آتا ہے خریدا تو جائز ہے اگرچہ دونوں جدا ہو جائیں پھر اگر مشتری نے وہ درہم مجلس میں ادا کر دیے بعد اس کے اس کُر میں کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا لیکن ثمن میں سے نقصان واپس لے گا اور اگر قرض مقبوضہ کو اُس نے تلف کر دیا ہو تو کل کے نزدیک یہی حکم ہو گا جو ہم نے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیز سوائے درہم اور پیسوں کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر اُس کُر کو جو اُس پر قرض ہے اُسی کے مثل کر کے عوض خریدا تو جائز ہے بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہیں ہے مگر جب

---

[1] کھیتی یعنی یہ اناج جو پیمانہ وغیرہ سے بکتا ہے وہ بازار میں آنے لگے اور یہی کھیتی پکنے سے مراد ہے ۱۲۔ [2] یعنی گواہ نہ تھے تو صلح مذکور میں الخ ۱۲۔

کہ اسی مجلس میں قبضہ کر لے پس اگر اُس نے قرضہ کے کُر میں کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہیں لے سکتا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک کُر طعام قرض لیا اور اُس پر قبضہ کیا پھر قرض دار نے یہ کُر بعینہ اپنے قرض خواہ سے خرید ا تو بیع باطل ہے اور یہ نقض[1] قراض کو متضمن نہیں ہے لیکن اگر قرض دار نے یہ کُر بعینہ قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو صحیح ہے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کو سو درہم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ کھرے ہیں اور اُسے قبضہ کر لیا پھر قرض دار نے قرض خواہ سے دس دینار کے عوض خرید ے تو خرید صحیح ہے اور بعد صحت کے اگر دونوں بدون بدل پر قبضہ ہونے کے مجلس سے جدا ہو جائیں تو بیع صرف باطل ہو جائے گی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دیناروں پر اس نے قبضہ کر لیا تو بیع صرف صحیح ہوگی پس اگر قرض دار نے قرض کے درہم زیوف یا نبہرہ پائے تو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اگر ستوق یا رصاص پائے تو اُن کو قرض خواہ کو واپس کرے بعد اُس کے اگر وہ دونوں مجلس سے جدا نہ ہوئے اور کھرے سو درہم اُس نے مجلس میں لے لیے اور دینار ادا کر چکا ہے تو بیع صحیح رہے گی اور اگر جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور قرض دار کو اختیار ہوگا کہ اپنے دینار واپس کر لے کذا فی المحیط اور قرض دار پر بجائے درہم کے دینار یا پیسے قرض تھے اور اُس نے بعوض درہموں کے خرید ے پھر اُن کو زیوف یا نبہرہ یا ستوق پایا تو دینار میں سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایسے ہی پیسوں کو اگر زیوف یا نبہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر پیسوں کو ستوق پایا اور درہموں پر قبضہ کے بعد دونوں جدا ہو چکے ہیں تو عقد جائز رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

خلاصہ میں لکھا ہے کہ قبضہ سے پہلے قرض میں تصرف کرنا صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے غلام اجر اور مکاتب اور لڑکے اور بے وقوف کا قرض[2] دینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لڑکے یا بے وقوف کو قرض دیا اور اُس نے تلف کر دیا تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو اُس نے تلف کیا ہے اُس کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر ایسے غلام کو قرض دیا کہ جس کو اُس کے مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہے اور اُس نے تلف کر دیا تو اُس سے مواخذہ[3] نہ کرے یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے اور اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جو ہم نے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی الحال مواخذہ کیا جائے گا جیسا ودیعت میں ہوتا ہے اور اگر قرض دینے والے نے اپنا بعینہ مال[4] ان میں سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُس کا زیادہ حق دار[5] ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درہم قرض لے اور اس نے قرض لے کر قبضہ کر لیا اور کہا کہ میں نے وہ درہم حکم دینے والے کو دے دیے تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا اور موکل پر اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کسی نے اپنے ایلچی کو اپنا خط دے کر کسی کے پاس بھیجا کہ تو مجھے اس قدر درہم بھیج دے کہ وہ تیرے مجھ پر قرض ہوں گے اور اُس نے اسی کے ہاتھ بھیج دیے جس نے خط پہنچایا تھا تو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی کہ یہ حکم دینے والے کا مال نہ ہوگا جب تک اُس کے پاس نہ[6] پہنچے اور اگر کسی نے اپنا ایلچی دوسرے کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجھ کو دس درہم قرض بھیج دے اُس نے کہا کہ اچھا اور اُس کے ایلچی کے ہاتھ بھیج دیے تو اگر اُس شخص نے اقرار کیا کہ میرے ایلچی نے ان پر قبضہ کیا ہے تو اُن کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی کو اس واسطے بھیجا کہ فلاں شخص سے ہزار درہم قرض لے اور اُس شخص نے اُس کو قرض دیے اور وہ اُس کے پاس ضائع

---

[1] قولہ نقض یا اقراض یعنی جب قرض دار نے اس کو خرید ا حالانکہ یہ بائع ہے تو کیا معاملہ قرض ٹوٹ گیا پس جواب دیا کہ فقط بیع باطل ہے اور معاملہ قرض کا توڑنا لازم نہ آئے گا ۱۲۔ [2] یہ لوگ قرض نہیں دے سکتے ہیں ۱۲۔ [3] نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔ [4] غلام مجور مکاتب طفل ۱۲۔ [5] دیگر قرض خواہوں کے سوا اُسی کو ملے گا ۱۲۔ [6] قولہ نہ پہنچے یعنی اس کے قبضہ میں نہ آئے تب تک اس پر قرضہ ثابت نہ ہوگا اور دونوں شکلوں میں فرق یہ ہے کہ اول میں پہنچانے والا معزز ہے اور دوم میں پیغام پہنچانے والا ایلچی ہے ۱۲۔

ہو گئے پس اگر ایلچی نے یہ کہا تھا کہ فلاں بھیجنے والے کے واسطے قرض دے تو یہ درہم بھیجنے والے کے ضائع ہوئے اور اُسی کو ضمان دینی پڑے گی اور اگر ایلچی نے یہ کہا کہ تو مجھ کو قرض دے فلاں بھیجنے والے کے واسطے اور اُس نے دیے اور وہ اُس کے پاس ضائع ہوئے تو ایلچی کے ذمہ پڑیں گے اور حاصل یہ ہے کہ قرض دینے میں وکیل کرنا جائز ہے اور قرض لینے میں جائز نہیں ہے اور قرض لینے میں ایلچی بھیجنا حکم دینے والے (بھیجنے والے۱۲) کے واسطے جائز ہے اور اگر قرض لینے کے وکیل نے ایلچیوں کے مانند کلام زبان سے نکالا تو یہ قرض حکم دینے والے کے ذمے ہو جائے گا اور اگر وکیل کی طرح کلام کیا بایں طور کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کی تو وہ اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا ہوگا اور جو کچھ اُس نے قرض لیا وہ اُسی کا ہوگا اور اُس کو اختیار ہے کہ اپنے موکل کو نہ دے اور اگر موکل نے کوئی چیز اس کو اس واسطے دی تھی کہ اس کو رہن کر دے تو وکیل اپنے قرضہ کے عوض رہن کرنے والا ہوگا اور اُس رہن کا ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں قرض لیے اور اُس کو حکم دیا کہ میری زمین میں بو دے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک میں پہنچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا ☆

کسی نے دس درہم قرض مانگے اور اپنے غلام کو بھیجا کہ اُس کو قرض خواہ سے لے آئے پھر قرض خواہ نے کہا کہ میں نے وہ درہم اُس غلام کو دے دیے اور غلام نے اُس کا اقرار کیا اور کہا کہ میں نے اپنے مالک کو دے دیے اور مالک نے غلام کے دس درہم پر قبضہ کرنے سے انکار کیا تو اُس کے مالک کا قول معتبر ہوگا اور اُس پر کچھ نہ آئے گا اور نہ قرض دینے والا غلام سے لے سکتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں قرض لیے اور اُس کو حکم دیا کہ میری زمین میں بو دے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک میں پہنچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ درہم قرض لیے اور قرض دینے والا اُن کو لایا پھر قرض لینے والے نے کہا کہ ان کو دریا میں پھینک دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرض لینے والے پر کچھ نہ آئے گا[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر اس شرط پر قرض دیا کہ فلاں شخص کفیل ہو تو جائز ہے خواہ فلاں حاضر ہو یا غائب ہو کفالت کرے یا نہ کرے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اقرار کر کے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار درہم[2] زیوف یا نبہرہ قرض لے کر خرچ کیے اور قرض دینے والے نے دعویٰ کیا کہ وہ کھرے تھے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اگر اُس نے زیوف یا نبہرہ اپنے کلام میں ملا کر کہا اور اگر توڑ کر کہا تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک کُر معین گیہوں خریدے پھر بائع سے کہا کہ مجھے ایک قفیز گیہوں یا یہ قفیز قرض دے اور اُس کُر کے ساتھ جو میں نے تجھ سے خریدا ہے ملا دے اور اُس نے ایسا ہی کیا اور خرید کو قرض پر یا قرض کو خرید پر دیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں کا قابض ہو جائے گا اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ جس شے کا قرض لینا جائز ہے اُس کا عاریت لینا بھی قرض ہے اور جس شے کا قرض لینا جائز نہیں ہے اُس کا عاریت لینا عاریت ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی پر کسی شخص کے ایک ہزار درہم قرض ہیں پھر اُس نے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کی بیع صرف کر کے اپنا حق ان میں سے لے لے اُس نے اُن کو لیا اور وہ اُس کے پاس تلف ہو گئے اُس سے پہلے کہ ان کی بیع صرف کرے تو قرض دار کا مال گیا اور اگر اُس نے بیع صرف کر کے درہم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے اُس کے پاس تلف ہو گئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُس نے اپنا حق اُس میں سے لے لیا پھر ضائع ہو گئے تو اب طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کی ادا کے واسطے لے اور اُس نے لے لیے تو اُس کی

---

[1] اگر پھینک دے۱۲۔ [2] زیوف و نبہرہ کھوٹے درہم میں اور مقدار دیکھو۱۲۔

ضمانت میں ہو گئے اور اگر کہا کہ ان کو اپنے حق کے واسطے بیچ لے اور اُس نے اپنے حق کے برابر درہموں پر اُن کو بیچ کر درہموں کو لے لیا تو بیع کے بعد قبضہ[۱] کے ساتھ اپنے حق کا قابض ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر قرض دینے والے نے یہ چاہا کہ قرض دار سے اپنا بعینہ کُر لے لے تو اُس کو اختیار نہیں ہے اور قرض دار کو اختیار ہے کہ اس کے سوائے دوسرا دے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے۔ بیس آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے قرض لے کر سب نے کہا کہ ہم میں سے اس ایک شخص کو ادا کر دے اور اُس نے دے دیا تو قرض خواہ اُس شخص سے مطالبہ نہیں کر سکتا ہے مگر اُسی قدر کہ جتنا اس کا حصہ ہے اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ بنوا کر لینا ہر ایسی چیزوں میں جن میں لوگوں کا تعامل جاری ہے جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و پیتل کے برتن وغیرہ استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے پھر جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اُن میں بنوا کر لینا صرف اُس وقت جائز ہے کہ جب اُس کا وصف اس طرح بیان کر دیا جائے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہو جائے اور جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے مثلاً کسی جولا ہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کر لا تو جائز نہیں ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔

بنوانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً موزے والے سے کہے کہ اتنے درہم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ اپنے چمڑے سے بنا لا کہ جو میرے پاؤں کے موافق ہو اور اُس کو اپنا پاؤں دکھلا دیا یا کسی سُنار سے کہا کہ اتنے درہم کے عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنا لا اور اُس کا وزن اور صفت بیان کر دے اور اسی طرح اگر کسی سقہ سے کہا کہ مجھ کو ایک پیسہ میں ایک بار پانی پلا دے یا پچھنے لگانے والے سے کہا کہ اُجرت پر پچھنے لگا دے تو یہ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے اگرچہ پینے کی مقدار یا پچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ استصناع یعنی بنوا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہے اور آخر میں سپرد کرنے سے ایک ساعت پہلے بیع ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور کاریگر کو اختیار[۲] نہ ہوگا بلکہ وہ بتانے پر مجبور کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اس کو اختیار ہوگا کذا فی الکافی اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور بنوانے والا مختار ہے اگر چاہے تو اُس کو لے ورنہ چھوڑ دے اور کاریگر کو خیار نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ جس پر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہے جس کا بنوانا ٹھہرا ہے اور اسی واسطے اگر کاریگر اُس کو پوری تیار لے آیا کہ وہ اُس کی کاریگری سے نہ تھی یا اُسی کی بنائی ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہے کذا فی الکافی اور بدوں اختیار کر لینے کے متعین نہیں ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر کاریگر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اُس کو فروخت کر دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر میعاد[۳] لگا دی اُن چیزوں جن میں لوگوں کا تعامل ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک سلم ہو جائے گی حتیٰ کہ بدوں شرائط سلم کے جائز نہیں ہے اور اُس میں خیار ثابت نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ استصناع رہے گا اور مدت کا ذکر جلدی بنانے کے واسطے ہوگا اور اگر ان چیزوں میں جن میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے مدت لگائی تو بالاجماع سلم ہو جائے گی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے اور یہ مدت کا اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدت کا ذکر مہلت دینے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اس کے مانند مہلت دی اور اگر جلدی کے طور پر ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنواتا ہوں کہ تو کل یا پرسوں فارغ ہو جائے تو بالاجماع سلم نہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس چیز میں دونوں نے اختلاف کیا اور بنوانے والے نے کہا کہ تو نے ویسی نہیں بنائی جیسی میں نے کہی تھی اور کاریگر نے کہا نہیں بلکہ میں نے ویسی ہی بنائی ہے تو مشائخ نے کہا کہ کسی پر قسم نہیں

---

[۱] قولہ قبضہ الخ قبضہ سے پہلے حق وصول پانے والا نہ ہوگا ۱۲۔ [۲] قولہ اختیار یعنی چاہے بنائے یا نہ بنائے جیسے آئندہ مسئلہ میں کہا کہ کاریگر کو اختیار نہیں ہے ۱۲۔ [۳] قولہ معیاد لگا دی مثلاً کہا کہ مجھے سو انگوٹھیاں چاندی کی ہر ایک بوزن یک تولہ سفید چاندی سے اس پیمانہ پر ایک مہینہ کی مدت پر بنا دے ۱۲۔

آتی ہے اور اگر کاریگر نے کسی پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قسم نہ دلائی جائے گی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

باب بیسو(۲۰):

ایسی بیوع کے بیان میں جو مکروہ ہیں اور ایسے نفعوں کے بیان میں جو فاسد ہیں

جاننا چاہیے کہ وہ عریہ[1] جس کے باب میں اجازت آئی ہے وہ عطیہ ہوتا ہے نہ بیع اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں سے ایک درخت کے خرما کسی شخص کو ہبہ کرے پھر ہر روز اُس شخص کا اُس کے باغ میں آنا بسبب اس کے کہ اُس کے اہل و عیال باغ میں ہیں اُس پر گراں گزرے اور اُس کو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ اپنے وعدہ میں خلاف کرے اور ہبہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجائے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوئے چھوارے انداز سے اُس کو دیتا ہے تاکہ اس کا ضرر اس پر سے دفع ہو جائے اور خلاف وعدہ بھی نہ ہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور وہ عینہ جس کے باب میں شرعی ممانعت آئی ہے اُس کی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اُس کی صورت یہ ہے کہ ایک حاجت مند آدمی دوسرے کے پاس جائے اور اُس سے مثلاً دس درہم قرض مانگے اور قرض دینے والا قرض دینے میں رغبت نہ کرے اور بڑھتی میں طمع کی وجہ سے یہ کہے کہ قرض دینے میں تو مجھ کو آسانی نہیں ہے لیکن میں یہ کپڑا اگر تو چاہے تو تیرے ہاتھ بارہ درہم کو بیچتا ہوں اور بازار میں اس کی قیمت دس درہم ہے تو اُس کو بازار میں دس درہم میں بیچ لینا اور قرض لینے والا اس پر راضی ہو جائے پس قرض دینے والا بارہ درہم میں اُس کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اُس کو بازار میں دس درہم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے اس کپڑے کے مالک کو دو درہم کا نفع حاصل ہو اور اُس سے قرض دار کو دس درہم حاصل ہوں اور بعض مشائخ نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ وہ دونوں تیسرا شخص درمیان میں ڈالیں پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ پر بارہ درہم میں بیچ کر اُس کے سپرد کر دے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درہم میں بیچ کر اس کے سپرد کر دے پھر تیسرا اس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درہم میں فروخت کر کے اُس کے سپرد کر دے دس درہم اس سے لے لے اور وہ درہم قرض مانگنے والے کو دے دے پس قرض مانگنے والے کو دس درہم ملیں گے اور کپڑے کے مالک کے اُس پر بارہ درہم قرض ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت[2] ہے کہ عینہ جائز ہے اور اُس پر عمل کرنے والے کو اجر ملے گا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور وہ بیع کہ جس کو ہمارے زمانے کے لوگوں نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے اُس کا نام بیع الوفا رکھا ہے وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہے اور وہ مبیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہے جیسے مرتہن کے پاس مرہون ہوتی ہے کہ نہ وہ اس کا مالک ہوتا ہے اور نہ اُس کے مالک کی بلا اجازت اس سے نفع اُٹھا سکتا ہے اور جو اُس کا پھل اُس نے کھایا یا اُس کا درخت تلف کیا تو اُس کا وہ ضامن ہوگا اور اگر اُس کے پاس وہ سب تلف ہو جائے تو قرضہ ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ اُس میں قرضہ کی وفا ہو اور اس میں اگر کچھ زیادتی ہو جائے اور وہ اُس کے بدوں فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اُس پر نہ آئے گی اور جب اُس کا بائع قرض ادا کر دے تو اس کو واپس لے سکتا ہے اور ہمارے نزدیک اس میں اور رہن میں کسی حکم میں فرق نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اسی پر سید ابو شجاع سمرقندی کا فتویٰ ہے اور قاضی علی سغدی نے بخارا

---

[1] قولہ عریہ الخ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عریہ کی اجازت دی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جب تم لوگ بیع عینہ کرو گے تو تم پر ذلت آئے گی اور کفار تم پر غالب آجائیں گے ۱۲۔ [2] قولہ روایت ہے یعنی ضعیف خلاف ظاہر الروایہ اور یہ بھی نہیں صاف کھلتا کہ عینہ کے کیا معنی لئے ہیں ۱۲۔

میں اسی پر فتویٰ دیا ہے اور بہت سے ائمہ کا یہی فتویٰ ہے کذا فی المحیط اور اُس کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ شے معین بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھ پر آتا ہے فروخت کی اس شرط پر کہ جب میں قرض ادا کر دوں تو یہ شے میری ہے یا بائع یوں کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ جب میں تجھ کو ثمن دے دوں تب تو یہ شے مجھ کو واپس کر دے کذا فی بحر الرائق اور صحیح یہ ہے کہ جو عقد ان دونوں میں بندھا اگر وہ لفظ بیع کے ساتھ ہو تو رہن نہ ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اُن دونوں نے بیع میں کوئی فسخ کی شرط ذکر کی ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہیں ذکر کی بلکہ بیع بشرط الوفا یا لفظ بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ اُن کے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع غیر لازم ہے تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع میں کوئی شرط نہیں کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ وفا کرنا لازم ہے[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نسفیہ میں ہے کہ شیخ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنا گھر ثمن معلوم کے عوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر بائع نے مشتری سے اس گھر کو اجارہ پر بشرائط صحت اجارہ لے کر قبضہ کیا اور مدت گزر گئی تو کیا اُس پر اجرت دینا لازم ہے تو شیخ نے فرمایا کہ لازم نہیں[2] ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اُس کو بیچ کر سپرد کر دیا اور غائب ہو گیا تو پہلے بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کر کے اپنا باغ واپس کرے اور اسی طرح اگر پہلا بائع اور دونوں مشتری مر گئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہیں تو پہلے بائع کے وارثوں کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری کے وارثوں کے ہاتھ سے اُس کو چھڑا لیں اور دوسرے مشتری کے وارث وہ ثمن جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہے اُس کے بائع کے ترکہ میں سے اُس کے وارثوں کے قبضہ سے لے سکتے ہیں اور پہلے مشتری کے وارث اُس کو بائع کے وارثوں سے لے کر اپنے مورث کے قرضہ کے عوض روک سکتے ہیں یہاں تک کہ بائع کے وارث اُس کا قرضہ ادا کریں یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

فتاویٰ ابوالفضل میں ہے کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ میں ہے اور عورت نے اپنا حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت ثمن لائے تو مرد اُس کا حصہ اُس کو واپس کر دے پھر مرد نے اپنا حصہ فروخت کیا پس عورت کو اُس میں شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع معاملہ یعنی بیع الوفا ہو تو اُس میں عورت کا شفعہ[3] ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اس کے قبضہ میں ہو یا مرد کے قبضہ میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ بیع الوفا اور بیع المعاملہ ایک ہی ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ تلجیہ وہ عقد ہے کہ جو کسی امر کی ضرورت سے باندھا جائے پس اُس کا مشتری بیع کا مالک نہیں ہوتا بلکہ ایسا ہے کہ گویا اُس کو دی گئی ہے[4] اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ تلجیہ نفس بیع میں ہو مثلاً بائع کسی شخص سے کہے کہ میں ظاہر کروں گا کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور فی الحقیقت وہ بیع نہ ہوگی اور اس بات پر گواہ کر لیے پھر ظاہر میں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تلجیہ بدل[5] میں ہو مثلاً پوشیدہ دونوں اس بات پر متفق ہو جائیں کہ ثمن ایک ہزار ہے اور ظاہر میں دو ہزار کو بیچیں تو ثمن وہی ہے جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی میں گویا اُنہوں نے ٹھٹھول کیا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا اور تیسری صورت یہ ہے کہ پوشیدہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ثمن ایک ہزار درہم ہے اور ظاہر میں سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عقد باطل ہو جائے اور استحساناً سو دینار پر صحیح ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ لازم ہے لیکن اگر نہ وفا کرے تو یہاں جبر نہیں ہو سکتا ۱۲۔ [2] قولہ لازم نہیں یعنی بیع الوفاء باطل ہے اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲۔ [3] قولہ شفعہ یعنی بیع الوفاء ان کے نزدیک بالکل ہے اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲۔ [4] قولہ دی گئی یعنی جیسے کسی کے ہاتھ میں ۱۲۔ [5] قولہ بدل یعنی ثمن یا مبیع ۱۲۔

ایک نے تلجیہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے ☆

امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ بیع التلجیہ موقوف رہتی ہے اگر دونوں نے اُس کی اجازت دی تو جائز ہو گی اور اگر دونوں نے اُس کو رد کیا تو باطل ہو جائے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ ایسی بیع کا اقرار کریں کہ جو نہیں[1] واقع ہوئی اور دونوں نے اس کا اقرار کیا تو باطل ہے اور دونوں کی اجازت سے جائز نہ ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک نے تلجیہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے اور منکر پر قسم آئے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ زنار نصاری کے ہاتھ بیچنا اور ٹوپی مجوس کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہے اور ایسے کعب کا جس میں چاندی لگی ہوئی ہے ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم نہ ہو کہ وہ اپنے پہننے کے واسطے خریدتا ہے مکروہ ہے اور امرد غلام کا ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار[2] اور اللہ تعالیٰ کا عاصی ہے مکروہ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ میں بیٹھ کر خرید فروخت کرتا ہے اور راستہ کی چوڑائی کے سبب سے لوگوں کو اس کا بیٹھنا مضر نہیں ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر لوگوں کو مضر ہو تو مختار یہ ہے کہ اُس سے کچھ نہ خریدا جائے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پائے گا تو چلا جائے گا پس اُس سے خریدنا گویا گناہ پر مدد کرنا ہو گا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہے کہ اُس سے پوچھے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے پس مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ میں ہو کہ جن بازاروں میں اکثر حلال بکتا ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں ہے اور ظاہری حال پر کام کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازاروں میں اکثر حرام چیز بکتی ہے یا وہ بائع ایسا ہے کہ حرام و حلال بیچتا ہے تو مشتری احتیاط کرے اور اُس سے دریافت کر لے ایک شخص مر گیا اور اُس کی کمائی حرام ہے تو وارثوں کو چاہیے کہ شناخت کرا دیں پس اگر اُس مال کے مالکوں کو پہچانیں تو اُن کو واپس کر دیں اور اگر نہ پہچانیں تو اُس مال کو صدقہ کر دیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اس کا عیب جانتا ہے تو اُس پر بیان کرنا واجب ہے پس اگر اُس نے بیان نہ کیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہو جائے گا اور اُس کی گواہی مردود ہو گی اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہیں لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بعوض چھوٹے دس درہم کے خریدی اور دس درہم اُس کو دے دیے اور ان میں بعض بُرے تھے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہیں کہ اُس کو لے کر اپنی حاجت میں صرف کرے مشائخ بلخ سے ایسی مٹی کی بیع کا حکم لیا گیا کہ جو کھائی جاتی ہے تو فرمایا کہ ہم کو اس کا بیچنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جب کہ اُس سے سوائے کھانے کے کوئی نفع نہ ہو کیونکہ وہ مضر اور قاتل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اُس سے شراب بناتا ہے امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے اور بیع جائز ہے اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں ایسا ہی اختلاف ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اُس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہے یا اُس کے سر پر مارتا ہے یہاں تک کہ وہ مر جاتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی بیع میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ کسی نے دوسرے سے بعوض ثمن مثل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اُس کا خریدنا نہیں چاہتا ہے ثمن میں کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُس نے اس واسطے کیا کہ مشتری رغبت کر کے ثمن بڑھا دے تو یہ مکروہ ہے اور یہی نجش ہے کہ جو شرع میں منع ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکایا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہے تو دوسرے کو اُس شے کی پوری قیمت تک بڑھانے میں کچھ خوف نہیں ہے تاکہ مشتری رغبت کر کے اُس کی پوری قیمت تک بڑھا دے اور اس شخص کو اس میں اجر ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اُس

---

[1] قولہ نہیں واقع الخ یعنی تلجیہ کی صورتوں میں سے کوئی صورت نہ تھی بلکہ عقد کا کلام ہی نہیں ہوا ۱۲۔ [2] اغلام کرنے والا ۱۲۔

سے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُس کی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ اچھا ہے برا نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اس طرح پر فروخت کرنا کہ وہ کون شخص بڑھاتا ہے اور کون شخص اس پر زیادہ کرتا ہے ایسی بیع میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ بیع فقیروں کی اور ایسے شخصوں کی ہے جن کا مال کاسد[1] ہو جائے اور کسی کو چُکانے پر چُکانا مکروہ ہے اور زیادہ کرنے میں اور دوسرے[2] پر چُکانے میں فرق یہ ہے کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آواز دیتا تھا اور اس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آواز دینے سے رک رہا اور اس شخص کے ثمن کی طرف اُس نے میل کیا تو غیر شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس پر بڑھا دے اور یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہے اور اگر مال والا آواز دینے سے نہ رُکا تو دوسرے کو بڑھا دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اسی کو بیع میں زیادتی کرنا کہتے ہیں اور یہ دوسرے کے چکانے پر چکانا نہیں ہے اور اگر اسباب بیچنے پر آواز دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسی قدر داموں کو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ میں مالک سے دریافت کرلوں تو اس حالت میں دوسرے کو جائز ہے کہ وہ ثمن پر بڑھا دے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُس نے کہا کہ اتنے کو بیچ کر ثمن لے لے تو اس کے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے چُکانے پر چُکانا[3] ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

گاؤں[4] والے کے واسطے اُس کا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت اُس وقت ہے کہ جب شہر میں قحط ہو اور کافی میں اُس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ گاؤں والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری داموں کے لالچ سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے انتہی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر جو کافی میں لکھی ہے۔ قولہ کرہ بیع الحاضر للبادی کے ترجمہ مترجم کے موافق نہیں ہے اور بعض محققین نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ گاؤں والا اناج لے کر شہر میں آئے اور شہر والا اُس کی طرف سے وکیل ہو کر اس کا اناج فروخت کرے اور نرخ گراں کر دے اور مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ یہی تفسیر اصح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ[5] ہے اور معتبر وہ اذان ہے کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُس کو فروخت کر کے نفع اُٹھایا تو بیع صدقہ کر دے اور اگر بائع نے ثمن کے عوض کوئی چیز خریدی اور اس میں نفع اُٹھایا تو اُس کو نفع جائز ہے کیونکہ باندی معین ہے اور عقد بیع اُس سے متعلق ہوا تو خبث اُس کے نفع میں بھی اثر کرے گا اور درہم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں پس دوسرا عقد اُن کی ذات سے متعلق نہ ہوگا تو خبث بھی نفع میں اثر نہ کرے گا اور یہ تقریر بنا بر اس روایت ہے کہ جس میں آیا ہے کہ درہم و دینار متعین نہیں ہوتے ہیں کذا فی العنایۃ اور غیر معین میں خبث کا نہ اثر کرنا ایسے خبث میں ہے کہ جو سبب فساد ملک کے ہو اور جو خبث بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہے جیسے غصب کی چیز یا امانت میں خیانت کرنا تو ایسا خبث امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونوں[6] میں اثر کرتا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور اُس نے ادا کر دیے اور قابض نے اس میں تصرف کر کے نفع اُٹھایا پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اُس کو نفع حلال ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درہم اس شرط پر قرض لیے کہ قرض خواہ کو ہر مہینہ دس درہم ادا کرے گا اور اُن پر قبضہ کر لیا اور اس میں نفع اُٹھایا تو اس کو نفع حلال ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کیے پھر بائع نے اُن کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُن پر قبضہ کر کے تلف کر دیا تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو

---

[1] قولہ کاسد یعنی بیوپار کھوٹا ہو جائے ۱۲۔ [2] قولہ دوسرے پر الخ دوسرے کے چکانے پر چکانے میں جو منع ہے ۱۲۔ [3] جو حرام ہے ۱۲۔
[4] ہو کرہ بیع الحاضر للبادی وہو ممنوع فی الحدیث ۱۲۔ [5] قولہ مکروہ ہے یعنی گناہ ہوگا اگرچہ بیع جائز ہو جائے گی ۱۲۔ [6] درہم و دینار ۱۲۔

دوسرے مشتری کا دامن گیر ہو پس اگر اس نے دامن گیر ہو کر اُن کے مثل گیہوں کے لیے اور راس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہے پھر میں نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ زیادتی صدقہ کر دے پس امام محمدؒ نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت میں صدقہ کرے گا کہ جب ان کی قیمت[1] میں درہم لیے ہوں اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کیا اور وہ اُس کے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہے تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس غلام کی قیمت کی ضمان لے اور ثمن سے زیادہ قیمت کو صدقہ کر دے اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک مال ہزار درہم کو خرید ے اور اُس نے اس شہر کے نقد پر خرید لیا پھر حکم دینے والے نے اُس کو کھرے درہم دیے اور مشتری نے اس مال کے ثمن میں غلہ کے درہم دیے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اُس نے امور کے حق میں زیادتی حلال کی تو اُس کو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں اس سے کچھ خدشہ ہے اور کچھ حکم[2] نہ دیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُس کو بعوض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعوض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعوض درہموں کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اُس نے غلام کی قیمت میں ضمانت دی ہے اُس سے جس قدر زیادتی ہے اُس کو صدقہ کر دے اور ایسے ہی اگر ہزار درہم غصب کیے اور اُن کے عوض ایک غلام خریدا اور اُس کو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اُس کو اُس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ[3] کر دے اور قاضی ابو یوسفؒ نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہے اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُس کو بعوض ایک باندی کے فروخت کیا تو اُس کو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہے اگر چہ پہلی باندی سے وطی کرنی جائز نہیں تھی اور قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اس نے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اُس کو دینی پڑی اس سے جس قدر زیادہ ہے اُس کو صدقہ کر دے اور بیع فاسد میں وہ امام اعظمؒ کے موافق ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعوض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اس قیمت سے جو اس نے بیع فاسد کی مبیع کی ضمان میں دی ہے زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور بیع فاسد کو غصب سے بڑھ کر شمار کرتے ہیں یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

اگر ایک خرما کا درخت ایک مد (پیمانہ) تر چھوارہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اُس پر چھوارے پھلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھواروں کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا ☆

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ جس کو بائع نے کسی شخص کو کرایہ پر دے دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہوں تو یہ جائز ہے اور اجرت بائع کو ملے گی اور وہ اُس کو صدقہ کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعوض پانچ معین انڈوں کے خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈوں کو لے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے انڈوں کو تلف کر دیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہیں تو مشتری اس مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لے لے اور اگر مرغی کو بعوض پانچ غیر معین انڈوں کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور اگر ان انڈوں کو بائع نے تلف کر دیا تو مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لے لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک خرما کا درخت ایک مد تر[4] چھوارہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ

---

[1] قولہ قیمت یعنی فروخت کے دام روپیہ ہوں تو مکروہ ہے ۱۲۔ [2] قولہ حکم یعنی صاف نہیں کہا کہ کیا حکم ہے ۱۲۔ [3] قولہ صدقہ کیونکہ غصب میں درہم بھی معین ہو جاتے ہیں ۱۲۔ [4] ایک پیمانہ ہے ۱۲۔

اُس پر چھوارے پھلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھواروں کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور تازہ چھواروں میں سے جس قدر ثمن کے حصہ میں پہنچیں اس کو دے دے گا اور زیادتی کو صدقہ کر دے گا اور اگر درخت کو تر چھوارہ معین کے عوض خرید اتو جائز ہے اور کچھ صدقہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درہم بعوض دو درہم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُس کے مالک کو پہچانتا ہے تو زیادتی اُس کو واپس کر دے اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو صدقہ کر دے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خرید کر اُس پر قبضہ کیا اور اس کو بیچ ڈالا پھر قاضی نے حکم دیا کہ بائع اوّل کو اس کی قیمت ادا کرے اور اس نے ادا کر دی اور بائع اوّل نے اس کو ثمن سے بری کر دیا اور دوسرے ثمن میں اس قیمت سے جو اس نے ادا کی ہے کچھ زیادتی ہے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسف کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کر دے اور یہ زیادتی لفظ پر قیاس کر کے صرف مسکینوں کو حلال ہے اور بھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال نہ ہوگی اگر چہ یہ فقیر ہو کیونکہ اس نے گناہ سے اس کو حاصل کیا ہے اور مساکین کے حق میں یہ لفظ سے زیادہ حلال ہے اور اگر اس نے زیادتی صدقہ نہ کی یہاں تک کہ اُس نے ثمن کے ساتھ کئی بار بیع کی اور ہر ایک میں نفع اٹھایا تو امام نے فرمایا کہ ان سب کا نفع صدقہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غصب کیا یا ودیعت میں تصرف کیا یا مضاربت میں مالک کی مخالفت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ نفع اس کو حلال ہے اور اگر اس نے بعوض غیر غصب کے بیع ٹھہرائی اور پھر غصب کے درہم ادا کیے یا بعوض غصب کے بیع ٹھہرائی اور غیر غصب ادا کیے تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ایسی صورت میں صدقہ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک باندی ایک ہزار درہم کو خریدی پھر وہ بائع کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور ان دونوں میں ثمن پر بہت زیادتی ہے تو یہ زیادتی اس کو حلال ہے اور اگر باندی اور اس کا بچہ دونوں بائع کے پاس لڑ کر مر گئے اور مشتری نے بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور ثمن دے دیا تو قیمت پر جس قدر زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے اور اگر فقط لڑکا مار ڈالا گیا تو اس کی قیمت میں جس قدر اس کے حصہ ثمن پر زیادتی ہو اس کو صدقہ کرے گا اس جہت سے کہ زیادتی اس کی ضمان[1] میں نہیں واقع ہوئی ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خرید ا اور قبضہ سے پہلے کسی غلام نے اس کو مار ڈالا پھر بائع نے اس کو اس کے (قاتل ۱۲) عوض دے دیا اور مشتری نے لے لیا اور اس کی قیمت میں اس کے ثمن پر زیادتی ہے تو زیادتی کا صدقہ کرنا مشتری پر واجب نہیں ہے اور اگر مشتری نے اس غلام کو اس زیادتی سے جو اس میں موجود ہے زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اس زیادتی سے تجاوز[2] نہ کرے جو اس میں موجود تھی اور اگر اس غلام کو بعوض اسباب کے بیچا تو کچھ صدقہ نہ کرے اگر چہ اس میں زیادتی ہو پھر اگر اس اسباب کو بعوض درہم یا دینار کے بیچا اور اس میں زیادتی ہے تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو قبضہ کے دن تھی دیکھی جائے گی پس اگر اس سے اس میں کچھ زیادتی نہ ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اس کی قیمت میں زیادتی ہو تو اس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اس کے قبضہ میں ہوا ہے دیکھا جائے پھر جو زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہوں جو پچاس درہم کا مال تھا غصب کر لیا پھر اس کو سو درہم پر فروخت کیا پھر گیہوں کے مالک کو ان کا مثل ادا کیا تو زیادتی کو صدقہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس میں نفع حلال تھا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام ایک ہزار درہم کو خرید ا اور اس کی قیمت دو ہزار درہم ہے پھر وہ بائع کے پاس مار ڈالا گیا اور مشتری نے اس کی قیمت لینا اختیار کیا اور اس میں سے ایک ہزار درہم صدقہ نہ کئے یہاں تک کہ ایک ہزار ضائع ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ

---

[1] قولہ ضمان حالانکہ نفع ہی حلال ہوتا ہے جو بضمان ہو ۱۲۔ [2] قولہ تجاوز یعنی صدقہ اس حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے ۱۲۔

کرے گا اور اگر ضائع نہ ہوئے یہاں تک کہ اس نے اس سے کچھ ایسی چیز خریدی جس میں نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک ہزار درہم اور اس کا حصہ نفع صدقہ کردے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ نہ کرے پس اگر ایک ہزار درہم میں تصرف کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اس پر ایک ہزار درہم کا صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر مشتری نے قاتل سے ایک غلام لے کر قیمت لینے سے صلح کر لی اور غلام کو آزاد کر دیا تو اس پر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہیں آتا ہے اور اگر اس نے اس کو مال لے کر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر ایک صورت میں کہ جب غلام قبضہ کے دن راس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جس نے اس کو آزاد کیا ہے اس کے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت میں جو راس المال پر زیادتی ہے اس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل ☆

احتکار کے بیان میں

احتکار مکروہ ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ شہر میں سے اناج خرید لے اور اس کو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگوں کے حق میں مضر ہو یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر شہر میں خریدا اور اس کو روکا اور وہ شہر والوں کو مضر نہیں تو کچھ ڈر نہیں کذا فی التاتارخانیہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خریدا اور اس کو شہر میں لا کر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو مضر ہے تو یہ مکروہ ہے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت میں یہی آیا ہے اور یہی مختار ہے کذا فی الغیاثیہ اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور جامع الجوامع میں ہے کہ اگر بجلب[1] دور سے خرید لایا اور اس کو روکا تو منع نہیں ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شہر میں اناج خریدا اور اس کو دوسرے شہر میں لے گیا اور وہاں اس کو روکا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اپنی زمین جوتی اور اس کا اناج رکھ چھوڑا تو بھی مکروہ نہیں ہے کذا فی الحاوی لیکن افضل یہ ہے کہ جو اس کی حاجت سے زائد ہو وہ لوگوں کی شدت حاجت کے وقت فروخت کر دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہیں ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو جائے تو احتکار ہوتا ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا کہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو تھوڑی ہے اور اناج کو گرانی کے انتظار میں اور قحط کے انتظار میں روکنا دونوں میں فرق ہے اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھ کر ہے اور حاصل یہ ہے کہ اناج کی تجارت اچھی نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہر چیز کہ جس کے روکنے میں عام لوگوں کو ضرر ہو احتکار ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ احتکار صرف انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جن سے آدمیوں و چوپایوں کی روزی ہے یہ حاوی میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حاکم وقت کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مر جائیں گے تو اس کو چاہئے کہ احتکار کرنے والے پر جبر کرے اور احتکار کرنے والے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچے ہیں اتنے کو مع[2] اس قدر زیادتی کے جس کا ٹوٹا لوگ اٹھاتے ہیں فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بالاجماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اناج والے تحمیل[3] کرتے ہوں اور قیمت سے تجاوز کر جاتے ہوں اور قاضی مسلمانوں کا حق نگاہ رکھنے سے عاجز ہو جائے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کر دیا جائے تو اہل رائے کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے میں خوف نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ان میں سے کسی نے بعوض اس ثمن کے جو امام نے مقرر کیا ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر

---

[1] جلب کشیدن یعنی دور سے بھر آنا ۱۲۔ [2] ایسی زیادتی کہ بڑھتی سے بڑھتی اندازہ کرنے والا اتنے کو اندازہ نہ کرے ۱۲۔ [3] تحمیل زبردستی بار ڈالنا چار ہو کر خریدیں ۱۲۔

محتکر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اس کو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل وعیال کے کھانے پینے سے زائد ہے اس کو فروخت کر دے اور احتکار سے اس کو منع کرے پس اگر وہ باز رہا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کو اپنی عادت پر اصرار ہے تو قاضی اس کو سمجھائے وڈرائے گا پھر اگر دوسہ بارہ اس کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کو قید کرے اور اپنی رائے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے مرجانے کا خوف ہو تو محتکرین سے اناج لے کر حاجتمندوں میں تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پائیں گے تو اس کا مثل واپس کریں گے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہے کہ محتکر کی بلا رضامندی اس کا اناج فروخت[1] کر دے تو بعض نے کہا کہ اس میں خلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاتفاق فروخت کر دے اور ملتقط میں ہے کہ اگر لوگوں کے مرجانے کا خوف ہو تو باہر سے لانے والوں کو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے جیسا اس نے محتکر کو حکم کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ تلقی یعنی شہر میں قافلہ آنے سے پہلے شہر سے نکل کر قافلہ والوں سے مل کر ان سے خرید لینا اگر اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہے اور اگر مضر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ قافلہ والوں کو شہر کا بھاؤ ملتبس نہ ہو اور نہ یہ شخص ان کو فریب دے کہ شہر میں یہ بھاؤ ہے اور وہ لوگ اس کی تصدیق کرلیں اور اگر اس نے شہر کا بھاؤ اس پر ملتبس کر دیا تو مکروہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اعرابی مثلاً کوفہ میں آئے اور وہاں سے اپنے کھانے کا اناج خرید کر لے جانا چاہا اور یہ اہل کوفہ کو مضر ہے تو ان کو منع کیا جائے گا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہے اور اگر سلطان نے نان بائیوں سے کہا کہ دس سیر ایک درہم میں بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی سے دس سیر روٹی ایک درہم میں لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دوں گا تو بادشاہ مجھ کو مارے گا تو مشتری کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ زبردستی لینے میں داخل ہے اور حیلہ یہ ہے کہ مشتری نان بائی سے کہے کہ میرے ہاتھ تو روٹیاں جیسا تو چاہتا ہے فروخت کر دے تو بیع صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے موافق مشتری نے دس سیر خریدیں پھر نان بائی نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی تو جائز ہے اور مشتری کو اس کا کھانا حلال ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے کہ پیتل میں کوئی دوا ڈال کر اس کو سپید[2] کرے اور اس کو چاندی کے حساب سے بیچے اور ایسی ہی درہموں کو ٹکسال کے سوا دوسری جگہ ڈھالنا اگرچہ کھرے ہوں مکروہ ہے اور اگر چاندی کو اپنے لوگوں کے واسطے ڈھالا اور اس میں تانبا[3] ڈال دیا تو کچھ خوف نہیں ہے اور بزاز کو جائز ہے کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کرلے جیسا کہ باندی کے بیچنے والے کو جائز ہے کہ اس کا منہ دھو کر سنگار کر دے اور جید کو ردی کے ساتھ ملتبس کر دینا مکروہ ہے اور ایسے ہی گوشت میں زعفران دینا مکروہ ہے اور ایسے میل کی چیز جس کا میل ظاہر ہو جیسے مٹی ملے ہوئے گیہوں بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور اگر ان کو پسایا تو بدوں بیان کے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ نان بائی یا قصاب وغیرہ کے پاس کچھ درہم اس واسطے رکھے کہ اس سے جو چاہے گا سو لے گا لیکن اس کے پاس ودیعت رکھے اور اس سے جس قدر چاہے بعوض معین داموں کے ان درہموں میں سے لے اور اگر ان کو بطور بیع کے دیا تھا تو ضمان[4] لے اور بائع کو چاہئے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابو بکر بلخی سے روایت ہے کہ فقاعی[5] فقاع کھولتے وقت نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے اور ایسے ہی چوکیدار چوکیداری کے وقت لا الہ الا اللہ کہنے میں گنہگار ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر پختہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچوں کے بہلانے کو خریدا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ قیمت ہے اور نہ اس کا کچھ تلف کرنے والا ضامن ہے ☆

---

[1] محتکر کی طرف سے ۱۲۔ [2] قولہ سپید کرے یعنی کیمیائی ترکیب سے جوڑ او غیرہ چاندی و سونا بنانا مکروہ ہے ۱۲۔ [3] زیور میں میل کر دیا ۱۲۔
[4] قولہ ضمان یعنی اگر تلف ہوں اور تحقیق مسئلہ عین الہدایہ میں ہے ۱۲ [5] فقاعی فالودہ فروش یعنی وہ صراحی کھولتے وقت ۱۲۔

اگر کوئی لڑکا پیسا یا روٹی لے کر دوکاندار کے پاس آیا اور اس سے کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام میں آتی ہے جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اس کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر اخروٹ یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عادۃً لڑکے اپنے واسطے خریدا کرتے ہیں تو نہ فروخت کرے ایک لڑکا خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں بالغ ہوں پھر اس کے بعد کہا کہ میں بالغ نہیں ہوں پس اگر بالغ ہونے کی خبر دینے کے وقت بالغ ہونے کا احتمال رکھتا تھا بایں طور کہ اس کا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو اس کا انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اس کا سن اس سے کم تھا تو بالغ ہونے کی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اس کا انکار صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اس نے کہا کہ مجھ کو فلاں شخص نے اس کے بیچنے کا وکیل کیا ہے اور میں دس سے کم نہ دوں گا پھر اس سے ایک شخص نے نو درہم کو طلب[1] کیا پس اگر مشتری کے دل میں یہ تھا کہ یہ بات اس نے اپنے مال کے رواج دینے کو کہی تھی تو اس کو خریدنا جائز ہے اور اگر یہ بات اس کے دل میں نہیں آئی تو اس سے خریدنا جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر پختہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچوں کے بہلانے کو خریدا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ قیمت ہے اور نہ اس کا کچھ تلف کرنے والا ضامن ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اس سے کوئی چیز خریدی پس اگر پہلے یہ درہم بائع کو دے دیئے پھر ان کے عوض وہ چیز خریدی تو اس کو حلال نہیں ہے صدقہ کر دے اور اگر درہم دینے سے پہلے خریدی پھر درہم دیئے تو بھی کرخیؒ اور ابو بکرؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس میں ابو نصرؒ کا خلاف ہے اور اگر یہ درہم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درہم دیئے یا مطلقاً خریدی اور یہ درہم دیئے یا دوسرے درہم سے خریدی اور یہ درہم دیئے تو ابو نصرؒ نے فرمایا کہ حلال ہے اور اس پر صدقہ کر دینا واجب نہیں ہے اھ اس زمانہ میں فتویٰ کرخیؒ کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اس کے شہتیروں میں درہم پائے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور جو بائع نے نہ لئے تو صدقہ کر دے اور یہ اصوب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر خانہ کعبہ کا پردہ بعض مجاوروں نے خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کو دوسرے شہر میں لے گیا تو اس پر واجب ہے کہ فقیروں پر صدقہ کر دے۔ مسجد کا بوریا اگر پرانا ہو جائے تو جائز ہے کہ اس کو بیچ کر اس کے داموں میں کچھ بڑھا کر دوسرا خرید لیا جائے ایک شخص اپنے دوست کے باغ میں گیا اور اس میں کچھ انگور کھائے اور اس دوست نے انگور بیچ ڈالے تھے اور اس کو نہیں معلوم تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر گناہ نہ ہوگا اور چاہئے کہ مشتری سے معاف کرا لے یا اس کو ضمان دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بازار میں میوہ خریدنے کو جائے اور اس میں سے کچھ ایسی چیز اٹھا کر کھا جائے کہ جس کی کچھ قیمت ہے جب تک کہ اس سے اجازت نہ حاصل کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ بیع اور ہبہ وغیرہ میں چھوٹے و بڑے سے یا دو چھوٹوں کو اس کے ناتے کے محرم قرابت والے سے جدا کر دینا مکروہ ہے اور حکماً بیع جائز ہوگی اور اگر ایک اس کا ہو اور دوسرا اس کے نابالغ لڑکے یا غلام یا مکاتب کا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دونوں اس کے ہوں اور ایک اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مکروہ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر دونوں اس کی اولاد کے ہوں تو جدا کر کے بیچ سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے اس کا کچھ حصہ ہو تو میں مکروہ نہیں جانتا ہوں کہ ایک میں کا حصہ بدوں دوسرے کے فروخت کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں میں قرابت نہ ہو جیسے دو چچا زاد بھائی یا دو ماموں زاد بھائی تو ان کا جدا کرنا مکروہ نہیں ہے یا ان میں محرمیت بوجہ رضاعت[2] یا صہریت کے ہو تو بھی تفریق مکروہ نہیں ہے زوجہ اور شوہر میں جدائی بیع وغیرہ سے مکروہ نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ ایک عیب کی وجہ سے واپس کر دے یا کسی جرم[3] اور قرض میں دے

---

[1] قولہ طلب کیا اور وہ راضی ہو گیا ۱۲۔ [2] قولہ رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے وصہریت یعنی دامادی کے رشتہ سے ۱۲۔ [3] قولہ جرم مثلاً ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور حکم ہوا کہ قاتل کو دے یا اس کا فدیہ دے یا قرض خواہ کے ادائے قرضے میں دے ۱۲۔

دے اور اگر ایک کو ام ولد یا مدبر بنایا تو دوسرے کا بیچنا مکروہ نہیں ہے اور اگر ایک کو مکاتب بنایا تو کچھ ڈر نہیں ہے اگر کسی نے کہا کہ اگر میں تجھ کو خریدوں تو تو آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک کو اسی کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دو مملوک ہیں ایک اس کا ہو اور دوسرا اس کی زوجہ یا مکاتب یا غلام تاجر قرضدار کا ہو تو تفریق[1] میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اس کے مضارب کا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ جو مضارب کے پاس ہے اس کو فروخت کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر ایک باندی کو اپنی شرط خیار پر خریدا پھر اس کا بچہ خریدا تو دونوں کو جدا بیچنا مکروہ ہے اور اگر باندی کو بشرط خیار خریدا اور اس کا بچہ خریدنے والے کے پاس ہے تو بالاتفاق باندی کو واپس کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کوئی حربی دو بھائیوں کو دار الحرب سے لایا تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں جدا بیچے اور اگر اس نے دونوں کو کسی ذمی سے خریدا تو تفریق جائز نہیں ہے اس پر جبر کیا جائے گا کہ دونوں کو ایک ساتھ بیچے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دونوں کا مالک کافر ہو تو تفریق نہیں ہے خواہ وہ مالک آزاد ہو یا مکاتب یا ایسا غلام جس کو تجارت کی اجازت ہے خواہ اس پر قرض ہو یا نہ ہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ مملوک دونوں مسلمان ہوں یا دونوں کافر ہوں یا ایک مسلمان ہو اگر کوئی حربی دار الاسلام میں امان لے کر آیا اور اس کے ساتھ دو غلام ہیں دونوں چھوٹے یا ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے یا اس نے دار الاسلام میں ایسے دو غلام اپنے ساتھی سے جو اس کے ساتھ امان لے کر آیا ہے خریدے پھر ایک کے بیچنے کا ارادہ کیا تو مسلمان آدمی کو اس کے خریدنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اس نے دونوں کو کسی مسلمان سے دار الاسلام میں یا کسی حربی سے جو امان لے کر اس کی ولایت کے سوا دوسری ولایت سے آیا ہو خریدا ہو تو مسلمان کو ایک کا خریدنا مکروہ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کسی کی ملک میں تین غلام ہوں کہ ایک چھوٹا ہو تو دونوں بڑوں میں سے ایک کا بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر صغیر کے ساتھ اس کے دو قریب جمع ہوں پس اگر وہ دونوں قرابت میں برابر ہوں پس اگر دونوں جہت میں مختلف ہوں جیسے ماں باپ اور پھوپھی خالہ تو ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہوں یا سب کافر ہوں اور یہی حکم باپ کی طرف سے بہن یا ماں کی طرف سے بہن کا ہے اور اگر دونوں قرابت اور جہت میں برابر ہوں جیسے دو بھائی حقیقی اور ایک ماں باپ کی طرف سے دو بہنیں تو استحساناً ایک کا بیچنا جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنیں جدا[2] جہت سے یا ماں اور پھوپھی یا خالہ ہو تو دور[3] کے قرابت والے کے بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور ایسے ہی اگر اس کی دادی اور پھوپھی اور خالہ جمع ہوں تو پھوپھی اور خالہ کے بیچنے میں ڈر نہیں ہے دار الحرب میں دو کافروں نے ایک باندی کے بچہ کا جو دونوں میں مشترک تھی دعویٰ کیا پھر وہ سب قید ہو کے مملوک ہو گئے تو کوئی[4] دونوں باپوں میں سے فروخت نہ کیا جائے گا ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہے اس نے کہا کہ میری بیٹی ہے تو تفریق مکروہ ہے اگرچہ نسب ثابت نہیں ہوا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جس طرح آزاد[5] کو تفریق سے بیچنا مکروہ ہے ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہے۔ یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر مالک کا فرق ہو تو تفریق مکروہ نہیں ہے۔ یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

---

۱ واپس کرنے سے تفریق لازم نہ آئے گی ۱۲۔ ۲ ایک تو ایک ماں باپ سے حقیقی اور دوسری فقط باپ کی طرف سے اور تیسری فقط ماں کی طرف سے ۱۲۔
۳ جیسے یہاں سوائے ماں اور سوائے حقیقی بہن کے ہیں ۱۲۔ ۴ دونوں کافر اس بچہ کے مدعی ہونے سے دونوں اس کے باپ قرار دیئے جائیں گے ۱۲۔
۵ قولہ آزاد یعنی جیسے آزاد کو جائز نہیں کہ صغیر کو اس کے شفیق محرم قرابتی سے جدا کرے اسی طرح دوسرے تاجروں کو بھی روا نہیں ۱۲۔